قرآن وحدیث کے حوالہ جات سے مزین، فکرِ رضا کے موافق،
حالات وواقعات کے مناسب، علماء وخطبا میں مقبول
اور اکابر کے پسند فرمودہ
خطباتِ نظامیہ
۱۴۴۶ھ
مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان
مرکزی دفتر
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

تعارفِ نظامیہ و خطباتِ نظامیہ

جامعہ نظامیہ رضویہ کا آغاز شارحِ بخاری شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲ شوال المکرم، ۱۳۷۵ھ / مئی، 1956ء کو کیا۔ اُن کے فیصل آباد تشریف لے جانے کے سبب شعبان المعظّم، ۱۳۸۲ھ / جنوری، 1963ء کو معمارِ جامعہ نظامیہ و تنظیم المدارس، مفتئ اعظم پاکستان علامہ محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ناظمِ اعلیٰ مقرر ہوئے۔ 26 اگست، 2003ء کو اُن کے وصال کے بعد سے جانشینِ مفتئ اعظم پاکستان مولانا محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی مد ظلہ ناظمِ اعلیٰ ہیں۔

تا حال 2955 خوش نصیب جامعہ سے حفظِ قرآنِ مجید کی سعادت پا چکے ہیں، تجوید و قراءت کی تکمیل کرنے والے 1832 ہیں اور درسِ نظامی سے فراغت پانے والے علما کی تعداد 5275 ہے، جب کہ مدرسۃ البنات سے درسِ نظامی مکمل کرنے والی فاضلات 1104 ہیں۔ جن حضرات نے جامعہ میں کچھ سال پڑھا اور پھر چھوڑ دیا یا کسی دوسرے ادارے میں چلے گئے وہ اِن کے علاوہ ہیں۔ اِس وقت جامعہ اور اُس کی تقریباً 45 برانچز میں 8000 کے قریب طلبہ اور طالبات علمِ دین حاصل کر رہے ہیں۔

مفتئ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے 1994ء میں مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان کے نام سے ایک تنظیم قائم کی، جس کے بنیادی مقاصد میں ابنائے نظامیہ کو منظّم کرنے کے ساتھ ساتھ عوام و خواص کے عقائد کا تحفّظ اور فکرِ رضا کی ترویج و اِشاعت بھی تھا۔

بحمد اللہ تعالیٰ مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان کے زیرِ اہتمام دسمبر، 2019ء سے تا حال بلا تعطل سوشل میڈیا کے ذریعے علمی و تحقیقی خطبۂ نظامیہ نشر کیا جاتا ہے، اب تک 200 سے زائد خطبات نشر ہو چکے ہیں۔ احباب کے پُر زور اِصرار پر 1444ھ میں نشر ہونے والے 52 خطباتِ نظامیہ نظرِ ثانی اور دیگر مراحل طے کرنے کے بعد کتابی صورت میں شائع کیے گئے ہیں۔

اجمالی فہرست

طبعِ خطباتِ نظامیّہ حسیں کاوِش ہے

کلام: شاعرِ نظامیہ مولانا محمد ثاقب افضل رضوی[1]

طبعِ خطباتِ نظامیّہ حسیں کاوِش ہے
علمی تحقیقی جواہر سے سَجی بارش ہے

اے خُدا! اُس پہ کرم بہرِ خطیبِ محشر
جس کی بھی اِن کی اِشاعت کے لیے کوشش ہے

واعظیں اور خطبا فیض لُٹائیں اِن کا
سنورے یوں فکر و عمل اپنی یہی خواہش ہے

نسلِ نَو کے لیے مجلس کا یہ تصنیفی کام
سالہا سال رہے جاری یہ فرمائش ہے

اِن مساعی میں تعاون کریں ہم سب ثاقب
مالی جانی قلمی جتنی بھی گنجائش ہے

---

[1] مولانا محمد ثاقب افضل رضوی نے 2001ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ سے فراغت حاصل کی اور جامعہ برکات العلوم، گلبرگ لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

بالیقیں یہ مفتیٔ اعظم کا ہی فیضان ہے

نتیجۂ فکر: مولانا حافظ محمد نوید محمدی سیفی[1]

یہ کتابِ دل نشیں تسکین کا سامان ہے
اور خطابت کے چمن کا اِک حسیں گل دان ہے

ہیں یہ خطباتِ نظامیّہ معارِف سے بھرے
بالیقیں یہ مفتیٔ اعظم کا ہی فیضان ہے

سلسلہ ہے علم کے انوار کی برسات کا
ہاتھ میں ہے قیمتی مجموعہ جو خطبات کا

ہیں نظامیّہ کی مجلس کے اراکیں باکمال
سہرا ہے یہ لازوال دین کی خدمات کا

قیمتی، اَنمول اور نایاب سی سوغات ہے
علمی و تحقیقی یہ مجموعۂ خطبات ہے

مفتیٔ اعظم کے ہے فیضان کی یہ اِک جھلک
درج اِس میں مستند ہر خطبہ و ہر بات ہے

---

[1] مولانا محمد نوید نے جامعہ فخر العلوم مرتضائیہ نقشبندیہ سے موقوف علیہ کی تکمیل کے بعد 2020ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ سے دستارِ فضیلت حاصل کی اور جامعہ بابِ رحمت، چونگی سٹاپ لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

”خطباتِ نظامیہ“ کے محاسن

کلام: مولانا حافظ محمد نوید محمدی سیفی

بیش قیمت، نعمتِ غفّار یہ خطبات ہیں
کنزِ حکمت، رحمتِ سرکار یہ خطبات ہیں

مصحفِ لاریب کی آیات سے ہیں یہ سجے
اِس لیے ہی منبعِ انوار یہ خطبات ہیں

ہیں فرامینِ نبی کا یہ گلستانِ اِرم
مصطفیٰ کی شان کا اِظہار یہ خطبات ہیں

آل و اصحابِ نبی کی داستانوں سے بھرے
خوب پُر از سِیَر اور آثار یہ خطبات ہیں

ہیں براہین و دلائل سے مزیّن بالیقیں
معرفت کے نور سے ضَوبار یہ خطبات ہیں

عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق بانٹتے
رُوح پروَر تازہ تر افکار یہ خطبات ہیں

ہے یہ خاص و عام میں مقبول تصنیفِ لطیف
کیف آور مخزنِ اسرار یہ خطبات ہیں

مردِ حق احمد رضا کی فکر سے ہیں مُستَنیر
نُطق کی معراج کے شہ کار یہ خطبات ہیں

دل سے احبابِ نظامیّہ کی کاوش کو سلام
اِن کی محنت سے ہوئے تیّار یہ خطبات ہیں

ضامنِ حفظِ عقائد ہیں یقیناً یہ نوید
اہلِ حق کو اِس لیے درکار یہ خطبات ہیں

معروضہ

"خطبہ" ابلاغِ دین کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ یہ در حقیقت "پالیسی بیان" ہوتا ہے، جسے دورِ جدید کی اصطلاح میں "بیانیہ" بھی کہا جاسکتا ہے۔

خطیب اپنے خطبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ترجمانی کرتے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔

"ترجمانی" کے لفظ سے منصبِ خطابت کی عظمت بھی ظاہر ہوتی ہے اور اُس کے نازک تقاضوں کی طرف اِشارہ بھی ہوتا ہے۔ "ترجمانی" کے تقاضوں کی نزاکت کا اندازہ اِس بات سے کیجیے کہ شارحِ مشکوٰۃ المصابیح حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (م: 1971ء) نے مرآۃ المناجیح میں لکھا: "کہاں مجھ جیسا مجہول انسان اور کہاں اُس افصح الفصحا حضور سید الانبیا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے فرمانِ عالی شان! مجھے اُس پاک آستانہ سے نسبت ہی کیا:

فَہمِ راز ش چہ کُنَمْ مَنْ عَجَمی اُو عَرَبی! | لافِ مُہرش چہ زَنَم مَنْ حَبشی اُو قَرَشی!

بھلا اُن سرکار کے رموز و اشارات اور کلماتِ طیبات کے اسرار میں کیا سمجھ سکتا ہوں؟ میں عجمی، دیہاتی، بے علم، گنوار، وہ عرب کے فصحا کے سردار..."[1]

خطابت و ترجمانی کے نازک تقاضوں کی وجہ سے ہی علما نے فرمایا کہ وعظ کی اِجازت فقط عالم کو ہے، غیر عالم کسی عالم کی کتاب پڑھ کر سنا سکتا ہے، مگر اُس کا اپنے پاس سے وعظ کرنا حرام ہے اور اُس کا وعظ سننا بھی حرام ہے۔[2]

بلاشبہ دورِ حاضر میں بھی ایسے افراد موجود ہیں جو منصبِ خطابت کے تقاضوں کو پورا کرتے اور دین کی ترجمانی کا حق ادا کرتے ہیں، مگر ایک بڑی تعداد اُن خطبا کی بھی ہے جنھوں نے خطابت کو پیشہ بنا رکھا ہے اور اِس کے ذریعے ابلاغِ دین کے بجائے اپنی دکان چمکا رہے ہیں، ایسے حضرات کی وجہ سے ہونے والا نقصان ناقابلِ بیان ہے۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ عصرِ حاضر انحطاط و بے برکتی کا دَور ہے۔ علمی وُسعت و ثقاہت اور رسوخ بھی روز بروز کم ہوتے چلے جارہے ہیں اور ذوقِ مطالعہ بھی تیزی سے ناپید ہوتا جارہا ہے، وقت میں بے برکتی کا عالَم بھی کسی سے مخفی نہیں۔

---

[1] مرآۃ المناجیح، مقدمہ

[2] فتاویٰ رضویہ، ج: 23، ص: 409، ملخصًا، رضا فاؤنڈیشن

معمارِ جامعہ نظامیہ رضویہ و تنظیم المدارس اہلِ سنت، مفتئ اعظم پاکستان، علامہ محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (م:2003ء) نے 1994ء میں مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان کے نام سے ایک تنظیم قائم کی، جس کے بنیادی مقاصد میں ابنائے نظامیہ کو منظّم کرنے کے ساتھ ساتھ عوام وخواص کے عقائد کا تحفّظ اور فکرِ رضا کی ترویج واِشاعت بھی تھا۔

۲۰ صفر، ۱۴۴۱ھ / 20 اکتوبر، 2019ء کو مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان کے سالانہ علماء کنونشن میں راقم الحروف کو مجلس کا مرکزی ناظمِ اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ احباب سے مختصر مشاورت کے بعد طے پایا کہ "رسمی موضوعات" پر خطبات کا رجحان بدلنے کے لیے مجلس کی طرف سے حالاتِ حاضرہ کے مناسب علمی مواد پر مشتمل خطبۂ جمعہ بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ یہ بات باعثِ تشویش تھی کہ ایسا کرنے سے کتب بینی اور محنت سے تیاری کرنے کا جذبہ متأثر ہو سکتا ہے، مگر دوسری طرف خطبا کی ناگفتہ بہ صورتِ حال کے پیشِ نظر رائے ٹھہری کہ اِس سلسلہ کی افادیت کا پہلو راجح ہے۔

چنانچہ 13 دسمبر، 2019ء کو "حواس کا صحیح استعمال" کے عنوان سے سوشل میڈیا کے ذریعے پہلا خطبۂ نظامیہ نشر ہوا، بحمد اللہ تعالیٰ بغیر تعطّل کے یہ سلسلہ جاری ہے اور تادمِ تحریر 200 سے زائد خطبات نشر ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل خطباتِ نظامیہ کو قبولِ عام سے نوازا، علماء وخطبا اِن سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں اور دُنیا بھر سے مرکزی دفتر کو داد و تحسین کے پیغامات موصول ہوتے رہتے ہیں۔

تصنیف و تالیف کے شعبہ سے تعلّق رکھنے والے افراد بخوبی جانتے ہیں کہ خطبۂ نظامیہ جیسی معیاری تحریر کی تیاری نہایت محنت طلب امر ہے، جو کئی مراحل سے گزرنے کے بعد مکمل ہوتا ہے۔ حالات پر گہرے غور کے بعد اُن کی مناسبت سے موضوع کا انتخاب، مستند علمی مواد کی جمع آوری، شائستہ وشستہ اور سہل انداز میں تحریر وترتیب، عرق ریزی کے ساتھ مکرر پروف ریڈنگ اور مہارت کے ساتھ تزیین... یہ سب مراحل دشوار گزار ہیں، جو محض رحمتِ الٰہی سے طے ہوتے ہیں۔

خطبۂ نظامیہ کی تیاری میں حسبِ ضرورت متعدد افراد سے مشاورت وتعاون حاصل کیا جاتا ہے، تاہم استاذ العلما مولانا قاری احمد رضا سیالوی (سینئر مدرس ونائب ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)، استاذ العلما مولانا محمد فاروق شریف قادری (سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) اور فاضلِ جلیل مولانا محمد واصف رضا قادری (فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ) کی اِعانت ہر خطبہ میں شامل رہتی ہے۔ 1444ھ کے خطبات کو کتابی شکل میں لانے کے لیے مولانا محمد اویس رضا قادری (فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ) نے بھی بھرپور محنت کی۔ باری تعالیٰ سب کی کاوشوں کو شرفِ قبول سے نوازے۔

خطبہ کی ٹیم میں شامل حضرات کی تعداد کو دیکھ کر شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (م:1981ء) کا یہ قول یاد آتا ہے: "بڑے کاموں کی بنیاد ہمیشہ مختصر جماعت کے ہاتھوں سے قائم ہوتی چلی آئی ہے اور یہ سنتِ مستمرّہ الٰہیہ ہے۔"[1]

ایک عرصہ سے علماء وخطبا کا پُرزور اِصرار تھا کہ اِفادیت میں اِضافہ کے لیے خطباتِ نظامیہ کو کتابی صورت میں بھی شائع کیا جائے، کچھ وجوہات کے سبب اِس تجویز پر عمل تاخیر کا شکار رہا، بالآخر کمرِ ہمت باندھی اور 1444ھ کے خطبات کو شائع کرنے کا عزم کیا۔ حصولِ اِجازت ودُعا کے لیے حافظِ اماناتِ مفتیٔ اعظم پاکستان، استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ (پ:1949ء) کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ادعیۂ مقبولہ سے نوازتے ہوئے فرمایا: "ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کام بہت مفید ہوگا۔" ازاں بعد مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان کے موجودہ مرکزی صدر شیخ الحدیث ڈاکٹر فضلِ حنان سعیدی مدظلہٗ (پ:1967ء) کے گوش گزار کیا تو اُنھوں نے بھی تحسین فرمائی۔ 29 اگست، 2023ء کو مجلس کی مرکزی عاملہ کے اجلاس میں اراکینِ عاملہ نے اِشاعت کی منظوری دی اور توفیقِ الٰہی سے 1444ھ میں نشر ہونے والے 52 خطبات نظرِ ثانی اور دیگر مراحل طے کرنے کے بعد آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔

خطباتِ نظامیہ کی تیاری میں درج ذیل اُمور کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے:

⟸ موضوعات کے انتخاب سے تحریر وترتیب تک تمام مراحل میں اِصلاحِ عقائد واعمال کو مطمحِ نظر رکھا گیا ہے، تاہم ذکرِ فضائل سے بھی صرفِ نظر نہیں کیا گیا۔

⟸ تمام خطبات میں فقط اُنہی اُمور کو ذکر کیا گیا ہے جن کا منتخب موضوع سے براہِ راست یا بالواسطہ تعلق ہے۔

⟸ خطبات کو آیاتِ کریمہ، احادیثِ طیبہ اور کلماتِ اکابر کے ساتھ ساتھ اثرانگیز واقعات اور پُرمغز اشعار سے بھی مزیّن کیا گیا ہے۔

⟸ آیاتِ کریمہ کو قرآنی رسم الخط کے عین مطابق تحریر کیا گیا ہے۔

⟸ احادیثِ طیبہ کے الفاظ پر تحقیق کے ساتھ حرکات وسکنات اور اعراب کا التزام کیا گیا ہے۔

⟸ حسبِ ضرورت متعدد مقامات پر احادیثِ کریمہ کی فنّی حیثیت کو بھی تحریر کیا گیا ہے۔

⟸ اگر کسی حدیثِ مبارک کے الفاظ کتبِ احادیث میں مختلف تھے تو حوالہ میں پہلے اُس کتاب کا ذکر کیا گیا ہے، جس کے الفاظ خطبہ میں درج ہیں۔

⟸ آیاتِ کریمہ واحادیثِ طیبہ کے لفظی ترجمہ کے بجائے تراجم وتفاسیر اور شروح کے گہرے مطالعہ کے بعد اُن کی روشنی میں مفہومی تراجم ذکر کیے گئے ہیں۔

---

[1] فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج:4، ص:126، ملخصاً، ناشر: انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ، کراچی

⟸ آیاتِ کریمہ اور احادیثِ طیبہ کے تراجم کو واوین ("") کے درمیان رکھا گیا ہے۔

⟸ تراجم و تشریحات کے لیے جن تفاسیر و شروح سے راہ نمائی لی گئی اُن کے حوالہ جات بھی مذکور ہیں اور بہت سے مقامات پر حاشیہ میں اُن کی عربی عبارات کو بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

⟸ فقط مستند، راجح اور معمول بہا اُمور کو ذکر کیا گیا ہے، ناقابلِ اعتماد، مرجوح اور منسوخ اُمور کو ذکر نہیں کیا گیا۔

⟸ عوام میں فقہی شعور کی بیداری کے لیے موضوعات کی مناسبت سے کثیر مسائلِ شرعیہ کو بھی دار الافتاء جامعہ نظامیہ رضویہ کی تصدیق کے بعد باحوالہ ذکر کیا گیا ہے۔

⟸ ہر خطبہ میں ابتدا سے اختتام تک کلام کو مربوط رکھنے کا التزام کیا گیا ہے۔

⟸ سامعین کے ذہنوں میں مقصود کو اچھی طرح سے راسخ کروانے کے لیے ہر خطبہ کے آخر میں "حرفِ آخر" کے عنوان سے موضوع کے مناسب و اہم اُمور کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ مضمون کی تلخیص کی گئی ہے۔

⟸ ہر خطبہ کے شروع میں تاریخِ اِشاعت مسطور ہے؛ تاکہ حالات کی مناسبت سے ذکر کردہ اُمور کا پسِ منظر سمجھنے میں آسانی ہو۔

⟸ درج ذیل طریقے سے تمام اُمور کے مکمل حوالہ جات ذکر کیے گئے ہیں:

○ آیاتِ کریمہ کے حوالہ جات میں قوسین کے درمیان سورت کا نام اور نمبر، پھر نقطتین کے بعد آیت نمبر مسطور ہے، مثلاً سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ایک سو پچیس کا حوالہ یوں درج ہے: [البقرة2:125]۔

○ صحاحِ ستہ اور دیگر مشہور کتبِ احادیث کے حوالہ جات میں کتب کے اسما اور عالمی ترقیم کے مطابق احادیث کے ارقام ذکر کیے گئے ہیں، دیگر کتب کے حوالہ جات میں کتب کے اسما کے ساتھ مجلدات اور صفحات کے نمبرز بھی مذکور ہیں۔

⟸ تسہیلِ استفادہ کے لیے حتّی الامکان آسان الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور مشکل اصطلاحات و اشعار کی حاشیہ میں تشریح کر دی گئی ہے۔

⟸ قلیل الاستعمال اور غلط العوام الفاظ کی درست ادائیگی کے لیے اُنھیں اعراب سے مزیّن کیا گیا ہے۔

⟸ اُردو کے جدید رسم الخط کے مطابق اِملا، رُموزِ اوقاف اور پیرابندی کا التزام کیا گیا ہے۔

⟸ مکرّر پروف ریڈنگ کی گئی ہے؛ تاکہ اغلاط کا اِمکان نہ ہونے کے برابر ہو۔

⟸ مواد تک رسائی آسان بنانے کے لیے شروع میں خطبات کی تفصیلی فہرست کے ساتھ ساتھ آخر میں درج ذیل طریقے سے آیات و احادیث اور اہم اُمور و واقعات کی فہارس بھی شامل کر دی گئی ہیں:

○ آیاتِ کریمہ، احادیثِ قدسیہ اور احادیثِ نبویہ کی فہارس ترتیبِ ہجائی کے مطابق ہیں۔

○ فہرستِ احادیث میں فقط احادیثِ مرفوعہ کو شامل کیا گیا ہے، خواہ وہ حقیقۃً مرفوع ہیں یا حکماً یا مرفوعِ وصفی ہیں۔

○ فہرستِ اہم اقوال وواقعات کا آغاز انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے اقوال وواقعات سے کیا گیا ہے، پھر صحابہ واہلِ بیت علیہم الرضوان کے اقوال وواقعات مذکور ہیں، ازاں بعد دیگر اکابر کے اقوال وواقعات ترتیبِ زمانی کے لحاظ سے مسطور ہیں۔

⟸ مصادر ومراجع کی فہرست مع اسمائے مؤلفین وتفصیلِ مطابع شامل کر دی گئی ہے؛ تاکہ محوّلہ عبارات تک رسائی میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔

احباب کافی اِصرار کے ساتھ یہ تجویز دیتے رہتے ہیں کہ بہتر انداز میں تیاری کے لیے خطبۂ نظامیہ بدھ یا جمعرات کو دن کے وقت سوشل میڈیا کے ذریعے بھیجنے کا معمول بنایا جائے، ہماری ٹیم اِس تجویز سے متفق ہے اور ایسا کرنا چاہتی ہے، مگر بوجوہ تاحال اِس پر عمل ممکن نظر نہیں آتا۔ علماء وخطباء سے قبولِ عذر کی درخواست ہے۔

خطباتِ نظامیہ کے تمام محاسن رحمتِ الٰہی، نگاہِ مصطفوی اور عنایتِ اکابر سے ہیں، قارئینِ گرامی قدر اِن کے حُسن میں اِضافہ یا اصلاح کے لیے تجاویز دینا چاہیں یا سوشل میڈیا کے ذریعے ہر جمعرات کو خطبۂ نظامیہ حاصل کرنا چاہیں تو مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان کے مرکزی دفتر سے رابطہ کریں۔[1]

غبارِ راہِ پیر سیال
شکور احمد ضیاء سیالوی
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
وناظمِ اعلیٰ مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان

۱۵ ربیع الاول، ۱۴۴۵ھ / 02 اکتوبر، 2023ء

---

[1] رابطہ کے لیے آفیشل نمبر: 0315-7374429

فہرستِ خطبات

۱۲ صفر المظفّر	**اولیاء اللہ** ولایت کا تعارف، حصولِ ولایت کی صورتیں اور اولیا کے اوصاف	9 ستمبر

۱۹ صفر المظفّر	**کشف المحجوب اور فکر و عمل کی اِصلاح**	16 ستمبر

۲۶ صفر المظفّر	**تعلیماتِ "احمد" و "رضا"** (اعراسِ مجدّدِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ و اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مناسبت سے)	23 ستمبر

۸ ربیع الآخر	واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا!	4 نومبر

۱۵ ربیع الآخر	جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی	11 نومبر

۲۲ ربیع الآخر	دَوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تُو (عُرسِ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی مناسبت سے)	18 نومبر

۱۴ جمادی الاُولیٰ	**دیانت داری** (بین الاقوامی یومِ انسدادِ بدعنوانی کی مناسبت سے)	9 دسمبر

۲۱ جمادی الاُولیٰ	**عربی زبان سے محبت اور اُس کے تقاضے** (عالمی یومِ عربی زبان کی مناسبت سے)	16 دسمبر

۲۸ جمادی الاُولیٰ	**سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بحضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم** (کرسمس کے تناظر میں)	23 دسمبر

۲۵ ذوالحجہ	**مثالی ہے جہاں میں زندگی فاروقِ اعظم کی**	14جولائی

٦ محرم الحرام، ۱۴۴۴ھ / 5 اگست، 2022ء

پیغامِ امام حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مشمولات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ o الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ o اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ o[البقرۃ2:155–157]

انسانی تاریخ کے بہت سے واقعات مقاصد کا استعارہ بن چکے ہیں اور حصولِ مقاصد کے لیے اُن واقعات سے منسوب دنوں کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر اہم سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں اِس طرح کے کئی دن ہر سال منائے جاتے ہیں۔

آج سے تین سال قبل پانچ اگست (2019ء) کو بھارت نے مقبوضہ کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کر دی تھی، اِس مناسبت سے ہم بطورِ مثال کشمیر کا ایک دن لیتے ہیں.... 21 جون 1931ء کو تنظیمِ نوجوانانِ اسلام (Young Man's Muslim Association) نے ڈوگرہ سامراج کے دور میں ایک جلسۂ عام کا اہتمام کیا۔ اس جلسے میں عبدالقدیر خان نامی ایک نوجوان نے پُرجوش انداز میں تقریر کی، جس سے آزادی کے حق میں اور ڈوگرہ سامراج کے خلاف ایک نیا جوش و جذبہ بیدار ہوا۔

عبدالقدیر خان کو بغاوت کے مقدمہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ 13 جولائی 1931ء کو سماعت کے موقع پر بے شمار کشمیری مسلمان اپنے بھائی سے اظہارِ یکجہتی کے لیے جمع ہوئے، اتنے میں نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو ایک نوجوان نے اذان شروع کی، اُدھر سے ڈوگرہ فورس نے گولی چلا دی جس سے وہ نوجوان شہید ہو گیا۔ فوراً جذبۂ ایمانی سے سرشار ایک دوسرا نوجوان اُٹھا اور اپنے پیش رَو کی جگہ کھڑے ہو کر اذان کے اگلے کلمات کہنے لگا، اُسے بھی گولی ماری گئی جس سے وہ بھی شہید ہو گیا۔ پھر تیسرا نوجوان اُٹھا، اِسی طرح چوتھا، پانچواں ...اور یوں ایک اذان کو مکمل کرنے کے لیے امام حسین رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم پر چلنے والے بائیس فرزندانِ توحید نے جامِ شہادت نوش کیا۔

یہ واقعہ ''جرأت'' و ''بہادری'' اور ''جذبۂ آزادی'' کا استعارہ بن گیا... آج تک 13 جولائی کو کشمیر سمیت دنیا کے مختلف علاقوں میں ''یومِ شہدائے کشمیر'' منا کر ایمانی جذبات کو تازہ کیا جاتا ہے۔

10 محرم الحرام بھی ایک عالمی دن ہے، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کئی مقرب بندوں کی یادیں وابستہ ہیں، بالخصوص اِس دن نواسۂ رسول، امامِ عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بے مثال استقامت کے ساتھ حق کی خاطر اپنی اور اپنے خاندان کے دیگر افراد کی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ یہ دن جرأت و استقامت کا ایک حسین استعارہ ہے جو اہلِ ایمان کے ایمانی جذبات کو تازہ کرتا ہے۔

چنانچہ آج کے خطبہ میں سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم الشان قربانی اور اُس کے پیغام سے متعلق کچھ گفتگو ہو گی۔

سوانحی خاکہ

سِبطِ مصطفیٰ، سید الشہدا، اِمام ہُمام،[1] ابو عبد اللہ سیدنا حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہجرتِ نبویہ کے چوتھے سال پانچ شعبان المعظم کو مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ سرکارِ اقدس ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے گھٹی عنایت کی، دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر فرمائی۔ ساتویں روز عقیقہ کرنے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ مولَی المسلمین کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے جعفر نام تجویز کیا تھا، مگر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اُسے تبدیل کر کے حُسین منتخب فرمایا۔[2]

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریباً سات سال سرکار اقدس ﷺ کی ظاہری حیاتِ اقدس میں آپ کا پیار پایا... کبھی گود میں بیٹھتے، کبھی سینۂ اقدس سے چمٹتے، کبھی کاندھوں پر سوار ہوتے، رسول اللہ ﷺ کبھی اُنھیں چومتے، کبھی سونگھتے اور ایسی محبت سے نوازتے کہ اُسے پڑھنے اور سننے سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ وصالِ نبوی کے بعد خلفائے راشدین علیہم الرضوان کی آنکھوں کا تارا رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف 36 برس تھی جب رمضان المبارک، 40ھ میں مولَی المسلمین سیدنا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شہادت ہوئی۔ پھر تقریباً 20 سال سلطانِ اسلام سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منظورِ نظر رہے۔

56 سال، 5 ماہ اور 5 دن کی عمر مبارک میں 10 محرم الحرام 61ھ کو جمعۃ المبارک کے دن عراق کے شہر کوفہ کے قریب میدانِ کربلا میں جام شہادت نوش کیا۔

واقعۂ کربلا اور پیغامِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی اہمیت

واقعۂ کربلا اور اُس میں سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو پیغام دیا، اُس کی اہمّیت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود سیدِ عالم ﷺ نے کئی بار اِس کا تذکرہ فرمایا، بلکہ اپنے خاندانِ ذیشان اور بالخصوص شہزادۂ والا شان کو اِس کے لیے تیار کیا۔

دس محرم الحرام کو دنیا بھر کے مسلمان امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خیر کرتے ہیں اور مختلف طریقوں سے اُن کے ساتھ

---

[1] ہاء پر پیش، میم شد کے بغیر۔ اہلِ علم نے لکھا بہادروں کے بالترتیب پانچ درجے ہیں: (1) ہُمام۔ (2) مِقدام۔ (3) بَاسِل۔ (4) بَطِل۔ (5) صِندِید۔
(الفروسیۃ المحمدیۃ لابن القیم، ص: 469، دار ابن حزم)

[2] عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمَّى ابْنَهُ الْأَكْبَرَ بِاسْمِ عَمِّهِ حَمْزَةَ، وَسَمَّى حُسَيْنًا بِعَمِّهِ جَعْفَرٍ، فَدَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: «إِنِّي قَدْ أُمِرْتُ أَنْ أُغَيِّرَ اسْمَ هٰذَيْنِ» فَقَالَ: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. فَسَمَّاهُمَا حَسَنًا وَحُسَيْنًا۔ (المستدرك، رقم الحديث: 7734)

اِظہارِ محبت کرتے ہیں، مگر ایسے افراد کی تعداد بہت کم ہے جو امامِ عالی مقام کی عظیم الشان استقامت سے کچھ سیکھنے اور اُس کے ذریعے اپنے کردار میں تبدیلی لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں شدت کے ساتھ اِس بات کی ضرورت ہے کہ ذکرِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ فکرِ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی عام کریں۔

تذکرۂ کربلا: اُمّ المؤمنین سیدتنا اُمِ سلَمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: ایک مرتبہ حَسَنَیْنِ کریمَیْن رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے حجرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے، جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور شہیدِ کربلا کی طرف اِشارہ کرکے عرض کی: یَامُحَمَّدُ! إِنَّ أُمَّتَكَ تَقْتُلُ ابْنَكَ هٰذَا مِنْ بَعْدِكَ۔ یعنی یارسول اللہ، صلّی اللہ علیک وسلم! آپ کے وصال کے بعد آپ کی اُمّت آپ کے اِس شہزادے کو شہید کردے گی۔ چنانچہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے موتی ٹپکنے لگے اور آپ نے شہزادے کو سینے سے لگالیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مٹی سونگھی اور مجھے (اُمّ المؤمنین کو) عطا فرمائی اور کربلا کو یاد کرکے فرمایا: يَا أُمَّ سَلَمَةَ! إِذَا تَحَوَّلَتْ هٰذِهِ التُّرْبَةُ دَمًا فَاعْلَمِي أَنَّ ابْنِي قَدْ قُتِلَ۔ ”اُمّ سلمہ! جب یہ مٹی خون ہوجائے تو جان لینا کہ میرا بیٹا شہید ہوگیا ہے۔“

چنانچہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ مٹی محفوظ کرلی اور بار بار اُسے دیکھ کر کہتیں: إِنَّ يَوْمًا تَحَوَّلِيْنَ دَمًا لَّيَوْمٌ عَظِيْمٌ۔ یعنی جس دن یہ مٹی خون بن جائے گی وہ بہت بڑا (ہولناک) دن ہوگا۔ (المعجم الکبیر، حدیث:2817)

پیغامِ امام حسین رضی اللہ عنہ... حق پرستی

حق پرستی کی اہمیت: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسین تعلیمات میں سے یہ بھی ہے کہ انسان ہمیشہ حق کی حمایت کرے اور اِس سلسلے میں اپنے مفاد یا تعلق داری کو رکاوٹ نہ بننے دے۔ یعنی اگر انسان کو حق کی حمایت میں اپنا مفاد چھوڑنا پڑے یا مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تو اُسے چاہیے کہ اپنا مفاد چھوڑ دے، مشکلات جھیل لے، مگر حق کا دامن نہ چھوڑے۔ اِسی طرح اگر اُس کے قبیلے، خاندان، اہلِ علاقہ اور پارٹی والے حق کے خلاف بات کریں تو اُن کی طرف داری نہ کرے۔ کربلا میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استقامت باطل کے خلاف ڈٹ جانے اور حق کی پُرزور حمایت کرنے کی خوب صورت مثال ہے۔

عظیم الشان حسینی خطبہ: امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے کربلا کی طرف جاتے ہوئے ایک مقام پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ حمد وثنا کے بعد فرمایا: لوگو! رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے: «مَنْ رَّأٰى سُلْطَانًا جَائِرًا مُّسْتَحِلًّا لِّحُرُمِ اللهِ، نَاكِثًا لِّعَهْدِ اللهِ، مُخَالِفًا لِّسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، يَعْمَلُ فِيْ عِبَادِ اللهِ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، فَلَمْ يُغَيِّرْ مَا عَلَيْهِ بِفِعْلٍ وَّلَا قَوْلٍ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُّدْخِلَهُ مُدْخَلَهُ» یعنی ”جو شخص ظالم حکمران کو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو

حلال سمجھتا ہے، اللہ تعالیٰ کا عہد (اُس کے تاکیدی احکام کو) توڑتا ہے اور سنتِ رسول ﷺ کی خلاف ورزی کرتا ہے، بندگانِ خدا سے گناہ اور ظلم والا معاملہ کرتا ہے، اِس کے باوجود وہ حسبِ استطاعت طاقت یا زبان کے ذریعے اُس ظالم بادشاہ کے اِن برے کاموں کو روکنے کی کوشش نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اِسے بھی اُس ظالم بادشاہ والی جگہ پہنچائے گا۔"

یہ فرمانِ نبوی سنانے کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یزیدی یہ تمام کرتوت کر رہے ہیں، مَیں نواسہ رسول ﷺ ہوں، سب سے زیادہ میرا حق بنتا ہے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی روکنے کی کوشش کروں۔

(تاریخ الرسل والملوک[تاریخ طبری]ج:5،ص:403،دار التراث۔ الکامل فی التاریخ لابن اثیر،ج:3،ص:159،دار الکتاب العربی)

آپ کے خطبۂ مبارکہ کا یہ جملہ: وَأَنَا أَحَقُّ مَنْ غَيَّرَ۔ "میرا حق سب سے زیادہ ہے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا راستہ روکوں" یہ بات واضح کرتا ہے کہ یزید کی بیعت قبول نہ کرنے اور کربلا شریف کی طرف تشریف لے جانے کا مقصد یہی تھا باطل مٹ جائے اور حق کا بول بالا ہو۔

استقامتِ حسین: امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یزیدیوں کا صرف ایک ہی مطالبہ تھا کہ یزید کی بیعت کر کے اُس کی حکومت کو قبول کر لیں۔ ظاہر ہے کہ اگر بیعت کر لیتے تو نہ صرف آپ کی جان محفوظ رہتی، بلکہ آپ کو حکومت کی طرف سے مراعات بھی ملتیں، لیکن اِس کا نقصان یہ تھا کہ امامِ عالی مقام کی بیعت سے یزیدیوں کے سیاہ کرتوتوں کی تائید ہوتی۔ چنانچہ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خاندان کے ساتھ ساتھ اپنی جان کو بھی قربان کر دیا، مگر ظالم کی حمایت نہ کی۔

ہماری حالتِ زار: اِس وقت پوری اُمّتِ مسلمہ اپنے اپنے مفادات کے پیچھے پڑی ہے اور کسی کو بھی حق کا جھنڈا بلند کرنے کی فکر نہیں، حق کی خاطر مفادات کو قربان کرنا تو کجا! سبھی مسلم حکمران مفادات حاصل کرنے کے لیے باطل کے ساتھ اتحاد کیے ہوئے ہیں۔

گزشتہ کچھ ماہ سے پاکستان کا سیاسی ٹمپریچر کافی زیادہ ہے، تمام سیاسی جماعتیں اپنی حکومت بنانے اور دوسروں کی حکومت گرانے کے چکر میں ہیں، بے چارے سیاسی ورکرز اپنی اپنی پارٹیوں کے لیے صبح شام خون پسینہ ایک کیے ہوئے ہیں۔ عوام کا رویّہ بھی عجیب ہے کہ الیکشن کے بعد کم و بیش پانچ سال تک جنھیں کوستے ہیں انتخابات میں پھر اُنہی کو ووٹ دیتے ہیں۔

امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم الشان قربانی ہمیں سکھاتی ہے کہ اپنے گھر اور دفتر سے لے کر ملکی اور بین الاقوامی سطح تک ہمیشہ حق کی حمایت کرنی چاہیے اور اِس سلسلے میں اپنے مفادات یا تعلق کو رکاوٹ نہیں بنانا چاہیے۔

ظالم کا حمایتی: سیدنا ابو اُمامہ صُدیّ بن عَجلان باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: «مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ أَذْهَبَ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ.» یعنی "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ میں جو لوگ بدترین درجہ پر ہوں گے، اُن میں ایک شخص وہ ہے جس نے دوسرے کی دنیا (دنیاوی مفادات) کی خاطر (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور) اپنی آخرت کو تباہ کر دیا۔" (سنن ابن ماجہ، حدیث:3966)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانِ عالم ﷺ سے یہ الفاظ روایت کیے: إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ بَاعَ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ۔ "قیامت کے دن سب سے زیادہ شرمندہ وہ شخص ہوگا جس نے دوسرے کی دنیا کے عوض اپنی آخرت بیچ دی" (دوسرے کے دنیاوی مفاد کو پورا کرنے کے لیے اپنی آخرت کا سودا کر دیا)۔ (التاریخ الکبیر للبخاری، حدیث:1927)

نبوی تربیت: رسول اللہ ﷺ نے یہ سوچ عطا فرمائی ہے کہ اپنے تعلق والے کی بے جا حمایت کرنا اُس سے تعاون نہیں، بلکہ درحقیقت اُسے ہلاکت میں ڈالنا ہے؛ کیونکہ اِس طرح ظالم اور اُس کا حمایتی دونوں ہی گناہ گار اور مستحقِ نار ہوں گے۔ اپنے تعلق دار کی حقیقی مدد یہ ہے کہ اُسے ظلم سے روکے؛ تاکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچ جائے اور یہ حمایت کرنے والا بھی۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے رحمتِ عالم ﷺ سے روایت کیا: «اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا.» "اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔" ایک شخص نے عرض کی: يَا رَسُولَ اللهِ! أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُومًا، أَفَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرُهُ؟ یارسول اللہ، صلّی اللہ علیک وسلّم! جب میرا بھائی مظلوم ہو تب تو مَیں اُس کی مدد کروں گا، لیکن اگر وہ ظالم ہو تو کیسے اُس کی مدد کروں؟ ارشاد فرمایا: «تَحْجُزُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَإِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهُ.» "اُسے ظلم کرنے سے روکو، یہی اُس کی مدد ہے۔" (وہ ظلم سے باز آجائے تو شیطان کے جال اور اُخروی وبال سے بچ جائے گا)۔ (صحیح بخاری، حدیث:6952)

پیغامِ امام حسین رضی اللہ عنہ... صبر و استقامت

قرآن و سنت میں سکھایا گیا ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں، مسلمان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رِضا پر راضی اور اُس کے حکم کا پابند رہنا چاہیے۔ مشکل حالات میں صبر اور استقامت اختیار کرنے والوں کا انعام ذکر کرتے ہوئے ربّ تعالیٰ نے فرمایا: وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ إِذَآ أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ یعنی "اور (اے محبوب!) صبر کرنے والوں کو خوش خبری دیجیے ۝ وہ لوگ کہ جب اُن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں: ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ۝ یہی وہ خوش نصیب ہیں جن پر اُن کے رب کی طرف سے دُرود (خصوصی نوازشات) ہیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔" [البقرۃ2:155تا157]

واقعۂ کربلا اللہ تعالیٰ کی رِضا پر صبر و استقامت کی بہت اعلیٰ مثال ہے۔

آخری رات شجاعت بھری وصیتیں: محرم الحرام 61ھ کی دسویں رات... جب آثار سے واضح ہو چکا تھا کہ آنے والے کل میں کیا ہونے والا ہے... آپ کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا شدتِ غم سے بے ہوش ہو گئیں۔ کچھ اِفاقہ ہونے پر امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُنھیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اِتَّقِي اللهَ وَتَعَزَّيْ بِعَزَاءِ اللهِ وَاعْلَمِيْ أَنَّ أَهْلَ الْأَرْضِ يَمُوْتُوْنَ وَأَهْلَ السَّمَاءِ لَا يَبْقَوْنَ، وَأَنَّ كُلَّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَ اللهِ، أَبِيْ خَيْرٌ مِّنِّيْ وَأُمِّيْ خَيْرٌ مِّنِّيْ وَأَخِيْ خَيْرٌ مِّنِّيْ، وَلِيْ وَلَهُمْ وَلِكُلِّ مُسْلِمٍ بِرَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ۔ بہن! اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہنا اور اللہ کی رِضا پر راضی رہنا، یہ یقین بر قرار رکھنا کہ تمام زمین والے وفات پائیں گے اور آسمان والے بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے، ذاتِ باری تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ میرے والد گرامی، والدہ ماجدہ اور برادرِ مکرم، سبھی مجھ سے افضل تھے (اور اُن کی بھی وفات ہوئی ہے)۔ میرے لیے، اُن کے لیے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیروی بہتر ہے۔

اس طرح کے مزید کلمات کے ذریعے اُنھیں تسلّی دینے کے بعد ارشاد فرمایا: يَا أُخَيَّةُ! إِنِّيْ أُقْسِمُ عَلَيْكِ لَا تَشُقِّيْ عَلَيَّ جَيْبًا، وَلَا تَخْمِشِيْ عَلَيَّ وَجْهًا، وَلَا تَدْعِيْ عَلَيَّ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ إِنْ أَنَا هَلَكْتُ۔ یعنی بہن! مَیں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد گریبان مت پھاڑنا، چہرہ نہ پیٹنا اور واویلا نہ کرنا۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ج:8، ص:192، دار احیاء التراث۔ تاریخ الرسل والملوک [تاریخ طبری] ج:5، ص:420، دار التراث۔ الکامل فی التاریخ لابن اثیر، ج:3، ص:167، 168، دار الکتاب العربی)

ذکرِ حسین اور درسِ استقامت: محرم الحرام میں بکثرت امامِ عالی مقام اور دیگر اہلِ بیتِ عظام علیہم الرضوان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ یقیناً اُن کی جاں نثاری اور اپنے ربّ کی فرماں برداری ہے ہی ایسی کہ ہر بار اُس کا تذکرہ ایمان کو تازگی بخشتا ہے۔ شہادتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ تاج دارِ انبیا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور فرشتوں کی سنت ہے۔ تاہم اِس حوالے چند باتیں اِصلاح طلب ہیں:

فقط مستند روایات کا ذکر: محرم الحرام ہو یا کوئی دوسرا مہینہ، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا تذکرہ ہو یا کوئی اور موضوع، بہر حال یہ ضروری ہے کہ صرف اُنھی روایات کو بیان کیا اور سنا جائے جو مستند ہیں، دین کے اُصولوں کے مطابق ہیں اور محتاط علمانے اُنھیں اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ جھوٹی تاریخی روایات بیان کرنا اور سننا حرام ہے۔[1]

اِسی طرح ایسی باتیں بیان کرنا اور سننا جن سے عوام کے عقائد خراب ہوں اور بھی زیادہ زہرِ قاتل ہے۔

(فتاوٰی رضویہ، ج:24، ص:514، ملخصًا)

---

[1] واقعہ کربلا سے متعلق چند جھوٹی روایات جاننے کے لیے مطالعہ کریں کتاب "چند واقعاتِ کربلا کا تحقیقی جائزہ"، از عبد مصطفیٰ محمد صابر قادری

شہادتِ مبارکہ سے متعلق ہمیشہ مستند علما کی گفتگو سننی چاہیے اور محتاط علما کی تحریرات پڑھنی چاہئیں، جیسا کہ شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی علیہ الرحمہ کی "سِرّ الشہادتین"، نائبِ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی "سوانحِ کربلا"، اور اُستاذِ زمن، برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی "آئینۂ قیامت"۔

رونے کے لیے نہیں، استقامت کے لیے: امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادتِ مبارکہ کا ذکر کرنے اور سننے والوں میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جن کا مقصد رونا یا رُلانا ہوتا ہے، یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو نہایت بے کس اور بے چارہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ وہ تو تمام بہادروں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے وارث ہیں، اللہ تعالیٰ کے شیر جناب حیدرِ کرّار کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کے شہزادے ہیں، اُن کا ذکر ایسے انداز میں کرنا چاہیے کہ بزدل بھی بہادر ہو جائیں اور کم ہمّت لوگوں کی ہمت بھی بلند ہو جائے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی تحریر کا خلاصہ ہے کہ اگر تذکرۂ شہادت سے مقصود غم پروری، بناوٹ اور رونا دھونا ہو تو یہ نیت شریعت میں پسندیدہ نہیں۔ شریعت مطہرہ نے غم میں صبر کرنے، اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے اور حتی الامکان اُس غم کو دُور کرنے کا حکم دیا ہے، نہ یہ کہ تکلّف کرکے غم لایا جائے اور اِسے ثواب سمجھا جائے۔ ہاں اگر اہلِ بیت عظام علیہم الرضوان کے فضائل و مناقب سے متعلق صحیح روایات بیان کی جائیں اور ضمناً اُن کے صبر و استقامت کا ذکر کرنے کے لیے شہادت کا تذکرہ ہو اور محبت کے تقاضے سے بے اختیار آنسو آجائیں تو حرج نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:24، ص:515/487، ملخصاً)

کردار و پیغامِ امام حسین رضی اللہ عنہ... غریب پروری

اللہ تعالیٰ جَوَاد و کریم ہے اور جُود و سخا کو پسند فرماتا ہے۔ اُس نے اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق میں سب سے بڑا سخی بنایا ہے اور اُن کی عالی شان سخاوت کی جھلک اُن کے شہزادوں میں نظر آتی ہے۔

سیدی داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ کی تصنیفِ لطیف کَشْفُ الْمَحْجُوب کے مطابق ایک دن کوئی شخص امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہنے لگا: اے شہزادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں غریب و عیال دار ہوں، مجھے آپ کی بارگاہ سے آج رات کا کھانا چاہیے۔ آپ نے فرمایا: «بِنَشِیْنْ که ما را رِزْقِے دَرْ راه است تا بَیَارَنْد.» "بیٹھو! ہمارا رزق راستے میں ہے، آجائے تو تجھے دیں گے۔" کچھ دیر بعد سلطانِ اسلام سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پانچ تھیلیاں پیش کی گئیں، ہر تھیلی میں (سونے کے) ایک ہزار دینار تھے۔ لانے والے نے کہا: حضرت معاویہ معذرت چاہتے ہیں، اُنھوں نے کہا ہے کہ یہ معمولی مقدار غریبوں میں خرچ فرما دیں، بعد میں اس سے زیادہ نذر پیش کی جائے گی۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ فرمایا کہ یہ پانچوں تھیلیاں اِس درویش کو دے دی جائیں۔ چنانچہ وہ تھیلیاں اسے عطا کر کے فرمایا: «بَسْ دیر ماندی، و اینْ بَسْ بے خَطَرْ عَطَائے بُوْدْ که یَافْتِی، و اگر مادانِسْتَیْمِی که ایں

مِقْدَار است تُو را اِنْتِظَارْ نَدَادِیْمِی۔ مَا را مَعْذُوْرْ دَار، کہ ما از اھلِ بَلَا یَئِمْ و از همه رَاحَتِ دُنْیَا بَازْ ماندَهْ ایم و مُرادْهائے دُنیائے خودْ گُمْ کَرْدَه ایم وَ زِنْدَگَانِیْ بَه مُرادِ دِیْگَراں مِیْ بایَدْ کَرْدْ.» ”ہمارا عذر قبول کرنا، تجھے انتظار کرنا پڑا، اِس وقت یہ معمولی چیز ہی موجود تھی جو تمہیں دے دی ہے، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ اتنی معمولی رقم ہو گی تو تجھے انتظار میں نہ ڈالتا، ہم امتحان میں ہیں اور ہم نے ہر طرح کی دنیاوی راحتوں کو چھوڑ دیا ہے، تمام دنیوی آرزوئیں ختم کر دی ہیں اور اپنی زندگی کو دوسروں کی تمنائیں پوری کرنے کے لیے وقف کر دیا ہے۔“ (کشف المحجوب، باب ذکر أئمتھم من أھل البیت)

موجودہ صورتِ حال: پاکستان کے بہت سے علاقے جو پہلے ہی پس ماندہ تھے، حالیہ سیلاب میں وہاں بے پناہ نقصان ہوا ہے اور وہاں ہمارے بھائی سخت مشکلات کا شکار ہیں۔ اُن کے نقصان کا حتّی الامکان اِزالہ کرنا حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے، اِس کے ساتھ ساتھ صاحبِ ثروت مسلمانوں کو شہدائے کربلا کے ایصالِ ثواب کے لیے آگے بڑھنا چاہیے اور اِس مشکل گھڑی میں سیلاب زدگان کی دل کھول کر مدد کرنی چاہیے۔

پیغامِ امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ... جاہلانہ اُمور سے اجتناب

ماہِ محرم الحرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت واِعزاز حاصل ہے۔ اِس مہینے میں کئی انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات رُونما ہوئے، بلکہ خود سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کے صحابہ واہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کئی یادیں اِس مہینے سے وابستہ ہیں۔

بالخصوص یومِ عاشورا (دس محرم) بہت فضیلت کا حامل ہے۔ سیدنا ابو قتادہ حارث بن ربعی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ الفاظ بھی روایت کیے: وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ۔ یعنی ”مجھے اللہ کی رحمت سے اُمید ہے کہ وہ دس محرم کا روزہ رکھنے پر گزشتہ ایک سال کے (صغیرہ) گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ (صحیح مسلم، حدیث:1162) یعنی ایک سال کے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے اور اگر صغیرہ گناہ نہ ہوئے تو کبیرہ میں تخفیف ہو جائے گی۔

ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ اِس عظمت اور فضیلت والے مہینے میں نوحہ، سوگ، امام حسین کا فقیر بن کر مانگنا، جو تا نہ پہننا، تعزیہ بنانا وغیرہ متعدد بے ہودہ، خلافِ شرع رسمیں رائج ہیں اور کئی قسم کے جاہلانہ خیالات پائے جاتے ہیں، حالانکہ امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اُمّت کی تربیت کے لیے شہادت سے پہلے اپنی ہمشیرہ محترمہ کو سب جاہلانہ کاموں سے بچنے کی تاکید فرمائی تھی، جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔

اُمّ المؤمنین سیدتنا اُمّ حبیبہ رَمَلہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے والدِ ماجد سیدنا ابو سفیان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا وصال ہوا تو اُمّ المؤمنین نے تیسرے دن خوشبو اور زرد رنگ منگوا کر استعمال کیا، یعنی زینت کی، پھر ارشاد فرمایا: إِنِّيْ كُنْتُ عَنْ هٰذَا لَغَنِيَّةً، لَوْلَا أَنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ، فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا»۔

یعنی مجھے زینت کی ہرگز حاجت نہیں تھی، صرف اِس لیے ایسا کیا ہے کہ مَیں نے جانِ جہاں ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو خاتون اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اُس کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ بیوہ اپنے شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ کرے گی۔“ (صحیح بخاری، حدیث:1280)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتوٰی کا خلاصہ ہے کہ محرم الحرام کے ابتدائی 10 دنوں میں کسی بھی طرح سوگ منانا حرام ہے، مثلاً روٹی نہ پکانا، گھر میں جھاڑو نہ دینا، مَیلے کپڑے نہ اُتارنا (صاف ستھرے کپڑے نہ پہننا)۔

(فتاوٰی رضویہ، ج:24، ص:488، رضا فاؤنڈیشن)

صحابۂ کرام واہلِ بیتِ عظام علیہم الرضوان سے اِظہارِ محبت کا بہترین انداز یہ ہے کہ شریعت کے مطابق اچھے کام کرکے اُنھیں ایصالِ ثواب کیا جائے اور اُن سے متعلق صرف مستند واقعات پڑھے جائیں۔

حرفِ آخر

آج پانچ اگست یومِ استحصالِ کشمیر ہے، تین سال قبل اِسی تاریخ کو بھارت نے کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کرکے کشمیر کی آبادی کا تناسب بدلنے کا ناپاک منصوبہ شروع کیا تھا۔

کشمیری مسلمان ایک عرصے سے جس ہمت اور حوصلے کے ساتھ بھارتی مظالم کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں بلاشبہ وہ لائقِ تحسین ہے، بالخصوص گزشتہ تین سال سے بھارتی فوج نے مقبوضہ کشمیر کو وہاں کے مسلمانوں کے لیے گویا ایک جیل بنا رکھا ہے، اِس کے باوجود وہ اپنے موقف سے ایک اِنچ بھی پیچھے نہیں ہٹے، یقیناً یہ ایمانی حرارت ہی کا نتیجہ ہے۔

یومِ عاشور جرأت واستقامت کا اِستعارہ ہے اور اِس بات کا سبق ہے ظالم کتنا ہی طاقت وَر کیوں نہ ہو، بالآخر اُس کا نام ونشان مٹ جاتا ہے اور حق والا کتنا ہی کمزور کیوں نہ، بالآخر اُسے ہی عزت ونصرت ملتی ہے۔ یہ دن جہاں مظلوموں کی ہمّت جواں کردیتا ہے وہیں اُمّتِ مسلمہ کے مفاد پرست حکمرانوں کو سبق دیتا ہے کہ حق کی خاطر ڈٹ جانا اور باطل سے اتحاد نہ کرنا حسینیوں کا شیوہ ہے اور باطل پرستی یزیدیوں کا کام ہے۔

۱۳ محرم الحرام، ۱۴۴۴ھ /12 اگست، 2022ء

پاکستان بنانے والے کیا چاہتے تھے؟

مشمولات

- یومِ آزادی پر قوم کی تربیت
- پاکستان سے محبت
- بانیانِ پاکستان کے والہانہ جذبات کا سبب
- بانیانِ پاکستان کا مقصد.... اسلام کا غلبہ
- بانیانِ پاکستان کا مقصد... دو قومی نظریہ کا فروغ
- بانیانِ پاکستان کا مقصد... اسلامی نظام کا نفاذ
- اسلام کے ساتھ مخلصانہ تعلّق... نُصرتِ الٰہی کا ذریعہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ یَنۡصُرۡكُمۡ وَیُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ ...[محمد 7:47]

14 اگست پاکستان کا یومِ آزادی ہے اور اِس سال (2022ء میں) 75 ویں یومِ آزادی کو ڈائمنڈ جوبلی کے طور پر منایا جارہا ہے، اِس سلسلے میں خصوصی تقریبات کا سلسلہ جاری ہے اور اہلِ پاکستان جوش و خروش سے یومِ آزادی منائیں گے۔

یومِ آزادی کو اگر بامقصد طریقے سے منایا جائے تو بلاشبہ یہ رسمی تہوار نہیں، بلکہ قوم کو ایک لڑی میں پرونے اور اُن کے سوئے ہوئے جذبات کو بیدار کرنے کا حسین موقع ہے، لیکن افسوس! اِس عظیم دن کو دانستہ یا نادانستہ رسمی کاموں میں ضائع کر دیا جاتا ہے۔ تقریباً 99 فی صد لوگوں کا یومِ آزادی یوں گزرتا ہے کہ چند نغمے سن لیے جاتے ہیں، سیاسی و غیر سیاسی راہ نما وطن سے زبانی محبت پر مبنی تقریریں کر دیتے ہیں اور کچھ تقریبات کا انعقاد کر لیا جاتا ہے، ساتھ ساتھ سیر و تفریح اور ہلا گلا ہو جاتا ہے۔

ہونا یہ چاہیے کہ یومِ آزادی کے موقع پر:

- نئی نسل کو آگاہ کیا جائے کہ آزادی کتنی بڑی نعمت ہے اور اگر ہم آزاد نہ ہوتے تو ہماری صورتِ حال کیا ہوتی؟
- برصغیر کی تاریخ کیا ہے؟ پاکستان بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کیا ہم نے پاکستان بنانے کے مقاصد حاصل کر لیے ہیں؟ اگر نہیں تو اُنھیں کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟
- تحریکِ پاکستان کی کامیابی کے لیے ہمارے سیاسی قائدین، علماء و مشائخ، عوام اور ماؤں بہنوں نے کتنی قربانیاں دیں؟ اور کس قدر مشکلات کے بعد یہ پیارا وطن حاصل ہوا؟
- قوم کی تربیت کی جائے کہ وہ کون سی کمزوریاں تھیں جن کی وجہ سے برصغیر میں مسلمانوں کی ایک ہزار سالہ حکومت کا خاتمہ ہوا؟ آج ہم اُنھی کمزوریوں میں کیوں مبتلا ہیں اور اُن کا کیسے خاتمہ ہو سکتا ہے؟
- انگریز نے ہماری تہذیب و ثقافت اور نظامِ تعلیم کو کس طرح تبدیل کر کے ہمیں فکری طور پر غلام بنایا اور آج ہمیں اپنی اصل اقدار کی طرف لوٹنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

ایسے اور بھی کئی اہم پہلو ہیں جن کے حوالے سے یومِ آزادی کے موقع پر قوم کی تربیت ہونی چاہیے، مگر ظاہر ہے کہ یہ تب ہی ممکن ہے جب ہمارے حکمران اِس وطن کو "قائد کا پاکستان" بنانا چاہیں... اگر اربابِ اقتدار کا مقصد صرف کرسی ہو تو اُنھیں قوم کی تربیت سے کیا غرض!

آج کے خطبہ میں یومِ آزادی کی مناسبت سے گفتگو ہو گی کہ پاکستان بنانے والے کیا چاہتے تھے؟

پاکستان سے محبت

ہر انسان کے دل میں فطری طور پر اپنے خاندان، اپنے وطن اور اپنی زبان سے محبت کا جذبہ ہوتا ہے۔ انسان خواہ صاحبِ علم ہو یا اَن پڑھ، شہری ہو یا دیہاتی، مسلمان ہو یا غیر مسلم، وہ اپنے رشتہ داروں، اپنے علاقے اور اپنی بولی سے محبت کرتا ہے۔

حدیثِ مبارک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو مدینہ منورہ کے آثار نظر آتے ہی سواری کی رفتار تیز فرمادیتے۔[1] محدثین نے لکھا کہ اِس حدیثِ پاک سے مدینہ منوّرہ کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے اور اِس میں یہ تربیت بھی ہے کہ مسلمان کو اپنے اسلامی وطن سے محبت ہونی چاہیے۔[2]

پاکستان ہمارا وطن ہے اور ہمیں اِس سے فطری طور پر بھی محبت ہے... کہ یہ ہماری جائے پیدائش ہے، ہم نے یہاں آنکھ کھولی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور اِس وطن کے ذریعے ہمیں عزت و وقار ملا ہے... اور ہماری محبت کی اِس سے بھی بڑی وجہ ایمانی تقاضا ہے.... کہ یہ دھرتی اسلام کا مرکز ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، رسول اللہ ﷺ کی نگاہِ کرم کا اثر اور بزرگوں کا فیضان ہے۔

مذہبی روایات: جب ہمارے جدّ امجد سیدنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جنت سے زمین پر اُتارا گیا تو آپ کی تشریف آوری سرزمینِ ہند میں ہی ہوئی تھی۔[3] آپ "نَوذ" یا "نَود" نامی پہاڑ پر اُترے تھے۔[4]

ایک روایت میں ہے کہ مولَی المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا: أَطْيَبُ رِيحٍ فِي الْأَرْضِ الْهِنْدُ... یعنی سرزمینِ ہند کی ہوا روئے زمین کی بہت پاکیزہ ہوا ہے۔ (المستدرک علی الصحیحین، حدیث: 3995) تاریخ میں کوئی ایسی روایت نہیں ملتی کہ

---

[1] عن انس بن مالك رضى الله عنه «كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَأَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِيْنَةِ أَوْضَعَ نَاقَتَهُ، وَإِنْ كَانَتْ دَابَّةً حَرَّكَهَا.» وفى رواية: حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا. (صحیح البخاری، رقم الحديث: 1802)

[2] وَفِي الْحَدِيْثِ دَلَالَةٌ عَلٰى فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ وَعَلٰى مَشْرُوْعِيَّةِ حُبِّ الْوَطَنِ وَالْحَنِيْنِ إِلَيْهِ. (فتح البارى)

یاد رہے کہ «حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيْمَانِ» حدیث نہیں ہے۔

[3] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا أَهْبَطَ اللهُ آدَمَ إِلٰى أَرْضِ الْهِنْدِ.» (المستدرک علی الصحیحین، حدیث: 3994)

[4] یہ پہاڑ اِس وقت سری لنکا کی حدود میں ہے، حضرت حوّا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جدّہ میں اُتری تھیں۔ فَأُهْبِطَ آدَمُ عَلٰى جَبَلٍ بِالْهِنْدِ يُقَالُ لَهُ نَوْذُ، وَأُهْبِطَتْ حَوَّاءُ بِجَدَّةَ. (طبقات ابن سعد، ج: 1، ص: 30، دار الکتب العلمیۃ۔ تفسیر خازن، تحت البقرۃ، الآیۃ: 36، ج: 1، ص: 46) اور دونوں کی ملاقات 9 ذوالحجہ کو مقامِ عرفات میں ہوئی تھی۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرزمین ہند میں تشریف لائے ہوں، مگر اِس خطے کے بارے میں آپ ﷺ کے اِن کلمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اِس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہو گا۔

احادیث میں غزوۂ ہند کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے، حتّٰی کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اِس میں شرکت کی آرزو فرمایا کرتے تھے۔

بانیانِ پاکستان کے والہانہ جذبات کا سبب

تحریکِ پاکستان کے راہ نماؤں اور کارکنان کے واقعات پڑھنے اور سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنون کی حد تک اپنے مشن سے مخلص تھے اور ہر طرح کے مفادات سے بالاتر ہو کر پاکستان کے لیے کوششیں کر رہے تھے، اِس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے موقع پر بھی مسلمانانِ ہند کی رُوحانی سرپرستی فرما رہے تھے اور بعد میں پاکستان پر آنے والے مشکل حالات میں بھی آپ ﷺ نے دستگیری فرمائی۔ بطورِ مثال دو واقعات پیشِ خدمت ہیں:

شیخ الاسلام کو زیارت: اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کے قیام میں علماء و مشائخِ اہلِ سنت نے بھرپور کردار ادا کیا تھا، ظاہر ہے کہ جب مشائخِ اہلِ سنت تحریکِ پاکستان میں شامل ہوئے تو اُن کے لاکھوں مُریدِین بھی اِس کا حصہ بنے، جس کی وجہ سے اِس تحریک کو بے مثال عروج ملا۔

پاکستان کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دینے والے مشائخ میں شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ (سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف) بھی شامل ہیں۔

آپ نے مسلم لیگ میں شمولیت کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا: ایک رات مَیں سیال شریف میں اپنے حُجرے میں آرام کر رہا تھا، مَیں نے خواب دیکھا کہ مَیں اور ہندوستان کے تمام مسلمان زُعما، علما، فضلا، اولیا اور لاکھوں عوام کا اجتماع میدانِ عرفات میں ہے اور ہم سب ایک اُونچے بنے ہوئے اسٹیج کی طرف دیکھ رہے ہیں، جیسے ہمیں کسی کی آمد کا انتظار ہو، اسٹیج پر آقائے دوجہاں سرورِ کائنات محبوبِ خدا نبیِ پاک ﷺ اپنے چاروں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک میں ایک جھنڈا تھا، چند لمحے بعد حضور نبیِ پاک صاحب لولاک ﷺ نے فرمایا: ”محمد علی جناح کہاں ہیں؟“ ہم سب مجمع میں دیکھنے لگ گئے، اچانک محمد علی جناح مجمع سے اُٹھے اور اُس اُونچے اسٹیج کی طرف چل پڑے، وہ نبیِ کریم ﷺ کے سامنے نگاہیں نیچی کر کے باادب کھڑے ہو گئے اور سرکارِ دوعالم ﷺ نے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ”جھنڈا لاؤ۔“ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سبز ہلالی پرچم لائے اور سرکارِ دوعالم ﷺ نے وہ پرچم محمد علی جناح صاحب کو عطا فرما دیا۔ میری آنکھ کھل گئی اور اگلی صبح مَیں نے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ (فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج:9، ص:153)

خان آف قلات کوزیارت: پاکستان کے سب سے بڑے صوبہ بلوچستان کا ایک مشہور ضلع قلات ہے، قیام پاکستان سے پہلے یہ ایک آزاد ریاست تھی اور باقاعدہ طور پر برطانوی راج کا حصہ نہیں تھی۔ پاکستان بننے کے تقریباً ایک سال بعد 27مارچ،1948ء کو خان آف قلات[1] نے پاکستان کے ساتھ اِلحاق کا اعلان کیا تھا۔

کچھ سال پہلے خان آف قلات کے پوتے پرنس عمر سے ایک ٹی وی انٹرویو کے دوران پوچھا گیا: آپ کے دادا نے الگ آزاد ریاست کے بجائے پاکستان کے ساتھ اِلحاق کا فیصلہ کیوں کیا؟ اُس نے جواب میں کہا: یہ سوال میں نے ایک دن اپنے باپ سے کیا تھا تو اُس نے کہا: یہی سوال ایک دن میں نے اپنے دادا (خان آف قلات) سے کیا تھا۔ اُنھوں نے جواب دیا: "مجھے خواب میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت نصیب ہوئی تھی، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا: یہ ملک اسلام کے نام پر قائم ہو رہا ہے اور تم نے اِس کی حمایت کرنی ہے۔"[2]

بانیانِ پاکستان کا مقصد.... اسلام کا غلبہ

اسلام سچا مذہب اور اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے، دیگر تمام مذاہب جھوٹے اور جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ قرآن وسنت میں ہر مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق کفر کو مٹانے اور اسلام کو پوری دنیا میں غالب کرنے کے لیے کوشش کرے۔ اسلامی جہاد کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ اسلام غالب ہو اور مسلمان عزت پائیں۔

رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو غلبۂ اسلام کے لیے مبعوث فرمایا گیا، چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اعلانِ نبوّت سے وصالِ اقدس تک اسلام کی سربلندی کے لیے ہر طرح سے کوششیں فرمائیں... کفار کے طعنے سنے، اذیتیں برداشت کیں، ہر ممکن مقام پر پہنچ کر اسلام کی دعوت دی، میدانِ جہاد میں تشریف فرما ہو کر اسلام کے خلاف نبرد آزما طاقتوں کو زیر کیا، شاہانِ وقت کو خطوط لکھ کر اسلام کا پیغام پہنچایا، اپنے ارشادات اور کردار کے ذریعے مجاہدینِ اسلام کی ایک کھیپ تیار کی اور قیامت تک کے لیے اُمّت کو خدمتِ دین کے جذبہ سے سرشار کیا۔ اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ کسی انسان کی صلاحیتیں اور مال وجان اُسی مقصد کے لیے استعمال ہوں جس کے لیے سیدِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی پوری ظاہری حیاتِ طیبہ میں کوشش فرماتے رہے۔

کسی شاعر نے خوب کہا:

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

---

[1] قلات کے سابق حکمرانوں کا لقب "خان" ہوتا تھا۔

[2] انٹرویو دیکھنے کے لیے یہ لنک ملاحظہ کریں: https://www.youtube.com/watch?v=DIqsBDpwHH8&feature=youtu.be

بانیانِ پاکستان کا مقصد: تحریکِ پاکستان کے بنیادی مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اِس خطے میں اسلام سربلند ہو اور مسلمان وقار کے ساتھ اسلام پر عمل کریں۔

اِس حوالے سے قائدِ اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ کے جذبات جان کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کے ایک اجلاس میں فرمایا: ”مَیں نے دنیا کو بہت دیکھا... دولت، شہرت اور عیش و عشرت کے بہت لُطف اُٹھائے، اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں، مَیں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا اللہ گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی، تنظیم اور مُدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا۔ مَیں آپ سے زوردار شہادت کا طلب گار نہیں ہوں، مَیں چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا ایمان، میرا ضمیر گواہی دے کہ جناح! تم نے واقعی مدافعتِ اسلام کا حق ادا کر دیا۔ جناح! تم مسلمانوں کی تنظیم، اتحاد اور حمایت کا فرض بجالائے۔ میرا اللہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبے میں عَلَمِ اسلام کو بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔

(روزنامہ "انقلاب" لاہور، 22 اکتوبر، 1939[1])

لمحۂ فکریہ: قائدِ اعظم علیہ الرحمہ کی وفات ہوئی تو اُن کا ضمیر گواہی دے رہا تھا کہ جناح تم نے اسلام اور مسلمانوں سے غداری نہیں کی، کیا ہمارا ضمیر بھی یہ گواہی دے گا؟ کیا ہم بھی بارگاہِ خداوندی میں یہ کہہ سکیں گے کہ ہم اسلام کی خاطر جو کچھ کر سکتے تھے ہم نے کیا؟ اگر ہمیں اس سوال کا جواب مشکل معلوم ہو رہا ہے تو پھر ڈائمنڈ جوبلی کے موقع پر ہمیں اس عہد کی تجدید کرنی چاہیے کہ ہم اپنی طاقت کے مطابق پاکستان بنانے کا مقصد پورا کرنے اور اسلام کی سربلندی کے لیے کوشش کریں گے۔

مسلمانوں سے عروج کا وعدہ: ارشادِ ربّانی ہے: وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ یعنی ”ہمت نہ ہارو اور سستی نہ کرو، غم اور پریشانی ختم کر دو، اگر تم سچے مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔“ [اٰلِ عمران 3:139]

دوسری آیتِ کریمہ میں ربّ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ۔ یعنی ”(مسلمانو!) تم ہی غالب رہو گے اور اللہ (کی مدد) تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تمہارے اعمال کو ضائع نہیں فرمائے گا۔“ [محمد 47:35]

اِن آیاتِ کریمہ میں تعلیم فرمایا گیا کہ ایمانی تقاضے پورے کرنا تمہارا کام ہے اور تمہیں فتح و غلبہ عطا کرنا ربّ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ اگر تمہارے پاس ایمان کی قوت ہے اور تمہارے دلوں میں یقین کی شمع روشن ہے تو دنیا کی تمام طاقتیں تمہارے سامنے ہیچ ہوں گی؛ کیونکہ تمہارے ساتھ ربّ تعالیٰ کی مدد ہو گی اور اللہ کی نصرت سے تم ہی غالب رہو گے۔

---

[1] ملاحظہ کیجیے روزنامہ نوائے وقت میں مؤرخہ 25 دسمبر، 2019ء کو شائع ہونے والا مضمون ”قائد اعظم، نظریاتی مسلم یا سیکولر؟“۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور اکابر نے اپنے حصے کا کام کیا... ایمانی تقاضوں کو پورا کیا، اِطاعت ووفاداری کی انوکھی مثالیں قائم کیں تو ربّ تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے مطابق اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ غزوۂ خندق، فتحِ مکہ، معرکۂ حُنَین، ایران سے فلسطین تک کی حیران کن فتوحات، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری علیہم الرحمہ کی کامیابیاں اِس آیتِ کریمہ میں کیے گئے وعدۂ الٰہیہ کی حسین اور دلکش تفسیریں ہیں۔

تحریکِ پاکستان ہی کو لیجیے! بانیانِ پاکستان نے اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی تمام توانائیاں صرف کیں اور اخلاص کے ساتھ یہ نعرہ لگایا: "پاکستان کا مطلب کیا؟ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ" تو بے سروسامانی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اُنھیں کامیابی سے نوازا اور مختصر عرصے میں پاکستان کو آزادی کی دولت عطا فرمائی۔

آج اگر پاکستان کی صورتِ حال پریشان کُن ہے تو یہ اِس بات کی نشانی ہے کہ ہمارے حکمران اور ہم غلبۂ اسلام کے لیے مخلص نہیں اور اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں اسلام کی ترقی کے لیے کچھ نہیں کرتے۔

بانیانِ پاکستان کا مقصد... دو قومی نظریہ کا فروغ

1885ء میں انڈین نیشنل کانگریس (Indian National Congress) کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کی بنیاد رکھی گئی۔ اِس تنظیم نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے "مُتّحدہ قومیت" کا نظریہ / "یک قومی نظریہ" پیش کیا، "اکھنڈ بھارت" اور "ہندو مسلم بھائی بھائی" کے نعرے لگائے، یعنی کہا کہ ہندوستان میں بسنے والے سب ایک ہی قوم ہیں، خواہ وہ مسلمان ہوں، ہندو یا کسی اور مذہب کے ماننے والے۔ جب سبھی ایک قوم ہیں تو سب مل کر انگریز کو ہندوستان سے نکالیں گے... اِس نظریہ کے پیچھے یہ سازش تھی کہ انگریز کے یہاں سے جانے کے بعد ہندو اکثریت کے باعث مسلمان ہمیشہ کے لیے ہندوؤں کے ماتحت ہو جائیں گے۔

کئی بڑے بڑے لوگ اِس تحریک کا حصہ بن گئے، حتیٰ کہ بانیٔ پاکستان محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی پہلے پہل کچھ عرصہ اسی تحریک کا حصہ رہے۔ ابو الکلام آزاد اور مدرسۂ دیوبند کے تربیت یافتہ لوگ اس سوچ کو پھیلانے میں پیش پیش رہے، حتیٰ کہ کئی مساجد میں منبر پر بٹھا کر گاندھی سے تقریریں کروائی گئیں۔ ایک کانگریس نواز نامور شخصیت ظفر الملک نے یہاں تک کہا: اگر نبوت ختم نہ کی گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔ (تحریکِ آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم، ص:107، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

دوقومی نظریہ کا مفہوم: اسلام کا عطا کردہ نظریہ یہ ہے کہ دُنیا بھر کے مسلمان ایک قوم اور ایک اُمّت ہیں، بلکہ آپس میں بھائی بھائی ہیں، جب کہ تمام کفار ایک الگ قوم ہیں۔ دُنیا بھر کے مسلمانوں کی تہذیب ایک ہی ہے.. جو سرکارِ دوعالم ﷺ نے عطا فرمائی ہے۔ مسلمان کہیں بھی رہتا ہو اُس پر لازم ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق پوری دنیا میں اسلام کی ترقی کے لیے کوشش

کرے۔ اِس تصور کو دو قومی نظریّہ (Two Nation Theory) کہا جاتا ہے اور یہی وہ نظریہ ہے جو پوری دُنیا کے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جوڑتا ہے۔ اِسی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا تھا اور یہی نظریہ اب بھی کفار کے دلوں میں کھٹکتا ہے اور وہ اِسے کمزور کرنا چاہتے ہیں؛ کیونکہ اگر تمام مسلمانوں کے ایک اُمّت، ایک قوم اور ایک ہی تہذیب ہونے کا تصور ختم ہو گیا تو سب مسلمان اپنے اپنے مفادات کے پیچھے پڑے رہیں گے اور کسی بھی مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کی فکر نہیں ہو گی۔ اگرچہ اِس وقت بھی عملی طور پر یہی صورتِ حال ہے، مگر فلسطینی مسلمانوں پر ظلم ہو تو کم از کم ہماری طرف سے مذمت کر دی جاتی ہے، کشمیری مسلمانوں کے حق میں عرب ممالک کم از کم قرارداد پاس کر دیتے ہیں، اگر دو قومی نظریہ اور اُمّت کا تصور ختم ہو گیا تو ایسا بھی نہیں ہو گا۔

دوقومی نظریّہ اور قرآنِ کریم: قرآنِ کریم کی متعدد آیاتِ کریمہ دو قومی نظریہ سکھاتی ہیں۔ ایک آیت میں ارشاد ہے: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ ”وہی ہے جس نے تمھیں پیدا فرمایا، پھر تم میں سے کچھ کافر ہیں اور تم میں سے کچھ مومن ہیں اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔“ [التغابن 2:64] اِس آیت کریمہ میں انسانوں کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں: کافر اور مومن۔ یہ ایمان کے لحاظ سے تمام انسانوں کی تقسیم ہے اور اِسی کو ”دو قومی نظریہ“ کہا جاتا ہے۔

دوقومی نظریّہ اور بانیانِ پاکستان: تحریکِ پاکستان کی بنیاد ہی دو قومی نظریہ ہے اور اِسی کی تکمیل کے لیے اُنھوں نے بے پناہ قربانیاں دیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے 1897ء میں پٹنہ[1] میں سنی کانفرس کا اہتمام کیا اور واضح طور پر دو قومی نظریہ (Two Nation Theory) پیش کرتے ہوئے فرمایا (مفہوم): میرے عزیز مسلمانو! ہندو الگ قوم ہے اور مسلمان الگ قوم ہے۔ اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ۔ دُنیا بھر کے کفار ایک ہی قوم اور ایک ہی ملت ہیں اور دُنیا بھر کے مسلمان ایک الگ قوم اور جداگانہ ملت ہیں، یہ مت سمجھو کہ برطانیہ میں کفر اور ہے، جب کہ ہندوستان میں کفر اور ہے۔

(تخلیق پاکستان میں علمائے اہلِ سنت کا کردار، از علامہ شاہ تراب الحق قادری ﷫، ص: 67، حماد احمد جاوید فاروقی پبلشرز لاہور)

قائدِ اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ نے اجلاسِ لاہور 1940ء میں کہا: ہندو اور مسلمان الگ الگ فلسفۂ مذہب رکھتے ہیں، دونوں کی معاشرت جدا جدا ہے اور دونوں کا ادب ایک دوسرے سے مختلف ہے، اِن میں باہمی شادیاں نہیں ہوتیں، وہ ایک دوسرے کے ساتھ کھانا بھی نہیں کھاتے، وہ دو الگ الگ تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کی بنیادیں متضاد تصورات پر قائم ہیں، ان کا تصورِ حیات اور طرزِ حیات الگ الگ ہے، یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ ہندو اور مسلمان دو مختلف تاریخوں سے وجدان اور ولولہ حاصل کرتے ہیں، ان کا رزمیہ ادب الگ ہے، ان کے مشاہیر الگ الگ ہیں اور ان کا تاریخی سرمایہ جدا جدا ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے ہیرو دوسرے کے

---

[1] یہ شہر اب بھارتی ریاست ”بہار“ کا دار الحکومت ہے۔

دشمن ہوتے ہیں اور اسی طرح ان کی فتح اور شکست ایک دوسرے کے لیے مختلف حیثیت رکھتی ہے۔ دو ایسی قوموں کو ایک نظامِ سلطنت میں جمع کر دینا جہاں ایک قوم عددی لحاظ سے اقلیت ہو اور دوسری اکثریت ہو، نہ صرف باہمی مناقشت کو بڑھائے گا، بلکہ بالآخر اس نظام کی بربادی کا باعث ہو گا جو ایسے ملک کی حکومت کے لیے وضع کیا جائے گا۔ مسلمان ہر اعتبار سے ایک مستقل قوم ہیں اور اُنھیں اُن کا الگ وطن، ان کا اپنا علاقہ، اور اپنی حکومت ملنی چاہیے۔(صفدر محمود، ڈاکٹر، قراردادِ پاکستان، مجلہ ہلال[افواجِ پاکستان کا مجلہ]، مارچ 2018ء)

لمحۂ فکریہ: وہ ”دو قومی نظریہ“ جس کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا اور جس کی خاطر قربانیاں دی گئیں، افسوس کہ اب یومِ آزادی کے موقع پر اُسے پروان چڑھانا تو کجا! اُس کا نام بھی نہیں لیا جاتا، بلکہ لبرل لوگ تو چاہتے ہیں کہ پاکستانی مسلمان ”اُمّت“ کا تصور چھوڑ دیں، اسلامی ریاست کی بات نہ کریں؛ کیونکہ تصورِ اُمّت اور دو قومی نظریہ ہی اسرائیل کو تسلیم کرنے میں رکاوٹ ہے، اِسی نظریہ کی وجہ سے پاکستانی مسلمان کشمیر، عراق، شام اور دیگر ممالک میں ہونے والے ظلم پر تلملا اُٹھتے ہیں اور یہی نظریہ ”اسلامی جہاد“ کی بنیاد ہے۔

ہمیں چاہیے کہ بانیانِ پاکستان کا مقصد پورا کرنے کے لیے یومِ آزادی کے موقع پر دو قومی نظریہ کو فروغ دیں اور نسلِ نَو کو اِس کی اہمیّت واِفادیّت سے روشناس کروائیں۔

بانیانِ پاکستان کا مقصد... اسلامی نظام کا نفاذ

اسلام دشمن عناصر یہ تأثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ پاکستان سیاسی بنیاد پر بنا تھا اور اِس کے قیام میں مذہبی تصورات کا کوئی عمل دخل نہیں تھا، حالانکہ بانیانِ پاکستان کے اقوال روزِ روشن کی طرح واضح ہیں کہ وہ اِس پاک سرزمین کو اِسلامی نظام کی تجربہ گاہ بنانا چاہتے تھے اور اُن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو ایک ایسا وطن مل جائے جہاں وہ آزادانہ طور پر اسلامی احکام کو بجالا سکیں۔

1940ء میں جب لاہور کے منٹو پارک میں قراردادِ پاکستان پیش کی گئی اُس وقت کی ایک تصویر آج بھی ریکارڈ پر موجود ہے جس کے مطابق قرار داد پیش ہونے سے پہلے قائدِ اعظم اور لیاقت علی خان اسٹیج پر بیٹھے تھے اور اسٹیج پر آویزاں ایک بینر پر علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ کی نظم ”طلوعِ اسلام“ کا یہ شعر درج تھا، یہ شعر اُن کا مقصد خوب واضح کرتا ہے:

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

قائدِ اعظم علیہ الرحمہ نے 11 اکتوبر 1947ء کو کراچی میں سول اور فوجی افسروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: ”پاکستان کا معرضِ وجود میں آنا بذاتِ خود منزلِ مقصود نہ تھا، بلکہ منزل کو پالینے کا ایک ذریعہ تھا۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہمیں ایک ایسی ریاست مل جائے جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح سانس لیں اور زندہ رہیں، جسے ہم نظریات اور اپنی ثقافت کے مطابق فروغ دیں اور جہاں اسلامی

اصولوں کے مطابق معاشرتی انصاف کا بول بالا ہو۔"

(قائدِ اعظم اور پاکستان میں اسلامی نظام، از ڈاکٹر محمد سلیم، نوائے وقت، 25 دسمبر، 2009ء۔ رَوِش رَوِش روشن، ص:28، نظریۂ پاکستان ٹرسٹ)

علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا: اِس آزادی سے ہمارا مقصد یہی نہیں کہ ہم آزاد ہو جائیں، بلکہ ہمارا اوّلین مقصد یہ ہے کہ اسلام قائم رہے اور مسلمان طاقت وَر بن جائیں۔ اِس لیے مسلمان کسی ایسی حکومت کے قیام میں مدد گار نہیں ہو سکتا جس کی بنیادیں اُن ہی اُصولوں پر قائم ہوں جن پر انگریز حکومت قائم ہے، ایک باطل کو مٹا کر دوسرے باطل کو قائم کرنا چہ معنی دارد؟۔۔۔ اگر آزادیٔ ہند کا نتیجہ یہ ہو کہ جیسا دارِ کفر ہے ویسا ہی رہے یا اس سے بھی بدترین ہو جائے تو مسلمان ایسی آزادیٔ وطن پر ہزار مرتبہ لعنت بھیجتا ہے۔ ایسی آزادی کی راہ میں لکھنا، بولنا، روپیہ صرف کرنا، لاٹھیاں کھانا، جیل جانا، گولی کا نشانہ بننا سب کچھ حرام اور قطعی حرام سمجھتا ہے۔

(مقالاتِ اقبال، از سید عبد الواحد معینی، ص:279، القمر انٹر پرائزز، لاہور)

حرفِ آخر

برصغیر میں انگریز نے اسلام اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، ہندوؤں نے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسلام باقی تھا، ہے اور رہے گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ شاعر نے اہلِ کفر کو پیغام دیتے ہوئے کہا:

اسلام زمانے میں دَبنے کو نہیں آیا
تاریخ سے یہ مضموں، ہم تم کو دِکھا دیں گے

اِسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اُتنا ہی یہ اُبھرے گا، جتنا کہ دبا دیں گے

اِس وقت پاکستان کے معاشی حالات نہایت پریشان کُن ہیں اور اِس سے بھی بڑی آفت یہ ہے کہ قیادت مفاد پرستوں کے ہاتھ میں ہے، جنھیں قومی مفادات سے زیادہ اپنی کرسی عزیز ہے، لیکن مایوسی نہیں! قرآنِ مجید یہ پیغام دیتا ہے کہ اگر ہم اسلام کے ساتھ مخلص ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے تمام مشکلات آسان ہو جائیں گی اور جیسے قیامِ پاکستان کے وقت اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمانوں کو عزت ملی تھی، ایسے ہی اب بھی ربّ تعالیٰ کی رحمت سے سرخرو ہوں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۔۔۔ "اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔"[محمد 7:47] میدانِ جنگ میں بھی ڈٹے رہو گے، اسلام پر بھی استقامت نصیب ہو گی اور پُل صراط پر تمہارے قدم نہیں ڈگمگائیں گے۔ (خزائن العرفان، ملخصًا)

۲۰ محرم الحرام ۱۴۴۴ھ/ 19 اگست 2022ء

سیرتِ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حسین پہلو

مشمولات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۔[اٰلِ عمران:134]

انسان کے کردار اور اُس کے اخلاق پر والدین کی تربیت اور گرد و پیش، بالخصوص گھر کے ماحول کا گہرا اثر ہوتا ہے... ماحول اچھا ہو، والدین کی تربیت عمدہ ہو تو کسی دوسرے سے سیکھے بغیر بھی عموماً بچہ اعلیٰ کردار کا حامل ہوتا ہے، لیکن اگر ماحول خراب ہو اور سرپرستوں کی تربیت بُری ہو تو بڑے سے بڑے اُستاذ کے لیے بھی بچے کو سنوارنا مشکل ہو جاتا ہے۔

ہمارے دور کے اکثر بچوں کی صورتِ حال انتہائی پریشان کُن ہے، اُن کی زبانوں پر بے حیائی کی باتوں اور اُن کے مغربی تہذیب کی عکاسی کرنے والے کاموں سے لگتا ہے کہ اگر ہم نے تربیت کا انداز نہ بدلا تو مستقبل میں معاشرے کے اخلاق بہت زیادہ بگڑے ہوں گے۔

اولاد کی اچھی تربیت پر زور دیتے ہوئے سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِّنۡ نُّحۡلٍ أَفۡضَلَ مِنۡ أَدَبٍ حَسَنٍ۔ یعنی "والدین کی طرف سے اولاد کے لیے اچھی تربیت سے بہتر کوئی تحفہ نہیں ہے۔" (جامع ترمذی، حدیث:1952) "اچھی تربیت" سے مراد یہ ہے کہ اُنھیں دین سکھایا جائے۔ دینی تربیت بہترین تحفہ اِس لیے ہے کہ باقی تحائف کا فائدہ وقتی ہے، جب کہ اچھی تربیت کا فائدہ دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی، صرف اولاد کو ہی نہیں بلکہ والدین کو بھی اور صرف دنیا میں ہی نہیں والدین کے مرنے کے بعد قبر میں بھی اُنھیں فائدہ ہو گا۔ (مرقاۃ المفاتیح، ملخصًا)

تاریخ میں کئی ایسی نامور شخصیات کا تذکرہ ملتا ہے جنھیں اچھا ماحول اور عمدہ تربیت میسّر آئی تو اُنھوں نے ایسے اعلیٰ کردار اور نمایاں کارناموں کا مظاہرہ کیا کہ قیامت تک انسانیت کے لیے مشعلِ راہ بنے اور آج بھی اُن کی سیرت لائقِ تقلید ہے۔ ایسی ہی شخصیات میں ایک حسین نام شہزادۂ امام حسین سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی ہے۔ آپ اپنے نانا امام الانبیا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حسین اخلاق، اپنے دادا مولی المسلمین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی طاقت، اپنے تایا امامِ حسنِ مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی سیادت اور اپنے بابا امامِ عالی مقام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی جراَت کے وارث ہیں، اِس کے ساتھ ساتھ اُنھیں ایسا حسین ماحول ایسی اعلیٰ تربیت میسّر آئی کہ گھر میں ہر وقت جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیاری باتوں کا تذکرہ ہوتا۔

رگوں میں دوڑنے والے خون، ماحول اور تربیت کا یہ اثر تھا کہ آپ اپنے دور کے سب سے زیادہ علم و فضل، زہد و تقویٰ اور حلم و فضیلت والے افراد میں سے تھے اور آپ کی سیرتِ طیبہ کے بے شمار پہلو آج بھی اُمّت کے لیے راہ نمائی کا ذریعہ ہیں۔

چنانچہ آج کے خطبہ میں امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق کچھ باتوں کا ذکر ہو گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

شاعر نے کیا خوب کہا:

کاروانِ صبر کے سالار زین العابدین
دینِ حق کے مرکزِ انوار زین العابدین

منزلِ اہلِ رِضا ہے آپ کا نقشِ قدم
فکر کا بے مثل ہے معیار زین العابدین

بِن لڑے جس نے یزیدی فوج کو دے دی شکست
آپ ہیں وہ صبر کی تلوار زین العابدین

دُشمنوں نے بھی اماں پائی درِ سجّاد سے
خیر و برکت کا ہے وہ کردار زین العابدین

آپ کی نسبت سے ہیں روشن رُوحانی نسبتیں
اولیا کے پیشوا سردار زین العابدین

بے نوا ساغر پہ بھی چشمِ عنایت کیجیے
بزمِ جاں کے مالک و مختار زین العابدین

سوانحی خاکہ

شہزادۂ امام حسین، اسیرِ کربلا، سجّاد، زین العابدین، ابوالحسن سیدنا علی (اوسط) رضی اللہ تعالیٰ عنہ 38ھ میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ تقریباً دو سال اپنے دادا محترم مولیٰ المسلمین سیدنا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی آغوشِ محبت پائی، رمضان المبارک 40ھ میں مولیٰ المسلمین کی شہادت ہوئی، جس کے بعد تقریباً نو سال اپنے تایا جان سیدنا امام حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگرانی میں رہے۔ 5 ربیع الاوّل 49ھ میں امامِ حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو والدِ گرامی سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تربیت نصیب ہوئی۔

محرم الحرام 61ھ میں جب واقعۂ کربلا پیش آیا تو آپ بھی اپنے بابا جان امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اُس میں شریک تھے، تب آپ کی عمر شریف 22 سال تھی اور بیماری کی وجہ سے میدان میں تشریف فرما نہ ہو سکے، آپ خاندانِ رسالت مآب ﷺ کے قیدیوں میں شامل تھے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسلِ پاک آپ ہی سے ہے۔

محرم الحرام 94ھ میں مدینہ منوّرہ میں وصال مبارک ہوا[1] اور اپنے نانا جان کے قدموں میں اپنے تایا جان کی قبرِ اطہر کے پاس جنت البقیع میں آرام فرما ہوئے۔ پہلے جنت البقیع میں مزاراتِ پُر انوار پر گنبد موجود تھے، تب سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے مزار کا گنبد ایک ہی تھا۔[2]

حق پر موت کا جذبہ

ہر شخص جانتا ہے کہ اُس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور کسی بھی صورت میں موت سے بچنا ممکن نہیں، یہ بھی معلوم ہے کہ موت اپنی مرضی سے نہیں آتی، بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہے، جہاں چاہے موت کا فرشتہ بھیج دیتا ہے۔ انسان کی خوش نصیبی اور سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اُسے سلامتیٔ ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں موت آئے اور اُس کی سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ وہ کفریا نافرمانی کی حالت میں مرے۔

ارشادِ ربّانی ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور ضرور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں ہی آئے۔'' [آل عمران 3:102] یعنی زندگی کے ہر لمحے میں ایمان واِسلام پر قائم رہنے کی کوشش کرو؛ تاکہ جب بھی تمہیں موت آئے حالتِ اسلام پر ہی آئے۔

جذبۂ زین العابدین: خاندانِ رسالت مآب ﷺ کا قافلہ کربلا کے قریب پہنچ چکا تھا کہ ایک رات امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی خواب دیکھا اور یہ کلمات کہتے ہوئے بیدار ہوئے: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ [البقرۃ 2:156]، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں (اُسی کے بندے ہیں، وہ جس حالت میں چاہے رکھے) اور یقیناً ہم اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اور سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بابا جان سے یہ کلمات سن کر پوچھا: يَا أَبَتِ جُعِلْتُ فِدَاكَ! مِمَّ حَمِدْتَ وَاسْتَرْجَعْتَ؟ ابا جان! صدقے جاؤں! ''الحمد للہ'' اور ''انّا للہ'' کہنے کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: بیٹے! مجھے اُونگھ آئی تھی تو مَیں نے خواب میں ایک گھڑسوار کو دیکھا، اُس نے کہا: اَلْقَوْمُ يَسِيْرُوْنَ وَالْمَنَايَا تَسِيْرُ إِلَيْهِمْ۔ یعنی یہ قافلہ کربلا کی طرف جارہا ہے اور شہادت اِن کی طرف

---

[1] آپ کی ولادت مبارکہ اور وصالِ اقدس کی تاریخ اور سال سے متعلق بہت سے اقوال ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: إعجاز سید المرسلین فی تذکرۃ زین العابدین، تالیف مفتی اعجاز بشیر، ص:43 تا 61 اور ص:458 تا 465، مطبوعہ دار البیان کراچی

[2] ودفن فی البقیع فی قبر عمه الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه، فی القبة التی فیها قبر العباس، رضی اللہ تعالیٰ عنه۔ (وفیات الاعیان وأنباء أبناء الزمان لابن خلکان، ج:3، ص:268، دار صادر۔ نیز دیکھیے: بہارِ شریعت، ج:1 (ب)، ص:1230)

بڑھ رہی ہے۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: فَعَلِمْتُ أَنَّ أَنْفُسَنَا نُعِيَتْ إِلَيْنَا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ (اِس خواب کے ذریعے) ہمیں ہماری شہادتوں کی خبر دی گئی ہے۔

یقیناً یہ خواب معمولی نہیں تھا، کوئی اور ہوتا تو سنتے ہی اوسان خطا ہو جاتے، مگر امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت اطمینان سے عرض کرنے لگے: يَا أَبَتِ لَا أَرَاكَ اللهُ سُوْءًا، أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ؟ یعنی بابا جان! اللہ پاک آپ کو ہر مصیبت سے بچائے، کیا ہم حق پر نہیں؟ امام عالی مقام نے فرمایا: بَلٰى وَالَّذِي يَرْجِعُ إِلَيْهِ الْعِبَادُ۔ کیوں نہیں بیٹے! قسم بخدا ہم حق پر ہیں۔ شہزادۂ والا شان نے کہا: إِذَنْ لَا نُبَالِيْ أَنْ نَّمُوْتَ مُحِقِّيْنَ۔ یعنی جب حق پر ہیں تو کوئی پرواہ نہیں! اللہ تعالیٰ جب چاہے جہاں چاہے شہادت عطا کردے۔

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہی تو سننا چاہتے تھے، شہزادے کی جرأت کو داد دیتے ہوئے فرمایا: جَزَاكَ اللهُ مِنْ وَّلَدٍ خَيْرَ مَا جَزٰى وَلَدًا عَنْ وَالِدِهٖ۔ یعنی اللہ کریم نے کسی بھی والد کی طرف سے اُس کے بچے کو جو جزا و ثواب عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے میری طرف سے سب سے بہتر جزا اور صلہ عطا فرمائے۔

(تاریخ الرسل والملوک [تاریخ طبری]، ج:5، ص:407، دار التراث۔ الکامل فی التاریخ [تاریخ ابن اثیر]، ج:3، ص:161، دار الکتاب العربی)

آج ہم موت سے ڈرتے ہیں، مگر یہ خوف نہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نافرمانی میں موت آجائے، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے غلامانِ اہلِ بیت کو سکھایا کہ موت کا خوف نہیں ہونا چاہیے، وہ تو آنی ہی ہے... فکر یہ ہونی چاہیے کہ جب بھی موت آئے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری میں آئے۔

ایمانی فراست

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے کامل مسلمانوں کے دلوں میں مخفی اور پوشیدہ چیزوں کا علم ڈال دیتا ہے، وہ علامات اور نشانیاں دیکھ کر حقیقت جان لیتے ہیں، اِس خوبی کو "فراست" اور "بصیرت" کہا جاتا ہے۔ جتنا ایمان کامل ہوتا ہے فراست بھی اُتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔

سیدنا ابو سعید سعد بن مالک خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ، فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ۔» "مومن کی فراست سے ڈرو (اس بات سے ڈرو کہ اللہ تعالیٰ اُسے مخفی اور پوشیدہ باتیں بتادے اور تمہیں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے)؛ کیونکہ یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی: ﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ۔﴾ "بے شک اِس میں فراست والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔" [الحجر:75] (جامع ترمذی، حدیث:3127)

امامِ زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دیگر بہت سی خوبیوں کے ساتھ ساتھ فِراست میں بھی کمال عطا فرمایا تھا، جس کا کئی مواقع پر اِظہار ہوا۔

امامِ عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں کے جذبات سے فائدہ اُٹھانے کے لیے مختار بن ابو عبید ثقفی نامی ایک شخص اہلِ بیت کی محبت کا نعرہ لے کر اُٹھا اور امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والوں سے انتقام لینے کے لیے لوگوں کو اُکسانے لگا۔ بہت سے لوگ اُس کے ساتھ مل گئے اور اُس نے کوفہ کے گورنر ہاؤس پر قبضہ کرکے وہاں اپنی حکومت قائم کرلی۔ مزید لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے اُس نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ ہماری سرپرستی فرمائیں اور ساتھ ہی بطور نذرانہ بھاری رقم بھی بھیجی۔[1] بظاہر اُس کا منشور بہت اچھا تھا، مگر امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فراست سے جان لیا کہ یہ شخص مفاد پرست ہے اور اِس کی تحریک کا انجام اچھا نہیں۔

راوی نے کہا: فَأَبَى عَلِيٌّ أَنْ يَّقْبَلَ ذٰلِكَ مِنْهُ أَوْ يُجِيْبَهُ عَنْ كِتَابِهٖ، وَسَبَّهٗ عَلٰى رُؤُوْسِ الْمَلَأِ فِيْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَظْهَرَ كَذِبَهٗ وَفُجُوْرَهٗ وَدُخُوْلَهٗ عَلَى النَّاسِ بِإِظْهَارِ الْمَيْلِ بِاٰلِ أَبِيْ طَالِبٍ... یعنی آپ نے نہ تو اُس کا نذرانہ قبول کیا اور نہ ہی اُس کے خط کا جواب دیا، بلکہ مسجدِ نبوی شریف میں سب کے سامنے اُس کے کرتوتوں کا پردہ چاک کردیا اور اُس کا فسق و فجور واضح کردیا اور لوگوں کو بتایا کہ وہ صرف حکومت حاصل کرنے کے لیے اہلِ بیت سے محبت کی باتیں کرتا ہے۔

حتّٰی کہ مختار نے کچھ دیگر اہلِ بیت کو اپنا ہم نوا بنانا چاہا تو امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے بھی فرمایا کہ یہ شخص جھوٹا اور مفاد پرست ہے۔ (مروج الذھب ومعادن الجوھر، للمسعودی، ج:3، ص:67، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

شروع شروع میں مختار ثقفی نے کچھ اچھے کام کیے اور امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے بدبختوں کو قتل کروایا، مگر بعد میں اُس بدبخت نے نبی ہونے کا جھوٹا دعوٰی کردیا۔ چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اُس کے خلاف لشکر تیار کرکے اُس سے جہاد کیا اور 67ھ میں اُسے قتل کروادیا۔[2]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جانِ جہاں ﷺ نے فرمایا: «فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابٌ وَّمُبِيْرٌ»۔ ”(قبیلہ) بنو ثَقِیف میں ایک بڑا جھوٹا اور ایک ظالم ہوگا۔“ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِس حدیث میں بڑے جھوٹے سے مراد ”مختار بن ابو عبید ثقفی“ ہے اور ظالم سے مراد ”حجاج بن یوسف“ ہے۔ (جامع ترمذی، حدیث:2220)

---

[1] وكتب المختارُ كتابًا إلى عليِّ بن الحسينِ السجّادِ يريدهُ على أن يُبايعَ لهُ ويقولَ بإمامته ويُظهرَ دعوتَهُ، وأنفذ إليه مالًا كثيرًا۔ (مروج الذھب ومعادن الجوھر للمسعودی، ج:3، ص:67، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے مجلہ النظامیہ، دسمبر 2019، ص:41 تا 44

وفی روایۃٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ قَامَ عَلٰى بَابِ الْكَعْبَةِ يَلْعَنُ الْمُخْتَارَ بْنَ أَبِيْ عُبَيْدٍ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: يَا أَبَا الْحُسَيْنِ! لِمَ تَسُبُّهٗ وَإِنَّمَا ذُبِحَ فِيْكُمْ؟ قَالَ: «إِنَّهٗ كَانَ كَذَّابًا يَكْذِبُ عَلَى اللّٰهِ وَعَلٰى رَسُوْلِهٖ». (تاریخ مدینۃ دمشق، ج:41، ص:393۔ سیر اعلام النبلاء، ج:4، ص:397، مؤسسۃ الرسالہ)

حلم وبُردباری

اللہ تعالیٰ حِلْم والا ہے اور وہ پسند فرماتا ہے کہ اُس کے بندے بھی حلم وبُردباری کا مظاہرہ کریں۔ "حِلْم" کا آسان لفظوں میں مفہوم یہ ہے کہ غضب و غصہ آنے اور اُسے نافذ کرنے کی طاقت کے باوجود اُسے نافذ نہ کرنا اور سزا نہ دینا۔

حلمِ الٰہی: اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان اِس خوبی سے متصف ہے اور وہ سب سے زیادہ حلم والا ہے۔ اُس نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنی اِس خوبی کا ذکر فرمایا، ایک آیت مبارکہ میں یوں ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ "بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، حلم والا ہے۔" [آل عمران 155:3]

سیدنا ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلٰى أَذًى سَمِعَهُ مِنَ اللّٰهِ، يَدْعُوْنَ لَهُ الْوَلَدَ، ثُمَّ يُعَافِيْهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ.» یعنی "تکلیف دہ (ناپسندیدہ) بات کو سُن کر سب سے زیادہ حلم فرمانے اور سزا کو مؤخر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لوگ اُس کے لیے اولاد کا دعوٰی کرتے ہیں، پھر بھی وہ اُنھیں عافیت دیتا (مصیبتوں سے بچاتا) ہے اور رزق عطا فرماتا ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث: 7378)

حِلمِ زین العابدین: امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کی کنیز وضو کروا رہی تھی کہ اچانک اس کے ہاتھ سے پانی کا برتن گر گیا جس سے آپ کچھ زخمی ہو گئے، آپ نے اُس کی طرف سر اُٹھا کر دیکھا تو اُس نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کا وصف بیان کیا ہے: وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ۔ "اور غصّہ پینے والے"، آپ نے فرمایا: قَدْ كَظَمْتُ غَيْظِيْ۔ مَیں نے اپنا غصّہ پی لیا۔ اُس نے آیتِ کریمہ کا اگلا حصہ پڑھا: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ "اور لوگوں سے در گزر کرنے والے"، فرمایا: قَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْكِ۔ یعنی (مَیں نے تجھے معاف کیا) اللہ پاک (بھی) تجھے معاف کرے۔ وہ عرض گزار ہوئی: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ [آل عمران 134:3] "اور احسان کرنے والے اللہ کے محبوب ہیں" ارشاد فرمایا: اِذْهَبِيْ فَاَنْتِ حُرَّةٌ۔ جا! تو آزاد ہے۔ (شعب الایمان، حدیث: 8317)

خفیہ طور پر راہِ خدا میں خرچ کرنا

انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کریم کا عطا کردہ ہے، انسان کی خوش نصیبی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے میں سے کچھ اُس کی راہ میں پیش کرے۔ بزرگ فرماتے ہیں: اللہ دیتا سب کو ہے، مگر لیتا کسی کسی سے ہے، ہر ایک کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

قرآن وسنت میں یہ تربیت فرمائی گئی ہے کہ خیرات کا مقصد ربّ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے؛ لہٰذا اگر ظاہر کرنے میں کوئی شرعی حکمت نہ ہو تو خفیہ طور پر خرچ کرنا چاہیے؛ تاکہ غریب کا بھرم بھی رہے اور رِیاکاری بھی نہ آئے۔

قیامت کی بے انتہا گرمی میں جن خوش نصیبوں کو عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہو گا اُن میں سے ایک کا تذکرہ سیدِ عالم ﷺ نے یوں فرمایا: وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ۔ یعنی ”جو شخص اِس طرح خفیہ طریقے سے خرچ کرے کہ بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو کہ دائیں سے کیا خرچ کیا ہے۔“ (صحیح بخاری، حدیث: 1423)

سیرتِ زین العابدین: خاموشی سے غریبوں کی مدد کرنے کا سلیقہ کوئی امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھے۔ آپ کے سیرت نگاروں نے لکھا: كَانَ نَاسٌ بِالْمَدِيْنَةِ يَعِيْشُوْنَ لَا يَدْرُوْنَ مِنْ أَيْنَ يَعِيْشُوْنَ وَمَنْ يُعْطِيْهِمْ؛ فَلَمَّا مَاتَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ فَقَدُوْا ذٰلِكَ فَعَرَفُوْا أَنَّهُ هُوَ الَّذِيْ كَانَ يَأْتِيْهِمْ فِي اللَّيْلِ بِمَا يَأْتِيْهِمْ بِهٖ. وَقِيْلَ: إِنَّهُ كَانَ يَعُوْلُ مِائَةَ أَهْلِ بَيْتٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَلَا يَدْرُوْنَ بِذٰلِكَ حَتّٰى مَاتَ. یعنی مدینہ منوّرہ میں 100 ایسے مستحق گھرانے تھے جنھیں اخراجات ملتے تھے، مگر اُنھیں معلوم نہیں تھا کہ یہ کون دیتا ہے؟ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصالِ اقدس کے بعد جب رات کی تاریکی میں ملنے والے راشن کا سلسلہ بند ہوا تو پتا چلا کہ ایک عرصہ تک یہ اِمداد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف سے ملتی رہی تھی۔

مزید لکھا: وَلَمَّا مَاتَ وَجَدُوْا فِيْ ظَهْرِهٖ وَأَكْتَافِهٖ أَثَرَ حَمْلِ الْجِرَابِ إِلٰى بُيُوْتِ الْأَرَامِلِ وَالْمَسَاكِيْنِ فِي اللَّيْلِ۔ یعنی وصالِ امام کے بعد جب آپ کو غسل دیا گیا تو معلوم ہوا آپ کی پُشت مبارک اور کندھوں پر بوجھ اُٹھانے کے نشانات ہیں، یہ رات کی تاریکی میں بیواؤں اور غریبوں کے گھروں تک پہنچانے کے لیے غلہ اُٹھانے کے نشانات تھے۔ (البدایہ والنہایہ، ج:9، ص:105)

غریبوں کی دل جوئی اور اِمداد کا ایسا حسین انداز تھا کہ مال بھی عطا فرماتے اور اعزاز سے بھی نوازتے۔ آپ کی سیرت میں ہے: كَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ إِذَا أَتَاهُ السَّائِلُ رَحَّبَ بِهٖ، وَقَالَ: مَرْحَبًا بِمَنْ يَحْمِلُ زَادِيْ إِلَى الْآخِرَةِ۔ یعنی جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں کوئی سوالی آتا تو آپ خوشی کا اِظہار کرتے ہوئے فرماتے: اُسے خوش آمدید! جو میرا توشہ اُٹھا کر آخرت تک پہنچا دے گا (مجھ سے خیرات وصول کرے گا اور اِس کا اجر مجھے آخرت میں ملے گا)۔ (صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی، ج:1، ص:355، دار الحدیث قاہرہ)

والدہ سے حُسنِ سلوک

قرآن وسنت میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور جائز کاموں میں اُن کا حکم ماننے کی بہت تاکید فرمائی گئی ہے، حتّٰی کہ ربّ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم سے متصل ہی بندے کو اپنے والدین کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا، اُن کے لیے دُعا کرنے، اُن کے ساتھ عاجزی سے پیش آنے اور بے ادبی والے الفاظ سے مکمل اجتناب کی تاکید فرمائی۔

اِس حوالے سے بھی امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت منارۂ نور ہے۔ آپ کو والدِ ماجد کی شفقتیں تقریباً 22 سال تک میسر رہیں، تاہم والدہ کی معیّت ایک عرصہ تک رہی۔ والدہ کے احترام کا تذکرہ کرتے ہوئے سیرت نگاروں نے لکھا: كَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لَا يَأْكُلُ مَعَ أُمِّهِ [فِيْ صَفْحَةٍ]، وَكَانَ أَبَرَّ النَّاسِ بِهَا ۔ یعنی امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ کے ساتھ سب سے زیادہ حُسنِ سلوک کرنے والوں میں سے تھے، تاہم والدہ کے ساتھ ایک برتن میں کھانا نہیں کھاتے تھے۔ آپ سے اِس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: أَخَافُ أَنْ آكُلَ مَعَهَا فَتَسْبِقُ عَيْنُهَا إِلَى شَيْءٍ مِنَ الطَّعَامِ، وَأَنَا لَا أَعْلَمُ بِهِ فَآكُلَهُ، فَأَكُوْنُ قَدْ عَقَقْتُهَا ۔ یعنی والدہ کے ساتھ (ایک ہی برتن میں) کھانے میں مجھے یہ ڈر رہتا ہے کہ اُن کی نظر کھانے کے کسی حصہ پر پڑے (اور وہ اُسے کھانا چاہیں)، مگر مجھے معلوم نہ ہو اور میں اُسے کھالوں تو یوں لاعلمی میں مجھ سے اُن کی نافرمانی ہو جائے گی۔

(البرّ والصلۃ لابن الجوزی، رقم: 90۔ وفیات الاعیان، ج: 3، ص: 268، دار صادر۔ الوافی بالوفیات، ج: 20، ص: 231 دار احیاء التراث)

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مبارک اِرشاد بالخصوص ہماری نوجوان نسل کے لیے راہ نمائی کا ذریعہ ہے، جو اپنے والدین کا حکم ماننا سعادت سمجھنے کے بجائے اپنے لیے بوجھ سمجھتی ہے۔

خشیتِ الٰہی

قرآن و سنت میں تربیت فرمائی گئی ہے کہ مسلمان اپنے دل میں خوفِ خدا بھی رکھے اور اُس کی بارگاہ سے اُمید بھی۔ ”خوفِ خدا“ سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اللہ عزّوجلّ کی عظمت و جلالت، اُس کی شانِ بے نیازی و عدمِ مسئولیت اور اُس کی بارگاہ میں حاضری کا تصور کرکے اپنے گناہوں کے انجام سے ڈرتا رہے... اور ”اُمید“ کا مطلب یہ ہے کہ خوف کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، اُس کی شان رحیمی کا تصور کرکے اُس کی رحمت و بخشش سے قوی امید وابستہ رکھے۔

پھر خوفِ الٰہی دو طرح کا ہوتا ہے:

1) گناہوں کی سزا میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا۔ یہ عام مسلمانوں میں سے پرہیز گاروں کو نصیب ہوتا ہے۔

2) اللہ تعالیٰ کے جلال، اُس کی عظمت، اُس کی شانِ بے نیازی اور اُس کی ناراضی سے ڈرنا۔ یہ خوف اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص والوں کو ملتا ہے۔ قربِ خداوندی جس قدر زیادہ ہو اُس کی شانِ بے نیازی سے اُتنا ہی زیادہ ڈر لگتا ہے۔

بلاشبہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کا خاص قرب پانے والوں میں سے ہیں؛ اِسی لیے آپ کے قلبِ مبارک میں خشیتِ الٰہی بھی بے پناہ تھی۔

روایت میں ہے کہ ایک بار آپ نے حج کا ارادہ کیا،فَلَمَّا أَحْرَمَ اصْفَرَّ وَانْتَفَضَ وَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّلَبِّيَ۔ احرام باندھا تو رنگ مبارک زرد ہو گیا اور جسم کانپنے لگا، حتّٰی کہ زبان پاک سے تلبیہ (لبّيك اللّٰهم لبّيك) نہ کہہ سکے۔ عرض کی گئی: مَالَكَ لَا تُلَبِّيْ؟ کیا وجہ ہے کہ آپ لبیک نہیں پڑھ رہے؟ فرمایا: أَخْشٰى أَنْ أَقُوْلَ: لَبَّيْكَ، فَيَقُوْلُ لِيْ: لَا لَبَّيْكَ۔ مجھے ڈر ہے کہ مَیں کہوں: لبیک (اے اللہ! مَیں حاضر ہوں)، تو وہ فرمائے: لا لبیک (تیری حاضری قبول نہیں)۔ عرض کی گئی: تلبیہ تو بہر حال ضروری ہے (اِس کے بغیر احرام معتبر نہیں)۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی زبانِ پاک سے لبیک نکلنا تھا کہ بے ہوش ہو گئے اور سواری سے گر پڑے اور پھر حج کے اختتام تک کچھ اِسی طرح کی کیفیت رہی۔[1] (مختصر تاریخ دمشق، ج:17، ص:237، 238، دار الفکر۔ سیر اعلام النبلاء، ج:4، ص:392)

جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو بھی کیفیت بدل جاتی، رنگ زرد ہو جاتا اور جسمِ مبارک کپکپانے لگتا۔ اِس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: مَا تَدْرُوْنَ بَيْنَ يَدَيْ مَنْ أَقُوْمُ وَمَنْ أُنَاجِيْ؟ تم نہیں جانتے ہو کہ مَیں کس کے سامنے کھڑا ہونے لگا ہوں اور مجھے کتنی بڑی بارگاہ میں التجائیں پیش کرنی ہیں! (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:5، ص:167، دار الکتب العلمیہ۔ تاریخ دمشق، 41/377)

ہماری حالتِ زار: جن کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں گزری اور جن کی سفارش سے ہمیں اپنی بخشش کی اُمّید ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے یوں لرزاں رہتے ہیں، جب کہ ہم لوگ جن کے دامن اچھے اعمال سے خالی ہیں، اتنے بے باک ہو چکے ہیں کہ گناہ کر کے اُس پر شرمندہ بھی نہیں ہوتے۔ گزشتہ دنوں یومِ آزادی کی مرکزی تقریب جناح کنونشن سنٹر اسلام آباد میں منعقد ہوئی، یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا موقع تھا، مگر اِس تقریب میں مردوں اور خواتین کے مخلوط رقص کا اہتمام کیا گیا، اتنی بے باکی کہ شکر ادا کرنے کے بجائے سرِ عام اللہ کی نافرمانی! تصور کیجیے کہ بانیانِ پاکستان کی روحوں کو کتنی اذیت ہوئی ہو گی؟

حرفِ آخر

گفتگو کا آغاز اس بات سے ہوا تھا کہ انسان کے کردار اور اُس کے اخلاق پر والدین کی تربیت اور گرد و پیش، بالخصوص گھر کے ماحول کا گہرا اثر ہوتا ہے... امام زین العابدین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی حسینِ سیرت کے کچھ پہلو آپ نے سماعت کیے، وہ خاندانِ رسالت مآب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چشم و چراغ ہیں اور اُن کے گھر میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ آپ نے خود فرمایا: كُنَّا نُعَلَّمُ مَغَازِيَ النَّبِيِّ ﷺ كَمَا نُعَلَّمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ۔ یعنی ہمیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے غزواتِ مبارکہ کے واقعات ایسے سکھائے جاتے تھے جیسے قرآن پاک کی تعلیم دی جاتی تھی۔ (البدایہ والنہایہ، ج:3، ص:297، دار احیاء التراث)

---

[1] فَلَمَّا لَبّٰى غُشِيَ عَلَيْهِ، وَسَقَطَ مِنْ رَاحِلَتِهِ، فَلَمْ يَزَلْ بَعْضُ ذٰلِكَ بِهِ حَتّٰى قَضٰى حَجَّهُ۔

۲۷ محرم الحرام ۱۴۴۴ھ/ 26 اگست 2022ء

بھلائی کی چابیاں

(تذکرۂ مفتیٔ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ و اعانتِ سیلاب زدگان کی ترغیب)

مشمولات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۔[الرعد17:13]

یہ اٹل فیصلہ اور سب سے بڑی حقیقت ہے کہ بقا و دوام صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہے، باقی ہر چیز فانی اور ختم ہو جانے والی ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۔ یعنی "زمین پر[1] جتنی مخلوق ہے سب فنا ہو جائے گی ۝ صرف تمہارے ربّ کی ذات باقی رہے گی، جو عظمت و بزرگی کا مالک اور اِحسان فرمانے والا ہے۔"[الرحمٰن 26:55،27]

مرنا تو سب نے ہے، مگر بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جن کی وفات کے بعد بھی ربّ تعالیٰ مخلوق میں اُن کے تذکرے اور اُن کی محبت باقی رکھتا ہے اور یہ اِنعام دولت، حکومت یا جاگیر کے ذریعے نہیں ملتا؛ کیونکہ اِس دُنیا میں ہزاروں بلند پایہ فلسفی آئے، مگر اُن کی حکمت اُن کے ساتھ ہی اُن کی قبروں میں دفن ہو گئی... لاکھوں شہسوار آئے، مگر اُن کی طاقت اُنھیں زندہ و جاوید نہ رکھ سکی... اِشارۂ ابرو سے نظامِ حکومت چلانے والے بے شمار تاج وَر بھی آئے، مگر آج ڈھونڈنے سے بھی کہیں اُن کا تذکرہ نہیں ملتا۔ اِس کے برعکس کچھ درویش منش، بوریا نشین، سادگی پسند ایسے بھی گزرے ہیں جن کا طرزِ زندگی شاہانہ کرّوفرّ سے کوسوں دُور تھا، مگر اُنھیں ایسی جاودانی ملی کہ صدیاں بیت جانے کے باوجود وہ دلوں کی دنیا میں بادشاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

چنانچہ جستجو پیدا ہوتی ہے کہ کن خوش نصیبوں کے چرچے ربّ تعالیٰ اُن کے مرنے کے بعد بھی باقی رکھتا ہے؟ کیا ہم بھی ایسے بن سکتے ہیں کہ ہمارے دُنیا سے جانے کے بعد ہمیں اچھے انداز سے یاد کیا جائے؟ اِس سوال کا جواب قرآنِ مجید کی ایک آیت سے ملتا ہے۔ ارشاد ہے: فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ "(بارش برستی ہے تو پانی کے اُوپر جھاگ بھی ہوتا ہے) جھاگ تو ضائع ہو جاتا ہے اور وہ (پانی) جو لوگوں کے لیے نفع بخش ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے، اللہ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔"[الرعد17:13]

اِس آیتِ کریمہ کا بنیادی مضمون حق و باطل کی مثال بیان کرنا ہے... کہ حق کو جتنا بھی دبانے کی کوشش کر لی جائے، وہی باقی رہتا ہے اور باطل کا کتنا ہی شور کیوں نہ ہو، بالآخر وہ مٹ جاتا ہے... مگر قرآنِ کریم کا یہ اعجاز ہے کہ اُس کا ایک ایک لفظ بہت سے پہلوؤں پر راہ نمائی فرماتا ہے۔ آیتِ کریمہ کے الفاظ سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو انسان مخلوقِ خدا کو نفع پہنچائے، بھلائی کا ذریعہ بنے ربّ تعالیٰ اُسے جاوِدانی و بقائے ذکر عطا فرماتا ہے اور جو جھاگ کی طرح بے فائدہ ہو وہ فنا ہو جاتا ہے۔

---

[1] اِس آیت میں زمین پر بسنے والوں کی فنا کا ذکر ہے، دوسری آیت میں ہے: "ہر جاندار نے موت کو چکھنا ہے"۔

آج 26 اگست ایک ایسی شخصیت کا یومِ وصال ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مخلوقِ خُدا کو بے پناہ فائدہ پہنچایا اور بھلائی کے بے شمار دروازے کھولے، ہزاروں جلیل القدر علما تیار کیے جو اِس وقت پوری دُنیا میں اسلام کا پیغام عام کر رہے ہیں، بیسیوں اِداروں اور تنظیمات کی سرپرستی فرمائی، مختلف سرکاری و غیر سرکاری عہدوں پر فائز رہتے ہوئے ہر سانس کو دین کی خدمت کے لیے وقف رکھا، اُنھیں شیخ العلما مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہا جاتا ہے۔

مخلوقِ خدا کو نفع پہنچانے اور بھلائی کو عام کرنے کا جو عظیم جذبہ اُنھیں نصیب تھا، بلا شبہ موجودہ ملکی و عالمی حالات میں اُس جذبہ کی اشد ضرورت ہے، چنانچہ آج کے خطبہ میں اُنھیں خراجِ تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ بھلائی کا ذریعہ بننے سے متعلق کچھ باتوں کا ذکر ہوگا۔

بھلائی اور برائی کی چابیاں

پروردۂ آغوشِ نبوت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:
إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ لِلْخَيْرِ مَغَالِيقَ لِلشَّرِّ، وَإِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ لِلشَّرِّ مَغَالِيقَ لِلْخَيْرِ. فَطُوبَى لِمَنْ جَعَلَ اللهُ مَفَاتِيحَ الْخَيْرِ عَلَى يَدَيْهِ، وَوَيْلٌ لِمَنْ جَعَلَ اللهُ مَفَاتِيحَ الشَّرِّ عَلَى يَدَيْهِ۔ [1] ”یقیناً کچھ لوگ بھلائی کی چابیاں، بُرائی کے تالے ہیں... اور کچھ لوگ برائی کی چابیاں، بھلائی کے تالے ہیں، اُس شخص کے لیے خوش خبری ہے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے بھلائی کی چابیاں رکھی ہیں اور اُس کے لیے ہلاکت ہے جس کے (کرتوتوں کی وجہ سے اُس کے) ہاتھوں پر اللہ جلّ شانہٗ نے برائی کی چابیاں رکھی ہیں۔“ (سنن ابن ماجہ، حدیث: 237)

توجہ طلب بات ہے کہ حدیث میں ”چابی“ اور ”تالے“ سے کیا مراد ہے؟ جس چیز کو تالا لگا ہو اُس تک رسائی نہیں ہوتی اور جس چیز کی چابی موجود ہو وہ انسان کی پہنچ میں ہوتی ہے۔ یعنی ”تالا“ رسائی سے رکاوٹ بنتا ہے اور ”چابی“ کے ذریعے رسائی ہو جاتی ہے۔

بعض لوگوں کے ذریعے بھلائیاں عام ہوتی ہیں اور برائیوں میں کمی آتی ہے... اُن کے ذریعے علمِ دین کا فیض عام ہوتا ہے... اُن کی زیارت سے نیکی کا شوق پیدا ہوتا ہے... اُن کی سیرت کو جاننے سے بھلائی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے... وہ بولیں تو اچھی بات کہتے ہیں...

---

[1] قال الحکیم: فالخیرُ مرضاۃُ اللہ، والشرُّ سخطُه، فإذا رضی اللہ عن عبدٍ فعلامۃُ رضاہ أن یجعله مفتاحًا للخیر، فإن رُؤی ذُکرَ الخیرُ برؤیته، وإن حضرَ حضر الخیرُ معهٗ، وإن نطق نطق بخیرٍ، وعلیه من اللہ سماتٌ ظاهرۃٌ؛ لأنه یتقلّبُ فی الخیر بعملِ الخیرِ وینطِقُ بخیرٍ ویفکّر فی خیرٍ ویُضمرُ خیرًا، فهو مفتاحُ الخیرِ حسبَما حضرَ وسببُ الخیرِ لکلِّ مَن صَحِبَهٗ، والآخرُ یتقلّبُ فی شرٍ ویعمل شرًّا وینطق بشرٍّ ویفکّر فی شرٍّ ویضمر شرًّا، فهو مفتاحُ الشرِّ؛ لذلك فصحبةُ الأول دواءٌ والثانی داءٌ۔ (فیض القدیر: 528/2، المکتبة التجاریة)
(فطوبی) أی یقال له ذلك أو یجعل له الطیب من العیش فی الدارین۔ (التنویر بشرح الجامع الصغیر)

اُن کے پاس بیٹھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے... وہ محتاج کی حاجت پوری کرتے ہیں... بھٹکے ہوئے کو راستہ بتاتے ہیں. جھگڑوں اور فتنہ وفساد کا خاتمہ کرتے ہیں... مختصر یہ کہ اُن کی ذات بھلائی کا پیکر ہوتی ہے اور دوسروں کو بھی اُن سے بھلائی نصیب ہوتی ہے، حتّٰی کہ پیاروں کے جنازے، اُن کی قبریں اور تذکرے بھی لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اِنہی خوش نصیبوں کو بھلائی کی چابی اور برائی کا تالا فرمایاہے اور اپنی زبان مبارک سے خوش خبری ومبارک باد عطا کی ہے۔

اِس کے برعکس کچھ افراد کے ذریعے برائیاں عام ہوتی ہیں... اُنھیں دیکھ کر لوگ بدمعاش، بداخلاق اور بے حیا بنتے ہیں... اُن کی بات کرنے سے دل برائی کی طرف مائل ہوتا ہے... وہ بولیں تو بری بات، جھوٹ، غیبت، تکبر اور بے حیائی کی بات کرتے ہیں... اُن کے پاس بیٹھنے والا آخرت کو بھول جاتا ہے، حتّٰی کہ جب وہ دنیا سے چلے جاتے ہیں تو اپنے بعد والوں کے لیے برائی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ بدنصیب برائی کا پیکر ہیں اور اِن کی وجہ سے دوسروں میں بھی برائیاں عام ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اِنہی بدنصیبوں کو بھلائی کا تالا اور برائی کی چابی فرمایاہے اور دنیا و آخرت کی ہلاکت وبربادی سے ڈرایاہے۔[1]

مفتیٔ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ... بھلائی کی چابی

مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم قادری رضوی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ اُن خوش نصیبوں میں سے ہیں جنھیں رحمتِ عالم ﷺ نے بھلائی کی چابی اور برائی کا تالا فرمایاہے۔ آپ ۲۹ شعبان، ۱۳۵۲ھ / 28 دسمبر، 1933ء کو ضلع مانسہرہ (خیبر پختون خواہ) میں پیدا ہوئے۔ دینی علوم حاصل کرنے کے بعد 1955ء میں تدریس کا آغاز فرمایا اور زندگی کے آخری دن تک اُسے جاری رکھا۔ آپ نے مختلف شعبوں میں نمایاں دینی خدمات سرانجام دیں، مثلاً:

- مفتیٔ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ جس اِدارے کے مہتمم اور مدرس تھے اُس کا نام جامعہ نظامیہ رضویہ ہے۔ یہ جامعہ بلاشبہ اہلِ سنت کے سب سے بڑے اِداروں میں ایک ہے، جہاں سے فیض پانے والے افراد پوری دُنیا میں دینی خدمات

[1] چنانچہ وہ حکمران جن کے دور میں نیکیاں عام ہوں اور رعایا کو خوش حالی میسر ہو... وہ اہل علم جن کے علم سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے دین کا پیغام اور اُن کی محبت نصیب ہو... وہ اولیا جن کی نسبت سے انسان نیک بن جائے... وہ والدین جن کی تربیت سے اولاد دین دار بنے... اور وہ افراد جن کے ذریعے دوسروں کی مشکلات دُور ہوں... یہ سب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جب کہ وہ حکمران جن کے دور میں اسلام کی خلاف ورزیاں ہوں، دینی اقدار کو پامال کیا جائے... وہ اہل علم جن کے علم سے لوگوں میں بدعقیدگی پھیلے اور انسان اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت سے دور ہو جائے... وہ والدین جن کی طرف سے اچھی تربیت نہ ہونے کے نتیجے میں اولاد دین سے دور ہو... وہ لوگ جو فلموں، فحش تصاویر، بے ہودہ تحریروں اور پوسٹوں کے ذریعے لوگوں میں بے حیائی پھیلائیں... وہ لوگ جو معاشرے والوں کے لیے مشکلات پیدا کریں... یہ سب اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاکت وبربادی کے حق دار ہیں۔

سرانجام دے رہے ہیں، بالخصوص پاکستان میں کوئی بھی ایسا بڑا دینی اِدارہ نہیں جس میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے فیض یافتہ افراد موجود نہ ہوں۔ اِس وقت جامعہ کے نیٹ ورک میں تقریباً آٹھ ہزار طلبہ وطالبات دینی وعصری تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

- اہلِ سنت وجماعت کے دینی اِداروں کی تنظیم کا نام "تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان" ہے، یہ تنظیم عالم کورس کی سند جاری کرتی ہے اور حکومتِ پاکستان اُس سند کو ایم۔ اے۔ کے برابر تسلیم کرتی ہے۔ مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ تقریباً 28 سال تک تنظیم المدارس کے ناظمِ اعلیٰ اور دو سال تک مرکزی صدر رہے اور اِسے عروج تک پہنچایا۔
- اُردو میں فقہِ حنفی کا سب سے بڑا اور مستند ذخیرہ فتاوٰی رضویہ ہے، جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوٰی پر مشتمل ہے۔ مفتیٔ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوٰی رضویہ کو "رضا فاؤنڈیشن" کے زیرِ اہتمام عالمی معیار کے مطابق شائع کروایا۔ وہ لوگ جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کرتے تھے، آج وہ بھی اِس فتاوٰی کو اپنی لائبریریوں کی زینت بناتے ہیں اور اِس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔
- اِن کے علاوہ مفتیٔ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف سرکاری وغیر سرکاری عہدوں پر فائز رہتے ہوئے دنیا بھر میں کام کرنے والی سُنّی تنظیمات اور اِداروں کی سرپرستی فرمائی اور زندگی کے آخری دن، بلکہ آخری سانس تک خدمتِ دین میں مصروف رہے۔

آپ نے 28ویں شبِ جمادی الاُخری، ۱۴۲۴ھ / 26 اگست، 2003ء کو وصال فرمایا اور اپنے بنائے ہوئے ادارے جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ میں آرام فرما ہوئے۔

اوصافِ مفتیٔ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ

مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ اُن شخصیات میں ہیں جن کا کردار اُن کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی لوگوں کی راہ نمائی اور بھلائی کا ذریعہ بنتا ہے۔

خود نمائی سے اجتناب: مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ بے پناہ دینی خدمات کے باوجود خود نمائی کو پسند نہیں کرتے تھے، اُن کی خواہش ہوتی تھی کہ ہر دینی کام میں اُن کا وافر حصہ ہو، مگر اُن کا نام نہ آئے، حتّٰی کہ وہ اپنے نام کے ساتھ مفتی لکھوانا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی رِضا حاصل کرنے اور یکسوئی کے ساتھ دینی خدمات سرانجام دینے کے لیے خود کو یوں چھپایا کہ عوام اُن کے شاگردوں، بلکہ شاگردوں کے شاگردوں کو اُن سے زیادہ جانتی ہے۔ موجودہ دور کے مقبول ترین علما، مثلاً شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی، امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی، سرمایۂ ملک وملت مفتی منیب الرحمٰن ہزاروی، ادیبِ شہیر مفتی محمد صدیق ہزاروی دامت فیوضہم، ایسے ہزاروں علما اُن کے شاگرد اور فیض یافتہ ہیں۔

شریعت کی پابندی: مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ شریعت کے بے حد پابند تھے۔اِس حوالے سے صرف ایک بات ہی کو لیجیے! جامعہ نظامیہ رضویہ اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے ساتھ ساتھ اُن کے کاندھوں پر کئی سرکاری اور غیر سرکاری دینی ذمہ داریاں تھیں۔اِس کے باوجود اُن کے ساتھ وقت گزارنے والے کہتے ہیں کہ ہم نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ وہ مسجد میں پہنچ کر پہلی صف میں شامل ہوتے اور تکبیرِ اُولیٰ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتے۔

مقبولیتِ بارگاہ: مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں بہت مقبول تھے اور مختصر زندگی میں اُنھوں نے جتنے بڑے بڑے کام کیے، یقیناً یہ غیبی مدد کا نتیجہ تھے۔

اُنھوں نے اپنی یادداشتوں میں لکھا کہ ایک مرتبہ دن بھر جامعہ نظامیہ رضویہ کے کاموں میں مصروف رہا، عصر کے بعد جامعہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ آج طلبہ کے لیے کھانا تیار نہیں ہو سکا؛ کیونکہ اخراجات کے لیے رقم ہی نہیں تھی۔ مَیں پریشانی کے عالم میں نمازِ مغرب پڑھنے کے لیے چلا گیا۔ نماز سے فارغ ہوا تو پتا چلا کہ آستانہ عالیہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین محترم سلطان حبیب صاحب کی اہلیہ ایک تھانے دار اور اپنے ملازم کے ہمراہ جامعہ نظامیہ کے لیے فنڈ پیش کرنے آئی ہیں۔

اُن کے ساتھ والوں نے بتایا کہ نہ ہم نے یہ مدرسہ دیکھا ہوا تھا، نہ ہی محترمہ نے، ہم جھنگ سے چلے اور لاہور پہنچ کر تلاش کرتے رہے، راستے میں کئی مدارس آئے مگر محترمہ فرماتیں: یہاں نہیں۔ جب لوہاری گیٹ کے اِس تنگ بازار میں پہنچے تو محترمہ نے جگہ دیکھتے ہی فرمایا: یہی جگہ ہے اور یہی مدرسہ ہے۔(مجلہ النظامیہ [خصوصی شمارہ]، اگست، ستمبر 2021ء، ص:46، 47، ملخصاً)

محترمہ نے کہا: مجھے سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں یہ مدرسہ دکھایا تھا اور بہت جلد اِس کی خدمت کرنے کا حکم فرمایا تھا۔(مجلہ النظامیہ، اگست 2018ء، ص:198، ملخصاً)

ایسا ایک دوبار نہیں، کئی مرتبہ ہوا کہ رات کو ہاتھ خالی ہوتا اور اگلے دن کے لیے طلبہ کے کھانے کا انتظام بھی نہیں ہوتا تھا، مگر صبح سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حیران کُن انتظام ہو جاتا۔(ایضاً، ص:140)

حق گوئی وبے باکی: کچھ عرصہ پہلے ایک فوجی آمر[1] نے علما کو جمع کر کے دھمکی دی کہ میں مدارس کو بند کروادوں گا۔ مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے نہایت دلیری سے فرمایا: اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مدرسہ عمارت کا نام ہے تو اُسے تالا لگوادیں، مَیں دریائے راوی کے کنارے بیٹھ کر دین پڑھانا شروع کردوں گا اور اللہ تعالیٰ وہیں مدرسہ بنادے گا۔

---

[1] سابق چیف آف آرمی سٹاف وسابق صدر جنرل پرویز مشرف

آپ مرکزی وصوبائی زکوۃ کمیٹیز کے رکن ہونے کے باوجود ایک بے داغ کردار کے مالک تھے کہ کسی بھی حکمران کے سامنے حق بات کہنے سے نہیں ڈرتے تھے۔ اُنھوں نے کئی بار اپنے دور کے گورنر اور وزیرِ اعلیٰ کو بھی اُن کی موجودگی میں ڈانٹا، مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا رُعب دیا تھا کہ گورنر و وزیرِ اعلیٰ خاموش رہتے اور آپ کی ہدایات پر عمل کرتے۔

ہم بھلائی کی چابی ہیں یا...؟

مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ، جنھیں اللہ تعالیٰ نے بھلائیاں عام کرنے کا بہت بڑا ذریعہ بنایا تھا، اُن کا مختصر تذکرہ سننے کے بعد حدیث مبارک کی طرف واپس آیئے! کچھ لوگ بھلائی کی چابی اور بُرائی کا تالا ہوتے ہیں، اِن خوش نصیبوں کے ذریعے بھلائی کے راستے کھلتے اور بُرائی کے دروازے بند ہوتے ہیں.... جب کہ کچھ لوگ بُرائی کی چابی اور بھلائی کا تالا ہوتے ہیں، اِن بد نصیبوں کے ذریعے بُرائی عام ہوتی ہے اور بھلائی کی رونق میں کمی آتی ہے۔ اِس حدیث مبارک کی روشنی میں ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم کس طبقہ میں شامل ہیں؟

- کیا ہم علمِ دین پھیلانے میں کوئی کردار ادا کرتے ہیں؟
- کیا ہم اپنی زبان اور عمل کے ذریعے بھلائی کی دعوت دیتے اور برائی سے روکتے ہیں؟
- ہمارے پاس اُٹھنے بیٹھنے والے نمازی، سچ کے عادی اور باحیا بنتے ہیں یا بے نمازی، جھوٹ بولنے والے اور بے حیا؟
- کیا ہم اپنی حیثیت کے مطابق محتاجوں اور غریبوں کی مدد کرتے ہیں؟ بیمار کی عیادت وعلاج کے لیے کوشش کرتے ہیں؟
- کیا ہم سلام کو عام کرتے ہیں؟ بھولے بھٹکے کو راستہ بتاتے ہیں؟ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹاتے ہیں؟
- اگر اور کچھ نہیں کرسکتے تو کم از کم مسلمانوں کے لیے نیک دعائیں کرتے ہیں؟

اگر اِس طرح کی خوبیاں ہمارے اندر موجود ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ایسے خوش نصیبوں کو رسول اللہ ﷺ نے خوش خبری دی ہے، لیکن اگر صورتِ حال اِس کے برعکس ہے تو ہمیں اپنا کردار بہتر کرتے ہوئے اپنے ربّ کے ساتھ یہ عہد کرنا چاہیے کہ اگر ہم بھلائی کی چابی نہ بن سکے تو کم از کم بُرائی کی چابی نہیں بنیں گے۔

بھلائی کا ذریعہ بننے والا بہترین شخص ہے

اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنی تمام مخلوق کی ضروریات از خود پوری فرمادے اور کسی بھی انسان کو اپنی ضروریات کے حوالے سے دوسرے کی محتاجی نہ ہو، لیکن اُس نے بندوں کی آزمائش کے لیے دُنیا کا یہ نظام بنایا ہے کہ لوگوں کو زندگی کے مختلف مراحل میں دوسروں کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ خوش نصیب ہونے کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ انسان کو مخلوقِ خدا کا بھلا کرنے کی توفیق مل جائے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے تاجدارِ حرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: کون شخص اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ اور کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ[1]، وَأَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ سُرُورٌ تُدْخِلُهُ عَلَى مُسْلِمٍ، أَوْ تَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً، أَوْ تَقْضِي عَنْهُ دَيْنًا، أَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوعًا، وَلَأَنْ أَمْشِيَ مَعَ أَخٍ لِي فِي حَاجَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ، يَعْنِي مَسْجِدَ الْمَدِيْنَةِ، شَهْرًا.[2]» یعنی لوگوں کو بہت نفع پہنچانے والا اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندوں میں سے ہے، (فرائض کے بعد معاملات میں) سب سے پیارا عمل یہ ہے کہ تُو کسی مسلمان کا دل خوش کر دے، یا اُس کی پریشانی دُور کر دے یا اُس کا دَین (قرض وغیرہ) ادا کر دے، یا اُس کی بھوک دُور کر دے۔ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ اُس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے جانا مجھے اِس مسجدِ نبوی میں ایک ماہ اعتکاف کرنے سے زیادہ پیارا ہے (کیونکہ عبادات کا فائدہ فقط اپنی ذات کو ہے جب کہ حاجت پوری کرنے میں مخلوق کا فائدہ ہے)۔ (المعجم الاوسط:6026)

موجودہ سیلابی صورتِ حال اور ہمارا کردار

پاکستان میں حالیہ بارشوں اور سیلاب کی وجہ سے بلوچستان، جنوبی پنجاب اور دیگر علاقوں کے سینکڑوں دیہات پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں، لاکھوں افراد بے گھر ہو چکے ہیں، بے شمار مویشی اور نہ جانے کتنا ساز و سامان پانی میں بہہ گیا ہے۔ ایسے میں جہاں ہمیں اپنے پریشان حال مسلمان بھائیوں کے لیے دعائیں کرنی چاہییں وہیں عملی طور پر بھی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اُن کی مدد کا اہتمام کرنا چاہیے۔

مسلمان یک جان ہیں: شیخ المشائخ، خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہی علیہ الرحمہ سے عرض کی گئی: لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو بہت ہی فراغِ باطنی (دلی سکون) حاصل ہے، آپ کو اِس دنیا کی کوئی فکر ہی نہیں۔ جب آپ نے یہ بات سنی تو فرمایا: آں قدر غم و اَندوہ کہ مَرا است ہیچ کَس را دریں جہاں نیست؛ زیرا کہ چندیں خَلْق می آیند و غم و اَندوہِ خویش می گویَند، آں ہمہ بر دل و جانِ مَنْ می نَشِیند، عجب دلے باشد کہ غمِ برادرِ مسلمان بُشْنود وَدَرْ وَے أَثر نَکُند۔ جس قدر غم اور پریشانی مجھے ہے اِس جہاں میں کسی کو بھی نہیں ہو گی؛ کیونکہ میرے پاس اتنی زیادہ مخلوق آتی ہے اور اپنے دُکھڑے سناتی ہے، سب کی پریشانیوں کا بوجھ میرے دل و جان پر آتا ہے۔ وہ دل بہت عجیب ہے جو اپنے مسلمان بھائی کا غم سنے اور اُس پر کوئی اثر نہ ہو۔

پھر حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ ارشادِ نبوی سنایا: «اَلْمُسْلِمُوْنَ كَرَجُلٍ وَّاحِدٍ، إِنِ

---

[1] وفی روایۃ عن جابر مرفوعا: «خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ.» (رواہ القضاعی فی "مسند الشهاب"، وابن حبان فی "المجروحين"، وفی إسناده كلام، لكن له أسانيد كثيرة يرتقي بها إلى درجة الحسن)

[2] وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهُ سَتَرَ اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ كَظَمَ غَيْظَهُ وَلَوْ شَاءَ أَنْ يُّمْضِيَهُ أَمْضَاهُ مَلَأَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ قَلْبَهُ أَمْنًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ مَّشٰى مَعَ أَخِيْهِ فِي حَاجَةٍ حَتّٰى أَثْبَتَهَا لَهُ أَثْبَتَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدَمَهُ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيْهِ الْأَقْدَامُ.»

اشْتَكٰى عَيْنُهُ اشْتَكٰى كُلُّهٗ، وَإِنِ اشْتَكٰى رَأْسُهُ اشْتَكٰى كُلُّهٗ۔» (صحیح مسلم، حدیث:67) یعنی ”تمام مسلمان (باہمی محبت و غمخواری میں) ایسے ہیں جیسے ایک ہی شخص کے اعضا، اگر اُس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو پورا جسم بیمار ہو جاتا ہے اور سر میں تکلیف ہو تو بھی پورا جسم متاثر ہو جاتا ہے“ (اعضا مختلف ہیں، مگر روح ایک ہی ہے؛ اِسی وجہ سے ایک عضو کو تکلیف ہو تو پورا جسم بے قرار ہو جاتا ہے... اِسی طرح تمام مسلمانوں کا آپس میں تعلق ہے، سب کا اللہ اور سب کا نبی ایک ہی ہے تو جب ایک مسلمان مصیبت میں ہو سب کو بے قرار ہو جانا چاہیے) (خیر المجالس فارسی، مجلس: سی ویکم (31)، ص:105، مطبوعہ شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی، تاریخ مشائخ چشت، مقدمہ، ص:69، زاویہ پبلشرز)

خیر خواہی کا فائدہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ لِلّٰهِ أَقْوَامًا اِخْتَصَّهُمْ بِالنِّعَمِ لِمَنَافِعِ الْعِبَادِ، يُقِرُّهُمْ فِيهَا مَا يَبْذُلُوْنَهَا، فَإِذَا مَنَعُوْهَا نَزَعَهَا مِنْهُمْ فَحَوَّلَهَا إِلٰى غَيْرِهِمْ۔» یعنی ”اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو نعمتیں عطا کرتا ہے تاکہ وہ اُس کے بندوں کو نفع پہنچائیں، جب تک وہ بندوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں تب تک اللہ تعالیٰ وہ نعمتیں اُن کے پاس باقی رکھتا ہے، جب وہ نفع پہنچانا چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ وہ نعمتیں اُن سے واپس لے کر کسی اور کو عطا کر دیتا ہے۔“ (المعجم الکبیر، حدیث:13925، شعب الایمان، حدیث:7256)

حکومت کی ذمہ داری

اگرچہ اِس ہنگامی صورتِ حال میں ہر مسلمان پر اپنی بساط کے مطابق کوشش کرنا لازم ہے، مگر سب سے زیادہ ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ اربابِ اختیار کو چاہیے کہ تمام تر مفادات سے بالاتر ہو کر پریشان حال مسلمانوں کی بحالی کے لیے جان لڑا دیں۔

سیدنا مَعْقِل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ظالم حکمرانوں کو ڈانٹ کے طور پر) فرمایا: «مَا مِنْ عَبْدٍ اِسْتَرْعَاهُ اللّٰهُ رَعِيَّةً، فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔» (صحیح بخاری، حدیث:7150) وفی روایة: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً، يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهٖ[1] إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔»[2] (صحیح مسلم، حدیث:142) یعنی ”اللہ تعالیٰ جس شخص کو ذمہ داری عطا کرے، پھر وہ خیر خواہی کے ساتھ اپنی رعایا کی حفاظت و نگرانی نہ کرے، اُن کے ساتھ بد دیانتی کرے (اُن کے حقوق پورے نہ کرے، اُن سے ظالمانہ ٹیکس لے) تو وہ جنت میں نہیں جائے گا، بلکہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

تمام سیاسی قائدین اور متعلقہ اِداروں کے ذمہ داران کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اگر وہ مسلمانوں کی خیر خواہی میں کوتاہی کریں گے تو دُنیا میں اُنھیں کوئی پوچھے یا نہ پوچھے ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی ضرور ہونی ہے۔

---

[1] أَيْ خَائِنٌ لَهُمْ أَوْ ظَالِمٌ لَهُمْ، لَا يُعْطِي حُقُوقَهُمْ، وَيَأْخُذُ مِنْهُمْ مَا لَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ۔ (مرقاة المفاتيح، تحت الحديث:3686)

[2] أَيْ دُخُولَهَا مَعَ النَّاجِينَ، أَوْ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْمُسْتَحِلِّ، أَوْ زَجْرٌ وَّ تَهْدِيدٌ، وَوَعِيدٌ شَدِيدٌ، أَوْ تَخْوِيفٌ بِسُوْءِ الْخَاتِمَةِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ (أيضًا)

سب سے بڑا خادم؟ عراق کے ایک معزز عہدے دار حضرت اَحنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لیے وفد کے ساتھ حاضر ہوئے، اُس دن شدید گرمی تھی اور امیر المؤمنین سر پر کپڑا رکھے بیت المال کے ایک اُونٹ پر تیل مل رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: يَا أَحْنَفُ! ضَعْ ثِيَابَكَ وَهَلُمَّ وَأَعِنْ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى هٰذَا الْبَعِيْرِ، فَإِنَّهٗ مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ، فِيْهِ حَقُّ الْيَتِيْمِ وَالْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ۔ یعنی احنف! یہ مہمانوں والا پُر تکلّف لباس اُتار کر اِدھر آؤ اور اِس معاملے میں امیر المؤمنین کی مدد کرو؛ کیونکہ یہ بیت المال کا اُونٹ ہے جس میں یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کا حق ہے۔

کسی شخص نے یہ منظر دیکھ کر کہا: امیر المؤمنین! آپ کسی خادم کو حکم کریں، وہ یہ کام کر دے گا، خود کیوں مشقت اُٹھاتے ہیں! آپ نے فرمایا: وَأَيُّ عَبْدٍ هُوَ أَعْبَدُ مِنِّيْ وَمِنَ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ هٰذَا؟ یعنی اگر یہ خادم کا کام ہے تو مجھ سے اور اِس احنف سے بڑھ کر مسلمانوں کا خادم کون ہو سکتا ہے؟

پھر آپ نے ایک سبق آموز جملہ فرمایا جو قیامت تک مسلم حکمرانوں کی راہ نمائی کرے گا: إِنَّهٗ مَنْ وَلِيَ أَمْرَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ عَبْدٌ لِلْمُسْلِمِيْنَ، يَجِبُ عَلَيْهِ لَهُمْ مَا يَجِبُ عَلَى الْعَبْدِ لِسَيِّدِهٖ مِنَ النَّصِيْحَةِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ۔ جسے مسلمانوں کی ذمہ داری ملی (عہدہ ملا) وہ مسلمانوں کا خادم ہے، اُس پر مسلمانوں کی خیر خواہی اور دیانت داری اُسی طرح لازم ہے جس طرح غلام (اور خادم) پر اپنے مالک کی خیر خواہی اور دیانت داری لازم ہوتی ہے۔

(جمع الجوامع، ج:16، ص:618، الأزهر الشريف، مصر۔ کنز العمال، رقم:14307۔ مسند الفاروق لابن کثیر، رقم:230، دار الفلاح)

حرفِ آخر

مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے: کام زیادہ ہے، زندگی مختصر ہے، لمبے چوڑے منصوبے بنانے میں وقت ضائع نہ کریں، جو کام ہو سکتا ہے شروع کر دیں۔ (مجلہ النظامیہ، اگست ستمبر، 2021ء، ص:262)

مردِ درویش کا یہ مختصر جملہ حقیقت میں بہت بڑی نصیحت ہے، بڑے کام اُنہی لوگوں نے کیے ہیں جنھیں کچھ کر گزرنے کا جنون تھا، جو "آج، کل" کہتے ہیں وہ کچھ نہیں کرتے۔

ہمیں چاہیے کہ بھلائی کی چابی بننے کے لیے ابھی سے کوشش شروع کریں، چھوٹی چھوٹی بھلائیوں سے آغاز کریں، ربّ تعالیٰ بڑی بھلائیاں حاصل کرنے کی بھی توفیق عطا فرما دے گا۔ اگر ہم بھلائی کی چابی بننے میں کامیاب ہو گئے تو اللہ کریم کی رِضا کے ساتھ ساتھ دونوں جہان میں عزت و تکریم بھی نصیب ہو گی۔

۵ صفر المظفر ۱۴۴۴ھ / 2 ستمبر، 2022ء

نُصرتِ الٰہی...
اہمیت و اسباب

(یومِ دفاعِ پاکستان، یومِ تحفّظِ ختمِ نبوّت اور سیلابی صورت حال کے تناظر میں)

مشمولات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ وَاِنۡ یَّخۡذُلۡکُمۡ فَمَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے اور اُس کی مرضی کے خلاف کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ وہ چاہے تو اسباب کے بغیر ہی سب کچھ کر دے اور وہ نہ چاہے تو اسباب کے ہوتے ہوئے بھی کچھ نہ ہو۔ وہ چاہے تو بے سر و سامان لوگوں کو شان دار فتح اور عزت نصیب ہو اور وہ نہ چاہے تو ایٹمی طاقت رکھنے والا ملک بھی دُنیا کے سامنے کاسہ لیے ذلیل ہوتا رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی شہزادی محترمہ کو یہ کلمات سکھائے: سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمۡ یَشَأۡ لَمۡ یَکُنۡ، أَعۡلَمُ أَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ وَّأَنَّ اللّٰہَ قَدۡ أَحَاطَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عِلۡمًا۔ یعنی ”اللہ تعالیٰ پاک ہے اور سب خوبیاں اُسی کے لیے ہیں، قوّت و طاقت اللہ کی مدد سے ہی ہے، اللہ نے جو چاہا وہ ہو گیا اور جو اُس نے نہیں چاہا وہ نہیں ہو سکتا، مجھے یقین ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے اور بے شک اُس کا علم ہر شے کو مُحیط ہے۔“ فرمایا: ”جس نے یہ کلمات صبح کے وقت کہہ لیے وہ شام تک محفوظ رہے گا اور جو شام کو یہ کلمات کہہ لے صبح تک اُس کی حفاظت کی جائے گی۔“ (سنن ابو داود، حدیث: 5075)

ویسے تو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہی نظر ہونی چاہیے، مگر عمومی طور پر آسائش و سکون میں انسان غافل ہو جاتا ہے اور جب مشکل پیش آتی ہے، غفلت کا پردہ ہٹتا ہے تو یکسوئی سے ربّ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور اُس کی مدد سے اُمّیدیں باندھتا ہے۔ غافلوں کا ذکر کرتے ہوئے ربّ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَی الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِہٖ ۚ وَاِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ فَذُوۡ دُعَآءٍ عَرِیۡضٍ۔ یعنی ”جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو (شکر کرنے سے) منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دُور ہٹ جاتا (یادِ الٰہی سے تکبر کرتا) ہے اور جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی (بہت زیادہ) دعائیں کرتا ہے۔“ [حٰمٓ السجدۃ 51:41]

اِس وقت مسلمانانِ عالم، بالخصوص اہلِ پاکستان جس صورتِ حال سے دوچار ہیں، ربّ تعالیٰ کی طرف سے مدد کے بغیر بہتری کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ حکمرانوں کا اپنے مفادات کی خاطر اسلام اور مسلمانوں کی پرواہ نہ کرنا، کفار کا متحد ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منصوبے بنانا، پاکستان میں حالیہ سیلاب سے متاثرین کی بد حالی، قادیانیوں اور دیگر اسلام دشمنوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں پر مسلم حکمرانوں کی خاموشی وغیرہ... سبھی اُمور اتنے خطرناک ہیں کہ نصرتِ الٰہی کے بغیر اُمّید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔

بالخصوص ستمبر کا مہینہ ربّ تعالیٰ کی مدد یاد دلاتا ہے، چھ ستمبر، 1965ء کو بھارتی فوج کی طرف سے اچانک سخت حملے کے موقع پر اہلِ پاکستان جس طرح محفوظ رہے، یہ نُصرتِ الٰہی کے بغیر ناممکن تھا۔ نیز عالمی دباؤ کے باوجود 7 ستمبر، 1974ء کو پاکستانی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا، یہ بھی غیبی مدد کا ہی نتیجہ تھا۔ آج کے خطبہ میں نصرتِ الٰہی کی اہمیت و اسباب سے متعلق کچھ گفتگو ہو گی۔

نصرتِ الٰہی کی اہمیّت

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں، 17ھ میں اسلامی افواج ایران کو فتح کرنے کے لیے پہنچیں تو مشہور ایرانی علاقے تُسْتَر کا گورنر ہُرْمُزان اپنی فوج کے ساتھ قلعہ بند ہوگیا۔ امیرِ لشکر سیدنا ابو موسیٰ عبد اللہ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی دن تک قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا، بالآخر ہُرمزان نے طے کرلیا کہ ہمیں امیر المؤمنین کے دربار میں بھیج دیا جائے، وہ ہمارے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں ہمیں منظور ہوگا۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرمزان کو اُس کے بارہ ساتھیوں سمیت مدینہ منوّرہ کی طرف بھیج دیا۔ چشمِ فلک نے مسلم فوج کی دیانت داری اور سچائی کا یہ عجیب منظر دیکھا کہ یہ قیدی اپنے شاہی انداز میں مدینہ منوّرہ پہنچے، ریشمی لباس، سونے کے کنگن اور سج دھج... سب کچھ اُسی طرح باقی تھا۔ اہلِ مدینہ اِنھیں دیکھ کر حیران ہونے لگے۔

جب وہ مسجدِ نبوی میں پہنچے تو دیکھا کہ امیر المؤمنین اپنے سر انور کے نیچے چادر رکھ کر آرام فرمارہے تھے، ہرمزان یہ منظر دیکھ کر ہکّابکّارہ گیا اور کہنے لگا: هٰذَا مَلِكُكُمْ؟ یہ تمہارا بادشاہ ہے؟ لوگوں نے کہا: هٰذَا الْخَلِيْفَةُ۔ یعنی یہ تمھاری طرح کے بادشاہ نہیں، یہ خلیفۃ الرسول اور خلیفۃ المسلمین ہیں۔ کہنے لگا: أَمَا لَهٗ حَاجِبٌ، وَلَا حَارِسٌ؟ اِن کا کوئی دربان اور محافظ (سکیورٹی گارڈ) نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا: اَللّٰهُ حَارِسُهٗ حَتّٰى يَأْتِيَ عَلَيْهِ أَجَلُهٗ۔ (اِنھیں محافظ کی ضرورت نہیں) اللہ تعالیٰ خود اِن کا محافظ ہے، البتہ جب موت کا وقت آجائے تب وفات ہونی ہی ہے۔ ہرمزان نے کہا: هٰذَا الْمَلِكُ الْهَنِيْءُ۔ (ہماری زندگیاں تکلف اور خوف میں گزرتی ہیں) یہ بے تکلف اور بے خوف بادشاہ ہیں۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے تو اُسے دیکھ کر فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذَلَّ هٰذَا وَشِيْعَتَهٗ بِالْإِسْلَامِ۔ یعنی سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اسلام کو عزت دی اور اِسے اور اِس کے تمام لشکر کو ذلیل کردیا۔

ہرمزان کے ساتھ آنے والے وفد نے کہا: گورنر سے مذاکرات کا آغاز کیجیے! آپ نے فرمایا: لَا، حَتّٰى لَا يَبْقٰى عَلَيْهِ مِنْ حِلْيَتِهٖ شَيْءٌ۔ یعنی (شریعت نے مرد کے لیے سونے اور ریشم وغیرہ زیور کو حرام قرار دیا ہے) جب تک یہ زیور وغیرہ، غیر اسلامی لباس نہیں اُتار تا مَیں اِس سے بات نہیں کروں گا۔ چنانچہ شاہی لباس اُتروا کر اُسے سادہ لباس پہنایا گیا۔[1]

مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا تو مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اللہ کریم کی حمد وثنا پر مشتمل خوب صورت کلمات کہے۔ بعد میں سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرمزان سے فرمایا: تم بات کرو۔ اُس نے کہا: مَیں پانی پینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اُسے پانی دیا گیا، وہ بہت گھبرایا ہوا تھا، امیر المؤمنین نے فرمایا: اِشْرَبْ، لَا بَأْسَ عَلَيْكَ إِنِّيْ غَيْرُ قَاتِلِكَ حَتّٰى تَشْرَبَهٗ۔

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج:7، ص:100، دار احیاء التراث۔ تاریخ طبری، ج:4، ص:87، دار المعارف۔

بے فکر ہو جاؤ، جب تک تم یہ پانی نہیں پی لیتے تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اُس نے پانی کو گرا کر ضائع کر دیا اور کہا: آپ نے مجھے امان دے دی ہے، یہ پانی مَیں نے نہیں پیا، اب آپ مجھے قتل نہ کیجیے۔ چنانچہ امیر المؤمنین نے اُس کا معاملہ مؤخر کر دیا۔

ویسے تو اِس روایت میں سیکھنے کی کئی باتیں ہیں، مگر عنوان کی مناسبت سے جس بات کا ذکر مقصود ہے وہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین نے ہرمزان سے فرمایا: كَيْفَ رَأَيْتَ الَّذِيْ صَنَعَ اللهُ بِكُمْ ؟ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جو معاملہ فرمایا ہے اُسے کیسا دیکھتے ہو؟ (اللہ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا کر کے تمہیں ذلیل و رسوا کیا ہے، کیا سمجھتے ہو یہ سب کیسے ہوا ہے؟) ہرمزان نے کہا: يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ! كُنْتُمْ وَأَنْتُمْ عَلٰى غَيْرِ دِيْنٍ نَتَعَبَّدُكُمْ وَنَقْضِيْكُمْ وَنَقْتُلُكُمْ، وَكُنْتُمْ أَسْوَأَ الْأُمَمِ عِنْدَنَا حَالًا وَأَخَسَّهَا مَنْزِلَةً، فَلَمَّا كَانَ اللهُ مَعَكُمْ لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ بِاللهِ طَاقَةٌ۔ یعنی اے اہلِ عرب! جب تک تم نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تو ہماری نظر میں تم بدترین حالت اور گھٹیا ترین درجے پر تھے، ہم تمھیں غلام بنا لیتے تھے، تمہارا فیصلہ اپنی مرضی سے کرتے تھے اور تمھیں قتل کرتے تھے، مگر جب اسلام قبول کرنے کے بعد تمھیں اللہ تعالیٰ کی مدد مل گئی تو ربّ سے مقابلہ کرنا کسی کے بس میں نہیں، اِسی لیے اب دُنیا کی تمام طاقتیں تمہارے سامنے ڈھیر ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ، ج:5، ص:66، دار الکتب العلمیۃ۔ سیر اعلام النبلاء، ص:140، مؤسسۃ الرسالۃ)

بعد میں حضرت ہرمزان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور ایران کی فتح میں اِن کی مشاورت کا بنیادی کردار تھا۔[1]

ہرمزان مسلم افواج کے ساتھ طویل لڑائی کے بعد جس نتیجہ پر پہنچے یہ قرآنِ مجید کی عملی تصدیق و تفسیر ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ ”(اے مسلمانو!) اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں بے سہارا چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے گا؟ اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔“[آل عمران 3:160]

---

[1] فَأَسْلَمَ الْهُرْمُزَانُ فَقَالَ (عُمَرُ): إِنِّيْ مُسْتَشِيْرُكَ فِيْ مَغَازِيَّ هٰذِهٖ، قَالَ: نَعَمْ! مَثَلُهَا وَمَثَلُ مَنْ فِيْهَا مِنَ النَّاسِ مِنْ عَدُوِّ الْمُسْلِمِيْنَ مَثَلُ طَائِرٍ لَهٗ رَأْسٌ وَلَهٗ جَنَاحَانِ وَلَهٗ رِجْلَانِ، فَإِنْ كُسِرَ أَحَدُ الْجَنَاحَيْنِ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ بِجَنَاحٍ وَالرَّأْسُ فَإِنْ كُسِرَ الْجَنَاحُ الْآخَرُ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ وَالرَّأْسُ، وَإِنْ شُدِخَ الرَّأْسُ ذَهَبَتِ الرِّجْلَانِ وَالْجَنَاحَانِ وَالرَّأْسُ، فَالرَّأْسُ كِسْرٰى وَالْجَنَاحُ قَيْصَرُ وَالْجَنَاحُ الْآخَرُ فَارِسُ، فَمُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلْيَنْفِرُوْا إِلٰى كِسْرٰى۔ (صحیح بخاری:3159) ہرمزان اسلام لائے تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ سے فارس، اصفہان اور آذربائیجان پر فوج بھیجنے کے سلسلے میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں، ہرمزان نے کہا: ان ممالک اور ان کے اسلام دشمن لوگوں کی مثال اس پرندے جیسی ہے جس کا ایک سر اور دو بازو ہوں، اگر اس کا ایک بازو توڑ دیا جائے تو وہ اپنے دونوں پاؤں ایک بازو اور سر کے ساتھ قائم رہ سکتا ہے، اگر دوسرا بازو بھی توڑ دیا جائے تو پھر بھی دونوں پاؤں اور سر کے ساتھ قائم رہ سکتا ہے، لیکن اگر سر توڑ دیا جائے تو دونوں پاؤں دونوں بازو بے کار ہو جائیں گے ... سر کسریٰ اور بازو قیصر و فارس ہیں، اگر آپ فتح چاہتے ہیں تو مسلمانوں کو حکم دے دیں کہ پہلے وہ کسرٰی پر حملہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور مسلمان فاتح ٹھہرے۔

نصرتِ الٰہی کا سبب... دینِ اسلام کی مدد

قرآن وسنت میں اُن خوش نصیبوں کا تذکرہ فرمایا گیا جنھیں ربّ تعالیٰ دونوں جہان میں اپنی مدد سے نوازتا ہے، یوں وہ دُنیا وآخرت میں عزت وسرفرازی پاتے ہیں۔ اِن میں سرِفہرست وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین "اسلام" کی مدد کرتے ہیں اور اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ... "اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔" [محمد 7:47] میدانِ جنگ میں بھی ڈٹے رہوگے، اسلام پر بھی استقامت نصیب ہوگی اور پُل صراط پر بھی تمہارے قدم نہیں ڈگمگائیں گے۔ (خزائن العرفان، ملخصًا)

ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا: وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔ "اور جو اللہ کے دین کی مدد کرے یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور اُس کی مدد فرمائے گا۔" [الحج 40:22]

یومِ دفاعِ پاکستان... نصرتِ الٰہی کی عظیم یادگار

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے دین کی سربلندی کے لیے اجتماعی طور پر کوشش کی اللہ تعالیٰ کی مدد سے کامیابی نے اُن کے قدم چومے۔ غزواتِ نبویہ اور دورِ فاروقی کی فتوحات سے آج تک، ہر دور میں دُنیا نے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوتے دیکھا۔

پاکستان ہی کو لیجیے! بانیانِ پاکستان نے اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی تمام توانائیاں صرف کیں اور اخلاص کے ساتھ یہ نعرہ لگایا: "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللّٰہ" تو بے سروسامانی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اُنھیں کامیابی سے نوازا اور مختصر عرصے میں پاکستان کو آزادی کی دولت عطا فرمائی۔

پھر "یومِ دفاعِ پاکستان" کے موقع پر ربّ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی مدد پر غور کیجیے! 6 ستمبر، 1965ء کو بھارتی افواج نے رات کی تاریکی میں بھاری توپ خانے کے ساتھ لاہور پر تین اطراف سے حملہ کیا، وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ صبح کا ناشتہ لاہور کو فتح کرکے وہاں کریں گے۔ پاک فوج کی توجہ لاہور سے ہٹانے کے لیے بھارت نے سیالکوٹ محاذ پر بھی 600 ٹینکوں کے ذریعے حملہ کردیا۔ کہا جاتا ہے کہ دوسری جنگِ عظیم کے بعد یہ ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی تھی، مگر پاک آرمی، فضائیہ اور بحریہ نے اپنے اپنے دائرۂ کار میں بہادری کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد ونُصرت سے دشمن کو تمام محاذوں پر پسپا کیا۔

کئی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس جنگ میں پاک فوج کو اللہ تعالیٰ کی مدد اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ عنایت حاصل تھی۔

بھارتی فوجیوں اور ہوابازوں کو جب پاکستانی فوج نے گرفتار کیا تو وہ حیران ہو کر پوچھتے تھے: پاکستان کے وہ سبز پوش (سبز لباس والے) مجاہد کہاں ہیں؟ ہم سخت سے سخت حملہ کرتے تھے، لیکن وہ سبز پوش بڑے اطمینان سے ہمارے حملہ کو ناکارہ بنا دیتے اور ہمیں پسپائی پر مجبور کر دیتے اور انتہا یہ ہے کہ بھارتی ہوا باز نے پاکستان کے ایک معروف شہر پر تقریباً اڑھائی سو بم گرائے، لیکن اللہ کے فضل سے اُس شہر کے ہوائی اڈے کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور، 29 نومبر، 1965ء۔ مزید دیکھیے مجلہ النظامیہ، ستمبر 2019ء)

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ نے فرمایا: جب ہندوستان سے پاکستان کی جنگ شروع ہوئی تو میرے والدِ گرامی (مجاہدِ اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی) علیہ الرحمہ مجھے خواب میں ملے اور فرمایا: ہم جہاد پر جا رہے ہیں، تم بھی مکمل تیاری کر کے آؤ۔ مَیں نے کہا: غریب نواز! پاکستان والے اسلام کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، اِن کی طرف سے جہاد کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: (جیسے بھی ہیں، آخر پاکستان) مسلمانوں کے سر چھپانے کی جگہ تو ہے نا! (فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج:3، ص:234)

نصرتِ الٰہی کا سبب... تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوت

اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کا تحفظ بھی ہے، دین کے اِس بنیادی عقیدہ کے تحفظ کے لیے کوشش کرنے والے کو ربّ تعالیٰ کی طرف سے بھی مدد ملتی ہے اور رحمتِ عالم ﷺ کی بارگاہ سے بھی دعائیں نصیب ہوتی ہیں۔

عقیدۂ ختمِ نبوت کا مفہوم ہے: اللہ تعالیٰ نے سیدِ عالم ﷺ کو سب سے آخری نبی بنایا، آپ ﷺ کے بعد نہ تو کوئی نیا نبی آیا ہے اور نہ ہی قیامت تک آئے گا، نہ نئی شریعت والا آ سکتا ہے نہ آپ کی شریعت کا تابع بن کر۔ عقیدۂ ختمِ نبوت کو اسلام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ جو بدنصیب یہ کہے کہ آپ ﷺ کے بعد نبی تھا، یا ہے، یا ہوگا، یا آپ کے بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن سمجھے وہ کافر ہے، حتّٰی کہ جو خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن جانے اُسے مسلمان سمجھنے والا بھی کافر ہے، بلکہ اُس کے کفر میں شک کرنے والا، بلکہ جو یہ کہے: "مجھے معلوم نہیں کہ وہ مسلمان ہے یا کافر" وہ بھی کافر ہے؛ کیونکہ وہ قرآن کریم کی واضح آیات اور نبیِ کریم ﷺ کے صریح ارشادات کا اِنکار کر رہا ہے۔

سیدنا فیروز کو بشارت: رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ اقدس میں یمن کے اندر اَسْوَد عَنْسی نے نبی ہونے کا جھوٹا دعوٰی کیا، جانِ جہاں ﷺ نے اہلِ یمن کو حکم فرمایا کہ اُسے قتل کر دیں۔ چنانچہ سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے واصلِ جہنم کر دیا۔ اُدھر اَسْوَد یمن میں مارا گیا اور اِدھر مدینہ منوّرہ میں اُسی رات کو نبیِ غیب داں ﷺ نے اُس کے مارے جانے کی خبر بھی دی اور مارنے والے کا نام لے کر اُس کی تعریف بھی فرمائی۔

شہزادۂ فاروقِ اعظم سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: أَتَى الْخَبَرُ النَّبِيَّ ﷺ مِنَ السَّمَاءِ اللَّيْلَةَ الَّتِي قُتِلَ فِيهَا الْعَنْسِيُّ، لِيُبَشِّرَنَا۔ جس رات کو اسود قتل ہوا، اُسی رات آسمان سے نبیِ کریم ﷺ کو اِطلاع مل گئی تھی؛ تاکہ آپ ہمیں خوش خبری سنائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قُتِلَ الْعَنْسِيُّ الْبَارِحَةَ، قَتَلَهُ رَجُلٌ مُّبَارَكٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتٍ مُّبَارَكِينَ۔ ”(اسود) عَنسی مارا جاچکا ہے، اُسے بابرکت گھرانے کے ایک بابرکت شخص نے قتل کر دیا ہے۔“ عرض کی گئی: کس خوش نصیب نے قتل کیا ہے؟ فرمایا: فَيْرُوزُ، فَازَ فَيْرُوزُ۔ ”فیروز نے قتل کیا ہے، فیروز کامیاب ہو گیا۔“[1]

(کنز العمال، حدیث: 37473، البدایۃ والنہایۃ، ج:9، ص:435، دار ہجر۔ تاریخ طبری، ج:3، ص:236، دار التراث)

تائیدِ مصطفوی: ایک موقع پر قادیانیوں کا ایک وفد عالمِ ربّانی پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: آپ مرزا صاحب سے مباہلہ کیوں نہیں کر لیتے، ایک اندھے اور ایک اپاہج کے حق میں مرزا صاحب دُعا کرتے ہیں، دوسرے اندھے اور لنگڑے کے لیے آپ دعا کریں، جس کی دعا سے اندھا اور لنگڑا ٹھیک ہو جائیں وہ سچا ہو گا، اس طرح حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: یہ بھی منظور ہے اور قادیانی سے کہہ دو کہ اگر مُردے زندہ کرنے ہوں تو بھی آجائے، مَیں اُس کے لیے بھی تیار ہوں۔

مرزا کے ساتھ تحریری مناظرہ کی بات ہوئی تو آپ نے عاجزی کے طور پر اپنا نام لیے بغیر فرمایا: نبیِ کریم ﷺ کی اُمّت میں اِس وقت بھی دین کے ایسے خادم موجود ہیں جو قلم پر توجّہ ڈالیں تو وہ خود بخود کاغذ پر تفسیرِ قرآنِ مجید لکھے۔

بعد میں فرمایا کرتے: مَیں نے یہ دعویٰ از خود نہیں کیا تھا، بلکہ عالمِ مُکاشفہ میں جناب نبیِ کریم ﷺ کے جمالِ باکمال سے میرا دل اِس قدر قوی اور مضبوط ہو گیا تھا کہ مجھے یقینِ کامل تھا کہ اگر (مَیں تحفّظِ ختمِ نبوّت کے لیے) اِس سے بھی کوئی بڑا دعویٰ کرتا تو اللہ تعالیٰ ضرور مجھے سچا ثابت کرتا۔ (مہرِ منیر، از مولانا فیض احمد فیض، ص:233، 234)

یومِ تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوت... نصرتِ الٰہی کی عظیم یادگار

تاریخ میں 20 سے زیادہ ایسے دجّالوں کا تذکرہ ملتا ہے جنھوں نے خاتم النبیین ﷺ کی تشریف آوری کے بعد نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا، تاہم اِن میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ مرزا قادیانی کا ہے۔ مرزا کے ماننے والے پاکستان کی آزادی کے سخت خلاف تھے، البتہ پاکستان بننے کے بعد اِسے نقصان پہنچانے کے لیے کلیدی عہدوں پر قابض ہو گئے۔

---

[1] یہ اندازِ محبت ہے کہ پہلے ابہام رکھا؛ تاکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تجسّس ہو اور وہ پوچھیں۔ پھر دو مرتبہ نام لیا، حالانکہ دوسری مرتبہ ضمیر لائی جاتی ہے۔

پاکستان بننے کے بعد قادیانیوں کی سرگرمیاں بڑھتی گئیں، اُنھوں نے ربوہ میں ریاست کے اندر ایک ریاست قائم کرلی اور پاکستان کی مخالف خفیہ ایجنسیوں کے ایجنڈے پر عمل کرنے لگے۔ پاکستان میں اُن کے خلاف 1953ء میں مفتیٔ اعظم پاکستان ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ کی قیادت میں تحریکِ ختمِ نبوت چلائی گئی اور قادیانیوں پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا، افسوس کہ حکومت نے اپنی ہی عوام کے خلاف طاقت کا بے دریغ استعمال کیا اور تقریباً دس ہزار عاشقانِ رسول ﷺ شہید ہوئے۔

دوسری بار 1974ء میں تحریکِ ختمِ نبوّت چلی۔ 30جون 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں قائدِ ملتِ اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ نے ایک قرارداد پیش کی، جس میں قادیانیوں کو کافر قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ اس پر پارلیمنٹ کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے قادیانیوں کے عقائد کا بغور مطالعہ کیا اور قادیانی خلیفہ کو اپنے اجلاس میں بلوا کر اُس کا موقف سنا۔

تمام مراحل طے ہونے کے بعد 7 ستمبر 1974ء کو ارکانِ قومی اسمبلی کی رائے شماری ہوئی اور اسپیکر نے تمام اراکین کے اتفاق سے قادیانیوں کو کافر قرار دیا۔

قادیانیوں کو آئینی طور پر کافر قرار دینے کے بعد اُنھیں شعائرِ اسلام کے استعمال اور اُن کی توہین سے روکنے کے لیے 26 اپریل، 1984ء کو حکومت پاکستان نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس کے مطابق قادیانی نہ تو خود کو مسلمان کہہ سکتے ہیں نہ ہی اپنے مذہب کی دعوت دے سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے مذہب کے لیے اسلامی شعائر و اصطلاحات استعمال کرسکتے ہیں۔

قادیانیوں نے اس پابندی کے خلاف وفاقی شرعی عدالت، لاہور ہائی کورٹ، کوئٹہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کی۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بنچ نے فیصلہ دیا کہ قادیانی اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں جب کہ دھوکا دینا کسی کا بنیادی حق نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کسی کے حقوق سلب ہوتے ہیں... جب کوئی قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دوسرے شعائرِ اسلامی کا استعمال کرتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرم ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز نقضِ امنِ عامہ کا موجب بن سکتی ہے۔ ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ قادیانیوں کو اپنی شخصیات، مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب، القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں۔ (ظہیر الدین بنام ریاست، SCMR 1718، سالِ اشاعت: 1993ء)

7 ستمبر کا دن درس دیتا ہے کہ ہم تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوت کے لیے ہر وقت تیار رہیں اور قادیانیوں کی تمام سازشیں ناکام بنائیں۔

نصرتِ الٰہی کا سبب... کمزوروں کی مدد

اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ یہ بھی ہے کہ کمزور اور خستہ حال مسلمانوں سے تعاون کیا جائے، پریشان حال مسلمانوں کی پریشانی دُور کی جائے اور آفات کا شکار ہونے والوں کی بحالی کے لیے کوششیں کی جائیں۔

سیدنا مُصعَب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ عہدِ رسالت مآب ﷺ میں ایک شخص کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مَیں (بہادری، دولت اور سخاوت وغیرہ میں) فلاں (کمزور) شخص سے برتر ہوں۔ سیدِ عالم ﷺ نے اُنھیں اور دیگر کو سمجھانے کے لیے فرمایا: «هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ.» [1] ”اِنہی کمزوروں کی برکت سے تمھاری مدد کی جاتی ہے اور اِنھیں کی برکت سے تمھیں رزق دیا جاتا ہے۔“ (صحیح بخاری، حدیث: 2896) لہٰذا اِنھیں کمتر نہ سمجھو، بلکہ اِن کی تکریم کرو اور اِن کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو۔

سیدنا ابودرداء عُویمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اِبْغُوْنِيْ فِي الضُّعَفَاءِ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ.» (المستدرک علی الصحیحین: 2509) یعنی ”میری رضا اور خوشنودی، کمزوروں (کی خدمت کرکے اُن) میں تلاش کرو، اِنھیں کی برکت سے (دشمنوں کے خلاف) تمھاری مدد کی جاتی ہے اور اِنھیں کی برکت سے تمھیں رزق دیا جاتا ہے۔“ (تشریح ماخوذ از مرقاۃ المفاتیح)

مسلمانوں کی مشکلات حل کرنے اور اُن کے لیے آسانی فراہم کرنے والے خوش نصیب کو دُنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی عنایات نصیب ہوتی ہیں اور آخرت میں اُسے بے حساب اجر ملے گا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالکِ عرب و عجم ﷺ سے روایت کیا: مَنْ نَّفَّسَ عَنْ مُّؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَّسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَّسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ... یعنی ”جو کسی مسلمان کو دنیاوی تکلیف سے چھٹکارا دلائے اللہ تعالیٰ اس سے روزِ قیامت کی بڑی مصیبت دور فرمائے گا، اور جو کسی تنگ دست پر آسانی کرے اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں اس پر آسانی فرمائے گا، اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ جل جلالہٗ اِس کی مدد فرماتا ہے۔“ (صحیح مسلم، حدیث: 2699)

موجودہ صورتِ حال: پاکستان میں حالیہ بارشوں اور سیلاب کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورتِ حال کے بعد اہلِ پاکستان نے جس طرح اپنے سیلاب زدہ بھائیوں کے ساتھ تعاون کیا ہے، وہ خوش آئند ہے اور ربّ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے، اب حکومت کی ذمہ داری ہے کہ یہ امداد پوری دیانت داری کے ساتھ مستحقین تک پہنچائے، نیز اُن کی بحالی کے لیے ٹھوس اقدامات کرے۔

---

[1] وفی روایۃ النسائی: «إِنَّمَا يَنْصُرُ اللهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيْفِهَا بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ.» (سنن نسائی، حدیث: 3178)

حرفِ آخر

انسان ہر روز، بلکہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ورحمت کے نظارے کرتا ہے، مگر اکثر لوگ بے توجہی کا شکار رہتے ہیں اور ایمان کی ترقی حاصل نہیں کرپاتے۔ انسان اپنی ذات میں ہی غور کرے! اُس کے کھانے کی چیزیں کیسے پیدا ہوتی ہیں؟ کیسے تیار ہوتی ہیں؟ کھانے کے بعد کیسے ہضم ہوتی ہیں اور پھر کس طرح اُس کے جسم کے لیے طاقت کا ذریعہ بنتی ہیں؟ چند لمحے صرف اپنی ذات میں غور کرنے کے بعد انسان بلا اختیار کہہ اُٹھتا ہے کہ یہ میرے بس کی بات نہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہی ہو رہا ہے۔

یقیناً زندگی کے کسی بھی لمحے میں انسان اللہ تعالیٰ کی مدد اور اُس کی رحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ جب ہمارا ایمان ہے کہ دُنیا و آخرت کی کامیابی اللہ تعالیٰ کی مدد اور اُس کی رحمت سے ہی ہے تو وہ کام کرنے چاہییں جن کی برکت سے ربّ تعالیٰ کی مدد اور رحمت نصیب ہوتی ہے۔

چنانچہ ہمیں چاہیے کہ دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے ہر ممکن کوشش کریں، اپنی ذات سے آغاز کرکے اسلام کے نام پر بننے والے اِس پیارے وطن میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ نافذ کرنے کے لیے جدّ و جہد کریں اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے کوشش کرنے والوں سے تعاون کریں۔ عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ اور قادیانی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے جو ہو سکتا ہے کریں۔ نیز مشکلات کا شکار مسلمان بھائیوں کی مدد کرکے اُن سے دعائیں لیں۔

اللہ تعالیٰ عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ اور پاکستان کی بنا و بقا کے لیے جانیں پیش کرنے والے تمام شہیدوں کے درجات بلند فرمائے۔ ربّ تعالیٰ سیلاب زدگان کی مشکلات کو آسان فرمائے اور ہمیں اُن کی مدد کرنے کی توفیق سے نوازے۔ مالکِ قُدّوس مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم ﷺ

۱۲ صفر المظفر ۱۴۴۴ھ / 9 ستمبر، 2022ء

اولیاء اللہ

(ولایت کا تعارف، حصولِ ولایت کی صورتیں اور اولیا کے اوصاف)

مشمولات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ o الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ o لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔[یونس10:62-64]

خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ نے بے شمار دُنیاوی نعمتیں پیدا فرمائی ہیں، وہ اپنے تمام بندوں سے بھی باخبر ہے اور اُن کے لیے فائدہ مند اور نقصان دِہ چیزوں کو بھی جانتا ہے، چنانچہ وہ اپنے فیصلے اور حکمت کے مطابق اپنے بندوں کو مختلف دُنیاوی نعمتوں سے نوازتا ہے۔اِسی طرح ربّ کریم نے بے حساب رُوحانی نعمتیں بھی پیدا فرمائی ہیں اور وہ اپنی تقدیر و حکمت کے مطابق اپنے بندوں کو اِن رُوحانی نعمتوں سے بھی مالا مال فرماتا ہے۔

دُنیا کے طلب گار اپنی تمام تر توانائیاں دُنیاوی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لیے صَرف کرتے ہیں،اِن بے چاروں کی زندگی اِن فانی لذتوں کی تلاش میں گزر جاتی ہے، جب کہ وہ خوش نصیب جنھیں رُوحانی نعمتوں کی معمولی چاشنی عطا ہوتی ہے اُن کی نظر میں دُنیاوی لذتیں بے وُقعت ہو جاتی ہیں، وہ دُنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا کے طلب گار نہیں بنتے، بلکہ اپنی توجہ آخرت پر مرکوز رکھتے ہیں۔

یہ نظامِ قدرت ہے کہ جو بندہ دنیاوی نعمتوں کا خواہش مند ہو اللہ تعالیٰ اُسے اِن نعمتوں میں سے کچھ عطا کر دیتا ہے اور جو رُوحانی نعمتوں کی چاہت رکھے اللہ کریم اُسے اُس کی سوچ سے بھی زیادہ رُوحانی اِنعامات سے نواز دیتا ہے۔ارشادِ ربّانی ہے: کُلًّا نُّمِدُّ ھٰٓؤُلَآءِ وَھٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ ؕ وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا ۔ ”ہم آپ کے ربّ کی عطا سے اُن (دنیا کے طلب گاروں) اور اِن (آخرت کے طلب گاروں)سب کی مدد کرتے ہیں اور تمہارے ربّ کی عطا پر کوئی پابندی نہیں۔“[بنی اسرائیل20:17]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رُوحانی و باطنی اِنعامات عطا ہوتے ہیں اُن میں سے ایک بہت بڑا اِنعام ”وِلایت“ ہے۔ وہ جسے بہت نوازنا چاہے اُسے اپنا ”ولی“ بنالیتا ہے۔ ولایت اِتنا بڑا اِنعام ہے کہ ولی خود تو اللہ کریم کا محبوب و مُقرّب ہوتا ہی ہے، جو اُس کے ساتھ مَحبت کرے اور اُس کے نقشِ قدم پر چلے اللہ تعالیٰ اُسے بھی رُوحانی اِنعامات سے نوازتا ہے۔

اولیاءاللہ جہاں اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں وہیں مخلوقِ خُدا بھی اُن سے پیار کرتی ہے، مسلمان اُن سے نسبت و تعلق کو اپنی نَجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اُن کے اِس اِعزاز کا تذکرہ کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۔ ”بلاشبہ وہ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے عن قریب رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا۔“[مریم96:19]

اُنھیں اپنا محبوب بھی بنالے گا اور اپنے بندوں کے دلوں میں بھی ان کا پیار ڈال دے گا۔

دین سے دُوری کا نتیجہ ہے کہ موجودہ دور میں ایک طرف اولیاء اللہ سے ہمارا تعلق کمزور ہوتا جارہا ہے... اُن کی صحبت میں بیٹھنا، اُن سے تربیت حاصل کرنا، اُن کے نقشِ قدم پر چلنا، اُن کی خدمت کرنا، یہ سب پرانے دور کی باتیں لگنا شروع ہوگئی ہیں۔ دوسری طرف ہم اولیاء اللہ کی پہچان بھی بھولتے جارہے ہیں... ولی کسے کہتے ہیں؟ کوئی مسلمان ولی کیسے بنتا ہے؟ ولی کے اوصاف کیا ہوتے ہیں؟ یہ باتیں معلوم نہ ہونے کا نتیجہ ہے کہ کئی بدعقیدہ، دین سے بے خبر اور بداعمال قسم کے شعبدہ بازوں نے بھی خود کو ولی کہلانا شروع کردیا ہے اور بہت سے جاہل لوگ اُن کی پیروی کرکے دین سے مزید دُور ہوتے جارہے ہیں۔

ماہِ صفر میں کئی اکابر اولیائے کرام علیہم الرحمہ کا وصال ہوا، جس کی مناسبت سے اُن کے اعراس منائے جاتے ہیں۔ چنانچہ آج کے خطبہ میں قرآن وسنت سے راہ نمائی لیتے ہوئے ولایت سے متعلق کچھ باتوں کا ذکر ہوگا۔

ولی کسے کہتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ دنیاوی نعمتیں اپنی تمام مخلوق کو عطا فرماتا ہے... اُس نے مومن وکافر، ہر ایک کی روزی اپنے ذمہ کرم پر لے رکھی ہے، جہاں اُس نے اپنے جلیل القدر نبی سیدنا سُلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وعلیہ الصَّلٰوۃُ والسَّلام کو بے مثال بادشاہی عطا فرمائی وہیں اپنے نافرمان فرعون اور ہامان کو بھی حکومت دی، یہی صورت حال دیگر دُنیاوی نعمتوں کی بھی ہے، مگر ربّ تعالیٰ کی بارگاہ سے اِعزاز وتکریم، قُرب ومحبوبیت اور اُخروی نعمتیں صرف ایمان والوں کو نصیب ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو قُرب اور محبوبیت عطا ہوتی ہے اُس کے کئی درجے ہیں:

1) محبوبیّت کا ایک درجہ وہ ہے جو ہر ایمان والے کو نصیب ہے، کیونکہ حدیثِ مبارک کے مطابق ربّ تعالیٰ ایمان صرف اُسے دیتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے۔[1] رحمتِ خداوندی سے یہ درجہ ہمیں نصیب ہے، اللہ کرے مرتے دم تک سلامت رہے۔

2) قربِ الٰہی کا اِس سے اعلیٰ درجہ وہ ہے جو خاص مومنوں کو عطا کیا جاتا ہے، باقی مسلمانوں کی بہ نسبت یہ زیادہ پیارے ہوتے ہیں اور اِنھیں ملنے والا قرب عام مومنوں کو نصیب نہیں ہوتا۔ نہ جانے یہ درجہ ہمارے مقدر میں ہے یا نہیں!

---

[1] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ، وَإِنَّ اللهَ لَيُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ أَحَبَّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ إِلَّا مَنْ أَحَبَّ، فَمَنْ أَعْطَاهُ الدِّيْنَ فَقَدْ أَحَبَّهُ.» یعنی "جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان تمہارے اموال کو ایک معین مقدار میں تقسیم فرمایا ہے اور تقدیر میں لکھا ہے، ایسے ہی اُس نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق واعمال کو بھی تقسیم فرمایا ہے اور تقدیر میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیاوی رزق اپنے محبوب بندوں کو بھی عطا کرتا ہے اور اُنھیں بھی دیتا ہے جو اُسے پیارے نہیں ہیں، مگر دین اُسے ہی عطا کرتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے، چنانچہ جسے ربّ تعالیٰ نے دین عطا کیا وہ ضرور اُس سے محبت فرماتا ہے۔" (المستدرک علی الصحیحین: 3671)

3) مخلوق میں سب سے زیادہ قرب اور محبوبیّت انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو عطا ہوئی ہے۔[1] خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی تشریف آوری سے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا، اب یہ درجہ نہ تو کسی کو نصیب ہو سکتا ہے اور نہ ہی اِس کی تمنّا کرنا جائز ہے۔

4) سب سے زیادہ محبوبیّت و قرب ربِّ کریم نے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کو عطا فرمایا، اِس درجہ کا قرب اور مرتبۂ محبت نہ پہلے کسی کو نصیب ہوا، نہ بعد میں کسی کو عطا ہو گا۔

جس خوش نصیب مسلمان کو محبوبیت کے اِن چار درجوں میں سے دوسرا درجہ مل جائے.... عام مسلمانوں سے زیادہ قرب عطا ہو، اُسے ولی کہا جاتا ہے۔[2]

پھر جس طرح انبیائے کرام عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے آپس میں درجات مختلف ہیں، اِسی طرح اولیائے عظام کے باہمی درجے بھی بے شمار ہیں اور سب سے اعلیٰ درجے کے ولی صحابۂ کرام علیہم الرضوان ہیں۔

اگر اوصاف کے ذریعے ولی کو پہچاننا چاہیں تو صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے مختلف احادیثِ طیبہ کی روشنی میں یوں پہچان کروائی: اللہ کا ولی وہ ہے جس کا عقیدہ صحیح ہو، فرائض ادا کر کے قربِ الٰہی حاصل کرے، اللہ کی فرماں برداری میں مشغول رہے، اُس کا دل اللہ تعالیٰ کی معرفت سے منوّر ہو، اُس کا دیکھنا، سننا، بولنا اور دیگر تمام کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوں۔ (تفسیر خزائن العرفان، تحت یونس 62:10، ملخصًا)

مسلمان ولی کیسے بنتا ہے؟

اللہ تعالیٰ جسے چاہے، جب چاہے، جو چاہے عطا فرماتا ہے۔ بعض پیارے پیدائشی طور پر ولی ہوتے ہیں، کچھ حضرات کو ربّ تعالیٰ مشقتوں اور آزمائشوں کے بغیر محض اپنے فضل و کرم سے ولایت عطا کر دیتا ہے، البتہ عموماً اچھے اعمال کی برکت سے کرم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کو اپنا ولی بنا لیتا ہے۔[3]

---

[1] ارشادِ ربّانی ہے: اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ۔ [الانعام 124:6]

[2] صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے لکھا: ولایت ایک قربِ خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے۔ (بہارِ شریعت، ج:1، ص:264)

[3] صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ نے لکھا: ولایت وَہبی شے ہے، نہ یہ کہ اَعمالِ شاقّہ سے آدمی خود حاصل کر لے، البتہ غالباً اعمالِ حسنہ اِس عطیۂ الٰہی کے لیے ذریعہ ہوتے ہیں، اور بعضوں کو ابتداءً مل جاتی ہے۔ (بہارِ شریعت، ج:1، ص:264)

حصولِ ولایت کی پہلی صورت....پیدائشی ولایت

مقبولانِ بارگاہ میں سے کئی ایسے ہیں جو پیدا ہوتے ہی ولی ہوتے ہیں۔

والدۂ سیدنا عیسیٰ: سیدنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وعلیہ الصَّلٰوۃُ والسَّلام کی نانی محترمہ حضرت حَنَّہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے منت مانی کہ میرا بیٹا پیدا ہوگا تو مَیں اُسے بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کر دوں گی۔ جب سیدتنا مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی ولادت ہوئی تو اُن کی والدہ پریشان ہو گئیں کہ مَیں اپنی منت کیسے پوری کروں گی۔ ربّ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى...یعنی "اے حنّہ! وہ لڑکا (جس کی آپ کو خواہش تھی) اِس لڑکی جیسا نہیں (جو ہم نے آپ کو عطا کی ہے)۔"[اٰلِ عمران 36:3]

سیدتنا مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا زکریّا عَلٰی نَبِیِّنَا وعلیہ الصَّلٰوۃُ والسَّلام کی پرورش میں تھیں، جب وہ سیدتنا مریم کے کمرے میں آتے تو اُن کے پاس بے موسمی پھل دیکھتے، ایک مرتبہ اُنھوں نے پوچھا: يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا۔ "اے مریم! یہ آپ کے پاس کہاں سے آتا ہے؟" اُنھوں نے کہا: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ "یہ اللہ کی طرف سے آتا ہے، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رِزق عطا فرماتا ہے۔"[اٰلِ عمران 37:3]

قطب الاقطاب: خواجۂ خواجگان معین الدین چشتی اجمیری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے خلیفہ اور حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے مُرشد قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی عمر جب چار سال، چار مہینے اور چار دن ہوئی تو باقاعدہ طور پر تعلیم کا آغاز کرنے کے لیے آپ کی والدہ نے آپ کو خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں بھیجا۔ آپ نے آغاز کروانے کے لیے اُن کی تختی لکھنا چاہی تو غیب سے آواز آئی: معین الدین کچھ لمحے ٹھہریے! حمید الدین ناگوری آتے ہیں، ہمارے قطب کی تختی بھی وہی لکھیں گے اور تعلیم بھی وہی دیں گے۔ اس وقت قاضی حمید الدین رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ بھارتی ریاست راجستھان کے شہر ناگور (Nagaur) میں تھے اور خواجہ غریب نواز رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کرغیزستان کے علاقے اُوش (Osh) میں تھے۔ اُدھر ناگور میں قاضی حمید الدین رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو غیب سے آواز آئی: حمید الدین! اُوش جاکر ہمارے قطب کی تختی لکھیے اور اُسے تعلیم دیجیے! آپ نے آنکھیں بند کیں اور پلک جھپکنے میں اُوش پہنچ گئے۔ خواجہ غریب نواز نے قاضی حمید الدین کو دیکھا تو اُن کی تعظیم و تکریم کی اور تختی اُن کے ہاتھ میں تھما دی۔ قاضی صاحب نے خواجہ قطب الدین سے پوچھا: کیا لکھوں؟ اُنھوں نے کہا: لکھیے سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا! قاضی صاحب نے فرمایا: یہ پندرھواں پارہ ہے، اِس سے پہلے پارے آپ نے کیسے پڑھے ہیں؟ خواجہ قطب الدین کہنے لگے: مَادرِ مَنْ پانزدہ سیپارہ یاد دارد، مَرا دَرْ شِکْمِ مَادَرْ نظر بَر دِلِ مَادَرْ اُفْتاد، ازاں جا یَادْ گَرِفْتَمْ بَتَعْلِیْمِ خُدائے تعالیٰ۔ یعنی میری والدہ کو پندرہ پارے یاد تھے، جب میں والدہ کے پیٹ میں تھا تو میری نظر والدہ کے دل پر پڑی، اللہ پاک نے کرم فرمایا، مَیں نے

وہاں سے یاد کر لیے۔ قاضی صاحب نے سورۂ بنی اسرائیل لکھ دی اور چار دن میں خواجہ قطب الدین کو پورا قرآنِ مجید پڑھا دیا۔ پھر فرمایا: بابا قطب الدین! خُدائے تعالٰی تُرا ہمہ عِلم در طُفُولیّت بَخشیدہ است؛ کہ از دوستانِ خُدائی۔ قطب الدین! اللہ پاک نے آپ کو تمام علم بچپن میں ہی عطا فرما دیا ہے؛ کیونکہ آپ اللہ کے ولی ہیں۔

(سبع سنابل، از سید السادات میر عبد الواحد بلگرامی، سنبلہ ہفتم، ص:228، مکتبہ نوریہ رضویہ، ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص:481)

حصولِ ولایت کی دوسری صورت... وہبی ولایت

بہت مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان پیدائشی طور پر تو ولی نہیں ہوتا، البتہ بعد میں اللہ تعالیٰ کسی بات پر راضی ہو کر زیادہ محنت ومشقت اور کثیر اعمالِ صالحہ کے بغیر ہی محض اپنی رحمت سے محبوبیت وولایت عطا فرما دیتا ہے۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ کے کسی پیارے کی نگاہ سے بھی یہ کرم ہو جاتا ہے۔

فرعونی جادوگر: فرعون نے سیدنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وعلیہ الصَّلٰوۃُ والسَّلام کے معجزات دیکھے تو معاذ اللہ اُنھیں جادو قرار دیا اور کہا: مَیں آپ کے ساتھ مقابلہ کے لیے پوری دنیا سے جادوگر جمع کروں گا۔ چنانچہ اُس نے بے شمار جادوگر جمع کیے، جادوگروں نے سیدنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وعلیہ الصَّلٰوۃُ والسَّلام کے ساتھ ادب سے بات کی۔ اِس ادب کا صلہ یہ ملا کہ جب آپ نے معجزہ دکھایا تو تمام جادوگروں کو ایمان کی توفیق نصیب ہو گئی۔ ارشادِ ربّانی ہے: وَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ۝ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ۔ "اور جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے (اُنھوں نے معجزہ سے متأثر ہو کر یوں بے اختیار سجدہ کیا جیسے پکڑ کر اُن کی پیشانیاں زمین پر لگا دی گئی ہوں) اُنھوں نے کہا: ہم تمام جہانوں کے ربّ پر ایمان لائے، جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔"[الاعراف 7:120-122]

اِس کے بعد فرعون نے اُنھیں اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں دیں، مگر وہ مکمل استقامت کے ساتھ ایمان پر ثابت قدم رہے۔ مفسرین نے لکھا: أَنَّهُمْ لَمْ يَرْفَعُوْا رُؤُوْسَهُمْ حَتّٰى رَأَوُا الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَقِيْلَ: إِنَّهُمْ لَمَّا سَجَدُوْا أَرَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ سُجُوْدِهِمْ مَنَازِلَهُمُ الَّتِيْ يَصِيْرُوْنَ إِلَيْهَا فِي الْجَنَّةِ۔ اُنھوں نے سجدہ میں سر رکھا تو سر اُٹھانے سے پہلے جنت کا دیدار بھی کیا اور جہنم کو بھی دیکھا، ایک قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے زندگی کے اِس پہلے سجدے میں ہی اُنھیں وہ مقام بھی دکھا دیا جو (قیامت کے بعد) اُنھیں جنت میں ملے گا۔ (تفسیر خازن، تفسیر نیشاپوری، تفسیر کبیر، تحت طٰہٰ 20:70)

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے لکھا: معلوم ہوا کہ صحبت موسیٰ (علیہ السلام) نے اُن پُرانے کافروں کو ایک دن میں ایمان، صحابیت، شہادت، تمام مدارج طے کرا دیے، صحبت کا فیض سب سے زیادہ ہے۔ (نور العرفان، تحت الاعراف 7:126)

مقبول الدعا بچہ: صحیح مسلم اور دیگر کتبِ احادیث میں گزشتہ اُمتوں کے ایک بچے کا تفصیلی ذکر ہے، جسے ایک راہب کے پاس حاضری کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی ولایت عطا فرمادی تھی۔ بچہ اتنا مقبول الدعا تھا کہ وہ ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو بھی عرض کرتا اللہ تعالیٰ کرم فرما دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ.» یعنی ”وہ بچہ (اللہ کے کرم سے) پیدائشی اندھے اور برص (جلدی بیماری، جس میں جسم پر سفید داغ بن جاتے ہیں) والے کو ٹھیک کر دیتا تھا اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کر دیتا تھا۔“ (صحیح مسلم، حدیث: 3005۔ مزید دیکھیے تفاسیر سورۂ بروج 4:85)

حصولِ ولایت کی تیسری صورت... کسب کی برکت سے ولایت

عمومی طور پر ایسا ہوتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ کے احکام پر عمل کرتا رہتا ہے، سنت پر چلتے ہوئے خود کو سنوارنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، پھر بندے کے اعمالِ صالحہ سے خوش ہو کر ربّ تعالیٰ اپنی رحمت سے اُسے اپنا ولی بنالیتا ہے۔

کن اعمال کی برکت سے ولایت ملتی ہے؟ پیدائشی اور وَہبی ولایت محض ربّ تعالیٰ کی عطا ہے، ہم وہبی ولایت کے لیے دُعا تو کر سکتے ہیں، مگر اُسے حاصل کرنے میں ہمارا کوئی عمل دخل نہیں، ہمیں جس درجہ کے لیے کوشش کرنی ہے وہ اعمالِ صالحہ کی برکت سے عطا ہونے والی ولایت ہے۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ وہ کون سے اعمال ہیں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ کرم فرماتا ہے اور مسلمان کو اپنا ولی بنالیتا ہے؟ اِس کا جواب قرآنِ مجید میں موجود ہے۔ ربّ تعالیٰ نے اپنے اولیا کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔ ”سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے، وہ جو ایمان لائے اور متّقی رہے، اُن کے لیے دُنیا کی زندگی میں (بھی) خوش خبری ہے اور آخرت میں (بھی)، اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، یہی بڑی کامیابی ہے۔“ [یونس 10:62-64]

اِس آیتِ کریمہ میں راہ نمائی فرمائی گئی ہے کہ اللہ کے ولی وہ ہوتے ہیں جن کے عقائد صحیح ہوں اور اُنھیں تقویٰ نصیب ہو۔

صحتِ عقیدہ: آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ جسے ایمان نصیب نہیں وہ اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا، اِسی طرح جو بدمذہب و گمراہ ہو، وہ بھی ولایت کے درجے پر فائز نہیں ہو سکتا۔ یہ بات پلّے باندھنے کی ضرورت ہے کہ صاحب زادہ یا سجادہ نشین یا عالم و خطیب ہونا ولایت کی نشانی نہیں، قرآنِ مجید کے مطابق عقیدہ صحیح ہونا ولایت کی پہلی شرط اور اُس کی سب سے اہم نشانی ہے۔

نبیِ کریم ﷺ نے مختلف احادیثِ مبارکہ میں یہ تربیت فرمائی کہ میری اُمّت کی اکثریت عقائد کے حوالے سے ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، تم فرقہ پرستی سے بچنا اور اکثریت (اہلِ سنت و جماعت) کے نظریات اختیار کرنا۔ کسی حدیث میں فرمایا: ”جماعت“ کو اختیار

کرنا۔ کسی میں فرمایا: ''سوادِ اعظم'' کی پیروی کرنا۔ کسی میں فرمایا: ''میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا''۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی طویل حدیث پاک میں یہ کلمات بھی ہیں: عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ .... مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ... یعنی ''تم پر لازم ہے کہ مسلمانوں کی جماعت (اکثریت، سوادِ اعظم) کے نظریات پر قائم رہو اور اُن کی پیروی کرو، فرقوں (اکثریت کے نظریات چھوڑنے والے گمراہوں) سے بچو.... جو جنت کے وسط میں (اعلیٰ) محل کی خواہش رکھتا ہو وہ جماعت (سوادِ اعظم) کی پیروی کرے۔'' (جامع ترمذی، حدیث:2165)

دولتِ تقویٰ: پرہیز گاری اور تقویٰ کے مختلف درجات ہیں،[1] ابتدائی درجے کچھ اِس طرح ہیں:

1) صحتِ عقیدہ کے بعد تقویٰ کا سب سے پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ فرائض وواجبات کا پابند ہو اور حرام ومکروہِ تحریمی کاموں سے مکمل طور پر بچے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیثِ قدسی میں خالقِ کائنات جلّ جلالہ کا یہ ارشادِ مبارک بھی ہے: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ... یعنی ''جس نے میرے ولی سے دشمنی کی مَیں اُس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں (اُسے سخت سزا دوں گا) میرا بندہ جن اعمال کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے، اُن میں مجھے سب سے زیادہ پسندہ وہ اعمال ہیں جو میں نے اُس پر فرض کیے ہیں۔''[2] (صحیح بخاری، حدیث:6502)

میرے بندے کا فرض ادا کرنا اور حرام سے بچنا مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔

جس شخص کو فرائض کی پابندی نصیب نہ ہو اُسے ولی سمجھنا اِس آیتِ کریمہ کے خلاف ہے۔

2) تقویٰ کا اگلا درجہ یہ ہے کہ بندہ فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ سنت پر عمل کرے اور حتّی الامکان سنت کی خلاف ورزی سے بچے۔ پروردۂ آغوشِ نبوت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنی ایک پیاری سنت سکھانے کے بعد فرمایا: يَا بُنَيَّ! وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِي، وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ۔ ''پیارے بیٹے! یہ میری سنت ہے، جس نے میری سنت (شریعت) کو زندہ کیا (خود بھی اُس پر عمل کیا، دوسروں کو بھی اُس کی تعلیم دی اور اُس پر عمل کی دعوت

---

[1] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا: تقویٰ سات قسم کا ہے: (۱) کفر سے بچنا، یہ بفضلہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حاصل ہے (۲) بدمذہبی سے بچنا، یہ ہر سنی کو نصیب ہے (۳) ہر کبیرہ سے بچنا (۴) صغائر سے بھی بچنا (۵) شبہات سے احتراز (۶) شہوات سے بچنا (۷) غیر کی طرف التفات سے بچنا، یہ اخص الخواص کا منصب ہے اور قرآنِ عظیم ساتوں مرتبوں کا ہادی ہے۔ (خزائن العرفان، تحت البقرۃ 2:2)

[2] اِس حدیث پاک کی تشریح میں شیخ عبد الحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمہ نے لکھا: إِنَّ فَائِدَةَ النَّوَافِلِ فِي الْحَقِيقَةِ تَكْمِيلُ الْفَرَائِضِ وَتَتْمِيمُ مَا وَقَعَ فِيهَا مِنَ النُّقْصَانِ، فَيَكُونُ الْقُرْبُ الْحَاصِلُ بِأَدَاءِ النَّوَافِلِ بَعْدَ أَدَاءِ الْفَرَائِضِ وَتَكْمِيلِهَا بِهَا أَتَمَّ وَأَكْمَلَ بِاجْتِمَاعِ الْقُرْبَيْنِ...... (لمعات التنقیح، باب ذکر اللہ عزوجل، الفصل الاول، زیر حدیث:2266) یعنی نوافل فرائض کو مکمل کرنے کے لیے ہوتے ہیں؛ تاکہ فرائض میں جو کوتاہی رہ گئی وہ نوافل سے مکمل ہو جائے۔ جب فرائض بجالانے کے بعد نوافل ادا کیے جائیں تو اُن کے ذریعے حاصل ہونے والا قُرب کامل تر ہو گا۔

دے کر اُسے رواج دیا[1]) ضرور اُسے میری (سچی اور کامل) محبت نصیب ہوئی، اور جسے میرا پیار نصیب ہو گیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔"(جامع ترمذی، حدیث:2678)

اِس حدیثِ مبارک کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ سچا عاشقِ رسول اور حقیقی ولی وہ ہے جو سنتِ رسول ﷺ کا پابند ہو۔ بزرگانِ دین ہمیشہ اپنے مُریدوں کو یہی تربیت دیتے تھے۔

3) تقویٰ کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ بندہ مستحبات کو بھی پورا کرے، یعنی جن کاموں کو شریعت نے لازم نہیں کیا، البتہ اُن کا شوق دلایا ہے، اُنھیں بھی اختیار کرے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیثِ قدسی میں خالقِ کائنات جلّ جلالہ کا یہ ارشادِ مبارک بھی ہے: وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ... "میرا بندہ نوافل کے ذریعے مسلسل میرا قُرب حاصل کرتا رہتا ہے، حتّٰی کہ مَیں اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔"(صحیح بخاری، حدیث:6502)

اولیاء اللہ کا ایک پسندیدہ وصف

بزرگانِ دین جن اعمال کی برکت سے مسلسل ترقی پاتے ہیں اُن میں سے ایک حسین عمل مخلوقِ خدا کی خدمت ہے۔

بھوکوں کو کھانا کھلانا، پریشان حالوں کی پریشانی دُور کرنا، مصیبت زدہ لوگوں کے کام آنا... اولیاء اللہ کے محبوب اعمال ہیں۔

محبوبِ الٰہی کا لنگر خانہ: بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے پیارے خلیفہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین سید محمد محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ خود تو (ایّامِ ممنوعہ کے علاوہ) روزانہ روزہ رکھتے تھے، مگر آستانِ ذیشان میں مخلوقِ خدا کے لیے مختلف کھانے تیار کیے جاتے۔ بے شمار امیر و غریب، شہری و پردیسی اور عوام و خواص ایک ہی جگہ بیٹھ کر کھانا کھاتے، اپنے ساتھ بھی کھانا لے جانے کی اجازت ہوتی، لنگر شریف کی تیاری اور تقسیم میں تمام شرعی آداب کا لحاظ کیا جاتا۔

تاج دارِ گولڑہ شریف رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد، شمس العارفین، حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے: شیخ المشائخ، خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے آستانِ ذیشان پر روزانہ بے شمار لوگ لنگر کھاتے تھے۔ لنگر شریف کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ روزانہ گیارہ اُونٹوں کے بوجھ کے برابر نمک، مرچ وغیرہ مصالحہ جات استعمال ہوتے تھے۔

بادشاہ کے درباریوں نے اُسے خواجہ صاحب کے خلاف اُکسانے کے لیے کہا: خواجہ نظام الدین کے درویش بازار سے تمام چیزیں خرید لیتے ہیں اور دوسرے شہریوں کے لیے کچھ نہیں چھوڑتے۔ بادشاہ نے کہا: شہر میں اعلان کرادو کہ کل سے کوئی شخص خواجہ صاحب

---

[1] ایسے مواقع پر "سنت" سے شریعت مراد ہوتی ہے۔ شیخ محقق نے ایک حدیث پاک کی شرح میں لکھا: (من أحيا سنة) أي: أقامها وروّجها وأيّدها وقوّاها. والمراد بالسنة: الطريقة المسلوكة في الدين وشرائع الإسلام ولو كانت فرضًا وواجبًا... (لمعات التنقیح)

کے درویشوں کو کوئی چیز نہ بیچے۔ خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ بات عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: بَفُلاں طرف شہریست نظام آباد، در آں جا رفتہ، ہر چیز موافقِ مرضیِ خود بیارید۔ فلاں جانب ایک شہر ہے، اُس کا نام نظام آباد ہے، وہاں جا کر اپنی مرضی کے مطابق ہر چیز لے آیا کرو۔ خدام نے عرض کی: اس طرف تو کوئی شہر نہیں، ویرانہ ہے۔ فرمایا: تم چلے جانا۔

حکم کے مطابق جب خدام اُس طرف گئے تو وہاں ایک عظیم شہر آباد پایا، کچھ عرصہ تک وہاں سے ضرورت کا تمام سامان لاتے رہے۔ جب بادشاہ کو بتایا گیا تو وہ شرمندہ ہو کر کہنے لگا: یہ خدائی لنگر ہے، جسے کوئی بھی بند نہیں کر سکتا۔

(مرآۃ العاشقین فارسی، مرآۃ سی و ہشتم (مجلس:38)، ص:207، مطبع مصطفائی، لاہور)

تربیت: اِس وقت اہلِ پاکستان بہت مشکل حالات میں ہیں، بالخصوص ہمارے سیلاب سے متأثر بھائیوں کی صورتِ حال نہایت پریشان کُن ہے۔ ایسے میں اولیاء اللہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پریشان حالوں کی مدد کرنا یقیناً اللہ تعالیٰ کی رِضا حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اگر ہم مسلمانوں کی خدمت نہیں کر سکتے تو کم از کم اُنھیں لوٹنے سے گریز کریں، سرکاری عہدے داروں سے لے کر عام مسلمانوں تک سب کو یاد رکھنا چاہیے کہ حالات سے مجبور لوگوں کی بے بسی سے فائدہ اُٹھانا نہ صرف انسانیت اور اخلاق کے خلاف ہے، بلکہ ربّ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

حرفِ آخر

اللہ تعالیٰ جسے چاہے، جب چاہے، جو چاہے عطا فرماتا ہے۔ دُنیا کا طلب گار بننا عقل مندی نہیں؛ یہ تو سب کو مل جاتی ہے، دانائی یہ ہے کہ انسان اُن نعمتوں کے لیے کوشش کرے جو صرف پیاروں کو عطا ہوتی ہیں۔ ولایت بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا اِنعام ہے، چاہے محض فضل و کرم سے نصیب ہو یا نیک اعمال کی برکت سے عنایت ہو جائے۔

دورِ حاضر میں جہاں ہمیں اولیاء اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے کی ضرورت ہے وہیں یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ ولی کون ہوتا ہے اور اولیاء اللہ کے اوصاف کیا ہوتے ہیں؟ قرآن و سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعقیدہ شخص اور شریعت کی مخالفت کرنے والا ولی نہیں ہو سکتا۔ اِسی لیے علما نے لکھا: کسی پیر کی بیعت کرنے سے پہلے اُس میں چار باتوں کا لحاظ کرنا فرض ہے:

- صحیح العقیدہ سُنّی ہو۔
- اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔
- فاسق معلن نہ ہو۔ یعنی علانیہ گناہ نہ کرتا ہو۔
- اُس کا سلسلہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک متصل، یعنی ملا ہوا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:21، ص:603)

۱۹ صفر المظفرّ ۱۴۴۴ھ / 16 ستمبر، 2022ء

کشف المحجوب
اور
فکر و عمل کی اِصلاح

مشمولات

- فتنوں کی کثرت اور اتباعِ اسلاف کی اہمیت
- سوانحی خاکہ
- ترتیبِ افضلیت
- شریعت کی پابندی
- خود پسندی سے اجتناب
- عرسِ مبارک
- ٹرانس جینڈر ایکٹ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ o اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔

تاریخِ انسانیت کا سب سے سنہرا دَور وہ تھا جب رحمتِ عالم ﷺ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی نگاہوں کے سامنے اُن میں موجود تھے۔ اُس وقت رسول اللہ ﷺ کی جلوہ گری سے روحانی فیوض وبرکات بھی ہر زمانے سے بڑھ کر تھے، تربیتِ نبوی کی برکت سے اخلاقی اقدار بھی بلند ترین درجہ پر تھیں، قرآن وسنت پر عمل کا انداز بھی ہر زمانے سے نرالا تھا اور ربّ تعالیٰ کی بارگاہ سے ملنے والا اجر بھی سب سے زیادہ تھا۔ وصالِ نبوی کے بعد صحابۂ کرام اور تابعین علیہم الرضوان کے دور میں دورِ نبوی کی جھلک باقی رہی، پھر رفتہ رفتہ لوگ دین سے دُور ہوتے گئے، مختلف فتنے پیدا ہونے لگے، مفاد پرستوں نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ خرابیاں بڑھتی رہیں، اب بھی روز بروز بڑھ رہی ہیں اور آنے والے ادوار میں مزید بڑھنے کا خدشہ ہے۔

سیدنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا: «يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ،[1] يَأْتُوْنَكُمْ مِّنَ الْأَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ،[2] فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ، لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ۔» یعنی ”قیامت کے قریب کئی بڑے دھوکے باز بڑے جھوٹے آئیں گے (علماء ومشائخ کا رُوپ اختیار کریں گے، مگر حقیقت میں دین کے ترجمان نہیں ہوں گے)، وہ تمہارے سامنے ایسی باتیں پیش کریں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے سُنی ہی نہیں ہوں گی (غلط عقیدے، باطل احکام، گھڑی ہوئی حدیثیں اور جھوٹی باتیں پھیلائیں گے)، اُن سے بچنا، اُن سے بچنا، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔“ (صحیح مسلم، حدیث:7)

اِس حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے جس صورتِ حال کا تذکرہ کیا وہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، کہیں کوئی انجینئر دین کی من مانی تشریحات کر رہا ہے تو کہیں کوئی ڈاکٹر اپنی نت نئی تحقیقات پیش کر رہا ہے، ایک طرف سیاسی لیڈر اپنی بے ہودہ سیاست چمکانے کے لیے مذہبی استعارات کا سہارا لیتے ہیں تو دوسری طرف بدعقیدہ لوگ قرآن وسنت کے نام پر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، بلکہ بہت سے سجادہ نشین اپنے ہی بزرگوں کی تعلیمات کے برعکس گمراہی پھیلا رہے ہیں۔

---

[1] يَعْنِي: سَيَكُوْنُ جَمَاعَةٌ يَقُوْلُوْنَ لِلنَّاسِ: نَحْنُ عُلَمَاءُ وَمَشَايِخُ نَدْعُوْكُمْ إِلَى الدِّيْنِ۔ (مرقاۃ المفاتیح، تحت حدیث:154)

[2] أَيْ: يَتَحَدَّثُوْنَ بِالْأَحَادِيْثِ الْكَاذِبَةِ وَيَبْتَدِعُوْنَ أَحْكَامًا بَاطِلَةً وَاعْتِقَادَاتٍ فَاسِدَةً۔ (أيضا)

ایسے میں دین وایمان بچانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلیں، اُنھوں نے دین کی جو تشریح کی ہے صرف اُسے ہی تسلیم کریں اور اُنھوں نے جو مسلک اختیار کیا تھا ہم بھی اُسی کو اختیار کریں؛ کیونکہ بزرگانِ دین / اولیاء اللہ وہ عظیم لوگ ہیں جن کے بارے میں شیطان نے کہا تھا: فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ o إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ۔ یعنی "اے اللہ! مجھے تیری عزت کی قسم مَیں ضرور اُن سب کو گمراہ کردوں گا، سوائے تیرے اُن بندوں کے جنہیں تُونے چُن لیا ہے۔"[ص38:82،83]

اللہ تعالیٰ کے منتخب اور محبوب بندوں میں ایک نمایاں نام فیضِ عالم حضرت داتا گنج بخش علی ہُجویری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔
اِس وقت لاہور میں آپ کا979واں عرسِ مبارک جاری ہے۔

برصغیر میں اسلام کی شمع آپ نے روشن کی۔ آپ نے جہاں اپنی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں بے شمار سینوں کو نورِ اسلام سے منوّر کیا، وہیں وصالِ مبارک کے بعد بھی ایک جہان کو فیض عطا کیا اور آج بھی عطا کر رہے ہیں۔

خواجۂ خواجگاں معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بجا طور پر فرمایا:

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہ نما

ظاہر ہے کہ جب فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ برصغیر میں تشریف لائے تب موجودہ دور کے فرقے تھے ہی نہیں، چنانچہ آپ کی تعلیمات خالص اسلامی تعلیمات ہیں۔ آپ کی کتاب کَشْفُ الْمَحْجُوْب علم ودانش کا بہت بڑا خزانہ ہے جس سے ہر دور میں اُمّت استفادہ کرتی رہی ہے اور یہ موجودہ دور میں بھی بہترین راہ نمائی کرتی ہے۔

سوانحی خاکہ

قُدوۃ السالکین، زُبدۃ العارفین فیضِ عالَم ابو الحسن علی بن عثمان جُلَّابی ہُجویری[1] المعروف سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت تقریباً400ھ / 1009ء کو مشرقی افغانستان کے شہر غزنی میں ہوئی۔

آپ نَجِیْبُ الطَّرَفَیْن سَیّد ہیں، والد ماجد حضرت عثمان رحمۃ اللہ علیہ حَسَنی سادات سے ہیں، وہ اپنے وقت کے جیّد عالم اور عابد و زاہد تھے[2] اور والدہ ماجدہ حُسَیْنی سادات سے ہیں، آپ بھی عابِدہ وزاہِدہ خاتون تھیں۔

---

[1] آپ کے خاندان نے غزنی کے دومَحلّوں جُلّاب و ہجویر میں رہائش اِختیار فرمائی۔(سفینۃ الاولیاء)

[2] شاہانِ غَزنیہ کے زمانے میں دنیا بھر سے اہلِ علم غزنی میں جمع ہوگئے تھے، جس کی وجہ حضرت عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے یہیں رہائش اختیار فرمائی۔

فیضِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن سے علمِ دین حاصل کرنے کا شوق تھا، چنانچہ مختلف اکابر سے علمِ دین حاصل کیا، پھر شیخِ طریقت حضرت خواجہ ابو الفضل محمد بن حسن خُتّلی [1] علیہ الرحمہ (م:420ھ) کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور اُنہی کے حکم پر لاہور تشریف لائے اور دینِ اسلام کی یوں تبلیغ کی کہ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

خاکِ پنجاب از دمِ اُو زندہ گشت
صبحِ ما از مہرِ اُو تابندہ گشت

اکثر تذکرہ نگاروں کے نزدیک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصالِ مبارک ۲۰ صفر المظفر، ۴۶۵ھ / 1072ء کو ہوا۔

ترتیبِ افضلیت

اہلِ حق کا ہمیشہ سے اِس بات پر اتفاق اور اجماع رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بار گاہ میں سب سے زیادہ عزت، سب سے اُونچا مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ آپ پر راضی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیگر انبیائے کرام علٰی نَبِیِّنَا وعلیہم الصّلٰوۃُ والسّلام کی فضیلت سب سے زیادہ ہے، پھر مقرب فرشتے سب سے زیادہ معزز ہیں، اُن کے بعد بار گاہِ الٰہی میں سب سے بڑا رُتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین علیہم الرضوان کو ترتیبِ خلافت کے مطابق حاصل ہے۔ یعنی انبیائے کرام علیہم الصّلٰوۃُ والسّلام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے زیادہ عزت، سب سے اُونچا مقام سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ آپ پر راضی ہے، پھر سیدنا عمر فاروق، پھر سیدنا عثمان غنی، پھر سیدنا علی مرتضٰی شیرِ خدا، پھر عَشَرَہ مُبَشَّرہ کے بقیہ صحابہٴ کرام، حضراتِ حسنَین کریمَین، اہلِ بدر، اہلِ اُحد اور اہلِ بیعتِ رِضوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے۔

نیز اہلِ حق کا اِس بات پر بھی اتفاق ہے کہ تمام صحابہٴ کرام اور اہلِ بیتِ عظام رضی اللہ عنہم کا ذکر ہمیشہ اچھے الفاظ میں کیا جائے گا اور اُن میں سے کسی پر بھی اعتراض کرنا سخت گناہ ہے۔

(دیکھیے رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والاٰل والاصحاب، فتاویٰ رضویہ، ج:29، ص:339 تا 390، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ)

فیضِ عالم داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے یہی عقائد کشف المحجوب میں ذکر فرمائے ہیں۔ موجودہ دور میں بعض لوگ فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کا دم بھرتے ہیں، خود کو سُنّی کہلاتے ہیں، مگر یہ عقائد تسلیم نہیں کرتے:

- بعض سیدنا علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وجہہٗ کو سب سے افضل کہتے ہیں۔

---

[1] خُتَّل کی طرف نسبت سے خُتّلی ہیں۔ (معجم البلدان، باب الخاء والتاء ومایلیھما، 2/346) "خُتّل" یا "ختلان" تاجکستان کے ایک علاقہ کا نام ہے۔

- کچھ تقسیم کرتے ہیں کہ ظاہری خلیفۂ اوّل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، جب کہ روحانی خلیفۂ اوّل سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔
- بعض بدزبان سیدنا امیر معاویہ یا دیگر صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں زبان درازی کرتے ہیں۔

چنانچہ سادہ لوح کم علم مسلمان اِن لوگوں کی باتوں میں آکر اپنا عقیدہ خراب کر بیٹھتے ہیں۔

حضور فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب کے ساتویں باب میں اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تذکرہ فرمایا ہے اور باب کا آغاز سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکرِ خیر سے کیا ہے۔ ذکرِ صدیقی کی ابتدا میں جو الفاظ ذکر فرمائے اُن سے اہلِ سنت کا عقیدہ واضح ہو جاتا ہے۔

فرمایا: شیخ الاسلام و بعدِ انبیاء خیر الانام، خلیفۂ پیغمبر و امام و سیدِ اہل تجرید، و شہنشاہِ اربابِ تفرید و از آفاتِ نفسانی بعید، ابوبکر عبداللّٰہ بن عثمان الصدیق رضی اللّٰہ عنہما. "شیخ الاسلام، افضل البشر بعد الانبیا، (ظاہر وباطن میں[1]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ، دُنیا سے بے رغبتی رکھنے والوں کے امام وسردار اور خلوتِ خاص پانے والوں کے شہنشاہ[2] اور نفسانی خواہشات سے دُور، امیر المؤمنین ابو بکر عبد اللہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

پھر ترتیب کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر خلفائے ذیشان علیہم الرضوان کا تذکرہ فرمایا اور ہر ایک کے ذکرِ خیر کا آغاز اُن کے شایانِ شان حسین القابات سے کیا۔

آٹھویں باب میں ایک جگہ یزید کا تذکرہ آیا تو فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

یزید بن معاویہ عَلَیْہِ مَا یَسْتَحِقُّ، أَخْزَاهُ اللهُ دُوْنَ أَبِيْهِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ یزید پر وہ نازل کرے جس کا وہ مستحق ہے، اللہ تعالیٰ یزید کو ذلیل کرے اور اُس کے والد سیدنا امیر معاویہ کو عزت دے۔[3]

دُنیا جانتی اور مانتی ہے کہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ علما کے سر کا تاج ہیں، مشائخ کے راہ نما ہیں اور سادات کا فخر ہیں، جو شخص اُن کے ذکر کیے ہوئے عقائد سے منہ پھیرتا ہے وہ عالم یا پیر کہلانے کا حق نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ سادات کا ترجمان ہو سکتا ہے۔

---

[1] فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کی تقسیم نہیں کی، نیز سب سے پہلے اُن کا ذکر کیا۔ یہ اِس بات پر واضح دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ ظاہر و باطن میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ ہیں۔

[2] درج بالا فارسی الفاظ کا یہ ترجمہ مولانا مفتی سید غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ کے ترجمہ سے ماخوذ ہے۔

[3] دون أبیه فرما کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے "خِزْی" (ذلت) کی نفی اِسی لیے فرمائی کہ اُن کا اِعزاز مقصود ہے۔

شریعت کی پابندی

قرآن وسنت کے احکام کو "شریعت" کہا جاتا ہے۔ پھر جن احکام کا تعلق ظاہری اعمال سے ہے اُن کا ذکر "علمِ فقہ" میں ہوتا ہے، جبکہ دل کو پاک صاف کرنے کے جو طریقے ہیں اُنھیں "تصوُّف" کہا جاتا ہے۔اِسی کو "علم الاخلاق"، "طریقت" اور "سلوک" وغیرہ ناموں سے بھی ذکر کیا جاتا ہے۔[1]

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ شریعت وطریقت الگ الگ چیزیں ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ابتدائی مراحل میں شریعت کی پابندی ضروری ہوتی ہے، جب انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب مل جائے تو اُس پر شریعت کی پابندی لازم نہیں رہتی۔ جاہل لوگ صدیوں سے اِس غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور ہر دور کے علما اور صوفیا اِن کا رد کرتے رہے ہیں۔

شریعت کے حوالے سے قرآنِ کریم فرماتا ہے: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ "(اے محبوب! فرما دیجیے:) یہ (شریعت) میرا سیدھا راستہ ہے تو اِس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو، ورنہ وہ راستے تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے۔ اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے؛ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔" [الانعام6:153]

فیضِ عالم حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بے دین ملعونوں کا ایک گروہ صوفیا کے طریقے سے تعلق رکھ کر کہتا ہے: خِدْمَتْ چَنداں بایَدْ کہ بندہ وَلی شُوَدْ، وَچُوں ولی شُدْ خِدْمَتْ بَرْ خاسْت. بندے کو اتنی خدمتِ حق تعالیٰ کرنی چاہیے کہ وہ ولی ہو جائے، جب ولی ہو جائے گا تو شریعت کی پابندی ختم ہو جائے گی۔ داتا صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وَایِں ضَلالَت است پیدا، وَہیچ مقام نیست اَنْدَرْ راہِ حَقّ کہ ہیچ رُکْن اَزْ اَرْکانِ خِدْمت بَرْ خیزَدْ. یہ واضح گمراہی ہے، راہِ حق میں کوئی ایسا مقام نہیں کہ کوئی بندہ ارکانِ شریعت میں سے کسی رکن سے آزاد ہو جائے۔

(کشف المحجوب فارسی، الباب الرابع عشر، قبیل الکلام فی اِثبات الکرامات، ص:271، سنگِ میل پبلی کیشنز)

سیدِ ہجویر علیہ الرحمہ کی اِس عبارت سے سبق ملتا ہے کہ نہ تو انسان خود شریعت پر عمل کرنے میں کبھی کوتاہی کرے اور نہ ہی کسی ایسے شخص کو اپنا راہ نما و مُرشِد بنائے جسے شریعت کی پرواہ نہیں۔

---

[1] مزید معلومات کے لیے ملاحظہ کیجیے رسالہ مَقَالُ الْعُرَفَاءِ بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاء۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:21) اِس رسالے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس اولیاءِ کرام علیہم الرحمہ کے اسّی (۸۰) ارشادات مبارکہ شریعت کی اہمیت اور علماءِ دین کے اِعزاز و تکریم سے متعلق نقل فرمائے ہیں۔

خود پسندی سے اجتناب

ہمارے دور کا ایک بہت بڑا فتنہ "خود پسندی" بھی ہے۔ خود پسندی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی کسی خوبی کو اپنا کمال سمجھے اور اِس بات سے بے خوف ہو جائے کہ یہ خوبی عطا کرنے والا ربّ جلّ جلالہٗ اِسے واپس بھی لے سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال، علم، حُسن، اقتدار وغیرہ... کوئی بھی نعمت دی، یہ شخص اِسے اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھنے کے بجائے اِس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ یہ میرا اپنا کارنامہ ہے اور میری یہ خوبی ہمیشہ میرے پاس رہے گی۔

اِس وقت اکثر عوام اور حکمران اِس بیماری میں مبتلا ہیں، سیاسی جماعتوں کے کئی لیڈر تو اتنے خود پسند ہیں کہ اپنی ذات کو حق کا معیار سمجھتے ہیں اور خالص دینی اصطلاحات کو اپنی بے ہودہ سیاست کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

خودپسندی کی آفت اور اُس کے اسباب: فیضِ عالم داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: ہیچ آفت و حجاب نیست اندر ایں طریق صعب تر از آں کہ کسے بہ خود مُعجب شود. راہِ خدا میں سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ کوئی شخص خود پسندی میں مبتلا ہو جائے۔ پھر فرمایا: خود پسندی دو چیزوں سے پیدا ہوتی ہے:

1) مخلوق میں عزت و وجاہت ملے اور وہ تعریف کرے، یوں کہ بندے کا کردار مخلوق کو پسند آئے، لوگ اُس کی تعریف کریں اور بندہ خود پسندی میں مبتلا ہو جائے۔

2) کوئی شخص خود ہی اپنے کردار کو اچھا سمجھنے لگے اور خود کو اُس کا اہل سمجھ کر خود پسندی میں مبتلا ہو جائے۔[1]

(کشف المحجوب فارسی، الباب السادس فی الملامۃ، ص:76، سنگِ میل پبلی کیشنز)

سیدنا ذوالنورین کا عمل: فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ایک دن اپنے کھجوروں کے باغ سے تشریف لا رہے تھے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنے سر پر رکھا ہوا تھا، حالانکہ اُس وقت آپ 400 غلاموں کے مالک تھے، لوگوں نے عرض کی: امیر المؤمنین یہ کیا حال ہے؟ (کسی خدمت گزار کو حکم فرما دیں، خود سر پر بوجھ اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟) فرمایا: اُرِیْدُ أَنْ اُجَرِّبَ نَفْسِیْ۔ میں اپنے نفس کا تجربہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ میرے پاس غلام ہیں جو یہ کام کر سکتے ہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ اپنے نفس کا امتحان لوں کہ کہیں لوگوں میں عزت کی وجہ سے وہ اِس کام سے انکار تو نہیں کرتا۔[2]

(کشف المحجوب فارسی، الباب السادس فی الملامۃ، ص:79، سنگِ میل پبلی کیشنز)

---

[1] و اصل عُجب از دو چیز خیزد: 1) یکی از جاہِ خلق و مدحِ ایشاں، و ایں چناں بود کہ کردارِ بندہ خلق را پسند اُفتد، بروی مدح کنند، و اُو براں معجب شود۔ 2) و دیگر کردارِ کسے مر آن کس را پسند افتد و خود را شایستہ داند، بدان معجب شود.

نوٹ: اِس مقام پر سنگِ میل والے نسخہ میں کتابت کی ایک دو اغلاط ہیں، جن کی درج بالا میں تصحیح کر دی گئی ہے۔

[2] مرا غلامان ہستند کہ ایں کار بکنند، و لیکن می خواہم کہ من نفسِ خود را تجربہ کنم؛ تا جاہِ خلق اُو را از ہیچ کارے باز دارد؟

اپنے عیبوں پر نظر: شریعتِ مطہرہ نے حکم فرمایا ہے کہ انسان اپنی خوبیوں کو دیکھنے کے بجائے اپنے عیبوں پر نظر رکھے اور اُنھیں دُور کرنے کی کوشش کرے، یوں اللہ تعالیٰ اُسے خود پسندی اور تکبر سے محفوظ رکھے گا۔

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث پاک ذکر کی: إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا بَصَّرَهُ بِعُيُوْبِ نَفْسِهٖ. یعنی "جب اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے (نوازنا چاہتا ہے) تو اُسے ایسی بصیرت عطا فرمادیتا ہے کہ اُسے اپنے نفس کے عیب نظر آنے لگتے ہیں۔" (کشف المحجوب، الباب الثامن فی ذکر ائمتہم من اہل البیت، ص:104، سنگِ میل پبلی کیشنز)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ روایت کیا، جس میں یہ جملے بھی ہیں: طُوْبٰی لِمَنْ شَغَلَهٗ عَيْبُهٗ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ... یعنی "اُس شخص کو مبارک ہو جو اپنے عیبوں کو تلاش کرکے اُنہیں دور کرنے میں اتنا مصروف ہے کہ اُس کی نظر لوگوں کے عیبوں پر پڑتی ہی نہیں۔" (مسند البزار، حدیث:6237)

اِن تمام روایات میں سبق ہے کہ ہم خود پسندی کا شکار نہ ہوں، اپنی خوبی کو اپنا کمال نہ سمجھیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھیں۔ نیز اِس خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ یہ خوبی ہمارے پاس ہمیشہ رہے گی، ہمیشگی فقط ذاتِ باری تعالیٰ اور اُس کی صفات کے لیے ہے، باقی سب کچھ فانی ہے۔ اگر انسان اِس حقیقت کو سمجھ لے تو دولت واقتدار سمیت تمام نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں استعمال کرے۔

عرسِ مبارک

دُنیا بھر کے سُنّی مسلمان بزرگانِ دین کے ایامِ وصال پر اُن کے اَعراس مناتے ہیں۔ اِس سلسلے میں صاحبِ عُرس کے مزار پر حاضری دی جاتی ہے، قرآنِ مجید اور دیگر کلماتِ خیر کی تلاوت کی جاتی ہے، عُرس والے کی سیرت بیان کی جاتی ہے، مخلوقِ خدا کو کھانا وغیرہ (لنگر) پیش کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب ثواب کے کام ہیں اور عرس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صاحبِ عرس کو ایصالِ ثواب کیا جائے اور اُن کی سیرت کے بارے میں جان کر اُن کی پیروی کی جائے؛ تاکہ اُن کی محبت میں اضافہ ہو۔

عُرس کے مقصد پر غور کرنے سے دو طرح کی غلط فہمیوں کا اِزالہ ہو جاتا ہے:

1) کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ عرس شرک وبدعت ہے؛ کیونکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کا عرس نہیں ہوتا تھا۔ یہ خیال اِس لیے غلط ہے کہ عرس کا مقصد ایصالِ ثواب ہے اور ایصالِ ثواب خود نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔[1]

---

[1] اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ تَصَدَّقْ عَنْهَا». ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: میری والدہ اچانک وفات پاگئیں (کچھ وصیت

2) بعض جاہل عرس کے موقع پر غیر شرعی کام کرتے ہیں اور عرس کو میلہ سمجھتے ہیں۔ یہ رویّہ اِس لیے غلط ہے کہ جب عرس کا مقصد ایصالِ ثواب ہے تو ضروری ہے کہ شریعت کے مطابق ایسے کام کیے جائیں جن پر ثواب ملتا ہے، اگر ثواب کا کام ہی نہ ہو تو ثواب کہاں ملے گا؟ اور ثواب ملا ہی نہیں تو ایصالِ ثواب کیسے ہو سکے گا؟

فیضِ عالم اور حاضری: کسی بزرگ کے عرسِ مبارک پر اُس کی بارگاہ میں حاضری پیش کی جاتی ہے۔ کشف المحجوب میں فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بزرگوں کے پاس حاضری کے اپنے کئی واقعات اور اُن کی برکتیں ذکر فرمائی ہیں۔

آپ نے ایک سفر کا واقعہ یوں لکھا: (ازبکستان کے علاقے) فَرغانہ کے ایک گاؤں کا نام سَلاتک ہے، وہاں ایک بزرگ رہتے تھے جو اَوتاد میں سے تھے (جن اولیا کے ذمے اُمورِ کائنات کی تدبیر ہوتی ہے اُن میں اعلیٰ درجہ کے اولیا کو اوتاد کہا جاتا ہے)، [1] اُن کے ہاں فاطمہ نامی ایک بُڑھیا بھی ہوتی تھی۔ مَیں نے اُس بزرگ کی زیارت کا اِرادہ کیا، جب میں اُن کے پاس پہنچا تو اُنھوں نے پوچھا: کس لیے آئے ہو؟ مَیں نے عرض کی: «تا شیخ را بہ بینم بصورت، و وی بہ من نظری کند بشفقت.» حاضری کا مقصد یہ ہے کہ مَیں آپ کی زیارت کروں اور آپ مجھ پر نگاہِ شفقت فرمائیں۔ (یہ خوب صورت جملہ تربیت کرتا ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی بزرگ کے پاس حاضر ہو تو نیت کیا ہونی چاہیے)

اُنھوں نے فرمایا: «ای پسر! من خود تُرا از فلاں روز باز می بینم، تا از مَنَت غایب نگردانند می خواھمت دید» بیٹا! تم فلاں دن سے میری نظروں میں ہو، جب تک تم میری نظروں سے اُوجھل نہیں کر دیے جاتے مَیں تمھیں دیکھتا رہوں گا۔

فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب مَیں نے سال اور دنوں کا حساب کیا تو پتا چلا کہ جس دن کا اُنھوں نے ذکر فرمایا ہے وہ میری توبہ کا پہلا دن تھا (اُن کی غائبانہ توجہ کی برکت سے مجھے اُسی دن خصوصی رحمت نصیب ہوئی تھی)۔

پھر اُنھوں نے فرمایا: «ای پسر! سپردنِ مسافت کارِ کُودکان بود، از پسِ این زیارت بہ ھمت کن؛ کہ در حضور اشخاص ھیچ چیز نبستہ است.» بیٹا! مسافت طے کرنا بچوں کا کام ہے، اب جب بھی زیارت کرنا چاہو تو توجّہ اور ہمّت کے ساتھ زیارت کرنا؛ کیونکہ جسم کے آمنے سامنے ہونے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (جسمانی طور پر حاضر ہو جانے سے وہ فیض نہیں ملتا جو بزرگوں کی طرف توجہ، اُن کی تعلیمات پر عمل اور اُن کی بارگاہ میں روحانی حاضری سے فیض ملتا ہے)

کرنے کا موقع نہیں ملا)، میرا خیال ہے کہ اگر وہ کچھ کہہ پاتیں تو صدقہ کرتیں، کیا مَیں (اُن کے ایصالِ ثواب کے لیے) اُن کی طرف سے صدقہ کروں (اُنھیں ثواب پہنچے گا)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! اُس کی طرف سے صدقہ کرو۔ (صحیح بخاری، حدیث:2760)

[1] لوگ اُنھیں "بابِ عمر" کہتے تھے؛ کیونکہ اُس علاقے کے لوگ بزرگوں کو "باب" کے لقب سے پکارتے تھے۔

فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: پھر اُنھوں نے فرمایا: فاطمہ! جو موجود ہے لے آؤ؛ تاکہ یہ درویش اُسے کھائے۔ وہ تازہ انگوروں کا ایک تھال لائی، حالانکہ وہ انگوروں کا موسم ہی نہیں تھا، اُس میں کچھ کھجوریں بھی تھیں، حالانکہ اُس علاقے میں کھجوریں ہونا ناممکن تھا۔ (یہ اُن کی کرامت تھی کہ بے موسم انگور بھی کھلائے اور وہاں کھجوریں کھلائیں جہاں کھجور ملتی ہی نہیں)

(کشف المحجوب، الباب الرابع عشر، فی آخر کرامات الاولیا، ص:291)

غیر شرعی اُمور: عرسِ مبارک کے موقع پر غیر شرعی حرکتیں فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے خلاف ہیں۔

- کشف المحجوب کا پہلا باب علمِ دین کے بارے میں ہے، یہ تربیت ہے کہ علمِ دین کے بغیر اعمال درست نہیں ہوسکتے۔
- کشف المحجوب کے آخر میں کئی ابواب سماع سے متعلق ہیں، جن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شرائط بیان فرمائیں کہ سماع کب اور کہاں جائز ہے اور کن آداب کے ساتھ جائز ہے۔
- کشف المحجوب کے 37 ویں باب کا عنوان ہی "رقص" رکھا اور فرمایا: شریعت و طریقت میں رقص کی کوئی اصل نہیں۔

حرفِ آخر

اِس وقت فیضِ عالم داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا 979واں عرس مبارک جاری ہے۔ عرسِ مبارک کا مقصد ایصالِ ثواب کے ساتھ ساتھ آپ کی محبت میں اِضافہ اور آپ کی تعلیمات سے راہ نمائی حاصل کرنا ہے۔

آپ کے مزارِ پُر انوار پر حاضری فیض حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ حضرت شیر ربانی میاں محمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس شخص کے پاس مدینہ منورہ پہنچنے کے لیے خرچ نہ ہو وہ لاہور جا کر داتا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کی زیارت کرے۔

(چشمۂ فیض گنج بخش، از مولانا ریاست علی مجدّدی، ص44، مکتبہ حنفیہ)

کشف المحجوب کے مطابق بزرگوں کی تعلیمات پر عمل اور رُوحانی توجہ ایسی دولت ہے جس کی برکت جسمانی حاضری سے بھی زیادہ ہے، کشف المحجوب کا مطالعہ اور اُس پر عمل آپ سے فیض یاب ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

گفتگو کے آخر میں ایک اہم بات کی طرف اِشارہ کرنا مقصود ہے۔ 2018ء میں پاکستانی پارلیمنٹ نے ایک ایکٹ پاس کیا، جس میں ترمیم کے لیے سینٹ آف پاکستان میں بل پیش کیا گیا ہے۔ اِس ایکٹ کا نام "ٹرانس جینڈر [Transgender] پرسنز ایکٹ" ہے۔

اِس ایکٹ کے مطابق کوئی بھی شخص متعلقہ ادارے سے رجوع کرکے اپنی جنس تبدیل کرواسکتا ہے، نہ تو کسی میڈیکل بورڈ کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی سرٹیفکیٹ کی۔ ظاہر ہے کہ اِس طرح دیگر کئی خرابیوں کے ساتھ ساتھ ہم جنس پرستی کا بھی راستہ کھلتا ہے۔

حکومت پر لازم ہے کہ ایکٹ سے متعلق شرعی تقاضوں کو پورا کرے اور اِس سے پیدا ہونے والی خرابیوں کا سدِّباب کرے۔

۲۶ صفر المظفّر ۱۴۴۴ھ / 23 ستمبر، 2022ء

تعلیماتِ "احمد" و "رضا"

(اعراسِ مجدّدِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ و اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مناسبت سے)

مشمولات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ۔

حق پسندوں اور باطل پرستوں میں کشمکش ہمیشہ رہی، اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ ہر دَور میں کچھ بدبخت دین کے خلاف سازشیں کرتے رہے، انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو مٹانے اور گمراہی پھیلانے کی کوشش کرتے رہے... اور ہر زمانے میں کچھ خوش نصیب دینِ اِسلام کی خدمت اور حفاظت کرتے رہے اور دین کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بناتے رہے۔

پہلی اُمّتوں میں ایسا ہوتا تھا کہ جب گمراہی اور بے دینی آخری حدوں کو چھونے لگتی تو اللہ تعالیٰ کسی نبی کو مبعوث فرما کر اُن کے ذریعے دین کا بول بالا کر دیتا... خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کسی کو بھی نبوت عطا نہیں ہو سکتی، چنانچہ اِس اُمّت میں اللہ تعالیٰ ایسے علمائے ربّانیین / خدّامِ دین پیدا فرماتا ہے جو قرآن و سنت کا علم عام کرتے ہیں، گمراہی کا خاتمہ کرتے ہیں اور سنت کا پرچار کرتے ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: إِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ[1] كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَّنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا ۔ ”یقیناً اللہ تعالیٰ اِس اُمت کے لیے ہر سو سال کے اختتام / آغاز پر مُجدِّد بھیجے گا جو اُمّت کے لیے دین کو تازہ کر دے گا۔“ (سنن ابو داود، کتاب الملاحم، باب مایذکر فی قرن المائۃ، حدیث: 4291)

چنانچہ اِس حدیث پاک میں دی گئی خوش خبری کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہر (ہجری) صدی کے اختتام پر ایسا صحیح العقیدہ اُمّتی یا کئی افراد پیدا فرمائے[2] جو شریعت و طریقت کے علم سے آراستہ تھے، تقویٰ و پرہیز گاری میں بے مثال تھے، اُنھوں نے بغیر کسی خوف اور لالچ کے دین و شریعت کو عام کیا اور گمراہی و بد اعمالی کے خلاف بھرپور جہاد کیا۔

ماہِ صفر کے آخری عشرے میں برصغیر سے تعلق رکھنے والے کئی بزرگوں کا وصال ہوا، جن میں سے کچھ شخصیات نے دین و شریعت کا جھنڈا بلند کرنے میں بہت نمایاں خدمات سر انجام دیں، مثلاً: 1) مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ، آپ کا وصال ۲۸ صفر، ۱۰۳۴ھ / 1624ء کو ہوا۔ 2) امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ، آپ نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / 1921ء کو وصال فرمایا۔

یقیناً اِن دونوں شخصیات کے اُمّت پر بے پناہ احسانات ہیں اور اِن کی تعلیمات آج بھی اُمّت کی راہ نمائی کرتی ہیں۔ چنانچہ آج کے خطبہ میں تعلیماتِ مجددین کے عنوان سے گفتگو ہو گی۔

---

[1] محاورۂ عرب کے مطابق لفظِ ”رأس“ آخِر کے معنی میں ہے، مگر مجدّد کا فیضان صدی کے اختتام سے ختم نہیں ہوتا، بلکہ اگلی صدی کے آغاز میں بھی اُس کا فیضان موجود اور جاری رہتا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: فتاویٰ رضویہ، ج: 27، مسئلہ: 1)

[2] مجدد کا تعلق دین کے کسی بھی شعبے سے ہو سکتا ہے، تاہم اُس میں مذکورہ اوصاف ضرور موجود ہوتے ہیں۔

سوانحی خاکہ

مجدّدِالفِ ثانی: امامِ ربّانی مجدّدِ الفِ ثانی ابوالبرکات بدر الدین شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی علیہ الرحمہ کی ولادت 14 شوال، 971ھ / 26 مئی، 1563ء، بروز جمعۃ المبارک ہندوستانی پنجاب کے قصبہ ''سرہند'' شریف میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب 27 واسطوں سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ (تجلیاتِ امام ربانی، محمد عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری، ص:83، مکتبہ نبویہ)

آپ کی ولادت کے وقت مغل بادشاہ جلال الدین اکبر نے خواب دیکھا کہ شمالی جانب سے تیز ہوا آئی ہے جس نے اُسے تاج و تخت سمیت زمین پر گرا دیا ہے، اکبر نے پریشان ہو کر تعبیر بیان کرنے والوں سے تعبیر پوچھی تو اُنھوں نے کہا: ''کسی بزرگ کے ظہور کا وقت ہو چکا ہے، جس سے تیری سلطنت کا نظام بالکل بدل جائے گا۔'' (تجلیاتِ امام ربانی، ص:88)

قرآنِ کریم حفظ کرنے کے بعد ابتدائی علوم اپنے والدِ گرامی شیخ عبد الاَحد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیے، پھر متعدد شہروں کا سفر کر کے دیگر جید علمائے کرام سے علوم کی تکمیل کی اور اکابر محدثین سے فن حدیث حاصل کیا۔ سترہ سال کی عمر میں تعلیمی مراحل مکمل کر کے درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ (ایضاً، ص:91) تصوف میں سلسلۂ چشتیہ کی تعلیم اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ سے پائی، سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ نقشبندیہ کی تعلیم دہلی جاکر خواجہ رضی الدین محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی:۱۰۱۲ھ / 1603ء) سے حاصل کرنے کے بعد اُنھیں کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

مغل بادشاہ جلال الدین اکبر نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا تھا، جس کے مقابلہ کے لیے آپ نے خلفا و مریدین اور تلامذہ کی صورت میں لاکھوں افراد تیار کیے، نیز تقریر اور تصنیف و تالیف کے ذریعے بے دینی کا مقابلہ کیا۔ دینِ اسلام کی بھرپور خدمت کے بعد تقریباً 63 سال کی عمر میں ۲۸ صفر المظفر، ۱۰۳۴ھ / 1624ء کو سرہند میں جانِ عزیز اپنے خالقِ حقیقی جل جلالہٗ کے سپرد کر دی۔

تاجدارِبریلی: امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ / 14 جون 1856ء کو ہندوستان کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔ دادا محترم مولانا شاہ رضا علی خان اور والدِ گرامی مولانا شاہ نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہما نامور علما تھے۔

چار سال کی عمر میں قرآن مجید مکمل کر لیا اور تیرہ برس، دس ماہ کی عمر میں، 1869ء میں، مکمل عالمِ دین بننے کے بعد والدِ گرامی کی نگرانی میں فتوٰی لکھنے کا آغاز کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قدیم و جدید علوم میں اعلیٰ درجہ کی مہارت اور نہایت پختہ حافظہ عطا فرمایا تھا۔ ترجمۂ قرآن مجید کرنے کے علاوہ ''فتاوٰی رضویہ'' سمیت سینکڑوں کتابیں لکھیں اور حمدِ الٰہی، نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگوں کے مناقب میں سینکڑوں اشعار لکھے۔ خدماتِ دینیہ سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ۲۵ صفر، ۱۳۴۰ھ / 28 اکتوبر 1921ء کو جمعہ کے دن وصال فرمایا۔

تعلیماتِ مجدّد... اسلامی احکام کا نفاذ

ہر صدی کے اختتام پر پیدا ہونے والی عظیم شخصیت کو "مُجدّد" کہا جاتا ہے۔ کسی بھی مجدد کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دین اسلام کا پیغام عام کرتا ہے، شرعی احکام کی پابندی کو رواج دیتا ہے اور گمراہی و بے دینی کے خلاف بھرپور کوشش کرتا ہے۔ جن دو شخصیات کا ذکرِ خیر ہو رہا ہے، اِن دونوں نے اپنے اپنے دور میں اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کا خوب مقابلہ کیا۔

حضرت مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد علیہ الرحمہ کی حیاتِ مبارکہ کے ابتدائی تینتیس (۳۳) سالوں میں ہندوستان کے تخت پر مغلیہ خاندان کا تیسرا حکمران جلال الدین اکبر (دورِ سلطنت: ۹۶۳ھ / 1556ء تا ۱۰۱۴ھ / 1605ء) فائز تھا۔ اکبر ابتدائی دور میں ایک خوش عقیدہ مسلمان تھا، پھر اُس نے سیاسی مفادات کے لیے تمام مذاہب کے لوگوں کو حکومتی عہدے دیے، غیر مسلم خواتین سے شادیاں کیں، راجہ مان سنگھ کو آرمی چیف بنا دیا۔ چنانچہ علمائے سوء کے کردار اور بے دینوں کے ساتھ تعلقات نے اُسے بھی بے دین بنا دیا۔

اکبر نے 1582ء میں "دینِ الٰہی اکبر شاہی" کے نام سے ایک نیا دین بنوایا، جس میں تمام ادیان کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی۔ کلمۂ طیبہ یوں پڑھا جانے لگا: "لَااِلٰہَ اِلَّا اللہُ اَکْبَرُ خَلِیْفَۃُ اللہِ"، زمین بوسی کے نام پر اُسے سجدہ کیا جانے لگا، گائے کو ذبح کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی، سُور کے گوشت اور شراب کو حلال قرار دے دیا گیا، خواتین کی بے پردگی عام ہوگئی اور پردہ کرنے پر پابندی لگادی گئی، غیر مسلموں پر عائد ٹیکس (جزیہ) موقوف کر دیا گیا، داڑھی اور دیگر شعائرِ اسلام کا مذاق اُڑایا جانے لگا، اسلامی ہجری کیلنڈر کے بجائے نیا کیلنڈر رائج کیا گیا، ہندوؤں نے کئی مقامات سے مسجدیں اور دینی مدارس گرا کر اُن کی جگہ مندر تعمیر کر لیے۔

اِس خطرناک ترین صورتِ حال میں اللہ تعالیٰ نے امام ربّانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کو تجدیدِ دین کے لیے منتخب فرمایا۔ آپ نے خلفا، تلامذہ اور مریدین کی صورت میں لاکھوں افراد تیار کیے، تبلیغِ دین کے لیے دنیا بھر میں وُفود روانہ کیے، شریعت و طریقت کے احکام کی تبلیغ کے لیے بادشاہوں، وزیروں، علما اور دیگر لوگوں کے نام مکتوبات (خطوط) روانہ فرمائے۔ اِس سلسلے میں آپ کو سخت مشکلات پیش آئیں، بادشاہ کی مخالفت برداشت کی، جیل جانا پڑا، مگر آپ نے مسلسل اپنی کوششیں جاری رکھیں، حتّٰی کہ بے شمار عوام کے ساتھ ساتھ حکومتی عہدے دار بھی آپ کے مرید ہونے لگے۔

اسلامی ریاست میں شرعی احکام کو نافذ کرنا کتنا ضروری ہے؟ اس حوالے سے آپ کا ایک خط بہت خوب راہ نمائی کرتا ہے۔ شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام خط میں حمد و صلاۃ کے بعد امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: نَقْدِ سَعَادتِ دارَیْن وابَسْتَۃٔ بِاتِّبَاعِ سیّدِ کونَیْن است وَبَس، عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ مِنَ الصَّلَوٰتِ أَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ أَکْمَلُھَا۔ دونوں جہان کی خوش بختی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور غلامی سے وابستہ ہے، اِس کے علاوہ سعادتِ دارَین کا کوئی ذریعہ نہیں۔

پھر آپ ﷫ نے غلامیٔ رسول ﷺ کا طریقہ بتاتے ہوئے لکھا: مُتَابَعَتِ اُوْ علیه الصلوٰۃ و السّلام بِاِتْیَانِ اَحْکَامِ اِسْلَامِیَّۃ وَرَفْعِ رُسُوْمِ کُفْرِیَّۃ، چِہٗ اِسْلَام و کُفْرْ ضِدِّیَکْ دِیْگَرْ اَنْدْ، اِثْبَاتِ یَکے مُوْجِبِ رَفْعِ دیگر است۔ اتباعِ رسول ﷺ کا ذریعہ اور طریقہ یہ ہے کہ اسلامی احکام کو رواج دیا جائے اور کفریہ رسموں کو مٹایا جائے (رسول اللہ ﷺ کا حقیقی غلام اور سچا عاشقِ رسول وہ ہے جو اسلامی احکام کو نافذ کرے)؛ کیونکہ اسلام اور کفر ایک دوسرے کی ضدیں ہیں، ایک کو ثابت کرنے سے دوسرے کو ختم کرنا لازم آتا ہے (جو اسلامی احکام کو نافذ کرے وہ کفر کو مٹا رہا ہے اور جو کفریہ رسمیں رائج کرے وہ اسلام کے خلاف سازش کر رہا ہے)۔

(مکتوباتِ امام ربانی، دفترِ اول، مکتوب نمبر 163)

امامِ ربّانی کا یہ مکتوب قرآنِ مجید کے عین مطابق ہے۔ ربّ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں غلامانِ رسول ﷺ کے بارے میں فرمایا کہ جب اُنھیں خلافت ملے گی تو وہ اسلامی احکام کو نافذ کریں گے۔ ارشاد ہے: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ ”(مسلمان وہ ہیں) اگر ہم اُنھیں زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔“[الحج 41:22]

امامِ ربّانی کی مسلسل کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اکبر کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا سلیم المعروف نور الدین جہانگیر (دورِ حکومت: ۱۰۱۴ھ / 1605ء تا ۱۰۳۸ھ / 1628ء) بادشاہ بنا، کچھ عرصہ بعد اُس نے امامِ ربّانی سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے چند شرائط رکھیں:

1) سجدۂ تعظیمی پر پابندی لگا دی جائے، کوئی بھی بادشاہ کو سجدہ نہ کرے۔
2) گائے کے ذبح پر پابندی ختم کی جائے، بادشاہ اور وزیر دربارِ عام کے دروازے پر اپنے ہاتھوں سے ایک ایک گائے ذبح کریں۔
3) جتنی مساجد شہید کی گئی ہیں سب کو دوبارہ تعمیر کیا جائے۔
4) دربارِ شاہی کے پاس مسجد تعمیر کی جائے جس میں بادشاہ اور وزرا باقاعدگی سے نماز ادا کیا کریں۔
5) ہر شہر اور قصبے میں دینی مدارس قائم کیے جائیں اور مفتی و قاضی حضرات مقرر کیے جائیں۔
6) کفار پر جزیہ بحال کیا جائے اور شریعت کے خلاف تمام قوانین فوری طور پر منسوخ کیے جائیں۔ (ملخص از تجلیاتِ امام ربانی، ص:102)

جہانگیر نے یہ تمام شرائط منظور کر کے آپ سے ملاقات کی اور آپ کا عقیدت مند ہو گیا۔ آپ کی ملاقاتوں اور تربیت کی برکت سے وہ رفتہ رفتہ اسلامی تعلیمات کے قریب ہونے لگا۔ بعد میں آنے والے بادشاہ دین کے مزید قریب ہوئے، حتّٰی کہ جہانگیر کے پوتے محی الدین ابو المظفر محمد اورنگ زیب عالمگیر ﷫ (دورِ حکمرانی: ۱۰۶۸ھ / 1658ء تا ۱۱۱۹ھ / 1707ء) حافظِ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ علومِ دینیہ سے بھی آشنا تھے، اُنھوں نے ہندوستان میں مکمل طور پر نظامِ مصطفیٰ ﷺ نافذ کیا، شاہی نگرانی میں فقہِ حنفی کا عظیم ذخیرہ ”فتاویٰ عالمگیری“ تیار کرایا، ”شاہی مسجد“ (لاہور) سمیت کئی تاریخی مساجد تعمیر کروائیں اور حکومتی سرپرستی دینی ادارے قائم کیے۔

تربیت: اسلامی احکام پر عمل کرنا اور اُن کی اِشاعت کرنا ایسی خوش نصیبی ہے، جس کی توفیق اللہ تعالیٰ مجدّدِین کو عطا فرماتا ہے۔ کتنی بڑی سعادت ہوگی کہ ہم بھی اپنی حیثیت کے مطابق اِس کے لیے کوشش کریں، سب سے پہلے اپنی ذات پر اسلام کو نافذ کریں اور اپنے گھر والوں کو اِس کا شوق دلائیں، پھر اپنے ماتحت افراد سے ملک تک، بلکہ پوری دنیا میں اسلامی احکام کو نافذ کرنے کی کوشش کریں۔

لمحۂ فکریہ: اسلام کے نام پر بننے والے اِس ملک کی صورتِ حال یہ ہے کہ آئے روز غیر اسلامی قوانین بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ 8 مئی 2018ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے (Transgender Persons (Protection of Rights) Act) "تحفظِ حقوقِ خواجہ سرا ایکٹ" کے عنوان سے ایک قانون پاس کیا، جو اِس وقت سینٹ آف پاکستان میں زیرِ بحث ہے۔ اِس قانون کا عنوان تو پُرکشش ہے، مگر اِس میں موجود خامیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی بیرونی ایجنڈے کو پورا کرنے کے لیے پاس کروایا گیا ہے۔

مغربی اصطلاح کے مطابق جو شخص پیدائشی طور پر مکمل مرد یا عورت ہو، پھر کسی وجہ سے اپنی پیدائشی جنس تبدیل کرنا چاہے اُسے ٹرانس جینڈر (Transgender) کہتے ہیں۔ اِس ایکٹ کے مطابق یہ حق دیا گیا ہے کہ کوئی بھی شخص اپنی جنس تبدیل کرواسکتا ہے، نہ تو اُسے کسی میڈیکل بورڈ سے تصدیق کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی کوئی سرٹیفکیٹ درکار ہوگا۔

دنیا کے کئی ممالک میں قانونی طور پر ہم جنس پرستی کی اِجازت ہے اور اِس کے لیے LGBT نامی تنظیم باقاعدہ طور پر کام کررہی ہے، اب اِس ذہنیت کا کوئی بدبخت اگر اپنی ہی جنس کے کسی شخص سے شادی کرنا چاہے تو اِس ایکٹ کے مطابق اُسے یہ حق حاصل ہوگا۔ مثلاً اگر وہ مرد ہے تو خود کو بطورِ عورت رجسٹر کرواکر کسی مرد سے شادی کرسکے گا اور قانونی طور پر اُس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

ہر مسلمان سمجھتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہم جنس پرستی حرام ہے، بلکہ اسلام کی پاکیزہ تعلیمات میں تو یہ اجازت بھی نہیں کہ کوئی مرد خواتین والا انداز اختیار کرے، یا کوئی عورت مردانہ انداز اختیار کرے۔ سیدنا عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، وَقَالَ: أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ۔ "رسولِ اکرم ﷺ نے زَنانہ مَردوں پر لعنت فرمائی (جو مرد خواتین جیسی ہیئت وصورت بنائے، اُن جیسا لباس پہنے، اُن کی طرح گفتگو اور دیگر حرکات وسکنات کرے اُس پر لعنت فرمائی) اور مردانی عورتوں پر لعنت کی اور فرمایا: اِنھیں اپنے گھروں سے نکال دو۔"

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، حدیث: 5886)

شیطان کو مردود کرکے جنت سے نکالا گیا تو اُس نے تکبر کرتے ہوئے کچھ دعوے کیے تھے، جن میں سے ایک یہ بھی تھا: وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللهِ۔ "اور مَیں ضرور لوگوں کو کہوں گا تو وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔" [النساء:119]

حکومت کو چاہیے کہ وہ قوم کے جذبات کو سمجھے اور فوری طور پر نیک نیتی کے ساتھ اِس قانون کی خامیاں دُور کرے۔

تعلیماتِ مجدّد... ترویجِ شریعت کے لیے مال خرچ کرنا

قرآن مجید کی دسیوں آیاتِ مبارکہ اور بے شمار احادیثِ نبویہ میں یہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے کچھ اُس کی رِضا کے لیے ضرور خرچ کرتے رہنا چاہیے۔ یہ بھی تربیت دی گئی ہے کہ مال کو ایسے مَصرف میں خرچ کرنا چاہیے کہ جس کا فائدہ زیادہ ہو، جس قدر فائدہ زیادہ ہوگا ثواب بھی اُتنا ہی زیادہ ملے گا۔

اِس وقت تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اہلِ سنّت وجماعت کے اکثر افراد اپنا مال ایسے کاموں میں صرف کر رہے ہیں جن کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں اور جہاں مال صرف کرنے کی بے حد ضرورت ہے اُس سے تقریباً غافل ہو چکے ہیں۔ بہت سے حضرات ایسے ہیں جو محفل کے انعقاد پر لاکھوں روپے خرچ کر دیتے ہیں، پیشہ وَر نعت خوانوں / قوّالوں / نقیبوں اور واہ واہ کروانے والے خطیبوں پر دفتریاں نچھاور کر دیتے ہیں، مگر کسی دینی ادارے کو پیش کرنے کی بات آئے تو سرخ نوٹ پیش کرتے ہوئے بھی اُن کے چہرے پر سرخی آنے لگتی ہے، اِس بات کا شعور ہی نہیں کہ کسی دینی اِدارے کے طالبِ علم کا ماہانہ خرچ اپنے ذمہ لینا بھی ایک نیکی ہے۔

امامِ ربّانی مجددِ الفِ ثانی علیہ الرحمہ کے مکتوبات شریف میں دفترِ اول کا 48واں مکتوب شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے۔ اِس خط مبارک کا پسِ منظر یہ ہے کہ مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خط میں یہ پیغام پڑھا: "جُزْوے خَرْچے برائے طالبِ عِلْماں وَصُوفِیاں فِرِسْتَادَہ شُدْ۔" کچھ خرچ طالب علموں اور صوفیوں (درویشوں) کے لیے روانہ کر دیا گیا ہے۔

اُن کا یہ جملہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ایسا بھایا کہ شیخ سرہند رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کی تحسین کے لیے ایک مکتوب شریف روانہ فرمادیا۔ ارشاد ہوا: "ذِکْرِ تَقْدِیمِ طَالِبِ عِلْمَاں بَرْ صُوفِیاں دَرْ نَظَرِ هِمَّتْ بِسْیَارْ زیبَا دَرْ آمَدْ۔" آپ نے جو دینی طلبہ کا ذکر صوفیوں (درویشوں) سے پہلے کیا، یہ نظرِ ہمّت میں بہت ہی اچھا لگا ہے۔ مزید لکھا: چونکہ ظاہر باطن کا عنوان ہوتا ہے؛ اِس لیے اُمّید ہے کہ جیسے آپ نے تذکرہ کرتے ہوئے طالبِ علموں کو پہلے رکھا ہے ایسے ہی آپ کے باطن میں بھی اِس محترم جماعت کے مقدّم ہونے کا جذبہ پیدا ہو چکا ہوگا۔

پھر آپ نے وجہ بیان فرمائی کہ طالبِ علموں کو پہلے ذکر کرنا کیوں اچھا لگا: دَرْ تَقْدِیمِ طَالِبِ عِلْمَاں تَرْوِیجِ شَرِیْعَتْ است، حَامِلَانِ شَرِیْعَتْ اِیْشَاں اَنْدْ، وَمِلَّتِ مُصْطَفَوِیَّہْ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات بَاِیْشَاں بَرْپَا است۔ طالبِ علموں کا ذکر درویشوں سے پہلے کرنے میں شریعت کی ترویج ہے، یہی لوگ شریعت کے حامل ہیں، ملّتِ مصطفویہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اِن ہی سے قائم ہے۔ مزید فرمایا: فَردائے قِیَامَتْ اَزْ شَرِیْعَتْ خَواہَنْدْ پُرْسِیْد، اَزْ تَصَوُّفْ نَخواہَنْدْ پُرْسِیْدْ، دُخُوْلِ جَنَّتْ وتَجَنُّبْ اَزْ نَارْ وَابَسْتَہْ بہ اِتْیَانِ شریعت است۔ اَنْبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم کِہْ بِہْتَرِیْنِ کائناتْ اَنْدْ بَشَرَائِعْ دَعْوَتْ کَرْدَہْ اَنْدْ، وَمَدَارِ نَجَاتْ بَر آنْ مانْدَہْ وَمَقْصُوْدْ اَزْ بِعْثَتِ اِیْنْ اَکَابِرْ تَبْلِیغِ شَرَائِعْ است۔ کل قیامت کو شریعت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، تصوف کے

متعلق نہیں پوچھا جائے گا، جنت میں داخلہ اور دوزخ سے بچنا شریعت پر عمل کرنے سے ہی ہو گا۔ انبیاءِ کرام صلوات اللہ وتسلیمات اللہ علیہم جو افضل اور بہترینِ کائنات ہیں اُنھوں نے شریعت کی ہی لوگوں کو دعوت دی ہے اور نجات بھی شریعت پر ہی موقوف ہے اور اِن اکابر انبیاءِ کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی بعثت اور تشریف آوری سے مقصود بھی تبلیغِ شرع ہے۔

پھر امام ربّانی علیہ الرحمہ نے شریعت کی ترویج واشاعت اور اِس سلسلے میں مال خرچ کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھا:
پَسْ بُزُرگ تَرین خَیْراتْ سَعْیْ دَرْ تَرْوِیجِ شَرِیعت استْ۔ وَاِحْیَائے حُکْمِے اَزْ اَحْکَامِ آنْ عَلی الْخُصُوصْ دَرْ زَمَانے که شَعَائِرِ اِسْلَامْ مُنْہَدِمْ شُدَہْ بَاشَنْدْ کَرورْہا دَرْ رَاہِ خُدائے عزوجل وعلا خَرْچ کَرْدَنْ بَرَابَرِ آنْ نیست؛ که مَسئله از مَسائلِ شَرْعِیَّہْ را رِوَاج دَادَنْ؛ چه دَرِینْ فِعْلْ اِقْتِدَا بَاَنْبِیَاء است که بُزُرگ تَرِیْنِ مَخْلُوقَاتْ اَنْدْ علیہم الصلوات والتسلیمات وَمُشَارَکَتْ استْ بَآں اَکَابِرْ، وَمُقَرَّرْ استْ که کامِلْ تَرِینْ حَسَنَاتْ بَاِیْشَانانْ فَرْمُودَہْ اَنْدْ، وَخَرْچ کَرْدَنِ کَرورہا غَیْرِ اِینْ اَکَابِرْ رَا نیز مُیَسَّرْ است۔ لہٰذا اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج میں سعی اور کوشش کی جائے اور احکامِ شرع میں سے ایک حکم کو جاری اور زندہ کرنا... خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ اسلامی شعائر مٹائے جارہے ہوں راہِ خدا میں... کروڑہا روپے خیرات کردینا بھی اِس کے برابر نہیں۔ جس طرح مسائلِ شرعیہ میں سے ایک مسئلے کو رواج دینا؛ کیونکہ اِس فعل میں انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی اقتدا ہے جو تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ ہیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کی نیکیاں انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو نصیب ہوتی ہیں اور کروڑوں روپے خرچ کرنا تو غیر انبیا کو بھی میسر آجاتا ہے۔

تربیت: بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے محفل کا اہتمام کرنا اور اُس میں شریک ہونا باعثِ برکت ورحمت ہے، اِسی طرح بزرگوں کے اَعراسِ مبارکہ کا انعقاد اور اُن میں حاضری بھی قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے، مگر اِنھیں فقط نعت خوانی اور قوّالی تک محدود رکھنا ہرگز درست نہیں۔ مجددِ الفِ ثانی علیہ الرحمہ کے اِس مبارک خط سے تربیت ملتی ہے کہ محافل واعراس کو بھی اسلامی عقائد اور شرعی احکام کی ترویج کا ذریعہ بنانا چاہیے، نیز جو افراد اور اِدارے دین کی سربلندی کے لیے میدانِ عمل میں ہیں اُنھیں کسی طور پر بھی نہیں بھولنا چاہیے۔

تعلیماتِ مجدد... یقینِ کامل

اسلام میں یقین کو بہت اہمیّت حاصل ہے۔ یعنی مسلمان کا پختہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ جلّ جلالہٗ موجود ہے، وہ سب کچھ کرسکتا ہے اور اُس کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا، اُس نے جو احکام عطا کیے ہیں وہ سب حق ہیں اور اُس کے احکام پر عمل کرنے میں ہی دنیا وآخرت کی کامیابی ہے۔

سب سے بڑی نعمت: نبیِ کریم ﷺ کے وصالِ اقدس کے بعد سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ منبرِ رسول علیٰ صاحبہِ الصلوٰۃ والسلام پر کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، فرمایا: ہجرت کے پہلے سال رسول اللہ ﷺ اِسی مقام

پر قیام فرما ہوئے تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی چشمانِ اقدس سے موتی ٹپکے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا (حدیث کے آخری کلمات): وَسَلُوا اللّٰہَ الْمُعَافَاةَ، فَإِنَّهُ لَمْ يُؤْتَ رَجُلٌ بَعْدَ الْيَقِينِ شَيْئًا خَيْرًا مِّنَ الْمُعَافَاةِ... یعنی "اللہ تعالیٰ سے عافیت (گناہوں اور مصیبتوں سے سلامتی) مانگو، بندے کو عطا ہونے والی نعمتوں میں سب سے بڑا انعام یقین ہے، اِس کے بعد عافیت بہترین نعمت ہے۔

(مسند احمد، حدیث:5، 17، 34)

نماز باجماعت اور یقین: بالغ مَرد کو کوئی عذر نہ ہو تو اُس پر واجب ہے کہ نماز باجماعت ادا کرے۔ امامِ اہلِ سنّت رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ باجماعت نماز ادا کرنے کا خوب اہتمام کرتے، حتّٰی کہ سفر میں بھی جماعت نہیں چھوٹتی تھی۔ وہ ٹرین پر سفر کا دور تھا، آپ روانہ ہونے سے پہلے ٹرین کا شیڈول معلوم کرتے، اگر نماز کے وقت میں کسی اسٹیشن پر رُکنے کا شیڈول نہ ہوتا تو اُس ٹرین پر سفر نہیں کرتے تھے۔ دوسری مرتبہ حج کے سفر میں آپ نے 235 روپے (جن کی موجودہ قیمت ہزاروں روپے بنتی ہے) خرچ کرکے ایک ٹرین کو صرف اِس لیے اختیار کیا کہ اُس پر سفر کرنے میں نماز باجماعت ادا کرنے کا وقت مل جاتا تھا۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ملک العلما، ج:1، ص:219، 220، اکبر بک سیلرز)

ایک بار سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے جا رہے تھے، راستے میں ایک اسٹیشن پر ٹرین رکی تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ نے باجماعت نماز شروع کردی، اتنے میں ٹرین کی روانگی کا وقت ہو گیا اور ڈرائیور نے روانگی کے لیے وسل دی، اُن کی جگہ ہم ہوتے تو نہ جانے نماز بھی پڑھتے یا نہیں، مگر وہ مجدد تھے، اُن کا یقین تھا کہ ٹرین اُسی کے حکم سے چلتی ہے جس نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ آپ خشوع و خضوع سے نماز ادا کرتے رہے۔ ربّ تعالیٰ نے یقین کی ایسی لاج رکھی کہ ڈرائیور نے گاڑی چلانا چاہی مگر وہ نہ چلی، عملہ پریشان ہو گیا، اس نے چیک کرنے کے لیے ٹرین کو پیچھے دھکیلا تو وہ چلنے لگی، انجن ٹھیک تھا۔ تمام صورتِ حال دیکھنے کے بعد گارڈ نے کہا: یہ بزرگ کوئی اللہ کے ولی معلوم ہوتے ہیں، جب تک اِن کی نماز مکمل نہیں ہو گی گاڑی نہیں چلے گی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اسٹیشن ماسٹر "رابرٹ"، جو انگریز تھا، اُس نے کہا: ذرا جلدی فرمائیے! یہ گاڑی آپ کی مصروفیتِ عبادت کی وجہ سے چل نہیں رہی۔ آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ تعالیٰ اب چلے گی، چنانچہ آپ سوار ہوئے تو ٹرین چل پڑی۔

اسٹیشن ماسٹر اِس بات سے اتنا متأثر ہوا کہ وہ تمام اہلِ خانہ سمیت اجمیر شریف حاضر ہوا اور امامِ اہلِ سنت رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے اس کا نام عبد القادر رکھا اور بیعت کا شرف عطا فرمایا۔ (فیضانِ اعلیٰ حضرت، مولانا ریحان احمد، ص:137، شبیر برادرز)

ارشادِ نبوی پر یقین: ایک مرتبہ بریلی میں طاعون (Plague) کی وبا پھیلی اور اس دوران اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ بھی بیمار ہوئے، مسوڑھوں میں اِس قدر سوجن ہو گئی کہ منہ کھولنا ممکن نہیں تھا، کھانا بھی مشکل سے کھاتے، بخار بہت شدید تھا اور کان کے پیچھے گلٹیاں بھی بن گئیں۔ چھوٹے بھائی صاحب ایک طبیب کو بلا کر لائے اُس نے سات آٹھ مرتبہ کہا: یہ طاعون ہے۔ آپ فرماتے ہیں: مَیں بات نہیں کر سکتا تھا؛ اس لیے اُنھیں جواب تو نہ دیا، مگر مجھے پورا یقین تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں نہ مجھے طاعون ہے، نہ اِن شاء اللہ العزیز کبھی ہو گا۔ اِس پختہ یقین کی وجہ یہ ہے کہ حدیثِ پاک میں سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھنے کے لیے ایک دُعا تعلیم

فرمائی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ۔ ”سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے مجھے اِس مصیبت سے محفوظ رکھا جس میں تم مبتلا ہو اور مجھے اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی۔ نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: لَمْ یُصِبْهُ ذٰلِكَ الْبَلَاءُ اَبَدًا كَائِنًا مَّا كَانَ ۔ یعنی ”جو مصیبت زدہ کو دیکھ کر یہ دُعا پڑھ لے وہ ہمیشہ اُس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔“ (جامع ترمذی، حدیث: 3431) مَیں نے طاعون والے کو دیکھ کر کئی مرتبہ یہ دُعا پڑھ لی ہے، اب مجھے آقا کریم ﷺ کے فرمانِ اقدس پر یقین ہے کہ دنیا کا نظام بدل سکتا ہے، مگر مجھے کبھی بھی طاعون نہیں ہو گا۔

رات کو تکلیف بڑھی تو میرے دل نے درگاہِ الٰہی میں عرض کی: اَللّٰھُمَّ صَدِّقِ الْحَبِیْبَ وَ كَذِّبِ الطَّبِیْبَ ۔ اے اللہ! طبیب کی بات کو جھوٹا کر دے اور حبیب ﷺ کے اِرشاد کو سچا کر دکھا۔ غیب سے کسی نے میرے داہنے کان میں کہا: مسواک اور سیاہ مرچیں... اُس وقت جو شخص جاگ رہا تھا میں نے اِشارے سے اسے بلایا اور مسواک و سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔ جب دونوں چیزیں آ گئیں تو مشکل سے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا اور پِسی ہوئی مرچیں داڑھوں تک پہنچائیں۔ تھوڑی ہی دیر میں قے آئی اور اللہ کے کرم سے وہ گلٹیاں ختم ہو گئیں۔ مَیں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمانِ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے مجھے شفا دے دی ہے۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص: 71، ملخصاً)

ہماری حالتِ زار: آج ہمارے یقین کی جو صورتِ حال ہے وہ ہم خوب جانتے ہیں۔ بزرگوں نے یقین کی برکت سے عروج پایا تھا اور ہم بے یقینی کی وجہ سے پستی کا شکار ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ اِلَّا ضُعْفَ[1] الْیَقِیْنِ ۔ یعنی ”مجھے اپنی اُمّت کے بارے میں یہی ڈر ہے کہ اِن کا یقین کمزور ہو جائے گا۔“ (المعجم الاوسط: 8869)

حرفِ آخر

امامِ اہلِ سنت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں کئی بڑے بڑے سرکاری عہدے دار یہ پیغام بھیجتے کہ ملاقات کے لیے تشریف لائیے یا ہمیں حاضر ہونے کی اِجازت دیجیے، مگر آپ صرف دینی مقصد کے لیے ہی کسی سے ملاقات کرتے تھے، دنیاوی عہدوں کو کوئی اہمیّت نہیں دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی والیٔ ریاست نے پیغام بھیجا تو فرمایا: میرے پاس اللہ تعالیٰ کا عنایت فرمایا ہوا وقت اُسی کی اِطاعت کے لیے ہے، مَیں آپ کی آؤ بھگت کا وقت کہاں سے لاؤں؟ (ماہنامہ النظامیہ، امام احمد رضا نمبر، دسمبر 2018ء، ص: 139، مجلس علماء نظامیہ پاکستان)

کاش ہمیں بھی احساس ہو کہ ہماری جان، ہمارا جسم، ہمارا مال اور دیگر جو کچھ بھی ہے سب اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے ہی استعمال ہونا چاہیے۔

---

[1] بضم الضاد فی لغة قریش وفتحها فی لغة تمیم ۔ (فیض القدیر، ج:5، ص:414، المکتبة التجاریة)

۳ربیع الاوّل،۱۴۴۴ھ /30ستمبر،2022ء
احابت نے جُھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ
مشمولات
اِجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
سنتوں پر عمل
دُعاؤں کا تسلسل
احادیث یاد کرنا اور دوسروں تک پہنچانا
صبح کے وقت کارِ خیر میں مشغول ہونا
مدحتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
رواداری / آسانی کرنا
گناہ گار بھی دُعائے نبوی حاصل کر سکتے ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۔[التوبہ 103:9]

ماہِ ربیع الاوّل کا آغاز ہوتے ہی اہلِ اسلام کی خوشیاں دوبالا ہوجاتی ہیں؛ کیونکہ اِس ماہِ پُر نور میں زینتِ بزمِ کائنات ﷺ اِس دُنیا میں رونق افروز ہوئے۔ حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا:

نثار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

جشنِ ولادت کی مناسبت سے اِس ماہِ مبارک میں محافلِ میلاد کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے اور اُن میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے فضائل و کمالات، اوصافِ کریمہ، سیرتِ طیبہ اور تعلیماتِ مبارکہ کا ذکر ہوتا ہے، جو یقیناً ایمان کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ محافلِ میلاد کے یہی مقاصد ہیں اور اِنھیں حاصل کرنے پر بھرپور توجہ کرنی چاہیے۔

نبیِ کریم ﷺ کے بے شمار فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ "رحمتِ عالَم" ہیں... عالمِ ارواح میں تھے تب بھی رحمتِ عالم تھے، عالمِ دنیا میں میلاد ہوا تو بھی رحمتِ عالم کی حیثیت سے تشریف لائے، اب عالمِ برزخ میں دنیاوی زندگی سے بھی اعلیٰ زندگی گزارتے ہوئے رحمتِ عالم ہیں اور روزِ قیامت تو ہے ہی اُن کی شانِ رحمت کے اِظہار کے لیے۔ وعدۂ قرآنی کے مطابق آپ ﷺ کی رحمتوں اور کمالات میں ہر لمحہ اضافہ ہورہا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ ارشادِ ربّانی ہے: وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى۔ (ایک تفسیر کے مطابق اِس کا ترجمہ ہے) "اور یقیناً آپ کے لیے ہر آنے والا لمحہ پچھلے لمحہ سے بہتر ہے۔"[1] [الضحیٰ 4:93]

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی بے پایاں رحمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ اپنے اُمّتیوں کے لیے دُعائیں فرماتے ہیں... صرف یہی نہیں کہ دُعائیں فرماتے تھے، بلکہ اب بھی دُعاؤں سے نوازتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ آپ کی دُعا ہماری دُعاؤں جیسی تو نہیں، ہماری زندگی بھر کی دُعاؤں میں وہ اثر کہاں جو اُن کی زبانِ پاک سے نکلنے والے ایک مبارک کلمہ میں ہے! اُن کی شان تو یہ ہے کہ اِدھر لبوں کو جنبش ہوتی ہے... اُدھر خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ کرم فرمادیتا ہے۔

ہر مسلمان کی یہ آرزو ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیے کہ اُسے محبوبِ خُدا ﷺ کی نگاہِ کرم اور دعائے ناز نصیب ہو، چنانچہ آج کے خطبہ میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی کچھ حسین دُعاؤں کا ذکر ہوگا؛ تاکہ ہماری تمنّا بڑھے اور وہ کام کریں جن پر دُعا عطا ہوتی ہے۔

---

[1] مزید کے لیے دیکھیے: تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی، تحت الاٰیۃ

اِجابت نے جھک کر گلے سے لگایا

نبیِ کریم ﷺ کی دُعائیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنی مقبول اور پسندیدہ ہیں کہ اُس نے کلامِ مجید میں فرمایا: وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ ”اور (اے حبیبِ مکرم!) اُن (زکوٰۃ ادا کرنے والوں) کے حق میں دُعائے خیر کیجیے، یقیناً آپ کی دُعا اُن کے دلوں کا چین (سکون و رحمت کا ذریعہ) ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔“ [التوبہ 103:9]

رازدارِ رسول ﷺ سیدنا حُذیفہ بن یَمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَعَا لِرَجُلٍ أَصَابَتْهُ، وَأَصَابَتْ وَلَدَهُ وَوَلَدَ وَلَدِهِ۔ یعنی ”جب رحمتِ عالم ﷺ کسی کو دُعا سے نوازتے تو اُس کے حق میں بھی وہ دُعا قبول ہوتی اور اُس کی نسل کو بھی اُس دُعا کی برکتیں نصیب ہوتیں۔“ (مسند احمد، حدیث: 23277)

امامِ اہلِ سنت، پیکرِ عشق و محبت علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا:

جِلَو میں اِجابت خَوَاصِی میں رحمت
بڑھی کس تُزُک سے دُعائے محمد [1]

اِجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دُعائے محمد

اِجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دُلہن بن کے نکلی دعائے محمد [2]

دُعاؤں کا تسلسل

حدیث صحیح کے مطابق رحمتِ عالم ﷺ آج بھی اپنی اُمّت کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور اُنھیں دعاؤں سے نوازتے ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا بکر بن عبد اللہ مُزَنی اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا:

---

[1] جِلَو: (ایک معنی) معیّت / ساتھ۔ اِجَابَتْ: قبولیّت۔ خَوَاصِی: ہمراہی۔ تُزُک: شان و شوکت۔ یعنی سرکارِ دو عالم ﷺ کی دُعا کس شان و شوکت کے ساتھ بارگاہِ ربّ العزت کی طرف جاتی ہے کہ قبولیت اور رحمت اُس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اِدھر دعا کرتے ہیں، اُدھر مقبول ہو جاتی ہے۔

[2] یعنی دعائے محبوب جب بارگاہِ ربّ العزت کی طرف بڑھتی ہے تو اُسے ایسا اِعزاز عطا کیا جاتا ہے کہ گویا وہ دلہن ہے، جس کے سر پر قبولیت کا سہرا سجا ہے اور عنایت و رحمت کا جوڑا زیبِ تن ہے۔

«حَيَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ، تُحَدِّثُوْنَ وَنُحَدِّثُ لَكُمْ، [1] وَوَفَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ، تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ. فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللهَ عَلَيْهِ، وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اِسْتَغْفَرْتُ اللهَ لَكُمْ.» ”میری (ظاہری) حیات تمہارے لیے بہتر ہے؛ کہ تم ہمارے ساتھ بات کرتے ہو ہم تمہارے ساتھ بات کرتے ہیں (تم اپنی معروضات پیش کرتے ہو، مَیں تمھیں جواب دیتا ہوں)، اور میرا انتقال بھی تمہارے لیے بہتر ہو گا؛ کہ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کیے جائیں گے، جو بھلائی دیکھوں گا اُس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا (کہ اُس نے میرے اُمّتی کو نیکی کی توفیق عطا فرمائی) اور جو برائی دیکھوں گا اُس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں گا کہ تمہیں معاف فرما دے۔“

(رواہ البزار فی مسندہٖ "البحر الزخار" عن ابن مسعود، الحدیث: 1925، قال الهیثمی فی مجمع الزوائد (رقم: 14250): وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِیحِ... ورواہ ابن اسعد فی طبقاتہ، عن بکر بن عبد اللہ، ج: 2، ص: 194، دار صادر... وذکرہ الدیلمی عن أبی ھریرۃ، الحدیث: 686)

اِس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

- اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ربیع الاوّل شریف میں جشنِ ولادت نہیں منانا چاہیے؛ کیونکہ اِسی ماہِ مبارک میں سرکارِ دوعالم ﷺ کا وصال ہوا ہے تو وہ جاہل ہے، جب وصالِ اقدس بھی اُمّت کے حق میں بہتر ہے تو یہ میلادِ مبارک کی خوشی میں رکاوٹ نہیں۔
- نبیِ کریم ﷺ اپنے ہر اُمّتی کو بھی جانتے ہیں اور اُس کے اعمال سے بھی باخبر ہیں؛ لہٰذا کوئی بھی کام کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے کہ کہیں اِس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ کے سامنے شرمندگی تو نہیں ہوگی!
- نبیِ کریم ﷺ آج بھی اپنی اُمّت کو دعاؤں سے نوازتے ہیں، چنانچہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو جن کاموں پر دعائیں ملیں، اگر ہم بھی وہ کام کریں تو کوئی بڑی بات نہیں کہ اُس عظیم بارگاہ سے ہمیں بھی چشمِ کرم کی خیرات مل جائے۔

صبح کے وقت کارِ خیر میں مشغول ہونا

اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا انظام ہے کہ دنوں اور راتوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ قرآنِ مجید کے مطابق ربّ تعالیٰ نے رات کو آرام کے لیے اور دن کو معاملات سرانجام دینے کے لیے بنایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. ”اور اللہ نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن کو بنایا؛ تاکہ رات میں آرام کرو اور دن میں اُس کا فضل (روزی) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔“ [القصص 28:73]

اگر انسان اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق چلے... رات کو آرام اور دن کو کام کرے تو اُسے بہت سے دینی و دنیاوی فائدے حاصل ہوتے ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ دُعائے نبوی کی وجہ سے تمام اچھے کاموں میں برکت عطا ہوتی ہے۔

---

[1] أَی تحدّثونی بِمَا أشکل عَلَیْکُم وَأُحَدِّثکُمْ بِمَا یُزِیحِ الإِشکالَ ویرفعکم إِلَی دَرَجَة الْکَمَال. (التیسیر بشرح الجامع الصغیر: 502/1)

دعائے نبوی: سیدنا صَخر بن وَداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کی: «اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا». ”اے اللہ! میری اُمّت کو صبح کے وقت میں برکت عطا فرما۔“(وہ صبح کے وقت طلبِ علم، سفر اور رزقِ حلال وغیرہ کی تلاش... جو بھی کارِ خیر کریں اُنھیں اُس میں برکت عطا فرما)سیدنا صَخر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ أَوَّلَ النَّهَارِ۔ سرکارِ دوعالَم ﷺ جب کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر بھیجتے تو اُسے صبح کے وقت روانہ فرماتے۔

راوی نے کہا: وَكَانَ صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًا، وَكَانَ إِذَا بَعَثَ تِجَارَةً بَعَثَهُمْ أَوَّلَ النَّهَارِ، فَأَثْرَى وَكَثُرَ مَالُهُ۔ سیدنا صخر رضی اللہ عنہ تاجر تھے، (حدیث پر عمل کے لیے) وہ اپنا مالِ تجارت صبح کے وقت ہی بھیجا کرتے تھے، چنانچہ (دعائے نبوی کی برکت سے) وہ صاحبِ ثروت ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اُنھیں کثیر مال عطا فرمایا۔(جامع ترمذی، حدیث:1212، سنن ابوداود، حدیث:2606)

صبح کو سوئے رہنے کی نحوست: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ، فَارْقُدْ. فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.» یعنی ”جب تم سے کوئی سوئے تو شیطان اُس کی گُدّی (گردن کے پچھلے حصے) پر تین گرہیں لگا دیتا ہے (جیسے جادوگر کچھ پڑھ کر گرہ لگاتے ہیں ایسے ہی وہ اِس عمل کے ذریعے سستی ڈالتا ہے)، ہر ایک گرہ پر (دل میں یہ بات) ڈالتا ہے کہ سوئے رہو، بہت لمبی رات ہے۔ چنانچہ اگر بندہ اُٹھ کر اللہ پاک کا ذکر کرے تو (شیطان کی لگائی ہوئی سستی کی گرہوں میں سے) ایک گِرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وُضو کرتا ہے تو دوسری گِرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر نماز پڑھتا ہے تو تیسری گِرہ بھی کھل جاتی ہے اور (شیطان کا اثر ٹوٹنے کے ساتھ ساتھ ایسی برکت نصیب ہوتی ہے کہ) انسان چُست اور پاکیزہ نفس ہو کر صبح کرتا ہے، اگر ایسا نہ کرے تو صبح کو یہ حالت ہوتی ہے کہ پریشان اور سست ہوتا ہے۔“(صحیح بخاری، حدیث:1142، صحیح مسلم، حدیث:776)

تربیت: موجودہ دَور میں تقریباً سبھی لوگ بے برکتی اور تنگ دستی کی شکایت کرتے ہیں، اِس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم بابرکت وقت کو نیند میں ضائع کر دیتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ رات کو نمازِ عشا باجماعت ادا کریں، پھر فضول کاموں کے بجائے بروقت سوئیں؛ تاکہ صبح اُٹھ کر تہجد ادا کر سکیں، یا کم از کم نمازِ فجر باجماعت ضرور ادا کریں اور اِس بابرکت وقت میں اچھے کام سرانجام دیں۔

رواداری / آسانی کرنا

ربّ تعالیٰ مسلمان کی جو خوبیاں بہت پسند فرماتا ہے اُن میں سے ایک ”برداشت سے کام لینا اور نرمی کرنا“ بھی ہے، جسے موجودہ دور کی اصطلاح میں ”رَواداری“[1] کہا جاتا ہے۔

---

[1] رواداری فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کا مفہوم ہے: رعایت کرنا، گوارا کرنا/ برداشت کرنا، گنجائش نکال کر جائز رکھنا۔

قرآن وسنت میں بندگانِ خدا کے ساتھ حُسنِ اخلاق اور رواداری سے پیش آنے کی بے شمار برکتیں بیان فرمائی گئی ہیں، چنانچہ یہ کہنا ہر گز بے جا نہیں کہ رواداراکو دُنیا میں بھی عزت نصیب ہوتی ہے اور روزِ قیامت بھی اُسے خصوصی اِعزاز عطا کیا جائے گا۔

دعائے نبوی: خرید و فروخت، لین دین اور دیگر معاملات میں آسانی کرنے والے کے لیے دیگر بہت سی برکتوں کے ساتھ ساتھ ایک سعادت یہ بھی ہے کہ اُسے نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دُعا نصیب ہو جاتی ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَى وَإِذَا اقْتَضَى۔ (یہ جملہ دُعائیہ بھی ہو سکتا ہے، اب مفہوم ہو گا)"جو شخص بیچنے، خریدنے اور تقاضا کرنے (اپنا حق مانگنے) میں آسانی کرے، اے اللہ! تو اُس پر رحم فرما۔"(جملہ خبریہ ہو تو مفہوم ہو گا)"جو شخص بیچنے، خریدنے اور تقاضا کرنے میں آسانی کرے، اللہ تعالیٰ اُس پر رحمت فرماتا ہے۔"(صحیح بخاری، حدیث:2076)

رحمتِ الٰہی: عمِّ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اِسْمَحْ يُسْمَحْ لَكَ۔ (مسند احمد، حدیث:2233) یعنی"مخلوقِ خدا سے نرمی اور در گزر کرو، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں تمہارے ساتھ نرمی اور در گزر والا معاملہ فرمائے گا۔"(تشریح ماخوذ از فیض القدیر، ج:1، ص:215، مکتبہ تجاریہ)

رازدارِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم سے پہلی قوموں میں ایک شخص کی روح قبض کرنے کے لیے فرشتہ اُس کے پاس آیا۔ اُس سے کہا گیا: هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ؟ تم نے کوئی بھلائی کی ہے؟ وہ کہنے لگا: مَا أَعْلَمُ۔ میرے علم میں نہیں(کہ میں نے کوئی اچھا کام کیا ہو)۔ کہا گیا: اُنْظُرْ۔ "سوچ لو!" کہا: مَا أَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ أَنِّي كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَأُجَازِيهِمْ فَأُنْظِرُ الْمُوسِرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ۔ اور تو کوئی بھلائی معلوم نہیں، البتہ مَیں دُنیا میں لوگوں سے لین دین کرتا تھا اور تقاضا (کے وقت اُن پر احسان) کرتا تھا، چنانچہ خوش حال کو مہلت دے دیتا اور تنگ دست کو معاف کر دیتا تھا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: فَأَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔ "اللہ تعالیٰ نے اُسے جنت سے نواز دیا۔"(صحیح بخاری، حدیث:3451)

دوسری روایت میں ہے کہ اللہ نے فرمایا: أَنَا أَحَقُّ بِذَا مِنْكَ۔ "میرا حق تجھ سے زیادہ ہے کہ مَیں معاف کر دوں۔"(کیونکہ تُو محتاج تھا، مَیں بے نیاز ہوں) چنانچہ فرشتوں کو حکم ہوا: تَجَاوَزُوا عَنْ عَبْدِي۔ "میرے بندے کو معاف کر دو۔"(صحیح مسلم:1560)

محدثین نے لکھا: اِس حدیثِ مبارک سے سبق ملتا ہے کہ کسی بھی نیکی کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے، کبھی ایسی نیکیاں بھی سعادت و رحمت کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔[1]

---

[1] وَفِيهِ عَدَمُ احْتِقَارِ أَفْعَالِ الْخَيْرِ، فَلَعَلَّهُ يَكُونُ سَبَبًا لِلسَّعَادَةِ وَالرَّحْمَةِ۔ (مرقاة المفاتيح، تحت الحديث:2791)

توجہ طلب: دین ہمیں رواداری کا حکم دیتا ہے، مگر یہ بھی حکم فرماتا ہے کہ دینی اقدار کا ہر قیمت پر تحفظ کیا جائے اور حسبِ موقع دینی غیرت کا بھی بھرپور مظاہرہ کیا جائے۔ دین کے بارے میں بے حمیّتی کا مظاہرہ کرنے اور مفاہمت کر لینے کا مطلب ہے کہ ایسا کرنے والے شخص کو اسلام کی قدر ہی نہیں اور یہ شخص دنیاوی مفاد کو دین سے زیادہ اہم سمجھتا ہے۔[1]

سنتوں پر عمل

محبت کا اُصول ہے کہ انسان جس سے محبت کرتا ہو اُس کی اداؤں سے بھی دیوانہ وار محبت کرتا ہے، چنانچہ ہر مسلمان کی یہ خواہش اور کوشش ہونی چاہیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنتوں پر عمل کرے اور آپ کے حسین اخلاق کو اپنائے۔

دعائے نبوی: سنتِ مصطفیٰ ﷺ پر عمل کی دُنیا و آخرت میں بے شمار برکتیں ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ سنت پر عمل کرنے والے کو جانِ جہاں ﷺ کی دُعا نصیب ہوتی ہے۔ شہزادۂ فاروقِ اعظم سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «رَحِمَ اللهُ امْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا» (یہ جملہ دُعائیہ بھی ہو سکتا ہے، اب مفہوم ہو گا) ”جو شخص نمازِ عصر سے پہلے چار رکعات (سنت) ادا کرے، اے اللہ! تُو اُس پر رحم فرما۔“ (جملہ خبریہ ہو تو مفہوم ہو گا) ”جو شخص نمازِ عصر سے پہلے چار رکعات ادا کرے، اللہ تعالیٰ اُس پر رحمت فرماتا ہے۔“ (جامع ترمذی، حدیث: 430، سنن ابوداود، حدیث: 1271)

نمازِ عصر سے پہلے کی چار رکعات نہ فرض ہیں، نہ واجب اور نہ ہی سنتِ مؤکّدہ... یہ سنتِ غیرِ مؤکّدہ ہیں، اِس کے باوجود اِس پر زبانِ اقدس سے دُعا عطا ہوئی ہے، اِس سے سننِ مؤکّدہ اور فرائض وواجبات کی فضیلت وبرکت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سو شہیدوں کا ثواب: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ماہِ مدینہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِيْ فَلَهٗ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ.»[2] یعنی جب میری اُمت بگڑ جائے گی (جہالت اور فسق وفجور کا غلبہ ہو جائے گا)، اُس وقت میری سنت (دین متین) پر عمل کرنے والے اور اُسے عام کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سو شہیدوں کے برابر ثواب عطا فرمائے گا (کیونکہ یہ خدمتِ دین کے لیے بہت زیادہ مشقت کا سامنا کریں گے[3])۔

(الزهد الكبير للبيهقي، حديث: 207، وأخرجه أبو نعيم في حلية الأولياء: 200/8، وابن عدي في "الكامل في ضعفاء الرجال": 173/3)

---

[1] دین کی خاطر انتقام لینا بھی سنت ہے۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا امْرَأَةً وَّلَا خَادِمًا إِلَّا أَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، وَمَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهٖ إِلَّا أَنْ يُّنْتَهَكَ شَيْءٌ مِّنْ مَّحَارِمِ اللهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. (مسلم: 2328)

[2] وفي رواية أبي هريرة مرفوعًا: اَلْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِيْ لَهٗ أَجْرُ شَهِيْدٍ. (المعجم الأوسط، رقم الحديث: 5414)

[3] لِمَا يَلْحَقُهٗ مِنَ الْمَشَقَّةِ بِالْعَمَلِ بِهَا بِإِحْيَائِهَا وَتَرْكِهِمْ لَهَا كَالشَّهِيْدِ الْمُقَاتِلِ مَعَ الْكُفَّارِ لِإِحْيَاءِ الدِّيْنِ بَلْ أَكْثَرُ. (مرقاة المفاتيح)

بزرگوں کا انداز: بزرگانِ دین کے حالات میں سنت سے محبت کی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ دیگر سنتوں کے ساتھ ساتھ مسواک کی بھی خوب پابندی کرتے تھے، حتّٰی کہ آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے کفن میں مسواک رکھنا؛ تاکہ مَیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرسکوں: خدایا! مَیں دُنیا میں اور نیکیاں تو نہیں کرسکا (عاجزی کا یہ انداز، سبحان اللہ!)، البتہ تیرے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اِس سنت پر ہمیشہ عمل کیا ہے اور اِسی کی بدولت تیرے لُطف وکرم اور فضل واحسان کا امیدوار ہوں۔ (فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج:4، ص:300)

احادیث یاد کرنا اور دوسروں تک پہنچانا

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو علم بانٹنے کے لیے "معلّم"، بلکہ "معلّمِ اعظم" بناکر بھیجا ہے۔ یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ ہے کہ خود مخلوق میں سے کسی کی بھی شاگردی نہیں کی، مگر پوری کائنات کی تعلیم وتربیت فرماتے ہیں۔

جو شخص میلادِ مصطفیٰ اور بعثتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مقصد پورا کرتے ہوئے علمِ دین سیکھنے اور سکھانے میں مشغول ہو، بالخصوص احادیثِ طیبہ یاد کرے اور دوسروں تک پہنچائے اُسے دیگر بہت سے انعامات کے ساتھ ساتھ دُعائے نبوی کا فیضان بھی عطا ہوتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے جانِ جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے روایت کیا: نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ... یعنی "اللہ تعالیٰ اُس شخص کو تروتازہ اور حسین وبارونق رکھے جس نے میری حدیث سن کر یاد کی، اُسے محفوظ رکھا، پھر بغیر کسی تبدیلی کے دوسرے کو پہنچادی، کئی علم کے حامل اپنے سے زیادہ فقیہ تک علم پہنچاتے ہیں (انھیں حدیث اور علم کی بات یاد ہوتی ہے اور اُسے سمجھتے ہیں، مگر جس تک پہنچائی وہ اِن سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے)۔" (سنن ترمذی، حدیث:2658)

محدثین نے لکھا: صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی حدیث سیکھنے اور سکھانے والوں کے چہروں پر جو رونق اور حُسن ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ربّ تعالیٰ نے نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دیگر دعاؤں کی طرح اِس دُعا کو بھی اعلیٰ درجہ کی قبولیت سے نوازا ہے۔[1]

جیسے ربّ تعالیٰ نے دنیا میں حدیث کے خدمت گزاروں کو حُسن عطا فرمایا ہے ایسے ہی قیامت کے دن بھی اِن کے چہرے بارونق رکھے گا، اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

---

[1] وَقَدِ اسْتَجَابَ اللهُ دُعَاءَهُ. فَلِذٰلِكَ تَجِدُ أَهْلَ الْحَدِيْثِ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَجْمَلَهُمْ هَيْئَةً. وَرُوِيَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ أَنَّهُ قَالَ: مَامِنْ أَحَدٍ يَطْلُبُ الْحَدِيْثَ إِلَّا وَفِيْ وَجْهِهٖ نَضْرَةٌ. أَيْ: بَهْجَةٌ صُوْرِيَّةٌ أَوْ مَعْنَوِيَّةٌ. (مرقاۃ المفاتیح، زیرِ حدیث:228)

ثم إن قوله: "نضَّر" يحتمل الخبرَ والدعاءَ، وعلى كلٍّ فيحتمل كونَه في الدنيا وكونَه في الآخرة وكونَه فيهما. (فیض القدیر، تحت:9264)

اِس دعائے نبوی سے ایک اور مشکل کا حل معلوم ہو جاتا ہے، جب کوئی فرقہ پرست قرآن و حدیث کی غلط تشریح کرتے ہوئے اپنا مطلب ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو بعض اوقات سادہ لوح مسلمان پریشان ہو کر سوچتے ہیں کہ ہم کسے صحیح اور کسے غلط کہیں؟ یہ بھی حدیث کا حوالہ دے رہا ہے اور وہ بھی حدیث ہی بیان کر رہا ہے! ایسے میں چہروں کی رونق دیکھ کر بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جسے مصطفیٰ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دُعا کا فیضان نصیب ہے وہی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حدیث کا صحیح مفہوم بیان کر رہا ہے اور آپ کے دین کی صحیح تشریح کر رہا ہے۔

تربیت: جشنِ ولادتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم منانے کا ایک بہترین طریقہ یہ بھی ہے کہ ہم دعائے نبوی کا فیضان پانے کے لیے حدیث پاک پڑھنے، یاد کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی عادت ڈالیں۔ اِس سلسلے میں فقیہِ ملت مفتی محمد جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "انوار الحدیث"، علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی "منتخب حدیثیں" اور حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی "مرآۃ المناجیح" کا مطالعہ عوام الناس کے لیے بے حد مفید ہے۔

مدحتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شانیں اِس قدر بلند ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعریف و توصیف فرماتا ہے۔ جو خوش نصیب محبوبِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شانیں بیان کرے ربّ تعالیٰ بھی اُسے اِنعام و اکرام سے نوازتا ہے اور بارگاہِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بھی اُسے عطائیں نصیب ہوتی ہیں۔

سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے محترم چچا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر آپ کی خدمت میں عرض کی: يَارَسُوْلَ اللهِ! إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أَمْتَدِحَكَ۔ یا رسول اللہ! مَیں آپ کی مدحت سرائی کرنا چاہتا ہوں۔ نبیِ مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اجازت کے ساتھ ساتھ دُعا دیتے ہوئے فرمایا: «قُلْ، لَا يُفَضْفِضُ اللهُ فَاكَ.» یعنی "کہیے، اللہ تعالیٰ آپ کا منہ سلامت رکھے۔" چنانچہ اُنھوں نے ایک نہایت ایمان افروز قصیدہ پیش کیا جس میں درج ذیل اشعار بھی تھے:

وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ الْأَرْ ... ضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْأُفُقُ

فَنَحْنُ فِيْ ذٰلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّوْ ... رِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ [1]

جب آپ کی ولادت ہوئی تو زمین جگمگا اٹھی اور آفاق آپ کے نور سے منور ہو گئے

ہم اُسی نور میں بس رہے ہیں اور ہدایت کی راہوں پر چل رہے ہیں

---

[1] المستدرک علی الصحیحین: 5417

تربیت: ماہِ ربیع الاوّل میں محافلِ میلاد کا بکثرت انعقاد ہوتا ہے اور اِن میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ کی تعریف وثنا کی جاتی ہے، چاہے وہ تلاوتِ کلامِ مجید کی صورت میں ہو، یا نعتیہ اشعار کی صورت میں ہو یا علما کے بیانات کی صورت میں۔ اگر چند اُمور پر توجہ دی جائے تو اِن محافل کے بہترین نتائج حاصل ہوں گے:

- محافل کا انعقاد محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہو، شہرت کی خواہش نہ ہو۔
- اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے ذکرِ پاک کا احترام پیشِ نظر رکھا جائے۔
- فقط بزرگوں کا لکھا ہوا کلام پڑھا جائے اور نعت خوانی کا انداز ایسا ہو جو محبتِ رسول میں اِضافہ کا ذریعہ بنے۔
- نبیِ کریم ﷺ کے فضائل اور سیرتِ طیبہ بیان کرنے کے لیے علما کو دعوت دی جائے اور پیشہ وَر لوگوں سے گریز کیا جائے۔
- شرکاءِ محفل کو دین پر عمل کا جذبہ دیا جائے، ایسا نہ ہو کہ نعروں کا زور عمل سے غافل کر دے۔
- ہر طرح کی غیر شرعی حرکات سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

حرفِ آخر

سرکارِ دوعالم ﷺ کی حسین دُعاؤں کا تذکرہ سُن کر جہاں ایمان تازہ ہوتا ہے اور دل مچل جاتا ہے وہیں یہ خیال بھی آتا ہے:

"مَیں کہاں اِس قابل کہ کائنات کے دُولہا میرے لیے دُعا فرمائیں"۔

اِس حوالے سے یہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ اگرچہ ہم گناہ گار و بے کار ہیں، مگر نبیِ کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمتِ عالم بنایا ہے۔ کسی بزرگ سے اُن کے ایک عقیدت مند نے کہا: آپ کے اتنے مرید ہیں، ہمیں آپ کب یاد رکھیں گے! اُنھوں نے اُسے دیہاتی انداز میں سمجھاتے ہوئے فرمایا: سمجھ دار چرواہا کمزور بکریوں کا زیادہ خیال رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ایک ایسی ہی کیفیت میں اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

تجھ سا سیاہ کار کون، اُن سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں، دِل یہ ترا گمان ہے

ماہِ میلاد میں فضلِ خدا و کرمِ مصطفیٰ جوش پر ہیں، اگر ہم کچھ کوشش کریں... سنتوں پر عمل کی عادت بنائیں، علمِ دین سے تعلق جوڑیں، رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کو اختیار کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں تو ہمیں بھی کرم کی خیرات عطا کرنا اُن کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

دے تبسم کی خیرات ماحول کو، ہم کو درکار ہے روشنی یا نبی
ایک شیریں جھلک ایک نوری ڈلک، تلخ و تاریک ہے زندگی یا نبی

۱۰ ربیع الاوّل،۱۴۴۴ھ/7 اکتوبر،2022ء

شانِ ولادتِ مصطفیٰ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ

مشمولات

- بے مثال شانِ ولادت خصائصِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے
- شانِ ولادت بزبانِ رحمتِ عالم ﷺ
- آسمانی کتابوں میں شانِ ولادت کا تذکرہ
- شانِ ولادت اور مشاہداتِ سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا
- تذکرۂ شانِ ولادت وبعثت سے خوشی
- شانِ ولادت کا ذکر اور محبت واِطاعت کا فروغ
- غلامیٔ رسول ﷺ کے ذریعے عروج

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ۔ [التوبہ 9:128]

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو بے شمار ایسی خوبیاں عطا فرمائی ہیں جو سیدنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لے کر آخری انسان تک، اولین و آخرین میں سے کسی کو بھی عطا نہیں ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنی زبانِ مبارک سے اپنی یہ خوبیاں بیان فرماتے، بلکہ ایسی کئی عنایات کا تذکرہ خود باری تعالیٰ جل جلالہٗ نے قرآنِ مجید میں بھی فرمایا ہے۔ علما اِنھیں "خصائصِ مصطفیٰ ﷺ" سے تعبیر کرتے ہیں۔

خصائصِ مصطفیٰ ﷺ کو "بے شمار" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق شمار اُسے کر سکتی ہے جس کی کوئی حد اور انتہا ہو... اگر باری تعالیٰ نے اپنی عنایات کا سلسلہ موقوف کر دیا ہوتا، کہ جو کچھ دینا تھا وہ سب دے دیا تو بھی مخلوق شمار نہ کر پاتی، اُس کریم ذات کی اپنے حبیب ﷺ پر عنایات کا عالَم تو یہ ہے کہ وہ فرماتا ہے: وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی. (ایک تفسیر کے مطابق اِس کا ترجمہ ہے) "اور یقیناً آپ کے لیے ہر آنے والا لمحہ پچھلے لمحہ سے بہتر ہے۔"[1] [الضحیٰ 93:4] جب لمحات کا شمار ممکن نہیں تو لمحہ بہ لمحہ ترقی افزوں کمالات کا شمار بھی ممکن نہیں۔ اعلیٰ حضرت، سفیرِ عشق و محبت رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بَری
حیراں ہُوں میرے شاہ! میں کیا کیا کہوں تجھے[2]

کہہ لے گی سب کچھ اُن کے ثناخواں کی خامُشی
چپ ہو رہا ہے کہہ کے مَیں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختمِ سخن اِس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

خصائصِ مصطفیٰ کریم ﷺ میں سے ایک "شانِ میلاد" بھی ہے۔ یعنی جس شان کے ساتھ رحمتِ عالم ﷺ اِس دُنیا میں جلوہ گر ہوئے ہیں، ایسے نہ پہلے کوئی آیا ہے نہ بعد میں کوئی آئے گا۔ ابھی وہ اِس دُنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ ہر اُمّت میں اُن کی آمد

---

[1] مزید کے لیے دیکھیے: تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی، تحت الآیۃ

[2] یارسول اللہ آپ کے اوصافِ حمیدہ کی انتہا نہیں، وہ تناہی (ختم ہو جانے) کے عیب سے پاک ہیں، میرے آقا! مَیں حیران ہوں کہ آپ کی تعریف کرتے ہوئے کیا کیا کہوں؟

کا انتظار اور اُن کے میلاد کے چرچے تھے، اُن کی ولادت ہوئی تو عرش و فرش پر اُس کی دھوم تھی، صدیاں گزرنے کے بعد بھی جس شان کے ساتھ اُن کے میلاد کا جشن ہوتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور اِن شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک آپ کا ذکر خیر اِسی طرح بڑھتا رہے گا۔

مرزا اسد اللہ خان غالب نے بہت خوب کہا:

غالب ثنائے خواجه به یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبه دانِ محمّد است[1]

چنانچہ آج کے خطبہ میں سیدِ عالم ﷺ کی بے مثال شانِ ولادت سے متعلق کچھ باتوں کا ذکر ہو گا۔

شانِ ولادت بزبانِ رحمتِ عالم ﷺ

رسول اللہ ﷺ کا میلاد منانے اور آپ کی شانِ ولادت کو بیان کرنے اور سننے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی محبت میں اِضافہ ہو اور پھر محبت کی برکت سے پیروی کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ اُمّت کو محبت واِطاعت کی دولت عطا کرنے کے لیے بعض اوقات نبیِ رحمت ﷺ اپنی زبانِ اقدس سے خود بھی اپنے بے مثال میلاد کا تذکرہ فرماتے تھے۔

صحابیِٔ رسول سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مَیں نے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: «إِنِّيْ عِنْدَ اللهِ مَكْتُوْبٌ بِخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ.» یعنی ”ابھی حضرت آدم پیدائش کے مراحل میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مجھے خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لکھ دیا گیا“ (حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے ہی یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ ختمِ نبوت کا تاج میرے سر پر سجایا جائے گا)۔

مزید فرمایا:

«وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ: دَعْوَةُ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا أُمِّيَ الَّتِيْ رَأَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ أَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ.» یعنی ”مَیں تمھیں بتاتا ہوں کہ میری نبوت وعظمت کا اِظہار کیسے شروع ہوا، میرے جدّ امجد جناب ابراہیم نے میرے بارے میں ہی دُعا کی تھی، اور جناب عیسیٰ نے میری ہی خوش خبری سنائی تھی، اور مَیں ہی اپنی والدہ کا وہ نظارہ ہوں جو اُنھوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا کہ اُن سے ایک نور نکلا جس سے اُن کے لیے شام کے محلات روشن ہو گئے۔“ (صحیح ابن حبان، حدیث:2979، شرح السنۃ، حدیث:3626، شعب الایمان، حدیث:1322)

---

[1] غالب! سرکارِ دوجہاں ﷺ کی تعریف وثنا ہمارے بس میں نہیں، اُن کی تعریف ربّ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے؛ کیونکہ اُس کے علاوہ اُن کا مرتبہ کسی کو معلوم ہی نہیں۔

آسمانی کتابوں میں شانِ ولادت کا تذکرہ

گزشتہ آسمانی کتابوں میں واضح طور پر سرکارِ دوعالم ﷺ کے اوصافِ کریمہ بیان فرمائے گئے تھے۔ یہ بھی تذکرہ تھا کہ آپ کی ولادت کہاں اور کب ہوگی؟ اور یہ بھی وضاحت تھی کہ آپ ہجرت کرکے کس جگہ تشریف لے جائیں گے؟ آپ کی شانِ ولادت کتنی تفصیل کے ساتھ مذکور تھی، اِس کا اندازہ کرنے کے لیے ایک روایت ذکر کی جاتی ہے۔

اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک یہودی تاجر رہتا تھا (جس نے سابقہ آسمانی کتابوں میں ولادتِ مصطفیٰ کریم ﷺ کی نشانیاں پڑھ رکھی تھیں)۔ میلادِ پاک ﷺ والی رات کو اُس نے قُریش (اہلِ مکہ) سے پوچھا: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! هَلْ وُلِدَ فِيْكُمُ اللَّيْلَةَ مَوْلُوْدٌ؟ اے قریش! کیا آج رات تمہارے قبیلہ میں کسی بچے کی ولادت ہوئی ہے؟ اُنھوں نے کہا: قسم بخدا! ہمیں معلوم نہیں۔ وہ کہنے لگا: فَانْظُرُوْا وَاحْفَظُوْا مَا أَقُوْلُ لَكُمْ: وُلِدَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ نَبِيُّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْأَخِيْرَةِ۔ یعنی دھیان سے سنو اور یاد رکھنا! آج رات اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کی ولادت ہو چکی ہے۔ پھر اُس نے بتایا کہ آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مُہرِ نبوّت ہے۔

لوگ اُس کی باتوں سے تعجب کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور اِس بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے، پتا چلا کہ آج سیدنا عبد المطلب کے گھر میں ایک چاند طلوع ہوا ہے، جس کا نام "محمد" ہے۔ اُنھوں نے یہودی کو بتایا۔ وہ کہنے لگا: مجھے اُس بچے کے پاس لے چلو۔ چنانچہ اُس نے محسنۂ کائنات سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ اپنے چاند کی زیارت کروائیں۔ جب اُس نے آپ ﷺ کی پشتِ مبارک پر خاص قسم کے بال دیکھے، جو مہرِ نبوت کی نشانی تھے، تو وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا: تمھیں کیا ہوا؟ کہنے لگا: ذَهَبَتْ وَاللهِ النُّبُوَّةُ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ فَرِحْتُمْ بِهٖ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! أَمَا وَاللهِ لَيَسْطُوَنَّ بِكُمْ سَطْوَةً يَخْرُجُ خَبَرُهَا مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ یعنی ایک عرصے سے انبیا بنو اسرائیل میں پیدا ہوتے رہے، مگر اے قریش! تاج دارِ ختمِ نبوت کو اللہ تعالیٰ نے تم (اہلِ عرب) میں پیدا فرمایا ہے۔ قسم بخدا! اِس بچے کو ایسی شانیں عطا ہوں گی کہ مشرق و مغرب میں اِس کے چرچے ہو جائیں گے۔ (المستدرک علی الصحیحین، حدیث: 4177، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج: 1، ص: 109، دار الکتب العلمیہ)

اِس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی اور عیسائی آپ ﷺ کو اچھی طرح پہچانتے تھے، مگر اپنی ہٹ دھرمی کے سبب ایمان سے محروم رہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شبِ میلاد زمین و آسمان میں اُن کی آمد کے چرچے تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا:

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش میں طرفہ دھوم دھام

کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

شانِ ولادت اور مشاہداتِ سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیٹ میں جلوہ گر ہونے سے آپ کی پیدائش تک اور پھر پیدائش کے بعد والے مراحل میں سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جن انوار و تجلیات اور انوکھے واقعات کا مشاہدہ کیا اُن میں سے کچھ اُنھوں نے بیان بھی فرمائے۔ حصولِ برکت کے لیے وقتِ ولادت کے چند مشاہدات ذکر کیے جاتے ہیں۔

سجدہ کرتے پیدا ہوئے: محسنہ کائنات سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: فَلَمَّا خَرَجَ مِنْ بَطْنِيْ دُرْتُ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا أَنَا بِهٖ سَاجِدٌ قَدْ رَفَعَ إِصْبَعَيْهِ كَالْمُتَضَرِّعِ الْمُبْتَهِلِ۔ یعنی جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ سجدہ کی حالت میں ہیں، عاجزی و انکساری کرنے والے کی طرح اپنی دو انگلیاں بلند کی ہوئی تھیں۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم، حدیث: 555، السیرۃ الحلبیۃ، باب ذکر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج: 1، ص: 80)

پیدا ہوتے ہی سجدہ کرنے میں جہاں اُمّت کی غم خواری تھی، وہاں یہ بھی اِشارہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ کا خصوصی قرب حاصل ہے؛ کیونکہ حدیث پاک کے مطابق بندے کو رب تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب سجدہ میں حاصل ہوتا ہے۔[1] سلامِ رضا میں ہے:

پہلے سجدہ پہ روزِ اَزل سے دُرود
یادگاریِٔ اُمّت پہ لاکھوں سلام[2]

چابیاں عطا ہوگئیں: سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مزید فرماتی ہیں: ولادت کے بعد آسمان سے ایک سفید بادل آیا اور اُس نے حضور کو ڈھانپ لیا، آپ میرے سامنے سے غائب ہوگئے، پھر جلد ہی وہ حجاب دُور ہوگیا، مَیں نے ایک حسین منظر دیکھا: فَإِذَا بِهٖ مُدْرَجٌ فِيْ ثَوْبِ صُوفٍ أَبْيَضَ أَشَدَّ بَيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ، وَتَحْتَهٗ حَرِيْرَةٌ خَضْرَاءُ، قَدْ قَبَضَ عَلٰى ثَلَاثَةِ مَفَاتِيْحَ مِنَ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ الْأَبْيَضِ وَإِذَا قَائِلٌ يَقُوْلُ: قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلٰى مَفَاتِيْحِ النَّصْرِ وَمَفَاتِيْحِ الرِّيْحِ وَمَفَاتِيْحِ النُّبُوَّةِ۔ حضور ایک اُونی کپڑے میں لپٹے تھے جو دُودھ سے بھی زیادہ سفید تھا، نیچے سبز ریشمی بچھونا بچھا ہوا تھا، حضور کی مٹھی مبارک میں بارونق سفید موتی کی تین چابیاں تھیں اور کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا: محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے نفع کی چابیوں، ہوا کی چابیوں اور نبوت کی چابیوں کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے۔

(دلائل النبوۃ لاَبی نعیم، حدیث: 555، البدایہ والنہایہ، ج: 6، ص: 331، دار الکتاب العربی)

---

[1] أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 482)

[2] سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے سجدے پر ہمیشہ دُرود ہو اور اُمّت کو یاد رکھنے پر لاکھوں سلام ہوں۔

ہر چیز پر قبضہ: دوسری روایت کے مطابق سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: پھر ایک اور بادل آیا، اُس نے حضور کو ڈھانپ لیا، آپ میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئے، پھر وہ حجاب بھی دُور ہوگیا، مَیں نے دیکھا کہ ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا حضور کی مٹھی میں ہے اور کوئی منادی پکار رہا ہے: بَخٍّ بَخٍّ! قَبَضَ مُحَمَّدٌ ﷺ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا. لَمْ يَبْقَ خَلْقٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِلَّا دَخَلَ فِيْ قَبْضَتِهِ۔ واہ واہ! ساری دُنیا جانِ عالم ﷺ کی مٹھی میں آگئی، زمین و آسمان کی تمام مخلوق آپ کے قبضے میں آگئی۔[1]

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی، ج:1، ص:82، دار الکتب العلمیۃ۔ المواہب اللدنیۃ، ج:1، ص:77، المکتبۃ التوقیفیۃ۔ فتاوٰی رضویہ، ج:30، ص:429)

خوش حالی والا سال: میلادِ مصطفیٰ ﷺ سے پہلے قریشِ مکہ قحط سالی اور بہت تنگی میں مبتلا تھے، جس سال آپ ﷺ کا نور اپنی والدہ ماجدہ کے شکم میں جلوہ گر ہوا تو ہر طرف بہار آگئی، زمین ہریالی و سرسبز ہوگئی، درختوں پر پھل آگئے اور ہر طرح سے آسودگی و خوش حالی آگئی۔ چنانچہ اہلِ عرب اِس سال کو سَنَةُ الْفَتْحِ وَالْاِبْتِهَاجِ (وُسعت و خوش حالی والا سال) کہتے تھے۔[2]

(السیرۃ الحلبیۃ، باب حمل أمّہ بہ ﷺ، ج:1، ص:72، دار الکتب العلمیہ، المواھب اللدنیہ، ج:1، ص:72، المکتبۃ التوقیفیہ)

تذکرۂ شانِ ولادت و بعثت سے خوشی

مسلمان نبیِ کریم ﷺ کے میلادِ مبارک اور آپ کے اعلانِ نبوّت سے متعلق معجزات کا تذکرہ کرکے اپنے ایمان کو تازہ کرتے ہیں اور اپنے دلوں میں مسرت و خوشی محسوس کرتے ہیں۔ شانِ ولادت و شانِ اعلانِ نبوّت کے تذکرہ سے خوش ہونا نبیِ کریم ﷺ اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں منبر نبوی علٰی صاحبہ الصلٰوۃ والسلام پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، (حج کے موقع پر) مختلف ممالک سے آئے ہوئے لوگ آپ کے سامنے حاضر تھے، آپ نے پوچھا: أَيُّهَا النَّاسُ أَفِيْكُمْ سَوَادُ بْنُ قَارِبٍ؟ کیا تم میں سَواد بن قارِب موجود ہیں؟ کسی نے جواب نہ دیا۔ آئندہ سال پھر پوچھا۔ سیدنا بَراء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: امیر المؤمنین! سواد بن قارب کی کیا خاص بات ہے، جس کی وجہ سے آپ کو اُن کا انتظار ہے؟ آپ نے فرمایا: إِنَّ سَوَادَ بْنَ قَارِبٍ كَانَ بَدْءُ إِسْلَامِهِ شَيْئًا عَجِيْبًا۔ سواد بن قارب کے اسلام لانے کا واقعہ بہت عجیب ہے۔ اِسی دوران سیدنا سواد

---

[1] اِن روایات سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ موتی کی چابیوں یا ریشم کے کپڑے کو ہاتھ میں پکڑنے سے ہر چیز پر قبضہ کیسے ہوگیا؟ یہ چیزیں علامتی طور پر دی گئیں۔ جیسے آرمی چیف کو علامتی طور پر چھوٹی سی چھڑی دے کر کہا جاتا ہے: "کمان اُس کے حوالے کر دی گئی" اور یوں تمام اختیارات منتقل ہو جاتے ہیں۔

[2] وكانت تلك السنة التي حمل فيها برسول الله ﷺ يقال لها: "سنة الفتح والابتهاج"، فإن قريشا كانت قبل ذلك في جدبٍ وضيقٍ عظيم، فاخضرّت الأرض، وحملت الأشجار، وأتاهم الرغدُ من كلّ جانبٍ في تلك السنة۔

بن قارب رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُنھیں حکم دیا: حَدِّثْنَا بِبَدْءِ إِسْلَامِكَ، كَيْفَ كَانَ؟ اپنے اسلام لانے کا واقعہ سنائیے۔ اُنھوں نے کہا: مَیں ہند (سرزمینِ ہندوستان) گیا ہوا تھا، اُن دنوں ایک جن کا میرے پاس آنا جانا تھا، ایک رات کو میں سویا ہوا تھا، اچانک وہ میرے خواب میں آ کر کہنے لگا: قُمْ فَافْهَمْ وَاعْقِلْ إِنْ كُنْتَ تَعْقِلُ... قَدْ بُعِثَ رَسُوْلٌ مِّنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ۔ سواد! اُٹھ جاؤ اور اگر کچھ عقل و ہوش ہے تو سمجھو، قبیلہ لُؤیّ بن غالب میں خدا کے رسول ﷺ تشریف لا چکے ہیں۔ اُس نے کچھ اشعار بھی سنائے۔[1]

پھر اُس نے مجھے بیدار کر دیا اور کہنے لگا: يَا سَوَادَ بْنَ قَارِبٍ! إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ بَعَثَ نَبِيًّا فَانْهَضْ إِلَيْهِ تَهْتَدِ وَتَرْشُدْ۔ سواد بن قارب! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ مکرم کو بھیج دیا ہے، تم اُن کی خدمت میں پہنچو، رشد و ہدایت پا جاؤ گے۔ سیدنا سواد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مسلسل تین راتوں تک میرے پاس آتا رہا، اسلام کا شوق دلاتا اور نبیِ کریم ﷺ کی تعریف میں اشعار کہتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی خوب محبت پیدا کر دی، مَیں نے فوراً تیاری کی اور مدینہ منوّرہ حاضر ہو گیا۔

جب مَیں مدینہ شریف پہنچا تو سرکارِ دوعالم ﷺ کے گرد صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا ہجوم تھا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: مَرْحَبًا بِكَ يَا سَوَادَ بْنَ قَارِبٍ! قَدْ عَلِمْنَا مَا جَاءَ بِكَ۔ ''سواد بن قارب، خوش آمدید! ہمیں تمھاری آنے کی وجہ معلوم ہے۔'' عرض کی: یارسول اللہ! مَیں نے ایک قصیدہ لکھا ہے، وہ سن لیجیے!

سیدنا سواد نے جو قصیدہ پڑھا اُس میں یہ اشعار بھی تھے[2]:

فَأَشْهَدُ أَنَّ اللهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ
وَأَنَّكَ مَأْمُونٌ عَلَى كُلِّ غَائِبِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہر غیب کے امین ہیں (اللہ نے آپ کو ہر غیب کا علم دیا ہے)۔

وَأَنَّكَ أَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ شَفَاعَةً
إِلَى اللهِ يَابْنَ الْأَكْرَمِيْنَ الْأَطَايِبِ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت تمام رسولوں کی شفاعت سے زیادہ مقبول ہے، اے معزز و پاکیزہ بزرگوں کے بیٹے!

---

[1] عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَأَنْجَاسِهَا ... وَشَدِّهَا الْعِيسَ بِأَحْلَاسِهَا
تَهْوِي إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى ... مَا مُؤْمِنُوهَا مِثْلَ أَرْجَاسِهَا
فَانْهَضْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ ... وَاسْمُ بِعَيْنَيْكَ إِلَى رَاسِهَا

[2] ابتدائی اشعار یہ ہیں:
أَتَانِي رَئِيٌّ بَعْدَ لَيْلٍ وَهَجْعَةٍ ... وَلَمْ يَكُ فِيمَا قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبِ
ثَلَاثُ لَيَالٍ قَوْلُهُ كُلَّ لَيْلَةٍ ... أَتَاكَ رَسُولٌ مِّنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ
فَشَمَّرْتُ عَنْ سَاقِي الْإِزَارَ وَوَسَّطَتْ ... بِيَ الذِّعْلِبُ الْوَجْنَاءُ عِنْدَ السَّبَاسِبِ

فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيكَ يَا خَيْرَ مَنْ مَشٰى
وَإِنْ كَانَ فِيمَا جَاءَ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

اے مخلوق میں بہترین! آپ کو جو بھی وحی آتی ہے اُس کے مطابق ہمیں حکم فرمائیں، (ہم اُس پر عمل کریں گے) چاہے کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو۔

وَكُنْ لِي شَفِيعًا يَوْمَ لَا ذُو شَفَاعَةٍ
سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

یارسول اللہ! قیامت کے دن میری شفاعت کیجیے گا، جس دن آپ کے علاوہ سواد بن قارب کو نفع پہنچانے والا کوئی نہیں ہو گا۔

سیدنا سواد نے فرمایا: فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ۔ رسول اللہ ﷺ میرا واقعہ اور قصیدہ سن کر (خوشی سے) خوب ہنسے حتّٰی کہ آپ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں اور فرمایا: أَفْلَحْتَ يَاسَوَادُ۔ ''سواد! تم کامیاب ہو گئے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: کیا آپ کا جن اب بھی آپ کے پاس آتا ہے؟ عرض کی: مُنْذُ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ لَمْ يَأْتِنِي، وَنِعْمَ الْعِوَضُ كِتَابُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْجِنِّ۔ جب سے قرآنِ مجید کی تلاوت نصیب ہوئی ہے وہ کبھی نہیں آیا اور مجھے جن کے بجائے کتاب اللہ مل گئی، یہ بہت اعلیٰ بدل ملا ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ج:2، ص:249، دار الکتب العلمیہ، تاریخ مدینۃ دمشق، ج:72، ص:322، دار الفکر، وھو مذکور فی سیر أعلام النبلاء والإصابۃ)

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر اُنھیں گلے لگا لیا اور فرمایا: قَدْ كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَ هٰذَا مِنْكَ۔ مجھے آپ کی زبان سے یہ واقعہ سننے کی بہت چاہت تھی۔[1]

شانِ ولادت کا ذکر اور محبت واِطاعت کا فروغ

نبیِ کریم ﷺ کی محبت اور اطاعت ایمان کی جان ہیں، جب تک محبت و غلامیٔ رسول ﷺ نصیب نہ ہو ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ جشنِ عید میلاد النبی ﷺ منانے، گلی محلوں کو سجانے، محافل کا اہتمام کرنے، فضائل و کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ سننے سنانے... سبھی کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اِس سے محبت واِطاعت کا جذبہ مزید بیدار ہو۔ چنانچہ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ اِس جشنِ میلاد کے موقع پر ہماری محبت میں کتنا اِضافہ ہوا ہے؟ ہم نے سیرتِ طیبہ کے بارے میں کیا کچھ مزید سیکھا ہے؟ نیز ہمارے اندر جذبۂ اِطاعت پہلے سے کتنا بڑھا ہے؟

---

[1] یقول سیدنا سواد: فَفَرِحَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهٗ بِإِسْلَامِي فَرَحًا شَدِيدًا حَتّٰى رُئِيَ فِي وُجُوهِهِمْ۔ قَالَ: فَوَثَبَ عُمَرُ: فَالْتَزَمَهٗ وَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَ هٰذَا مِنْكَ۔ (المستدرک علی الصحیحین، حدیث:6558، المعجم الکبیر، حدیث:6475)

قرآنِ کریم اور ذکرِ میلاد: قرآنِ مجید میں ربّ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کے میلاد کا تذکرہ فرماتے ہوئے اُن کے ایسے حسین اوصاف ذکر فرمائے ہیں جنھیں جان کر محبتِ رسول ﷺ کا سمندر جوش مارنے لگتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ "یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے وہ عظیم الشان رسول تشریف لائے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت گراں گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے ہیں، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔"[التوبہ 128:9]

نفسیاتی اُصول ہے کہ انسان جسے اپنا مُحسن و مہربان سمجھتا ہے اُس کے ساتھ محبت کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ ربّ تعالیٰ نے اُمّت کا جذبہ محبت بڑھانے کے لیے آیتِ کریمہ میں اُنھیں احساس دلایا کہ تمہارے پاس تشریف لانے والے رسول تم پر بہت ہی مہربان ہیں اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی مہربانی ذکر فرمانے کے لیے اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دو(۲) نام آپ ﷺ کو عطا فرمائے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کہا:

وہ نامی کہ نامِ خدا نام تیرا
"رؤف" و "رحیم" و "علیم" و "علی" ہے

محبت وغلامی...لازم وملزوم: نبیِ کریم ﷺ کی محبت اور آپ کی اِطاعت و غلامی... دونوں ہی ربّ تعالیٰ کی خاص عنایات ہیں، دونوں ایمان کی جان ہیں اور آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ اگر کسی شخص کو محبت نصیب ہو، مگر سنت کی پیروی نہ کرے تو اِس کا مطلب ہے کہ ابھی محبت ناقص ہے... اور اگر کوئی اِطاعت پر بہت زور دے، مگر دل میں محبت کی چاشنی نہ ہو تو خدشہ ہے کہ یہ اِطاعت اُس کے کسی کام نہ آئے۔

چنانچہ ہم سب کو کوشش کرنی چاہیے کہ محبتِ رسول ﷺ میں بھی اِضافہ ہوتا رہے اور سنت پر عمل کا جذبہ بھی بڑھتا رہے۔

ارشادِ نبوی: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: مجھے جانِ عالم ﷺ نے فرمایا: يَابُنَيَّ! إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ۔ "پیارے بیٹے! اگر ایسا کر سکو کہ صبح ہو یا شام، تیرے دل میں کسی کے بارے کھوٹ (بدخواہی، حسد اور کینہ) نہ ہو تو ضرور ایسا کرنا۔"

پھر فرمایا: يَابُنَيَّ! وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِي، وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ۔ "پیارے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت (شریعت) کو زندہ کیا (خود بھی اُس پر عمل کیا اور دوسروں کو بھی اُس کی تعلیم اور اُس پر عمل کی

دعوت دے کر اُسے رواج دیا[1]) ضرور اُسے میری (سچی اور کامل) محبت نصیب ہوئی، اور جسے میرا پیار نصیب ہو گیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔"(جامع ترمذی، حدیث:2678)

حرفِ آخر

شاعرِ مشرق علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

شبے پیشِ خدا بگریستم زار
مسلماناں چرا زارند و خوارند

ایک رات میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زار و قطار رو کر اِلتجا کی: یا اللہ! مسلمان کیوں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں؟

ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم
دلے دارند و محبوبے ندارند

تو ندا آئی: تمہیں معلوم نہیں کہ اِن کے پاس دل تو ہیں مگر محبوب نہیں ہے۔

مسلمانوں کا عروج، کامیابی اور ترقی کل بھی غلامیٔ رسول ﷺ میں تھی اور آج بھی غلامیٔ رسول ﷺ میں ہے۔ سچا غلام وہ ہوتا ہے جو خود کو اپنے مالک کے حکم کا پابند رکھے۔

اللہ تعالیٰ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں ہماری بخشش و مغفرت فرمائے اور ہمیں محبت واِطاعتِ رسول ﷺ کی توفیق سے نوازے۔ ربّ تعالیٰ اِس خوشیوں والے مبارک مہینے کی برکت سے تمام پریشان حال مسلمانوں کو خوشیاں عطا کرے۔ اللہ کریم سیلاب زدگان کی مشکلات کو آسان فرمائے اور ہمیں اُن کی مدد کرنے کا جذبہ عطا فرمائے۔ مالکِ قدّوس مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] ایسے مواقع پر "سنت" سے شریعت مراد ہوتی ہے۔ شیخ محقق نے ایک حدیث پاک کی شرح میں لکھا: (من أحيا سنة) أي: أقامها ورَوَّجها وأيّدها وقوّاها، والمراد بالسنة: الطريقة المسلوكة في الدين وشرائع الإسلام ولو كانت فرضًا وواجبًا... (لمعات التنقیح)

۱۷ ربیع الاوّل ۱۴۴۴ھ / 14 اکتوبر، 2022ء

وہ دُعا جس کا جوبن

بہارِ قبول

مشمولات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔[النور63:24]

محبت سچی ہو اور مُحِبّ بااختیار ہو تو محبوب کی بات کو ٹال دینا ناموسِ محبت کے خلاف ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ربّ تعالیٰ کی محبت ایسی ہے کہ نہ تو اُس کی کوئی مثال ہے اور نہ ہی اُس کی عظمتوں کا تصوّر ممکن ہے۔ اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر مع تضمین ہے:

والفجر ہے رُخسار، تو والشمس جبیں ہے
قرآن بھی مدّاحِ جمالِ شہِ دیں ہے
ہمسر کوئی اُس قامتِ زیبا کا نہیں ہے
ایسا کوئی محبوب نہ ہو گا، نہ کہیں ہے
بیٹھا ہے چٹائی پہ مگر عرش نشیں ہے

اور خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ کی قدرت و شان ایسی کہ وہ جو چاہے کرے اور اُس کی مرضی کے خلاف کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

جب اللہ تعالیٰ کی ہمارے آقا و مولا ﷺ کے ساتھ محبت بھی بے مثال ہے اور اُس کی قدرت بھی لامتناہی ہے تو شانِ کرم کے تقاضا کے مطابق ایسا ہی ہوتا ہے کہ جانِ جہاں ﷺ جیسے اِلتجا کرتے ہیں خالقِ جہاں جلّ جلالہٗ ویسے ہی کرم فرما دیتا ہے، بلکہ بہت مرتبہ اُن کے قلبِ اقدس میں کسی بات کی چاہت پیدا ہوتی ہے اور اِلتجا زبانِ پاک پر آنے سے پہلے ہی مالکِ کریم کرم فرما دیتا ہے۔

وہ خوش نصیب جنھیں سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل رہا اور اُنھوں نے آپ ﷺ کی التجاؤں / دعاؤں کو قبول ہوتے دیکھا وہ شانِ محبوبیّت پر حیران ہوتے اور اپنی قسمت پر ناز کرتے کہ ہم کیسے عظیم الشان محبوب ﷺ کے اُمّتی ہیں!

اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بے شمار مرتبہ شانِ محبوبیّت کو دیکھا، ایک مرتبہ عرض کرنے لگیں:
مَا أَرٰى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ۔[1] یعنی "یارسول اللہ! مَیں (تو ہمیشہ) یہی دیکھتی ہوں کہ جو آپ کی رِضا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فوراً ویسے ہی کرم کر دیتا ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث:4788، 5113، صحیح مسلم، حدیث:1464) امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

خدا کی رِضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رِضائے محمد

---

[1] مَا أَرَى اللّٰهَ إِلَّا مُوجِدًا لِّمَا تُرِيْدُ بِلَا تَأْخِيْرٍ، مُنْزِلًا لِّمَا تُحِبُّ وَتَخْتَارُ۔ (فتح الباری لابن حجر)

نبیِ رحمت ﷺ کثرت کے ساتھ اپنی اُمّت کو دعاؤں سے نوازتے ہیں، احادیثِ طیبہ میں موجود آپ کی دعائیں پڑھنے اور سننے سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور مسلمان کے دل میں آرزو پیدا ہونے لگتی ہے:

جنھیں مرقد میں تا حشر اُمّتی کہہ کر پکارو گے
ہمیں بھی یاد کر لو اُن میں صدقہ اپنی رحمت کا

عیدِ میلاد سے پہلے والے خطبہ میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی کچھ مبارک دعاؤں کا تذکرہ ہوا تھا، آج بھی اِسی سلسلہ کو آگے بڑھایا جائے گا۔

دُعائے نبوی کی قدر

سیدنا ابو مُوسیٰ عبد اللہ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس تکلّف سے چھینکیں مارتے (چھینک نہ بھی آئی ہوتی تو ناک میں تنکا ڈال کر یا کسی اور طریقے سے کوشش کرتے کہ چھینک آجائے)، اُن کی تمنا ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ اُنھیں «یَرْحَمُكُمُ اللهُ» (اللہ تم پر رحمت فرمائے) کہہ دیں، مگر آپ ﷺ فرماتے: «يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ.» ”اللہ تمھیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست کر دے۔“

(جامع ترمذی، حدیث:2739)

احادیثِ طیبہ کا خلاصہ ہے کہ جب کسی شخص کو چھینک آئے تو اُسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن یا اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہنا چاہیے۔ اگر چھینکنے والا یہ کہے تو سننے والے پر واجب ہے کہ فوری طور پر جواباً اِتنی آواز سے «یَرْحَمُكَ الله» کہے کہ چھینکنے والا سُن لے۔ پھر چھینکنے والے کو کہنا چاہیے: يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ (اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری بخشش فرمائے) یا یہ کہے يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست فرمائے)۔ (مزید معلومات کے لیے دیکھیے: بہارِ شریعت، حصہ:16، ج:3، ص:474)

یہودی تکلّف سے چھینکیں مارتے کہ اگر آپ ﷺ کی زبانِ پاک سے ہمارے لیے یہ کلمات ادا ہو جائیں تو ہمارا بیڑا پار ہو جائے، مگر چونکہ کافر کے لیے بخشش و رحمت کی دُعا نہیں، اُس کے لیے صِرف یہی دُعا کی جاسکتی ہے کہ اللہ تجھے اسلام کی توفیق دے / ہدایت سے نوازے، چنانچہ نبیِ کریم ﷺ اُنھیں «یَرْحَمُكُمُ اللهُ» (اللہ تم پر رحمت فرمائے) کے بجائے فرماتے: «يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ.» ”اللہ تمھیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست کر دے۔“

یہودی اگرچہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے کلمہ نہیں پڑھتے تھے، مگر اُنھیں بھی حضور ﷺ سے دُعا پانے کی تمنا ہوتی تھی، اِس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان کو یہ آرزو کس قدر ہونی چاہیے۔

دُعا پانے والے... خادمِ مسجدِ نبوی

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ فام مرد یا خاتون مسجد شریف کی صفائی کرتے تھے، نبیِ کریم ﷺ نے اُنھیں غیر حاضر پایا تو اُن کے بارے میں پوچھا، صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی کہ وہ وفات پاگئے ہیں۔ فرمایا: أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِيْ۔ "تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں (تاکہ مَیں خود نمازِ جنازہ پڑھاتا)؟" راوی کہتے ہیں: لوگوں نے اُس کا معاملہ معمولی سمجھ کر عرض نہیں کی تھی (اُنھوں نے سوچا تھا کہ رات کے وقت حضور کو کیا زحمت دینی ہے، عام سا آدمی تھا، ہم خود ہی جنازہ پڑھ لیتے ہیں)۔ سرکارِ دوجہاں ﷺ نے فرمایا: دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ "مجھے اُس کی قبر کے بارے میں بتاؤ۔" چنانچہ قبر کے بارے میں عرض کی گئی تو آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور دُعاؤں سے نوازنے کے بعد فرمایا: إِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى أَهْلِهَا، وَإِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِيْ عَلَيْهِمْ۔ "یہ قبریں اپنی میتوں پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ میری نماز / دُعا کی برکت سے اِنھیں نور عطا فرمادیتا ہے۔"[1] (صحیح مسلم، حدیث:956)

دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اُسے مخاطب کرکے فرمایا: أَيَّ الْعَمَلِ وَجَدْتِّ أَفْضَلَ؟ "کس عمل کو سب سے زیادہ فضیلت والا پایا ہے؟" لوگوں نے پوچھا: کیا قبر میں اُسے یہ بات سنائی دے گی؟ فرمایا: تم اُس سے زیادہ نہیں سنتے (وہ ضرور سن رہی ہے)۔ پھر اُس کا جواب بتایا: قَمُّ الْمَسْجِدِ۔ مسجد کی صفائی کو افضل عمل پایا ہے۔ (الترغیب والترہیب، ج:1، ص:122، دار الکتب العلمیہ)

اِس حدیث پاک سے معلوم ہوا ہے کہ

- اُن کی کرم نوازی کے بغیر قبریں تاریک ہوتی ہیں اور جب وہ کرم فرماتے ہیں تو نور ہی نور ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کہا:

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

- کسی کے پاس مال و دولت نہ ہو تو اُسے کمتر نہیں سمجھنا چاہیے، کوئی شخص غریب ہو، مگر فرماں بردار ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اُس کی عزت افزائی فرماتا ہے اور جانِ جہاں ﷺ بھی کرم نوازیاں کرتے ہیں۔
- مسجد کی خدمت کبھی ضائع نہیں جاتی، جو خانۂ خدا کی نوکری کرے اُس کی قبر بھی منوّر رہتی ہے۔

---

[1] اِس روایت میں "صلاۃ" کا ذکر ہے، اِس سے دُعا مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔ قال الشيخ الدهلوي: ما جاء مِن ذلك لم يَكُنْ على وجهِ الصلاةِ، وإنما كان دعاءً واستغفارًا فحسبُ. (لمعات التنقيح)

دُعا پانے والے... سیدتنا اُمِّ عُمارہ رضی اللہ عنہا

سیدتنا اُمِّ عُمارہ نُسیبہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دینی خدمات میں پیش پیش رہنے والی صحابیات سے ہیں۔ غزوۂ اُحد میں اُن کے ساتھ ساتھ اُن کا پورا گھرانہ جہاد میں شریک تھا، آپ کے شوہر سیدنا زید بن عاصم اور دونوں بیٹے: سیدنا خُبیب اور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کفار کے مقابلہ کے لیے موجود تھے اور سبھی نے نہایت بہادری اور جاں نثاری کا مظاہرہ کیا۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بیرونِ ملک سے کچھ چادریں آئیں، جن میں سے ایک چادر بہت ہی عمدہ تھی۔ کسی نے کہا: یہ نہایت قیمتی چادر ہے، اِسے آپ اپنی بہو حضرت صَفِیّہ (زوجۂ عبد اللہ) کی طرف بھیج دیں تو بہتر ہوگا۔ آپ نے فرمایا: مَیں یہ چادر اُمِّ عمارہ کو بھجواؤں گا، یہ اُنہی کی شایانِ شان ہے۔ مَیں نے اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: مَا الْتَفَتُّ يَمِيْنًا وَّلَا شِمَالًا إِلَّا وَأَنَا أَرَاهَا تُقَاتِلُ دُوْنِيْ۔ ”مَیں نے دائیں بائیں، جس طرف بھی توجہ کی اُمِّ عُمارہ کو دیکھا کہ وہ میرا دفاع کرتے ہوئے کفار سے لڑ رہی تھی۔“ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:8، ص:305)

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے شوہر اور بیٹوں کی بھی تعریف کی اور دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا: بَارَكَ اللهُ عَلَيْكُمْ مِّنْ أَهْلِ بَيْتٍ... رَحِمَكُمُ اللهُ أَهْلَ الْبَيْتِ... یعنی ”اللہ تعالیٰ تم سب گھر والوں کو برکتیں عطا کرے، اللہ تعالیٰ تم سب پر رحمت فرمائے۔“ سیدہ اُمِّ عُمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے عرض کی: أُدْعُ اللهَ أَنْ نُرَافِقَكَ فِي الْجَنَّةِ۔ ”آقا! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کیجیے کہ ہمیں جنت میں بھی آپ کا ساتھ نصیب ہو۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمْ رُفَقَائِيْ فِي الْجَنَّةِ۔ ”اے اللہ! اِنھیں جنت میں میری رفاقت و سنگت عطا کرنا۔“

حضرت اُمِّ عُمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتیں: مَا أُبَالِيْ مَا أَصَابَنِيْ مِنَ الدُّنْيَا۔ ”اِس دعا کے بعد دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت بھی آجائے تو مجھے اُس کی کوئی پرواہ نہیں۔“ (الطبقات الکبریٰ، ج:8، ص:305)

دورِ صدیقی میں جب مُسَیلِمہ کذّاب لعنتی کی سرکوبی کرنے کے لیے مدینہ شریف سے لشکر روانہ ہوا تو آپ بھی اپنے بیٹے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ شریک ہوئیں۔ دورانِ جنگ جب مشکل صورتِ حال پیش آئی تو آپ بھی کفار سے لڑنے لگیں، چنانچہ اِس جہاد میں آپ کا ایک ہاتھ مُبارک مفلوج ہو گیا اور جسم پر تلواروں اور نیزوں کے 12 زخم آئے۔ باری تعالیٰ نے یہ اِعزاز عطا فرمایا کہ آپ اپنا وہی مفلوج ہاتھ جس بیمار کو مَسّ کرکے اُس کے لیے دُعا فرماتیں اللہ تعالیٰ اُسے شفا عطا کر دیتا۔[1]

---

[1] وَشَهِدَتْ يَوْمَ الْيَمَامَةِ، وَبَاشَرَتِ الْقِتَالَ بِنَفْسِهَا... فَقُطِعَتْ يَدُهَا، وَجُرِحَتِ اثْنَا عَشَرَ جُرْحًا، ثُمَّ عَاشَتْ بَعْدَ ذٰلِكَ دَهْرًا، وَكَانَ النَّاسُ يَأْتُوْنَهَا بِمَرْضَاهُمْ لِتَسْتَشْفِيَ لَهُمْ، فَتَمْسَحُ بِيَدِهَا الشَّلَّاءِ عَلَى الْعَلِيْلِ وَتَدْعُوْ لَهُ، فَقَلَّ مَا مَسَحَتْ بِيَدِهَا ذَا عَاهَةٍ إِلَّا بَرِئَ۔ (الروض الانف:4/118)

دُعا پانے والے... سیدنا جریر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

یمن میں خَثْعَم نامی قبیلے نے اپنے ہاں کعبۃ اللہ کے مقابلے میں ایک کعبہ بنالیا، جس کا نام ذُو الْخَلَصَہ تھا، اِسے "یمنی کعبہ" بھی کہا جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ حرکت اسلام کے خلاف ایک ناقابلِ برداشت گھناؤنی سازش تھی۔ نبیِ کریم نے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے پیارے صحابی سیدنا جَریر بن عبد اللہ بَجَلی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو حکم فرمایا کہ وہاں جا کر اِس فتنے کا خاتمہ کر دیں۔ اُنھوں نے اِس معرکہ کے لیے 150 قُریشی گھڑ سواروں کا ایک دستہ تیار کیا، مگر اُنھیں یہ پریشانی تھی کہ وہ گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں پاتے تھے (کبھی کبھی گر جاتے تھے)، چنانچہ اُنھوں نے بارگاہِ اقدس میں اپنی اِس کمزوری کا تذکرہ کیا۔ فرماتے ہیں: فَضَرَبَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ يَدِهٖ فِي صَدْرِي۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنا مبارک ہاتھ میرے سینے پر رکھا، حتّٰی کہ مَیں نے دستِ مبارک کی تاثیر کو اپنے سینے میں محسوس کیا۔

سیدنا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دُعا کی: اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا۔ یعنی "اے اللہ! جریر کو ثابت رکھنا (گھوڑے سے بھی نہ گرے اور راہِ ہدایت سے بھی نہ ہٹے) اور اِسے ایسا بنا دے کہ خود بھی ہدایت یافتہ ہو، دوسروں کو بھی ہدایت دے۔" سبحان اللہ! اُنھوں نے ایک التجا پیش کی، حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تین دعاؤں سے نوازا۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا:

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں [1]

سیدنا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسٍ بَعْدُ۔ پھر مَیں کبھی بھی، کسی بھی گھوڑے سے نہیں گرا۔

پھر جب یہ مجاہدین حکم کی تعمیل کر کے واپس پہنچے تو مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مزید کرم فرمایا۔ سیدنا جریر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کہتے ہیں: فَبَرَّكَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اَحمَس (قریشی مجاہدین) کے سواروں اور پیادوں کے لیے پانچ مرتبہ برکت کی دُعا فرمائی۔ (صحیح بخاری، حدیث:4357)

⟸ اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جس سے کام لینا چاہیں اُسے سلیقہ بھی عطا کر دیتے ہیں، وہ چاہیں تو بے صلاحیّت لوگوں کو ہمّت دیں اور اُن سے کام لے لیں اور وہ نہ چاہیں تو بہت کچھ کر سکنے والے بھی کچھ نہ کر پائیں۔

⟸ سیدنا جریر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے یہ نہیں کہا کہ "میرے لیے یہ خدمت مشکل ہے، مجھ سے نہیں ہو سکے گی"، بلکہ تیاری کرنے کے بعد گویا یوں کہا: مَیں حاضر ہوں، البتہ یہ پریشانی ہے، اِسے دُور کر دیں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ مشکلات کا بہانہ کرنے کے بجائے کوشش کریں۔

⟸ آج بھی جو دین کی خدمت کرے اُسے بارگاہِ اقدس سے دُعائیں نصیب ہوتی ہیں۔

---

[1] یعنی میرے آقا کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایسے سخی ہیں کہ اگر کسی نے آپ سے ایک قطرہ مانگا تو آپ نے دریا بہا دیے اور اَنمول موتی عطا فرمائے۔

دُعا پانے والے... سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوہری نسبت حاصل ہے:

1) وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں، اِس اعتبار سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ہیں۔

2) اُن کی والدہ اُمّ فَضل لُبابہ بنتِ حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہرِ نسبتی ہیں، اُمّ المؤمنین سیدتنا میمونہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں۔ یوں وہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے ہیں۔

خدمت گزاری پر دُعا: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کئی مرتبہ اپنی خالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک میں رات گزاری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا مشاہدہ کیا۔

ایک موقع پر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا میں تشریف لے گئے،[1] سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے واپس تشریف لانے سے پہلے ہی وضو کا پانی تیار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آکر پوچھا: مَنْ وَّضَعَ هٰذَا؟ ”یہ پانی کا برتن کس نے رکھا ہے؟“ عرض کی گئی: ابن عباس نے رکھا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی[2]: «اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.»[3] وفی روایۃ اُخرٰی «اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيْلَ.»[4] یعنی ”الٰہی! ابنِ عباس کو دین کا عالم وفقیہ بنا دے اور اِسے تفسیرِ قرآنِ مجید کا علم عطا کر دے۔“

تعظیم پر دُعا: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصے میں نماز ادا فرما رہے تھے، اُنھوں نے بھی پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ فرماتے ہیں: فَأَخَذَ بِيَدِيْ فَجَرَّنِيْ فَجَعَلَنِيْ حِذَاءَهٗ. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھینچا اور اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ (مقتدی اکیلا ہو تو وہ امام کے برابر کھڑا ہوتا ہے، البتہ اُس کے ٹخنے امام کے ٹخنوں سے آگے نہیں بڑھنے چاہییں)۔ ابن عباس فرماتے ہیں: فَلَمَّا أَقْبَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰى صَلَاتِهٖ خَنَسْتُ. (ایک مرتبہ تو میں حکم پورا کرنے کے لیے ساتھ کھڑا ہو گیا، مگر) جب آپ

---

[1] حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے لکھا کہ یہ واقعہ اُمّ المؤمنین کے گھر میں رات کے وقت ہوا۔ (مرآۃ المناجیح، زیر حدیث: 6148)

[2] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى رَأْسِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ أَعْطِهِ الْحِكْمَةَ، وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيْلَ». وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى صَدْرِهٖ فَوَجَدَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَبَّاسِ بَرْدَهَا فِيْ ظَهْرِهٖ، ثُمَّ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ احْشِ جَوْفَهٗ حُكْمًا وَّعِلْمًا». فَلَمْ يَسْتَوْحِشْ فِيْ نَفْسِهٖ إِلٰى مَسْأَلَةِ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ، وَلَمْ يَزَلْ حَبْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللهُ إِلَيْهِ. **(المعجم الکبیر، حدیث: 10585)**

[3] صحیح بخاری، حدیث: 143۔ (اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ) أَيْ اِجْعَلْهُ فَقِيْهًا عَالِمًا. (مرقاۃ المفاتیح)

[4] المستدرک: 6280۔ وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ مَعْنَى التَّأْوِيْلِ، فَذَهَبَ أَكْثَرُ الْقُدَمَاءِ إِلٰى أَنَّهٗ بِمَعْنَى التَّفْسِيْرِ. (کشف المشکل، ج: 2، ص: 341)

نماز کی طرف متوجہ ہوگئے تو پھر پچھلی صف میں آگیا۔ نماز سے فراغت کے بعد جانِ عالم ﷺ نے پوچھا: مَا شَأْنِيْ أَجْعَلُكَ حِذَائِيْ فَتَخْنِسُ؟ ”عبد اللہ بن عباس! کیا بات ہے، مَیں تمھیں برابر کھڑا کرتا ہوں، مگر تم پیچھے ہٹ جاتے ہو؟“ عرض کی: يَارَسُوْلَ اللهِ! أَوَيَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ أَنْ يُّصَلِّيَ حِذَاءَكَ وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ الَّذِيْ أَعْطَاكَ اللهُ! یعنی میرے آقا! آپ اللہ کے پیارے رسول ہیں، جنھیں اللہ نے بلند شانیں عطا فرمائی ہیں، کسی کی کیا مجال کے آپ کے برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔ کہتے ہیں: فَأَعْجَبْتُهُ، فَدَعَا اللهَ لِيْ أَنْ يَّزِيْدَنِيْ عِلْمًا وَّفَهْمًا ۔ میری بات نبی کریم ﷺ کو پسند آگئی، چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کی کہ اللہ میرے علم و فہم میں اور اضافہ فرمادے۔ (مسند احمد، حدیث:3060۔ شعب الایمان، حدیث:1432)

ربّ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور سیدنا عبد اللہ بن عباس کو علمِ دین میں ایسا بلند مرتبہ عطا فرمایا کہ آپ کا لقب ہے: «حَبْرُ هٰذِهِ الْأُمَّة»[1] (اُمّتِ محمدیہ کا ماہر عالم)۔ دورِ فاروقی میں سیدنا عبد اللہ بن عباس ابھی جوان تھے، مگر سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کی رائے کو بہت اہمیّت دیتے، کسی نے تعجب کا اِظہار کیا تو آپ نے فرمایا: «ذَاكَ فَتَى الْكُهُوْلِ، إِنَّ لَهٗ لِسَانًا سَئُوْلًا، وَقَلْبًا عَقُوْلًا ۔» یعنی یہ جوانی میں بھی علمی مہارت رکھنے والے بوڑھوں کی طرح ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِسے علمی سوالات کرنے والی فصیح زبان اور باشعور دل عطا کیا ہے۔ (فضائل الصحابہ لاحمد، رقم:1555، المستدرک، رقم:6298)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نیاز مندی اور بارگاہِ رسالت سے نوازشات میں بہت کچھ سیکھنے کے لیے اہم ہے:

⇐ جب انسان کسی سے خوش ہوتا ہے تو اُسے ایسی چیز کی دُعا دیتا ہے جو اُس کی نظر میں بہت اہم ہو۔ رحمتِ عالم ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خوش ہو کر علمِ دین کی دُعا سے نوازا۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر میں علمِ دین بہت بڑی دولت ہے، کہ آپ نے سیدنا ابن عباس کو نوازنا چاہا تو علمِ دین میں ترقی کی دُعا عطا فرمائی۔

ہمیں بھی چاہیے کہ علمِ دین کی اہمیت کو سمجھیں اور روزانہ کم از کم دین کی ایک بات ضرور سیکھا کریں۔

⇐ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس کو حکم نہیں فرمایا تھا کہ پانی تیار کر دینا، اُنھوں نے از خود آپ ﷺ کی خوشی کے لیے پانی تیار کیا،[2] جس پر دُعا سے نوازا گیا۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے اُنھیں پکڑ کر ساتھ کھڑا کیا تھا، مگر اُن کے دل میں اس قدر تعظیم تھی کہ وہ برابر کھڑے نہ رہ سکے اور پچھلی صف میں چلے گئے، اِس پر بھی دُعا نصیب ہوئی۔ معلوم ہوا کہ اِطاعت و تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ دونوں ہی عظیم الشان دولتیں ہیں، آج بھی جو شخص غلامی اور تعظیم کرتا ہے اُسے دعاؤں سے نوازا جاتا ہے۔

---

[1] بفتح الحاء وكسرها، والفتح أفصح. (فيض القدير)

[2] اِس میں تربیت ہے کہ اُمتی کا ذوق یہ ہونا چاہیے کہ آقا ﷺ کا حکم تو بہت بڑا ہے، مجھے آپ کی چاہت بھی پوری کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ افسوس کہ ہم تاکیدی حکم پر عمل میں بھی سستی کرتے ہیں۔

دُعا پانے والے... خیر خواہ حکمران

حضرت عبد الرحمٰن بن شُماسہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں: مَیں کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر حاضر ہوا۔ اُنھوں نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ مَیں نے کہا: مصر سے۔ اُنھوں نے پوچھا: دورانِ جہاد تمہارے سپہ سالار کا تمہارے ساتھ سلوک کیسا تھا؟ میں نے کہا: (مفہوم) ہمیں اُس سے کوئی شکایت نہیں، وہ ہماری ضروریات کا خیال رکھتا تھا۔ اُنھوں نے فرمایا: مَیں نے اپنے اِس حجرہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: «اَللّٰهُمَّ مَنْ وَّلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَّلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ» ”اے اللہ! جسے میری اُمت کے کسی معاملے کی ذمہ داری ملے، پھر وہ اُمت کو مشقت میں ڈالے تو تُو اُس پر سختی فرما اور اُسے مشکل میں ڈال دے، اور جسے میری اُمت کی کوئی ذمہ داری ملے پھر وہ اُن پر نرمی کرے تو تُو بھی اُس کے ساتھ نرمی والا معاملہ فرمانا۔“ (صحیح مسلم، حدیث: 1828)

جس شخص کو بھی مسلمانوں سے متعلق کوئی ذمہ داری ملی، خواہ سرکاری ہو یا غیر سرکاری، انتظامی ہو یا تعلیمی، عدالتی ہو یا دفاعی، گھریلو ہو یا کاروباری، اگر وہ اپنے ماتحتوں سے انصاف اور حسنِ سلوک کرتا ہے، اُن کی خیر خواہی کرتا ہے، اُن پر ظلم نہیں کرتا تو اِس خوش نصیب کے لیے زبانِ اقدس سے دُعا عطا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کے ساتھ نرمی فرمائے... اور اگر ذمہ دار اپنے ماتحتوں پر ظلم کرتا ہے تو اُسے رسول اللہ ﷺ کی دعاءِ جلال کو یاد رکھنا چاہیے۔

لمحۂ فکریہ: ہمارے دَور میں سیاست ایک نفع بخش پروفیشن، بلکہ پُرکشش کاروبار بن گئی ہے، عہدوں اور عہدے داروں کی گویا بولیاں لگی ہوئی ہیں، تقریباً ہر شخص کی خواہش ہے کہ اُسے کوئی نہ کوئی عہدہ مل جائے... ایسے میں سب کو اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ عہدہ معمولی چیز نہیں، یہ کسی شخص کو بلندی تک بھی لے جاسکتا ہے اور تباہ بھی کرسکتا ہے۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام الانبیا ﷺ نے فرمایا: إِنَّ أَفْضَلَ عِبَادِ اللهِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ إِمَامٌ عَادِلٌ رَّفِيْقٌ، وَإِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ إِمَامٌ جَائِرٌ خَرِقٌ۔ یعنی ”جس مسلمان کو عہدہ ملا، پھر اُس نے عدل وانصاف قائم کیا اور نرمی اختیار کی تو قیامت کے دن ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ فضیلت پانے والے بندگانِ خدا میں اِس خوش نصیب کو نمایاں مقام حاصل ہوگا۔ اور جس بندے کو عہدہ ملا، پھر اُس نے ظلم کیا اور سختی کی تو یہ بدنصیب قیامت کے دن بدترین درجہ والوں میں سے ہوگا۔“ (شعب الایمان، حدیث: 6986)

حرفِ آخر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔[النور24:63]اِس آیتِ کریمہ کا ایک ترجمہ یہ ہے:"تم رسول اللہ کی اپنے ربّ سے دُعا کو ایسے مت قرار دو جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔"[1](جب تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو تو وہ کبھی بات مان لیتا ہے، کبھی ٹال دیتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی اپنے ربّ سے دُعا ایسی نہیں، وہ اپنے ربِّ کریم سے جو بھی دُعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کرم فرما دیتا ہے)

سلامِ رضا مع تضمین ہے:

جس کے تابع ہیں مقبولیت کے اُصول
منحصر جس پہ ہے رحمتوں کا نزول
وہ دُعا جس پہ صدقے دُرودوں کے پھول
وہ دُعا جس کا جوبن بہارِ قبول
اُس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام

اِس آیتِ کریمہ کا دوسرا ترجمہ یہ ہے:"تم رسول اللہ کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔"(آپس میں کوئی بات کرو تو اُس پر عمل لازم نہیں ہوتا، رسول اللہ ﷺ کا حکم ایسا نہیں ہے، وہ جو فرمائیں، جب فرمائیں، جہاں فرمائیں اُس پر بغیر کسی حیل و حجت کے عمل کرنا لازم ہے)۔

دل لگتی بات ہے کہ جب اُن کا ربّ اُن کی بات نہیں موڑتا تو غلام کی کیا مجال کہ وہ اُن کے حکم پر عمل کرنے میں سستی کرے اور حیلے بہانے بنائے، غلامی کا تقاضا ہے کہ اُن کے ہر حکم کو سر آنکھوں پر رکھے اور فوری عمل کرے۔اِسی میں دونوں جہان کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

---

[1] لا تجعلوا دُعاءَہٗ ربَّہ کدعاءِ صغیرِکم کبیرَکم یُجیبُہٗ مرۃً ویَرُدُّہٗ أخرٰی، فإنَّ دُعاءَہ مُستجابٌ۔(أنوار التنزیل وأسرار التاویل [تفسیر البیضاوی]، تحت الآیۃ)

۴ ۲ ربیع الاوّل، ۱۴۴۴ھ / 21اکتوبر، 2022ء

دُلہن بن کے نکلی دُعائے محمد

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ

مشمولات

- دُعائے نبوی حاصل کرنے کی آرزو
- دعا پانے والے... سیدنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ
- دُعا پانے والے... سیدنا عبد اللہ بن ہشام رَضِیَ اللہُ عَنْہُ
- دُعا پانے والے... تُجِیب کے ایک خوش نصیب جوان
- دُعا پانے والے... سیدنا عُروہ بارقی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ
- کلبِ ایران "کِسریٰ" کے خلاف دُعا کا تذکرہ اور پُرامن جلوسِ میلاد پر تشدّد کی مذمت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ۔[الضحیٰ 93:5]

اللہ عزوجل نے اپنے حبیبِ مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنی رحمت کا مظہر بنایا۔ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ربّ تعالیٰ کی شانِ رحمت بتاتے بھی ہیں اور اُس کی رحمت کے جلوے دکھاتے بھی ہیں۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفقت ومہربانی سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب یہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اِتنے مہربان وکریم ہیں تو خود مالک عزّوجلّ کی شانِ رحمت کا عالم کیا ہوگا۔

جانِ رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مہربانیوں کا احساس دلاتے ہوئے خود باری تعالیٰ نے فرمایا:لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ۔"یقیناً تمہارے پاس تمھی میں سے وہ عظیم الشان رسول تشریف لائے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت گراں گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے ہیں، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔"[التوبہ 128:9]

رحمتِ مجسّم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کرم نوازیوں کے مختلف انداز ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ اپنے اُمتیوں کو بہ کثرت دُعاؤں سے نوازتے ہیں...پیدا ہوتے ہی اُمّت کو دُعا سے یاد فرمایا، لامکاں کی بلندیوں اور دیگر مقامات پر دُعاؤں سے نوازا، کسی بچہ کو حصولِ برکت کے لیے حاضر کیا گیا تو اُس کے لیے دعا کردی، شادی وغیرہ کی مبارک باد میں دعائیں عطا فرمائیں، کسی نے خدمت کی تو اُس کے لیے بابِ دُعا کھول دیا، کسی کی کوئی بات پسند آگئی تو اُس کے حق میں باری تعالیٰ سے اِلتجا فرمادی، سنت پر عمل کرنے والوں، حدیث یاد کرکے دوسروں تک پہنچانے والوں اور دیگر بہت سے اعمالِ خیر کرنے والوں کے حق میں دعائیں فرمائیں، کمالِ رحمت یہ کہ آج بھی اپنی قبرِ اطہر میں جلوہ فرما ہو کر دعاؤں سے نواز رہے ہیں اور قیامت کے دن تو بیڑا پار ہی اُن کی دعاؤں سے ہوگا۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعائیں بارگاہِ الٰہی میں نہایت اعلیٰ شان کے ساتھ قبول ہوتی ہیں...اِدھر اِلتجا پیش ہوتی ہے، اُدھر ربّ تعالیٰ کی طرف سے کرم نوازیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

آج سے قبل دو خطبات میں جانِ رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حسین دعاؤں سے متعلق گفتگو ہو چکی ہے۔ یہ عنوان اتنا حسین ہے کہ اِس پر جس قدر گفتگو کی جائے ایمان کو اُتنی ہی تازگی ملتی ہے۔

چنانچہ آج کے خطبہ میں اِسی عنوان پر کچھ باتیں ذکر کی جائیں گی۔

دعائے نبوی حاصل کرنے کی آرزو

صحابۂ کرام علیہم الرضوان، جنہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دُعائیں سنیں اور اُنھیں قبول ہوتے دیکھا، وہ دُعائے نبوی کی بہت آرزو رکھتے اور اچھے کام کرکے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دُعا لینے کی بھرپور کوشش کرتے۔

سیدنا عوف کی آرزو: سیدنا عَوْف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنازہ میں شریک تھے، میّت کی خوش نصیبی کہ اُس کے جنازے کی امامت خود امام الانبیا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرمارہے تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (تیسری تکبیر کے بعد) مرحوم کے لیے یہ دعائیں کیں:
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ[1] وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَأَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ أَوْ مِنْ عَذَابِ النَّارِ۔ یعنی "اے اللہ! اِسے بخش دے... اوراس پر رحم فرما... اور اِسے عافیت عطا فرما (ناپسندیدہ باتوں سے محفوظ رکھ)... اور اِسے معاف فرمادے... اوراس کی اچھی مہمانی فرما... اوراس کی قبر وسیع کردے... اور اِسے انواعِ مغفرت کے ذریعے ہر طرح کے گناہوں سے پاک فرمادے... اوراسے اِس کے دنیاوی گھر سے اچھا گھر اور اِس کے گھر والوں سے اچھے گھر والے اور اِس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما... اوراِسے جنت میں داخلہ نصیب فرما... اور عذابِ قبر وعذابِ جہنم سے بچالے۔"

یاد رہے کہ نمازِ جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد کوئی بھی دُرودِ پاک پڑھ سکتے ہیں، تاہم نماز والا بہتر ہے اور تیسری تکبیر کے بعد قرآن وسنت میں سکھائی گئی دُعاؤں میں سے کسی کو پڑھنا بہتر ہے، ایک خوب صورت دُعا وہ بھی ہے جو عموماً پڑھی جاتی ہے۔ (بہارِ شریعت)

سیدنا عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: فَتَمَنَّيْتُ أَنْ لَوْ كُنْتُ أَنَا الْمَيِّتَ لِدُعَاءِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَيِّتِ۔
یعنی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دُعا کی وجہ سے میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش مَیں مرگیا ہوتا! یہاں میری نعش پڑی ہوتی! سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میرا جنازہ پڑھاتے اور یہ دُعائیں مجھے نصیب ہوتیں۔[2] (صحیح مسلم، حدیث: 963)

سیدنا عوف رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے اِس ارشاد سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو اپنی جان سے بھی زیادہ دعائے نبوی کی آرزو ہونی چاہیے۔

---

[1] (وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ) أَيْ: طَهِّرْ مِنَ الذُّنُوبِ بِأَنْوَاعِ الْمَغْفِرَةِ كَمَا أَنَّ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ أَنْوَاعُ الْمُطَهِّرَاتِ مِنَ الدَّنَسِ. (وَنَقِّهٖ) (مِنَ الْخَطَايَا) تَأْكِيدٌ لِمَا قَبْلَهٗ (كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ) تَشْبِيهٌ لِلْمَعْقُولِ بِالْمَحْسُوسِ، وَهُوَ تَأْكِيدٌ لِمَا قَبْلَهٗ، أَوِ الْمُرَادُ بِأَحَدِهِمَا الصَّغَائِرُ، وَبِالْآخَرِ الْكَبَائِرُ، أَوِ الْمُرَادُ بِأَحَدِهِمَا حَقُّ اللهِ وَبِالْآخَرِ حَقُّ الْعِبَادِ۔ (مرقاۃ المفاتیح، ملتقطا)

[2] مصیبت سے تنگ آکر موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے، تاہم ایسی سعادت حاصل کرنے کے لیے موت کی آرزو کرنے میں حرج نہیں۔

دُعا پانے والے... سیدنا عبد اللہ بن ہشام رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

صحابیٔ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سیدنا عبد اللہ بن ہِشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی بچے تھے کہ اُن کی والدہ ماجدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُنھیں رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں لائیں، راوی کہتے ہیں: فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَدَعَا لَهُ۔[1] وفی روایۃ: وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ۔[2] رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن کے سر پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا اور اُنھیں برکت کی دُعا سے نوازا۔

بہت مرتبہ ایسا ہوتا کہ جب سیدنا عبد اللہ بن ہشام بازار جا کر غلہ کی تجارت کرتے تو سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدنا عبد اللہ بن زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُن سے کہتے: أَشْرِكْنَا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ۔ ہمیں بھی (اپنی تجارت میں) شریک کر لیجیے (اپنے مال میں ہمارا مال شامل کر کے تجارت کیجیے، آپ کو تو ضرور نفع ہونا ہے)؛ کیونکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ کے لیے برکت کی دُعا فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ اُن کا مال بھی شامل کر کے تجارت کرتے۔ (دعائے نبوی کی برکت سے) بعض اوقات اُنھیں اُونٹ پر لادے جانے والے بوجھ کے برابر (بہت زیادہ) نفع حاصل ہوتا۔ (صحیح بخاری، حدیث:2501)

دُعا پانے والے... سیدنا عُروہ بارِقی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سیدنا عُروہ بارِقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دینار (سونے کا سکّہ) دیا کہ میرے لیے ایک بکری خرید لاؤ۔ اُنھوں نے اُس دینار کی دو بکریاں خریدیں، پھر اُن میں سے ایک بکری ایک دینار کے عوض فروخت کر دی... تجارت کے ذریعے نفع حاصل کیا، بارگاہِ اقدس میں دینار بھی واپس لے آئے اور بکری بھی خرید لائے۔

راوی کہتے ہیں: فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ۔ یعنی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن کے لیے دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اُنھیں اُن کی تجارت میں برکت عطا فرمائے۔ وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيهِ۔ (دعائے نبوی سے اُنھیں ایسی برکت نصیب تھی کہ) اگر وہ مٹی خریدتے تو اُس میں بھی نفع حاصل ہو جاتا۔ (صحیح بخاری، حدیث:3642)

اِن دُعاؤں سے سبق ملتا ہے کہ ہمیں "برکت" کی اہمیّت کو سمجھنا چاہیے اور وہ کام کرنے چاہییں جن سے برکت نصیب ہوتی ہے؛ کیونکہ زیادہ ہو، مگر کام نہ آئے... ڈاکو لے جائیں، ڈاکٹرز کی فیسوں پر خرچ ہو جائے، عیاشیوں میں برباد ہو جائے اور آخرت کے لیے کچھ نہ کما سکیں تو سب بے فائدہ ہے... لیکن برکت والا ہو... بامقصد کاموں میں استعمال ہو اور آخرت کا سرمایہ بنے تو بہت بڑی نعمت ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، حدیث:2368

[2] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، رقم:896

دعا پانے والے ... سیدنا اَنَس بن مالک رضی اللہ عنہ

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منوّرہ میں جلوہ فرما ہوئے اُس وقت پرورِدۂ آغوشِ نبوّت، خادمِ رسول، ابو حمزہ سیدنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تقریباً دس سال تھی، آپ کی والدہ سیدتنا اُمّ سُلَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا خیر کے کاموں میں پیش پیش رہنے والی صحابیات سے تھیں، ابتدائی سالوں میں اُن کے مالی حالات ناساز گار تھے۔[1] اُنھوں نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: يَارَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ رِجَالَ الْأَنْصَارِ وَنِسَاءَهُمْ قَدْ أَتْحَفُوْكَ غَيْرِيْ، وَإِنِّيْ لَمْ أَجِدْ مَا أُتْحِفُكَ بِهِ إِلَّا ابْنِيَ هٰذَا، فَاقْبَلْهُ مِنِّيْ يَخْدِمُكَ مَا بَدَا لَكَ۔ یعنی یارسول اللہ! میرے علاوہ تمام انصاری صحابہ و صحابیات نے آپ کی بارگاہ میں نذرانہ پیش کرنے کی سعادت پائی ہے، میرے پاس اور تو کوئی نذر نہیں، تاہم میرا پیارا بیٹا انس قبول فرمالیجیے! یہ جب تک آپ چاہیں آپ کی خدمت کرے گا۔ چنانچہ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادمِ خاص رہنے کی سعادت نصیب ہوئی (اور اِس دوران جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حد شفقتیں حاصل رہیں)۔ (المعجم الاوسط، حدیث: 5991)

سبحان اللہ! سیدتنا اُمّ سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایمان کتنا مضبوط تھا اور ایمانی جذبات کیسے حسین تھے کہ اُنھوں نے خود کو بھی دین کے لیے وقف کر رکھا تھا، ساتھ میں اسلام کی خدمت اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے اِظہارِ محبت کے لیے اپنے بیٹے کو بھی وقف کر دیا، یہ جذبہ ہمارے لیے لائقِ تقلید ہے کہ ہمیں بھی اپنے گھر والوں میں سے کم از کم ایک فرد کو تو دین کے لیے منتخب کرنا چاہیے جو دین سیکھے، پھر گھر والوں اور دیگر کو سکھائے، اپنی بھی دنیا و آخرت سنوارے اور ہمارے لیے بھی سعادتِ دارَین کا ذریعہ بنے۔

ایک موقع پر سیدتنا اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ اقدس میں عرض کی کہ اَنَس کے لیے دُعا فرمائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں کئی حسین دُعائیں کیں: «اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيْمَا أَعْطَيْتَهُ۔»[2] وفی روایۃ: اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَأَطِلْ عُمُرَهُ وَاغْفِرْ ذَنْبَهُ۔[3] وفی روایۃٍ: اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ۔[4] دُعاؤں کا مفہوم یہ ہے کہ "اے اللہ!

---

[1] گھر کی مالی حالت یہ تھی کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أَزَّرَتْنِيْ بِنِصْفِ خِمَارِهَا وَرَدَّتْنِيْ بِنِصْفِهِ۔ والدہ نے اپنا دوپٹا پھاڑ کر آدھے کا مجھے تہبند بنا دیا اور آدھے کی چادر بنا دی۔ (صحیح مسلم، حدیث: 2481)

[2] صحیح بخاری، حدیث: 6344۔ صحیح مسلم، حدیث: 2481

[3] الطبقات الکبریٰ، ج: 7، ص: 14، دار الکتب العلمیۃ

[4] مسند عبد بن حمید، حدیث: 1255، مکتبۃ السنۃ۔ تاریخ مدینۃ دمشق، ج: 9، ص: 346، دار الفکر

انس کے مال کو بھی زیادہ فرمادے، اِس کی اولاد کو بھی کثیر فرمادے اور اِس کی عمر بھی طویل فرمادے... جو نعمت بھی تُو اِسے دے اُس میں برکت عطا فرما، اِس کی بخشش بھی فرما اور اِسے جنت میں داخلہ بھی عطا فرمانا۔"

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: فَمَا تَرَكَ خَيْرَ آخِرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا لِي بِهِ۔ رسول اللہ ﷺ (کا دریائے رحمت یوں جوش پر آیا کہ آپ) نے میرے حق میں دُنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کی دُعا فرمائی۔ (صحیح بخاری، حدیث: 1982)

اللہ تعالیٰ نے یہ تمام دعائیں قبول فرمائیں۔ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قَدْ رَأَيْتُ مِنْهَا اثْنَتَيْنِ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَرْجُو الثَّالِثَةَ فِي الْآخِرَةِ۔ یعنی دُنیا کی بھلائی کے لیے آپ ﷺ نے جو دعائیں فرمائی تھیں اُن کی قبولیت اور اثرات مَیں نے زندگی میں ہی دیکھ لیے ہیں (دولت بھی وسیع ہے، اولاد بھی کثیر ہے، عمر بھی طویل ہے اور ہر نعمت میں برکت بھی نصیب ہے) اور آخرت کے لیے جو دُعا فرمائی تھی قوی اُمید ہے کہ وہ بھی مقبول ہے (بخشش بھی ہو جائے گی اور جنت بھی نصیب ہو گی)۔ (صحیح مسلم، حدیث: 2481)

- عمر میں ایسی برکت ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ کا وصال 91ھ میں عراق کے شہر بصرہ میں ہوا، اِس وقت آپ کی عمر شریف 103 سال تھی اور بصرہ میں قیام کرنے والے صحابہ میں سب سے آخر میں آپ ہی کا وصال ہوا۔ (1)
- اولاد میں ایسی برکت ہوئی کہ صحیح بخاری شریف کے مطابق وصال سے تقریباً پندرہ سال پہلے 75ھ میں آپ کی اولاد(2) میں سے 120 سے زیادہ حضرات وفات پا چکے تھے،(3) جب کہ 100 سے زائد موجود تھے۔(4)
- مال میں ایسی برکت عطا ہوئی کہ انصار صحابہ علیہم الرضوان میں سب سے زیادہ مال دار آپ ہی تھے۔(5) باقی سب باغ ایک سال میں ایک مرتبہ پھل دیتے ہیں، مگر آپ کے باغ میں دو مرتبہ پھل لگتے تھے۔(6)

---

[1] وَهُوَ آخِرُ مَنْ مَاتَ بِالْبَصْرَةِ مِنَ الصَّحَابَةِ سَنَةَ إِحْدَى وَتِسْعِينَ، وَلَهُ مِنَ الْعُمُرِ مِائَةٌ وَثَلَاثُ سِنِينَ، وَقِيلَ: تِسْعٌ وَتِسْعُونَ سَنَةً۔ (مرقاۃ)

[2] شیخ قاری علیہ الرحمہ نے "مرقاۃ المفاتیح" میں اختیار کیا کہ اِس تعداد میں آپ کے پوتے، نواسے وغیرہ بھی شامل ہیں، جب کہ علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے "عمدۃ القاری" میں اختیار کیا کہ یہ تعداد صُلبی اولاد کی ہے، پوتے نواسے وغیرہ اِس کے علاوہ ہیں۔

[3] وَحَدَّثَتْنِي ابْنَتِي أُمَيْنَةُ أَنَّهُ دُفِنَ لِصُلْبِي مَقْدَمَ حَجَّاجٍ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَعِشْرُونَ وَمِائَةٌ۔ **(صحیح البخاری: 1881)**

[4] وَإِنَّ وَلَدِي وَوَلَدَ وَلَدِي لَيَتَعَادُّونَ عَلَى نَحْوِ الْمِائَةِ الْيَوْمَ۔ **(صحیح مسلم: 1982)**

[5] آپ رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا: فَإِنِّي لَمِنْ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا۔ (صحیح البخاری: 1982)

[6] آپ نے خود فرمایا: «وَإِنَّ أَرْضِي لَيُثْمِرُ فِي السَّنَةِ مَرَّتَيْنِ، وَمَا فِي الْبَلَدِ شَيْءٌ يُثْمِرُ مَرَّتَيْنِ غَيْرَهَا۔» **(المعجم الکبیر، حدیث: 710)**
مشہور تابعی ابو العالیہ رُفَیع علیہ الرحمہ نے فرمایا: وَكَانَ لَهُ بُسْتَانٌ يَحْمِلُ فِي السَّنَةِ الْفَاكِهَةَ مَرَّتَيْنِ، وَكَانَ فِيهَا رَيْحَانٌ يَجِدُ مِنْهُ رِيحَ الْمِسْكِ۔
آپ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا اور اُس میں ایک گھاس تھی جس سے کستوری کی خوشبو آتی۔ (جامع ترمذی، حدیث: 3833)

تربیت: سیدنا انس اور آپ کی والدہ سیدتنا اُمّ سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نیاز مندیوں اور جانِ عالم ﷺ کی کرم نوازیوں سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے:

⟸ ہر اُمتی کو اپنے آقا ﷺ کی بارگاہ میں تحائف پیش کرتے رہنا چاہیے... کبھی خدمتِ دین کے لیے مال خرچ کرکے، کبھی دینِ متین کی اِشاعت کے لیے اپنا وقت اور صلاحیت پیش کرکے، کبھی صحیح العقیدہ ساداتِ کرام کی خدمت کرکے، کبھی بے سہارا مسلمانوں کی مدد کرکے، کبھی محفل سجاکے، نیز نمازوں کی پابندی کے ساتھ ساتھ باادب دُرود و سلام پیش کرکے... بہت ہی عمدہ تحفہ کی ایک صورت وہ بھی ہے کہ جسے سیدتنا اُمّ سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اختیار کیا کہ اپنا بیٹا خدمتِ اقدس میں پیش کردیا۔

⟸ نبیِ کریم ﷺ دل سے خدمت گزاری کرنے والوں کو ایسا نوازتے ہیں کہ دنیا وآخرت کی ضرورتیں بھی پوری ہو جاتی ہیں اور عزت و سرفرازی بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

⟸ سیدِ عالم ﷺ نے سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مال میں اِضافہ، اولاد کی کثرت اور لمبی زندگی کی دُعا سے نوازنے کے ساتھ ساتھ برکت کی دُعا بھی دی؛ اِس سے برکت کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے۔

⟸ مال ودولت وسیع ہونا بُرا نہیں، البتہ اگر دولت انسان کو اللہ کے احکام سے غافل کردے اور فتنے میں مبتلا کردے تو بہت بڑی آفت ہے۔ دولت عطا ہو تو اُسے ویسے استعمال کرنا چاہیے جیسے سیدنا عثمانِ غنی، سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف اور سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے استعمال کیا۔

دُعا پانے والے... تُجِیب کے ایک خوش نصیب جوان رضی اللہ عنہ

ہجرت کے نویں سال یمن کے قبیلہ تُجِیب کا تیرہ افراد پر مشتمل ایک وفد اپنی قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اِن حضرات کے ایمانی جذبات اور غلامی سے رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے۔ اُن کی بہترین میزبانی فرمائی، واپسی پر وفد کے تمام افراد کو تحائف عطا کرکے پوچھا: ''کوئی باقی تو نہیں رہ گیا؟'' اُنھوں نے بتایا کہ ہم نے سب سے کم عمر جوان کو اپنی سواریوں کے پاس ٹھہرایا ہے، وہ باقی ہے۔ فرمایا: ''اُسے بھی ہمارے پاس بھیجو۔'' چنانچہ اُس جوان نے حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے ہمارے وفد کے تمام افراد کی حاجتیں پوری کی ہیں، میری حاجت بھی پوری کردیجیے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: وَمَا حَاجَتُكَ؟ تمھاری کیا حاجت ہے؟ اُس نے کہا: تَسْأَلُ اللهَ أَنْ يَّغْفِرَ لِيْ وَيَرْحَمَنِيْ وَيَجْعَلَ غِنَايَ فِيْ قَلْبِيْ. یعنی میرے لیے تین دعائیں کردیجیے:

- اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔
- اللہ کریم مجھ پر رحمت فرمائے۔
- رب تعالیٰ میرے دل کو مال دار کردے (میرے دل کو دُنیا کے لالچ سے پاک فرمادے اور قناعت عطا فرمائے)۔

چنانچہ نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دُعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاجْعَلْ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهٖ۔ ”اِلٰہی اِسے بخش دے... اور اِس پر رحمت فرما... اور اِس کے دل کو غنی فرمادے۔“

آئندہ سال حج کے دنوں میں منٰی میں اُس کے قبیلہ کے کچھ افراد کی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ملاقات ہوئی۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُس جوان کے بارے میں پوچھا کہ اُس کا کیا حال ہے؟ اُنھوں نے بتایا: مَا رَأَيْنَا مِثْلَهٗ أَقْنَعَ مِنْهُ بِمَا رَزَقَهُ اللهُ۔ جیسے وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے پر خوش ہے اور قناعت کرتا ہے ایسے ہم نے کسی اور کو نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ يَّمُوْتَ[1] جَمِيْعًا۔ یعنی ”مجھے اُمید ہے کہ (وہ اِسی طرح دل کا غنی رہے گا اور) اُسے ایسی حالت میں موت آئے گی کہ اُس کا دل دُنیا کے غموں سے پاک ہو گا۔“ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:1، ص:245، دار الکتب العلمیۃ)

چنانچہ دُعائے نبوی کی برکت سے اُسے زندگی بھر قناعت نصیب رہی۔ جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وصالِ اقدس ہوا اور بہت سے یمنی مرتد ہوئے تو اُس جوان نے اُنھیں اسلام پر قائم رہنے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنے کی خوب نصیحتیں کیں۔[2]

تربیت: اِس خوش نصیب جوان نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بہت بڑی دُعا کروائی تھی، جس کی برکتیں اُنھوں نے پوری زندگی سمیٹیں اور آخرت میں بھی حاصل کریں گے۔

دل کی مال داری بہت بڑی دولت ہے... یہ نصیب ہو جائے تو انسان خالی ہاتھ بھی نہایت پُرسکون رہتا ہے اور دل کی قناعت میسر نہ ہو تو پوری دُنیا کی دولت جمع کرنے کے باوجود بھی انسان محتاج اور غریب ہی رہتا ہے؛ کیونکہ اُسے مزید کا لالچ پریشان رکھتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سیدِ انس وجاں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَّا بْتَغٰى ثَالِثًا، وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوْبُ اللهُ عَلٰى مَنْ تَابَ» یعنی ”اگر انسان کے پاس مال کی دو (۲) وادیاں ہوں تب بھی وہ تیسری کی خواہش کرے گا اور ابن آدم کا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے، تاہم جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ اُس پر کرم فرماتا ہے۔“ (صحیح بخاری، حدیث:6436)

ہمیں چاہیے کہ قناعت حاصل ہونے کی دُعا بھی کریں اور اِس کے لیے کوشش بھی جاری رکھیں۔

---

[1] فی الطبقات بصیغۃ الجمع "نموت"، وفی سائر الکتب بصیغۃ الغائب "یموت"۔

[2] فَعَاشَ ذٰلِكَ الْغُلَامُ فِيْنَا عَلٰى أَفْضَلِ حَالٍ وَأَزْهَدِهٖ فِي الدُّنْيَا وَأَقْنَعِهٖ بِمَا رُزِقَ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَرَجَعَ مَنْ رَجَعَ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ عَنِ الْإِسْلَامِ، قَامَ فِيْ قَوْمِهٖ فَذَكَّرَهُمُ اللهَ وَالْإِسْلَامَ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْهُمْ أَحَدٌ، وَجَعَلَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ يَذْكُرُهٗ وَيَسْأَلُ عَنْهُ حَتّٰى بَلَغَهٗ حَالُهٗ وَمَا قَامَ بِهٖ، فَكَتَبَ إِلٰى زِيَادِ بْنِ لَبِيْدٍ يُوْصِيْهِ بِهٖ خَيْرًا۔ (الزرقانی علی المواهب، سبل الهدیٰ والرشاد، عیون الأثر)

حرفِ آخر

نبیِ کریم ﷺ کی دُعائیں مقبول ہیں... ایسا کیوں نہ ہو! ربّ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اُن کی رضا پوری کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہے: وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى۔ "اور یقیناً عن قریب آپ کا رب آپ کو (دُنیا و آخرت میں) اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔"[الضحیٰ 93:5]

امامِ اہلِ سنت، پیکرِ عشق و محبت علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا:

جِلَو میں اِجابت خَوَاصِی میں رحمت
بڑھی کس تُزُک سے دُعائے محمد [1]

اِجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دُعائے محمد

اِجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دُلہن بن کے نکلی دعائے محمد [2]

آپ ﷺ پیاروں کے لیے دُعائے خیر فرماتے ہیں تو بھی قبول ہوتی ہے اور دشمنانِ اسلام کے خلاف دعائے جلال فرماتے ہیں تو بھی قبول ہوتی ہے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان جہاں آپ ﷺ کی دُعائے خیر حاصل کرنے کی تمنا رکھتے تھے، وہیں ناراضی سے حد درجہ ڈرتے اور دعائے جلال سے خوف زدہ رہتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے دعوتِ اسلام کے لیے مختلف ممالک کے بادشاہوں کو خطوط بھیجے، کلبِ ایران کِسرٰی کو بھی نامہ مبارک روانہ فرمایا، اُس وقت ایران سپر پاور تھا، کِسرٰی نے طاقت کے گھمنڈ میں آپ ﷺ کے مبارک خط کو پھاڑ دیا۔ صحیح بخاری میں ہے: «فَدَعَا عَلَيۡهِمۡ رَسُوۡلُ اللهِ ﷺ أَنۡ يُمَزَّقُوۡا كُلَّ مُمَزَّقٍ۔» یعنی رسول اللہ ﷺ نے دُعائے جلال فرمائی کہ ایرانی سلطنت

---

[1] جِلَو: (ایک معنی) معیّت / ساتھ۔ اِجَابَتْ: قبولیّت۔ خَوَاصِی: ہمراہی۔ تُزُک: شان و شوکت۔ یعنی سرکارِ دو عالم ﷺ کی دُعا کس شان و شوکت کے ساتھ بارگاہِ ربّ العزت کی طرف جاتی ہے کہ قبولیت اور رحمت اُس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ (ادھر دعا کرتے ہیں، اُدھر مقبول ہو جاتی ہے)

[2] یعنی دعائے محبوب جب بارگاہِ ربّ العزت کی طرف بڑھتی ہے تو اُسے ایسا اِعزاز عطا کیا جاتا ہے کہ گویا وہ دلہن ہے، جس کے سر پر قبولیت کا سہرا سجا ہے اور عنایت و رحمت کا جوڑا زیبِ تن ہے۔

ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور اُن کی طاقت وجمعیت پوری طرح منتشر ہو جائے۔(صحیح بخاری، حدیث:4424) چنانچہ چھ ماہ میں کلبِ ایران کسریٰ مارا گیا اور کچھ ہی سالوں میں اللہ تعالیٰ نے ایرانی حکومت کو ریاستِ مدینہ کے سامنے ڈھیر فرما دیا۔

گزشتہ دنوں خیبر پختون خواہ میں ایک نہایت ناخوش گوار سانحہ ہوا، جس کا تصوّر کر کے اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیبِ مکرم ﷺ کی ناراضی سے ڈر آنے لگتا ہے۔

16 اکتوبر کو تحریکِ لبیک پاکستان کی طرف سے جلوسِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا اہتمام تھا، جس میں ہزاروں عاشقانِ رسول اپنے آقا کریم ﷺ سے اِظہارِ محبت کے لیے شریک تھے، جلوس نہایت پُر امن طریقے سے حکومتی ہدایات کے مطابق مقررہ حد سے بھی کچھ کلومیٹرز پہلے اختتام پذیر ہو گیا... مگر نہ جانے کے۔پی۔کے۔کی حکومت کو کیا سوجھی کہ جلوس ختم ہونے کے بعد واپس پلٹتے نہتے عاشقانِ رسول ﷺ پر نہ صرف بے تحاشا شیلنگ کی گئی، بلکہ خطرناک اسلحہ استعمال کرتے ہوئے متعدد بے گناہ شہریوں کو شہید اور زخمی کر دیا گیا۔ شہدا کی حالت سے معلوم ہوتا ہے منصوبہ بندی کے ساتھ نشانہ بنا کر اُنھیں گولیاں ماری گئیں۔

اِس افسوس ناک واقعہ کی جتنی بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔ اکابر علماء ومشائخِ اہلِ سنت نے پاکستان بنایا اور اہلِ سنت ہمیشہ ملک کے وفادار رہے ہیں، اِس طرح نہتے شہریوں کو نشانہ بنانے کی مثال کشمیر یا فلسطین جیسے مقبوضہ ممالک میں ہی مل سکتی ہے۔

ظلم بر ظلم یہ کہ تاحال حکومتی ذمہ داروں کی طرف سے اِس واقعہ میں ملوّث مجرموں کے خلاف کوئی بھی کارروائی نہیں کی گئی۔ حکومت اور ریاستی اِداروں پر لازم ہے کہ فوری طور پر اِس واقعہ کے ذمہ داران کا تعیّن کر کے اُن کے خلاف قانونی کارروائی کریں؛ تاکہ ملک میں مزید انتشار نہ ہو۔

یہ سانحہ اُس صوبہ میں پیش آیا ہے جہاں ریاستِ مدینہ کی باتیں کرنے والوں کی حکومت ہے، کیا ریاستِ مدینہ میں شہریوں کے ساتھ اِس سلوک کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ ریاستِ مدینہ کی بات کرتے ہوئے والیٔ مدینہ ﷺ کی ناراضی اور دُعائے جلال سے ڈرنا چاہیے کہ اُن کی اُمّت کے بے گناہ اور نہتے افراد پر گولیاں برسا کر کتنا گھناؤنا جرم کر رہے ہیں۔

ریاست کی کمزوری سے کہیں بھی قتل ہو وقت کا حاکم دنیا میں بھی اُس کا جواب دہ ہے اور قیامت کے دن بھی اُس سے اِس بارے میں سوال ہو گا۔ سیدنا جُندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحمتِ کونین ﷺ سے روایت کیا: يَجِيءُ الْمَقْتُولُ بِقَاتِلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَيَقُولُ: سَلْ هٰذَا فِيمَ قَتَلَنِي؟ فَيَقُولُ: قَتَلْتُهُ عَلٰى مُلْكِ فُلَانٍ. مقتول قیامت کے دن اپنے قاتل کو بارگاہِ اِلٰہی میں حاضر کر کے کہے گا: ”اے اللہ! اِس سے پوچھ، اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟“ قاتل کہے گا: مَیں نے فلاں کی حکومت میں قتل کیا تھا (اُس کی مدد یا اُس کے نظام کی کمزوری کی وجہ سے مجھے یہ جرأت ہوئی تھی)۔(سنن نسائی، حدیث:3898)

یکم ربیع الآخر،۱۴۴۴ھ / 28 اکتوبر، 2022ء

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

مشمولات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ، بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الۡاَبۡتَرُ ۔[الکوثر108]

زبانِ مصطفیٰ کریم ﷺ کا یہ اِعزاز ہے کہ نافرمان جنات اور انسانوں کے علاوہ ربّ تعالیٰ کے کرم سے تمام مخلوق اُس کے حکمِ عالی کے تابع ہے... اُس کے ایک بول پر نظامِ عالَم بدل جائے، اُس کی حرکت پر ڈُوبا سورج لوٹ آئے اور اُس کا حکم پا کر درخت چلنے لگیں... جانِ عالَم ﷺ فقط ربّ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں، باقی سارا جہان اُن کے تابع ہے۔

سلامِ رضا مع تضمین ہے:

جس کے آگے سلاطینِ عالَم جھکیں
جس کے اِک بول پر اہلِ دل مَر مِٹیں
جس کی تعمیلِ اِرشاد قُدسی کریں
وہ زباں جس کو سب کُن کی کُنجی کہیں
اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

مخلوق پر تو اُن کا حکم چلتا ہی ہے، لُطف یہ کہ خالق کی بارگاہ میں بھی اُن کی اِلتجا نرالی شان سے قبول ہوتی ہے۔ اِدھر آپ کی زبانِ اقدس کو جنبش ہوتی ہے اور اُدھر باری تعالیٰ اُس کی لاج رکھتے ہوئے ویسے ہی کرم فرما دیتا ہے۔

سلامِ رضا مع تضمین ہے:

جس کے تابع ہیں مقبولیت کے اُصول
منحصر جس پہ ہے رحمتوں کا نزول
وہ دُعا جس پہ صدقے دُرودوں کے پھول
وہ دُعا جس کا جوبن بہارِ قبول
اُس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام

گزشتہ خطبات میں جانِ رحمت ﷺ کی حسین دُعاؤں سے متعلق کچھ گفتگو ہوئی۔ یہ عنوان اتنا حسین ہے کہ اِس پر جس قدر گفتگو کی جائے ایمان کو اُتنی ہی تازگی ملتی ہے۔

چنانچہ آج کے خطبہ میں بھی اِسی عنوان پر کچھ باتیں ذکر کی جائیں گی۔

معافی مانگنے والوں کے لیے دُعا

بعض اوقات انسان سے جانے یا اَنجانے میں دوسروں کی حق تلفی ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں دین سکھاتا ہے کہ جس کی حق تلفی ہوئی ہے اُسے اُس کا حق ادا کر دیا جائے یا اُس سے معافی مانگ لی جائے؛ تاکہ قیامت کے روز مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

دُنیا میں مظلوم سے معافی مانگ لینا آسان بھی ہے، اللہ تعالیٰ کو پسند بھی اور ایسا کرنے والے کے لیے جانِ رحمت ﷺ نے رحمت کی دعا بھی فرمائی ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا كَانَتْ لِأَخِيهِ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ فِيْ عِرْضٍ أَوْ مَالٍ، فَجَاءَهُ فَاسْتَحَلَّهُ قَبْلَ أَنْ يُؤْخَذَ وَلَيْسَ ثَمَّ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ، فَإِنْ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ حَسَنَاتِهٖ، وَإِنْ لَّمْ تَكُنْ لَّهُ حَسَنَاتٌ حَمَّلُوْهُ عَلَيْهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِمْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم فرمائے جس سے اپنے مسلمان بھائی پر عزت یا مال کے سلسلے میں ظلم ہو گیا (حق تلفی ہو گئی) تو وہ اُس کے پاس آکر معاف کرا لے، وہ دن (قیامت) آنے سے پہلے جب اُس کا مؤاخذہ ہو اور وہاں نہ دینار ہوں گے نہ درہم، اگر ظالم کے پاس نیکیاں ہوں گی تو اُس سے ظلم کے مطابق چھین لی جائیں گی (اور مظلوم کو دے دی جائیں گی) اور اگر اُس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیے جائیں گے۔

(جامع ترمذی، حدیث:2419، ورواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط عن انس بن مالک، حدیث:5159)

حقوق العباد کی اہمیّت: اِس حدیثِ پاک میں دُعا سے نوازنے کے ساتھ تربیت فرمائی گئی ہے کہ بندوں کے حقوق کو معمولی نہ سمجھنا... حقوق اللہ کی تعظیم اگرچہ زیادہ ہے، مگر بندوں کے حقوق کا معاملہ اُن سے مشکل اور اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا معاملہ اُس کے سپرد ہے، جس شخص نے توبہ نہیں کی اللہ تعالیٰ چاہے تو اُسے معاف فرمائے اور چاہے تو سزا دے... جب کہ بندوں کے حقوق کا معاملہ سخت ہے، ربّ تعالیٰ نے کمالِ انصاف سے یہ ضابطہ مقرر فرمایا ہے کہ بندوں کی حق تلفی ہو تو جب تک حق والا معاف نہیں کرے گا تب تک معافی نہیں ہو گی۔

ہماری حالتِ زار: اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ مسلمان کی معمولی حق تلفی بھی نہ کی جائے اور کبھی ایسا ہو جائے تو حق والے سے معافی مانگ لی جائے۔ ہماری حالت یہ ہے کہ دوسروں کی حق تلفی کو کوئی بڑی بات ہی نہیں سمجھتے... اپنے ذاتی، سیاسی اور پارٹی مفادات کی خاطر دوسروں کی عزت اُچھالنا، اُن پر اِلزام تراشی کرنا، اُن کی کردار کُشی کرنا معمول بن چکا ہے، حتّٰی کہ اپنے مفادات کے لیے دوسروں کی جان کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ اِسی ہفتے میں ایک پاکستانی صحافی ارشد شریف کو کینیا میں قتل کیا گیا اور کہا یہ جارہا ہے کہ مرحوم کو قتل کروایا گیا ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ دوسروں کی چھوٹی، بڑی حق تلفیوں کا جواب دینا پڑے گا۔

سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے دُعائیں

سیدنا ابواِسحاق سعد بن ابو وقّاص (سعد بن مالک) زُہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال [1] سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بارے میں فرمایا: «هٰذَا خَالِي فَلْيُرِنِي امْرُؤٌ خَالَهٗ»۔ یعنی "سعد میرا ماموں (میرے ننھیال سے) ہے، کسی کا ایسا ماموں ہے تو مجھے دکھائے۔" (المستدرک علی الصحیحین، حدیث: 6113)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے پہل اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہیں [2]... عشَرہ مبشّرہ [3] میں شامل ہونے کا شرف بھی حاصل ہے... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک رہے، بلکہ یہ اِعزاز بھی پایا کہ راہِ خدا میں سب سے پہلے تیر چلانے والے مسلمان آپ ہی ہیں۔ [4] وصالِ نبوی کے بعد خلفائے راشدین کے ہمراہ زندگی بھر جہاد میں مصروف رہے۔

سیدنا فاروقِ اعظم اور سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں اُنھیں کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ سلطانِ اسلام سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ سلطنت میں 55ھ میں وصال ہوا۔ آپ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے کفن میں میرا وہ جبہ ضرور پہنانا جو مَیں نے بدر کے دن پہن کر جہاد کیا تھا، چنانچہ وہ جبہ آپ کے کفن میں شامل کیا گیا۔ لوگ عقیدت و محبت سے آپ کا جسدِ مبارک کندھوں پر اُٹھا کر مقامِ "عقیق" سے مدینہ منورہ لائے اور جنازہ کے بعد جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

آپ کا ایک نمایاں اِعزاز یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ آپ کو دُعا سے نوازا۔ دعائے نبوی کی برکت سے آپ کو یہ شان حاصل تھی کہ بارگاہِ الٰہی میں جیسے عرض کرتے رب تعالیٰ ویسے ہی کرم فرما دیتا۔

پہرا داری پر دُعا: اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے مدینہ منوّرہ واپسی پر رات بھر جاگتے رہے، تو (رات کے آخری حصہ میں کسی جگہ آرام کا اِرادہ کیا اور تعلیمِ اُمّت کے لیے) فرمایا: «لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ»۔ "کیا ہی اچھا ہو کہ کوئی نیک آدمی آج رات ہمارا پہرا دے! (حفاظت کی ڈیوٹی سرانجام دے)" فرماتی ہیں: اچانک ہم نے اسلحہ کی آواز سنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کون؟" آنے والے نے عرض کی: سعد بن ابو وقاص ہوں۔

---

[1] نانی جان کے خاندان سے تعلق ہے۔ محسنۂ کائنات سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ... دونوں کا تعلق مدینہ شریف میں رہنے والے قبیلہ "بنو زُہرہ" سے ہے۔

[2] آپ رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا: «مَا أَسْلَمَ أَحَدٌ إِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِي أَسْلَمْتُ فِيهِ، وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَإِنِّي لَثُلُثُ الْإِسْلَامِ» (بخاری: 3727)

[3] عشرہ مبشّرہ اُن دس صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو کہا جاتا ہے جنھیں ایک ہی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوش خبری عطا فرمائی۔

[4] حضرت ابو عثمان عبد الرحمٰن نہدی علیہ الرحمہ نے فرمایا: هُوَ أَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ۔ (صحیح بخاری، حدیث: 4326)

(مصطفیٰ کریم ﷺ نے چاہت کی تھی کہ کوئی "نیک بندہ" پہرا داری کرے، اِس پر قدرت نے سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، معلوم ہوا کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں "مقبول نیک بندے" ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: «مَا جَاءَ بِكَ؟» یعنی "کیسے آنا ہوا؟" عرض کی: وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ خَوْفٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَجِئْتُ أَحْرُسُهٗ. میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کے بارے خدشہ پیدا ہوا (کہ کوئی بدبخت آپ کو تکلیف نہ دے) تو مَیں حفاظت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فَدَعَا لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثُمَّ نَامَ. رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کو دُعا سے نوازا، پھر آرام فرما ہوگئے۔ (جامع ترمذی، حدیث:3756، ورواہ البخاری فی صحیحہ، رقم:2885)

احد میں جاں نثاری اور دُعا: غزوۂ اُحُد کے دوران ایک موقع پر افواہ پھیلی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہوگئے ہیں، اُس وقت صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی جو کیفیت تھی اُسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں، بڑے بڑے بہادروں کو کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں؟ چنانچہ کئی حضرات پریشانی کے عالَم میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے، جن کی معافی کا اِعلان اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمادیا۔[1]

اِس صورت حال میں متعدد صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے اپنی جانوں کی پرواہ کیے بغیر آقا کریم ﷺ کی حفاظت کے لیے آپ کے گرد حلقہ بنائے رکھا اور بہادری وجاں نثاری کے ایسے نقوش چھوڑے جن کی مثال نہیں ملتی۔ اِن وفا شعاروں میں سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بالکل سامنے حاضر تھے، فرماتے ہیں: مَیں کفار کی طرف تیر پھینکتے ہوئے کہتا: اَللّٰهُمَّ سَهْمَكَ فَارْمِ بِهٖ عَدُوَّكَ. یعنی اِلٰہی! مَیں نے یہ تیر تیری رِضا کے لیے پھینکا ہے، اِسے اپنے دشمن تک پہنچادے (سیدھا جاکر کافر کو لگے)۔ فرماتے ہیں: مَیں نے جتنے تیر پھینکے ہر تیر پر حضور ﷺ نے دُعا اور شاباش سے نوازتے ہوئے فرمایا[2]: «اَللّٰهُمَّ سَدِّدْ رَمْيَتَهٗ وَأَجِبْ دَعْوَتَهٗ، إِيْهًا[3] سَعْدُ!» یعنی "اے اللہ! سعد کا نشانہ درست فرما اور اِس کی دُعا قبول فرما، سعد! اور کوشش کرو۔" فرماتے ہیں: جب میرا تَرکش[4] خالی ہوگیا تو سیدِ اولین وآخرین ﷺ نے اپنی تَرکش مبارک کے تیر میرے سامنے بکھیر دیے۔ (المستدرک علی الصحیحین، حدیث:4314) جب ہر تیر پر دُعا مل رہی تھی تو نہ جانے اُنھیں کتنی بار مصطفیٰ کریم ﷺ کی دُعا نصیب ہوئی ہوگی۔

---

[1] دیکھیے سورۂ اٰلِ عمران، آیت:155

[2] کتبِ احادیث میں دُعا کے مختلف الفاظ مروی ہیں: فی روایۃ الترمذی عن سعد أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ إِذَا دَعَاكَ. (جامع ترمذی، حدیث:3751) وفی روایۃ: إِسْتَقَادَ لَهَا سَعْدٌ، أَجَابَ اللهُ دَعْوَتَكَ، وَسَدَّدَ رَمْيَتَكَ. "سعد نے بدلہ لیا ہے، اے سعد! اللہ تیری دعائیں قبول فرمائے اور تیرا نشانہ پختہ بنائے۔" (تاریخ مدینۃ دمشق، سبل الھدی والرشاد، المغازی للواقدی)

[3] : إِيْهٍ اِسْمٌ سُمِّيَ بِهِ الْفِعْلُ، لِأَنَّ مَعْنَاهُ الْأَمْرُ، تَقُوْلُ لِلرَّجُلِ: إِذَا اسْتَزَدْتَهٗ مِنْ حَدِيْثٍ أَوْ عَمَلٍ. (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث:6036)

[4] تَرکش: وہ لمبا بیگ جس میں تیر رکھ کر اُسے کمر پر لٹکایا جاتا ہے۔

ایک کافر نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا، سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے تیر سے نشانہ بنایا، وہ زخمی ہو کر بہت بُرے طریقے سے زمین پر گرا۔ نبیِ کریم ﷺ یہ منظر ملاحظہ فرما رہے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَتّٰى نَظَرْتُ إِلَى نَوَاجِذِهِ۔**[1] رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہو کر ہنسے، حتّٰی کہ مجھے آپ ﷺ کی مبارک داڑھوں کی زیارت ہو گئی۔

(صحیح مسلم، حدیث: 2412، ورواہ البخاری ایضاً)

اِسی موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: «اِرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي»۔[2] "سعد! تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تجھ پر قربان، (یعنی مَیں تجھ سے بہت خوش ہوں)۔" (صحیح بخاری، حدیث: 4055)

دعائے نبوی کا اثر: سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی دُعائیں بہت اعلیٰ شان کے ساتھ قبول ہوئیں... آپ رضی اللہ عنہ کا نشانہ بھی بے مثال تھا اور آپ کی دعائیں بھی ایسے قبول ہوتی تھیں کہ لوگوں میں آپ کی دُعاؤں کا شہرہ ہو گیا۔ متعدد محدثین علیہم الرحمہ نے احادیث کی کتابوں میں سیدنا سعد کی دعاؤں سے متعلق مستقل عنوانات قائم کیے ہیں۔[3]

حصولِ برکت کے لیے آپ کی فقط ایک دُعا کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔[4]

سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کے پاس سے گزرے، وہ بدنصیب کچھ صحابۂ کرام[5] علیہم الرضوان کی گستاخی کر رہا تھا۔ آپ نے اُسے فرمایا: «إِنَّكَ تَشْتِمُ قَوْمًا قَدْ سَبَقَ لَهُمْ مِنَ اللهِ مَا سَبَقَ، فَوَاللهِ لَتَكُفَّنَّ عَنْ شَتْمِهِمْ أَوْ لَأَدْعُوَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْكَ۔» یعنی تم اُن صحابہ کے بارے میں زبان درازی کر رہے ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے، باز آجاؤ، ورنہ اللہ کی قسم مَیں تمہارے خلاف دُعا کر دوں گا۔

---

[1] ضحكُ النبی علیه الصلاة والسلام سرورًا بقتله، لا لما انكشف منه، فهو المنزّه عن ذلك... (إِكمَالُ المُعْلِمِ بِفَوَائِدِ مُسْلِم، للقاضی عیاض)

[2] والرواية بتمامه: نَثَلَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ كِنَانَتَهُ يَوْمَ أُحُدٍ فقال: اِرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي۔ اِن کلمات کا لغوی معنیٰ ہے "میرے ماں باپ تجھ پر قربان"، مقصود اِظہارِ رضا ہے۔ لو كان لي إلى الفداء سبيلٌ لفديتُك بأبويّ اللذين هما عزيزانِ عندي، والمراد من التفدية لازمُها وهو الرضا أي: اِرْمِ مَرْضِيًّا۔ (إرشاد الساری، عمدة القاری، شرح الزرقانی علی المواهب)

[3] امام ابو بکر احمد بیہقی علیہ الرحمہ نے "دلائل النبوۃ" میں عنوان قائم کیا: بَابُ مَا جَاءَ فِي دُعَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ لِسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - بِاسْتِجَابَةِ الدُّعَاءِ، وَمَا ظَهَرَ مِنْ إِجَابَةِ اللهِ تَعَالَى دُعَاءَ رَسُولِهِ فِيهِ۔

[4] سیدنا سعد کی مزید دُعاؤں کے لیے وزٹ کیجیے: https://www.dawateislami.net/bookslibrary/ur/karamaat-e-sahaba/page-37?stext=

[5] سیدنا علی مرتضیٰ، سیدنا طلحہ اور سیدنا زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اُس گستاخ نے کہا: آپ کوئی نبی ہیں جو مجھے اپنی دُعائے جلال سے ڈرا رہے ہیں! (اُسے معلوم نہ تھا کہ آپ نبی تو نہیں، مگر سید الانبیاء ﷺ نے آپ کو دُعا سے نوازا ہے) سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کے خلاف دُعا کی: «اَللّٰھُمَّ إِنَّ ھٰذَا یَشْتِمُ أَقْوَامًا سَبَقَ لَھُمْ مِنْكَ مَا سَبَقَ، فَاجْعَلْهُ الْیَوْمَ نَكَالًا.» یعنی اے اللہ! یہ بدنصیب اُن صحابہ کی گستاخی کر رہا ہے جن سے تُو نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، اِلٰہی اِسے آج ہی نشانِ عبرت بنا دے (ایسی سزا دے کہ دوسروں کو بھی اِس سے عبرت حاصل ہو)۔ (المعجم الکبیر، رقم: 307، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج:6، ص:190، دار الکتب العلمیۃ)

چنانچہ اُسی وقت کہیں سے ایک پاگل اُونٹ آیا جو کسی کے قابو نہیں آ رہا تھا، اُس نے لوگوں کے درمیان گُھس کر اُس گستاخ کو اپنی ٹانگوں میں دبوچ لیا اور اُسے مسلسل کچلتا رہا، حتّٰی کہ وہ اُسی وقت مر گیا۔

یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑے دوڑے سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے کہا: آپ کی دعا قبول ہوئی اور وہ گستاخِ صحابہ ہلاک ہو چکا ہے۔[1]

تربیت: سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہرا داری، وفا شعاری اور بارگاہِ اقدس کی نوازشات سے ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے:

⇐ حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے پہرا داری والی حدیث پاک کے تحت لکھا (مفہوم): دُعا کروانا کچھ اور ہے، جب کہ خوش کر کے دُعا لینا کچھ اور ہے۔ (مرآۃ المناجیح) کہہ کر دُعا کروانا اگرچہ صحابہ اور بزرگوں کی سنت ہے، مگر اپنے عمل اور خدمت کے ذریعے خوش کر کے دُعا لینے کی برکتیں کچھ اور ہی ہوتی ہیں۔

⇐ کچھ بدنصیب محبتِ اہلِ بیت کے نام پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی گستاخیاں کرتے ہیں، سیدنا سعد کا رسول اللہ ﷺ سے ایسا حسین رشتہ ہے کہ حدیثِ پاک کا مفہوم ہے: "سعد میرا ماموں (میرے ننھیال سے) ہے، کسی کا ایسا ماموں ہے تو مجھے دکھائے۔" سیدنا سعد نے گستاخِ صحابہ کے خلاف دُعا کر کے اُسے انجام تک پہنچایا اور قیامت تک کے گستاخانِ صحابہ کو پیغام دیا: جو صحابہ کی گستاخی کرے، رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار اُس سے خوش نہیں ہوتے، بلکہ اُس پر یوں ناراض ہوتے ہیں۔

⇐ سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر جانِ رحمت ﷺ کی حفاظت کی اور دُعائیں حاصل کیں۔ معلوم ہوا کہ جو شخص خود کو جانِ جہاں ﷺ کی حفاظت اور دفاع کے لیے پیش کرے اُسے بارگاہِ اقدس سے دُعائیں نصیب ہوتی ہیں۔

---

[1] فَخَرَجَتْ بُخْتِیَّةٌ نَادَّةٌ مِنْ دَارِ آلِ فُلَانٍ لَا یَرُدُّهَا شَیْءٌ حَتّٰی دَخَلَتْ بَیْنَ أَضْعَافِ النَّاسِ، فَافْتَرَقَ النَّاسُ، فَأَخَذَتْهُ بَیْنَ قَوَائِمِهَا، فَلَمْ تَزَلْ تَتَخَبَّطُهُ حَتّٰی مَاتَ. قَالَ: فَلَقَدْ رَأَیْتُ النَّاسَ یَشْتَدُّوْنَ وَرَاءَ سَعْدٍ یَقُوْلُوْنَ: إِسْتَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَكَ یَا أَبَا إِسْحَاقَ.
(البدایة والنهایة، ج:8، ص:83، دار إحیاء التراث العربی)

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے پیروکار... غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

ہر دور میں مسلمانوں نے سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے جان ہتھیلی پر رکھ کر ناموسِ رسالت کا تحفظ کیا ہے اور عزتِ رسول ﷺ کی خاطر شہادت پانے کو اپنے لیے سعادت سمجھا ہے... دوسری طرف ہر دور میں بارگاہِ نبوی سے بھی ایسے جاں نثاروں کو نوازا جاتا رہا ہے... وفاؤں اور عطاؤں کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

تحفظِ ناموسِ رسالت کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنے والے خوش نصیبوں میں ایک نمایاں نام غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔ آپ کا عرسِ مبارک 30 اور 31 اکتوبر کو ہوتا ہے، اِس مناسبت سے آپ کا ذکرِ خیر ایمانی جذبات کو بیدار کرنے کا ذریعہ ہوگا۔

غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ کی ولادت 4 دسمبر، 1908ء کو ہوئی، والدِ گرامی کا نام طالع مند ہے، آبائی گھر لاہور کی تاریخی جامع مسجد وزیر خاں کے قریب سریاں والا بازار میں تھا۔ ابتدائی تعلیم جامع مسجد تکیہ سادھواں، پھر اندرون اکبری گیٹ میں حاصل کی۔

1924ء کے آغاز میں ایک منحوس کتاب چھپی، جس میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی گستاخیاں کی گئیں، ٹائٹل پر چھاپنے والے کا نام "راجپال پبلشر" لکھا تھا، راجپال ملعون کی دکان مسلم مسجد (لوہاری گیٹ لاہور) کے سامنے نیو انارکلی میں چند قدم آگے بائیں طرف ہسپتال روڈ پر تھی۔ کچھ مہینے تک یہ کتاب مخفی رہی، جب مسلمانوں کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے راجپال سے یہ کتاب ضائع کرنے کا مطالبہ کیا، مگر آریہ سماج کی پشت پناہی کے باعث اُسے کوئی اثر نہ ہوا۔ چنانچہ کتاب کے خلاف احتجاج ہونے لگا، انگریز حکومت نے لاہور میں دفعہ 144 نافذ کر دی... دوسری طرف راجپال کے خلاف مقدمہ بھی درج کروایا گیا اور 1924ء کے آخر میں ایک مجسٹریٹ نے چھ ماہ قید اور 1000 روپے جرمانے کی سزا سنائی، بعد میں اُس وقت کے چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ "شادی لال" نے اِسے بھی ختم کر دیا۔

عوامی غم و غصہ بڑھتا گیا اور قانونی کارروائی نہ ہونے کی وجہ سے راجپال پر حملے بھی ہوئے، مگر وہ بچ گیا۔ حکومت کی طرف سے راجپال کو سیکورٹی فراہم کر دی گئی۔ 6 اپریل، 1929ء کو تقریباً اڑھائی بجے دوپہر غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ راجپال ملعون کی دکان پر پہنچے اور اُسے للکارتے ہوئے فرمایا: "میرے آقا کریم ﷺ کے گستاخ! کتے کی موت مرنے کے لیے تیار ہو جا۔" اُس وقت راجپال کے دو ملازم بھی دکان پر موجود تھے، آپ کی للکار سے وہ دونوں ایسے مبہوت ہوئے کہ کھڑے دیکھتے رہ گئے۔ آپ کے بھرپور وار سے راجپال اُسی وقت واصلِ جہنم ہو گیا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق اُسے ایک درجن گہرے زخم آئے تھے اور ایک پسلی بھی کٹ گئی تھی۔

غازی صاحب کے خلاف مقدمہ درج ہوا۔ 22 مئی 1929ء کو سماعت کے آخری دن سیشن جج نے پوچھا: آپ نے قتل کا جرم کیا ہے؟ غازی صاحب فرمانے لگے: "میں نے کوئی جرم نہیں کیا، فرض ادا کیا ہے۔" چنانچہ سیشن کورٹ کی طرف سے سزائے موت سنائی گئی۔ فیصلہ سنتے ہوئے آپ نہایت بارونق انداز میں زیرِ لب نعتِ رسولِ مقبول ﷺ گنگنا رہے تھے۔ (ناموسِ رسالت کے سات شہید، ملخصًا)

غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ کی وفاؤں کے صلے میں اُن پر ایسی عطائیں ہوئیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، اِس سلسلے میں صرف چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں:

⟸ آپ نے بچپن میں آبائی پیشہ "نجاری" اختیار کیا (لکڑی کا کام کرتے تھے)..لکھنے، پڑھنے میں زیادہ مشغولیت نہیں رہی... مگر جیل میں حافظ بھی تھے، قاری بھی تھے اور علما کے سامنے قرآنِ کریم کی تفسیر بھی بیان فرماتے۔(ناموسِ رسالت کے سات شہید، ص:154)

⟸ جیل میں آپ کے کمرہ کے باہر پانی کا ایک گھڑا پڑا ہوتا تھا، جو بھی بیمار آتا آپ اُسے دو گھونٹ پانی پلا دیتے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے شفا ہو جاتی۔ روزانہ سینکڑوں افراد اُس گھڑے سے پانی پیتے تھے۔(ایضاً، ص:155)

⟸ 30 اکتوبر کو عزیز و اقارب آخری ملاقات کے لیے گئے، آپ بہت خوش تھے، فرمایا: آج خواب میں سیدنا موسٰی علیہ السلام کا دیدار ہوا، اُنھوں نے فرمایا: علم الدین! مبارک ہو، رب غفور نے تیری قربانی قبول فرمالی ہے اور نبی آخر الزماں ﷺ کے دربار میں کثرت سے تیرا تذکرہ ہوتا ہے۔(ایضاً، ص:155، ملخصًا)

⟸ آخری ملاقات میں والدہ ماجدہ سے کہا: ماں جی! خدا کا شکر کریں، مَیں ایسی موت مر رہا ہوں جو در حقیقت موت نہیں، دائمی زندگی ہے۔ لوگ سانپ ڈسنے سے بھی مر جاتے ہیں، مگر میں ناموس رسالت کے لیے جان دے رہا ہوں۔ رونے کی ضرورت نہیں، اِن شاء اللہ ہماری ہر آٹھویں دن ملاقات ہوا کرے گی۔(ایضاً، ص:166، ملخصًا)

31 اکتوبر، 1929ء / ۲۶ جمادی الاولیٰ، ۱۳۴۸ھ کو آپ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اِس دن آپ نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد اوراد و وظائف میں مشغول رہے۔ عملے نے پھانسی گھاٹ کی طرف لے جانے سے پہلے آخری خواہش پوچھی تو سیدنا خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے بطورِ شکرانہ دو نفل پڑھنے کی آرزو ظاہر کی۔

جیل کے عملہ سے فرمایا کہ پھانسی کے وقت میرے ہاتھ نہ باندھے جائیں، میں بہادروں کی طرح جان دوں گا۔ جب پھانسی گھاٹ پر پہنچے تو فرمایا: حاضرین! بلاشبہ شاتمِ رسول کا قاتل مَیں ہوں... میرے کلمہ کے گواہ رہنا۔ پھر بآوازِ بلند کلمۂ طیبہ پڑھا، دُرود و سلام کا وِرد کرتے ہوئے پھندا چوم کر گلے میں ڈالا اور جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔(ایضاً، ص:166، 171)

مسلمانوں کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے کہ وہ بے گناہ کو چھیڑتے نہیں اور گستاخ کو چھوڑتے نہیں... چنانچہ آج بھی اِس پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے؛ تاکہ عالَم کفر کو یہ پیغام ملے کہ امن تبھی قائم ہو سکتا ہے جب خاتم النبیین ﷺ کے مقام و مرتبہ کا لحاظ کیا جائے۔ مسلمان کٹ تو سکتا ہے، مگر اپنے آقا کریم ﷺ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔

حرفِ آخر

اللہ تعالیٰ نے نبیِ کریم ﷺ کی شانِ اقدس سے متعلق فرمایا:اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ۔ ”اے محبوب! بے شک ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں(بہت سی فضیلتوں سے نوازا)۔“[الکوثر1:108]

”بے شمار خوبیوں“میں نہ جانے کیا کیا شامل ہے، تاہم اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جانِ جہاں ﷺ کا حکمِ عالی دُنیا میں بھی تمام مخلوق پر نافذ ہے اور قیامت کے دن بھی اُنہی کے فرمانِ عالی کا چرچا ہو گا۔

کسی شاعر نے بہت خوب کہا:

تمہارے مُنہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی
تمہارے دم سے ہماری نجات ہو کے رہی
جو شب کو کہہ دیا دن ہے تو دن نکل آیا
کہا جو دن کو کہ شب ہے تو رات ہو کے رہی

صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے اپنے عمل سے اُمّت کو یہ بھی سکھایا کہ ایک مسلمان کو نبیِ کریم ﷺ سے دُعا لینے کی کتنی آرزو ہونی چاہیے اور یہ بھی سکھایا کہ اُن کے حکمِ عالی پر کیسے عمل کرنا چاہیے۔اُن کی نظر میں دُعائے نبوی جان سے بھی زیادہ قیمتی تھی اور وہ فرمانِ نبوی کو ہر چیز سے زیادہ اہم سمجھتے تھے۔

ہمیں بھی چاہیے کہ وہ اعمال کریں جن پر بارگاہِ اقدس سے دُعا ملتی ہے اور اُن کے ہر حکم پر عمل کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ زبانِ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے نکلنے والی مبارک دعاؤں کے صدقے میں ہماری بخشش و مغفرت فرمائے اور ہمیں محبت واِطاعتِ رسول ﷺ کی توفیق سے نوازے۔ربّ تعالیٰ غازیانِ اسلام، بالخصوص غازی علم الدین شہید اور شہدائے سانحۂ حویلیاں کے درجات بلند فرمائے،اُمّت کی دینی غیرت بیدار فرمائے اور تمام پریشان حال مسلمانوں کو خوشیاں عطا فرمائے،رب تعالیٰ ہمارے سیلاب زدہ بھائیوں کی مشکلات کو آسان فرمائے،پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔آمین بجاہِ النبی الأمین ﷺ

۸ ربیع الآخر، ۱۴۴۴ھ / 4 نومبر، 2022ء

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

اُونچے اُونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

مشمولات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ [الرعد 17:13]

ہر دَور میں شیطان اور اُس کے چیلوں کی کوشش رہی ہے کہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے قانون، یعنی نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی بہار نہ آئے، ورنہ ہماری تاریکیوں کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں رہے گی، جب کہ سیدِ عالم ﷺ اور آپ کے غلاموں کا ہمیشہ سے یہ مشن تھا، ہے اور رہے گا کہ ''یہ زمین اللہ عزّوجلّ اور اُس کے رسول ﷺ کی ہے اور یہاں نظام بھی وہی ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے عطا فرمایا ہے۔'' یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور جاری رہے گا۔

وہ حضرات نہایت خوش نصیب ہیں جنہیں دین کی خدمت وحمایت کرنے والوں کی سنگت نصیب ہوئی اور وہ خدامِ دین کے معاون ومددگار بنے، اِن شاء اللہ یہ روزِ قیامت بھی خدامِ دین کے ساتھ ہی ہوں گے... جب کہ وہ لوگ نہایت بدنصیب ہیں جنھوں نے دشمنانِ دین کا ساتھ دیا، قیامت کے روز اِنھیں اپنے کیے پر بہت افسوس ہو گا، مگر اُس وقت کا افسوس کسی کام نہیں آئے گا۔

ربّ تعالیٰ بعض خدامِ دین کو سرکارِ دوعالم ﷺ کے فیضان سے خصوصی حصہ عطا فرماتا ہے، اُن کی کاوشیں ایسی بابرکت ہوتی ہیں کہ ایک انقلاب بپا ہو جاتا ہے، اُن کی کوششوں سے ایک جہان دین سیکھتا اور اُس پر عمل کرتا ہے، وہ عوام سے لے کر حکمرانوں تک سب کو دین کا پیغام پہنچاتے ہیں، یہاں تک کہ اُن کے قبروں میں تشریف لے جانے کے بعد بھی اُن کا فیضان جاری رہتا ہے اور اُن کی تعلیمات لوگوں کی راہ نمائی کرتی رہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نبیِ کریم ﷺ کے خصوصی فیضان سے دین کی بے پناہ خدمت کرنے والوں میں ایک نمایاں نام غوثِ صمدانی، محبوبِ سُبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قُدِّس سِرّہ العزیز کا بھی ہے، آپ نے دینِ متین کا پیغام اِس طرح عام کیا کہ آپ کو ''مُحْیِی الدِّیْن'' (دین کو زندہ کرنے والا) کہا جاتا ہے۔

دینی اقدار کو فروغ دینے اور اُنھیں زندہ کرنے کے لیے آپ نے جو کوششیں کیں اُن کے اثرات ایک خطے یا ایک طبقے تک ہی نہیں، بلکہ عالمی سطح پر رُونما ہوئے، بلاشبہ آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی آپ کے ذریعے اِحیائے دین ہو رہا ہے... غوثِ اعظم علیہ الرحمہ نے خدمتِ دین کے لیے افراد کی ایک کھیپ تیار کی، نیز کئی کتابیں لکھیں جو آج بھی اُمّت کی راہ نمائی کرتی ہیں، بلکہ خود آپ کی رُوحِ پُر فُتوح بھی اپنے روحانی تصرفات کے ذریعے اِحیائے دین کر رہی ہے۔

آپ کی عقیدت ومحبت سے محروم افراد کی بات الگ ہے، المیہ یہ ہے کہ آپ کا پیار پانے والے بہت سے مسلمان بھی آپ کی تعلیمات سے غافل ہیں۔ چنانچہ آج کے خطبہ میں آپ کے ماہِ وصال کی مناسبت سے آپ کے بارے گفتگو کی جائے گی۔

سوانحی خاکہ

قطب الاقطاب، غوثُ الثقلَین، محبوبِ سبحانی ابو محمد سید عبد القادر "مُحْيِ الدِّيْن"[1] جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یکم رمضان، 470ھ / 1078ء کو ایران کے صوبہ گیلان (جیلان) کے ایک نہایت علمی و مذہبی گھرانے میں آنکھ کھولی۔

بچپن کے ابتدائی ایام کے بعد 18 سال کی عمر تک یہیں علمِ دین حاصل کرتے رہے۔ پھر والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور 9 سال تک بغداد میں اکابر اساتذہ سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کیے۔ بعد ازاں 25 سال تک عراق کے مختلف جنگلوں اور ویران مقامات پر عبادت و ریاضت اور مجاہدات میں مشغول رہے۔

پھر نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے حکمِ عالی پر وعظ و نصیحت اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور 40 برس تک احیاءِ دینِ متین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ بالآخر 561ھ / 1166ء کو 91 برس کی عمر شریف میں دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کیا۔ اور عراق کے شہر بغداد میں دفن ہوئے۔[2]

تعلیماتِ غوثِ اعظم.... غریبوں کی دل جوئی

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ترین اعمال میں سے ایک یہ ہے کہ جائز طریقے سے کسی مسلمان کا دل خوش کیا جائے، بالخصوص کمزوروں اور غریبوں کی دل جوئی، اُن کی مدد اور اُن کی خیر خواہی نہایت محبوب عمل ہے۔ ہر دور میں اولیاء اللہ کی ایک نمایاں خوبی یہ بھی رہی ہے کہ وہ "غریب نواز" اور "بندہ پرور" ہوتے ہیں۔

غریب پروری کی فضیلت: سیدنا ابو درداء عُویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: «اِبْغُوْنِيْ فِي الضُّعَفَاءِ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ.» (المستدرک علی الصحیحین:2509) یعنی "میری رضا اور خوشنودی، کمزوروں (کی خدمت کرکے اُن) میں تلاش کرو، اُنہی کی برکت سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور اُنہی کی برکت سے (ظاہری و باطنی دشمنوں کے خلاف) تمہاری مدد کی جاتی ہے۔" (تشریح ماخوذ از مرقاۃ المفاتیح، زیرِ حدیث:5246)

---

[1] اِس لقب کا تلفّظ ایسے ہی ہے، اکثر لوگ اِسے مُحْيُ الدِّيْن پڑھتے ہیں، جو فنی اعتبار سے درست نہیں۔

[2] بهجة الأسرار و معدن الأنوار، للشطنوفي، ذكر نسبه و صفته، ص:171، مؤسسة الشرف۔ الطبقات الكبرى للشعراني، أبو صالح سيدي عبد القادر الجيلي:248، ج:1، ص:178-186، دار الفكر

سیرتِ غوثِ اعظم: حضور غوث الثقلین محبوبِ سُبحانی علیہ الرحمہ نے ایک غریب شخص کو شکستہ خاطر دیکھا، آپ نے دل ٹوٹنے کی وجہ پوچھی تو اُس نے کہا: آج نہر / دریا کے کنارے جاتا ہوا، مَیں نے مَلّاح (کشتی بان) سے کہا کہ مجھے کشتی میں بٹھا کر دوسرے کنارے تک پہنچادو، مگر میرے پاس کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے اُس نے اِنکار کر دیا، چنانچہ غریبی کی وجہ سے میرا دل ٹوٹ گیا ہے۔ ابھی اُس کی بات جاری تھی کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اُس نے تھیلی میں تیس دینار (سونے کے سکّے، جن کی قیمت لاکھوں روپے بنتی ہے) غوثِ پاک کی بارگاہ میں نذر کیے۔ آپ نے اُس غریب کو فرمایا: خُذْ هٰذِهِ الصُّرَّةَ وَاذْهَبْ بِهَا إِلَى الْمَلَّاحِ وَأَعْطِهِ إِيَّاهَا وَقُلْ لَّهُ: لَا تَرُدَّ فَقِيْرًا أَبَدًا۔ یہ تھیلی لے جاکر کشتی بان کو دو اور اُسے کہو: آئندہ کبھی کسی غریب کو (کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے) واپس نہ بھیجنا۔

نیز آپ نے اپنی قمیص اُتار کر اُس غریب کو عنایت فرمادی۔ اُس نے وہ بیچ کر بیس درہم (چاندی کے سکے) حاصل کیے۔[1]

ہماری حالتِ زار: دین ہمیں سکھاتا ہے کہ کمزوروں کی دل جوئی کریں، اُن کی خدمت کر کے ربّ تعالیٰ کو راضی کریں، مگر ہمارے معاشرے میں غریب آدمی کا کوئی حال نہیں... نہ اُسے معاشرے میں عزت دی جاتی ہے، نہ ہی اُس کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے، حتّٰی کہ اگر کوئی شخص اُس پر ظلم کرے تو اُسے انصاف ملنے کی بھی اُمّید نظر نہیں آتی۔

جہاں غریبوں کی دل جوئی سے اللہ تعالیٰ اِنعام فرماتا ہے، وہاں کمزوروں پر ظلم سے باری تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے۔ سیدنا ابو مسعود عُقبہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مَیں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا (شاید غصے میں آپ نے اُسے اُس کی غلطی سے کچھ زیادہ مار دیا تھا)، مَیں نے اپنے پیچھے کسی کو یہ بات کہتے سنا: اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُوْدٍ! لَلّٰهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ۔ یعنی "ابو مسعود! جان لو، جتنی تمہیں اِس غلام پر قدرت ہے، اِس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تجھ پر قادر ہے۔"

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَیں نے مُڑ کر دیکھا تو یہ کہنے والی شخصیت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ (سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم اور اِرشادِ پاک کی برکت سے میرا غصہ فوراً ٹھنڈا ہو گیا اور) مَیں نے (اپنی غلطی کا اِزالہ کرنے کے لیے) کہا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! هُوَ حُرٌّ لِّوَجْهِ اللهِ۔ یارسول اللہ! مَیں نے اِسے اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے آزاد کیا۔ جانِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ أَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ۔ "سنو! اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہیں آگ جلاتی۔" (کیونکہ ظلم کا انجام استحقاقِ جہنم ہے، تاہم غلام کو آزاد کرنے سے غلطی کا کفّارہ ہو گیا)۔ (صحیح مسلم، حدیث: 1659)

---

[1] ورأى فقيرًا مكسورَ القلب، فقال له: ما شانك؟ قال: مررتُ اليومَ بشطّ وسألتُ ملّاحًا أن يحملَني إلى الجانبِ الآخرِ، فأبَى وانكسرَ قلبي لفقري، فلم يتمَّ كلامُ الفقيرِ حتى دخل رجلٌ معه صرّةٌ فيها ثلاثون دينارًا نَذَرَ للشيخ، فقال الشيخُ لذلك الفقيرِ: خُذْ هٰذِهِ الصُّرَّةَ وَاذْهَبْ بِهَا إِلَى الْمَلَّاحِ وَأَعْطِهِ إِيَّاهَا وَقُلْ لَّهُ: لَا تَرُدَّ فَقِيْرًا أَبَدًا۔ وخلع الشيخ قميصه وأعطاه للفقير فاشترى منه بعشرين دينارًا۔ (بهجة الأسرار، ذكر شيء من شرائف أخلاقه، ص: 199، 200، مؤسسة الشرف بلاهور)

تعلیماتِ غوثِ اعظم... شکوہ و شکایت سے اجتناب

انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نصیب ہوتی ہیں... جسمانی نعمتیں، روحانی عطائیں، خارجی نوازشات، اگر انسان یہ سب کچھ گننا چاہے تو اُس کی گنتی ختم ہو جائے گی، مگر اللہ تعالیٰ کے احسانات شمار نہیں کر سکے گا۔

اِن احسانات کے ساتھ ساتھ بعض اوقات انسان پر بیماری، تنگ دستی، خوف، پیاروں کی وفات وغیرہ مصیبتیں بھی آتی ہیں، حقیقت میں یہ بھی ربّ تعالیٰ کا احسان ہیں؛ کیونکہ اگر بندہ صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کی رِضا پر راضی رہے تو یہی مصیبتیں دنیاوی اور اُخروی بھلائیوں کا ذریعہ بن جاتی ہیں، مگر عموماً غیر تربیت یافتہ لوگ ایسی صورتِ حال میں گھبرا کر ایسے کام کرتے ہیں جو کسی "بندے" کو نہیں جچتے... ایسی باتیں کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رِضا پر راضی رہنے کے خلاف ہوتی ہیں... سب سے زیادہ خطرہ اُس وقت ہو جاتا ہے جب معاذ اللہ بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رِضا پر خوش رہنے کے خلاف کوئی بات پیدا ہوتی ہے، وہ اپنے رب کا گلہ / شکوہ کرنے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اکتا جاتا ہے، اپنے مالک کی کسی بات کو بے جا سمجھ کر اُس پر اعتراض کرتا ہے، اِس طرح کے کلمات کہتا ہے کہ "مجھے مصیبت میں کیوں مبتلا کیا؟"، "یہ ناانصافی ہے"، "مصیبتوں کے لیے ہمارا گھر ہی نظر آیا تھا"، "نہ جانے اللہ ہماری کب سنے گا"، "اللہ میری تقدیر میں خوشیاں لکھنا بھول گیا" وغیرہ... ایسی کیفیت میں بہت مرتبہ کفریہ کلمات بھی منہ سے نکل جاتے ہیں۔

حضور غوث الثقلین علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "فُتُوحُ الْغَیْب" کے اٹھارہویں مقالہ کا عنوان رکھا "اَلنَّهْیُ عَنِ الشَّكْوٰی" (شکوہ کی ممانعت)۔ اِس مقالہ میں آپ نے نہایت خوب صورت پیرائے میں یہ بات سمجھائی کہ انسان کو کسی بھی حالت میں اپنے ربّ کی تقدیر پر ناراض ہونا یا شکوہ کی معمولی سی بھی بات کرنا جائز نہیں۔

مقالہ کے آغاز میں تاکیدی نصیحت کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: لَا تَشْكُوَنَّ إِلٰى أَحَدٍ مَا نَزَلَ بِكَ مِنْ بَلَاءٍ، كَائِنًا مَّنْ كَانَ صَدِيْقًا أَوْ عَدُوًّا، وَلَا تَتَّهِمَنَّ الرَّبَّ عَزَّ وَجَلَّ فِيْمَا فَعَلَ فِيْكَ وَأَنْزَلَ بِكَ مِنَ الْبَلَاءِ، بَلْ أَظْهِرِ الْخَيْرَ وَالشُّكْرَ، فَكَذِبُكَ بِإِظْهَارِكَ لِلشُّكْرِ مِنْ غَيْرِ نِعْمَةٍ عِنْدَكَ خَيْرٌ مِّنْ صِدْقِكَ فِيْ إِخْبَارِكَ جَلِيَّةَ الْحَالِ بِالشَّكْوٰى۔ یعنی تم پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) جو بھی تکلیف یا مصیبت آئے، کسی دوست یا دشمن سے اُس کی شکایت نہ کرنا اور ربّ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائش یا کسی بھی فعل پر اللہ سے بدگمانی نہ کرنا (یہ نہ سمجھنا کہ آزمائش وغیرہ میں مبتلا کر کے اللہ نے اچھا نہیں کیا اور تیرے حق میں بُرا ہو گا)، بلکہ ہمیشہ بھلائی اور شکر کا اِظہار کرنا (یہی کہنا کہ اللہ کا کرم ہے، مالک کا شکر ہے)۔ اگر تُو (اپنی کم عقلی کی وجہ سے) یہ سمجھا ہے کہ تیرے پاس کوئی نعمت نہیں اور شکر کرنا جھوٹ ہے، جب کہ شکوہ سچ ہے تو جسے تُو جھوٹ سمجھ رہا ہے یہ تیرے شکوہ کے سچ سے بہتر ہے۔

پھر ہر حال میں شکر کرنے کی وجہ سمجھاتے ہوئے فرمایا:مَنِ الَّذِیْ خَلَا مِنْ نِّعْمَةِ اللهِ عزّ وجلّ؟ قال اللهُ تعالیٰ:
وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا ۔[1] فَكَمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ عِنْدَكَ وَأَنْتَ لَا تَعْرِفُهَا ۔ ایسا کون ہے جسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں میسّر نہ ہوں؟ اُس کی نعمتیں تو اتنی ہیں کہ وہ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے"اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو شمار نہیں کر سکو گے"،(نا سمجھ!) تجھے بے شمار ایسی نعمتیں بھی نصیب ہیں جنھیں تُو جانتا ہی نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کا شوق دلانے اور تقدیر پر یقین کی تاکید فرمانے کے بعد شکوہ و شکایت کی تباہیوں سے ڈراتے ہوئے فرمایا:
اِحْذَرِ الشَّكْوٰى جِدًّا وَلَوْ قُطِّعَتْ وَقُرِضَ لَحْمُكَ بِالْمَقَارِيْضِ ۔ إِيَّاكَ إِيَّاكَ ثُمَّ إِيَّاكَ! اَللهَ اَللهَ ثُمَّ اللهَ! اَلنَّجَاةَ اَلنَّجَاةَ! اَلْحَذَرَ اَلْحَذَرَ! فَإِنَّ أَكْثَرَ مَا يَنْزِلُ بِابْنِ آدَمَ مِنْ أَنْوَاعِ الْبَلَاءِ بِشَكْوَاهُ مِنْ رَّبِّهٖ عزّ وجلّ ۔ یعنی تم پر کیسی ہی مصیبت آئے، حتّٰی کہ قینچیوں سے تمہارے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو بھی زبان پر شکوہ کا کوئی لفظ نہ لانا۔ بچو، بچو، بچو! اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو! نجات کی فکر کرو، نجات کی فکر کرو! شکوہ سے اجتناب کرو! شکوہ سے اجتناب کرو! اکثر طور پر انسان مختلف قسم کی آزمائشوں میں اِسی لیے مبتلا ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکوہ کرتا ہے۔

مزید فرمایا: كَيْفَ يُشْتَكٰى مِنْهُ عزّ وجلّ وَهُوَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ وَخَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ حَكِيْمٌ خَبِيْرٌ،[2] رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ،[3] لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ،[4] لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ،[5] وَلَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ،[6] .... هَلْ تُتَّهَمُ الْوَالِدَةُ الرَّحِيْمَةُ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اَللهُ أَرْحَمُ بِعَبْدِهٖ مِنَ الْوَالِدَةِ بِوَلَدِهَا ۔[7] یعنی ربّ العالمین کا گلہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ وہ ارحم الراحمین (سب سے زیادہ رحمت فرمانے والا) ہے، خیر الحاکمین (سب سے اچھا فیصلہ فرمانے والا) ہے، بے پناہ حکمت و دانائی والا ہے، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے، مہربان ہے، ظلم نہیں کرتا.... کیا کوئی بندہ شفقت کرنے والی ماں کے بارے میں بدگمانی کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ

---

[1] ابراھیم 34:14

[2] ھود 1:11

[3] التوبة 117:9

[4] الحج 63:22 ولقمان 16:31

[5] الشوری 19:42

[6] آلِ عمران 182:3، الأنفال 51:8، الحج 10:22

[7] ولفظ الحديث فی صحیح البخاری: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ «قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ سَبْيٌ، فَإِذَا امْرَأَةٌ مِّنَ السَّبْيِ قَدْ تَحْلُبُ ثَدْيَهَا تَسْقِيْ، إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَأَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَأَرْضَعَتْهُ، فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ: أَتَرَوْنَ هٰذِهٖ طَارِحَةً وَّلَدَهَا فِي النَّارِ؟ قُلْنَا: لَا، وَهِيَ تَقْدِرُ عَلٰى أَنْ لَّا تَطْرَحَهُ، فَقَالَ: لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا ۔» (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5999)

ارشادِ نبوی کے مطابق وہ ماں سے بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ (بلکہ دوسری حدیثِ پاک کے مطابق پوری مخلوق کی شفقت و مہربانی کو اکٹھا کیا جائے تو بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ اُس کی کوئی نسبت نہیں، اُس کی رحمت کی تو انتہا ہی نہیں ہے۔[1])

(فتوح الغیب، مقالہ نمبر: 18، صفحہ: 71، مؤسسۃ الشرف، لاہور)

شکوہ سے بچنے کا طریقہ: انسان کی زبان پر شکوہ و شکایت اور بے صبری کی باتیں تب آتی ہیں جب اُس کی دینی تربیت نہ ہو اور وہ پریشانیوں سے تنگ آ جائے۔ اگر وہ مصیبتوں کے اجر و ثواب پر غور کرے، ہر بات میں "کیوں ہے؟"، "کیا ہے؟" کو چھوڑ دے، امام حسین رضی اللہ عنہ جیسے صابروں کی سیرت پیشِ نظر رکھے اور تربیت یافتہ لوگوں کی سنگت اختیار کرے تو نہ صرف اُسے ذہنی سکون حاصل ہو، بلکہ چھوٹی سے چھوٹی آزمائش اور بڑی سے بڑی مصیبت اُس کے حق میں ڈھیروں بھلائیوں کا ذریعہ بن جائے۔

سیدنا ابو سعید سعد خُدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَّصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا أَذًى وَّلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ.» مسلمان کو جو بھی تکلیف، بیماری، شدید یا ہلکی پریشانی، دوسرے کی طرف سے اذیت اور غم... جو کچھ بھی پہنچے، حتّٰی کہ اُسے کانٹا بھی لگے تو اللہ تعالیٰ اِس کی وجہ سے اُس کے کچھ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔[2] (صحیح بخاری، حدیث: 5641، 5642)

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ جو چاہے کرے... جسے چاہے نوازے اور جسے چاہے محروم کرے... اُس کی مرضی کے خلاف نہ کبھی کچھ ہوا ہے، نہ ہو سکتا ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کر کے اُسے خوش کرتا ہے تو وہ بندے کو اپنی شان کا مظہر بنا دیتا ہے... پھر بندے کی چاہت وہی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے اور بندہ جیسے چاہے اللہ تعالیٰ کے کرم سے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔

بخاری شریف میں مذکور حدیثِ قدسی میں یہ کلمات بھی ہیں: فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ... "جب میں اپنے بندے کو محبوب بناتا ہوں تو اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے (وہ اپنے کان میری مرضی کے خلاف استعمال نہیں کرتا، نیز

---

[1] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ، فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا، وَأَخَّرَ اللّٰهُ تِسْعًا وَّتِسْعِينَ رَحْمَةً يَّرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.» (صحیح مسلم: 2752)
قَالَ الطِّيبِيُّ -رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى- لَا نِهَايَةَ لَهَا، لَمْ يُرِدْ بِمَا ذَكَرَهُ تَحْدِيدًا..... (مرقاۃ المفاتیح)

[2] ترجمہ ماخوذ از مرقاۃ المفاتیح و مرآۃ المناجیح، زیرِ حدیث: 1537

کان اُس کے ہوتے ہیں، اُن میں طاقت وقدرت میری کارفرما ہوتی ہے)، مَیں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے (پھر بندہ اپنی آنکھ سے صرف وہی دیکھتا ہے جو مجھے پسند ہے، نیز آنکھ اُس کی ہوتی ہے، طاقت وقدرت میری ہوتی ہے)، اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے اور اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے (مفہوم حسبِ سابق ہے)۔ پھر اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو مَیں ضرور اُسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ چاہے تو میں ضرور اُسے پناہ دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری، حدیث:6502)

"فُتُوْحُ الْغَیْب" کا سولہواں مقالہ توکّل اور اُس کے درجات سے متعلق ہے۔ اِس کے آخر میں حضور غوث الثقلَین علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا کہ بعض آسمانی کتابوں میں ربّ تعالیٰ کا یہ اِرشاد مروی ہے: «یَا ابْنَ آدَمَ، أَنَا اللهُ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا، أَقُوْلُ لِلشَّیْءِ: "کُنْ" فَیَکُوْنُ، أَطِعْنِیْ أَجْعَلْكَ تَقُوْلُ لِلشَّیْءِ: "کُنْ" فَیَکُوْنُ.» "اے انسان! مَیں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میری شان یہ ہے کہ مَیں کسی چیز کو حکم دوں: "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے... میری اِطاعت وفرماں برداری کر، مَیں تجھے ایسا بنادوں گا کہ تُو کسی چیز کو کہے گا: "ہو جا" تو وہ ہو جائے گی۔"

آپ علیہ الرحمہ نے مزید لکھا: وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بِكَثِیْرٍ مِّنْ أَنْبِیَائِهٖ وَأَوْلِیَائِهٖ وَخَوَاصِّهٖ مِنْ بَنِیْ آدَمَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا، اولیا اور خاص بندوں میں سے بہت سوں کو یہ شان عطا فرمائی ہے۔

(فتوح الغیب، مقالہ:16، صفحہ:68، مؤسسۃ الشرف، لاہور)

اللہ تعالیٰ اپنے جن پیارے بندوں کو کائنات کے نظام میں قدرت واختیار دیتا ہے، یعنی وہ بندے جو کہیں: "ہو جا" تو ہو جاتا ہے، اُن کے مختلف درجے ہیں، سب سے اعلیٰ درجہ "غوث" کا ہوتا ہے۔۔۔ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کو "غوثِ اعظم" (سب سے بڑا غوث) کہا جاتا ہے، اِس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ شان عطا فرمائی ہے کہ تصرف واختیار والے اولیائے کرام کے سردار تھے، ہیں، اور رہیں گے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کہا:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اُونچے اُونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

تُو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تُو ہے وہ غیث کہ ہر غیث پیاسا تیرا

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
اُفقِ دہر پہ ہے نور ہمیشہ تیرا

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا

دلوں پر تصرف: ایک بہت بڑے عالم شیخ ابو بکر عماد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اُصولِ دین کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے کسی بات میں شک ہونے لگا، مَیں نے خود سے کہا: حَتّٰی أَمْضِيَ إِلٰی مَجْلِسِ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ، فَقَدْ ذُكِرَ أَنَّهٗ يَتَكَلَّمُ عَلَى الْخَوَاطِرِ۔ مَیں شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی محفلِ پاک میں جاتا ہوں، اُن کے بارے میں چرچا ہے کہ وہ دلوں کی باتیں جان کر اُن کا جواب دے دیتے ہیں۔

مَیں حاضرِ خدمت ہوا، اُس وقت آپ تقریر فرمارہے تھے، میرے پہنچتے ہی آپ نے فرمایا: إِعْتِقَادُنَا اَعْتِقَادُ السَّلَفِ الصَّالِحِ وَالصَّحَابَةِ۔ ”ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابہ کرام اور بزرگوں کا عقیدہ ہے۔“ یہ جملہ میرے دل کے شک کا جواب تھا، مگر میں نے سوچا کہ آپ نے اتفاقاً فرمایا ہو گا (ضروری نہیں کہ مجھے ہی میرے سوال کا جواب دیا ہو)۔

چنانچہ کچھ مزید کلمات فرمانے کے بعد آپ نے میری طرف رُخ کرکے پھر وہی بات فرمائی: ”ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابۂ کرام اور بزرگوں کا عقیدہ ہے۔“ میں نے دل میں کہا: خطیب گفتگو کرتے ہوئے دائیں بائیں تو دیکھتا ہی ہے (اتفاقاً ہی میری طرف دیکھا ہو گا)۔ کہتے ہیں: آپ نے تیسری مرتبہ میری طرف متوجہ ہو کر میرا نام لیا اور فرمایا (مفہوم): ”ابو بکر! ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابۂ کرام اور بزرگوں کا عقیدہ ہے۔“[1]

اِس وقت میرے والد کہیں گئے ہوئے تھے، آپ نے میری مزید تسلی کے لیے فرمایا: قُمْ قَدْ جَاءَ أَبُوْكَ۔ ”اُٹھ جاؤ! تمہارے والد آگئے ہیں۔“ میں جلدی سے گھر کی طرف روانہ ہوا، گھر پہنچا تو دیکھا کہ واقعی میرے والد آچکے تھے۔ (سِیَرُ أعلامِ النُّبَلاء، تحت ذکر الشیخ عبدالقادر، ج:20، ص:442، مؤسسۃ الرسالۃ۔ تاریخ الإسلام، للذھبی، تحت ذکرہ، ج:12، ص:252، دار الغرب الإسلامی)

نکتہ: شیخ ابو بکر عماد رحمۃ اللہ علیہ اپنے شک کو دُور کروانے کے لیے غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے، غوثِ پاک نے اُنھیں ایسے جواب سے نوازا جس سے فقط اُن کا ہی شک دور نہیں ہوا، قیامت تک کے غلاموں کی پریشانی دُور ہو گئی۔

اہل سنت وجماعت: ”ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابۂ کرام اور بزرگوں کا عقیدہ ہے۔“ اِس جملے میں بزرگوں سے کون مراد ہیں؟ اس کا جواب خود حضور غوثِ پاک علیہ الرحمہ کی تحریر سے ملتا ہے۔

---

[1] سَمِعْتُ الشَّيْخَ أَبَا بَكْرٍ الْعِمَادَ -رَحِمَهُ اللهُ- يَقُوْلُ: كُنْتُ قَرَأْتُ فِيْ أُصُوْلِ الدِّيْنِ، فَأَوْقَعَ عِنْدِيْ شَكًّا، فَقُلْتُ: حَتّٰى أَمْضِيَ إِلٰى مَجْلِسِ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ، فَقَدْ ذُكِرَ أَنَّهٗ يَتَكَلَّمُ عَلَى الْخَوَاطِرِ، فَمَضَيْتُ وَهُوَ يَتَكَلَّمُ، فَقَالَ: إِعْتِقَادُنَا اِعْتِقَادُ السَّلَفِ الصَّالِحِ وَالصَّحَابَةِ۔ فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ: هٰذَا قَالَهُ اتِّفَاقًا، فتكَلَّمَ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلٰى نَاحِيَتِيْ، فَأَعَادَهُ، فَقُلْتُ، الْوَاعِظُ قَدْ يَلْتَفِتُ، فَالْتَفَتَ إِلَيَّ ثَالِثَةً، وَقَالَ: يَاأَبَابَكْرٍ! فَأَعَادَ الْقَوْلَ: ثُمَّ قَالَ: قُمْ قَدْ جَاءَ أَبُوْكَ. وَكَانَ غَائِبًا، فَقُمْتُ مُبَادِرًا (إلى بيتى)، وَإِذَا أَبِيْ قَدْ جَاءَ۔

آپ نے اپنی کتاب میں تہتر فرقوں والی حدیث پاک ذکر کرنے کے بعد لکھا: وَأَمَّا الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَهِيَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔ نبی کریم ﷺ نے جس گروہ کو نجات پانے والا قرار دیا وہ "اہلِ سنت وجماعت" ہیں۔

(الافگ لطالبی طریق الحق [غنیۃ الطالبین]، جزء اول، فصل فی بیان الفرق الضالۃ، ص:121، دار احیاء التراث العربی)

حرفِ آخر

تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنھوں نے دین کا پیغام عام کیا اور مخلوقِ خدا کی خدمت کی ربّ تعالیٰ نے اُنھیں دُنیا میں بھی عزت سے سرفراز فرمایا، اُن کے وصال کے بعد بھی مخلوق اُن سے ٹوٹ کر محبت کرتی ہے اور قیامت کے دن اُنھیں ملنے والے اِعزاز کی شان تو دیکھنے والی ہوگی... جب کہ جنھوں نے دین سے بے وفائی کی اور خلقِ خدا پر ظلم کیا اُن کے عہدے اُنھیں نہ بچا سکے، وہ دنیا میں بھی ذلیل ورُسوا ہوئے، اُن کے مرنے کے بعد بھی لوگ اُن سے نفرت کا اِظہار کرتے ہیں اور قیامت کے دن بھی وہ ذلّت کے ہی مستحق ہوں گے۔

اِس حوالے سے ایک آیتِ مبارکہ ہماری خوب راہ نمائی فرماتی ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۗ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ۔ "(بارش برستی ہے تو پانی کے اُوپر جھاگ بھی ہوتا ہے) جھاگ تو ضائع ہو جاتا ہے اور وہ (پانی) جو لوگوں کے لیے نفع بخش ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے۔ اللہ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔" [الرعد 17:13]

بلاشبہ مخلوقِ خدا کے خیر خواہوں اور دین کے خدمت گزاروں کا ہی تاریخ میں نام اور دلوں میں احترام باقی رہتا ہے۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم کن لوگوں کی صف میں شامل ہیں؟ سیاسی مفادات کے لیے لڑنے مرنے والوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں یا دین کی سربلندی کے لیے کوشش کر رہے ہیں؟ اگر محسوس ہو کہ ہماری صلاحیتیں، ہمارا وقت یا ہمارا مال ضائع ہو رہا ہے تو ابھی سے خود کو بدلیں... غوثِ اعظم علیہ الرحمہ کے اُسوۂ مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے شریعت کی پابندی کریں، نیز اپنی صلاحیتیں، مال اور وقت رِضائے الٰہی کے کاموں میں صرف کریں، اِن شاء اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں کامیابی بھی نصیب ہوگی اور محبوبِ سُبحانی علیہ الرحمہ کی نگاہِ کرم بھی نصیب ہوگی۔

۱۵ ربیع الآخر،۱۴۴۴ھ / 11نومبر،2022ء

جدا ہو دیں سیاست سے
تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مشمولات

- دینِ اسلام کا کامل ہونا
- بہترین و محبوب ترین انسان اور بد ترین و ناپسندیدہ ترین انسان
- سیاست کا تعارف
- اسلامی سیاست کے بنیادی اُصول اور برکات
- ہوئی "دین" و "دولت" میں جس دم جدائی
- موجودہ سیاست اور ہماری ذمہ داریاں
- ہوَس کی امیری ہوَس کی وزیری

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

اَلَّذِيۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الۡاُمُوۡرِ ۔[الحج22:41]

سرورِ عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کا دین قیامت تک باقی رہے گا، چنانچہ ربّ تعالیٰ نے اِس دین کو اتنا جامع اور مکمل بنایا ہے کہ ہر دَور میں ہر طبقے کے افراد کو مکمل راہ نمائی فراہم کرتا رہا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔ آپ ﷺ کا دین جہاں انسان کو عقائد و عبادات سکھاتا ہے وہیں اپنی ذات کو سنوارنے سے لے کر معاشرت، عدلیہ اور ریاست کی داخلی و خارجی پالیسیوں کا بھی مکمل نظام فراہم کرتا ہے۔ یہ دین رب کے سامنے جھکنے کا سلیقہ بھی سکھاتا ہے اور جہاں گیری و جہاں بانی کے راز بھی آشکار کرتا ہے۔

باری تعالیٰ نے اسلام کے کامل و اکمل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا‌ ؕ ”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔“[المائدۃ5:3]

سیدِ عالم ﷺ نے دیگر شعبہ جات کے ساتھ ساتھ حکومت و سیاست سے متعلق بھی اِس قدر واضح احکام عطا کیے ہیں کہ احادیث کی کتابوں میں اِس عنوان پر الگ ابواب (Chapters) قائم کیے جاتے ہیں اور متعدد علمانے اِس پر مستقل کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسلامی نظامِ سیاست اپنانے والے حکمرانوں نے اُمورِ سلطنت کو اتنے حسین انداز میں چلایا اور ایسے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیے کہ صدیاں بیت جانے کے باوجود دُنیا کا ہر انصاف پسند شخص اُنھیں خراجِ تحسین بھی پیش کرتا ہے اور اُن کے اُصولوں کو جدید دور میں بھی لائقِ عمل، بلکہ واجب العمل قرار دیتا ہے۔

افسوس کہ اِس وقت زیادہ تر مسلم ریاستوں میں اسلامی نظامِ سیاست نہیں ہے...نہ داخلی و خارجی پالیسیوں میں قرآن و سنت کے احکام پر عمل نظر آتا ہے...نہ نظامِ عدل اسلام کے مطابق ہے اور نہ ہی معیشت و تجارت اسلامی اُصولوں کے تابع ہے... حتّٰی کہ اقتدار کی ہَوس اور حکومت کے لالچ نے اکثر مسلم حکمرانوں کو ایسا بدکردار بنا دیا ہے کہ سیاست کو منافقت سمجھا جانے لگا ہے۔ بالخصوص پاکستان کی موجودہ سیاسی صورتِ حال دُنیا بھر میں ملک و قوم کی جگ ہنسائی کا ذریعہ بن رہی ہے۔

نبیِ غیب داں، جانِ عالم ﷺ نے اِن حالات کی خبر بھی دی تھی اور یہ راہ نمائی بھی فرمائی تھی کہ اِن حالات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ آج کے خطبہ میں ذکر کیا جائے گا کہ ”سیاست“ کیا ہے؟ اور اِس کے بارے میں اسلام ہماری کیا راہ نمائی فرماتا ہے۔

سیاست کا تعارف

لفظِ ''سیاست'' یونانی زبان سے عربی میں داخل ہوا اور اِصطلاحی طور پر یہ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے، جب ملکی معاملات میں یہ لفظ بولا جائے تو اِس کا مفہوم ہوتا ہے: قومی واجتماعی اُمور کا یوں انتظام کرنا کہ معاملات سنور جائیں اور فساد کا خاتمہ ہو۔[1] اِس اعتبار سے جو شخص قومی معاملات کو سنوارے اور اجتماعی سطح پر فساد کا خاتمہ کرے اُسے ''سیاست دان'' کہیں گے...اِس معنی میں ''سیاست'' (Politics) انبیائے کرام علیہم الصّلوٰت والتّسلیمات کا شِعار اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کی سنت ہے، بلکہ اِس مفہوم کے مطابق ''کامل سیاست'' انبیا ہی کو زیبا ہے؛ کیونکہ وہ لوگوں کی دُنیا بھی سنوارتے ہیں اور آخرت بھی... ظاہر کو بھی مزیّن فرماتے ہیں اور باطن کو بھی... لوگوں کے نجی معاملات سے بھی فساد کا خاتمہ فرماتے ہیں اور اجتماعی اُمور سے بھی۔[2]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: «كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ.» یعنی بنو اسرائیل میں سیاست (اُن کے ریاستی و قومی اور دینی معاملات سنوارنے کا اہتمام) انبیائے کرام فرماتے تھے، جب کسی نبی کا وصال ہو جاتا تو اُن کی جگہ دوسرے نبی تشریف لے آتے، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، البتہ کثرت سے خلفا ہوں گے۔'' (صحیح بخاری، حدیث: 3455)

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ''اسلامی سیاست'' کرتے ہوئے اُمّت کو یوں سنبھالا اور سنوارا کہ شکوک وشبہات بھی دُور کیے، فتنوں کا بھی خاتمہ کر دیا، مرتدین کی بھی سرکوبی فرمائی اور رِیاستِ مدینہ کی سرحدیں وسیع کرنے کا بھی سلسلہ شروع ہو گیا۔

موجودہ دور میں حکومتی ایوانوں کے ممبران کے کردار کی وجہ سے یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ حکومت واقتدار حاصل کرنے کے لیے چال بازیوں کا نام سیاست ہے، چنانچہ کوئی شخص جتنا بڑا چال باز، دھوکے باز اور جھوٹا ہو وہ اُتنا ہی بڑا سیاست دان کہلاتا ہے۔ اب تو لفظِ سیاست اتنا بدنام کر دیا گیا ہے کہ کوئی شخص کسی کے ساتھ بددیانتی یا منافقت کرے تو دوسرا کہتا ہے: میرے ساتھ سیاست نہ کرو۔

---

[1] والسِّيَاسَةُ: القيامُ عَلَى الشَّيْءِ بِمَا يُصْلِحُهُ. (النہایہ فی غریب الحدیث والأثر، تحت "سوس"، ج:2، ص:421، المكتبة العلمية، وهو مذكور في لسان العرب وتاج العروس وعمدة القاري، وشرح النووي ومرقاة المفاتيح وغيرها من الكتب)
فَالسِّيَاسَةُ: اِسْتِصْلَاحُ الْخَلْقِ بِإِرْشَادِهِمْ إِلَى الطَّرِيقِ الْمُنْجِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. (كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، ردّالمحتار، وللتفصيل انظر الموسوعة الفقهية الكويتية)

[2] فَهِيَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَى الْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ فِيْ ظَاهِرِهِمْ وَبَاطِنِهِمْ، وَمِنَ السَّلَاطِيْنِ وَالْمُلُوْكِ عَلَى كُلٍّ مِّنْهُمْ فِيْ ظَاهِرِهِ لَا غَيْرُ، وَمِنَ الْعُلَمَاءِ وَرَثَةِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَى الْخَاصَّةِ فِيْ بَاطِنِهِمْ لَا غَيْرُ. (المرجع السابق)

ہوئی "دین" و "دولت" میں جس دم جدائی

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس حکمران نے سیاست و حکومت کو دین کے تابع رکھا، قرآنِ مجید کے اُصولوں سے راہ نمائی لی اور نبیِ کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کو اُسوہ بنایا اُس کی سیاست سے اسلام کو بھی عروج ملا، اخلاقی اقدار بھی بلندی تک پہنچیں اور رعایا بھی خوش حال و کامیاب ہوئی...اِس کے برعکس جس نے سیاست کو دین سے جدا کیا اور نظامِ حکومت کو شریعت کے تابع نہ رکھا اُس کی سیاست اسلام کے لیے بھی نقصان دہ ثابت ہوئی، اخلاقی قدریں بھی تباہ ہوئیں اور رعایا بھی مختلف مشکلات کا شکار ہوئی۔

دو دن قبل مصوّرِ پاکستان ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمہ کے یومِ ولادت کی مناسبت سے "اقبال ڈے" منایا گیا، حکومتِ پاکستان کی طرف سے شاعرِ مشرق کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے عام تعطیل کی گئی۔ چنانچہ موجودہ سیاست سے متعلق اقبال علیہ الرحمہ سے راہ نمائی لیجیے! وہ فرماتے ہیں:

ہوئی دِین و دولت میں جس دم جُدائی
ہَوَس کی امیری، ہَوَس کی وزیری[1]

دُوئی ملک و دِیں کے لیے نامُرادی
دُوئی چشمِ تہذیب کی نابصیری[2]

اِسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
کہ ہوں ایک "جُنیدی" و "اَردشیری"[3]

بقولِ اقبال ہمارے سیاسی نظام کی تباہی کا علاج یہ ہے کہ ہم اپنی سوچ اور اپنا رویّہ بدلیں... سیاست اور دین الگ الگ نہیں، بلکہ سیاست و حکومت سمیت زندگی کا ہر شعبہ دین کے تابع ہے...نیز "اسلامی سیاست" منافقت نہیں، عبادت ہے...اور ایسا بھی نہیں کہ مذہبی راہ نما سیاست سے لاتعلق رہیں، بلکہ حقیقی سیاست، یعنی اُمّت کے معاملات سنوارنا انبیائے کرام کے وارثوں کا کام ہے۔

---

[1] دولت: حکومت۔ ہوس: لالچ...یعنی جب سے دین اور حکومت کو ایک دوسرے سے الگ کیا گیا ہے تب سے لالچ ہی حکمران ہے اور لالچ ہی وزیر ہے۔

[2] دوئی: جدائی / دُوری۔ نابصیری: اندھاپن...یعنی دین اور حکومت کو الگ الگ کرنے سے دین کا وقار بھی کم ہو گیا اور حکومت بھی ناکام ہو گئی، یہ دوئی جدید مغربی تہذیب میں نگاہِ بصیرت نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔

[3] جُنیدی: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی دین داری و روحانیت۔ اَردشیری: ایرانی قدیم بادشاہ اَردشیر کی سیاست...یعنی انسانیت کی حفاظت اِسی میں ہے کہ دین اور حکومت جدا جدا نہ ہوں، بلکہ حاکمِ وقت سیاست و حکومت بھی کرے اور حضرت جنیدِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی دین داری و روحانیت کا بھی امین ہو۔

ہَوَس کی امیری ہَوَس کی وزیری

اقبال علیہ الرحمہ نے مذکورہ نظام کے بارے میں کہا: جب سے "سیاست" کو "دین" سے جدا کیا گیا تب سے ہر طرف لالچ اور مفاد پرستی کا راج ہے۔ یہ صورتِ حال نبیِ کریم ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ کی عملی تصدیق ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ عالم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ» یعنی "عن قریب تم حکومت کے لالچی بن جاؤ گے اور یہ (لالچ کے ساتھ ملنے والی حکومت) قیامت کے دن شرمندگی کا باعث ہوگی (کیونکہ جب اِس کی ذمہ داریوں سے متعلق پوچھا جائے گا تو لالچی حکمران جواب نہیں دے پائے گا)، جب حکومت ملتی ہے تو بہت اچھی لگتی ہے (کیونکہ مفادات بھی حاصل ہوتے ہیں اور پروٹوکول بھی ملتا ہے)، مگر جب چھوٹتی ہے بہت برا حال ہوتا ہے۔"[1] (صحیح بخاری، حدیث: 7148)

دوسری روایت میں ہے: وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَّنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا۔[2] یعنی "حکومت قیامت کے دن عذاب و رسوائی اور شرمندگی کا باعث ہوگی، سوائے اُس کے جس نے اِسے حق کے ساتھ حاصل کیا اور اِس کی ذمہ داریاں پوری کیں۔" (صحیح مسلم، حدیث: 1825) حکومت ہر حکمران کے لیے عذاب اور شرمندگی کا سبب ہوگی، تاہم جس نے حکومت یوں سنبھالی کہ وہ اہل بھی تھا اور عوام کو اُس کی ضرورت بھی تھی، پھر اُس نے اپنے منصب کے تقاضے پورے کیے تو ایسا شخص قیامت کے دن رُسوا نہیں ہوگا، بلکہ اِس کے لیے حکومت عزت و تکریم اور ثواب میں اِضافہ کا ذریعہ ہوگی۔[3]

یہ اِرشادِ نبوی غیب کی خبروں سے ہے، جس کے ایک ایک حرف کی سچائی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں:

⇐ "حکومت کی ہَوَس و لالچ" پر غور کریں تو تقریباً ہر شخص کسی نہ کسی عہدے کا طلب گار ہے، مقامی سطح سے لے کر ملکی اور عالمی سطح تک ہر طرف عہدوں کے لیے مقابلہ بازی جاری ہے اور ہر جائز و ناجائز طریقے سے "کرسی" حاصل کرنے کی خواہش نے بے حال کر رکھا ہے۔

---

[1] ترجمہ و تشریح ماخوذ از مرقاۃ المفاتیح، زیرِ حدیث: 3681

[2] وتمام لفظِ الحديث: عَنْ أَبِي ذَرٍّ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ؟ قَالَ: فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِيْ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنَّكَ ضَعِيْفٌ وَّإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَّإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَّنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا۔

[3] ماخوذ از مرقاۃ و مرآۃ

⟸ لالچ کے ساتھ ملنے والے عہدے کا "انجام" یہ بیان فرمایا کہ وہ قیامت کے دن حسرت کا باعث ہو گی؛ کیونکہ لالچی شخص عہدے کے تقاضے پورے نہیں کرتا، وہ اپنے مفادات کی فکر میں ہی مگن رہتا ہے۔ چنانچہ ہم اپنے دور کے عہدے داروں کا حال دیکھ لیں، اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے بجائے اپنی تجوریاں بھرنے کی فکر میں ہیں... اقتدار سنبھالنے اور اُسے بچانے کی فکر اتنی ہے کہ ملکی ترقی اور شہریوں کی خیر خواہی کی طرف توجہ کی فرصت ہی نہیں۔ اِس کا انجام کیا ہو گا؟ یہ ہر شخص سمجھتا ہے۔

⟸ یہ بھی ارشاد ہوا کہ عہدے کی چاہت رکھنے والوں کو عہدہ ملتا ہے تو موجیں کرتے ہیں، مگر اقتدار چھوٹتا ہے تو حالت بہت بری ہوتی ہے۔ اِس فرمان کا پورا ظہور تو قیامت کے دن ہو گا، جب اعمال کی جزا و سزا کا فیصلہ کیا جائے گا، مگر دنیا میں اپنے دور کے حکمرانوں کی حالت ہم دیکھ ہی رہے ہیں... کل تک جو اقتدار کے مزے لوٹ رہے تھے اور دوسروں کو نیچا دکھاتے تھے، آج اُن کی حرکتیں دیکھ کر حیرانی بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی۔

حکومت کی خواہش نہیں: اِن ارشاداتِ عالیہ اور دیگر متعدد احادیثِ طیبہ سے تربیت ملتی ہے کہ عہدے، اقتدار اور حکومت کا لالچ نہیں ہونا چاہیے، تاہم اگر انسان کسی عہدے کا اہل ہو اور بغیر لالچ کے ذمہ داری مل جائے تو پوری دیانت داری کے ساتھ تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اُس کے تقاضے پورے کرے۔

اُسوۂ صدیقی: ریاستِ مدینہ کے پہلے خلیفہ، خلیفۃ الرسول سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:
وَاللهِ مَا كُنْتُ حَرِيْصًا عَلَى الْإِمَارَةِ يَوْمًا وَّلَا لَيْلَةً قَطُّ. وَلَا كُنْتُ فِيْهَا رَاغِبًا وَّ لَا سَأَلْتُهَا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ سِرٍّ وَّلَا عَلَانِيَةٍ... وَمَا لِيْ فِي الْإِمَارَةِ مِنْ رَاحَةٍ، وَلٰكِنْ قُلِّدْتُّ أَمْرًا عَظِيْمًا مَا لِيْ بِهٖ مِنْ طَاقَةٍ وَلَا يَدٍ إِلَّا بِتَقْوِيَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَوَدِدْتُّ أَنَّ أَقْوَى النَّاسِ عَلَيْهَا مَكَانِي الْيَوْمَ... "لوگو! خدا کی قسم مجھے زندگی بھر کسی دن یا رات میں حکومت کی خواہش نہیں رہی اور نہ ہی کبھی مَیں نے خفیہ یا علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ سے اِس کا سوال کیا ہے... مجھے حکمرانی میں کوئی راحت نہیں، بلکہ مجھے تو اتنی بڑی ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر اِسے پورا کرنا میرے بس میں نہیں۔ مَیں آج بھی چاہتا ہوں کہ کوئی زیادہ طاقت والا میری جگہ منصب سنبھال لے..."(المستدرک علی الصحیحین، حدیث:4422)

ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے اِس طرح کے کلمات ارشاد فرمائے تو مولَی المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ کہنے لگے:
قَدَّمَكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَمَنْ يُّؤَخِّرُكَ؟ "اے صدیق! آپ کو رسول اللہ ﷺ نے مُقدّم کیا (ترجیح دی) ہے، اب کس کی مجال ہے کہ آپ کو مُؤخّر (پیچھے) کرے؟"(معرفۃ الصحابہ لاحمد بن حنبل، رقم:102) اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اِنہی خلفا کی سیاست کو خراجِ تحسین پیش کیا تھا:

عرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشین کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

بہترین و محبوب ترین انسان اور بدترین وناپسندیدہ ترین انسان

جس "سیاست" کو ہمارے دور میں لوٹ مار اور مفاد پرستی بنا کر بدنام کر دیا گیا ہے یہ معمولی چیز نہیں، یہ ایسی شے ہے کہ اگر اسلامی رنگ میں رنگی ہو تو حکمران کو بہترین و محبوب ترین انسان بنا دیتی ہے اور اگر یہ دین سے جُدا ہو جائے تو حکمران کو بدترین وناپسندیدہ ترین انسان بنا دیتی ہے۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام الانبیا ﷺ نے فرمایا: إِنَّ أَفْضَلَ عِبَادِ اللهِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِمَامٌ عَادِلٌ رَّفِيقٌ، وَإِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِمَامٌ جَائِرٌ خَرِقٌ. یعنی "جس مسلمان کو عہدہ ملا، پھر اُس نے عدل وانصاف قائم کیا اور نرمی اختیار کی تو قیامت کے دن ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ فضیلت پانے والے بندگانِ خدا میں اِس خوش نصیب کو نمایاں مقام حاصل ہو گا۔ اور جس بندے کو عہدہ ملا، پھر اُس نے ظلم کیا اور سختی کی تو یہ بدنصیب قیامت کے دن بدترین درجہ والوں میں سے ہو گا۔" (شعب الایمان، حدیث:6986)

سیدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ الفاظ روایت کیے: إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَقْرَبَهُمْ مِّنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ عَادِلٌ، وَإِنَّ أَبْغَضَ النَّاسِ إِلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَشَدَّهُمْ عَذَابًا إِمَامٌ جَائِرٌ. "عادل حکمران قیامت کے دن (انبیا کے بعد) اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا اور اُس کے سب سے زیادہ قریب ہو گا، جب کہ ظالم حکمران قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہو گا اور شدید تر عذاب میں ہو گا۔" (مسند احمد، حدیث:11525)

لمحۂ فکریہ: رسول اللہ ﷺ نے عدل قائم کرنے اور سیاست کو اسلام کے تابع رکھنے کو "بہترین" ہونے کا معیار بنایا اور اِس خوبی کو "نرمی" سے پہلے ذکر کیا، مگر افسوس کہ انتخابات کے موقع پر ہمیں مختلف پارٹیوں کے منشور میں صرف روٹی، کپڑا اور مکان ہی نظر آتا ہے، نہ رسمی پارٹیاں اسلامی نظام کو منشور میں شامل کرتی ہیں اور نہ ہی ہم اِس کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اسلامی سیاست کے بنیادی اُصول اور برکات

ربّ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اسلامی سیاست کے بنیادی اُصول ذکر فرمائے کہ جب غلامانِ رسول ﷺ کو حکومت ملے تو اُنھیں کیا کرنا چاہیے؟ ارشاد ہے: اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ. "(مسلمان وہ ہیں) اگر ہم اُنھیں زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں، زکوۃ ادا کریں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔" [الحج22:41]

اِس آیتِ کریمہ میں اسلامی سیاست کے بنیادی اُصولوں کا بھی ذکر ہے اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کی تعریف بھی ہے؛
کیونکہ اِس اُمّت میں سب سے پہلے اُنھیں ہی اقتدار ملا اور اُنھوں نے ایسا کر کے دکھایا۔

آیتِ کریمہ میں "نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں" ایسے جامع کلمات ہیں جو پورے نظامِ مصطفیٰ ﷺ کو شامل ہیں،
چنانچہ اِس آیتِ کریمہ میں مسلم حکمرانوں کو واضح طور پر حکم ہے کہ وہ ریاستی طاقت کے ذریعے اسلامی احکام پر عمل کروائیں اور اسلام کی
منع کردہ چیزوں سے لوگوں کو روکیں... یہی "اسلامی سیاست" ہے۔

اسلامی سیاست کی برکت: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جانِ رحمت ﷺ
نے فرمایا: إِقَامَةُ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللهِ خَيْرٌ مِّنْ مَطَرِ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فِيْ بِلَادِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ "اللہ تعالیٰ کی حُدود میں سے کسی حد
(شریعت کی طرف سے مقررہ سزا) کو قائم کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔" (سنن ابن ماجہ، حدیث: 2537)
یعنی خوب بارش برسے تو بھی ایسی ہریالی اور برکت نہیں ہوتی جیسی شریعت کی کسی حد کو قائم کرنے سے ہوتی ہے۔

امام علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا: ایک بادشاہ نے ملک میں چوریوں کا خاتمہ کرنے کے لیے
قانون بنادیا کہ چور کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ کچھ عرصہ ملک بھر میں چوروں کو قتل کیا جاتا رہا، مگر چوریوں پر قابو نہ پایا جاسکا۔ کسی عالم
کے سامنے بادشاہ کی اِس پریشانی کا تذکرہ ہوا تو اُنھوں نے فرمایا کہ بادشاہ سے کہو: إِعْمَلْ بِالسُّنَّةِ تَنْدَفِعْ بِهَا الْكَثْرَةُ۔ یعنی (اپنی طرف
سے نیا قانون بنانے کے بجائے) قرآن وسنت کے حکم کے مطابق چور کا ہاتھ کاٹے، مسئلہ حل ہو جائے گا۔ بادشاہ نے عالم صاحب کی بات
پر عمل کرتے ہوئے شرعی حد نافذ کرنے کا حکم دیا تو کچھ ہی عرصہ میں چوریاں ختم ہونے لگیں۔ اُس نے حیرت سے پوچھا کہ قتل سخت سزا
ہے، اُس کے ذریعے جرم پر قابو نہیں پایا جاسکا، جب کہ ہاتھ کاٹنا اُس کی بہ نسبت کم درجہ کی سزا ہے، اِس کے ذریعے مسئلہ حل ہو گیا، اِس
میں حکمت کیا ہے؟ عالم صاحب نے فرمایا: لَمَّا كَثُرَتْ مُشَاهَدَةُ قَطْعِ الْأَيْدِيْ اِعْتَبَرَ أَهْلُ الْفَسَادِ وَقَلَّ اللُّصُوْصُ فِي الْعِبَادِ۔
یعنی اصل برکت تو قرآن وسنت پر عمل کی ہے، ظاہری حکمت یہ ہے کہ جو شخص وفات پا گیا وہ نشانِ عبرت نہیں ہے، جب کہ جس چور کا
ہاتھ کاٹا گیا وہ جب تک زندہ رہے گا دوسرے چوروں کے لیے نشانِ عبرت رہے گا، یوں چوریوں کو جلد کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔
(شرح الشفا للقاری، القسم الثانی، فصل: وأما ورد عن السلف والأئمة من اتباع سنته، ج:2، ص:29، دار الکتب العلمية)

فرنگی سیاست کی بے برکتی: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جانِ رحمت ﷺ کا ارشاد
روایت کیا، جس کے آخر میں یہ جملہ بھی ہے: وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللهِ وَيَتَخَيَّرُوْا مِمَّا أَنْزَلَ اللهُ إِلَّا جَعَلَ اللهُ بَأْسَهُمْ
بَيْنَهُمْ۔ یعنی "جب مسلم حکمران اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہ کریں اور اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کو اختیار نہ کریں تو اللہ
اُنھیں آپس کی جنگوں میں مبتلا کر دے گا۔" (سنن ابن ماجہ، حدیث: 4019)

موجودہ سیاست اور ہماری ذمہ داریاں

نبیِ کریم ﷺ نے کئی مرتبہ موجودہ حالات کا تذکرہ فرمایا... کچھ احادیثِ طیبہ کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ایسے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیثِ پاک کے مطابق نبیِ کریم ﷺ نے بے دینوں کا تذکرہ کرکے فرمایا:
فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ۔ یعنی "جو اُن کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے (اُس کے پاس اختیارات ہوں / طاقت ہو اور وہ شرعی تقاضوں کے مطابق اپنے اختیار اور طاقت کے ذریعے اُنھیں روکے) وہ (اعلیٰ درجے کا) مومن ہے... اور جو اُن کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کرے (اُن کی بے دینی کے خلاف، اِصلاح کے لیے آواز بلند کرے) وہ بھی مومن ہے... اور جو اپنے دل سے اُن کے ساتھ جہاد کرے (اُس کے پاس نہ تو طاقت و اختیار ہو، نہ ہی وہ آواز اُٹھا سکے، تاہم اُن کے کرتوتوں کو بُرا سمجھے) وہ بھی مومن ہے، اِس کے علاوہ رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔" (صحیح مسلم، حدیث:50)

اِس حدیث پاک سے معلوم ہوا:

⇐ اسلامی ریاست کے جتنے اِدارے اور افراد اربابِ اختیار ہیں اُن سب پر لازم ہے کہ شرعی تقاضوں کے مطابق اپنا اختیار استعمال کریں اور اسلامی سیاست کرتے ہوئے قرآن و سنت کے احکام پر عمل کروائیں۔

⇐ جن کے پاس اختیار نہیں، البتہ وہ آواز اُٹھا سکتے ہیں، جیسے علما، صحافی اور سوشل میڈیا پر کام کرنے والے اُن سب پر بھی لازم ہے کہ اپنی صلاحیتیں امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے لیے صرف کریں۔

⇐ اور عوام... جس کے پاس نہ تو اختیار ہے، نہ وہ آواز اُٹھا سکتے ہیں... اُن پر لازم ہے شیطانی سیاست یا کسی اور ظلم و جبر کا حصہ نہ بنیں اور دل سے خلافِ شریعت کاموں کو بُرا سمجھیں۔

اگر کوئی شخص بُرائی کو بُرا بھی نہیں سمجھتا تو اُسے ایمان کی فکر کرنی چاہیے؛ کیونکہ قرآن و سنت کے خلاف ہونے والی کسی بھی بات کو اچھا سمجھنا کفر ہے۔

لمحۂ فکریہ: سیاسی جیالے جو اپنی تمام صلاحیتیں موجودہ شیطانی سیاست کے لیے صرف کر رہے ہیں اور اپنے لیڈروں کی ہر اچھی بُری بات کو پارٹی کی پالیسی قرار دے کر اُس کی حمایت کرتے ہیں، اُنھیں اپنے رویّے کے بارے میں گہرا غور و فکر کرنا چاہیے، کہیں یہ سیاست اُنھیں لے نہ ڈوبے۔

سیدنا ابو اُمامہ صُدَیّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: «مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ أَذْهَبَ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ.» یعنی ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو لوگ بدترین درجہ پر ہوں گے، اُن میں سے ایک شخص وہ ہے جس نے دوسرے کی دُنیا (دُنیاوی مفادات) کی خاطر (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور) اپنی آخرت کو تباہ کر دیا۔“

(سنن ابن ماجہ، حدیث:3966)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانِ عالم ﷺ سے یہ الفاظ روایت کیے: إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ بَاعَ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ. ”قیامت کے دن سب سے زیادہ شرمندہ وہ شخص ہو گا جس نے دوسرے کی دُنیا کے عوض اپنی آخرت بیچ دی“ (دوسرے کے دنیاوی مفاد کو پورا کرنے کے لیے اپنی آخرت کا سودا کر دیا)۔ (التاریخ الکبیر للبخاری، حدیث:1927)

حرفِ آخر

دینِ اسلام مکمل دین ہے جو زندگی کے تمام شعبہ جات میں ہر پہلو پر واضح راہ نمائی عطا فرماتا ہے... یہ خاتم النبیین ﷺ کا عطا کردہ آخری دین ہے اور قیامت تک یہی راہ نمائی فرماتا رہے گا۔ سیاست ہو یا کوئی اور شعبہ اُسے اسلامی احکام کے تابع رکھنا اور اسلامی اُصولوں پر عمل کرنا ہی دونوں جہان میں کامیابی اور سعادت کا ذریعہ ہے۔

سیاست کا مفہوم ہے: ”قومی واجتماعی اُمور کا یوں انتظام کرنا کہ معاملات سنور جائیں اور فساد کا خاتمہ ہو۔“ اگر سیاست و حکومت اسلامی رنگ میں ہو تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، انبیائے کرام کا شِعار ہے، خلفائے راشدین کی سنت ہے اور انسان کو بہترین بنا دیتی ہے... جب کہ اِس سیاست کو دین سے جُدا کر دیا جائے اور شریعت کا پابند نہ رکھا جائے تو صورتِ حال وہ ہوتی ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

پھر یہ سیاست منافقت، چال بازی، دھوکہ دہی اور دُشنام طرازی بن جاتی ہے، دُنیا میں بھی ذلیل کرتی ہے اور حدیثِ پاک کے مطابق روزِ قیامت بھی عذاب و شرمندگی کا باعث ہو گی۔

ہمیں نہ تو ایسی سیاست و حکومت کی خواہش رکھنی چاہیے اور نہ ہی ایسی سیاست کرنے والوں کا معاون بننا چاہیے.. سب سے زیادہ احتیاط اُس وقت ضروری ہوتی ہے جب ہم الیکشن کے موقع پر ووٹ کاسٹ کرتے ہیں۔

۲۲ ربیع الآخر، ۱۴۴۴ھ / 18 نومبر، 2022ء

دوڑ پیچھے کی طرف
اے گردشِ ایام تو

(عرسِ امیر المجاہدین کی مناسبت سے)

مشمولات

- مسلمانوں کا شاندار ماضی اور اتباعِ اسلاف کی اہمیت
- اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی
- خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
- جذبۂ اسلاف کی ضرورت
- امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی "پاکیزہ زندگی"
- ہم جنس پرستی پر مبنی فلم کی مذمت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

تاریخِ انسانیت کا سب سے سنہرا دَور وہ تھا جب رحمتِ عالَم ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نگاہوں کے سامنے اُن میں موجود تھے۔ اُس وقت رسول اللہ ﷺ کی جلوہ گری سے روحانی فیوض و برکات بھی ہر زمانے سے بڑھ کر تھے، تربیتِ نبوی کی برکت سے اخلاقی اقدار بھی بلند ترین درجہ پر تھیں، قرآن و سنت پر عمل کا انداز بھی ہر زمانے سے نرالا تھا اور ربّ تعالیٰ کی بارگاہ سے ملنے والا اجر بھی سب سے زیادہ تھا۔ وصالِ نبوی کے بعد صحابہ کرام اور تابعین علیہم الرضوان کے دور میں بھی اِن انوار و تجلیات کی جھلک باقی رہی، پھر رفتہ رفتہ لوگ دین سے دُور ہوتے گئے، دنیا کی محبت بڑھتی گئی، مفاد پرستوں نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا... وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ خرابیاں بڑھتی رہیں، اب بھی روز بروز بڑھ رہی ہیں اور آنے والے اَدوار میں مزید بڑھنے کا خدشہ ہے۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔» یعنی "میرے زمانے والے (صحابہ) میری اُمّت میں بہترین ہیں، پھر وہ لوگ (تابعین) بہتر ہیں جو اِن سے قریب اور اِن کے تابع ہوں گے، پھر (تبع تابعین) جو اُن سے قریب و تابع ہوں گے۔" دو یا تین قرنوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: «ثُمَّ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَّشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ، وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ۔» یعنی "پھر ایسے لوگ آئیں گے جو بغیر مطالبہ کے (جھوٹی) گواہی دیں گے... بددیانت ہوں گے، اُنھیں امین نہیں بنایا جائے گا... منتیں مانیں گے، مگر پوری نہیں کریں گے... اور اُن میں موٹاپا ظاہر ہو گا (عیش و عشرت کے عادی ہو کر محنت چھوڑ دیں گے)۔"[1] (صحیح بخاری:3650)

تاریخ کے مطالعہ سے نبیِ کریم ﷺ کے اِس ارشادِ مبارک کی عملی تصدیق ہوتی ہے... ہمارا "ماضی" اتنا شاندار ہے کہ بلا مبالغہ پوری دُنیا کے سامنے اپنے بزرگوں کی باتیں اور اُن کے کارنامے فخر کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں... جب کہ ہمارا "حال" ایسا بے حال ہے کہ اپنوں کے سامنے بھی اُس کا تذکرہ کرتے ہوئے سر شرم سے جھک جاتا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان سے دورِ حاضر تک، اُمّت کا درد رکھنے والے ہر مفکر نے اپنے دور کے جوانوں کو یہ درس دیا کہ اپنا ماضی یاد کرو، اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلو اور نئی تہذیب کے جال میں نہ پھنسو۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تابعین کو اور اُن کے واسطے سے پوری اُمّت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا

---

[1] ترجمہ و تشریح ماخوذ از ارشاد الساری، تحت الحدیث، مرقاۃ المفاتیح، زیرِ حدیث:6010

فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ، أُولٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ۔۔۔[1] یعنی جو ہدایت کے راستے پر چلنا چاہے وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی پیروی کرے، کیونکہ (صحابہ کے علاوہ) جو لوگ ابھی زندہ ہیں وہ فتنہ میں بھی مبتلا ہو سکتے ہیں۔[2]

اقبال علیہ الرحمہ نے اپنی ایک نظم میں جوانانِ اسلام کو اپنا ماضی یاد کرنے کی تلقین کی، اُس نظم کے چند اشعار یہ ہیں:[3]

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردُوں تھا، تُو جس کا ہے اِک ٹوٹا ہوا تارا[4]

تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا[5]

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا[6]

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثُریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا[7]

ماضی قریب میں ایک شخصیت نے اُمّتِ مسلمہ کو خوب جھنجوڑا اور کروڑوں جوانوں کے دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کی شمع روشن کر کے اُنھیں اپنا تابناک ماضی یاد دلایا، وہ شخصیت امیر المجاہدین شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی ہے۔ آپ کا دوسرا عرسِ مبارک 19، 20، 21 نومبر کو منعقد ہو رہا ہے۔ چنانچہ آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے اور آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے آج کے خطبہ میں آپ سے متعلق کچھ باتوں کا ذکر ہو گا۔

---

[1] ولفظ الروایۃ بتمامہ: كَانُوْا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا. اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِإِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى آثَارِهِمْ وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ. (مشکوۃ المصابیح، حدیث:193۔ شرح السنۃ، ج:1، ص:214، المکتب الاسلامی)

[2] ترجمہ ماخوذ از لمعات التنقیح، زیرِ حدیث:193

[3] شرح کے ساتھ پوری نظم پڑھنے کے لیے لنک ملاحظہ کریں: https://aainaeiqbal.co.in/kabhi-ae-naojawan-muslim/

[4] گردُوں: آسمان۔ یعنی اے مسلم نوجوان! کبھی تُو نے غور و فکر کیا ہے کہ تُو کس عظیم الشان آسمان کا ٹوٹا ہوا ایک ستارا ہے؟

[5] دارا: بادشاہ۔ تیری پرورش اُن بزرگوں نے اپنی محبت بھری گود میں کی ہے جنھوں نے شاہوں کے تاج اپنے پاؤں میں کچل ڈالے تھے۔

[6] جہاں گیر: دُنیا پر چھا جانے والا۔ جہاں دار: بادشاہ۔ جہاں بان: دُنیا کو چلانے والے۔ جہاں آرا: دُنیا کی زینت۔ یعنی اے نوجوان! میں تجھے کیا بتاؤں کہ تیرے بزرگ کیا تھے! وہ دُنیا پر چھا جانے والے، دُنیا پر حکومت کرنے والے اور دُنیا کو ترقی بخشنے والے تھے۔

[7] ثُریّا: ستاروں کا ایک مجموعہ، مراد بلندی۔ یعنی ہم نے اپنے بزرگوں کی میراث محفوظ نہ رکھی تو آسمان نے ہمیں بلندی سے پستی میں گرا دیا۔

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

قرآن وسنت میں حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان کو اپنے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور دل میں یہ خوف ہونا چاہیے کہ ایک دن ضرور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''مَیں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔'' صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے لے کر موجودہ دَور کے کامل مسلمانوں تک... سبھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونے کا خوف رکھتے ہیں۔

دل میں خوفِ خدا پر بہت سے انعامات نصیب ہوتے ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے ربِّ کریم اُسے دُنیا و آخرت کے تمام خوفوں اور غموں سے آزاد فرما دیتا ہے۔ بزرگوں کے حالات میں بے شمار ایسی مثالیں ہیں کہ اُن کے دلوں میں خوفِ خدا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور وہ دیگر چیزوں سے ایسے بے خوف تھے کہ اُن کے واقعات پڑھنے، سننے سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

حضرتِ بنان: چوتھی صدی ہجری کے مستند علما میں ایک نمایاں نام شیخ الاسلام ابو الحسن بُنان بن محمد حمَّال واسطی علیہ الرحمہ (م:316ھ) کا ہے۔ آپ بہت بڑے محدث بھی تھے اور سچے صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد بھی تھے... ڈنکے کی چوٹ پر اسلامی احکام کا پرچار کرتے تھے۔ آپ نے حضرتِ جنیدِ بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی تربیت پائی تھی۔[1]

آپ کے دور میں مصر کا حکمران خُمارَوَیہ تھا، اُس نے ایک عیسائی شخص کو وزیر بنا دیا، وزیر کی حیثیت سے اُسے سرکاری پروٹوکول حاصل تھا۔ قرآن وسنت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو مکمل عدل وانصاف حاصل ہوگا، مگر اعزاز و تکریم فقط غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ مکرم ﷺ کا دین قبول نہ کرے اُس کے لیے پروٹوکول نہیں ہے۔

ایک مرتبہ وہ عیسائی وزیر عالی شان سواری پر پروٹوکول کے ساتھ جا رہا تھا... سچے درویش کسی شخص کے عہدے یا سکیورٹی سے مرعوب نہیں ہوتے... حضرت بُنان نے اُسے روک کر فرمایا (مفہوم): نیچے اُترو اور عام سواری پر بیٹھو، آئندہ اعلیٰ سواری پر نہ بیٹھنا۔ حاکمِ مصر کو معلوم ہوا تو اُسے بہت غصہ آیا، چنانچہ اُس نے سخت سزا دینے کا فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ آپ کو گرفتار کر کے کسی درندے کے سامنے ڈال دیا جائے... اُس نے سوچا تھا کہ درندہ آپ کا گوشت نوچے گا اور سخت تکلیف کے ساتھ آپ کی وفات ہوگی، یوں آئندہ کسی کو حکومتی معاملات میں مداخلت کی جرأت نہیں ہوگی... چنانچہ سرکاری اہلکاروں نے گرفتار کر کے درندے کے سامنے ڈال دیا... ایک رات گزرنے کے بعد جب اہلکار خبر لینے آئے تو اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ آپ صحیح وسلامت قبلہ شریف کی طرف چہرہ کیے موجود تھے اور درندہ آپ کے (پاؤں کے بوسے لیتے ہوئے) جسمِ مبارک کو چاٹ رہا تھا... چنانچہ حاکم نے آپ کو چھوڑ دیا اور معافی بھی مانگی۔

---

[1] دیکھیے سیر أعلام النبلاء، الطبقة الثامنة عشر، رقم:274، ج:14، ص:489، مؤسسة الرسالة

بعد میں کسی نے پوچھا کہ جب آپ پر درندے کو چھوڑا گیا تھا اور وہ آپ کے پاس پہنچ کر آپ کو سونگھنے لگا تھا تب آپ کیا سوچ رہے تھے؟ (اُس وقت موت آنکھوں کے سامنے تھی، دل بہت خوف زدہ ہوگا؟) فرمایا: كُنْتُ أَتَفَكَّرُ فِيْ سُؤْرِ السِّبَاعِ وَلُعَابِهَا۔ یعنی (موت کا تو ذرہ بھر بھی خوف نہیں تھا) مَیں یہ سوچ رہا تھا کہ شرعی اعتبار سے درندے کا جوٹھا پاک ہوتا ہے یا ناپاک؟ (درندے نے میرا جسم چاٹا ہے، اب جسم پاک ہے یا مجھے پاؤں وغیرہ دھونا پڑیں گے)۔[1]

امیر المجاہدین: علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ بزرگوں کے اخلاق کا نمونہ تھے، اُن کے دل میں خوفِ خدا اِس قدر تھا کہ خود کو چھپانے کی کوشش کے باوجود بہت مرتبہ تقریروں اور نجی محافل میں اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔

دُنیا جانتی ہے کہ اُن کا چہرہ بے حد نورانی تھا اور بلا مبالغہ وہ اُن لوگوں میں سے تھے جنھیں دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ خوفِ خدا سے اُن کی کیفیت یہ تھی کہ ایک مرتبہ اُنھوں نے جامعہ نظامیہ رضویہ میں حدیث شریف کا سبق پڑھاتے ہوئے فرمایا (مفہوم): میں بہت مرتبہ آئینے میں اپنا چہرہ اِس لیے دیکھتا ہوں کہ کہیں میرے اعمال کی وجہ سے چہرہ بگڑ تو نہیں گیا۔ (اللہ اکبر! بڑوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں)

وہ اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرتے تھے کہ دل میں کسی اور چیز کا خوف باقی نہیں رہا... اُن کی زندگی کے آخری سالوں میں جو واقعات پیش آئے، دُنیا نے دیکھا کہ سخت مشکل حالات میں بھی اُنھوں نے تحفظِ ناموسِ رسالت سے متعلق اپنے اُصولی موقف میں کوئی لچک نہیں دکھائی اور مشکل ترین حالات میں کبھی اُن کے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر نہیں آئے... بلکہ اُن کے پاس بیٹھنے والوں، اُن کی تربیت پانے والوں، حتّٰی کہ اُن کی چند تقریریں سننے والوں کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ کیا بچے، کیا جوان اور کیا بوڑھے... کسی کو موت یا دوسرے خطرات کا خوف نہیں ہوتا۔ وہ کثرت کے ساتھ یہ شعر پڑھتے تھے:

شاہوں کے تکبر سے بھی دب کر نہ رہا میں
کس بارگاہِ خاص کا آخر گدا ہوں میں

لمحۂ فکریہ: ہمارے بزرگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے تو کسی اور سے نہیں ڈرتے تھے، ہم اللہ سے نہیں ڈرتے تو سب سے ڈرتے ہیں۔ نجی سطح سے لے کر حکومت تک، خوفِ خدا سے یوں محروم ہیں کہ نہ سچائی ہے نہ امانت ہے، نہ عدل و انصاف ہے نہ حلال و حرام کی تمیز... اور دُنیا سے اتنا ڈرتے ہیں کہ ایٹمی طاقت ہونے کے باوجود ایک لفظ کہنے سے پہلے سوچتے ہیں کہیں وہ ناراض نہ ہو جائیں۔

---

[1] أَنَّ بُنَاناً الحَمَّالَ قَامَ إِلى وَزِيرِ خُمَارَوَيْه - صَاحِبِ مِصْرَ - وَكَانَ نَصْرَانِيًّا، فَأَنزَلَهُ عَنْ مَرْكُوبِهِ، وَقَالَ: لَا تَرْكَبِ الخَيْلَ وَعِيِّرْ كَمَا هُوَ مَأْخُوذٌ عَلَيْكُم فِي الذِّمَّةِ. فَأَمَرَ خُمَارَوَيْه بِأَنْ يُؤخَذَ، وَيُوضَعَ بَيْنَ يَدَيْ سَبُعٍ، فَطُرِحَ، فَبَقِيَ لَيْلَةً. ثُمَّ جَاؤُوا وَالسَّبُعُ يَلحَسُهُ، وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ القِبْلَةِ، فَأَطلَقَهُ خُمَارَوَيْه، وَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ... فَلَمَّا أُخرِجَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ السَّبُعِ قِيلَ لَهُ: مَا الَّذِي كَانَ فِي قَلْبِكَ حَيْثُ شَمَّكَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَتَفَكَّرُ فِي سُؤْرِ السِّبَاعِ وَلُعَابِهَا. (سير أعلام النبلاء) یہ واقعہ تاریخ بغداد اور دیگر متعدد کتب میں بھی موجود ہے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ

قرآن و سنت کی تعلیمات میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمان کو کبھی بھی کسی دوسرے دین یا دوسرے دین والوں سے ہرگز متأثر نہیں ہونا چاہیے۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ مسلمان جس علاقے میں جائے وہاں کی تہذیب اپنا لے یا جیسے لوگوں کے پاس بیٹھے اُنھی کے رنگ میں رنگا جائے، بلکہ مسلمان کے دل میں بانیٔ اسلام ﷺ اور اسلام کی اتنی محبت و عقیدت ہونی چاہیے کہ وہ کہیں بھی ہو، کیسے بھی لوگوں کے پاس بیٹھے اُس کے کردار سے آقا کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کی خوشبو آئے اور اُس کی باتوں سے اسلام کی برتری کا پیغام ملے۔

سیدنا معقل: دورِ فاروقی میں سیدنا مَعْقِل بن یَسَار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جگہ کا امیر مقرر کیا گیا، آپ مختلف لوگوں میں بیٹھ کر کھانا تناوُل فرما رہے تھے، اِس دوران ایک لقمہ زمین پر گر گیا، آپ نے لقمہ اُٹھایا اور صاف کر کے کھالیا۔ یہ دیکھ کر کچھ دیہاتیوں اور کسانوں نے اپنی سوچ کے مطابق اِسے معیوب سمجھا اور آنکھوں سے اِشارے کرنے لگے۔ بعض لوگوں نے آپ کو متوجہ کیا کہ لوگ اِسے معیوب سمجھ رہے ہیں۔ آپ نے نہایت خوب صورت جملہ ارشاد فرمایا: إِنِّي لَمْ أَكُنْ لِأَدَعَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِهٰذِهِ الْأَعَاجِمِ، إِنَّا كُنَّا يُؤْمَرُ أَحَدُنَا إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَتُهُ أَنْ يَّأْخُذَهَا فَيُمِيْطَ مَا كَانَ فِيْهَا مِنْ أَذًى وَّيَأْكُلَهَا وَلَا يَدَعَهَا لِلشَّيْطَانِ۔» یعنی مَیں اِن عجمیوں کی خاطر اپنے آقا کریم ﷺ کا حکم نہیں چھوڑ سکتا، ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ لقمہ گر جائے تو اُسے صاف کر کے کھالیں اور شیطانی تکبر کی وجہ سے اُسے چھوڑیں نہیں۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث:3278)

متأثر ہونے کی وجہ: کچی کھیتی اور ناپختہ شاخیں معمولی ہوا سے بھی جھک جاتی ہیں اور اِنھیں آسانی سے توڑا جا سکتا ہے؛ کیونکہ اِن کا اپنے مرکز سے تعلق مضبوط نہیں ہوتا... جب کہ درخت کو نہ تو تیز ہوائیں جھکا سکتی ہیں اور نہ ہی اُسے آسانی سے اُکھیڑا جا سکتا ہے؛ کیونکہ اُس کا اپنے مرکز سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ ایسے ہی جس مسلمان کا اپنے آقا کریم ﷺ اور اسلام سے تعلق پختہ ہو، اُس کی نظر میں نبیِ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی سب کچھ ہوتی ہے... وہ نہ تو غیروں سے متأثر ہوتا ہے اور نہ ہی اسلام کے علاوہ کسی دین کا تصور کرتا ہے... جب کہ جس بد نصیب کا سرکارِ دوعالم ﷺ اور آپ کے دین سے تعلق مضبوط نہ ہو، اُسے جو چاہتا ہے اپنی طرف مائل کر لیتا ہے اور وہ غیروں کے گیت گانے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتا۔

شیخ الاسلام: شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ انگریز حکومت کے سخت مخالف تھے۔ انگریزوں نے اُنھیں خریدنے کے لیے نوٹیفکیشن بھیجا کہ حکومت کی طرف سے آپ کو ہِز ہولی نس(His Holiness) کا خطاب دیا جاتا ہے۔ آپ نے غصے سے اُس نوٹیفکیشن کو پھاڑ کر آگ میں ڈال دیا اور فرمایا: حضور ﷺ کی غلامی اور پیر پٹھان خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ سے وابستگی میرے لیے سب سے بڑا اِعزاز ہے (مَیں انگریز کے نام نہاد اِعزاز کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں)۔ (فوز المقال، ج:4، ص:151)

مصورِ پاکستان: اقبال علیہ الرحمہ نے اپنے بہت سے اشعار میں اُمّت کے جوانوں کو پیغام دیا کہ وہ سرکارِ دوعالم ﷺ سے دیوانہ وار محبت کریں اور کبھی غیروں سے مرعوب یا متأثر نہ ہوں۔ وہ اپنے بارے میں کہتے ہیں:

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف[1]

ایک اور شعر میں کہتے ہیں:

زِمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی[2]

امیرالمجاہدین: شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے بھی زندگی بھر پوری قوّت کے ساتھ اُمّت کو یہ درس دیا کہ جانِ عالم ﷺ سے "اَنھے واہ پیار" (والہانہ محبت) کریں اور دوسروں کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھیں بھی نہیں۔

والدہ کی گود سے لے کر میدانِ عمل میں آنے تک اُن کی تربیت غیرت مند عشّاق نے کی۔ اُنھوں نے لکھا: عشقِ رسول ﷺ مجھے اپنی ماں کی گود سے ملا ہے، میری والدہ اُٹھتے بیٹھتے ہر بات پر "صدقے یا رسول اللہ!" کہتی تھیں، یہ جملہ میرے لاشعور میں بس گیا۔[3]

وہ اپنی شعوری زندگی کا اکثر حصہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور سے وابستہ رہے... یہیں سے درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کی اور پھر یہیں تدریس فرمائی۔ اُن کے محبوب اساتذہ میں ایک نمایاں نام مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کا ہے۔ مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ ایسے غیرت مند عالم تھے کہ کبھی کسی دُنیا دار سے مرعوب نہیں ہوئے، سرکاری میٹنگز میں حکمرانوں کے سامنے جرأت کے ساتھ کلمۂ حق بیان کرتے، ڈانٹ بھی دیتے اور حکمران اُن سے مرعوب رہتے تھے۔[4] یہی محبت و غیرت اُنھوں نے اپنے شاگرد امیرالمجاہدین علیہ الرحمہ میں بھی منتقل کی۔

امیر المجاہدین کی بانیٔ اسلام ﷺ سے محبت اور غیروں سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ امامِ اہلِ سنت کا یہ شعر اُن کی پہچان بن گیا:

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دُنیا سے مسلمان گیا

---

[1] یعنی یورپ کے تعلیمی اداروں سے میں ہرگز متأثر نہیں ہوا؛ کیونکہ میری آنکھوں میں مدینہ منورہ اور نجفِ اشرف کی خاک کا سرمہ لگا ہے۔

[2] زِمستانی: سخت سرد۔ یعنی برطانیہ میں سردیوں کی صبح کو ہوا نہایت ٹھنڈی ہوتی تھی اور اُس میں تلوار جیسی کاٹ ہوتی تھی، مگر میں بھی اپنے معمولات کا ایسا پابند تھا کہ لندن میں مجھ سے صبح سویرے اُٹھنے کی عادت نہ چھوٹ سکی۔

[3] ماہنامہ النظامیہ، امیر المجاہدین نمبر، ص:28، مجلس علماءِ نظامیہ پاکستان

[4] دیکھیے ماہنامہ النظامیہ [خصوصی شمارہ]، اگست، ستمبر 2021ء، مجلس علماءِ نظامیہ پاکستان

وہ یہ شعر صرف پڑھتے ہی نہیں تھے، بلکہ وہ سچ مچ ایسے تھے... کلاس میں کوئی بھی مضمون پڑھاتے، کسی بھی عنوان پر منعقد محفل کی زینت بنتے، حتّٰی کہ نجی نشست میں کسی ذاتی معاملے پر گفتگو ہوتی... اُن کی باتوں سے محبتِ رسول ﷺ کی خوشبو پھیلتی تھی اور اسلام سے وفا کا درس ملتا تھا۔ وہ پختہ حافظِ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ الحدیث بھی تھے... اسلامی تاریخ کے وسیع مطالعہ کے ساتھ ساتھ اُنھیں اکابر شعرا کے بے شمار عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی اشعار ازبر تھے... وہ کبھی آیات واحادیث سے ایمان کو تازہ کرتے، کبھی صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے حسین واقعات سنا کر دلوں کو آباد کرتے، کبھی اسلامی سپہ سالاروں کی دلیرانہ باتوں سے دینی غیرت کو بیدار کرتے اور کبھی بزرگوں کے اشعار سے محبت کے جذبات جواں کر دیتے... بلا مبالغہ اُنھوں نے جس حسین اور مؤثر انداز میں اُمّت کے اندر عشقِ رسول ﷺ، دین سے وفا اور بزرگانِ دین کے ساتھ تعلق کا جذبہ بیدار کیا، ماضی قریب میں اُس کی مثال نہیں ملتی۔

وہ اپنے خطابات میں بکثرت فرمایا کرتے: رسول اللہ ﷺ سے کم از کم اتنی محبت ضرور کرنا کہ اِس شعر کا مصداق بن جاؤ:

جب روح میرے پیراہنِ خاکی سے نکلی
تو روضے سے آواز آئی: او میرا فقیر آیا[1]

لمحۂ فکریہ: اِس وقت عالمی طاقتوں کی سرپرستی میں بے دین طبقات اور یورپی این۔ جی۔ اوز۔ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں کہ مسلمانوں کی نئی نسل نام کی تو مسلمان ہو، مگر اُن کی تہذیب اور عادات واطوار سے اسلام کی مہک نہ آئے... وہ کلمہ تو پڑھیں، مگر اپنا آئیڈیل غیر مسلموں کو سمجھیں۔ افسوس کہ ہم دانستہ یا نادانستہ طور پر تیزی سے اِس سازش کا شکار ہوتے جا رہے ہیں... ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو مغربی تہذیب کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے ہیں، ماڈرن لباس کو اِعزاز سمجھتے ہیں، اسلامی ماحول کو فرسودہ و دقیانوسی تصور کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اسلامی تہذیب جدید تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتی۔

اِس بے یقینی کی کیفیت میں گرفتار بے چاروں کو جھنجھوڑنے کے لیے علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ اکثر طور پر شاعرِ مشرق اقبال علیہ الرحمہ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

سُن او تہذیبِ حاضر کے گرفتار
غلامی سے بدتر ہے بے یقینی

اور یہ شعر بھی پڑھتے تھے:

بدل دیا رُخِ مشرق کو تُو نے اے مغرب!
خدا بچائے تیری ہوا سے زمانے کو

---

[1] صوفی محمد افضل فقیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب روح مری نکلی پیراہن خاکی سے.... "وہ میرا فقیر آیا" روضے سے ندا آئی۔ (جانِ جہاں، ص:27، مکتبہ کاروان)

حرفِ آخر

اِس وقت اُمّتِ مسلمہ دُنیا بھر میں پریشان حال ہے، مظلوم ہے، بکھری ہوئی ہے اور غیروں کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے... اِس سے بھی زیادہ پریشان کُن بات یہ ہے کہ اکثر مسلمان اپنے اصل راہ نماؤں کو بھول کر اُنہی لٹیروں سے دادرسی چاہتے ہیں جن کی وجہ سے یہ دن دیکھنے پڑے۔ ایسے حالات میں علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ جیسا صاحبِ بصیرت انسان اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت سے کم نہیں، جنھوں نے اُمّت کو اپنے آقا کریم ﷺ سے وفا اور اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کا درس دیا۔

ہوسکتا ہے کہ آج کی گفتگو سے بعض نام نہاد روشن خیالوں کو یہ فکر لاحق ہو جائے کہ یہ نوجوانوں کو دقیانوسی بنانے کی کوشش ہے۔ ایسے لوگوں کو قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے جو اُنھوں نے 30 اکتوبر، 1947ء کو لاہور میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمائی تھی: "آپ کو صرف اپنے آباء و اَجداد کی طرح مجاہدانہ جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے، آپ اُس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جس کی تاریخ بہادری، شجاعت اور بلندیٔ کردار کی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔"[1]

اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

ہاں دکھا دے اے تصور! پھر وہ صبح و شام تُو
دَوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایّام تُو

امیر المجاہدین علیہ الرحمہ بھی اِسی فکر کے داعی تھے۔ اُنھوں نے اپنی ایک کتاب کے شروع میں یہ تاریخی جملے تحریر فرمائے:

"عروج وزوال تاریخ کا حصہ ہیں... جو قومیں دورِ انحطاط میں اپنے افکار و نظریات پر سختی سے کاربند رہیں اُن کے دوبارہ عزت و وقار حاصل کرنے اور سربلند ہونے میں دیر نہیں لگتی، لیکن جو قومیں اپنے افکار و نظریات کو چھوڑ کر اغیار کی نقالی میں مصروف ہو جاتی ہیں، تباہی و بربادی ہمیشہ کے لیے اُن کا مقدر بن جاتی ہے۔" (تعلیلاتِ خادمیہ، حرفِ آغاز، ص:12، علامہ فضلِ حق پبلیکیشنز)

علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ اِس آیتِ کریمہ کا مصداق تھے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ "جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اُسے "پاکیزہ زندگی" عطا کریں گے اور ہم ضرور اُنہیں اُن کے بہترین کاموں کے بدلے میں اُن کا اجر دیں گے۔" [النحل 97:16]
ایسے پیاروں کو دُنیا میں بھی "پاکیزہ زندگی" عطا ہوتی ہے اور آخرت میں بھی... دُنیا کی "پاکیزہ زندگی" میں قناعت بھی ملتی ہے اور

[1] دیکھیے روزنامہ نوائے وقت، 15 ستمبر، 2015ء، سلسلہ "قائدِ اعظم نے فرمایا"

عبادات کی لذت بھی، رزقِ حلال بھی اور مزید اعمالِ خیر کی توفیق بھی... جب کہ آخرت کی "پاکیزہ زندگی" ایسی حسین ہے کہ اُس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

آخرت کی "پاکیزہ زندگی" کی ایک حسین مثال سنیے! جلیل القدر تابعین میں دو بھائی بھی ہیں: حضرت رِبعی بن حِراش اور حضرت ربیع بن حِراش علیہما الرحمہ، دونوں کی زندگیاں عظیم الشان تھیں۔ حضرت رِبعی کے بارے میں سوانح نگاروں نے یہ بھی لکھا کہ اُنھوں نے زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ دونوں بھائیوں کو خوفِ خدا اِس قدر نصیب تھا کہ اُنھوں نے قسم اُٹھائی جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ جنتی ہیں یا جہنمی تب تک تبسم نہیں کریں گے۔ چنانچہ دونوں نے اپنی قسم پوری کی... زندگی بھر شریعت پر عمل کیا اور وصال کے بعد مسکرانے لگے۔ حضرت ربیع کو غسل دینے والے صاحب نے کہا: فَلَمْ يَزَلْ مُتَبَسِّمًا عَلٰى سَرِيْرِهٖ وَنَحْنُ نَغْسِلُهٗ حَتّٰى فَرَغْنَا۔ ہم غسل دیتے رہے اور وہ غسل والے تخت پر لیٹے مسکراتے رہے، ہمارے فارغ ہونے تک وہ مسلسل تبسم ہی کرتے رہے۔
(شرح النووی علی مسلم، ج:1، ص:66۔ کتاب من عاش بعد الموت لابن أبي الدنيا، ص:20)

امیر المجاہدین علیہ الرحمہ کی دنیاوی "پاکیزہ زندگی" سب نے دیکھی... اُن کا اپنا ظاہر وباطن تو روشن ومنوّر تھا ہی، وہ دوسرے کروڑوں افراد کے دل بھی منور کر گئے... اور اُن کی اُخروی "پاکیزہ زندگی" کی ایک جھلک اُن کی بے پناہ مقبولیت ومحبوبیت ہے... اُن کا جنازہ بھی بے مثال تھا، عرسِ مبارک کے رنگ بھی اپنی مثال آپ ہیں... سب سے بڑھ کر یہ کہ اُن کی وفات سے اُن کا مشن رُکا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے رُوبہ ترقی ہے اور اُن کی تقریروں کے کلپس بھی ایمانی جذبات کو تازہ کر رہے ہیں۔

آخر میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ ہم جنس پرستی کے حمایتیوں کی طرف سے "جوائے لینڈ" نامی ایک فلم تیار کی گئی، جب اس سے متعلق احتجاج ہوا تو حکومت نے اُس پر پابندی لگادی۔ گزشتہ دنوں کی خبروں سے ایسا لگتا ہے کہ وفاقی حکومت کی طرف سے اس فلم کی نمائش کی اجازت دینے کا راستہ نکالا جا رہا ہے، تاہم پنجاب حکومت نے تا حکمِ ثانی اِس پر پابندی کا نوٹیفکیشن جاری کیا ہے۔۔ واضح بات ہے کہ یہ فلم ہماری ثقافت، قانون اور دستور کے یکسر خلاف ہے، اگر اِس کی نمائش ہوئی تو عوامی ردِّ عمل سخت ہوگا۔ حکومت کو چاہیے کہ اِس فلم پر مستقل پابندی لگائے اور انتشار پھیلانے سے گریز کرے۔

اللہ تعالیٰ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے تمام جاں نثاروں، بالخصوص شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے درجات میں بلندیاں عطا فرمائے، اُن کے ایمانی جذبات کے طُفیل اسلام کو پوری دُنیا میں غلبہ عطا فرمائے۔ ربّ تعالیٰ فقرِ بوذر اور زورِ حیدر کے صدقے میں مسلم حکمرانوں کو دینی غیرت عطا کرے۔ مالکِ کریم تمام پریشان حال مسلمانوں کو خوشیاں عطا فرمائے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر وفلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۹ ربیع الآخر ۱۴۴۴ھ / 25 نومبر 2022ء

کھیلوں کے بارے میں اسلامی تعلیمات

(فیفا ورلڈ کپ 2022ء کے تناظر میں)

مشمولات

- کھیلوں سے متعلق ہماری صورتِ حال اور دینی تقاضوں پر عمل کی ضرورت
- بامقصد کھیلوں کی حوصلہ افزائی
- فیفا (FIFA) ورلڈ کپ اور اسلامی اقدار
- بے فائدہ کھیلوں کی حوصلہ شکنی
- وقت کی قدر اور اُس کے صحیح استعمال کا طریقہ
- جائز اور ناجائز کھیل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِہِمْ خٰشِعُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ o [المؤمنون 23:1-3]

جن چیزوں کے ذریعے انسان کی ذہنی اور جسمانی نشو و نما ہوتی ہے اُن میں سے ایک "بافائدہ کھیل" بھی ہے۔ اگرچہ وقت کے ساتھ ساتھ کھیل بدلتے رہتے ہیں، اُن کا انداز ترقی پاتا رہتا ہے، مگر ہر دَور میں اور ہر طبقے کے افراد میں کھیل کی کوئی نہ کوئی صورت موجود ہوتی ہے۔

نبیِ کریم ﷺ نے بامقصد کھیلوں کی حوصلہ افزائی فرمائی، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان مقابلے کروائے، بلکہ بعض اوقات شوق دلانے کے لیے خود بھی اُن میں شریک ہوئے۔

موجودہ دَور میں کھیلوں کو معاشرے کا ایک اہم جز سمجھا جانے لگا ہے... مختلف کھیلوں کے لیے باقاعدہ طور پر اِدارے قائم ہیں... سرکاری سرپرستی میں کھیلوں کو فروغ دیا جاتا ہے اور امریکہ کے علاوہ تقریباً تمام ممالک میں کھیل کود کے لیے وزارتیں اور مستقل محکمے قائم ہیں، جن کے لیے حکومتیں سالانہ اربوں ڈالر صرف کرتی ہیں... اخبارات میں کھیل کے لیے صفحات مختص ہوتے ہیں اور ٹی وی چینلز پر خصوصی پروگرام نشر کیے جاتے ہیں... جب کوئی ورلڈ کپ یا خصوصی مقابلہ ہو تو تقریباً پوری قوم کی توجہ میچ کی طرف ہو جاتی ہے... چند روز قبل ٹی ٹونٹی ورلڈ کپ کے فائنل کے موقع پر پاکستانی عوام کے ساتھ ساتھ حکومت نے بھی غیر معمولی دلچسپی دکھائی تھی... اِس وقت فٹ بال کا بائیسواں ورلڈ کپ قطر کے شہر دَوحہ میں جاری ہے، ایک میچ میں سعودی عرب کی ٹیم نے جیت حاصل کی تو "بادشاہوں" کی طرف سے 23 نومبر بروز بدھ کو پورے سعودیہ کے تمام شعبہ جات میں چھٹی کا اِعلان کر دیا گیا... اِس صورتِ حال کا نتیجہ ہے کہ بہت سے افراد کھیل کو زندگی کا بڑا مقصد سمجھنے لگتے ہیں، کھلاڑیوں ہی کو اپنا آئیڈیل بنالیتے ہیں اور اِسی کام میں لگے رہتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ مسلمان کی زندگی کا کوئی بھی کام اسلامی اُصولوں سے بالاتر نہیں۔ ربّ تعالیٰ کی عبادت ہو یا لوگوں کے ساتھ معاملہ، ملکی و قومی دِفاع کا مسئلہ ہو یا قانون کے نفاذ کا، حکومت کے لیے جوڑ توڑ ہو یا کھیل کا میدان... سچا مسلمان ہر کام میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ مکرم ﷺ کے احکام کو بھی پیشِ نظر رکھتا ہے اور دینی تقاضوں کو بھی۔

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ نے اخبار دیکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: مُلکی حالات سے باخبر رہنا سنتِ صحابہ کرام رِضْوَانُ اللہ علیہم أجمعین ہے اور مَیں اِسی سنت کی پیروی کے لیے اخبار دیکھ لیا کرتا ہوں۔ (فوز المقال، ج:4، ص:257)

چنانچہ بحیثیتِ مسلمان ہمیں جاننا چاہیے کہ اسلام کھیلوں کے بارے میں کیا تعلیمات عطا کرتا ہے؟ کون سے کھیل، کن شرائط کے ساتھ جائز ہیں؟ اور کن کھیلوں سے دینِ متین نے منع فرمایا ہے؟ چنانچہ آج کے خطبہ میں اِسی حوالے سے کچھ باتوں کا ذکر ہو گا۔

بامقصد کھیلوں کی حوصلہ افزائی

اگر اچھی نیت سے بافائدہ کھیل کھیلا جائے اور وہ شرعی شرائط کے مطابق ہو تو نہ صرف جائز ہے، بلکہ باعثِ ثواب بھی ہے۔

جائز کھیل: سیدنا عُقبہ بن عامر جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللهَ لَيُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ الثَّلَاثَةَ الْجَنَّةَ: صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِيَ بِهِ وَالْمُمِدَّ بِهِ۔ یعنی "(اسلامی جہاد میں استعمال ہونے والے) ایک تیر (Arrow) کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تین افراد کو جنت عطا فرمائے گا: 1) جس نے بھلائی اور ثواب کی نیت سے اُسے بنایا۔ 2) جس نے ثواب کے لیے چلایا۔ 3) جس نے ثواب کے لیے اُسے چلانے میں تعاون کیا۔

اِسی حدیث پاک میں یہ ارشاد بھی فرمایا: «وَكُلُّ مَا يَلْهُو بِهِ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ بَاطِلٌ إِلَّا رَمْيَهُ بِقَوْسِهِ وَتَأْدِيبَهُ فَرَسَهُ وَمُلَاعَبَتَهُ امْرَأَتَهُ، فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ۔[1]» یعنی "مسلمان کا ہر کھیل باطل ہے، سوائے تین کے: 1) اپنی کمان سے تیر چلائے۔ 2) اپنے گھوڑے کو سکھائے۔ 3) اپنی بیوی کے ساتھ کھیلے... یہ تینوں کھیل برحق ہیں (لہو نہیں، بلکہ اِن پر ثواب عطا ہوتا ہے)۔"

(سنن ابن ماجہ، حدیث: 2811، جامع ترمذی، حدیث: 1637)

رسول اللہ ﷺ نے اِس حدیثِ پاک میں کھیلوں کا تذکرہ کرنے سے پہلے جہاد میں استعمال ہونے والے تیر کی فضیلت بیان فرمائی، اِس میں یہ بھی تربیت ہے کہ مسلمان کو ہمیشہ اسلام کی سربلندی کے لیے فکر مند اور کوشاں رہنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ کھیل کود میں اُسے جہاد بھول ہی جائے... پھر یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سب کھیلوں کو باطل اور فضول قرار دیا، مگر تین کھیلوں کی اِجازت دی،[2] اِن تین میں کیا خاص بات ہے؟ محدثین نے لکھا کہ یہ تینوں کھیل بامقصد ہیں... تیر اندازی اور گھڑ سواری کے ذریعے جہاد کی تیاری مقصود ہے اور بیوی کے ساتھ کھیل سے جائز طریقے کے ساتھ فطری تقاضا پورا کرنا اور گناہ سے بچنا وغیرہ مقصود ہے۔

معلوم ہوا کہ جس مباح کھیل کے ذریعے علمی ترقی ہو یا جسمانی فائدہ ہو، اگر اُسے اچھی نیت سے کھیلا جائے تو وہ نہ صرف جائز ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اُس پر ثواب بھی عطا فرماتا ہے۔[3]

---

[1] قَوْلُهُ: (فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ) أَيْ: هُوَ فِيمَا هُوَ مَأْجُورٌ۔ (كفاية الحاجة في شرح سنن ابن ماجة للسندي)

[2] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ عالم ﷺ نے فرمایا: «لَا سَبَقَ إِلَّا فِي نَصْلٍ أَوْ خُفٍّ أَوْ حَافِرٍ» یعنی "انعامی مسابقہ صرف تین چیزوں میں ہو سکتا ہے: تیر اندازی، اونٹ دوڑ اور گھڑ دوڑ۔" (جامع ترمذی، حدیث: 1700)

[3] وَفِي مَعْنَاهَا كُلُّ مَا يُعِينُ عَلَى الْحَقِّ مِنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ إِذَا كَانَ مِنَ الْأُمُورِ الْمُبَاحَةِ، كَالْمُسَابَقَةِ بِالرِّجْلِ وَالْخَيْلِ وَالْإِبِلِ، وَالتَّمْشِيَةِ لِلتَّنَزُّهِ عَلَى قَصْدِ تَقْوِيَةِ الْبَدَنِ، وَتَطْرِيَةِ الدِّمَاغِ۔ (مرقاة المفاتيح)

بے مثال مسابقہ: سیدنا سَلَمہ بن اَکْوَع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قبیلہ ''اسلم'' کے کچھ افراد کے پاس سے گزرے، وہ ٹیمیں بنا کر تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُنھیں شوق دلاتے ہوئے فرمایا: «اِرْمُوْا بَنِیْ إِسْمَاعِیْلَ! فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا.» ''اولادِ اسماعیل! تیر چلاتے رہو، تمہارے جدِّ امجد حضرت اسماعیل بہت ماہر تیر انداز تھے۔'' مزید فرمایا: اِرْمُوْا وَأَنَا مَعَ بَنِیْ فُلَانٍ. یعنی ''تیر چلاؤ، مَیں فلاں ٹیم کے ساتھ ہوں (تمہارے مقابلہ میں شریک ہوں)۔'' راوی فرماتے ہیں کہ زبانِ اقدس سے جوں ہی یہ کلمات ادا ہوئے دوسری ٹیم نے تیر چلانا چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوچھا: ''کیا بات ہے، تیر کیوں نہیں چلاتے؟'' اُنھوں نے عرض کی: ہم کیسے تیر چلائیں، جب کہ آپ دوسری ٹیم کے ساتھ ہیں (ایمان اور محبت کا تقاضا ہے کہ آپ جس کے ساتھ ہوں، اُس سے مقابلہ کرنا بھی نہیں چاہیے اور ہو بھی نہیں سکتا[1]) فرمایا: «اِرْمُوْا فَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ[2].» یعنی ''تیر چلاؤ، مَیں (دلی طور پر) تم سب کے ساتھ ہوں۔'' (صحیح بخاری، حدیث:2899)

اِس حدیثِ مبارک میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اخلاقِ عالیہ کی جھلک بھی ہے، صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے بے مثال ادب کا ذکر بھی ہے اور موضوع کی مناسبت سے یہ بات بھی کہ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نہ صرف بامقصد مسابقہ کی حوصلہ افزائی فرمائی، بلکہ خود بھی اُس میں شریک ہو کر جذبۂ جہاد سے سرشار مجاہدین کے جذبات کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

بے فائدہ کھیلوں کی حوصلہ شکنی

اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان کا ''وقت'' نہایت قیمتی چیز ہے۔ ''وقت'' ایسی قیمتی اور بیش بہا دولت ہے جو صرف ایک بار ملتی ہے اور ضائع ہو جائے تو نقصان کا اِزالہ اور تلافی ممکن نہیں... دوسری نعمتیں ضائع ہو جائیں تو دوبارہ بھی مل سکتی ہیں، بیماری کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ صحت عطا کر دیتا ہے، غربت واِفلاس کے بعد پھر سے مال میسر ہو جاتا ہے، لیکن جو گھڑیاں گزر جاتی ہیں ساری دنیا کے اسباب جمع ہو کر بھی ان کو واپس نہیں لاسکتے... تجارتی زبان میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ ''وقت'' اصل سرمایہ ہے جسے صحیح استعمال کر کے انسان دینی اور دنیاوی کامیابی حاصل کرتا ہے، لیکن اگر اصل سرمایہ ہی ضائع ہو جائے تو نفع حاصل ہونا ناممکن ہے؛ لہٰذا کھیل ہو یا کچھ اور... جس کام کا فائدہ نہیں اُس کی اِجازت بھی نہیں۔ متعدد آیاتِ کریمہ اور احادیثِ نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بے فائدہ کام نہ تو ربّ تعالیٰ کو پسند ہیں، نہ ہی اُس کے محبوبِ مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُنھیں درست قرار دیتے ہیں۔

---

[1] فی روایۃ: وَقَالُوْا: مَنْ كُنْتَ مَعَهُ فَأَنّٰى يُغْلَبُ؟ (الترغیب والترہیب، ج:2، ص:179، دار الکتب العلمیۃ)

[2] المُرَادُ مِنْهُ معیة الْقَصْدِ إِلَى الْخَيْرِ وَإِصْلَاحِ النِّيَّةِ والتدرب فِيهِ لِلْقِتَالِ. (عمدۃ القاری، ج:14، ص:182، دار احیاء التراث العربی)

وقت کے قدردان: ہمارے بزرگوں نے وقت کی ایسی قدر کی کہ اُن کی باتیں سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ دنیائے اسلام کے پہلے قاضی القضاۃ(Chief Justice)امام ابو یوسف یعقوب علیہ الرحمہ کے شاگرد ابراہیم بن جراح کہتے ہیں: مَیں امام ابو یوسف کے مرضِ وفات میں اُن کی بیمار پُرسی کے لیے حاضر ہوا، آپ بے ہوشی کی کیفیت میں تھے، کچھ اِفاقہ ہوا تو مجھے فرمانے لگے: یَا إِبْرَاهِيْمُ! أَيُّهُمَا أَفْضَلُ لِلْحَاجِّ فِيْ رَمْيِ الْجِمَارِ، أَنْ يَّرْمِيَهَا رَاجِلًا أَوْ رَاكِبًا؟ ابراہیم! حاجی کے لیے شیطان کو پیدل کنکریاں مارنا افضل ہے یا سوار ہوکر؟ میں نے عرض کیا کہ بیماری کی اِس کیفیت میں بھی آپ شرعی مسائل کے بارے میں گفتگو فرمارہے ہیں! کچھ آرام کرلیں۔ فرمایا: لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ، نَدْرُسُ فَيَنْجُوْ بِهٖ نَاجٍ۔ یعنی کوئی بات نہیں! ہم ایک شرعی مسئلہ کا تکرار کرلیتے ہیں، کسی کے کام آجائے گا۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: پیدل کنکریاں مارنا افضل ہے۔ فرمایا: جواب غلط ہے۔ میں نے عرض کیا: سوار ہوکر افضل ہے۔ فرمایا: یہ بھی غلط ہے۔ میں نے عرض کی کہ پھر آپ ہی اِرشاد فرمادیجیے، اللہ آپ سے راضی ہو۔ فرمایا: مَا كَانَ مِنْهَا يُوْقَفُ عِنْدَهٗ فَالْأَفْضَلُ أَنْ يَّرْمِيَهٗ رَاجِلًا، وَمَا كَانَ مِنْهَا لَا يُوْقَفُ عِنْدَهٗ فَالْأَفْضَلُ أَنْ يَّرْمِيَهٗ رَاكِبًا۔ یعنی جہاں ٹھہرنا ہو وہاں پیدل کنکریاں مارنا افضل ہے، جہاں نہیں ٹھہرنا وہاں سوار ہوکر افضل ہے۔[1] ابراہیم کہتے ہیں: عیادت کے بعد میں واپسی کے لیے نکلا، ابھی دروازے تک نہیں پہنچا تھا کہ آپ کا وصال ہوگیا۔ (اختلاف العلماء للطحاوی، ج:2، ص:159، دار البشائر، أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ص:101)

کامیاب لوگ: اٹھارہویں پارے کے آغاز میں باری تعالیٰ نے اُن لوگوں کے اوصاف بیان فرمائے، جنھیں دُنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہوگی۔ فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ o وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ... ”یقیناً ایمان والے کامیاب ہوگئے، جو اپنی نمازوں میں خُشوع و خُضوع کرتے (عاجزی کرتے اور گڑگڑاتے) ہیں اور جو کسی بے ہودہ (فضول) بات کی طرف توجہ نہیں کرتے...“ [المؤمنون 23:1-3]

معلوم ہوا کہ دُنیا و آخرت میں کامیابی پانے والوں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ بے فائدہ کاموں میں وقت ضائع نہیں کرتے۔

بے مقصد کھیل کی مذمت: سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک شخص کو دیکھا جو کھیلنے کے لیے کسی کبوتری کے پیچھے لگا ہوا تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: شَيْطَانٌ يَّتْبَعُ شَيْطَانَةً۔ ”شیطان شیطانہ کے پیچھے لگا ہوا ہے۔“

(سنن ابی داود، حدیث:4940، سنن ابن ماجہ، حدیث:3765)

اُس شخص کو شیطان اِس لیے فرمایا کہ وہ ایک بے مقصد کام میں مصروف ہوکر غفلت میں مبتلا تھا اور کبوتری کو شیطانہ اِس لیے فرمایا کہ وہ اِس غفلت کا سبب تھی۔

---

[1] صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے لکھا: رَمی پیدل بھی جائز ہے اور سوار ہوکر بھی، مگر افضل یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے جمروں پر پیدل رَمی کرے اور تیسرے کی سواری پر۔ (بہارِ شریعت، ح:6، ص:1147، مکتبۃ المدینہ)

جائز اور ناجائز کھیل

قرآن وسنت کی روشنی میں کوئی بھی کھیل تب جائز ہوگا جب اُس میں تین باتیں پائی جائیں:

1) اُس کھیل میں کوئی ذہنی یا جسمانی فائدہ ہو۔ جیسے ذہنی صلاحیت بڑھانے والی گیمز یا جسمانی ورزش والے کھیل... لہٰذا جو کھیل بے فائدہ ہے اُس کی اِجازت نہیں، جیسے: کبوتر بازی، بٹیر بازی۔

2) فائدہ حاصل کرنے کے لیے ہی وہ کھیل کھیلا جائے... بعض اوقات کھیل تو بافائدہ ہوتا ہے، مگر کھیلنے والا وہ فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہتا، مثلاً وہ صرف اس لیے کھیلتا ہے کہ آج چھٹی ہے اور وقت پاس کرنا ہے۔

3) اُس کھیل میں کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے شریعت نے منع کیا ہے؛ لہٰذا کوئی شرعی خرابی ہو تو کھیل ناجائز ہوگا، جیسے:

I. کھلاڑیوں کا لباس شریعت کے مطابق نہ ہو... مَرد کے لیے ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک چھپانا فرض ہے،[1] اِسی طرح خواتین کے لیے غیر محرموں کے سامنے پورا جسم چھپانا لازم ہے، اگر لباس کا لحاظ نہ ہو تو کھیل بھی ناجائز ہوگا۔

II. کھیل بے حیائی پر مشتمل ہو... جیسے کھیل میں بے ہودہ مزاح (Comedy) ہو، یا مَردوں اور خواتین کا اختلاط ہو۔

III. کھیل میں مصروفیت کی وجہ سے ضروری کام رہ جائیں... مثلاً خدانخواستہ نماز قضا ہو جائے یا جماعت چھوٹ جائے یا والدین کی خدمت میں کوتاہی ہو یا علم حاصل کرنے کا فریضہ ترک ہو جائے۔

IV. کھیل میں جوا لگایا جائے... یعنی دو طرفہ شرط ہو کہ ہارنے والا جیتنے والے کو اتنا مال یا کوئی چیز دے گا۔[2]

V. کسی انسان یا جانور کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو یا مالی نقصان کا خدشہ ہو... جیسے: پرندوں کو لڑانا، ٹکر بازی اور گاڑیوں کی ریس۔

VI. کھیل میں مال ضائع کیا جائے... ہماری حالت یہ ہے کہ بنیادی ضروریات پوری نہیں ہو رہیں مگر میچ جاری ہیں، قومی منصوبے فنڈز نہ ہونے کی وجہ سے لٹکے ہوئے ہیں، مگر کھیلوں اور کھلاڑیوں پر کروڑوں، بلکہ اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں۔ قرآنِ مجید نے فضول خرچی کو شیطانی کام قرار دیتے ہوئے حرام فرمایا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب اِن خرابیوں میں سے کوئی بھی پائی جائے تو وہ کھیل آخرت میں بھی نقصان دہ ہوگا اور دُنیا میں بھی اُس کے نتائج تباہ کن ہوں گے، چنانچہ کوئی بھی عقل مند شخص ایسے کھیل کو اچھا نہیں قرار دے سکتا۔

---

[1] ایک موقع پر بے توجہی میں سیدنا جَرہَد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ران سے کپڑا ہٹ گیا، قریب سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: غَطِّ فَخِذَكَ فَإِنَّهَا مِنَ الْعَوْرَةِ۔ ”اپنی ران چھپاؤ؛ بلاشبہ یہ بھی سَتر سے ہے (اِسے چھپانا بھی لازم ہے)۔(جامع ترمذی، حدیث:2798)

[2] اگر کھیل میں انتظامیہ یا کسی ایسے شخص / پارٹی کی طرف سے انعام رکھا گیا ہو جو کھیل میں شریک نہیں تو جائز ہے، اِسی طرح یک طرفہ انعام کی شرط ہو تو بھی جائز ہے۔

فیفا(FIFA)ورلڈ کپ اور اسلامی اقدار

اِس وقت مغربی ایشیا کے ایک چھوٹے سے اسلامی ملک ''قطـــر'' کے دار الحکومت دَوحہ میں فٹ بال کی عالمی تنظیم ''فیفا''[1] کے زیرِ اہتمام فٹ بال کا بائیسواں ورلڈ کپ جاری ہے۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ یہ ٹورنامنٹ تاریخ کا سب سے مہنگا ٹورنامنٹ ہے، قطـــر بارہ سال سے اِس کی تیاری کر رہا تھا اور اِس کے اخراجات تقریبا220 ارب ڈالر ہیں۔

ورلڈ کپ کے میچز شروع ہو چکے ہیں... اِن عالمی مقابلوں میں شرعی شرائط کا لحاظ کس حد تک کیا گیا ہے؟ یہ ایک الگ معاملہ ہے... ایک قابلِ تعریف بات یہ ہے کہ قطری حکومت نے عالمی دباؤ کے باوجود اِس موقع پر اسلامی اقدار کا تحفظ کیا ہے، مثلاً:

- ورلڈ کپ کا افتتاح ''غانم المفتاح'' نامی نوجوان نے تلاوتِ قرآنِ مجید سے کیا، یہ نوجوان خود معذور ہے اور اپنی تنظیم کے تحت دنیا بھر کے معذور افراد کو مفت وہیل چیئرز فراہم کرتا ہے۔
- اسٹیڈیم میں وضو اور نماز کے لیے انتظام کیا گیا ہے، بلکہ ایک میچ کے دوران نماز کا وقت ہوا تو میچ روک دیا گیا اور گراؤنڈ میں باجماعت نماز ادا کی گئی۔
- اسٹیڈیم کی قریبی تمام مساجد کو سجایا گیا ہے اور اذانوں کے لیے نہایت خوب صورت آواز والے مؤذنین مقرر کیے گئے ہیں۔
- مختلف ممالک کے مذہبی اسکالرز کو بلوایا گیا ہے؛ تاکہ وہ شرکا کو اسلام کی تبلیغ کریں۔
- ملک کے اہم مقامات کو رسمی سجاوٹ کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ کے مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ مزین کیا گیا ہے؛ تاکہ سیاحت کے لیے آنے والے اسلامی تعلیمات بھی حاصل کریں۔
- مقابلوں کے اسٹیڈیم میں شراب کی فروخت پر مکمل پابندی ہے۔
- میچ دیکھنے کے لیے آنے والی خواتین کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ یورپی طرز پر نیم برہنہ حالت میں نہ آئیں، لباس پہن کر آئیں۔
- جرمنی کی قومی ٹیم جس طیارے پر قطر پہنچی اُس پر ہم جنس پرستوں کا لوگو تھا، قطر نے اُس جہاز کو قبول کرنے سے اِنکار کر دیا، چنانچہ وہ جہاز واپس گیا اور ٹیم دوسرے طیارے میں سوار ہو کر آئی تو اُسے لینڈ کرنے کی اِجازت ملی۔

(تمام اُمور کی تفصیل سوشل انٹرنیٹ پر موجود ہے)

قطر کے اِن اِقدامات پر عـــالمی سطح پہ تنقیـــد ہوئی، بائیکاٹ کی باتیں بھی ہوئیں، بالخصوص یورپی میڈیا اور شہری سیخ پا ہیں...

مگر یہ بات قابلِ تعریف ہے کہ قطـــر نے جرأت کے ساتھ جواب دیا: ہم ورلڈ کپ کے 28 دن کے لیے اپنا مذہب اور اپنی روایات

---

[1] Fédération Internationale de Football Association

نہیں بدل سکتے۔[1] ایک قطری نے یورپ کو جواب دیتے ہوئے ٹویٹ کیا: مغرب کو سمجھ آجانی چاہیے کہ دُنیا میں صرف اُن کی ہی تہذیب نہیں، دوسری تہذیبیں بھی ہیں اور یورپ کو دوسری تہذیبوں کا بھی احترام کرنا چاہیے۔[2]

لمحۂ فکریہ: ہمارے اُوپر مسلط حکمران اور نام نہاد دانشور قوم کے جوانوں کو یہ فکر دیتے ہیں کہ دُنیا کے ساتھ نہ چلے تو ترقی نہیں کر سکیں گے، معیشت بیٹھ جائے گی، مورال گر جائے گا، یہ تأثر پھیلے گا ہم دقیانوسی سوچ والے لوگ ہیں... مگر قطر کے جرأت مندانہ اِقدامات سے واضح ہوتا ہے کہ ترقی کے لیے یورپین کلچر اپنانا اور اپنی روایات کو چھوڑنا ضروری نہیں۔ قطر دُنیا کے امیر ترین ممالک سے ہے، کیا اسلامی تہذیب اختیار کرنے کی وجہ سے اُس کی معیشت بیٹھ گئی ہے؟ ہر گز نہیں۔

جو قوم فکری طور پر غلام بن جائے... دوسروں سے مرعوب ہو کر خود کو کم تر اور دوسروں کو برتر سمجھنے لگے... ذہنی طور پر یہ قبول کرلے کہ دوسروں کی بولی، اُن کا لباس، اُن کا کلچر ہم سے اچھا ہے... ایسی فکری غلام قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ اِس کے برعکس اگر قوم غیرت مند اور بہادر ہو... اُسے اپنی اَقدار، اپنی روایات اور اپنے کلچر پر فخر ہو تو پوری دُنیا جمع ہو کر بھی اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ قطر کے خلاف عالمی سطح پر تنقید ہوئی، کمپین ہوئی، مگر یورپ والے قطر کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے۔

اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا:

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں[3]

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

فکری غلاموں کی حالت بتاتے ہوئے اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا:

اَزْ غُلامے لَذّتِ ایماں مَجو
گرچہ باشَدْ حافظِ قُرآں مَجو[4]

---

[1] وزٹ کیجیے: https://twitter.com/Football__Tweet/status/1514216728229781504?s=20&t=SOVjAVksFtNYFruLHW3ssg

[2] وزٹ کیجیے: https://twitter.com/ChristinaPushaw/status/1594863821436379140?s=20&t=nJqzHUfNT3JcRJwLeqZ8AQ

[3] شمشیر: تلوار۔ یعنی جب کوئی قوم ذہنی طور پر غلام ہو تو نہ اسلحہ کام آتا ہے، نہ تدبیریں اور نہ ہی منصوبہ بندیاں کام آتی ہیں، البتہ ذوقِ یقیں پیدا ہو جائے تو زنجیریں کٹ جاتی ہیں اور منزل کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔

[4] فکری غلام کے بارے میں یہ اُمید نہ رکھنا کہ اُسے ایمان کی چاشنی نصیب ہوگی، وہ حافظِ قرآن ہو تب بھی ایمان کی مٹھاس نہیں پاسکتا۔

حرفِ آخر

بچے کو معلوم نہیں ہوتا کہ "وقت" کتنی قیمتی چیز ہے، چنانچہ وہ ہر وقت کھیل کود میں مصروف رہنا چاہتا ہے... تاہم اگر کھیل کی وجہ سے اُس کی پڑھائی یا دوسرے ضروری کام متاثر ہوں تو اُس کا والد / سرپرست روکے گا، سمجھائے گا، ضرورت پڑے تو سختی بھی کرے گا... بچے کو اپنی کم عقلی کی وجہ سے غصہ آئے گا، کہے گا: "مجھے کھیلنے بھی نہیں دیتے"، وہ مختلف حیلے بہانے بنا کر، نظریں چُرا کر کھیلنے لگے گا... اگر وہ سمجھ جائے اور بڑوں کی بات مان لے تو اس کا فائدہ ہے... اور نہ سمجھے تو اُسی کا نقصان ہے۔

ہماری حالت بھی اِس ناسمجھ بچے کی طرح ہے... ہمیں اپنے وقت کی قدر معلوم نہیں، کھیلوں میں خوش رہتے ہیں... جب کہ ہمارے آقا و مولا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان و شفیق ہیں... وہ ہمیں احساس دلاتے ہیں کہ تمہارا وقت بہت قیمتی ہے، بے فائدہ کاموں، بے مقصد کھیلوں میں ضائع کر دو گے تو تمہارا نقصان ہے.... وہ فرماتے ہیں: «مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلِسًا لَّمْ يَذْكُرُوا اللهَ فِيْهِ، وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ[1] إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً، فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ.» یعنی "لوگ کہیں بیٹھیں، مگر اِس نشست میں نہ ربّ تعالیٰ کا ذکر کریں، نہ ہی اپنے نبیِ کریم پر دُرود و سلام بھیجیں (پورا وقت فضول باتوں اور کاموں میں گزار دیں) تو یہ نشست اُن کے لیے نقصان و حسرت کا باعث ہو گی، اللہ تعالیٰ چاہے تو اُنھیں عذاب دے اور چاہے تو اُنھیں بخش دے۔"

(جامع ترمذی، حدیث:3380)

اب اگر ہم اپنے مشفق و مہربان آقا کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حکم مان جائیں اور وقت کی قدر کریں تو دُنیا و آخرت میں ہمارا فائدہ ہے... لیکن حیلے بہانے کرتے رہیں، کہ ترقی کیسے ہو گی؟ ساری دُنیا یہی کچھ کر رہی ہے! تو اپنا ہی نقصان کریں گے۔

قدر دانِ وقت کی ایسی قدر کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ کو کسی والیٔ ریاست نے پیغام بھیجا: حضور! کبھی احسان کرتے ہوئے میرے پاس تشریف لائیں یا مجھے حاضر ہونے کی اِجازت دیں۔ آپ نے جواباً فرمایا: میرے پاس اللہ تعالیٰ کا عنایت فرمایا ہوا وقت اُسی کی اِطاعت کے لیے ہے، مَیں آپ کی آؤ بھگت کا وقت کہاں سے لاؤں؟

(ماہنامہ النظامیہ، امام احمد رضا نمبر، دسمبر 2018ء، ص:139، مجلس علماء نظامیہ پاکستان)

اسلام تفریح، مہذّب خوش مزاجی اور بافائدہ کھیلوں سے منع نہیں کرتا... خوش اخلاقی، چُستی اور دشمن کے خلاف تیاری اسلامی نقطۂ نظر سے بہت اہم اُمور ہیں... اگر کھیل میں کوئی ذہنی یا جسمانی فائدہ ہو، اُسی فائدہ کے لیے کھیل کھیلا جائے اور اُس میں

---

[1] وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ: أَيْ مَعَ السَّلَامِ عَلَيْهِ. (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج:5، ص:312، دار المعرفة)

کوئی شرعی خرابی بھی نہ ہو تو نہ صرف وہ جائز ہے، بلکہ اچھی نیت پر ثواب بھی ملتا ہے... تاہم بے فائدہ کاموں، فضول باتوں اور بے مقصد کھیلوں کو نہ تو اسلام جائز قرار دیتا ہے اور نہ ہی کوئی عقل مند اِنھیں اچھا سمجھتا ہے۔

وقت کے صحیح استعمال کے لیے ضروری ہے کہ ہم ہر کام منصوبہ بندی کے ساتھ کرنے کی عادت بنائیں، اپنے معاملات کا شیڈول / نظام الاوقات تیار کریں، اہم کاموں کو ترجیح دیں... نماز، علمِ دین، تلاوتِ قرآنِ مجید اور والدین کی خدمت، یہ سب ایسے ضروری کام ہیں جو شیڈول / نظام الاوقات میں سرِ فہرست ہونے چاہییں۔ اگر وقت کی قدر نہ کی جائے تو انسان بہت سے ضروری کام نہیں کر پاتا اور بے مقصد کاموں میں مصروف رہتا ہے۔

کسی شاعر نے بہت خوب صورت فکر دیتے ہوئے کہا:

غافل! تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی

اللہ تعالیٰ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اُمّت کو دینی تقاضے سمجھنے اور اُنھیں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے اور اسلامی تہذیب وثقافت کو دل وجان سے اپنانے کی توفیق سے نوازے۔ ربّ تعالیٰ فقرِ بوذر اور زورِ حیدر کے صدقے میں پاکستان کے نئے آرمی چیف سمیت تمام مسلم حکمرانوں کو دینی غیرت عطا کرے۔ مالکِ کریم تمام پریشان حال مسلمانوں کو خوشیاں عطا فرمائے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۷ جمادی الاُولیٰ ۱۴۴۴ھ / 2 دسمبر، 2022ء

اعتدال و میانہ روی

مشمولات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔۔۔[البقرۃ2:143]

اسلام دینِ اعتدال ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں اعتدال و میانہ روی کا حکم فرماتا ہے... عقائد ہوں یا عبادات، معاملات ہوں یا اخلاق و آداب، اسلامی تعلیمات ہر پہلو سے اعتدال اور توسّط پر ہیں.. دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجیے کہ نبیِ کریم ﷺ کا دینِ متین مکمل طور پر اِفراط (Excessiveness/ Extremism) سے بھی پاک ہے اور تفریط سے بھی... اِس میں نہ تو کسی حد سے تجاوز ہے، نہ ہی کوئی کمی... نہ ضرورت سے زیادہ پابندیاں ہیں، نہ کھلی چھوٹ... نہ بے جا سختی ہے، نہ بے محل نرمی... نہ تو انسان کو دنیا سے لاتعلق کیا گیا ہے، نہ ہی دُنیا دار بننے کی اِجازت دی گئی ہے... نہ غلوّ کو پسند کیا گیا، نہ ہی کوتاہی کو... یعنی اسلام ایسا سیدھا اور اعتدال والا راستہ ہے، جس پر چلنے والا بھٹکنے سے مکمل طور پر محفوظ رہتا ہے اور دُنیا و آخرت میں کامیابی پاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔۔۔[1] آیتِ کریمہ کا تفسیری ترجمہ ہے: ”اور بات یوں ہی ہے کہ اے مصطفیٰ کریم ﷺ کی اُمت! ہم نے تمھیں سب سے افضل اور سب سے زیادہ اعتدال والی اُمت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تم پر نگہبان و گواہ ہوں۔“[البقرۃ2:143]

یعنی خاتم النبیین ﷺ کی اُمت زمانے کے اعتبار سے آخری اُمّت ہے، جب کہ درجے کے اعتبار سے سب سے زیادہ فضیلت اور اعتدال والی ہے، جیسے دائرے میں مرکز، یا ستاروں میں سورج، یا ہار کے درمیان میں بڑا موتی، یا مسجد کا محراب... اِس اُمّت کو ملنے والی شریعت میں ہر چیز ہی درمیانی اور معتدل ہے۔(نور العرفان،بإضافة وتلخيص)

اسلامی تعلیمات سے دُوری کا نتیجہ ہے کہ سب سے زیادہ اعتدال والی اُمّت میں اب اعتدال ختم ہونے کے قریب ہے.. نہ عبادات میں اعتدال ہے، نہ لوگوں کے ساتھ معاملات میں توازن ہے، نہ مال کمانے اور خرچ کرنے میں میانہ روی ہے، نہ ہی کھانے پینے میں توسّط ہے... نجی سطح سے لے کر ریاستی اور قومی و بین الاقوامی سطح تک بے اعتدالیاں اِس قدر ہیں کہ حد سے بڑھنے والے خود کو مُعتدل ثابت کرنے پر تُلے ہوئے ہیں اور کوتاہی برتنے والے بھی میانہ روی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

چنانچہ آج کے خطبہ میں ذکر ہو گا کہ اعتدال کا مفہوم اور اہمیت کیا ہے؟ نیز ہمیں اپنی بے اعتدالی کے خاتمہ کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ ویسے تو ہمارے ہاں بہت سی بے اعتدالیاں پائی جاتی ہیں، قلتِ وقت کے پیشِ نظر خطبہ میں چند کا ذکر کیا جائے گا۔

---

[1] وَاخْتَلَفُوا فِي تَفْسِيرِ الْوَسَطِ وَذَكَرُوا أُمُورًا ۔ أَحَدُهَا: أَنَّ الْوَسَطَ هُوَ الْعَدْلُ...وَالْعَدْلُ هُوَ الْمُعْتَدِلُ الَّذِى لَا يَمِيلُ إِلَى أَحَدِ الطَّرَفَيْنِ... الْقَوْلُ الثَّانِي: أَنَّ الْوَسَطَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خِيَارُهُ....وَاعْلَمْ أَنَّ هٰذِهِ الْأَقْوَالَ مُتَقَارِبَةٌ غَيْرُ مُتَنَافِيَةٍ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ۔ (مفاتيح الغيب[التفسير الكبير])

اعتدال کا مفہوم

ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے، اُس سے آگے بڑھنا "اِفراط" (Excessiveness) وزیادتی ہے اور اُس سے کمی کرنا "تفریط" و کوتاہی ہے... جب کہ اُسی حد میں رہنا "اعتدال" اور "میانہ روی" ہے۔

کسی شے کی "حد" کیا ہے؟ اِس بارے میں شریعت نے مکمل وضاحت فرمادی ہے... شریعت نے ہر چیز سے متعلق بیان فرمادیا ہے کہ کیا ضروری ہے، کیا بہتر ہے، اور کہاں تک اجازت ہے۔ شریعت کی راہ نمائی کے بعد اپنی طرف سے نہ تو کسی تشریح کی ضرورت ہے اور نہ ہی اِجازت ہے۔

چنانچہ بلامبالغہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شریعت پر عمل کرنا اعتدال ومیانہ روی ہے اور شریعت کی خلاف ورزی کرنا اِفراط وتفریط ہے۔

اعتدال کی اہمیت

اعتدال اختیار کرنے اور شریعت پر عمل کرنے سے ربّ تعالیٰ کا قُرب بھی نصیب ہوتا ہے اور دونوں جہان کی کامیابی بھی، جب کہ میانہ روی چھوڑنے اور شریعت کے مقابلے میں اپنی مرضی چلانے سے مالک بھی ناراض ہوتا ہے اور ناکامی بھی مقدر ہو جاتی ہے۔

صاحبِ نعلَین ووِسادہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں سمجھانے کے لیے ایک سیدھی لکیر لگائی، پھر اپنا دستِ مبارک اُس پر رکھ کر فرمایا: «هٰذَا سَبِيْلُ اللهِ.» یعنی "یہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی مثال ہے" (یہ لکیر بالکل سیدھی ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ دینِ اسلام کے عقائد واعمال بھی اعتدال والے ہیں)۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُس سیدھی لکیر کے دائیں بائیں (مُڑنے والی) کچھ لکیریں لگائیں اور اُن کے بارے میں فرمایا: وَهٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِّنْهَا شَيْطَانٌ يَّدْعُوْ إِلَيْهِ. یعنی "یہ دوسرے راستوں (گمراہ فرقوں) کی مثال ہے، اِن میں ہر راستے پر ایک شیطان ہے جو اُس کی طرف بلاتا ہے۔" پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. "(اے محبوب! فرمادیجیے:) بلاشبہ یہ (شریعت) میرا سیدھا راستہ ہے تو اِس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو، ورنہ وہ راستے تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے۔ اللہ تمہیں اِس کی تاکید فرماتا ہے؛ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔" [الانعام6:153] (سنن نسائی کبریٰ، حدیث:11109۔ سنن ابن ماجہ، حدیث:11۔ مسند احمد، حدیث:15277)

معلوم ہوا کہ اعتدال شریعت پر عمل کا ہی نام ہے اور جو کچھ خلافِ شریعت ہے وہ سب اِفراط وتفریط ہے۔

اعمال میں اعتدال

شریعتِ مطہرہ نے کچھ چیزوں کو بہت ضروری قرار دیا ہے اور اُنھیں چھوڑنے کی بالکل اِجازت نہیں دی، اِن چیزوں کو فرض و واجب کہا جاتا ہے... کچھ چیزوں کا حکم دیا ہے، مگر کبھی کبھار چھوڑنے پر زیادہ سختی نہیں فرمائی، اِنھیں سنتِ مؤکدہ کہا جاتا ہے... کچھ چیزیں ایسی ہیں جنہیں لازم تو نہیں کیا، مگر اُنھیں کرنے کا شوق دلایا ہے، یہ سنتِ غیر مؤکدہ، نفل یا مستحب کہلاتی ہیں... اِسی طرح کچھ چیزوں سے بچنے کو بہت ضروری قرار دیا ہے، جنہیں حرام کہتے ہیں... کچھ کو ناپسند کیا ہے، جو مکروہ کہلاتی ہیں... جب کہ کئی چیزوں سے بچنے کو فقط بہتر قرار دیا ہے، یہ خلافِ اولیٰ ہیں۔

اعمال میں اعتدال یہ ہے کہ ہر عمل کو اُس کے درجہ میں رکھا جائے، فرض کو فرض سمجھ کر نہایت پابندی کے ساتھ ادا کیا جائے، اِسی طرح حرام کو حرام سمجھ کر ہر حال میں اُس سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ باقی اُمور کو اُن کے درجہ میں رکھتے ہوئے اُن کی حیثیت کے مطابق عمل یا اجتناب کیا جائے۔ اگر نفل کو فرض سے زیادہ اہمیت دی جائے یا خلافِ اولیٰ کو حرام کا درجہ دیا جائے تو یہ حد سے تجاوز ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیثِ قدسی میں خالقِ کائنات جلّ جلالہ ٗکا یہ ارشادِ مبارک بھی ہے: **وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ**... یعنی ”میرا بندہ جن اعمال کے ذریعے میرا قُرب حاصل کرتا ہے، اُن میں مجھے سب سے زیادہ پسندوہ اعمال ہیں جو میں نے اُس پر فرض کیے ہیں۔“[1] (صحیح بخاری، حدیث:6502) میرے بندے کا فرض ادا کرنا اور حرام سے بچنا مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔

ہماری بے اعتدالی: عصرِ حاضر میں اعمال سے متعلق بھی بہت بے اعتدالی پائی جاتی ہے۔ بہت سے حضرات فرائض میں غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں، جب کہ مستحبات اور نوافل کے پابند نظر آتے ہیں... مثلاً محافل میں بھرپور شرکت کرتے ہیں، لیکن نماز سے لاپرواہی برتتے ہیں... دنیاوی علوم میں کوشش کرتے ہیں مگر دینی فرض علوم سے ناآشنا رہتے ہیں... صدقہ وخیرات کرتے ہیں مگر حج اور زکوٰۃ کا فریضہ ادا نہیں کرتے... لوگوں کی پریشانیاں حل کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں مگر والدین کے حقوق سے غافل رہتے ہیں۔ دوسری طرف ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو سیاست، کھیل اور سوشل میڈیا کے لیے ہر وقت دستیاب ہیں، مگر نماز کے لیے فرصت نہیں۔

---

[1] اِس حدیث پاک کی تشریح میں شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمہ نے لکھا: إِنَّ فائدةَ النوافلِ في الحقيقةِ تكميلُ الفرائضِ وتتميمُ ما وقع فيها مِن النقصانِ، فيكون القربُ الحاصلُ بأداءِ النوافلِ بعد أداءِ الفرائض وتكميلِها بها أتمَّ وأكملَ باجتماعِ القربَيْنِ... (لمعات التنقیح، باب ذکر اللہ عزوجل، الفصل الاول، تحت حدیث:2266) یعنی نوافل فرائض کو مکمل کرنے کے لیے ہوتے ہیں؛ تاکہ فرائض میں جو کوتاہی رہ گئی وہ نوافل سے مکمل ہو جائے۔ جب فرائض بجالانے کے بعد نوافل ادا کیے جائیں تو اُن کے ذریعے حاصل ہونے والا قُرب کامل تر ہو گا۔

محبت و نفرت میں اعتدال

انسان کو اپنی زندگی میں کئی افراد اور چیزوں سے محبت ہوتی ہے، کسی سے ایمانی تعلق کی بنا پر، کسی سے رشتہ داری کے سبب اور کسی سے اِس بنیاد پر کہ اُس سے مفادات وابستہ ہیں۔ اِسی طرح کچھ افراد اور چیزیں ناپسند ہوتی ہیں... کوئی بُرے عقائد اور غلط کردار کی وجہ سے ناپسند ہوتا ہے، کسی سے اِس لیے نفرت ہوتی ہے کہ وہ محبوب کا مخالف ہے اور کوئی نقصان پہنچانے کے سبب دشمن معلوم ہوتا ہے۔ دینِ متین سکھاتا ہے کہ محبت وعقیدت اور نفرت وبغض میں بھی اعتدال اور میانہ روی ہونی چاہیے... نہ تو محبت میں کوئی ایسا کام کرے جس سے شریعت نے منع کیا ہے اور نہ ہی نفرت میں ایسی حرکت کرے جس کی دین اجازت نہیں دیتا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا: «أَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَّا، عَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَّا، وَأَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًا مَّا عَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ حَبِيْبَكَ يَوْمًا مَّا ».یعنی ”اپنے محبوب سے تھوڑی محبت کرو، ہوسکتا ہے کہ کسی دن تمہیں اُس سے نفرت ہو جائے اور اپنے مبغوض سے تھوڑی نفرت کرو، ممکن ہے کہ وہ کسی دن تمہارا محبوب بن جائے۔“(جامع ترمذی:1997)

انسان کی کیفیات اور وقت کے تقاضے بدلتے رہتے ہیں۔ آج جس سے محبت ہے، ضروری نہیں کہ اُس سے ہمیشہ محبت ہی رہے، ممکن ہے کہ آنے والے وقت میں صورتِ حال بدل جائے اور وہی محبوب دشمن بن جائے... اگر حد سے زیادہ محبت تھی تو کل کو شرمندگی بھی ہوگی اور اُس سے نقصان بھی۔ اِسی طرح اگر آج کسی سے نفرت اور اَن بن ہے تو ضروری نہیں ہمیشہ نفرت ہی رہے، ہوسکتا ہے کہ کل کو وہی دشمن محبوب ہو جائے... اگر حد سے زیادہ نفرت تھی تو کل کو اُس سے حیا بھی آئے گی اور پشیمانی بھی ہوگی۔(از فیض القدیر)

ہماری بے اعتدالی: ہماری اکثر پریشانیوں کا سبب یہ ہے کہ نہ محبت کے وقت حد میں رہتے ہیں، نہ نفرت کے وقت اعتدال اختیار کرتے ہیں۔ عموماً میاں بیوی کے درمیان ناچاقی محبت و نفرت میں اعتدال نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے... محبت ہے تو سر پر چڑھالیا، پھر کوئی عادت یا بات ناپسند ہوئی تو بغیر سوچے سمجھے گالی گلوچ اور مار پیٹ شروع یا جھٹ سے تین طلاقیں۔ دوستوں کے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ ہے... محبت بھرے تعلقات ہوں تو ہر راز بتادیا اور ذرا سی اَن بن ہوئی تو جان کے دشمن بن گئے۔ یہی کچھ سیاسی میدان میں بھی ہے... بے چارے سیاسی جیالے آنکھیں بند کرکے یوں اپنے اپنے لیڈرز کے پیچھے چلتے ہیں کہ کبھی سوچتے ہی نہیں کہ لیڈر غلط کہہ رہا ہے یا درست؟ پھر جب عقل آتی ہے کہ ہمیں غلط استعمال کیا جارہا ہے تو سوائے افسوس کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

دینی محبت میں بھی اعتدال ضروری ہے، ورنہ انسان بھٹک جاتا ہے۔ جاہل اور خلافِ شرع کام کرنے والے پیروں کے مرید اندھی عقیدت میں مبتلا ہوتے ہیں اور ہر جائز وناجائز کام میں اپنے پیر کے پیچھے چلتے ہیں۔ پیر اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کرنے کے لیے ہے، اگر اُسے شریعت کی پرواہ نہیں تو وہ اللہ کے قریب نہیں کرسکتا۔ اِسی طرح جن فرقوں نے صحابہ واہلِ بیت علیہم الرضوان کی محبت میں اعتدال نہ رکھا وہ بھٹک گئے، اہلِ سنت اعتدال پر ہیں تو صحابۂ کرام کے بھی غلام ہیں اور اہلِ بیتِ عظام کے بھی نوکر ہیں۔

مال خرچ کرنے میں اعتدال

اسلام ہمیں مال خرچ کرنے میں بھی میانہ روی کا حکم دیتا ہے، جب کہ "بخل" اور "اسراف" سے منع فرماتا ہے۔ جہاں خرچ کرنے کا فائدہ ہو، وُسعت کے باوجود وہاں خرچ نہ کرنا "بخل" ہے، جسے ہم کنجوسی کہتے ہیں۔ مثلاً: زکوٰۃ نہ دینا، صلہ رحمی نہ کرنا، ضروریات میں خرچ کرنے سے کترانا کہ مال کم ہو جائے گا... اور جہاں خرچ کرنا ممنوع ہو یا ضرورت نہ ہو یا خرچ کرنے کا مقصد اچھا نہ ہو وہاں خرچ کرنا "اسراف" ہے، جسے ہم فضول خرچی کہتے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ نے کنجوسی کو بھی ناپسند کیا ہے اور فضول خرچی سے بھی منع فرمایا ہے۔ ہماری تربیت کی گئی ہے کہ یہ بھی پوچھا جائے گا کہ مال کیسے کمایا؟ اور یہ بھی کہ خرچ کہاں کیا؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۔ یعنی "(اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے وہ ہیں) جو خرچ کرتے وقت نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں، نہ کنجوس بنتے ہیں، اور اُن کا شعار اِن دونوں (بخل اور اِسراف) کے درمیان میانہ روی ہوتا ہے۔" [الفرقان 67:25]

ہماری بے اعتدالی: ہماری معاشی مشکلات کی ایک بڑی وجہ خرچ کرنے میں اِسراف اور بے اعتدالی ہے۔ گناہ کے کاموں... گانے باجوں، کھیل کود، عیاشیوں اور اللّے تللّوں میں جتنا کچھ خرچ کر رہے ہیں، وہ ہم جانتے ہیں اور یہ سب فضول خرچی ہے۔ اِسی طرح اپنی واہ واہ کروانے کے لیے، لوگوں سے داد وصول کرنے کے لیے، اپنی دولت دکھانے کے لیے جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے وہ سب بے جا ہے اور قیامت کے دن اِس کا جواب نہیں بن پائے گا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جہاں خرچ کرنا چاہیے وہاں کرتے نہیں، اور جہاں نہیں کرنا چاہیے وہاں بے تحاشا مال کو ضائع کرتے ہیں۔ اگر ہم خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کریں تو بہت سی معاشی مشکلات حل ہو جائیں۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ۔ یعنی "جو میانہ روی کی عادت بنالے وہ کبھی اِفلاس کا شکار (دیوالیہ / فقیر) نہیں ہوتا۔" (مسند احمد، حدیث: 4269، المعجم الکبیر، حدیث: 10118)

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مرفوعاً ہے: مَنِ اقْتَصَدَ أَغْنَاهُ اللهُ، وَمَنْ بَذَّرَ أَفْقَرَهُ اللهُ وَمَنْ تَوَاضَعَ رَفَعَهُ اللهُ، وَمَنْ تَجَبَّرَ قَصَمَهُ اللهُ۔ جو میانہ روی سے خرچ کرے اللہ تعالیٰ اُسے غنی کر دیتا ہے اور جو فضول خرچی کرے اللہ تعالیٰ اُسے فقیر کر دیتا ہے... جو عاجزی کرے اللہ تعالیٰ اُسے (عزت و) بلندی عطا کرتا ہے اور جو تکبر کرے اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل کر دیتا ہے۔" (مسند البزار، حدیث: 946۔ نوادر الاصول، ج: 4، ص: 222، وإسناده ضعيف لكن معناه ثابت)

یہی مضمون دیگر متعدد احادیثِ طیبہ میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے۔

دینی مصارف میں بے اعتدالی: ہمیں دینی اُمور میں خرچ کرنے سے متعلق بھی اعتدال کی بہت ضرورت ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہم دینی ترجیحات کو پسِ پشت ڈال رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو محافل کے انعقاد پر لاکھوں روپے خرچ دیتے ہیں، پیشہ وَر نعت خوانوں / قوّالوں / نقیبوں اور واہ واہ کروانے والے خطیبوں پر نوٹوں کی دفتریاں / کاپیاں نچھاور کر دیتے ہیں، مگر کسی دینی ادارے کو پیش کرنے کی بات آئے، صاحبِ میلاد کا دین سکھانے والے مدارس کو دینا ہو تو سرخ نوٹ پیش کرتے ہوئے بھی اُن کے چہرے پر سرخی آنے لگتی ہے۔ اِسی طرح کئی بزرگانِ دین کے اَعراسِ مبارکہ پر قوالی اور لنگر وغیرہ پر لاکھوں لگا دیے جاتے ہیں، مگر صاحبِ مزار کی تعلیمات عام کرنے کے لیے ایک روپیہ بھی نہیں لگایا جاتا۔

یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ جس مصرف میں خرچ کرنے کا فائدہ زیادہ ہو وہاں ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے، لیکن فائدہ نہ ہو یا نیت اچھی نہ ہو تو ثواب کے بجائے گناہ ہوتا ہے۔ کسی جگہ مسجد کو ضرورت ہو تو مسجد کے لیے پیش کرنے کا ثواب زیادہ ہے، جہاں دینی اِدارے کو ضرورت ہو وہاں اِدارے کے لیے خرچ کرنے کا ثواب زیادہ ہے اور کہیں غریب ضرورت مند ہو تو اُسے دینے کا ثواب زیادہ ہے۔

خرچ کرنے کا سلیقہ سیکھنا ہو تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھا جائے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تین مرتبہ جنت خریدی... جب پانی کی ضرورت تھی تو اُس کا اہتمام کرکے جنت خریدی، جب مسجدِ نبوی میں اِضافہ کی ضرورت تھی تو مسجد کے لیے مال پیش کرکے جنت حاصل کی... اور جس موقع پر مجاہدین کو سامانِ جہاد کی ضرورت تھی تب اِس راستے میں خرچ کرکے جنت بھی پائی اور اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کو راضی بھی کیا۔

حکومتی اخراجات میں بے اعتدالی: ہمارے حکمران قومی خزانے کے ساتھ سوتیلی ماں والا سلوک کرتے ہیں، بلکہ ”مالِ مفت دلِ بے رحم“ والی صورتِ حال ہے۔ اِس بے اعتدالی کا انجام بہت خطرناک ہے۔

سیدنا عَدِی بن عَمِیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، زینتِ بزمِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهُ كَانَ غُلُولًا يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.» یعنی ”ہم نے جسے ذمہ داری سپرد کی، پھر اُس نے سوئی کے برابر یا اِس سے زیادہ کوئی چیز ہم سے چھپائی (معمولی کرپشن کی) تو یہ خیانت ہوگی جو وہ قیامت کے دن لائے گا (اُس کا حساب دے گا)۔“ ایک انصاری صاحب نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ذمہ داری واپس لے لیجیے۔ فرمایا: ”کیا ہوا؟“ عرض کیا: آپ اِس اِس طرح فرما رہے ہیں (بد دیانتی پر سزا کی ایسی سخت وعید سنا رہے ہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَأَنَا أَقُولُهُ الْآنَ، مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ فَلْيَجِئْ بِقَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ، فَمَا أُوتِيَ مِنْهُ أَخَذَ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهَى.» یعنی ”میں اب بھی یہی کہتا ہوں، ہم نے تم میں سے جس شخص کو کوئی عہدہ سپرد کیا، اُسے چاہیے کہ وہ ہر چھوٹی اور بڑی چیز کو لے کر آئے (اور کوئی بد دیانتی نہ کرے)، پھر اُسے جو دے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے منع کیا جائے اُس سے باز رہے۔“ (اگر یہ منظور ہے تو ذمہ داری لے، نہیں نبھا سکتا تو نہ لے) (صحیح مسلم، حدیث: 1833)

پانی کے استعمال میں اعتدال

پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس کے بغیر انسانی زندگی کا تصور بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُکُمۡ غَوۡرًا فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ۔ ”اے حبیب مکرم! آپ فرما دیجیے: بھلا دیکھو تو، اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے (اتنی گہرائی میں چلا جائے کہ تم اُسے نہ نکال سکو) تو تمہیں نگاہ کے سامنے بہتا پانی کون لا کر دے گا۔“ [الملک:30] یعنی یہ فقط رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ تمہیں پانی عطا فرماتا ہے۔

شریعتِ مطہرہ نے دیگر اُمور کی طرح اِس عظیم نعمت کے استعمال میں بھی اعتدال اور میانہ روی کا حکم فرمایا ہے، حتّٰی کہ وضو وغیرہ دینی کاموں میں بے جا پانی استعمال کرنے کی اِجازت نہیں دی۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے آبا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وضو کی کیفیت سے متعلق سوال کیا، نبی رحمت ﷺ نے پانی منگوا کر وضو کر کے دکھایا، پھر فرمایا: «هٰكَذَا الْوُضُوْءُ فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا أَوْ نَقَصَ فَقَدْ أَسَاءَ وَظَلَمَ.» أَوْ «ظَلَمَ وَأَسَاءَ.» ”(کامل) وضو اِس طرح ہے (جیسے ابھی مَیں نے کیا ہے)، جس نے اِس میں کمی بیشی کی (سنت کو پورا نہ کیا یا تین سے زیادہ مرتبہ اعضا کو دھو کر پانی ضائع کیا) اُس نے بُرا کیا اور (اپنے اُوپر) ظلم کیا۔“ (سنن ابی داود، حدیث:135)

دوسری روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے بہتی نہر پر وضو کرنے میں بھی پانی کو ضائع کرنے سے منع فرمایا۔[1]

ہماری بے اعتدالی: اِس وقت پاکستان دُنیا کے اُن پانچ ممالک میں سے ہے جہاں پانی کی شدید قلت ہے۔ زیرِ زمین پانی کی سطح روز بروز گہرائی میں جا رہی ہے... مگر اِس شدید قلت کے باوجود ہم پانی کو بے تحاشا ضائع کرتے ہیں۔ زرعی شعبہ کو دیکھیں تو جو فصل 400 ملی میٹر پانی سے حاصل ہو سکتی ہے، اُس کے لیے 2000 ملی میٹر پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ انڈسٹریز میں پانی کے موزوں استعمال کا کوئی لائحہ عمل نہیں ہے، بڑے بڑے پائپ ہر وقت بہہ رہے ہوتے ہیں۔ یہی صورت حال نجی استعمال کی بھی ہے، گھر، دفتر یا دکان میں نلکا خراب ہو جائے اور پانی ایسی جگہ ضائع ہو رہا ہو جہاں عمارت کو نقصان کا خدشہ نہیں، تو ہفتوں تک وہ خراب ہی رہتا ہے۔ ٹینکی بھر کر گھنٹوں بہتی رہے تو بھی ہمیں کوئی افسوس نہیں ہوتا۔ ہاتھ دھونے کے لیے نلکا کھولتے ہیں تو صابن لگانے سے ٹوتھ برش کرنے تک نلکا کھلا ہی رہتا ہے۔ کھانے پینے کی اکثر دکانوں کے باہر وقفے وقفے سے یوں پانی چھڑکا جاتا ہے، جیسے یہ کوئی ثواب کا کام ہو۔ گاڑیوں اور موٹر سائیکلز کو دھونے کے لیے کئی من پانی استعمال کرتے ہیں، حالانکہ یہ شرعی تقاضوں کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ قانونی طور پر بھی جرم ہے۔

---

[1] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِسَعْدٍ وَّهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَقَالَ: «مَا هٰذَا السَّرَفُ؟» فَقَالَ: أَفِي الْوُضُوْءِ إِسْرَافٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ وَإِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهْرٍ جَارٍ.» (سنن اَبی داود، رقم الحدیث:425)

حرفِ آخر

اسلام صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) اور نہایت مُعتدِل دین ہے، یہ ہمیں عقائد وعبادات اور معاملات وآداب، سبھی میں میانہ روی کا حکم دیتا ہے۔ اِس اُمّت کو سرکارِ دو عالم ﷺ کی نسبت سے ملنے والے امتیازات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ اُمّت سب سے افضل اور سب سے زیادہ اعتدال والی ہے۔

متعدد قرآنی آیات میں مسلمانوں کو اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً:

- کھانے پینے سے متعلق ارشاد ہے: وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۔ ”اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو پسند نہیں۔“ [الاعراف 7:31] سبحان اللہ! کیسا جامع کلام ہے کہ ”حد سے نہ بڑھو“ فرما کر کسی بھی طرح سے شریعت کے خلاف کرنے سے منع فرما دیا۔
- حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو کچھ نصیحتیں فرمائیں، وہ ایسی شان دار نصیحتیں ہیں کہ باری تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اُن کا ذکر فرمایا۔ ارشاد ہے: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۔ ”اور کسی سے بات کرنے میں (تکبر کی وجہ سے) اپنا چہرہ نہ پھیرو (بلکہ عاجزی سے پیش آؤ) اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چلو، یقیناً اللہ کسی اکڑنے والے، تکبر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا ۝ اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو (نہ بہت تیز چلو، نہ بہت سست) اور اپنی آواز کچھ نیچی رکھو (شور کرنے اور چیخنے چلانے سے بچو)، بے شک سب سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے (گدھے کی آواز بلند ہونے کے باوجود ناپسندیدہ ہے؛ لہٰذا ضرورت سے زیادہ اُونچا بولنا کوئی فضیلت والی بات نہیں، ناپسندیدہ ہے)۔“ [لقمان 31:18، 19]

اعتدال اور میانہ روی کیا ہے؟ شریعت نے جس چیز کے لیے جو حد مقرر کی ہے اُس حد میں رہنا اعتدال ہے۔ یوں کہہ لیجیے کہ شریعت کی پابندی کرنا ہی میانہ روی ہے، یہی صراطِ مستقیم ہے اور مسلمان نمازوں کی ہر رکعت میں اِسی کی دُعا مانگتا ہے۔ اِسی سیدھے راستے سے متعلق ارشادِ ربانی ہے: اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ [ہود 11:56] ”بے شک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔“ (جو اُس کا قرب چاہتا ہو وہ شریعت پر چلے، اُسے ربّ تعالیٰ کی خاص رحمت نصیب ہو جائے گی)

بعض لوگ دینی اُمور سے متعلق غیرت مند نہیں ہوتے، دین کے خلاف کوئی بات ہو تو نہ اُسے روکنے کی کوشش کرتے ہیں، نہ ہی اُن کے دل میں گھٹن اور پریشانی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، کہتے ہیں: ہم اعتدال پسند ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنی غلط فہمی دُور کر لینی چاہیے، دین کے حوالے سے کمزوری کا مظاہرہ کرنا اعتدال نہیں، بے حمیتی ہے... جہاں دینی تقاضا یہ ہو کہ محبت بھرے پیغام سے

دل جیت لیا جائے وہاں ایسا کرنا اعتدال ہے اور جب دینی تقاضا یہ ہو کہ دشمنانِ اسلام کو اپنی طاقت دکھائی جائے تو سیدنا ابو دُجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اسلحہ لہرانا اور اکڑ کر چلنا بھی اعتدال ہی ہے۔ جہاں شریعت سر جھکا کر چلنے کا حکم دے وہاں سر جھکانا میانہ روی ہے اور جب یہ حکم ملے کہ حالتِ احرام میں، مسجدِ حرام کے اندر، بیت اللہ شریف کے سامنے طواف کرتے ہوئے رَمل کرو اور پہلوانوں کی طرح چلو تو اب ربّ کے گھر میں ایسے چلنا ہی میانہ روی ہے۔

اِسے قیامت کی ایک علامت بھی کہا جا سکتا ہے کہ جو اُمّت سب سے زیادہ اعتدال والی تھی، اب وہ ہر طرح سے بے اعتدالی کا شکار ہے۔ کسی سے محبت وعقیدت ہو یا نفرت و دشمنی، شریعت کی پاسداری کا خیال نہیں کرتے... مال کمانے اور خرچ کرنے کے حوالے سے بھی میانہ روی اختیار کرنا تو کہاں، جانتے ہی نہیں کہ میانہ روی کیا ہوتی ہے... پانی سمیت قدرت کی انمول نعمتیں بے دردی کے ساتھ ضائع ہو رہی ہیں... قومی خزانے سے متعلق حکمرانوں کی بے اعتدالی کا ذکر کرتے ہوئے شرم سے سر جھک جاتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ انفرادی واجتماعی طور پر خود کو شریعت کا پابند بنائیں اور ہر کام میں اعتدال و میانہ روی اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے میں اُمّت کو دینی تقاضے سمجھنے اور اُنھیں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اعتدال پسندی اور میانہ روی کی توفیق سے نوازے اور ہر طرح کی بے اعتدالی سے محفوظ فرمائے۔ ربّ تعالیٰ فقرِ بوذر اور زورِ حیدر کے صدقے میں پاکستانی حکام سمیت تمام مسلم حکمرانوں کو دینی غیرت عطا کرے۔ مالکِ کریم تمام پریشان حال مسلمانوں کو خوشیاں عطا فرمائے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۴ ۱ جمادی الاُولیٰ،۱۴۴۴ھ / 9 دسمبر،2022ء

دیانت داری

تعارف، اہمیت وفضیلت، شان دار مثالیں اور حصول کا ذریعہ

(بین الاقوامی یومِ انسدادِ بدعنوانی کی مناسبت سے)

مشمولات

- بددیانتی... قیامت کی نشانی
- سرکاری خزانے میں دیانت
- امانت ودیانت کا مفہوم
- بدعنوانی کا سدِّباب... دین سے مضبوط تعلق
- مال ادا کرنے میں دیانت
- افراد کے انتخاب میں دیانت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔ [المؤمنون 8:23]

"ایمان" امانت داری کا نام ہے اور "اسلام" مسلمانوں کو اپنی تمام ذمہ داریاں دیانت داری (Honesty) کے ساتھ پوری کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادات ہوں یا بندوں کے ساتھ معاملات... نبیِ کریم ﷺ کے احکام کی پاسداری ہو یا بزرگوں کی تعلیمات پر عمل... گھریلو ذمہ داریاں ہوں یا دفتری اُمور... نجی سطح کے کام ہوں یا سرکاری ڈیوٹی... اسلام تربیت فرماتا ہے کہ مسلمان کو تمام اُمور اِس جذبے سے سر انجام دینے چاہییں کہ روزِ قیامت امانت و دیانت سے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہ ہونا ہے۔

نبیِ کریم ﷺ نے جہاں دیانت داری کی بے مثال تعلیم دی ہے، وہاں آپ کی سیرتِ طیبہ میں امانت داری کا نور یوں چمکتا ہے کہ اعلانِ نبوّت سے پہلے جب ہر طرف ظلم و جہالت کی تاریکی تھی، اُس وقت بھی تمام لوگ محبوبِ خدا ﷺ کو صادق و امین کہتے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت سے صحابۂ کرام علیہم الرضوان، پھر تابعین نے دیانت داری کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ قیامت تک اُمّتِ مسلمہ بجا طور پر اُن پہ فخر کرتی رہے گی۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کا ایمان کمزور ہوتا گیا اور امانت کم ہوتی گئی، حتّٰی کہ امانت و دیانت کی وہ صورتِ حال پیدا ہوئی جو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی بیان فرمائی تھی کہ لوگ بد دیانت ہو جائیں گے۔ رازدارِ رسول ﷺ سیدنا حُذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیثِ پاک میں سرکارِ دوعالم ﷺ کا یہ اِرشاد بھی ہے: فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ، فَلَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ. فَيُقَالُ: إِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَّجُلًا أَمِيْنًا۔ یعنی "لوگ آپس میں تجارت (اور دوسرے معاملات) کریں گے، مگر کوئی بھی امانت ادا نہیں کرے گا، (دیانت دار لوگوں کی تعداد اتنی کم ہو جائے گی کہ) کہا جائے گا: فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار شخص ہے۔"

نیز فرمایا: وَيُقَالُ لِلرَّجُلِ: مَا أَعْقَلَهٗ! وَمَا أَظْرَفَهٗ! وَمَا أَجْلَدَهٗ! وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيْمَانٍ۔ یعنی (لوگ دین داری اور امانت و دیانت سے غافل ہو کر دنیاداری اور چالاکی کے ایسے گرویدہ ہو جائیں گے کہ بجائے تقویٰ و امانت اور علم و فضیلت کے اِنہی چیزوں کا تذکرہ کیا جائے گا) "کسی شخص کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ کتنا عقل مند ہے! کیسا حسین ہے! کتنا بہادر ہے! حالانکہ اُس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہو گا۔" (صحیح بخاری، حدیث:6497، صحیح مسلم، حدیث:143)

ہر سال 9 دسمبر کو دُنیا بھر میں یومِ انسدادِ بد عنوانی (International Anti-Corruption Day) منایا جاتا ہے۔ اِس مناسبت سے آج کے خطبہ میں دیانت داری سے متعلق اسلامی تعلیمات کا تذکرہ ہو گا۔

امانت و دیانت کا مفہوم

عام طور پر ”امانت داری“ و ”دیانت داری“ کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسی شخص کے پاس رقم یا کوئی چیز حفاظت کے لیے رکھی جائے تو وہ بغیر خیانت کے واپس کر دے... جب کہ شریعتِ مطہرہ میں امانت و دیانت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ شرعی نقطۂ نظر سے ”امانت داری“ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکام اور اُن کی امانتیں بھی شامل ہیں، لوگوں کی جان و مال اور عزت کا تحفّظ بھی شامل ہے، اپنے منصب کے تقاضے پورے کرنا بھی شامل ہے اور اپنی پاک دامنی و عصمت کی حفاظت بھی شامل ہے۔

استاذ اپنے شاگردوں کی تعلیم کے حوالے سے امین ہے... شیخِ طریقت اپنے مریدوں کی روحانی تربیت اور سیدھی راہ بتانے کے بارے میں امین ہے... خطیب قرآن و سنت کا پیغام صحیح طریقے سے پہنچانے میں امین ہے... مُنصِف (جج) عدل و انصاف پر مبنی فیصلہ کرنے میں امین ہے... میڈیا واقعات کی درست رپورٹنگ میں امین ہے... والدین اپنی اولاد کی ضروریات پوری کرنے، دینی تربیت کرنے اور اچھے اخلاق سکھانے کے حوالے سے امین ہیں... انتظامیہ و حکومت اپنے دائرۂ کار کے مطابق ذمہ داریوں کے حوالے سے امین ہے... فوج سرحدوں کی حفاظت سے متعلق امین ہے۔

اگر استاذ تدریس کا اہل ہی نہ ہو یا جان بوجھ کر شاگردوں کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی کرے تو وہ اپنے منصب سے خیانت کرنے والا ہے... صحافی بغیر تحقیق کے خبریں نشر کرے تو یہ اُس کے حق میں بدعنوانی ہے... تاجر اپنے گاہک کو بتائے کچھ اور، دے کچھ اور تو یہ اُس کی بددیانتی ہے... حکومتی ذمہ دار اپنے منصب کا ناجائز استعمال کرے تو یہ اُس کی کرپشن ہے۔ غرضیکہ فقط مالی خیانت ہی بددیانتی نہیں، بلکہ جس کی جو ذمہ داری ہے اگر وہ اُسے پورا نہ کرے تو یہ بددیانتی و بدعنوانی ہے۔[1]

سیدنا فَضَالہ بن عُبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث پاک کے مطابق جانِ عالم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر یہ بھی فرمایا: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالْمُؤْمِنِ؟ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ...» ”مَیں تمہیں بتاؤں کہ مومن کون ہے؟ ”مومن“ وہ ہے جسے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کے بارے امین سمجھیں (لوگوں کو اُس کی دیانت داری پر اتنا بھروسا ہو کہ وہ کہیں کہ یہ نہ تو کسی کو جانی نقصان پہنچائے گا اور نہ ہی کسی کے مال میں خیانت کرے گا)۔“ (المستدرک علی الصحیحین، حدیث:24)

”مومن“ امان سے ہے اور امان کا معنی ہے ”محفوظ ہو جانا“۔ مومن کا معنی تب صادق آئے گا جب اُسے کہنے کی ضرورت نہ پڑے کہ مَیں کسی کو نقصان نہیں دیتا، بلکہ لوگ کہیں: یہ امین و دیانت دار ہے۔

---

[1] والمجالاتُ الّتي تدخل فيها الأمانةُ كثيرةٌ، منها: الدّينُ والأعراضُ والأموالُ والأجسامُ والأرواحُ والمعارفُ والعلومُ والولايةُ والوِصايةُ والشّهادةُ والقضاءُ والكتابةُ ونقلُ الحديثِ والأسرارُ والرّسالاتُ والسّمعُ والبصرُ وسائرُ الحواسّ، ولكلّ واحدةٍ من التّفصيلِ ما يناسبها۔ (نضرة النعيم في أخلاق الرسول الكريم)

مال ادا کرنے میں دیانت

زندگی بھر انسان کا مختلف لوگوں سے لین دین رہتا ہے اور اُس پر کئی طرح کی مالی ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں... تجارت، اِجارہ، ودیعت اور مضاربت وغیرہ سب مالی معاملات ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان کو دیگر اُمور کی طرح مال ادا کرنے کے حوالے سے بھی مکمل دیانت دار ہونا چاہیے۔

بنواسرائیل کے ایک شخص کی دیانت: تاج دارِ ختمِ نبوت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُمّت کی تربیت کے لیے بعض اوقات گزشتہ اُمّتوں کے حسین واقعات بھی بیان فرماتے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیثِ مبارک کا خلاصہ ہے کہ رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تذکرہ فرمایا: بنواسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے سے ایک ہزار دینار قرض مانگا۔ اُس نے کہا: گواہ لاؤ۔ قرض لینے والے نے کہا: كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ دینے والے نے کہا: ضامن لاؤ۔ اُس نے کہا: كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ضمانت کافی ہے۔ دینے والے نے اُسے سچا قرار دیا اور وقتِ مقرر تک کے لیے ایک ہزار دینار (سونے کے سکّے) دے دیے۔

قرض دار نے سمندر کا سفر کیا اور اپنی ضرورت پوری کی۔ پھر ادائیگی کا وقت آنے پر اُس نے کشتی تلاش کی؛ تاکہ اُس پر سوار ہو کر جائے اور وقتِ مقرر پر قرض واپس کرے، مگر اُسے کشتی نہ ملی۔ چنانچہ اُس نے ایک لکڑی میں سوراخ کر کے ایک ہزار اشرفیاں اور قرض خواہ کے نام ایک خط اُس میں ڈالا... اور سوراخ کو اچھی طرح بند کر دیا۔ پھر سمندر کے پاس آکر کہا: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّيْ كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِيْنَارٍ، فَسَأَلَنِيْ كَفِيْلًا، فَقُلْتُ: كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا فَرَضِيَ بِكَ، وَسَأَلَنِيْ شَهِيْدًا، فَقُلْتُ: كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا فَرَضِيَ بِكَ، وَأَنِّيْ جَهَدْتُّ أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِيْ لَهٗ فَلَمْ أَقْدِرْ، وَإِنِّيْ أَسْتَوْدِعُكَهَا ۔ یعنی اے اللہ! تُو جانتا ہے کہ مَیں نے فلاں شخص سے قرض مانگا، اُس نے ضامن کا مطالبہ کیا تو مَیں نے کہا: اللہ کی ضمانت کافی ہے۔ چنانچہ وہ تیری کفالت پر راضی ہو گیا... اور اُس نے گواہ کا مطالبہ کیا، میں نے کہا: اللہ کی گواہی کافی ہے، چنانچہ وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا۔ اِلٰہی! مَیں نے پوری کوشش کی ہے کہ مجھے کوئی کشتی مل جائے تو مَیں اُسے اُس کا حق پہنچادوں، مگر کشتی نہیں ملی۔ خُدایا! اب یہ تیرے حوالے ہیں۔ چنانچہ اُس نے دینار اور خط والی لکڑی دریا میں ڈال دی۔ پھر وہ واپس آکر مسلسل کشتی تلاش کرتا رہا۔

دوسری طرف قرض خواہ باہر آکر دیکھتا رہا کہ شاید کسی کشتی پر اُس کا مال آیا ہو، اچانک اُس کو وہی لکڑی ملی جس میں مال تھا، اُس نے گھر میں جلانے کے لیے اُسے لے لیا۔ جب لکڑی کو چیرا تو اُس میں اشرفیاں اور خط مل گئے۔

پھر قرض لینے والا بھی (کچھ دنوں بعد) ایک ہزار دینار لے کر آگیا اور اُسے بتایا کہ قسم بخدا! میں مسلسل کوشش کرتا رہا کہ کوئی کشتی مل جائے؛ تاکہ تمہارا مال تمہارے پاس لاؤں، مگر آج سے پہلے کوئی کشتی نہیں ملی۔ قرض خواہ نے کہا: آپ نے میری طرف کوئی چیز بھیجی تھی؟ کہا: میں بتارہاہوں کہ اِس سے پہلے مجھے کوئی کشتی ملی ہی نہیں۔ قرض خواہ نے کہا: فَإِنَّ اللهَ قَدْ أَدّٰى عَنْكَ الَّذِيْ بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ۔ لکڑی میں جو آپ نے ایک ہزار دینار بھیجے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے پہنچادیے ہیں۔ یہ اپنی ایک ہزار اشرفیاں لے کر بامراد واپس تشریف لے جایئے۔

(صحیح بخاری، کتاب الکفالۃ، باب الکفالۃ فی القرض...، حدیث:2291)

دورِ حاضر کا ایک امین شخص: امیر المجاہدین شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کو اپنے جن اساتذہ سے نہایت عقیدت تھی، اُن میں سے ایک شیخ الحدیث مولانا قاضی محمد رشید نقشبندی علیہ الرحمہ بھی ہیں۔ موصوف نے طویل عرصہ عالمِ اسلام کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریسی فرائض انجام دیے اور یکم ستمبر 1997ء کو وصال فرمایا۔

امیر المجاہدین اُن کی ایمان داری اور اخلاص سے بے حد متاثر تھے۔ وہ فرماتے تھے: ایک مرتبہ اُنھوں نے کہیں تشریف لے جانا تھا اور مَیں بھی اُن کے ہمراہ تھا، ریلوے اسٹیشن پہنچے تو ٹرین روانہ ہورہی تھی، ہم چلتی ٹرین میں سوار ہوگئے، خیال تھا کہ سفر کے دوران چیکر سے ٹکٹ لے لیں گے، مگر راستے میں ٹکٹ چیک کرنے والا بھی کوئی نہ آیا، چنانچہ اپنی منزل پر پہنچ کر ٹرین سے اُتر گئے۔

اگلے دن آپ نے مجھے فرمایا: مولانا خادم حسین! ریلوے اسٹیشن جاؤ اور کل جس ٹرین پر سفر کیا تھا اُسی ٹرین کے دو ٹکٹ لے آؤ۔ مَیں لایا تو آپ نے وہ دونوں ٹکٹ میرے سامنے پھاڑ دیے اور فرمایا: کل ہم نے بغیر ٹکٹ کے سفر کیا تھا، اِس پریشانی میں گزشتہ رات مجھے نیند نہیں آئی، چلو شکر ہے کہ محکمہ ریل کو اُن کی امانت پہنچ گئی۔ (ماہنامہ النظامیہ، امیر المجاہدین نمبر[دسمبر:2020ء]، ص:117)

ہماری بددیانتی: مالی حقوق سے متعلق بددیانتی عام ہے۔ کرایہ دار اپنا کرایہ ادا کرنے کے حوالے سے مالک کو پریشان کردیتے ہیں، بلکہ بعض اوقات مالک بن بیٹھتے ہیں... قرض دار اپنے قرض خواہ کے لیے دردِ سر بن جاتے ہیں، بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ قرض خواہ تنگ آکر اپنے قرض کا مطالبہ ہی چھوڑ دے... سیٹھ لوگ اپنے ملازمین کی تنخواہیں بہت کم رکھتے ہیں، پھر بر وقت دیتے بھی نہیں... مالی بدعنوانی کے لیے جھوٹی دستاویزات بنالی جاتی ہیں... حتّٰی کہ مال ہتھیانے کے لیے لڑائی اور قتل تک کی نوبت آن پہنچتی ہے۔

ہماری بددیانتی کی صورتِ حال بعینہٖ وہی ہوتی جارہی ہے، جس سے متعلق حدیثِ نبوی کا مفہوم ہے کہ "لوگ آپس میں تجارت (اور دوسرے معاملات) کریں گے، مگر کوئی بھی امانت ادا نہیں کرے گا، (دیانت دار لوگوں کی تعداد اتنی کم ہوجائے گی کہ) کہا جائے گا: فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار شخص ہے۔"

افراد کے انتخاب میں دیانت

اسلام سکھاتا ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی ذمہ داری سپرد کرنے کے لیے منتخب کیا جائے تو یہ انتخاب ذاتی تعلق یا مفاد وغیرہ کی بنیاد پر نہیں ہونا چاہیے، بلکہ تمام تعلقات اور مفادات سے بالاتر ہو کر ایسے شخص کو منتخب کیا جائے جو منصب کا اہل ہو اور اُس منصب کی ذمہ داریاں بہترین طریقے سے سرانجام دے سکے۔ سربراہِ مملکت سے لے کر معمولی نوکر تک... ذمہ داروں کا تقرّر اِسی طرح ہونا چاہیے۔ جو شخص اپنے تعلق یا مفاد وغیرہ کی خاطر میرٹ کے خلاف چناؤ کرتا ہے اُس کے لیے سخت وعید ہے۔

بدترین بددیانتی: راز دارِ رسول ﷺ سیدنا حُذیفہ بن یَمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا: أَيُّمَا رَجُلٍ اِسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى عَشَرَةِ أَنْفُسٍ[1] عَلِمَ أَنَّ فِي الْعَشَرَةِ أَفْضَلَ[2] مِمَّنِ اسْتَعْمَلَ فَقَدْ غَشَّ اللهَ وَغَشَّ رَسُوْلَهٗ وَغَشَّ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ. یعنی ”جس نے کچھ افراد پر ایک شخص کو ذمہ دار بنایا، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اُن میں (اِس ذمہ داری کے لیے) اُس سے بہتر شخص موجود ہے تو بلاشبہ اُس نے (اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کر کے) اللہ تعالیٰ سے بھی خیانت کی، اللہ کے رسول ﷺ سے بھی بددیانتی کی اور مسلمانوں سے بھی بدعنوانی کا مرتکب ہوا۔ (الجامع الصغير، رقم الحديث: 5040، إسنادهٗ ضعيف لكن لهٗ شواهد)

نااہلوں کو منصب دینا قیامت کی نشانی: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ گفتگو فرما رہے تھے، اِس دوران ایک شخص نے حاضر ہو کر پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے گفتگو جاری رکھی۔ پھر بات مکمل کرنے کے بعد فرمایا: ”قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟“ اس نے عرض کی: مَیں حاضر ہوں۔ فرمایا: «فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ» ”جب امانت کو ضائع کیا جانے لگے گا تو قیامت کا انتظار کرنا۔“ اُس نے پوچھا: امانت کیسے ضائع کی جائے گی؟ فرمایا: «إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِ أَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ.» یعنی ”جب نااہلوں کو منصب دیے جائیں گے تو قیامت کا انتظار کرنا۔“ (صحیح بخاری، حدیث: 59)

ہماری بددیانتی: ہمارے معاشرے میں ذمہ داروں کے چناؤ سے متعلق بدعنوانی عروج پر ہے۔ حکومتیں اپنے سیاسی جیالوں کو ایسے عہدوں پر فائز کر دیتی ہیں جن کے بارے میں تجربہ تو دُور کی بات ہے اُنھیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ذمے داری ہے کیا... اِسی بدعنوانی کا نتیجہ ہے کہ اِداروں کا حال بے حال ہے... بلکہ اگر ہم اپنے گریبان میں جھانکیں کہ الیکشن کے موقع پر جب ہم ووٹ کاسٹ کرتے ہیں تو اُس وقت کیا ہم یہ سوچتے ہیں کہ جسے ووٹ دیں گے وہ اور اُس کی پارٹی اسلام اور ملک کی کتنی وفادار ہے؟ اگر سوچتے تو یہ حال نہ ہوتا جو آج دیکھ رہے ہیں۔

---

[1] أَيْ جَعَلَهٗ أميرًا على طائفةٍ، وَلَوْ قليلةً جدًّا، كعشرةٍ. (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت الحديث)

[2] والمرادُ بالأفضليّةِ: حسنُ القيامِ بأمرهم والعدلُ فيهم والذبُّ عنهم وَحِيَاطَتُهم مما يَحُوْطُ به نفسَهٗ. (التنوير، تحت الحديث)

سرکاری خزانے میں دیانت

قرآن وسنت میں تربیت فرمائی گئی ہے کہ جو لوگ کسی بھی سرکاری منصب پر فائز ہیں اُنھیں مسلمانوں کے مال / قومی خزانے سے متعلق نہایت دیانت داری سے کام لینا چاہیے۔ اگر وہ امین بنیں تو بے پناہ ثواب کما سکتے ہیں، لیکن بدعنوان بنیں تو آخرت میں سخت سزا کے مستحق ہوں گے۔

سیدنا ابوموسیٰ عبد اللہ بن قیس اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ الْخَازِنَ الْأَمِينَ الَّذِي يُعْطِي مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهِ نَفْسُهُ حَتَّى يَدْفَعَهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ لَهُ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ.» مفہوم: ”وہ امانت دار خزانچی جو حکم کے مطابق پورا مکمل خوش دلی سے خرچ کرے اُسے بھی صدقہ کرنے والے کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے۔“
(سنن ابوداوٗد، حدیث:1684، صحیح مسلم، حدیث:1023، صحیح بخاری، حدیث:1438)

حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ قومی خزانے پر مقرر افراد اگر خزانے کو دیانت داری کے ساتھ غربا کی فلاح وبہبود کے لیے خرچ کریں تو جتنے ارب، کھرب اُنھوں نے خرچ کیا، ظاہر ہے کہ یہ اپنی جیب سے نہیں تھا، مگر صحیح مقام پر خوش دلی سے پورا پورا خرچ کرنے کے سبب اُنھیں یہ تمام رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

بہترین مثال: حضرت عُروَہ بن محمد بن عَطِیّہ سعدی جُشمی رحمۃ اللہ علیہ 20 سال تک یمن کے گورنر رہے، سلیمان بن عبد الملک کے دور میں اُنھیں گورنر بنایا گیا، سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور میں، پھر آپ کے بعد بھی وہ اِسی منصب پر فائز رہے۔ آپ کے دادا سیدنا عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابیِ رسول ﷺ ہیں۔

آپ کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ گورنر کی حیثیت سے یمن میں تشریف لائے اُس وقت اُن کے پاس ایک تلوار اور قرآن مجید کا ایک نسخہ تھا۔ اُنھوں نے یمن میں داخل ہوتے ہوئے فرمایا: يَا أَهْلَ الْيَمَنِ! هٰذِهِ رَاحِلَتِي، فَإِنْ خَرَجْتُ بِأَكْثَرَ مِنْهَا فَأَنَا سَارِقٌ۔ اے اہلِ یمن! یہ میری سواری ہے، جب میں اپنا عہدہ چھوڑ کر واپس جاؤں گا، اگر اُس وقت میرے پاس اِس کے علاوہ کچھ ہو تو مَیں چور ہوں (مسلمانوں کے مال میں بد دیانتی کرنے والا ہوں)۔

چنانچہ بیس سال بعد 103ھ میں جب اُنھیں یمن کی ذمہ داری سے ہٹایا گیا تو دُنیا نے عجیب منظر دیکھا۔ علی بن مدینی کہتے ہیں: وَلِيَ عُرْوَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْيَمَنَ عِشْرِيْنَ سَنَةً، وَخَرَجَ حِيْنَ خَرَجَ وَمَعَهُ سَيْفٌ وَّمُصْحَفٌ۔ بیس سال تک گورنر رہنے کے بعد جب عُروَہ یمن سے تشریف لے جا رہے تھے تو اُن کے پاس صرف وہی ایک تلوار اور قرآنِ مجید کا نسخہ تھا۔

(تہذیب الکمال فی أسماء الرجال، ج:20، ص:34، 35، مؤسسۃ الرسالۃ۔ تاریخ مدینۃ دمشق، ج:40، ص:290، دار الفکر)

بدعنوانی کا سدِّباب... دین سے مضبوط تعلق

اِس وقت دُنیا بھر میں بدعنوانی بڑھ رہی ہے، یہی صورتِ حال مسلم ممالک کی ہے، بدعنوانی کے سدِّباب کے لیے مختلف ذرائع پر غور کیا جاتا ہے اور کرپشن کنٹرول کرنے کے لیے کئی اِدارے قائم کیے جاتے ہیں... مگر افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ کرپشن کے خاتمے کے لیے بنائے جانے والے اِدارے خود کرپشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔

کوئی بھی عقل مند شخص اِس حقیقت کا اِنکار نہیں کر سکتا کہ برائی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ انسان کا ضمیر ہوتا ہے... اگر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو، قیامت کے روز جواب دہ ہونے کا ڈر ہو، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے شرمندگی کا اِحساس ہو تو انسان تنہائی میں بھی بددیانتی نہیں کرتا اور بغیر کسی ادارے کے کرپشن سمیت تمام برائیوں کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے... لیکن اگر خدانخواستہ انسان دین سے دُور ہو جائے اور خوفِ خدا نہ رہے تو سرِعام کرپشن ہوتی ہے اور کوئی اِدارہ اُس پر قابو نہیں پاسکتا۔

بے مثال دیانت: ہجرتِ نبویہ کے سولھویں سال سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایران فتح ہوا، یہاں سے مسلمانوں کو شاہی خزانہ اور دیگر بے پناہ مالِ غنیمت ملا۔ مجاہدین نے تمام چیزیں اتنی امانت و دیانت کے ساتھ اپنے سپہ سالاروں تک اور پھر مدینہ منوّرہ تک پہنچائیں کہ اُس کا تذکرہ پڑھنے اور سننے سے عقل دنگ رہ جاتی ہے، بلا مبالغہ چشمِ فلک نے دیانت داری کی ایسی عظیم الشان مثال کم ہی دیکھی ہوگی۔

اِسی موقع کا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے حضرت ابوعُبیدہ عنبری علیہ الرحمہ کہتے ہیں: ہم مالِ غنیمت جمع کر رہے تھے کہ ایک صاحب نہایت قیمتی سامان لائے، اتنا قیمتی سامان پہلے ہمارے پاس نہیں تھا، سب لوگ اُس سپاہی کی دیانت داری پر حیران تھے کہ صادق وامین نبیِ مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تربیت کے فیض سے اِتنی قیمتی چیزیں دیکھ کر اِس کی نیت خراب نہیں ہوئی۔ اُس سے پوچھا گیا: هَلْ أَخَذْتَ مِنْهُ شَيْئًا؟ کیا تم نے اپنے لیے اِس میں سے کچھ لیا ہے؟ اُس نے کہا: أَمَا وَاللهِ لَوْلَا اللهُ مَا أَتَيْتُكُمْ بِهِ۔ یعنی (میں نے اپنے لیے تو ایک سوئی بھی نہیں رکھی) اللہ کی قسم! اگر خوفِ خدا نہ ہوتا تو میں یہ تمہارے پاس لاتا ہی نا۔ یہ جملہ سن کر سبھی مجاہدین اُس سے متأثر ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہ کوئی عظیم الشان بندہ ہے۔ اُس سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اُس نے کہا: لَا وَاللهِ! لَا أُخْبِرُكُمْ، لِتَحْمَدُوْنِيْ وَلَا غَيْرَكُمْ، لِيُقَرِّظُوْنِيْ وَلٰكِنِّيْ أَحْمَدُ اللهَ وَأَرْضٰى بِثَوَابِهِ۔ یعنی اللہ کی قسم! میں کسی کو بھی اپنا تعارف نہیں کرواؤں گا، مجھے کسی سے تعریف اور داد کی ضرورت نہیں، اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے اِس کارِ خیر کی توفیق دی، مَیں اُس کی بارگاہ سے ملنے والے اجر و ثواب پر خوش ہوں اور وہی مجھے کافی ہے... وہ صاحب یہ بات کہہ کر چلے گئے۔

مجاہدین نے اُن کا کھوج لگانے کے لیے ایک شخص کو اُن کے پیچھے بھیجا، وہ صاحب اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے تو اُس نے اُن کے ساتھیوں سے اُن کا تعارف پوچھا، اُنھوں نے بتایا کہ یہ عامر بن عبد قیس ہیں، علیہ الرحمہ۔

(تاريخ الرسل والملوك[تاريخ طبرى]سنة ست عشرة، ذكر ما جمع من فيء أهل المدائن، ج:4، ص:19، دار المعارف)

یہ وہی عامر بن عبد قیس تمیمی عنبری علیہ الرحمہ ہیں جن کے تذکرہ نگاروں نے لکھا کہ وہ دن بھر قرآنِ مجید کی تعلیم دیتے تھے، رات کو عبادت میں مصروف رہتے تھے، میدانِ جہاد میں بھی پیش پیش ہوتے تھے اور اُن کا دل دُنیا کی محبت سے بالکل پاک تھا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج:4، ص:15، مؤسسۃ الرسالۃ)

جب امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے شاہِ ایران کِسرٰی کے کنگن، اس کی تلوار، نیز موتیوں اور جواہرات سے مزین دیگر اشیا پیش کی گئیں تو آپ نے مجاہدین کی حوصلہ افزائی کے لیے اظہارِ حیرت کیا کہ ایران سے یہ سامان چلا اور مدینہ پاک پہنچا مگر ایک بھی موتی کم نہیں ہوا۔ فرمایا: إِنَّ قَوْمًا أَدَّوْا هٰذَا لَأُمَنَاءُ (وفی روایۃ: لَذَوُوْ أَمَانَةٍ)۔ یعنی وہ مجاہدین یقینی طور پر بہت امین اور دیانت دار ہیں جنہوں نے یہ خزانے بیت المال میں جمع کرائے ہیں۔

امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر مولَی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: إِنَّكَ عَفَفْتَ فَعَفَّتْ رَعِيَّتُكَ، وَلَوْ رَتَعْتَ لَرَتَعَتْ۔ امیر المؤمنین! آپ خود دیانت دار ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی رعایا کو بھی دیانت دار بنا دیا ہے، اگر آپ بد عنوانی کرتے اور کرپٹ ہوتے تو رعایا بھی بد دیانت ہو جاتی۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج:7، ص:78، دار احیاء التراث العربی۔ تاریخ مدینۃ دمشق، ج:44، ص:343، دار الفکر)

لمحۂ فکریہ: اِن مجاہدین کی نگرانی کے لیے نہ تو کوئی فورس تھی، نہ کیمرے تھے اور نہ ہی کوئی اور ذریعہ تھا... اِن کی دیانت فقط اِس وجہ سے تھی کہ اُن کا دین سے تعلق مضبوط تھا۔ آج اِدارے بھی ہیں، فورسز بھی ہیں، کیمرے بھی ہیں، حساب کتاب کے لیے جدید سوفٹ ویئرز وغیرہ بھی ہیں، مگر ہر طرف بد عنوانی ہی بد عنوانی ہے؛ کیونکہ ہمارا دین سے تعلق کمزور ہے۔ اگر حکومتیں بد دیانتی پر قابو پانا چاہتی ہیں تو دینی ماحول کو فروغ دیں۔ اگر دینی ماحول میسّر آجائے تو مومن بہت جلد صادق و امین بن جاتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بد عنوانی سے نفرت مومن کی فطرت میں شامل فرمائی ہے۔

سیدنا ابو اُمامہ صُدَیّ باہلی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ۔ مفہوم یہ کہ "فطری طور پر مومن صادق و امین ہوتا ہے... دیگر بُرے اوصاف مومن کی فطرت میں شامل ہو سکتے ہیں، مگر جھوٹ اور بد دیانتی مومن کی فطرت و پیدائش میں شامل نہیں ہو سکتے۔" (مسند احمد: 22170) یہ ہمیشہ عارضی ہوتے ہیں، بُری صحبت وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں؛ لہٰذا مومن کو چاہیے کہ جھوٹا اور بد عنوان نہ بنے، یہ شانِ ایمان کے خلاف ہیں۔ (مرآۃ المناجیح)

حرفِ آخر

صادق وامین ہونا ایمان والوں کے امتیازی اوصاف میں سے ہے اور بد عنوانی منافقوں کا کام ہے۔ کامیاب اور کامل مومنین کی خوبیاں ذکر کرتے ہوئے باری تعالیٰ جلّ مجدہٗ نے اِرشاد فرمایا: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ...''(کامیابی پانے والے مسلمانوں کے اوصاف میں سے ہے کہ) وہ اپنی امانتوں اور عہد کی پاسداری کرنے والے ہیں۔''

آج بین الاقوامی یومِ انسدادِ بد عنوانی (International Anti-Corruption Day) ہے۔ بد عنوانی مومن کو زیب نہیں دیتی، چنانچہ ہمیں چاہیے کہ

⇐ دین کے ساتھ تعلق مضبوط کریں۔

⇐ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہ ہونے کا احساس بیدار کریں۔

⇐ بزرگوں کی دیانت داری کے شان دار واقعات کو پڑھیں / سنیں۔

یوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہمیں بھی امانت و دیانت کی توفیق نصیب ہو گی اور ایمان بھی ترقی پائے گا۔

اللہ تعالیٰ مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے میں اُمّتِ مسلمہ کے افراد کو صادق وامین بنائے اور اپنے اپنے مناصب کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے... ہمیں ہر طرح کی بد عنوانی سے محفوظ فرمائے۔ ربّ تعالیٰ فقرِ بوذر اور زورِ حیدر کے صدقے میں پاکستانی حکام سمیت تمام مسلم حکمرانوں کو دینی غیرت عطا کرے۔ مالکِ کریم تمام پریشان حال مسلمانوں کو خوشیاں عطا فرمائے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

۲۱ جمادی الاُولیٰ ۱۴۴۴ھ / 16 دسمبر، 2022ء

عربی زبان سے محبت اور اُس کے تقاضے

(عالمی یومِ عربی زبان کی مناسبت سے)

مشمولات

- قوّتِ گویائی، زبانوں کا اختلاف اور عربی زبان کی برتری
- عربی سے محبت ایمانی تقاضا ہے
- عربی سے محبت کا تقاضا... درست تلفظ سیکھنا
- عربی سے محبت کا تقاضا... درست پڑھنا اور لکھنا
- عربی سے محبت کا تقاضا... روز مرہ گفتگو میں ماثور الفاظ بولنا
- عربی سے محبت کا تقاضا... دوسری زبانوں سے مرعوب نہ ہونا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ۔ [یوسف2:12]

اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس نے انسان کو بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ قوتِ گویائی انسان کو دیگر حیوانات سے ممتاز کرتی ہے... بہت سے جانوروں کی دیگر جسمانی قوتیں انسانوں سے بڑھ کر ہیں، مگر جو فصیح زبان اور واضح کلام اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کیا ہے وہ دوسرے حیوانوں کو نصیب نہیں... یہ خوبی صرف انسان میں ہی ہے کہ وہ اپنے دل میں آنے والے خیالات کو خوب صورت الفاظ کے ذریعے آسانی سے سمجھا سکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ۔ ایک تفسیر کے مطابق آیتِ کریمہ کا ترجمہ یوں ہے: "رحمٰن نے انسان کو پیدا کیا اور اُسے قوتِ گویائی (بولنے کی طاقت) سے نوازا۔" [الرحمٰن55:3،4]
اللہ تعالیٰ کی اِس نعمت کا احساس کرنا ہو تو کچھ لمحات کے لیے غور کیجیے کہ اگر انسان کو بولنے کی قوت نہ ملتی تو کیا صورتِ حال ہوتی!

یہ بھی قدرت کی عظیم نشانی ہے کہ انسانوں کو مختلف زبانیں/بولیاں (Languages) عطا ہوئی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِكُمۡ وَاَلۡوَانِكُمۡ۔ یعنی "آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا مختلف ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔" [الروم30:22] اس آیت مبارکہ میں غور وفکر کی دعوت ہے کہ اے انسانو! تم سبھی ایک ہی باپ جناب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، مگر کوئی عربی بولتا ہے، کوئی فارسی اور کوئی پنجابی تو کوئی سرائیکی، وغیرہ ... ایسے ہی تم اپنے رنگوں پر غور کرو کہ کوئی گورا ہے، کوئی کالا اور کوئی گندمی... نیز انسانوں کی تعداد اربوں میں ہونے کے باوجود کسی کا رنگ، چہرہ اور نقش دوسرے سے پورا پورا نہیں ملتا، ہر ایک دوسرے سے جُدا ہی نظر آتا ہے، حتیٰ کہ کسی انسان کے ہاتھوں کی انگلیوں کی لکیریں دوسرے انسان کی لکیروں سے نہیں ملتیں۔ یہ قدرتِ خداوندی کی عظیم نشانی ہے کہ تمام انسان ایک ہی باپ کی اولاد ہیں، مگر اُن کی بولیاں، رنگ اور جسمانی ساخت آپس میں مختلف ہیں۔

سبھی بولیاں قدرت کی نشانیاں ہیں اور خالقِ کائنات کی عطا ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے فضیلت عطا فرماتا ہے۔
چنانچہ تمام زبانوں میں سب سے اعلیٰ و عمدہ، سب سے وسیع و محبوب اور ہمیشہ باقی رہنے والی زبان "عربی" ہے۔

اگرچہ عربی ہماری مادری زبان نہیں، بلکہ ہم تقریباً سبھی ایسے ہیں جنہیں عربی بول چال تو کیا، اُس کی سمجھ ہی نہیں آتی، مگر کئی نسبتوں کی وجہ سے ہمیں عربی زبان سے محبت ہے اور بہت پختہ محبت ہے۔

18 دسمبر عربی زبان کا عالمی دن (World Arabic Language Day) ہے، عربی زبان سے ہماری محبت زندگی بھر کے لیے ہے... تاہم اِس دن کی مناسبت سے آج عربی سے محبت اور اُس کے کچھ تقاضوں کا ذکر ہو گا۔

عربی سے محبت ایمانی تقاضا ہے

عربی زبان کو اگر اِس پہلو سے دیکھا جائے کہ وہ دُنیا کی سب سے عمدہ اور وسیع و فصیح زبان ہے تب بھی وہ اِس قابل ہے کہ اُس سے محبت کی جائے اور علم و فن کے شوقین اُسے سیکھیں، مگر مسلمان کو عربی زبان سے ایمانی محبت ہونی چاہیے اور اِس کی کئی وجوہات ہیں۔

قرآن کی زبان: عربی زبان سے اِس لیے بھی محبت ہونی چاہیے کہ قرآنِ مجید عربی میں ہے۔

قرآنِ مجید کی شان بلند وبالا ہے۔ یہ جس کا کلام ہے وہ تمام جہان کا خالق ہے... لانے والے جبریلِ امین علیہ السلام تمام فرشتوں سے افضل ہیں... جس رسولِ مکرم ﷺ پر نازل ہوا وہ پوری مخلوق میں سب سے بلند شان والے ہیں... اور جس زبان میں نازل ہوا وہ تمام زبانوں سے اعلیٰ و عمدہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ o عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ o بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ۔ یعنی ”بلاشبہ اِس قرآن کو تمام جہانوں کے ربّ نے روشن عربی زبان میں آپ کے دل پر نازل کیا؛ تاکہ آپ ڈر سنانے والوں میں سے ہو جائیں، اِسے روحِ امین لائے۔“[الشعراء26:192-194]

ایک دوسری آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کے عربی ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ ”بے شک ہم نے اِس قرآن کو عربی نازل فرمایا؛ تاکہ تم سمجھو۔“[یوسف12:2]

مصطفیٰ کریم ﷺ کی زبان: ہمارے آقا کریم ﷺ کو بطورِ معجزہ مختلف زبانوں کی سمجھ عطا ہوئی، حتّٰی کہ آپ جانوروں کی بولیاں بھی سمجھتے ہیں، مگر جس زبان کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا کریم ﷺ کی عمومی گفتگو کے لیے منتخب فرمایا وہ عربی زبان ہے۔ اِس نسبت سے بھی ہر مسلمان کو عربی سے محبت ہونی چاہیے اور خود جانِ عالم ﷺ نے اِس کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: أَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ: لِأَنِّيْ عَرَبِيٌّ وَّالْقُرْآنَ عَرَبِيٌّ وَّكَلَامَ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ۔ ”عرب کے ساتھ تین وجہ سے محبت کرو: کیوں کہ مَیں عربی ہوں (اور محبوب کی نسبتیں بھی محبوب ہوتی ہیں)، قرآنِ مجید عربی ہے اور جنتیوں کی زبان عربی ہے۔“

(المستدرک علی الصحیحین، حدیث:6999۔ شعب الایمان، حدیث:1364۔ المعجم الاوسط، حدیث:۵۵۸۳[1])

اہلِ جنت کی زبان: درج بالا روایت کی روشنی میں علما نے لکھا کہ جنت میں تمام جنتی عربی بولا کریں گے، یہ بھی وجہِ محبت ہے۔

---

[1] وقد وردتْ أخبارٌ كثيرةٌ في حبِّ العربِ يَصيرُ الحديثُ بمجموعِها حسنًا۔ (كشف الخفاء ومزيل الإلباس لأبي الفداء إسماعيل بن محمد العجلوني الدمشقي، ج:1، ص:64، المكتبة العصرية)

مزید وجوہات: عربی سے "ایمانی محبت" کے لیے اِن تین باتوں میں سے ہر ایک تنہا کافی ہے، مگر اِس زبان کو اِن کے علاوہ بھی کئی فضیلتیں حاصل ہیں:

- عربی متعدد انبیائے کرام علیہم السلام کی زبان ہے۔
- ہم تک دینِ اسلام پہنچانے والے اور پوری دُنیا میں اسلام کا جھنڈا لہرانے والے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی زبان عربی ہے۔
- قبر کے سوالات وجوابات عربی میں ہوں گے۔(مرقاۃالمفاتیح، تحت حدیث:6006)
- یہ وہ واحد زبان ہے جو مرنے کے بعد ہر شخص کو خود بخود آجائے گی۔(جاءالحق، ملخصًا)
- دین کے اُصول وفروع عربی زبان میں (لکھی گئی کتابوں کے اندر محفوظ) ہیں۔(بہارِ شریعت، ج:3،ح:16، ص:653، م:8)

نسبت کی قدر: انسان جس سے محبت کرتا ہو اُس کی نسبتیں بھی پیاری لگتی ہیں۔ مسلمان تمام مخلوق سے زیادہ آقا کریم ﷺ سے محبت کرتا ہے، چنانچہ اُسے آپ ﷺ کی ہر نسبت عزیز ہوتی ہے۔

امامِ اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ نے عرب کے ساتھ محبت کا خوب اِظہار کیا:

تابِ مرآتِ سَحَر گردِ بیابانِ عرب	غازۂ روئے قمر دُودِ چراغانِ عرب [1]
اللہ اللہ بہارِ چمنستانِ عرب	پاک ہیں لَوثِ خزاں سے گُل ورَیحانِ عرب [2]
صدقے ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار	کچھ عجب رنگ سے پھولا ہے گلستانِ عرب
حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں	سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مَردانِ عرب
کوچے کوچے میں مہکتی ہے یہاں بُوئے قمیص	یُوسُفِستان ہے ہر اِک گوشۂ کِنعانِ عرب [3]
میٹھی باتیں تری دینِ عجمِ ایمانِ عرب	نمکیں حُسن ترا جانِ عجم شانِ عرب
دل وہی دل ہے جو آنکھوں سے ہو حیرانِ عرب	آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جو دل سے ہوں حیرانِ عرب
کرمِ نعت کے نزدیک تو کچھ دُور نہیں	کہ رضائے عجمی ہو سگِ حسّانِ عرب
ہشت خُلد آئیں وہاں کسبِ لطافت کو رضا	چار دن برسے جہاں ابرِ بہارانِ عرب [4]

---

[1] تاب: چمک۔ مرآت: شیشہ۔ سَحَر: صبح کا وقت۔ بیابان: جنگل۔ غازہ: خوب صورتی کے لیے چہرے پر ملا جانے والا پاؤڈر۔ دُود: دھواں۔ یعنی صبح کی چمک صحرائے عرب کے گرد وغبار سے ہے اور عرب کے چراغوں کا دھواں چاند کے چہرے کا حسن بڑھانے والا پاؤڈر ہے۔

[2] لَوث: عیب۔ یعنی سبحان اللہ! گلستانِ عرب کی بہار کا کیا کہنا! عرب کے گلاب اور پھول موسمِ خزاں میں مُرجھانے کے عیب سے پاک ہیں۔

[3] یعنی جناب یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوش بُو ایک کنعان شہر میں آئی تھی، عرب کا ہر گوشہ مصطفیٰ کریم ﷺ کی خوش بُو سے مہک رہا ہے۔

[4] یعنی اے رضا! جہاں چند دن عرب کے موسمِ بہار کی بارش ہو جائے وہاں آٹھوں جنتیں عمدگی حاصل کرنے کے لیے حاضر ہو جائیں۔

عربی سے محبت کا تقاضا... درست تلفظ سیکھنا

عربی زبان سے محبت ایمانی تقاضا ہے اور ایمان کی چاشنی تبھی نصیب ہوتی ہے جب اُس کے تقاضے پورے کیے جائیں۔ چنانچہ ایمان کی ترقی اور اُس کی مٹھاس پانے کے لیے ہمیں عربی سے محبت کو مزید پختہ کرنا چاہیے۔

کسی بھی چیز کے ساتھ محبت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، عربی سے محبت کے بھی تقاضے ہیں، ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم عربی الفاظ کو صحیح طریقے سے ادا کرنا سیکھیں؛ تاکہ قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ اور دعائیں وغیرہ صحیح پڑھ سکیں۔

قرآنی حکم: قرآنِ مجید کی تلاوت سے متعلق ارشادِ ربّانی ہے: وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۔ (ایک تفسیر کے مطابق ترجمہ ہے:) ”اور ہم نے قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھنے کا حکم دیا۔“[الفرقان 32:25] دوسری آیتِ کریمہ میں ہے: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۔ ”اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔“[المزمل 4:73] مفسرین نے لکھا کہ مراد یہ ہے: ہر لفظ کا مخرج صحیح ادا کرو، حرکات اور مدّوں کا لحاظ کرو اور جہاں وقف ہے وہاں وقف کرو۔

صحیح تلفظ کی اہمیت: عربی کا صحیح تلفّظ سیکھنا اِس لیے بھی ضروری ہے کہ عربی میں فقط زبر، زیر کے فرق سے... بلکہ بعض اوقات فقط حرکت کو کھینچنے (حرفِ مدّہ بنا دینے) سے بھی معنیٰ اُلٹ ہو جاتا ہے۔ مثلاً نماز میں ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جاتے ہوئے أَللّٰهُ أَكْبَرْ کہتے ہیں، اگر کسی نے یہ لفظ صحیح طرح نہ پڑھا، بلکہ "أَللّٰه" یا "أَكْبَرْ" کے الف کو لمبا کرکے آللّٰہُ یا آكْبَرْ پڑھا یا "ب" کے بعد الف بڑھا کر "أَكْبَارْ" پڑھا نماز ٹوٹ جائے گی... اور تکبیرِ تحریمہ میں یہ غلطی کی تو نماز شروع ہی نہیں ہوگی۔

(بہارِ شریعت، ج:1، ح:3، ص:614، ملخصًا)

ہماری حالتِ زار: ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ بلا مبالغہ 90٪ یا اِس سے زیادہ لوگ قرآنِ مجید کو صحیح تلفظ کے ساتھ نہیں پڑھتے، اِس سے بھی بڑھ کر افسوس ناک بات یہ کہ ہمیں اِس بات کا شعور ہی نہیں کہ قرآنِ مجید کا صحیح تلفظ سیکھنا اور اُسے صحیح پڑھنا فرضِ عین ہے۔[1] اگر قرآنِ مجید کو صحیح نہ پڑھا جائے تو ثواب کے بجائے گناہ ملتا ہے... جس طرح نماز چھوڑنا گناہِ کبیرہ ہے، اِسی طرح قرآن مجید کا صحیح تلفظ نہ سیکھنا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔

کتنی عجیب بات ہے کہ ہم عصری تعلیم، اِنگلش لینگویج اور کمپیوٹر وغیرہ کے مختلف کورسز کرتے ہیں اور اِن کے لیے بھاری فیسیں بھی ادا کرتے ہیں، مگر بغیر کسی فیس کے قرآنِ پاک کا صحیح تلفّظ سیکھنے کے لیے وقت نہیں نکال سکتے۔

---

[1] فتاوٰی رضویہ، ج:6، ص:343، ملخصًا، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ

تقریباً ایک سو سال پہلے صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے لکھا تھا: آج کل عام لوگ اِس میں مبتلا ہیں، کہ غلط پڑھتے ہیں اور (صحیح تلفّظ سیکھنے کی) کوشش نہیں کرتے ان کی نمازیں باطل ہیں۔ (بہارِ شریعت، ج:1، ح:3، ص:571)

قُربِ قیامت کا حال: رازدارِ رسول ﷺ سیدنا حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ عالم ﷺ نے فرمایا: «اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا، وَإِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ أَهْلِ الْفِسْقِ وَأَهْلِ الْكِتَابَيْنِ، فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ مِنْ بَعْدِيْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ. مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ وَقُلُوْبُ مَنْ يُعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ». (شعب الایمان، حدیث:2649) یعنی "قرآنِ مجید کو عربوں کے لہجے میں اور اُن کی آوازوں میں پڑھو (تاکہ تلفظ صحیح رہے)... اور فاسقوں کے لہجوں (ان کی طرزوں) میں نہ پڑھو اور نہ ہی یہود و نصاریٰ کے لہجوں میں پڑھو۔ بلاشبہ میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآنِ مجید کو گانوں کی دُھنوں اور نوحوں کی طرز پر پڑھیں گے، قرآنِ مجید ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا (اُن کا پڑھنا قبول نہیں ہوگا)، اُن کے اپنے دل بھی فتنہ میں مبتلا ہوں گے اور اُن کی حالت پسند کرنے والوں کے دل بھی فتنہ زدہ ہوں گے۔ (تشریح ماخوذ از فیض القدیر)

عربی سے محبت کا تقاضا... درست پڑھنا اور لکھنا

عربی زبان سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ مسلمان عربی رسم الخط میں لکھے ہوئے الفاظ کو صحیح پڑھ بھی سکے اور عربی میں لکھنا پڑے تو لکھ بھی سکے۔ عربی کو صحیح طریقے سے لکھنے اور پڑھنے کی معرفت اِس لیے ضروری ہے کہ کسی عربی لفظ کے آخر میں آنے والے اِعراب (زَبَر، زیر، پیش) سے بھی اُس کا معنیٰ اور حیثیت معلوم ہوتی ہے، اگر اُسے ختم کر دیا جائے یا بدل دیا جائے تو معنیٰ معلوم نہیں ہو سکتا، بلکہ کئی مرتبہ معنیٰ اُلٹ ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آیتِ کریمہ «صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ» کا ترجمہ ہے: "(اے اللہ! ہمیں) اُن لوگوں کے راستے پر (چلا) جن پر تُو نے احسان فرمایا۔" اگر اِسے یوں پڑھا جائے: «صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ» تو معنیٰ ہو گا: اُن لوگوں کا راستہ جن پر مَیں نے احسان کیا۔ حرکات کے ذریعے معنیٰ کی ادائیگی صرف عربی زبان میں ہی ہوتی ہے۔

اِسی لیے علما نے لکھا: قرآنِ کریم کو عربی رسم الخط کے ساتھ رسمِ قرآنی (رسمِ عثمانی) میں لکھنا فرض ہے اور انگریزی یا رومن وغیرہ کسی بھی دوسری زبان یا دوسرے رسم الخط میں لکھنا حرام ہے۔[1] بلکہ دوسرے اہم عربی الفاظ مثلاً «السلام علیکم»، «الحمد للہ» اور «إن شاء اللہ» وغیرہ کو بھی عربی رسم الخط میں ہی لکھنا چاہیے۔

ہماری حالت تو یہ ہے کہ بہت سی ڈگریاں رکھنے والے حضرات کو عربی میں سلام لکھنے کا طریقہ نہیں آتا، حالانکہ نہ تو عربی رسم الخط میں الفاظ لکھنا مشکل ہے اور نہ ہی جدید ذرائع، فون وغیرہ میں عربی کی بورڈ (keyboard) شامل کرنا مشکل ہے۔

---

[1] دار الافتاء جامعہ نعیمیہ، فتوی کوڈ: 20,322/21، مجریہ مؤرخہ: 29/06/2001

عربی سے محبت کا تقاضا... روزمرہ گفتگو میں مأثور الفاظ بولنا

نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جہاں عبادات، معاملات اور دیگر اُمور سکھائے ہیں، وہاں روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والے الفاظ بھی تعلیم فرمائے ہیں۔ عربی سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم اپنی بول چال میں نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سکھائے ہوئے عربی الفاظ استعمال کیا کریں، یوں سنت پر عمل کرکے روزانہ مفت میں ڈھیروں نیکیاں بھی حاصل کرسکتے ہیں۔ مثلاً:

⇐ Good Morning /Good Night کے بجائے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ لکھنے اور کہنے کی عادت ڈالیں۔ سیدنا عمران بن حُصین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُسے جواب دیا، وہ بیٹھ گیا تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «عَشْرٌ۔» "اِس کے لیے دس نیکیاں ہیں۔" پھر دوسرے شخص نے حاضر ہو کر کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُسے بھی جواب سے نوازا، وہ بیٹھ گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «عِشْرُوْنَ۔» "اِس کے لیے بیس نیکیاں ہیں۔" پھر تیسرا شخص آیا اور کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُسے بھی جواب دیا، وہ بیٹھ گیا تو فرمایا: «ثَلَاثُوْنَ۔» "اِس کے لیے تیس نیکیاں ہیں۔" (سنن ابوداود، حدیث: 5195)

⇐ چھینک کے وقت مسنون کلمات کہنے کی عادت اپنائیں۔ احادیثِ طیبہ کا خلاصہ ہے کہ جب کسی شخص کو چھینک آئے تو اُسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا چاہیے۔ اگر چھینکنے والا یہ کہے تو سننے والے پر واجب ہے کہ فوری طور پر جواباً اِتنی آواز سے «یَرْحَمُكَ اللّٰہ» کہے کہ چھینکنے والا سُن لے۔ پھر چھینکنے والا کہے: یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ۔ (اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری بخشش فرمائے) یا یہ کہے: یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ۔ (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست فرمائے)۔ (بہارِ شریعت، ج:3، ص:474)

⇐ کوئی بات پسند آئے تو Very Good یا Great یا زبردست کے بجائے سُبْحٰنَ اللّٰہ، مَاشَاءَ اللّٰہ کہنے کی عادت اپنائیں۔

⇐ کسی کا شکریہ ادا کرنے کے لیے Thank you کے بجائے جَزَاكَ اللّٰہُ خَیْرًا کہا کریں۔

⇐ Ok کے بجائے إِنْ شَاءَ اللّٰہ کہنے کو معمول بنائیں۔ اِس کا قرآنِ مجید نے حکم دیا ہے۔

⇐ By By کے بجائے فِیْ أَمَانِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ سے برکت حاصل کیا کریں۔

⇐ مختلف احادیثِ طیبہ میں مذکور دُعائیں پڑھنے کی عادت بنا کر دونوں جہان کی برکتیں سمیٹیں۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی سوچے انگریزی الفاظ بولنے میں کیا حرج ہے، اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ دورِ جاہلیت میں نیک خواہشات کے اِظہار کے لیے ایک دوسرے کو أَنْعَمَ اللّٰہُ بِكَ عَیْنًا وَّأَنْعِمْ صَبَاحًا (یعنی صبح بخیر/ شب بخیر، Good Morning /Good Night) کہا جاتا تھا، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِن الفاظ سے منع فرما کر سلام کہنے کا حکم فرمایا۔ (سنن ابوداود، حدیث: 5227)

عربی سے محبت کا تقاضا... دوسری زبانوں سے مرعوب نہ ہونا

مادری زبان سے ہر انسان کو فطری طور پر محبت ہوتی ہے، اِس ناطے سے ہمیں اُردو زبان اچھی لگتی ہے اور لگنی بھی چاہیے، نیز پاکستان میں مختلف علاقائی زبانیں بھی بولی جاتی ہے اور اُن علاقوں میں رہنے والے اپنی اپنی بولی سے محبت کرتے ہیں اور کرنی چاہیے۔ عربی سے ہمارا ایمانی تعلق ہے، چنانچہ عربی سے محبت بھی اِس تعلق کے مطابق ہونی چاہیے... مزید اگر کسی زبان کو ضرورت کے مطابق اچھی نیت سے سیکھا جائے تو منع نہیں، تاہم انگریزی یا کسی اور زبان سے مرعوب(Terrified) ہو جانا اور یہ سمجھنا کہ وہ بہت اعلیٰ زبان ہے، یہ ہر گز درست نہیں۔ اگر کوئی زبان اِس قابل ہے کہ اُسے جاننے کو فخر کے لائق سمجھا جائے اور شوق سے سیکھا جائے تو وہ عربی زبان ہے، باقی زبانیں فقط ضرورت کے تحت سیکھنی چاہییں۔

حضرت عطا بن دینار علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لَا تَعَلَّمُوْا رَطَانَةَ الْأَعَاجِمِ وَلَا تَدْخُلُوْا عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ كَنَائِسِهِمْ يَوْمَ عِيْدِهِمْ؛ فَإِنَّ السَّخْطَةَ تَنْزِلُ عَلَيْهِمْ ۔ یعنی (بلا ضرورت) عجمیوں کا کلام (اُن کی زبان) مت سیکھو اور غیر مسلموں کے تہواروں میں شرکت نہ کرو؛ کیونکہ اُن پر لعنت اُترتی ہے (اگر تم اُن کے ساتھ شریک ہوگے تو تم بھی نحوست میں مبتلا ہو جاؤ گے)۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم: 18861)

ایک موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ شریف کا طواف کر رہے تھے، آپ نے سنا کہ دو افراد عجمی زبان میں گفتگو کر رہے ہیں، آپ نے اُن کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: «اِبْتَغِيَا إِلَى الْعَرَبِيَّةِ سَبِيْلًا ۔» یعنی عربی کا اہتمام کرو (دوسری زبانوں پر محنت کی ضرورت نہیں)۔ (مصنف عبد الرزاق، حدیث: 9793)

اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان اپنے افکار، کردار اور تہذیب و تمدن میں سب سے منفرد ہوں۔ اُن کی چال ڈھال، رسم و رواج، تہذیب و سیاست خالص اسلامی رنگ میں ہو، اُنہیں اپنے دین اور اُس کی تعلیمات پر فخر ہو اور وہ کسی بھی غیر مسلم قوم، اُن کی تہذیب، اُن کی دولت و عشرت حتّٰی کہ اُن کی زبان اور بولی سے بھی متأثر اور مرعوب نہ ہوں۔

افسوس کہ اس وقت اکثر مسلمان کفار سے متأثر نظر آتے ہیں۔ زبان اور بولی کو ہی لیجیے! اکثر پاکستانی انگریزی سے ایسے مرعوب ہیں کہ اتنی محنت اپنی قومی اور مادری زبان کے لیے نہیں کرتے جتنی انگریزی کے لیے کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو قرآنِ مجید تو صحیح طور پر پڑھنا نہیں جانتے، مگر انگریزی بولنے کو اپنے لیے فخر سمجھتے ہیں، دین سیکھنے کے لیے اُن کے پاس وقت نہیں مگر انگریزی ایسے ہے جیسے یہی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہو۔

ہر چیز اپنے درجہ میں اچھی لگتی ہے، ضرورت کو بھی ضرورت ہی کے درجہ میں رکھنا چاہیے، فخر نہیں بنانا چاہیے۔

حرفِ آخر

ہم ربّ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ اُس نے ہمیں دیگر بے شمار نعمتوں کے ساتھ ساتھ قوّتِ گویائی عطا فرمائی، عربی قرآن عطا کیا اور اُس ہستی کا اُمّتی بنایا جو عرب وعجم کے سردار ہیں...اُس کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ وہ اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں جنت الفردوس میں عربی زبان کی بہار دیکھنا بھی نصیب فرمائے۔

ہمیں بھی اُس منظر کا انتظار ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ نے فرمایا:

شادیٔ حشر ہے، صدقے میں چُھٹیں گے قیدی
عرش پر دھوم سے دعوتِ مہمانِ عرب

18 دسمبر عربی زبان کا عالمی دن (World Arabic Language Day) ہے، اِس مناسبت سے عربی زبان کے بارے میں کچھ گفتگو کی گئی۔

مختلف نسبتوں کی وجہ سے عربی زبان سے محبت ایمان کا تقاضا ہے، ہر مسلمان کو عربی سے محبت ہونی چاہیے اور فقط زبانی، کلامی نہیں، بلکہ عملی طور پر ہونی چاہیے۔ عربی سے محبت کا تقاضا ہے کہ

⇐ عربی کا صحیح تلفّظ سیکھیں؛ کیونکہ قرآنِ کریم کو صحیح پڑھنا فرض ہے، اگر کوئی شخص صحیح طرح نہیں پڑھتا تو وہ ثواب کے بجائے گناہ کا مستحق ہوتا ہے۔ نماز بھی تبھی صحیح ہوتی ہے جب قرآنِ مجید اور دیگر کلمات صحیح طریقے سے پڑھے جائیں۔

یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ کوئی بھی عقل مند شخص ضروری کام میں ٹال مٹول نہیں کرتا، یہ نہیں کہتا کہ کل کرلوں گا، پرسوں کرلوں گا۔ جب قرآنِ مجید کو صحیح پڑھنا اہم ترین فرائض میں سے ہے تو پھر آج سے ہی اس کا آغاز کردینا چاہیے۔

یہ بھی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ میری عمر اتنی زیادہ ہوچکی ہے، اب کیسے سیکھوں؟ اِس لیے کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں سے اکثر نے بڑی عمر میں ہی جانِ رحمت ﷺ سے قرآنِ مجید سیکھا ہے، اپنے ضمیر سے پوچھیے کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں کہ وہ مرنے سے پہلے صحیح قرآن پڑھنے کی توفیق سے نواز دے۔

⇐ عربی سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ ہاتھ سے یا فون وغیرہ میں عربی الفاظ لکھنا اور پڑھنا سیکھیں۔ باقی چیزیں سیکھنے کے لیے کورس کیے جاسکتے ہیں تو عربی کے لیے کیوں نہیں؟

قرآنِ مجید کو عثمانی رسم الخط میں لکھنا فرض ہے اور دیگر عربی الفاظ بھی عربی رسم الخط میں ہی لکھنے چاہییں۔

⇐ عام طور پر لوگ انگریزی کے الفاظ بولنا اپنے لیے فخر کا باعث سمجھتے ہیں، یہ کم فہمی اور غلامانہ سوچ کا نتیجہ ہے۔ سلام، جوابِ سلام، الحمد لله، ما شاء الله، جزاك الله خيرا، إن شاء الله تعالیٰ، وغیرہ عربی الفاظ بولنے اور روزمرہ دُعائیں پڑھنے سے ڈھیروں برکتیں بھی نصیب ہوتی ہیں، سنت پر عمل کا ثواب بھی ملتا ہے اور ربّ تعالیٰ جلّ مجدہٗ کی رِضا بھی عطا ہوتی ہے۔

⇐ عربی سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ مدارسِ اہلِ سنت، جہاں حکومتی سرپرستی کے بغیر قرآنِ مجید کی زبان پڑھنے اور پڑھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اُن سے رابطہ رکھیں، تعاون کریں اور اُن کی ترقی کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ سلطانِ عرب ﷺ کے صدقے میں اُمّتِ مسلمہ کو دینی تقاضے سمجھنے اور اُنھیں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے... ہمیں کسی بھی طرح کفار سے مرعوب ہونے کے بجائے اسلام اور اسلامی تہذیب پر فخر کرنے والا بنائے۔ ربّ تعالیٰ فقرِ بوذر اور زورِ حیدر کے صدقے میں پاکستانی حکام سمیت تمام مسلم حکمرانوں کو دینی غیرت عطا کرے۔ مالکِ کریم تمام پریشان حال مسلمانوں کو خوشیاں عطا فرمائے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ / 23 دسمبر، 2022ء

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بحضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

(کرسمس کے تناظر میں)

مشمولات

- تمام انبیا، خصوصاً سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے خاتم النبیین ﷺ سے متعلق وعدہ لیا جانا
- سیدنا عیسی... آسمان پر اُٹھائے جانے سے پہلے
- سیدنا عیسیٰ... میدانِ محشر میں
- سیدنا عیسیٰ... آسمان سے تشریف لانے کے بعد
- کرسمس کا آغاز اور اِس میں شرکت کی ممانعت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

وَاِذۡ قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ يَّاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِى اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ‌ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ۔[الصف 6:61]

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو جو بے شمار اِعزازات عطا فرمائے، اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس نے تمام انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰواتُ وَالتَّسۡلِیۡمات سے اِس بات کا پختہ وعدہ لیا کہ جب نبیِ آخر الزماں ﷺ تشریف لائیں گے تو تم اُن پر ایمان بھی لاؤ گے اور اُن کی مدد بھی کروگے۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر 81 میں اِس کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

اجتماعی وعدہ کے ساتھ ساتھ سیدنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلام سے خصوصی عہد کا ذکر بھی روایات میں موجود ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلام کو وحی فرمائی: يَاعِيۡسٰى! آمِنۡ بِمُحَمَّدٍ وَّأۡمُرۡ مَنۡ أَدۡرَكَهُ مِنۡ أُمَّتِكَ أَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِهِ. فَلَوۡلَا مُحَمَّدٌ مَّا خَلَقۡتُ آدَمَ، وَلَوۡلَا مُحَمَّدٌ مَّا خَلَقۡتُ الۡجَنَّةَ وَلَا النَّارَ... یعنی "اے عیسٰی! نبیِ آخر الزماں محمد ﷺ پر ایمان لائیے اور اپنی اُمت کو حکم دیجیے کہ جو اُن کا زمانہ پائے اُن پر ایمان لائے۔ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو مَیں آدم کو بھی پیدا نہ فرماتا (آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلام نہ ہوتے تو کوئی انسان بھی نہ ہوتا)... اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو مَیں جنت و دوزخ کو بھی پیدا نہ فرماتا۔" (المستدرک علی الصحیحین، حدیث:4227[1])

چنانچہ تمام انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰواتُ وَالتَّسۡلِیۡمات نے اپنے اپنے دَور میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے اوصافِ کریمہ کا چرچا کیا، اپنے اُمتیوں سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا اور آپ کے استقبال کے لیے لوگوں کو تیار کیا۔

بالخصوص سیدنا عیسٰی علیہ السلام تاج دارِ ختمِ نبوت ﷺ کی عظمتوں کے ڈنکے بجانے میں پیش پیش ہیں... جب آپ آسمان کی طرف اُٹھائے جانے سے پہلے دُنیا میں موجود تھے، تب بھی رسول اللہ ﷺ کی خوش خبریاں دیتے رہے... قیامت کے قریب آسمان سے

---

[1] امام حاکم نیشاپوری علیہ الرحمہ نے "المستدرك على الصحيحين" میں اور امام تقی الدین علی سبکی علیہ الرحمہ نے "شفاء السقام" میں اِس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، نیز شفاء السقام کے محقق نے بھی اس کی تائید میں مفصل کلام کیا ہے۔ (شفاء السقام، ص:359 تا 362، دار الکتب العلمیہ) علامہ یوسف صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ نے "سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد" میں عنوان قائم کیا: الباب الثاني في خلق آدم وجميع المخلوقات لأجله ﷺ (بابِ ثانی اس بارے میں کہ جناب آدم علیہ السلام سمیت تمام مخلوق آپ ﷺ کے طفیل پیدا کی گئی ہے)، اس باب میں اُنھوں نے حدیثِ مذکور کو ذکر کرنے کے بعد اِس کے متعدد شواہد نقل کیے ہیں۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، ج:1، ص:74) علامہ عجلونی علیہ الرحمہ نے "کشف الخفاء" میں فیصلہ کُن بات کہی: وأقول لكن معناه صحيح وإن لم يكن حديثا۔ یعنی الفاظ اصطلاحِ اُصولِ حدیث کے مطابق صحیح نہ بھی ہوں تو معنی صحیح ہے۔ (کشف الخفاء ومزیل الالباس)

نوٹ: حدیث سے متعلق تحقیق کے لیے اِس سائٹ کا ملاحظہ بھی مفید ہوگا: https://alsaduuq.wordpress.com/2012/02/28/188/

دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے تب بھی مصطفیٰ کریم ﷺ کے نائب بن کر پوری دُنیا میں اسلام کی عظمتوں کے پرچم لہرائیں گے... اور جب میدانِ محشر میں جلوہ افروز ہوں گے تب بھی گھبرائی ہوئی مخلوق کو شفیعِ اعظم ﷺ کی بارگاہ میں آپ ہی بھیجیں گے۔

ہر سال 25 دسمبر کو دُنیا بھر کے عیسائی "کرسمس" کے عنوان سے سیدنا عیسٰی علیہ السلام کا جشنِ ولادت مناتے ہیں اور بہت ساری بے ہودہ وکفریہ رسمیں بھی پوری کرتے ہیں۔ افسوس کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بھی رواداری کو بنیاد بنا کر عیسائیوں کے اِس خالص کفریہ مذہبی تہوار میں شریک ہوتی ہے اور عیسائیوں کو مبارک باد دیتی ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے کہ سیدنا عیسٰی علیہ السلام نے ہمیشہ جس عظیم الشان رسول ﷺ کی عظمتوں کا پرچار کیا... آپ کا نام لینے والے، آپ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اُس نبیِ آخر الزماں ﷺ پر ایمان لائیں اور دل وجان سے اُن کی غلامی کریں... اگر وہ بدنصیب ایسا نہیں کرتے تو کم از کم نبی آخر الزماں ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے آپ ﷺ کی قدر کریں اور آپ کا کلمہ پڑھنے کے بعد آپ کے دینِ متین کے علاوہ کسی دین کا تصوّر بھی نہ کریں، مگر افسوس کہ دین سے دُوری کے سبب مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد، بالخصوص نوجوان نسل دینی تقاضوں سے ناآشنا ہے اور کفار کی مذہبی رسومات میں بھی شریک ہو جاتی ہے۔

آج کے خطبہ میں سیدنا عیسٰی علیہ السلام کی خوش خبریوں اور کرسمس سے متعلق کچھ باتوں کا تذکرہ ہو گا۔

سیدنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے تعلق

مسلمان تمام انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسۡلِیۡمَات پر ایمان رکھتے ہیں اور اُن کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ سیدنا عیسٰی علیہ السلام سے بھی ہمارا نہایت گہرا قلبی تعلق ہے؛ کیونکہ ہمارے آقا و مولا ﷺ نے بھی اُن سے محبت کا اِظہار فرمایا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِّعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ.» یعنی "مَیں دُنیا و آخرت میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عیسٰی ابن مریم کے زیادہ قریب ہوں، انبیا باپ شریک بھائی ہیں، سب کا دین ایک ہی ہے (تمام انبیا کے اُصول یکساں ہیں، سب نے ایک ہی طرح کے عقائد سکھائے ہیں)، تاہم (حالات اور مصلحتوں کے مطابق) اُن کی شریعتیں مختلف ہیں۔" (صحیح بخاری، حدیث: 3443)

دنیا میں یوں قریب ہیں کہ سیدنا عیسٰی کے بعد خاتم النبیین ﷺ ہی تشریف لائے، درمیان میں کوئی اور رسول نہیں آیا، اُنھوں نے آپ ﷺ کی خوش خبریاں سنائیں، پھر قیامت کے قریب دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے اور تاج دارِ ختمِ نبوت ﷺ کے نائب بن کر آپ کے دین کو سربلند کریں گے اور وفات کے بعد آپ ﷺ کے روضۂ اقدس میں دفن ہوں گے... اور آخرت میں اِس طرح قریب ہوں گے کہ میدانِ محشر میں سیدنا عیسٰی ہی لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں شفاعت کی التجا کے لیے بھیجیں گے۔ (مرقاۃ و مرآۃ)

سیدنا عیسیٰ... آسمان پر اُٹھائے جانے سے پہلے

سیدنا عیسیٰ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت قرب اور عزت و وجاہت حاصل ہے۔ آپ کو کئی عظیم الشان معجزات سے نوازا گیا۔ قرآنِ مجید میں ہے کہ آپ مٹی کے پرندے بنا کر اُن میں پھونک مارتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاندار ہو کر اُڑنے لگتے... آپ کی دُعا سے پیدائشی نابینا کو آنکھیں مل جاتیں اور کوڑھ کے بیمار بھی شفایاب ہو جاتے... آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیتے اور لوگوں کو بتا دیتے کہ اُنھوں نے کیا کھایا ہے اور گھروں میں کیا چھپا کر رکھا ہے... آپ کی ولادت بھی قدرتِ الٰہیہ کی عظیم نشانی ہے، کہ اللہ کریم نے آپ کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور آپ کا آسمانوں پر زندہ اُٹھایا جانا بھی شانِ خداوندی کا انوکھا اِظہار ہے۔

ربّ تعالیٰ کے حکم سے جہاں آپ نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی وہاں میلادِ مصطفیٰ کریم ﷺ کی خوش خبریاں بھی عطا کیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔ ”اور یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اُس عظیم الشان رسول کی خوش خبری دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے... اُن کا نام احمد ہے، پھر جب وہ (احمد) اُن کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو اُنھوں (کافروں) نے کہا: یہ کھلا جادو ہے۔“ [الصف 6:61]

اگرچہ عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اِنجیل میں بہت سی تبدیلیاں کر دی ہیں، اِس کے باوجود اِس تحریف شدہ اِنجیل میں بھی متعدد ایسی آیات موجود ہیں جن میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے تشریف لانے کی خوش خبری دی گئی تھی۔ [1]

صحابیٔ رسول سیدنا عِرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مَیں نے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ: دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبِشَارَةُ عِيسٰى وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ حِينَ وَضَعَتْنِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ.» یعنی ”مَیں تمھیں بتاتا ہوں کہ میری نبوت و عظمت کا اِظہار کیسے شروع ہوا، میرے جدّ امجد جناب ابراہیم نے میرے بارے میں ہی دُعا کی تھی، اور جناب عیسیٰ نے میری ہی خوش خبری سنائی تھی، اور مَیں ہی اپنی والدہ کا وہ نظارہ ہوں جو اُنھوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا کہ اُن سے ایک نور نکلا جس سے اُن کے لیے شام کے محلات روشن ہو گئے۔“

(صحیح ابن حبان، حدیث: 2979۔ شرح السنہ للبغوی، حدیث: 3626۔ شعب الایمان، حدیث: 1322)

---

[1] تفصیل کے لیے اِسی آیتِ کریمہ کے تحت تبیان القرآن اور دیگر تفاسیر ملاحظہ کیجیے۔

سیدنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے اوصافِ حمیدہ اتنے واضح طور پر بتائے تھے کہ جن خوش نصیبوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانۂ مبارک پایا اور ضِدّی نہیں تھے، اُنھیں آپ ﷺ کو دیکھتے ہی، بلکہ آپ کے بارے میں سنتے ہی یقین ہوگیا کہ یہی وہ عظیم الشان رسول ہیں جن کی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے خوش خبریاں سنائی تھیں۔

سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جب شاہِ حبشہ حضرت اَصحَمہ نَجَاشی رضی اللہ عنہ کے سامنے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے اوصافِ کریمہ کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے: أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، وَأَنَّهُ الَّذِيْ بَشَّرَ بِهِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَلَوْلَا مَا أَنَا فِيْهِ مِنَ الْمُلْكِ لَأَتَيْتُهُ حَتّٰى أَحْمِلَ نَعْلَيْهِ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، بلاشبہ سیدنا عیسیٰ نے آپ ہی کی بشارت دی تھی، اگر میرے اُوپر سلطنت کی ذمہ داریاں نہ ہوتیں تو مَیں آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کے نعلَین شریفَین اُٹھانے کی سعادت حاصل کرتا۔ (سنن ابی داود، حدیث: 3205)

سیدنا عیسیٰ... آسمان سے تشریف لانے کے بعد

قرآنِ مجید میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زندہ آسمانوں پر اُٹھا لیا تھا، جو لوگ سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ آپ کو سولی دی گئی اُنھیں کچھ معلوم نہیں، وہ غلط فہمی میں ہیں۔ (النساء4: 157 تا 159) چنانچہ آپ اب بھی زندہ ہیں اور آسمان میں موجود ہیں، ابھی آپ کے بارے میں موت کا وعدہ پورا ہونا باقی ہے۔

احادیثِ طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے جب دجال پوری دُنیا میں فتنہ پھیلانے کے بعد ملکِ شام پہنچے گا تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نمازِ فجر کے وقت شام کے دار الحکومت دِمَشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینارہ پر آسمان سے اُتریں گے۔ نمازِ فجر کے لیے اِقامت (تکبیر) ہو چکی ہوگی، وہاں حضرت امام مَہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود ہوں گے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اُنھیں نماز پڑھانے کا حکم دیں گے، چنانچہ وہ نماز پڑھائیں گے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اُن کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ [1]

تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوت: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور نبی تمام مخلوق سے افضل ہوتا ہے۔ سیدنا امام محمد مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ بھی اگرچہ بہت بڑا ہوگا... نبیِ کریم ﷺ کی اولادِ پاک سے ہوں گے، عدل وانصاف قائم کریں گے، مگر بہر حال اُمّتی ہوں گے، نبی نہیں ہوں گے؛ لہٰذا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی سے افضل ہیں... اِس کے باوجود آپ خود نماز پڑھانے کے بجائے امام مہدی کو امامت کا حکم کیوں دیں گے؟ محدثین علیہم الرحمہ نے اِس کا جواب دیتے ہوئے یہ بھی لکھا: اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام امامت کروائیں تو ممکن ہے کہ کسی احمق کو غلط فہمی ہو جائے کہ نیا نبی آگیا ہے، یوں عقیدۂ ختمِ نبوت میں شک ہو جائے گا۔

---

[1] عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مرفوعًا: «كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ». (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3449)

چنانچہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین ﷺ کے ایک اُمّتی کے پیچھے نماز پڑھ کر یہ بتائیں گے کہ وہ آخری نبی ہی ہیں، مَیں اُن سے پہلے آنے والا نبی ہوں اور اب اُنہی کی شریعت کو نافذ کرنے کے لیے آیا ہوں... یوں مرزا قادیانی اور دوسرے دجّالوں کو بھی پیغام ملے گا کہ دُنیاوی مفادات کی خاطر عقیدۂ ختمِ نبوت پر حملہ کرتے ہوئے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والو! دیکھ لو، مَیں سچا نبی ہوں، مگر اب اپنا کلمہ پڑھوانے کے لیے نہیں، بلکہ خاتم النبیین ﷺ کا کلمہ پڑھوانے کے لیے آیا ہوں اور میری موجودگی میں.. میرے حکم سے.. تاج دارِ ختمِ نبوّت ﷺ کا ایک اُمّتی نماز پڑھا رہا ہے، مَیں اُس کے پیچھے کھڑا ہوں۔[1]

شریعتِ مصطفویہ کی ترویج: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سرکارِ دوعالم ﷺ کی شریعتِ مطہرہ کو نافذ کریں گے، مثلاً

⇐ "صلیب" (Christian cross) عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے، ہر گرجا گھر / کلیسا (Church) میں لگایا جاتا ہے، عیسائی اپنی عمارات، بلکہ اپنے سینے پر بھی عقیدت سے یہ نشان بناتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب کو توڑ دیں گے۔

⇐ عیسائی خنزیر کو حلال سمجھتے ہیں اور اِس سے تیار ہونے والے کھانے بہت شوق سے کھاتے ہیں، حدیثِ پاک میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کھانے پر مکمل پابندی لگاتے ہوئے اُسے قتل کریں گے۔

⇐ اِس وقت یہ حکم ہے کہ اہلِ کتاب یا تو اسلام قبول کرلیں یا ٹیکس ادا کرکے اسلامی ریاست کے شہری بنیں، یہ دونوں صورتیں اختیار نہ کریں تو مسلمان اُن سے جہاد کریں گے... ارشادِ نبوی کے مطابق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ٹیکس قبول نہیں کریں گے، اُس دور میں اہلِ کتاب سمیت دُنیا بھر کے کفار کے لیے یہ حکم ہوگا کہ اسلام قبول کرو، ورنہ قتل کردیا جائے گا۔[2]

⇐ اللہ تعالیٰ کی مدد یوں شاملِ حال ہوگی کہ اگر کوئی یہودی قتل سے بچنے کے لیے پتھر، درخت یا کسی اور چیز کے پیچھے چھپے گا تو وہ چیز بول پڑے گی: اے مسلمان! یہ یہودی چھپا ہے، اِدھر آکر اِسے قتل کردو۔[3]

⇐ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اُس وقت پوری دُنیا میں صرف دینِ اسلام باقی رہے گا، دیگر تمام مذاہب ختم ہوجائیں گے۔[4] بزرگوں نے لکھا اُس وقت تمام لوگ مسلکِ اہلِ سنّت وجماعت پر ہوں گے۔[5]

---

[1] وَقَالَ ابن الْجَوْزِيّ: لَوْ تَقَدَّمَ عِيسى إِمَامًا لَوَقَعَ فِي النَّفْسِ إِشْكَالٌ، وَلَقِيلَ أَتُرَاهُ تَقَدَّمَ نَائِبًا أَوْ مُبْتَدِئًا شَرْعًا؟ فَصَلَّى مَأْمُومًا، لِئَلَّا يَتَدَنَّسَ بِغُبَارِ الشُّبْهَةِ وَجْهُ قَوْلِهِ (ﷺ): "لَا نَبِيَّ بَعْدِي." (فتح الباری، عمدۃ القاری، ارشاد الساری، تحت الحدیث)

[2] عن أبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يقول: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَّنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُّقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ۔ (صحیح بخاری: 2222، صحیح مسلم: 155)

[3] فی روایة أبي أمامةَ مرفوعا: فَلَا يَبْقٰى شَيْءٌ مِّمَّا خَلَقَ اللهُ يَتَوَارٰى بِهٖ يَهُوْدِيٌّ إِلَّا أَنْطَقَ اللهُ ذٰلِكَ الشَّيْءَ... لَا حَجَرَ، وَلَا شَجَرَ، وَلَا حَائِطَ، وَلَا دَابَّةَ، إِلَّا الْغَرْقَدَةَ، فَإِنَّهَا مِنْ شَجَرِهِمْ، لَا تَنْطِقُ إِلَّا قَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ الْمُسْلِمَ! هٰذَا يَهُوْدِيٌّ، فَتَعَالَ اقْتُلْهُ۔ (سنن ابن ماجہ: 4077)

[4] فی روایة أبي هريرة مرفوعا: وَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ... (سنن ابوداود، حدیث: 4324)

[5] بہارِ شریعت، ج: 1، ص: 123

⟸ اسلامی احکام کے مکمل نفاذ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی برکت سے مال بہت زیادہ ہو گا اور دلوں سے دُنیا کی محبت یوں ختم ہو جائے گی کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو مال دے گا تو وہ قبول نہیں کرے گا... کہے گا: مجھے ضرورت ہی نہیں۔

⟸ آپس میں عداوت و بغض اور حسد مکمل طور پر ختم ہو جائے گا...[1] انسان تو انسان رہے، جانوروں میں بھی شر ختم ہو جائے گا... بچے سانپوں سے کھیلیں گے، مگر سانپ اُنھیں کوئی تکلیف نہیں دیں گے... شیر، بھیڑیا اور بکری اکٹھے چریں گے، مگر بھیڑیا بکری کو کوئی تکلیف نہیں دے گا۔

⟸ کھانے وغیرہ، ہر چیز میں برکت ہی برکت ہو جائے گی۔[2]

چنانچہ 45 سال[3] تک اسلام کی تبلیغ و اِشاعت کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو گی، پھر وہ گنبدِ خَضرا شریف کے نیچے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس دفن ہوں گے اور قیامت کے روز نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہمراہ قبر سے باہر تشریف لائیں گے۔[4]

سیدنا عیسیٰ... میدانِ محشر میں

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی طویل حدیثِ پاک میں یہ بھی ہے کہ میدانِ محشر کی گرمی اور دیگر مصیبتوں سے تنگ آکر لوگ کسی ایسی ہستی کو تلاش کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن کی سفارش کردے اور حساب و کتاب شروع ہو۔ چنانچہ وہ سیدنا آدم کے پاس، پھر سیدنا نوح کے پاس، پھر سیدنا ابراہیم کے پاس، پھر سیدنا موسیٰ علیہم السلام کے پاس... غرضیکہ مختلف بارگاہوں میں

---

[1] ففی روایة أبی هریرة مرفوعًا: وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا، وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ۔ (صحیح مسلم: 155)

[2] فی روایة أبی امامة مرفوعًا: وَتُرْفَعُ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَتُنْزَعُ حُمَةُ كُلِّ ذَاتِ حُمَةٍ، حَتّٰى يُدْخِلَ الْوَلِيدُ يَدَهُ فِي الْحَيَّةِ فَلَا تَضُرَّهُ، وَتُفِرَّ الْوَلِيدَةُ الْأَسَدَ فَلَا يَضُرُّهَا، وَيَكُونَ الذِّئْبُ فِي الْغَنَمِ كَأَنَّهُ كَلْبُهَا، وَتُمْلَأُ الْأَرْضُ مِنَ السِّلْمِ كَمَا يُمْلَأُ الْإِنَاءُ مِنَ الْمَاءِ، وَتَكُونُ الْكَلِمَةُ وَاحِدَةً فَلَا يُعْبَدُ إِلَّا اللهُ، وَتَضَعُ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا، وَتُسْلَبُ قُرَيْشٌ مُلْكَهَا، وَتَكُونُ الْأَرْضُ كَفَاثُورِ الْفِضَّةِ، تُنْبِتُ نَبَاتَهَا بِعَهْدِ آدَمَ حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّفَرُ عَلَى الْقِطْفِ مِنَ الْعِنَبِ فَيُشْبِعَهُمْ، وَيَجْتَمِعَ النَّفَرُ عَلَى الرُّمَّانَةِ فَتُشْبِعَهُمْ، وَيَكُونَ الثَّوْرُ بِكَذَا وَكَذَا مِنَ الْمَالِ، وَتَكُونَ الْفَرَسُ بِالدُّرَيْهِمَاتِ۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث: 4077)

[3] روایات میں 40 سال کا بھی ذکر ہے، شاید اُن میں کسر کو حذف کر کے 40 فرمایا گیا۔ (مرقاۃ المفاتیح)

[4] عن عبد الله بن سلام رضی الله عنه: «مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ» فَقَالَ أَبُو مَوْدُودٍ: وَقَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ۔ (سنن ترمذی، حدیث: 3617)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم «يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ، فَيَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ لَهُ، وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَّأَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِي، فَأَقُومُ أَنَا وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ»۔ (مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث: 5508)

حاضری کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے: یَا عِیْسٰی، أَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ وَكَلِمَتُهٗ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا، اِشْفَعْ لَنَا أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ اے عیسیٰ! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں جو اُس نے مریم کی طرف بھیجا، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص روح ہیں، آپ کو یہ بھی اِعزاز حاصل ہے کہ آپ نے بچپن میں ہی جھولے میں کلام کیا تھا، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کر دیجیے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے غضب کا تذکرہ کرکے فرمائیں گے: نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ! اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا إِلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ۔ یعنی آج مجھے اپنی فکر ہے، مجھے بھی شفاعت کی ضرورت ہے، کسی اور کے پاس جاؤ، خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ میں پہنچو (آج صرف وہی شفاعت کریں گے)۔

چنانچہ لوگ بارگاہِ شفیع المذنبین ﷺ میں حاضر ہوکر آپ کے فضائل و مناقب بیان کرکے نہایت لجاجت کے ساتھ شفاعت کی التجا کریں گے، رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوکر شفاعت کریں گے اور ربّ تعالیٰ کمالِ کرم سے شفاعت کو قبول فرمائے گا۔ (صحیح بخاری، حدیث: 4712) پھر میدانِ محشر میں ہر طرف رسول اللہ ﷺ کی تعریفوں کے چرچے ہو جائیں گے۔

میدانِ محشر میں نبیِ پاک ﷺ کے پاس حاضر ہونے کا مشورہ بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہی دیں گے۔

کرسمس کا آغاز اور اِس میں شرکت کی ممانعت

سیدنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کس تاریخ کو ہوئی؟ اس حوالے سے قرآن و سنت میں کوئی تصریح نہیں، بلکہ عیسائیوں کے پاس موجود کتابوں میں بھی تاریخِ ولادت کی کوئی تعیین نہیں۔ آپ کی ولادت کے صدیوں بعد عیسائیوں نے خود ہی یہ طے کیا کہ آپ کی پیدائش کے حوالے سے 25 دسمبر کو جشن منایا جائے گا، اب دنیا بھر میں عیسائی 25 دسمبر کو "کرسمس" کے نام سے سیدنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یومِ ولادت مناتے ہیں اور بہت ساری بے ہودہ اور کفریہ رسمیں بھی پوری کرتے ہیں۔

کرسمس کی مبارک باد: Happy Christmas (کرسمس کی مبارک باد) اور کیک کاٹنے کے شرعی حکم کی وضاحت سے پہلے "مبارک باد" کے لفظ پر غور کیجیے کہ یہ برکت کی دُعا ہے، اب اپنے ضمیر سے پوچھیے: کیا ضمیر گوارا کرتا ہے کہ ہم کافر سے کہیں: اللہ تجھے برکت اور بھلائی دے۔ بہر حال شرعی حکم یہ ہے کہ:

- اگر کوئی مسلمان جائز طریقے سے کسی عیسائی کے سامنے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر خوشی کا اِظہار کرے اور عیسائیوں کے اِس تہوار کی تعظیم ہرگز مقصود نہ ہو تو کسی حد تک جائز ہو سکتا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں جو صورتِ حال پیدا ہو رہی ہے اُس کی وجہ سے (سدِّ ذرائع کے تحت) علما یہ بھی ممنوع قرار دیتے ہیں۔

- مدارات کے نام پر اُن کی عبادت گاہوں میں جانا، یا اُن کی مذہبی رسومات میں شرکت کرنا یا اُنھیں دُعا دینا بلاشبہ حرام ہے۔[1]
- جب کہ بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ اُن میں کفر لازم آتا ہے، مثلاً:
  - کفار کے کسی مذہبی تہوار کو اچھا اور جائز سمجھنا۔
  - یا اُن کے مذہبی تہوار کی وُقعت اور شان و شوکت بڑھانے کے لیے اُس میں شرکت کرنا۔
  - یا اُن کے مذہبی تہوار کے موقع پر صرف تہوار کی وجہ سے خریداری وغیرہ کرنا۔
  - یا اُن کی کسی ایسی رسم کو اچھا سمجھ کر پورا کرنا جو کفر و شرک پر مشتمل ہو...اِن تمام صورتوں میں کفر لازم آتا ہے۔[2]

کفار سے اعراض کا حکم: بے دینوں کے پاس بیٹھنے سے متعلق ارشادِ خداوندی ہے: وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ ”اے سننے والے! جب تُو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں بے ہودہ گفتگو کرتے ہیں تو اُن سے منہ پھیر لے جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔“[الانعام6:68]

اُنھیں میں سے ہے: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحمتِ عالَم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں: مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ، وَمَنْ رَّضِيَ عَمَلَ قَوْمٍ كَانَ شَرِيْكَ مَنْ عَمِلَهٗ بِهٖ... ”جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ اُنہیں میں سے ہے، اور جو کسی قوم کے عمل کو پسند کرے وہ اُن کے عمل میں شریک ہے۔“(الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی، حدیث:5621)

ظالموں کی بستی: رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے جاتے ہوئے مقامِ حِجر سے گزرے، یہ وہی جگہ ہے جہاں سیدنا صالح علیہ السلام کی قوم ”ثمود“ کو اپنے نبی کی نافرمانی کے سبب تباہ کیا گیا تھا۔

شہزادۂ فاروقِ اعظم سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب اِس مقام پر پہنچے تو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: «لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، أَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَا أَصَابَهُمْ۔» یعنی ”اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کی بستی سے روتے ہوئے ہی گزرنا، اس خوف سے کہ تمہیں بھی وہ عذاب پہنچے جو اُنھیں پہنچا۔“ پھر آپ نے اپنا سرِ انور جھکا لیا اور رفتار تیز فرما کر اُس علاقے کو طے کیا۔(صحیح بخاری، حدیث:3381)

---

[1] سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مَنْ بَنٰى بِبِلَادِ الْأَعَاجِمِ وَصَنَعَ نَيْرُوْزَهُمْ وَمِهْرَجَانَهُمْ وَتَشَبَّهَ بِهِمْ حَتّٰى يَمُوْتَ وَهُوَ كَذٰلِكَ حُشِرَ مَعَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (السنن الکبریٰ، للبیہقی، حدیث:18863)

[2] مزید معلومات کے لیے دیکھیے: فتاوی رضویہ، جلد:21، صفحہ:188۔ بہارِ شریعت، حصہ:9، ص:466۔ فتاوی تاج الشریعہ، ج:2، ص:104

حرفِ آخر

جب اللہ تعالیٰ کسی شخص پر عظیم انعام فرمائے تو جہاں یہ اُس شخص کے لیے خوشی کی بات ہے وہاں اُس پر یہ لازم ہے کہ وہ نعمت کی قدر بھی کرے؛ کیونکہ قدر اور شکر سے مالکِ کریم راضی ہوتا ہے اور احسانات میں اِضافہ فرماتا ہے... جب کہ ناقدری اور ناشکری سے ناراض ہوتا ہے اور نعمتوں سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

سرکارِ دو عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ربّ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں، اللہ کریم نے اپنے محبوبِ مکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا اُمّتی بنا کر ہم پر بہت بڑا اِحسان فرمایا ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ اِس احسان کی قدر کریں۔ چنانچہ:

⇐ سرکارِ دو عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے اپنا تعلق مزید پختہ کریں۔

⇐ نبیِ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا دین سیکھیں اور اُس پر عمل کریں۔

⇐ دینی تقاضوں کو سمجھیں اور ہمیشہ ذاتی و سیاسی مفادات پر دین کو ترجیح دیں۔

⇐ پیارے وطن ملکِ پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے نفاذ کے لیے کوشش کریں۔

⇐ اسلام سے بے پناہ محبت کریں اور ہر قسم کے کفر سے مکمل نفرت کریں۔

⇐ کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت سے مکمل اجتناب کریں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی اِس بات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں:

اُنھیں جانا اُنھیں مانا، نہ رکھا غیر سے کام

للہ الحمد میں دُنیا سے مسلمان گیا

اللہ تعالیٰ سرکارِ دو عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے صدقے میں اُمّتِ مسلمہ کو دینی تقاضے سمجھنے اور اُنھیں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے... ہمیں کسی بھی طرح کفار سے مرعوب ہونے کے بجائے اسلام اور اسلامی تہذیب پر فخر کرنے والا بنائے۔ ربّ تعالیٰ فقرِ بوذر اور زورِ حیدر کے صدقے میں پاکستانی حکام سمیت تمام مسلم حکمرانوں کو دینی غیرت عطا کرے۔ مالکِ کریم تمام پریشان حال مسلمانوں کو خوشیاں عطا فرمائے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

٦ جمادی الاُخریٰ، ۱۴۴۴ھ / 30 دسمبر، 2022ء

نئے شمسی سال کا اچھا آغاز

مشمولات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّ الۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّ قَدَّرَہٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَ الۡحِسَابَ۔[یونس 5:10]

اللہ تعالیٰ نے اِس کائنات میں بے شمار اشیا کو پیدا فرمایا... کچھ ہمارے علم میں ہیں اور بے پناہ سائنسی ترقی کے باوجود لاتعداد چیزیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں۔ یہ فقط اِس کائنات کی بات ہے، نہ جانے اُس نے کتنے جہان پیدا فرمائے اور وہی جانتا ہے کہ ہر جہان میں کیا کچھ موجود ہے!

یہ ربّ تعالیٰ کا اِحسان ہے کہ اُس نے نظامِ کائنات میں بڑی بڑی چیزوں کو پیدا فرما کر "انسان" کے کام میں لگا دیا ہے، جو اُن کی بنسبت ایک چھوٹی سی مخلوق ہے۔ سورج، چاند، ہوا، پانی، دریا، نہریں، سمندر وغیرہ... سب سے انسان مختلف فوائد حاصل کرتا ہے۔

سورج اور چاند کے ڈھیروں منافع میں سے یہ بھی ہے کہ دن کے وقت میں سورج اور رات کے وقت چاند روشنی فراہم کرتا ہے، نیز اِن کے ذریعے دنوں، ہفتوں، مہینوں اور سالوں کی تعداد اور اِن کا حساب معلوم ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّ الۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّ قَدَّرَہٗ[1] مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَ الۡحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰہُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالۡحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ۔ یعنی "اللہ نے ہی سورج کو روشنی دینے والا اور چاند کو چمکتا بنایا، اور چاند کی منزلیں مقرر فرمائیں؛ تاکہ تم سالوں کی گنتی اور (مہینوں، دنوں اور لمحات کا) حساب جان لو، اللہ تعالیٰ نے یہ حق کے ساتھ ہی (اپنی قدرت و وحدانیت پر دلالت کے لیے اور جزا و سزا کے لیے) پیدا فرمایا ہے، وہ علم والوں کے لیے تفصیل سے نشانیاں بیان فرماتا ہے۔"[یونس 5:10]

شرعی احکام میں چاند کے حساب والے مہینوں اور سال کا اعتبار ہے، قمری سال کا آغاز یکم محرم الحرام سے ہوتا ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ دنیاوی معاملات میں بھی اِس حساب کو ترجیح دیں... تاہم اِس وقت دُنیا بھر میں زیادہ تر سورج کے حساب والے مہینوں اور سال کا اعتبار کیا جاتا ہے، شمسی سال کا آغاز یکم جنوری سے ہوتا ہے اور زندگی رہی تو اتوار کو نئے شمسی سال 2023ء کا آغاز ہو گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

جب کسی نئے مرحلے کا آغاز ہوتا ہے تو عقل مند لوگ کچھ اہداف و مقاصد (Objectives) مقرر کرتے ہیں، کہ اِس مرحلے میں ہمیں یہ کچھ کرنا ہے... اور اُن اہداف کو حاصل کرنے کے لیے منصوبہ بندی کرتے ہیں، کہ ہم جو کرنا چاہتے ہیں وہ کیسے کر سکیں گے۔ ظاہر ہے کہ نیا سال زندگی کا ایک نیا مرحلہ ہے، چنانچہ ہمیں اِس سے متعلق کچھ اہداف اور اُن کے حصول کا طریقہ کار متعین کرنا چاہیے۔

---

[1] قِيلَ: تَقْدِيرُ الْمَنَازِلِ يَنْصَرِفُ إِلَيْهِمَا غَيْرَ أَنَّهُ اكْتَفَى بِذِكْرِ أَحَدِهِمَا، كَمَا قَالَ: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ۔[التوبة 9: 62]. وَقِيلَ: هُوَ يَنْصَرِفُ إِلَى القمرِ خاصةً۔ (معالم التنزيل[تفسير البغوی]، الكشف والبيان[تفسير الثعلبی]، وغيرهما)

اچھا آغاز اور اچھا اختتام

ہر شخص جانتا ہے کہ کسی بھی کام کا آغاز اور اختتام اہمیت کا حامل ہوتا ہے... آغاز اچھا ہو تو اچھے نتیجے کی اُمید قائم کی جاتی ہے اور اختتام سے نتیجہ کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ دینِ متین نے بھی اچھے آغاز اور اختتام کو اہمیت دی ہے۔

انسان کا پہلا کلام: شریعتِ مطہرہ نے انسانی گفتگو کا آغاز عمدہ بنانے کے لیے حکم دیا ہے کہ بچہ بولنے لگے تو سب سے پہلے اُسے "اَللّٰه، اَللّٰه"، پھر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، پھر پورا کلمہ طیب سکھایا جائے۔[1] (فتاوی رضویہ، ج:24، ص:454)

صرف بچے کے کلام کا آغاز ہی نہیں، بلکہ ہر اچھے کام کی ابتدا باری تعالیٰ کے مبارک ذکر سے کرنے کی تربیت کی گئی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كُلُّ كَلَامٍ أَوْ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَّا يُفْتَحُ بِذِكْرِ اللهِ فَهُوَ أَبْتَرُ أَوْ قَالَ: أَقْطَعُ۔[2] "جس اہم کلام یا کام کا آغاز اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔" (مسند احمد، حدیث:8712) یعنی ہر اچھے کام اور کلام کو بابرکت بنانے کے لیے اُس کا آغاز ذکرِ الٰہی سے کیا کرو۔

انسان کا آخری کلام: سیدنا ابو سعید سعد خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ۔ "تم میں سے جس کی وفات کا وقت قریب ہو اُسے کلمہ طیب سکھاؤ۔" (صحیح مسلم، حدیث:916) چنانچہ علما نے لکھا: جس شخص کی وفات کا وقت قریب ہو اُس کے پاس کلمہ طیبہ پڑھنا چاہیے؛ تاکہ وہ بھی پڑھے، البتہ اُسے کہا نہ جائے۔ پھر جب وہ کلمہ شریف پڑھ لے تو خاموشی اختیار کی جائے۔ یوں دُنیا سے جاتے ہوئے اُس خوش نصیب کا آخری کلام کلمہ شریف ہوگا... اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔» یعنی "جس کا آخری کلام "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه"، ہو اللہ تعالیٰ اُسے جنت عطا فرمائے گا۔" (سنن ابو داود، حدیث:3116)

سالِ نَو کی آمد: اِس وقت 2022ء کا اختتام قریب ہے اور 2023ء شروع ہونے والا ہے۔ اگر ہم نئے شمسی سال کی آمد پر کوئی اہتمام کرنا چاہتے ہیں تو سب سے اہم کام یہ ہے کہ گزشتہ سال کا اختتام بھی ربّ تعالیٰ کے ذکر پر ہو اور نئے سال کا آغاز بھی باری تعالیٰ کی یاد سے ہو؛ تاکہ گزشتہ کوتاہیوں کا اِزالہ کرنے کی توفیق نصیب ہو اور نئے سال کی برکتیں میسر آئیں۔

یادِ خدا زبان سے بھی ہونی چاہیے اور عملی طور پر بھی۔ عملی طور پر خدا کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے احکام پر عمل کریں۔

---

[1] أمّا رواية: "افتحوا على صبيانكم أوّل كلمةٍ بـ "لا إله إلّا الله"، ففي إسناده كلام، وقال بعض المحدثين: إنه موضوع۔

[2] في رواية ابن ماجة عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ، لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِالْحَمْدِ أَقْطَعُ۔» (سنن ابن ماجه: 1894)

سالِ نَو کا اچھا آغاز... حمد وثنا اور دُعا

نبیِ رحمت ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مبارک زمانوں میں نئے سال کی آمد پر تقریبات کے انعقاد کا کوئی تصور نہیں تھا، نہ ہی بزرگانِ دین اِس موقع پر کسی جشن کا اہتمام کرتے تھے۔ وہ قمری حساب کے مطابق اپنے معمولات سرانجام دیتے تھے اور نیا چاند طلوع ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے ساتھ ساتھ اُس سے دُعائیں کرتے تھے۔

نئے دن کی دُعا: صرف نئے ماہ کے آغاز پر ہی نہیں، بلکہ ہر نئے دن کی ابتدا پر باری تعالیٰ کی تعریف وثنا اور اُس سے دُعائیں کرنا سنتِ نبویہ ہے۔ احادیثِ طیبہ میں مختلف دُعائیں اور کلماتِ حمد وثنا مذکور ہیں۔ ایک حدیثِ پاک کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اپنی شہزادی محترمہ کو یہ کلمات سکھائے: سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ یعنی "اللہ تعالیٰ پاک ہے اور سب خوبیاں اُسی کے لیے ہیں، قوّت وطاقت اللہ کی مدد سے ہی ہے، اللہ نے جو چاہا وہ ہوگیا اور جو اُس نے نہیں چاہا وہ نہیں ہوسکتا۔ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے (اُسے ہر چیز کی مکمل تفصیل معلوم ہے)۔" فرمایا: فَإِنَّهٗ مَنْ قَالَهُنَّ حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَمَنْ قَالَهُنَّ حِيْنَ يُمْسِيْ حُفِظَ حَتّٰى يُصْبِحَ۔ "جس نے یہ کلمات صبح کے وقت کہہ لیے وہ شام تک محفوظ رہے گا اور جو شام کو یہ کلمات کہہ لے صبح تک اُس کی حفاظت کی جائے گی۔" (سنن ابوداود، حدیث: 5075)

دُعا سے تربیت: اِن حسین کلمات میں ہر عیب ونقص سے اللہ تعالیٰ کے پاک ہونے کا بھی ذکر ہے، اُس کی حمد بھی ہے اور مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کامل یقین کی تربیت بھی دی گئی ہے؛ کیونکہ یقین ہی سب کچھ ہے... بزرگانِ دین کا یقین پختہ تھا تو دُنیا اُن کے قدموں میں تھی... اور ہماری بے یقینی ہمیں لے ڈوبی ہے۔ اقبال نے کہا:

سن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار　　غلامی سے بتّر[1] ہے بے یقینی

ہمیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ کے ارشادات پر پختہ یقین کی شدید ضرورت ہے۔ یقین پختہ ہوگیا تو شریعت پر عمل کی راہ میں حائل رکاوٹیں خود بخود ختم ہوجائیں گی... مسلم حکمرانوں کو یقین ہو کہ عزت کا مالک ربّ تعالیٰ ہے تو اسلام کی خاطر کفار کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوں... یقین مضبوط ہو کہ اللہ تعالیٰ نے سود خور کے ساتھ اعلانِ جنگ فرمایا ہے تو سود کا تصور ہی ختم ہوجائے... جھوٹ بولنے والا یقین کرلے کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ کو نجات کا ذریعہ بتایا ہے تو اُس کے لیے جھوٹ چھوڑنا بہت آسان ہوجائے... تاجر کو یقین ہو کہ دھوکا دینے سے برکت ختم ہوجاتی ہے تو وہ تھوڑے پر اکتفا کرلے مگر دھوکا نہ دے۔

---

[1] بدتر

نئے سال کی دعا: سیدنا عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نیا مہینہ یا سال شروع ہوتا تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ دعا سیکھتے اور پڑھتے: «اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، وَرِضْوَانٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ، وَجَوَازٍ[1] مِّنَ الشَّيْطَانِ.» (المعجم الاوسط، حدیث:6241) یعنی اے اللہ! اِس مہینے اور سال کو یوں داخل فرما کہ ہمیں ظاہری طور پر بھی امن وسلامتی عطا ہو اور باطنی طور پر بھی... ہمارا ظاہر بھی تیرا فرماں بردار ہو اور باطن بھی نورِ ایمان سے منوّر ہو... اِس مہینے اور سال میں ہمیں رحمٰن جلّ جلالہٗ کی رضا نصیب ہو اور شیطان سے دُوری مل جائے۔ (ترجمہ وتشریح ماخوذ از مرقاۃ المفاتیح ولمعات التنقیح، زیرِ حدیث:2428)

دُعا سے تربیت: یہ خوب صورت کلمات دُعا پر بھی مشتمل ہیں اور حسین تربیت پر بھی، اِن میں چار چیزوں کا سوال ہے:

⟸ امن وسلامتی کی دُعا ظاہری امن وسلامتی کو بھی شامل ہے اور باطنی امن وامان کو بھی۔ ظاہری امن وسکون تو سبھی جانتے ہیں، باطنی امن یہ ہے کہ دل شیطانی آفات اور وسوسوں سے محفوظ ہو جائے۔ یوں سالِ نَو کی آمد پر دل سنوارنے کی تربیت دی گئی۔

⟸ ایمان واسلام کی دُعا کے ذریعے یہ تربیت فرمائی گئی کہ سعادت اور کامیابی یہ ہے کہ انسان کو ایمان نصیب ہو، جب کہ بد بختی، ناکامی اور سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ انسان ایمان سے محروم رہ جائے۔

⟸ تیسرا سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مل جائے؛ کیونکہ رِضائے الٰہی ہی سب سے بڑا اِنعام ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. "اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔" [التوبۃ9:72] اگر نیا سال آنے پر ہمارے اچھے اعمال میں اِضافہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی سنگت نصیب ہو تو یہ نشانی ہوگی کہ مالکِ کریم نے ہماری دعا قبول فرماتے ہوئے اپنی رضا سے نوازا ہے۔

⟸ شیطان سے پناہ کی دُعا سے یہ تربیت فرمائی گئی کہ نئے مہینے اور نئے سال کی آمد پر شیطانی کاموں سے بچنے کا جذبہ پھر سے تازہ کرنا چاہیے اور شریعت کی پابندی کا عزم کرنا چاہیے۔

سالِ نَو کا اچھا آغاز... خرافات سے اجتناب

غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی ہمارے ہاں بھی نیو ائیر نائٹ پر شراب نوشی اور ناچ گانے کے پروگرامز... فحاشی، آتش بازی، ہوائی فائرنگ، موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں کے سلنسر نکال کر گلیوں سڑکوں پہ گھومنا اور لوگوں کا سکون برباد کرنا، وَن ویلنگ کا تماشا کرتے ہوئے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا... یہ سب اُمور عام ہوتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں اِن تمام کاموں سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ اگر سال کا آغاز اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے ہو تو اُس میں خیر وبرکت کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے!

---

[1] بعض قلمی نسخوں میں یہ لفظ "وَجِوَارٍ" ہے، جب کہ دیگر میں "وَجَوَازٍ" ہے۔ پہلے کا معنیٰ: شیطان کے مقابلے میں اللہ کی حمایت وپناہ نصیب ہو۔

گانے کی مذمت: صاحبِ نعلین وسِوادہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے شاہِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: «اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ.»[1] یعنی ”گانے (کی محبت اور اُسے سننے) سے دل میں منافقت پیدا ہوتی ہے۔“(سنن ابوداود، حدیث:4927)

خواتین کو راگ سے بچانا: وہ منظر ذہن میں لائیے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ سفر کر رہا ہے، ہمراہ وہ مَرد وخواتین ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کے بعد سب سے زیادہ عزت حاصل ہے، اِس دوران صحابیٔ رسول سیدنا ابوماریہ اَنجشہ رضی اللہ عنہ اپنی خوبصورت آواز میں اُونٹوں کو تیز چلانے کے لیے اُونٹوں کا راگ کہنے لگتے ہیں، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: «رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ! لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيرَ.» ”انجشہ! ٹھہرو، شیشیاں مت توڑو۔“(صحیح بخاری، حدیث:6211) یعنی سفر میں عورتیں بھی ساتھ ہیں، اِن کے دل نازک شیشے کی طرح کمزور ہیں، اُونٹوں کا راگ سن کر کہیں اُن کے دل میں کوئی دوسرا خیال پیدا نہ ہو۔

نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کی تربیت کے لیے کائنات میں سب سے زیادہ پاکیزہ دلوں والی خواتین کے سامنے راگ کہنے سے منع فرمادیا۔ یہ اِس بات کی تربیت تھی کہ دل کی حفاظت کے لیے کانوں کو پاکیزہ بنانا بہت ضروری ہے۔

لعنتی آوازیں: پروردۂ آغوشِ نبوت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ: مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَّرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ. ”دو آوازوں پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے: خوشی کے وقت باجا (گانا) اور مصیبت کے وقت چِلّانا۔“(مسند البزار، حدیث:7513۔ مجمع الزوائد، رقم:4017)

شرابی پر لعنت: پروردۂ آغوشِ نبوت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْخَمْرِ عَشَرَةً: عَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ إِلَيْهِ وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَآكِلَ ثَمَنِهَا وَالْمُشْتَرِيَ لَهَا وَالْمُشْتَرَاةَ لَهٗ. ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب سے متعلق دس قسم کے افراد پر لعنت فرمائی: اسے بنانے والا، بنوانے والا، پینے والا، اٹھانے والا، جس کے پاس لے جائی جائے، پلانے والا، بیچنے والا، اُس کی قیمت لینے والا، اُسے خریدنے والا، جس کے لیے خریدی جائے۔“ (جامع ترمذی، حدیث:1295) یعنی شراب سے متعلق جو شخص بھی غلط کردار ادا کرتا ہے، وہ ملعون ہے۔

لمحۂ فکریہ: ہم لوگ نئے سال کی آمد پر زبان سے مبارک باد کہتے ہیں، یعنی برکت کی دُعا دیتے ہیں... جب کہ کام وہ کرتے ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، ضمیر سے پوچھیے! کیا اِس طرح برکت حاصل ہو گی؟

---

[1] وروی البیہقی عن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعا: اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ. (شعب الایمان: 5100) وعن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ موقوفًا قَالَ: اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ. وَالذِّكْرُ يُنْبِتُ الْإِيْمَانَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ. (السنن الکبریٰ: 21007)

سالِ نَو کا اچھا آغاز...یہود و نصاریٰ کی نقّالی سے اجتناب

قرآن و سنت میں بہت تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی تہذیب و تمدّن اپنانا چاہیے اور غیر اسلامی کلچر سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

قرآنی دُعا: سورۂ فاتحہ میں ربّ تعالیٰ کی نہایت خوب صورت تعریف و ثنا کے بعد بہت ہی جامع دُعا سکھائی گئی ہے، جو مسلمان نماز کی ہر رکعت میں اپنے ربّ سے مانگتا ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ o صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ o یعنی "اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا دے، اُن لوگوں کے راستے پر جن پہ تیرا اِنعام و احسان ہے، اُن کے راستے پر نہ چلانا جن پہ تیرا غضب (اُن سے تُو ناراض) ہے اور نہ ہی اُن کے راستے پر جو بھٹکے ہوئے ہیں۔" [الفاتحہ 1:5 تا 7]

ارشادِ نبوی کا مفہوم ہے کہ اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ (جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے سے مراد) یہودی ہیں اور الضَّآلِّيْنَ (گمراہوں سے مراد) عیسائی ہیں۔"[1] چنانچہ مسلمان ہر روز دسّیوں مرتبہ اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتا ہے کہ مجھے یہود و نصاریٰ کے طریقے سے بچانا۔

جامعہ نظامیہ رضویہ سے علمی فیضان پانے والے شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم قادری مدظلہ لکھتے ہیں: ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ عقائد، اعمال، سیرت، صورت... ہر اعتبار سے یہودیوں، عیسائیوں اور تمام کفار سے الگ رہے، نہ ان کے طور طریقے اپنائے اور نہ ہی اُن کے رسم و رواج اور فیشن اختیار کرے اور ان کی دوستیوں اور صحبتوں سے دُور رہتے ہوئے اپنے آپ کو قرآن و سنّت کے سانچے میں ڈھالنے میں ہی اپنے لیے دونوں جہان کی سعادت تصور کرے۔ (صراط الجنان، تحت الاٰیۃ)

نبوی پیشین گوئی: سیدنا ابوسعید سعد خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ رحمت ﷺ نے (قیامت کے قریب پیدا ہونے والی صورتِ حال سے متعلق ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اور اُس سے منع کرتے ہوئے) فرمایا: «لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ[2] مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ.» یعنی "مسلمانو! تم ضرور بالضرور (شرعی احکام کی خلاف ورزی میں) مکمل طور پر اپنے سے پہلے لوگوں کے راستے پر چل پڑو گے، حتّٰی کہ اگر وہ گوہ (چھپکلی نما بڑا جانور/Iguana) کے سوراخ میں گھس جائیں (بالکل بے فائدہ، بلکہ نقصان دہ کام کریں) تو تم بھی اُن کے پیچھے چلو گے۔" صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى؟ یعنی یارسول اللہ! کیا مسلمان یہود و نصاریٰ کے پیچھے چل پڑیں گے؟ فرمایا: فَمَنْ؟ یعنی "اور کس کی بات کر رہا ہوں؟ (یہود و نصاریٰ کے پیچھے ہی چل پڑو گے)۔" (صحیح بخاری، حدیث: 7320۔ صحیح مسلم، حدیث: 2669)

---

[1] عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْيَهُوْدُ مَغْضُوْبٌ عَلَيْهِمْ وَالنَّصَارٰى ضُلَّالٌ.» (سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2954)

[2] بفتح السین بمعنی الطریق۔ (ارشاد الساری) ویجوز بِضَمِّ السِّینِ جَمْعُ سُنَّةٍ۔ (مرقاۃ)

اِس ارشادِ مبارک کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی صورتِ حال پر غور کریں تو بے اختیار زبان سے نکلتا ہے:

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی ذکر کردہ تشریح کا مفہوم ہے: اِس حدیثِ پاک کے پیشِ نظر ہمیں اپنی صورتِ حال پر غور کرنا چاہیے... ہندو، سکھ، مجوسی سبھی اپنی شکل وصورت، لباس اور رہن سہن کو اپنے جھوٹے مذہب کے مطابق رکھنا پسند کرتے ہیں... جب کہ مسلمانوں کی شکل وصورت، بالوں کا اسٹائل، بولی، کھانے پینے اور رہن سہن کا انداز سب کچھ غیر اسلامی ہے۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی سخت سردی میں سر نہیں چھپاتے، خواتین نیم عریاں لباس پہنتی ہیں (نئے سال کی آمد پر بے ہودہ کاموں میں وقت کے ساتھ ساتھ بے تحاشا مال بھی ضائع کرتے ہیں)... اگر پوچھیے کہ اِن حرکتوں کا کیا فائدہ ہے؟ تو کوئی معقول جواب نہیں ہو گا... فقط ایک ہی بات ہے کہ فیشن ہے، لوگ ایسا ہی کر رہے ہیں۔

نیا سال جنوری سے یا محرم سے؟

عالمی سطح پر سالوں اور مہینوں کا حساب لگانے کے مختلف طریقے رائج ہیں: شمسی، قمری، بکرمی وغیرہ۔ ”شمسی تقویم“ میں سال اور مہینوں کا حساب سورج کی چال سے لگایا جاتا ہے۔[1] اِس تقویم کے مطابق ہر رات بارہ بجے تاریخ تبدیل ہوتی ہے۔ جنوری، فروری وغیرہ مہینے اِسی تقویم کے مطابق ہیں... سالوں اور مہینوں کے حساب کا ایک طریقہ ”قمری تقویم“ بھی ہے۔ اس تقویم میں سال اور مہینوں کا حساب چاند کی چال سے لگایا جاتا ہے۔ چاند زمین کے گرد اپنا ایک چکر مکمل کرکے دوبارہ کبھی انتیس دن بعد نظر آتا ہے اور کبھی تیس دن بعد، اِسی حساب سے مہینہ بھی تبدیل ہوتا ہے۔[2] اِس تقویم کے مطابق ہر روز سورج غروب ہونے اور چاند کے طلوع ہونے سے تاریخ تبدیل ہوتی ہے اور محرم، صفر وغیرہ مہینے اِسی تقویم کے مطابق ہیں۔

17 ہجری، سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں، جب ریاستِ مدینہ کی زمینی سرحدیں وسیع تر ہوئیں تو ضرورت محسوس کی گئی کہ ریکارڈ کو بہتر طور پر محفوظ کرنے کے لیے کسی کیلنڈر کو رواج دیا جائے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی مشاورت سے طے پایا کہ مدینہ منوّرہ کی طرف نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت والے سال سے آغاز کرتے ہوئے سالوں کا شمار کیا جائے۔ چنانچہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے جاری کردہ کیلنڈر کے مطابق اِس وقت 1444ھ رواں دواں ہے۔

---

[1] سورج زمین کے گرد اپنا ایک چکر اوسطاً 365 دن، 5 گھنٹے، 48 منٹ اور 50 سیکنڈ میں پورا کرتا ہے، اِسی کو ایک شمسی سال قرار دیا جاتا ہے۔ (توضیح الافلاک، از بحر العلوم مفتی سید محمد افضل حسین رحمۃ اللہ علیہ، ملخصاً)

[2] قمری سال اوسطاً 354 دن، 8 گھنٹے اور 49 منٹ کا ہوتا ہے اور شمسی سال سے تقریباً 11 دن چھوٹا ہوتا ہے۔ (ایضاً)

شمسی سال یا قمری؟ ویسے تو سورج اور چاند دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور اُسی کے حکم سے چل رہے ہیں، مگر شریعتِ مطہرہ نے اکثر دینی احکام کی بنیاد قمری حساب پر رکھی ہے۔ حج، زکوٰۃ، روزے، خواتین کی عدت وغیرہ احکام قمری تقویم کے مطابق ہی سرانجام پاتے ہیں۔

یاد رہے کہ دُنیاوی معمولات کا نظام الاوقات / شیڈول شمسی حساب کے مطابق بنانا گناہ نہیں، البتہ قمری حساب کو ترجیح دینی چاہیے۔ دینی معاملات میں قمری حساب لازم ہے، وہ شمسی حساب سے ادا نہیں کیے جاسکتے۔ اِس اعتبار سے یہ کہنا درست ہے کہ "شرعی حساب والے سال کا آغاز جنوری سے نہیں، محرّم سے ہوتا ہے"۔

حرفِ آخر

ہر شخص کو معلوم ہے کہ تجارت کی بنیاد سرمایہ پر ہوتی ہے، اُسی کے ذریعے نفع حاصل کیا جاتا ہے، اگر کسی شخص کے پاس سرمایہ ہی نہ ہو تو وہ نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ زندگی کے لمحات انسان کے لیے سرمایہ ہیں، اِس وقت جو لمحات میسر ہیں یہی سب کچھ ہیں، جو گزر چکے وہ تو ماضی ہو گئے اور آنے والے لمحات کا علم نہیں کہ کتنے باقی ہیں۔ اِن لمحات کی قدر کرنے والے دونوں جہان میں کامیاب ٹھہرتے ہیں اور اِنھیں ضائع کرنے والے افسوس کے علاوہ کچھ نہیں پاتے۔ شاعرِ نظامیہ مولانا محمد ثاقب افضل رضوی نے لکھا:

اِنہی لمحوں سے دن، ہفتے، مہینے، سال بنتے ہیں
یہی گزریں تو "ماضی"، جاری ہوں تو "حال" بنتے ہیں

سبق "ماضی" سے لے کر گر سنوارا جائے "حال" اپنا
تو آنے والے لمحے روشن "استقبال" بنتے ہیں

یہ لمحے قیمتی سرمایہ ہیں اِس زندگانی کا
اِنہیں ضائع جو کرتے ہیں، وہی کنگال بنتے ہیں

گزاریں لمحہ لمحہ جو خدا کی ہی اِطاعت میں
ولی اور غوث ہوتے ہیں، قطب اَبدال بنتے ہیں

کہے ٹِک ٹِک گھڑی کی، سانسیں تیری ہو رہی ہیں کم
یہی پیغام دینے کے لیے گھڑیال بنتے ہیں

فقط تخمینوں سے کچھ نہ ملے گا، ہے عمل لازم
وگرنہ زائچے جدول نئے، ہر سال بنتے ہیں

بلاناغہ کیے جائیں، اگرچہ ہوں وہ کم ثاقب
خدا کے ہاں پسندیدہ، وہی افعال بنتے ہیں[1]

وقت کے قدردان: ہمارے بزرگوں نے وقت کی ایسی قدر کی کہ اُن کی باتیں سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ اور تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان کو عروج تک پہنچانے والی شخصیت، امیر المجاہدین سمیت ہزاروں علما کے استاذ، مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وصال کے دن (26 اگست، 2003ء کو) معمول کے مطابق جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تشریف فرما تھے اور لوڈ شیڈنگ کے سبب اپنے دفتر کے دروازے کے قریب بیٹھ کر فتوٰی تحریر فرما رہے تھے۔ آپ کے رفیقِ خاص مولانا غلام فرید ہزاروی دامت برکاتہٗ نے کہا: کچھ دیر لائٹ آنے کا انتظار کر لیجیے۔ فرمانے لگے: اِس وقت میں جو کام ہو سکتا ہے اُسے کر لینا چاہیے (اگلے لمحے کا کیا اعتبار ہے)۔ پورا دن اِسی طرح بھرپور طریقے سے دینی مصروفیات میں گزار کر نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد وصال فرما گئے۔

(ماہنامہ النظامیہ، مفتیٔ اعظم نمبر [اگست، 2018ء]، ص:199، ملخصًا)

اِس وقت نئے شمسی سال کا آغاز بالکل قریب ہے، ہم پر لازم ہے کہ وقت کی قدر کریں... گزشتہ سال کی خامیوں سے متعلق اپنا محاسبہ کریں، ورنہ جس طرح زندگی کے کئی سال پہلے گزر گئے 2023ء بھی گزر جائے گا... سالِ نو کو بابرکت بنانے کے لیے اُس کا آغاز اچھا کریں... ربّ تعالیٰ سے دُعائیں کریں... اُس کی فرماں برداری کا ذہن بنائیں... شریعت کی خلاف ورزی سے مکمل اجتناب کرتے ہوئے خود کو اسلامی رنگ میں رنگیں اور اسلامی تہذیب کو اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اُمّتِ مسلمہ کے لیے 2023ء کو مبارک و مسعود فرمائے، اُمّت کو دینی تقاضے سمجھنے اور اُنھیں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے... ہمیں اسلام اور اسلامی تہذیب پر فخر کرنے والا بنائے۔ مالکِ کریم مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

---

[1] کریں سودا وطن کا سامراجی قوتوں سے جو — وہی خود غرض حاکم، وجہِ استحصال بنتے ہیں
جو اپنی جراٗتوں سے موڑ دیں تاریخ کا دھارا — وفادار ایسے، اہلِ عزم و اِستقلال بنتے ہیں
جنھوں نے دیکھے ہوں خود زندگی میں کرب کے لمحے — وہی اَوروں کے اَشکوں کے لیے رومال بنتے ہیں

۱۳ جمادی الاُخرٰی،۱۴۴۴ھ / 6 جنوری، 2023ء

سَروَری جس پہ کرے ناز
وہ سرور صدیق (رضی اللہ عنہ)

مشمولات

- شرفِ صحابیّت کے لیے بہترین افراد کا انتخاب اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی شانِ خلافت
- خلافتِ صدیقیہ کا زرّیں اُصول... حکومت کی خواہش سے اجتناب
- خلافتِ صدیقیہ کا زرّیں اُصول... سرکاری خزانے کی رکھوالی
- خلافتِ صدیقیہ کا زرّیں اُصول... دینی تقاضوں کی ترجیح
- خلافتِ صدیقیہ کا زرّیں اُصول... حکمرانی نہیں، خدمت گزاری
- خلافتِ صدیقیہ کا زرّیں اُصول... کمزوروں کی دادرسی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ ۙ اَذِلَّۃٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ۫ یُجَاہِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَۃَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ۔[المائدۃ5:54]

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کی معیّت ورِفاقت کے لیے اُن افراد کا انتخاب فرمایا جو اُس کی نظر میں انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد کائنات میں سب سے افضل واعلیٰ تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ کی تعلیم وتربیت سے یہ حضرات اعتقاد وعمل کے اُس بلند مقام پر پہنچے کہ اُن کا کردار قیامت تک، ہر شعبۂ زندگی کے مسلمانوں کو روشنی فراہم کرتا رہے گا۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا شرف نبیِ کریم ﷺ کی صحبت ونسبت سے ہے، چنانچہ جسے جتنا زیادہ قرب ملا وہ اُتنی ہی بلندی تک پہنچا اور جس نے جتنی زیادہ رِفاقت وتربیت پائی وہ ہدایت کا اُتنا ہی زیادہ روشن ستارہ بنا۔

رحمتِ عالم ﷺ کا سب سے زیادہ قُرب، سب سے طویل رفاقت، سب سے زیادہ خدمت گزاری اور سب سے بڑھ کر اعتماد پانے والے خوش نصیب، یارِ غار ومزار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، چنانچہ آپ ہدایت کا نہایت چمکتا ستارہ، بلکہ روشن سورج ہیں اور نبیِ کریم ﷺ کے بعد اُمّت کے سب سے بڑے راہ نما ہیں۔ حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے خوب کہا:

سارے اصحابِ نبی تارے ہیں اُمّت کے لیے
اِن ستاروں میں بنے مِہرِ مُنَوَّر صدّیق

آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اُمّت کے لیے مَنارۂ نور ہے، بالخصوص سرکارِ دوعالم ﷺ کے وصالِ اقدس کے بعد بطورِ خلیفۃ الرسول آپ نے اُمّت پر جو احسانات کیے پوری اُمّت اکٹھی ہو کر اُن میں سے ایک کا بدلہ بھی نہیں چکا سکتی۔

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی کیفیت ناقابلِ بیان تھی... وہ جس محبوب کے دیدار کے لیے زندگی کی چاہت رکھتے تھے اُس کے وصال کے بعد اُن کے دلوں پر جو بیتی ہو گی ہم اُس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، حتّٰی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے بہادر بھی اپنی کیفیت میں تھے اور وصالِ اقدس کا یقین نہیں کر پا رہے تھے۔ اِس موقع پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نہ صرف صحابہ کو سنبھالا، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے پہلے خلیفہ وجانشین کی حیثیت سے صرف اڑھائی سال کے قریب عرصہ میں اسلام کے خلاف اُٹھنے والے تمام فتنوں کا خاتمہ کر کے ریاستِ مدینہ کو نہایت مضبوط کیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہونے والی فتوحات کے لیے راہ ہموار کی، بلکہ ان فتوحات کا آغاز کیا۔ آپ صرف خلیفہ ہی نہیں بلکہ شانِ خلافت اور نازِ خلافت ہیں۔ جہاں آپ کے لیے یہ اِعزاز کی بات ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پہلے خلیفہ وجانشین ہیں، وہاں منصبِ خلافت کو بھی ناز ہے کہ اُسے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

جیسا جاں نثار، وفا شعار، صاحبِ تدبیر اور پیکرِ استقامت مسند نشین میسر ہوا۔ آپ نے جن مشکل حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اُمّت کی کشتی کو کنارے لگایا، اگر یہ مشکلات کسی پہاڑ پر اُترتیں تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ حکیم الاُمّت علیہ الرحمہ نے کہا:

بہتری جس پہ کرے فخر وہ بہتر صدّیق
سَرْوَری جس پہ کرے ناز وہ سَرْوَر صدّیق

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن اُصولوں کی بنیاد پر خلافت و ریاست کی ذمہ داریاں سرانجام دیں، وہ بلاشبہ آج بھی اُمّت مسلمہ، بالخصوص مسلم حکمرانوں کے لیے لائقِ تقلید ہیں۔

آپ کا وصالِ مبارک 13ھ، جُمادی الاُخریٰ کی 22ویں شب کو مغرب و عشا کے درمیان ہوا، جس کے بعد آپ والیٔ کونین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قدموں میں حاضر ہو گئے۔ اِس مناسبت سے آج کے خطبہ میں آپ کی خلافت کے زرّیں اُصولوں سے متعلق کچھ گفتگو ہو گی۔

خلافتِ صدیقیہ کا زرّیں اُصول... حکومت کی خواہش سے اجتناب

نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مختلف احادیث میں تربیت فرمائی ہے کہ مسلمان کو عہدے، اقتدار اور حکومت کا لالچ نہیں ہونا چاہیے، تاہم اگر انسان کسی عہدے کا اہل ہو اور لالچ کے بغیر وہ مل جائے تو پوری دیانت داری کے ساتھ تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اُس کے تقاضے پورے کرنا لازم ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ ایک حدیثِ مبارک میں یہ الفاظ بھی ہیں: وَتَجِدُوْنَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ أَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لِّهٰذَا الْأَمْرِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ۔ یعنی ”وہ شخص بہترین افراد میں سے ہے جو حکومت سے سخت نفرت کرتا ہو، حتّٰی کہ اُس میں مبتلا ہو جائے۔“ (صحیح بخاری، حدیث:3588)

سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيْتَهَا عَنْ مَّسْأَلَةٍ وُّكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا ۔ یعنی ”(دُنیاوی مفادات کے لیے) حکومت کا مطالبہ نہ کرو؛ اگر تمہارے مانگنے پر حکومت ملے گی تو تم اُس کے سپرد کر دیے جاؤ گے (تمہاری مدد نہیں کی جائے گی، جس کی وجہ سے تم اُسے نبھا نہیں پاؤ گے)، اور اگر بن مانگے مل گئی تو اللہ تعالیٰ اُس پر تمہاری مدد فرمائے گا۔“ (صحیح بخاری، حدیث:7146)

اُسوۂ صدیقی: سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اپنے پہلے خطبہ سمیت کئی مواقع پر اِس بات کا اِظہار فرمایا کہ مجھے ہرگز حکمرانی کی کوئی خواہش نہیں۔ ایک خطبہ کے الفاظ یوں ہیں: وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ حَرِيْصًا عَلَى الْإِمَارَةِ يَوْمًا وَّلَا لَيْلَةً قَطُّ، وَلَا كُنْتُ فِيْهَا رَاغِبًا وَّلَا سَأَلْتُهَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ سِرٍّ وَّلَا عَلَانِيَةٍ... وَمَا لِيْ فِي الْإِمَارَةِ مِنْ رَّاحَةٍ، وَلٰكِنْ قُلِّدْتُ أَمْرًا عَظِيْمًا مَّا لِيْ بِهٖ مِنْ طَاقَةٍ

وَّلَا يَدٍ إِلَّا بِتَقْوِيَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَوَدِدْتُ أَنَّ أَقْوَى النَّاسِ عَلَيْهَا مَكَانِي الْيَوْمَ.... "لوگو! خدا کی قسم مجھے زندگی بھر کسی دن یا رات میں حکومت کی خواہش نہیں رہی اور نہ ہی کبھی مَیں نے خفیہ یا علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ سے اِس کا سوال کیا... مجھے حکمرانی میں کوئی راحت نہیں، بلکہ مجھے تو اتنی بڑی ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر اِسے پورا کرنا میرے بس میں نہیں۔ مَیں آج بھی چاہتا ہوں کہ کوئی زیادہ طاقت والا میری جگہ منصب سنبھال لے۔" (المستدرک علی الصحیحین، حدیث:4422)

ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے اِس طرح کے کلمات ارشاد فرمائے تو مولَی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ کہنے لگے: قَدَّمَكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَمَنْ يُؤَخِّرُكَ؟ "اے صدیق! آپ کو رسول اللہ ﷺ نے مُقدّم کیا (امامت کے لیے کھڑا کرکے ترجیح دی) ہے، اب کس کی مجال ہے کہ آپ کو مُؤخّر (پیچھے) کرے؟" (فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل، رقم:102)

لمحۂ فکریہ: دُنیاوی مفادات کے لیے حکومت کا لالچ دُنیا میں بھی نقصان دہ ہے اور آخرت میں بھی باعثِ ندامت ہوگا۔ ہماری حالت یہ ہے کہ تقریباً ہر شخص کسی نہ کسی عہدے کا طلب گار ہے، مقامی سطح سے لے کر ملکی اور عالمی سطح تک ہر طرف عہدوں کے لیے مقابلہ بازی جاری ہے اور ہر جائز و ناجائز طریقے سے "کرسی" حاصل کرنے کی خواہش نے بے حال کر رکھا ہے... لالچی شخص عہدے کے تقاضے پورے نہیں کرتا، وہ اپنے مفادات کی فکر میں ہی مگن رہتا ہے.. ہم اپنے دور کے حکمرانوں کا حال دیکھ لیں، اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے بجائے اپنی تجوریاں بھرنے کی فکر میں ہیں... اقتدار سنبھالنے اور اُسے بچانے کی فکر اِس قدر ہوتی ہے کہ ملکی ترقی اور شہریوں کی خیر خواہی کی طرف توجہ کی فرصت ہی نہیں ملتی۔

خلافتِ صدیقیہ کا زرّیں اُصول... سرکاری خزانے کی رکھوالی

خلیفۂ اوّل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سے جہاں اور بہت سی باتیں سیکھنے کو ملتی ہیں وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلم حکمران کو سرکاری خزانے کا محافظ و نگران ہونا چاہیے، لٹیرا اور عیّاش نہیں بننا چاہیے۔

خلیفۂ اوّل کا اِعزازیہ: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ الرسول منتخب ہونے کے بعد اپنے معمول کے مطابق تجارت کے لیے بازار تشریف لے جانے لگے، سیدنا عمر فاروق اور دیگر صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے باہمی مشاورت سے فیصلہ کیا کہ اب آپ اسلامی ریاست کے سربراہ بن چکے ہیں، اگر آپ اب اپنے کاروباری معاملات کو وقت دیں گے تو ریاستِ مدینہ کی ذمہ داریاں پوری کرنے میں خلل پیدا ہو سکتا ہے، چنانچہ اتفاقِ رائے سے فیصلہ ہوا کہ آپ کا اِعزازیہ مقرر کر دیا جائے؛ تاکہ آپ ہمہ وقت مسلمانوں کے کاموں میں مصروف رہیں۔ مشورہ سے طے پایا کہ آپ کو سرکاری خزانے سے:

⟸ ایک متوسط درجہ کے عام مسلمان کے اخراجات کے مطابق اِعزازیہ پیش کیا جائے گا۔

⇐ خلیفہ بننے سے پہلے آپ اپنے گھر والوں کو جتنا خرچہ دیتے تھے اُتنا خرچہ دیا جائے گا۔

⇐ پہننے کے لیے دو چادریں ملیں گی، جب وہ پرانی ہو جائیں تو اُنھیں بیت المال میں جمع کر کے نئی چادریں دے دی جائیں گی۔

⇐ سفر پر جانا ہو تو سواری پیش کی جائے گی۔[1]

اِعزازیہ قبول کرنے کی کیفیت: حکومتی عہدے داروں اور ملازمین کے لیے خزانے سے تنخواہ لینا جائز ہے، مگر "ضرورت پوری کرنے کے لیے کچھ لینے" اور "عیّاشیوں کے لیے اُڑانے" میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ خلیفۂ اوّل بلا فصل رضی اللہ عنہ ایک عام شخص کے اخراجات کے مطابق معمولی اِعزازیہ وصول فرماتے تھے... مگر خوشی سے اور اُڑانے کے لیے نہیں... بلکہ مجبوری سے اور ضرورت پوری کرنے کے لیے... یہ معمولی اِعزازیہ بھی آپ کے دل پر گراں تھا۔

اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جب سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو (بیت المال سے اِعزازیہ وصول کرنے کے بارے میں) فرمایا: «لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَئُونَةِ أَهْلِي، وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ، وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ»۔[2] یعنی مسلمانوں کو معلوم ہے کہ میرا کاروبار وسیع تھا، جس سے میرے گھر والوں کا اچھا گزر بسر ہو جاتا تھا، لیکن اب میں مسلمانوں کے معاملات میں مصروف ہوں (کاروبار نہیں کر سکتا)، اب ابو بکر کے گھر والے بیت المال سے گزارا کریں گے اور ابو بکر مسلمانوں کا کام کرے گا۔ (صحیح بخاری، رقم: 2070)

اِعزازیہ کی واپسی: سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو آپ نے حساب لگایا کہ پوری مدتِ خلافت میں اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے کتنا اِعزازیہ وصول کیا ہے، پھر حکم دیا کہ میرا جتنا غیر منقولی ترکہ (رہائشی گھر کے علاوہ ملکیت میں جو کچھ) ہے وہ سب بیت المال میں جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ مدتِ خلافت میں جتنا وصول کیا تھا اُس سے زیادہ بیت المال میں جمع کروایا۔ یوں زندگی کے آخری سانس تک مسلمانوں کی خدمت بھی کی اور اپنے ذاتی مال سے سرکاری خزانے میں اِضافہ بھی فرمایا۔[3]

---

[1] وقال أبو عبيدة: أَفْرِضُ لَكَ قُوتَ رَجُلٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ وَكِسْوَتَهُ وَلَكَ ظَهْرُكَ إِلَى الْبَيْتِ. (سير أعلام النبلاء)
عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ: لَمَّا وَلِيَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ: افْرِضُوا لِخَلِيفَةِ رَسُولِ اللهِ مَا يُغْنِيهِ، قَالُوا: نَعَمْ، بُرْدَاهُ إِذَا أَخْلَقَهُمَا وَضَعَهُمَا وَأَخَذَ مِثْلَهُمَا، وَظَهْرُهُ إِذَا سَافَرَ، وَنَفَقَتُهُ عَلَى أَهْلِهِ كَمَا كَانَ يُنْفِقُ قَبْلَ أَنْ يُسْتَخْلَفَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: رَضِيتُ.
(الطبقات الكبرى، ج:3، ص:137، دار الكتب العلمية)

[2] وَأَرَادَ بِالِاحْتِرَافِ فِيهِ التَّصَرُّفَ فِيهِ وَالسَّعْيَ لِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ وَنِظَامِ أَحْوَالِهِمْ، وَجِيءَ بِالْحِرْفَةِ مُشَاكَلَةً لِوُقُوعِهِ فِي صُحْبَةِ قَوْلِهِ: إِنَّ حِرْفَتِي. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، تحت الحديث: 3747)

[3] وَلما حضرت أَبَا بكر الْوَفَاةُ حَسِبَ مَا أنْفق من بَيت المَال، فوجدوه سَبْعَةَ آلَافِ دِرْهَم، فَأمر بِمَالِهِ غَيرِ الرِّبَاعِ، فَأُدْخِلَ فِي بَيتِ المَال، فَكَانَ أَكْثَرَ مِمَّا أنْفق. قَالَت عَائِشَة رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا: فَرِبِحَ الْمُسلِمُونَ عَلَيْهِ وَمَا رَبِحُوا على غَيرِهِ. (عمدة القاری: 185/11)

خلافتِ صدیقیہ کا زرّیں اُصول... دینی تقاضوں کی ترجیح

انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، نجی سطح کی بات ہو یا حکومتی سطح کی... انسان کے سامنے جب دو مختلف راستے ہوں اور اُسے اُن میں سے ایک کا چناؤ کرنا ہو تب اُس کی دانائی اور تدبّر کا پتا چلتا ہے۔

حکمرانوں سمیت ہر شخص کو زندگی میں کچھ فیصلے کرنا ہوتے ہیں، دانا اور دُور اندیش شخص وہ ہے جو فیصلہ کرتے ہوئے یہ دیکھے کہ ربّ تعالیٰ کی رِضا کس میں ہے اور دینی تقاضا کیا ہے... جو شخص دُنیاوی مفادات کو ترجیح دے اُسے وقتی طور پر تو فائدہ ہو سکتا ہے، مگر انجام نقصان ہی ہو گا... اور جو خوش نصیب دینی تقاضوں کو ترجیح دے وہ وقتی طور پر مشکل میں پڑے بھی تو انجامِ کار خیر ہی ہوتا ہے۔

اُسوۂ صدیقی: خلافتِ صدیقیہ میں دینی تقاضوں کو ترجیح دینے کی کئی شاندار مثالیں موجود ہیں۔

سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وصالِ اقدس ہوا تو گویا فتنوں کا سیلاب اُمڈ آیا... کئی قبیلے اسلام سے مرتد ہو گئے، بہت سے قبیلوں نے اسلامی نظامِ زکوٰۃ کا اِنکار کر دیا، متعدد بدبختوں نے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کر کے اسلام کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی... اِس صورتِ حال میں سیاسی حکمتِ عملی یہ تھی کہ بعض فتنہ پروروں کے ساتھ کچھ وقت کے لیے مفاہمت کر لی جائے اور بعض کا طاقت کے ذریعے خاتمہ کر دیا جائے، مگر دینی تقاضا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسا کرتے ہوئے جہاد کے ذریعے تمام فتنوں کا صفایا کر دیا جائے؛ کیونکہ مفاہمت کی وجہ سے دین کی بنیاد کمزور ہو جاتی اور قیامت تک اُس کے اثرات باقی رہتے۔ چنانچہ خلیفۂ اوّل بلا فصل رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے دینی تقاضے کو ترجیح دیتے ہوئے بیک وقت تمام فتنوں کا مقابلہ کیا، حتّٰی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی ظاہری حیاتِ مبارکہ کے آخری دنوں میں سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جو لشکر جہاد کے لیے روانہ فرمایا تھا اُسے بھی واپس نہیں بلوایا۔[1] آپ کی اِس استقامت کی برکت سے فقط اڑھائی سال میں نہ صرف تمام فتنوں کا خاتمہ ہوا، بلکہ فتوحات کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔

قرآنی پیشین گوئی: خلیفۃ الرسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اِس بے مثال استقامت کے بارے میں قرآنِ کریم نے پہلے سے آگاہ فرمایا تھا۔ ارشادِ ربّانی ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ٘ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ یعنی ”اے ایمان والو! (وصالِ نبوی کے بعد) تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد (اسلام سے خارج) ہو جائے گا تو بہت جلد

---

[1] وَمَرِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَجَعَلَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ: أَنْفِذُوا جَيْشَ أُسَامَةَ. أَنْفِذُوا جَيْشَ أُسَامَةَ. قَالَ: فَسَارَ حَتّٰى بَلَغَ الْجُرُفَ... فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَجَعَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ بَعَثَنِي وَأَنَا عَلٰى غَيْرِ حَالِكُمْ هٰذِهِ، وَأَنَا أَتَخَوَّفُ أَنْ تَكْفُرَ الْعَرَبُ، فَإِنْ كَفَرَتْ كَانُوا أَوَّلَ مَنْ يُقَاتِلُ وَإِنْ لَمْ تَكْفُرْ مَضَيْتُ، فَإِنَّ مَعِي سَرَوَاتِ النَّاسِ وَخِيَارَهُمْ. قَالَ فَخَطَبَ أَبُو بَكْرٍ النَّاسَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: وَاللهِ لَأَنْ تَخَطَّفَنِي الطَّيْرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَبْدَأَ بِشَيْءٍ قَبْلَ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ. (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 50/4، العلمیة)

اللہ ایسی قوم لائے گا، جو اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی ہوں گے اور اللہ سے محبت بھی کریں گے، وہ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے اور اللہ وُسعت والا، علم والا ہے۔"[المائدۃ5:54] مولیٰ المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ اِس آیتِ کریمہ میں جن خوش نصیبوں کا ذکر ہے وہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھی ہیں۔(خزائن العرفان)

لمحۂ فکریہ: اِس وقت اُمّتِ مسلمہ کی مجموعی صورتِ حال یہ ہے کہ نجی معاملات سے لے کر قومی و بین الاقوامی معاملات تک... کہیں بھی دینی تقاضوں کی ترجیح نظر نہیں آتی۔ مسلم حکمرانوں کا تو گویا دین سے کچھ لینا دینا ہی نہیں، الا ماشاء اللہ۔ ہم عوام اپنی صورتِ حال پر غور کریں کہ ووٹ دیتے ہوئے دینی تقاضوں کو پیشِ نظر رکھتے ہیں یا سیاسی مفادات کو؟ تجارت کرتے ہوئے دینی اُصولوں کے مطابق چلتے ہیں یا ہر جائز و ناجائز طریقے سے مال سمیٹنے کی کوشش کرتے ہیں؟ رشتہ تلاش کرتے ہوئے دینی مقاصد دیکھتے ہیں یا خاندانی اور مالی اسٹیٹس کو؟ بچوں کی تعلیم و تربیت دینی تقاضوں کے مطابق کرتے ہیں یا فقط نوکری پیشِ نظر ہوتی ہے؟ ٹھنڈے دل سے غور کریں تو اکثریت کا جواب یہی ہوگا کہ دینی تقاضوں پر عمل کرنا تو دُور کی بات ہے، اُنھیں سمجھنے کی بھی کوشش نہیں کرتے۔

ہم جیسوں کی بات کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے فرمایا: بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا o وَالۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّاَبۡقٰی o اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰی o صُحُفِ اِبۡرٰهِیۡمَ وَمُوۡسٰی o "بلکہ تم دُنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، اور آخرت ہی بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، بے شک یہ بات ضرور پہلے صحیفوں میں (بھی مذکور) ہے، ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔"[الاعلیٰ87:16 تا19]

خلافتِ صدیقیہ کا زرّیں اُصول... حکمرانی نہیں، خدمت گزاری

قرآن و سنت میں مسلمانوں کو سکھایا گیا ہے کہ سیاست و حکومت کا اصل مقصد خلقِ خدا کی خدمت ہے۔ عہدہ سنبھالنے کے بعد خود کو خلائی مخلوق سمجھنا اور عوام کی پریشانیاں نظر انداز کر دینا اسلامی تعلیمات کے یکسر خلاف ہے۔

سیدنا ابو مریم عَمرو بن مُرَّہ اَزْدی ﷺ نے ارشادِ نبوی روایت کیا: «مَنۡ وَّلَّاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ شَیۡئًا مِّنۡ اَمۡرِ الۡمُسۡلِمِیۡنَ فَاحۡتَجَبَ دُوۡنَ حَاجَتِهِمۡ وَخَلَّتِهِمۡ وَفَقۡرِهِمُ احۡتَجَبَ اللّٰهُ عَنۡهُ دُوۡنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقۡرِهٖ۔» (سنن ابو داود، حدیث:2948)

یعنی "جسے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری دے، پھر وہ (لاپرواہی کرتے ہوئے) اُن کی ضروریات سے غافل رہے (حاجت مندوں کی اُس تک رسائی ہی نہ ہو اور وہ اُن کی ضرورتیں پوری کرنے کی کوشش نہ کرے) تو اللہ تعالیٰ اُس کی حاجتیں پوری نہیں فرمائے گا (نہ اُس کی دعائیں قبول ہوں گی، نہ مرادیں پوری ہوں گی)۔" (ترجمہ و تشریح ماخوذ از مرقاۃ المفاتیح و مرآۃ المناجیح، زیرِ حدیث:3728)

اُسوۂ صدیقی: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں خدمتِ خلق کی کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

روایت میں ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ خلیفہ بننے سے پہلے خیر خواہی کے طور پر پڑوسی قبیلہ والوں کی بکریوں کا دُودھ دوہ دیتے تھے، جب خلیفہ مقرر ہوئے تو اُس قبیلہ کی کسی بچی نے کہا: اب وہ خلیفہ بن گئے ہیں، اب ہماری بکریوں کا دُودھ دوہ کر نہیں دیں گے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے یہ بات سنی تو فرمایا: بَلٰى لَعَمْرِىْ لَأَحْلُبَنَّهَا لَكُمْ، وَإِنِّىْ لَأَرْجُوْ أَنْ لَا يُغَيِّرَنِىْ مَا دَخَلْتُ فِيْهِ عَنْ خُلُقٍ كُنْتُ عَلَيْهِ۔ یعنی اب بھی میں ضرور تمہاری بکریوں کا دُودھ دوہ دیا کروں گا، مجھے اُمید ہے کہ خلافت کی وجہ سے میرے اخلاق (اور خدمات) میں تبدیلی نہیں آئے گی۔ چنانچہ آپ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد بھی نہایت عاجزی کے ساتھ مسلمانوں کی خدمت کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:3، ص:139، دار الکتب العلمیۃ)

لمحۂ فکریہ: ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ سرکاری افسران وملازمین خدمت کے طور پر کسی کے کام آنا تو دُور کی بات ہے، اپنی ڈیوٹی کا کام پورا کرنا بھی مصیبت سمجھتے ہیں... سرکاری ہسپتالوں میں مریض خوار ہوتے رہتے ہیں اور ڈاکٹرز کو خوش گپیوں سے فرصت نہیں ملتی... پولیس والے اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے اتنے غافل ہیں کہ عام آدمی تھانے کی طرف جانے سے بھی بچنے کی کوشش کرتا ہے..... ٹیچرز کو اِس بات کی فکر ہی نہیں کہ مستقبل کے معماروں کی ذمہ داری اُن کے کاندھوں پر ہے۔

مسلمانوں کا بھلا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہوتی ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والا خود مشقت میں پھنس جاتا ہے۔ بدری صحابی سیدنا ابوصِرمہ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰهُ بِهٖ، وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔» یعنی "جو مسلمان کو ناحق تکلیف دے اللہ تعالیٰ بطورِ سزا اُسے تکلیف میں مبتلا کر دے گا اور جو مسلمان کو ناحق مشقت میں ڈالے اللہ تعالیٰ اُسے مشقت میں مبتلا کر دے گا۔" (جامع ترمذی، حدیث:1940[1])

خلافتِ صدیقیہ کا زرّیں اُصول... کمزوروں کی دادرسی

کسی بھی ریاست کی بقا کے لیے عدل وانصاف کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور جب تک ریاستی اِدارے کمزوروں کے ساتھ کھڑے نہ ہوں تب تک عدل وانصاف قائم نہیں ہو سکتا۔

حاکمِ مطلق جلّ جلالہٗ نے تاجدارِ عرب وعجم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرمایا: وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. "اور اے محبوب! اگر آپ اُن کے درمیان فیصلہ فرمائیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمادیں، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔" [المائدۃ5:42]

---

[1] وروی عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ «مَنْ رَفَقَ بِأُمَّتِيْ رَفَقَ اللّٰهُ بِهٖ، وَمَنْ شَقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ شَقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔» (مسند ابن المبارک:271، مکتبۃ المعارف)

اسوۂ صدیقی: سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے پہلے خطبہ میں دیگر کئی خوب صورت باتوں کے ساتھ ساتھ یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے: وَالضَّعِیْفُ فِیْکُمْ قَوِیٌّ عِنْدِیْ حَتّٰی أُرِیْحَ عَلَیْهِ حَقَّهٗ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، وَالْقَوِیُّ فِیْکُمْ ضَعِیْفٌ عِنْدِیْ حَتّٰی آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ تم میں سے جو (بظاہر) کمزور ہے وہ میرے نزدیک طاقت وَر ہے تاوقتیکہ مَیں (ظالم سے) اُس کا حق لے کر اُس کو واپس دلا دوں ان شاء اللہ تعالیٰ، اور تم میں جو بظاہر طاقت وَر ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے تاوقتیکہ میں اُس سے (مظلوم کا) حق واپس لے لوں، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، قال ابن کثیر: وھذا إسْنادٌ صحیح، ج:4، ص:493، دار المعرفۃ۔ کنز العمال، حدیث: 14064)

اکثر طور پر ظالم طاقت وَر اور اثر ورسوخ کا مالک ہوتا ہے، چنانچہ اُس کے سامنے قانون بے بس ہو جاتا ہے۔ خلافتِ صدیقیہ کا سنہری اُصول یہ ہے کہ ریاستی طاقت کے ساتھ ظالم کا ہاتھ روکا جائے، نہ رکے تو اسے کاٹ دیا جائے؛ کیونکہ ظالم کو روکے بغیر عدل و انصاف قائم ہو ہی نہیں سکتا۔

اگر ریاست مظلوم کا ساتھ نہ دے تو حکمران کو روزِ قیامت اِس کا جواب دینا ہو گا۔ سیدنا جُندب رضی اللہ عنہ نے رحمتِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: یَجِیْءُ الْمَقْتُوْلُ بِقَاتِلِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، فَیَقُوْلُ: سَلْ هٰذَا فِیْمَ قَتَلَنِیْ؟ فَیَقُوْلُ: قَتَلْتُهٗ عَلٰی مُلْكِ فُلَانٍ۔ ”مقتول قیامت کے دن اپنے قاتل کو بارگاہِ الٰہی میں حاضر کر کے کہے گا: ”اے اللہ! اِس سے پوچھ، اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟“ قاتل کہے گا: مَیں نے فلاں کی حکومت میں قتل کیا تھا (اُس کی مدد یا اُس کے نظام کی کمزوری کی وجہ سے مجھے یہ جرأت ہوئی تھی)۔“

(سنن نسائی، حدیث: 3998)

ہماری حالتِ زار: ہمارے نظام میں مظلوم کو انصاف حاصل کرنے کے لیے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے؟ تفتیش کتنی شفاف ہوتی ہے؟ پھر کورٹس کی گرفت کتنی مضبوط ہے؟ اور کورٹس کے فیصلوں پر کتنا عمل درآمد ہوتا ہے؟ یہ سب بیان کرنے کی ضرورت نہیں، حکومت اور قانون کے ادارے کسی نہ کسی طرح طاقت ور ظالم کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں اور مظلوم عدالتوں میں ایڑیاں رگڑتا رہتا ہے۔

آج صرف پاکستان ہی نہیں، بلکہ پوری دنیا اُس نظامِ عدل کے لیے ترس رہی ہے جو ریاستِ مدینہ میں نافذ ہوا تھا، جس کا کامل نمونہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا اور پھر خلفائے راشدین نے اسے دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا۔ اِسی عدل کی برکات تھیں کہ اُس دَور کی دونوں سپر پاورز: ایران اور روم عظمتِ اسلام کے آگے سرنگوں ہو گئیں۔

حرفِ آخر

رسول اللہ ﷺ کے جان نثار ووفاشعار صحابی اور پہلے خلیفہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُمّت کے بہترین راہ نما ہیں۔ ربّ تعالیٰ نے آپ کو اتنی خوبیوں سے نوازا ہے کہ آپ کی تجارت میں تاجروں کے لیے اُسوہ ہے، آپ کی سخاوت مال داروں کے لیے لائقِ تقلید ہے، آپ کی بہادری سرحدوں پر مقرر فوج کے جذبے جواں کر دیتی ہے، آپ کی شانِ عبادت وریاضت صوفیا کے لیے راہیں متعیّن کرتی ہے اور آپ کی خلافت کے سنہری اُصول قیامت تک کے مسلم حکمرانوں اور سرکاری عہدے داران کو روشنی فراہم کرتے رہیں گے۔ ہمیں چاہیے کہ خلافتِ صدیقیہ کے زرّیں اُصولوں سے سبق لیتے ہوئے:

⇐ دنیاوی مفادات کے لیے عہدوں کا لالچ دل سے نکال دیں۔

⇐ دیانت داری اور کفایت شعاری کو اپنا شعار بنائیں۔

⇐ زندگی کے تمام معاملات میں دینی تقاضوں کو ترجیح دیں۔

⇐ اگر ہمارے پاس کوئی سرکاری یا غیر سرکاری عہدہ ہے تو افسر بننے کے بجائے خدمت گزار بنیں۔

⇐ نہ کسی پر ظلم کریں اور نہ ہی ظالم کا ساتھ دیں۔

اللہ تعالیٰ خلیفۃ الرسول ﷺ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درجات میں بے شمار بلندیاں عطا فرمائے اور اُن کے صدقے میں اُمّتِ مسلمہ کو عروج عطا فرمائے، اُمّت کو دینی تقاضے سمجھنے اور اُنھیں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے...مالکِ کریم مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۰ جمادی الاُخریٰ، ۱۴۴۴ھ / 13 جنوری، 2023ء

اوصافِ سیدنا صدیقِ اکبر

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

مشمولات

- ربّ تعالیٰ کی طرف سے اوصافِ حمیدہ کا اِنعام اور صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی فضیلت
- حرام سے اجتناب
- سب سے بڑی دانائی
- مسلمانوں پر شفقت و رحمت
- صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ میں اوصافِ حمیدہ کا اجتماع
- معافی مانگ لینا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

وَلَا يَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ مِنۡكُمۡ وَالسَّعَةِ اَنۡ يُّؤۡتُوۡۤا اُولِى الۡقُرۡبٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلۡيَعۡفُوۡا وَلۡيَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَـكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۔[النور22:24]

اللہ تعالیٰ جسے نوازنا چاہے اُسے اچھے اوصاف اور عمدہ اخلاق عطا فرماتا ہے، پھر جیسے جیسے نوازشات بڑھتی جاتی ہیں ویسے ویسے اوصافِ حمیدہ میں بھی اِضافہ ہوتا جاتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ بَيۡنَكُمۡ أَخۡلَاقَكُمۡ كَمَا قَسَمَ بَيۡنَكُمۡ أَرۡزَاقَكُمۡ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُعۡطِي الدُّنۡيَا مَنۡ أَحَبَّ وَمَنۡ لَّا يُحِبُّ وَلَا يُعۡطِي الدِّيۡنَ إِلَّا مَنۡ أَحَبَّ، فَمَنۡ أَعۡطَاهُ الدِّيۡنَ فَقَدۡ أَحَبَّهٗ ۔» یعنی "جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان تمہارے اموال کو ایک معین مقدار میں تقسیم فرمایا اور تقدیر میں لکھا، ایسے ہی اُس نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق واعمال کو بھی تقسیم فرمایا اور تقدیر میں لکھا۔ اللہ تعالیٰ دنیاوی رزق اپنے محبوب بندوں کو بھی عطا کرتا ہے اور اُنھیں بھی دیتا ہے جو اُسے پیارے نہیں ہیں، مگر دین اُسے ہی عطا کرتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے، چنانچہ ربّ تعالیٰ نے جسے دین عطا کیا ضرور اُس سے محبت بھی فرماتا ہے۔"(المستدرک علی الصحیحین:3671)

باری تعالیٰ نے انبیائے کرام عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوات والتسلیمات کے بعد جسے سب سے زیادہ اچھے اوصاف اور اعلیٰ اخلاق عطا کیے وہ خلیفۃ الرسول بلا فصل، یارِ غار و مزار سیدنا ابو بکر صدیق عبد اللہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اچھے اوصاف اِس قدر ہیں کہ ربّ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں آپ کو "فضیلت والا" قرار دیا۔ ارشادِ ربّانی ہے:

وَلَا يَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ مِنۡكُمۡ وَالسَّعَةِ اَنۡ يُّؤۡتُوۡۤا اُولِى الۡقُرۡبٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلۡيَعۡفُوۡا وَلۡيَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَـكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۔ "اور تم میں فضیلت والے اور (مالی) گنجائش والے یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتے داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مال) نہیں دیں گے اور اُنھیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش فرمادے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"[النور22:24]

یہ آیتِ کریمہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، چنانچہ باری تعالیٰ نے آپ کو "فضیلت والا" قرار دیا۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

اُن کے مدّاح نبی اُن کا ثنا گو اللہ　　حَقّ اُلُو الۡفَضۡل کہے اور پیمبر صدّیق

آپ کا وصالِ مبارک 13ھ، جُمادی الاُخریٰ کی 22ویں شب کو مغرب وعشا کے درمیان ہوا، جس کے بعد آپ والیٔ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہوگئے۔ اِس مناسبت سے آج کے خطبہ میں آپ کے چند اوصافِ حمیدہ سے متعلق کچھ گفتگو ہوگی۔

حرام سے اجتناب

اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ انسان جو غذا لیتا ہے اُس کا اثر جسم پر بھی ہوتا ہے اور روح پر بھی... اگر انسان ایسی غذا لے جو جسم کے لیے نقصان دہ ہے تو جسم مریض ہو جاتا ہے... اور ایسی غذا لے جو روح کے لیے مُضر ہے تو روح بیمار پڑ جاتی ہے۔

روحانیت کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ چیز حرام ہے... حرام کھانے سے روحانیت تباہ ہو جاتی ہے۔ اِسی لیے قرآنِ کریم کی متعدد آیاتِ مبارکہ اور رحمتِ عالم ﷺ کی بیسیوں احادیثِ کریمہ میں حرام سے سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا۔

اُسوۂ صدیقی: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرتِ طیبہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ مسلمان کو ہمیشہ حلال کمانا اور کھانا چاہیے، حرام کا ایک لقمہ بھی اُس کے پیٹ میں نہ جائے۔

ایک مرتبہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے آپ کو کھانے کی کوئی چیز پیش کی، اُس کی کمائی حلال ہوتی تھی، چنانچہ آپ نے اُسے حلال سمجھتے ہوئے قبول کر کے تناول فرمالیا، بعد میں اُس نے بتایا کہ مَیں نے دورِ جاہلیت میں ایک شخص کے لیے کہانت[1] کی تھی، میں کاہن تھا تو نہیں، تاہم بناوٹی طور پر کہانت کر دی تھی... آج اُس شخص سے ملاقات ہوئی تو اُس نے معاوضہ دیا... آپ نے جو کھایا ہے یہ بھی اُسی میں سے ہے۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی بے چین ہو گئے کہ میرے پیٹ میں حرام لقمہ کیوں چلا گیا![2] چنانچہ آپ نے تکلّف سے قے کرنے کی کوشش کی، مگر وہ چیز باہر نہ نکلی۔ کہا گیا: پانی پئیں تب باہر آئے گی۔ آپ نے پانی منگوا کر پیا اور کافی کوشش کے بعد پیٹ میں جو کچھ تھا وہ سب قے سے باہر نکلا تو آپ پُر سکون ہوئے۔[3] کسی نے کہا: يَرْحَمُكَ اللهُ! كُلُّ هٰذَا مِنْ أَجْلِ هٰذِهِ اللُّقْمَةِ؟ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے! اِس چھوٹے سے لقمے کی وجہ سے آپ نے اتنی تکلیف اُٹھائی ہے؟: لَوْ لَمْ تَخْرُجْ إِلَّا مَعَ نَفْسِيْ لَأَخْرَجْتُهَا۔ اگر یہ حرام لقمہ نکالنے کے لیے جان بھی جاتی تو مَیں نے نکالنا ہی تھا۔ پھر اِس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: كُلُّ جَسَدٍ نَّبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلٰى بِهٖ، فَخَشِيْتُ أَنْ يَّنْبُتَ شَيْءٌ مِّنْ جَسَدِيْ مِنْ

---

[1] ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر، یا ستاروں کی چال سے، یا فال نکال کر، یا جنات کے ذریعے مستقبل کی باتیں بتانے کو ''کہانت'' کہا جاتا ہے۔ ایسا کرنے والے شعبدہ باز کو ''کاہن'' کہتے ہیں۔ اسلام نے اِن کاموں سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے اور اِستخارہ کا حکم دیا ہے۔

[2] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: «كَانَ لِأَبِيْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُّخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ، وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يَّأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ، فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَأَكَلَ مِنْهُ أَبُوْ بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ: تَدْرِيْ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِإِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَمَا أُحْسِنُ الْكَهَانَةَ، إِلَّا أَنِّيْ خَدَعْتُهُ، فَلَقِيَنِيْ فَأَعْطَانِيْ بِذٰلِكَ، فَهٰذَا الَّذِيْ أَكَلْتَ مِنْهُ، فَأَدْخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ يَّدَهٗ، فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهٖ»۔ (صحیح بخاری، حدیث: 3842)

[3] قال (أبوبکر له): إنْ کدتَّ أن تُهلِکَنی، فأدخل يدَه فی حلقه فجعل يتقيّأ، وجعلتْ لا تَخْرُجُ، فقيل له: إنَّ هذه لا تخرجُ إلا بالماء، فدعا بطستٍ من ماءٍ، فجعل يشرب ويتقيّأ حتّٰی رمٰی بها۔

هٰذِهِ اللُّقْمَةِ۔ میں نے سرکارِ دوعالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "جو گوشت حرام سے پرورش پائے جہنم اُس کے بہت قریب ہے" تو مجھے ڈر تھا کہ کہیں اِس لقمۂ حرام سے میرے جسم کی پرورش نہ ہو۔(حلية الأولياء، ج:1،ص:31، ترجمة أبي بكر الصديق)

شرعی حکم یہ ہے کہ حرام کھانا سخت گناہ ہے، مگر بے خبری میں حرام لقمہ پیٹ میں چلا جائے تو قے کرنا لازم نہیں، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، آپ نے اپنے عمل سے تربیت فرمائی کہ حرام سے بچنے کے لیے کتنا فکر مند ہونا چاہیے۔

نہایت بدبخت ہیں وہ لوگ جو اِس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت یا باغِ فدک سے متعلق اہلِ بیت کا حق چھینا ہے... وہ ہستی جس نے زندگی بھر حرام لقمہ سے پیٹ کو محفوظ رکھا، اُس پر اِس طرح کی بے سروپا اِلزام تراشی سورج کی طرف منہ کرکے تھوکنے کے مترادف ہے۔

لمحۂ فکریہ: اِس وقت تقریباً ہر شخص کو مال جمع کرنے کی فکر ہے اور اِس بات کی پرواہ ہی نہیں کہ مال حلال ذریعہ سے حاصل ہو رہا ہے یا حرام ذریعہ سے... تقریباً 99٪ تاجر ایسے ہیں جنہیں اسلام کے تجارتی اُصول معلوم ہی نہیں، ظاہر ہے کہ جب جائز اور ناجائز تجارت کا علم ہی نہیں تو ناجائز سے کیسے بچ سکتے ہیں... چھوٹے بڑے عہدوں پر فائز ملازمین وافسران کو اپنی تنخواہیں اور مراعات تو یاد رہتی ہیں، مگر اپنی ڈیوٹی کے حوالے سے فکر مند نہیں ہوتے... دھوکا، فریب، چوری وغیرہ جرائم عام ہیں... کمزور وارثوں، بالخصوص خواتین کو وراثت سے اُن کا شرعی حق نہیں دیا جاتا... سرکاری خزانے پر قابض لوگوں کی حالت ایسی ہے کہ اُن کی بات نہ کرنا ہی بہتر ہے... حالانکہ حرام مال نہ تو زندگی میں فائدہ مند ہے، نہ ہی مرنے کے بعد کسی کام آئے گا۔

صاحبِ نعلَین وسِوادہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: وَلَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَّالًا مِّنْ حَرَامٍ فَيُنْفِقُ مِنْهُ فَيُبَارَكَ لَهُ فِيهِ، وَلَا يَتَصَدَّقُ بِهٖ فَيُقْبَلَ مِنْهُ، وَلَا يَتْرُكُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ إِلَّا كَانَ زَادَهُ إِلَى النَّارِ... یعنی "بندہ حرام مال کما کر خرچ کرے تو اُس میں برکت نہیں ہوتی... صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا... (موت کے بعد) اپنے پیچھے چھوڑ جائے تو جہنم کا زادِ راہ (جب تک حرام کو استعمال کیا جائے گا تب تک کمانے والے کو عذاب) ہوگا" (حرام زندگی میں بھی نقصان دہ ہے اور آخرت میں بھی عذاب کا باعث ہے)۔(مسند احمد، حدیث:3672)

قرآنِ کریم سے بھی اِس ارشادِ نبوی کی تائید ہوتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ. یعنی "اور تم جو مال سود لینے کے لیے دیتے ہو؛ تاکہ وہ لوگوں کے مالوں میں (شامل ہو کر) بڑھتا رہے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم اللہ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ دیتے ہو تو وہی لوگ (اپنے مال) بڑھانے والے ہیں۔" [الروم39:30]

مسلمانوں پر شفقت ورحمت

اللہ کریم جلّ جلالہٗ اپنی مخلوق، بالخصوص مسلمانوں سے بے حد محبت فرماتا ہے... اُس نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو بھی رؤوف ورحیم بنایا ہے اور جو مسلمان دوسرے مسلمانوں پر شفقت ومہربانی کرتا ہے، باری تعالیٰ اُسے بھی دونوں جہان کی رحمتوں سے نوازتا ہے۔

اُسوۂ صدیقی: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے بہت خیر خواہ اور اُن پر نہایت شفیق ہیں، حتّٰی کہ خود سرورِ عالم ﷺ نے آپ کی اِس خوبی کا تذکرہ کرکے آپ کی تعریف فرمائی۔

پروردۂ آغوشِ نبوت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: أَرْحَمُ أُمَّتِيْ بِأُمَّتِيْ أَبُوْ بَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِيْ دِيْنِ اللهِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَأَقْضَاهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ، وَأَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِيْنًا، وَأَمِيْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔ یعنی "میرا ابوبکر میری پوری اُمّت میں اُمّت کے لیے سب سے زیادہ رحمت (وشفقت) والا ہے، عمر فاروق میری اُمت میں دین کی خاطر سب سے زیادہ قوّت (وجرأت) والا ہے، پیارے عثمان کی شانِ حیا سب سے بے مثال ہے، حیدرِ کرار اُمت کا سب سے بڑا قاضی ہے، اُبَی بن کعب قرآنِ مجید کا سب سے بڑا قاری ہے، معاذ بن جبل حلال وحرام کا سب سے بڑا عالم ہے، زید بن ثابت کو وراثت کے علم میں نرالی شان حاصل ہے، سنو! ہر اُمّت میں ایک امین (اعلیٰ شان والا دیانت دار) ہوتا ہے، اِس اُمّت کا امین ابوعُبَیدہ بن جَرّاح ہے۔" رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم۔ (جامع ترمذی، حدیث:3790، سنن ابن ماجہ، حدیث:154 واللفظ لہٗ)

معلوم ہوا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں پر صرف مہربان ہی نہیں، بلکہ پوری اُمّت میں سب سے بڑھ کر شفقت فرمانے والے ہیں۔ یہ آپ کی مہربانی کا ہی انداز ہے کہ کئی مرتبہ مسلمانوں کی خاطر سب کچھ لا کر سرکارِ دوعالم ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا... وصالِ نبوی کے بعد پوری اُمّت کو سنبھالا... بطور خلیفہ معمولی اِعزازیہ وصول کیا اور وصال سے پہلے جتنا لیا تھا اُس سے زیادہ بیت المال میں جمع کروایا... ریاستِ اسلامی کا سربراہ ہونے کے باوجود اپنے ہاتھوں سے ناداروں اور غریبوں کے کام کاج فرماتے۔

کاش اُمّت کی خیر خواہی اور مسلمانوں پر مہربانی کرنے کا جذبہ ہمیں بھی نصیب ہوجائے! سیدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشادِ نبوی روایت کیا: اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ... یعنی "رحم کرنے والوں پر رحمٰن عَزَّوَجَلَّ رحمت فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمانوں کا مالک تم پر رحمت فرمائے گا۔" (سنن ترمذی، حدیث:1924)

ہمارا حال تو یہ ہے کہ مہربانی کرنے کے بجائے دوسروں کو لُوٹنے کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے... اگر مسلمانوں پر مہربانی نہیں کرسکتے تو کم از کم اُنھیں نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔

معافی مانگ لینا

ہر انسان پر اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق لازم ہیں، اِسی طرح بندوں کے بھی حقوق ہیں، انسان کو چاہیے کہ پوری کوشش سے دونوں طرح کے حقوق ادا کرے... اگر کبھی غفلت ہو جائے تو اُس کا اِزالہ کرنے اور معافی مانگنے میں تاخیر نہ کرے۔ ربّ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی ہو تو اُس سے معافی مانگ لے اور بندوں کے حق میں سستی ہو جائے تو اُن سے معذرت کر لے اور حق ادا کرے۔

معافی مانگنے میں عافیت: اللہ تعالیٰ بندوں کا بھی مالک ہے اور اُن کے حقوق کا بھی مالک ہے، وہ چاہے تو سبھی حقوق خود ہی معاف فرما دے، مگر اُس نے اپنے کمالِ عدل سے بندوں کے حق میں یہ ضابطہ مقرر فرمایا ہے کہ ”جو میری حق تلفیاں ہیں وہ میری مرضی پر موقوف ہیں اور جو میرے بندوں کی حق تلفیاں ہیں، وہ جب تک حق والا معاف نہیں کرے گا تب تک معافی نہیں ہو گی۔“

پھر حق والے کی طرف سے معافی کے تین طریقے ہیں:

1) دنیا میں اُس کا حق ادا کر دیا جائے یا اُس سے معاف کرا لیا جائے۔

2) روزِ قیامت اپنی نیکیاں اُسے دے کر یا اُس کے گناہ اپنے سر لے کر معافی ہو۔

3) اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے حق والے کو راضی کر دے اور اس سے فرمائے: ”یہ لے لو اور فلاں کو معاف کر دو۔“

اِن تینوں میں سب سے آسان صورت یہی ہے کہ دنیا میں حق والے کو اُس کا حق ادا کر دیا جائے یا اُس سے معافی مانگ لی جائے۔

اُسوۂ صدیقی: یارِ غار و مزار سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں اللہ تعالیٰ کے حقوق پوری کوشش کے ساتھ ادا کرتے، وہاں بندوں کے حقوق سے متعلق بھی بہت احتیاط فرماتے تھے... تقوٰی کے بلند ترین درجہ پر فائز ہونے کی وجہ سے اگر کبھی آپ کو ایسا لگتا کہ دوسرے کی حق تلفی ہوئی ہے تو فوراً اُس کا اِزالہ فرماتے اور بلند شان ہونے کے باوجود معافی مانگنے میں ذرہ بھر ہچکچاہٹ محسوس نہیں فرماتے تھے۔

سیدنا ابو فِراس ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میرے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان کسی معاملے میں اختلاف ہوا۔ اُن کے منہ سے ایک لفظ نکل گیا جس پر وہ بعد میں شرمندہ ہوئے اور محسوس فرمایا کہ یہ لفظ نہیں کہنا چاہیے تھا۔ چنانچہ مجھے فرمانے لگے: يَا رَبِيعَةُ! رُدَّ عَلَيَّ مِثْلَهَا حَتّٰى تَكُوْنَ قِصَاصًا۔ ربیعہ! تم بھی مجھے وہی لفظ کہو؛ تاکہ بدلہ ہو جائے۔ مَیں نے کہا: (مجھے آپ کے مقام و مرتبہ کا اِحساس ہے) مَیں آپ کو وہ لفظ نہیں کہوں گا۔ فرمایا: لَتَقُوْلَنَّ أَوْ لَأَسْتَعْدِيَنَّ عَلَيْكَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ۔ یعنی تم مجھے وہی لفظ کہو، ورنہ میں آقا کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کر دوں گا۔ میں نے کہا: مَیں آپ کو وہ لفظ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ آپ بارگاہِ اقدس میں حاضری کے لیے چل پڑے، مَیں بھی (معافی مانگنے کے انداز میں) پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے میرے قبیلہ ”اسلم“ کے کچھ لوگوں نے آکر مجھے کہا: رَحِمَ اللهُ أَبَا بَكْرٍ، فِيْ أَيِّ شَيْءٍ يَسْتَعْدِيْ عَلَيْكَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَهُوَ قَالَ لَكَ مَا قَالَ؟ (ربیعہ! تم کیوں پریشان ہو؟) وہ بارگاہِ اقدس میں تمہارے بارے کیا عرض کریں گے؟ (تم نے تو کچھ کہا ہی نہیں) وہ لفظ تو اُنھوں نے ہی کہا تھا۔ مَیں نے کہا: أَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟ هٰذَا أَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ، هٰذَا ثَانِيَ اثْنَيْنِ، وَهَذَا ذُوْ شَيْبَةِ الْمُسْلِمِيْنَ، إِيَّاكُمْ لَا يَلْتَفِتْ فَيَرَاكُمْ تَنْصُرُوْنِيْ عَلَيْهِ، فَيَغْضَبَ فَيَأْتِيَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، فَيَغْضَبَ لِغَضَبِهِ، فَيَغْضَبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِغَضَبِهِمَا، فَيَهْلِكَ رَبِيْعَةُ۔ یعنی جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ ابو بکر صدیق ہیں! یہ ثانیَ اثنَین ہیں! یہ سفید بالوں والے عمر رسیدہ مسلمان ہیں! واپس چلے جاؤ، ایسا نہ ہو کہ وہ پیچھے مُڑ کر دیکھیں کہ تم میری مدد کرنا چاہتے ہو تو اُنھیں اِس بات پر غصہ آئے، اگر وہ ناراض ہو کر سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے تو اِن کی وجہ سے حضور ﷺ بھی ناراض ہو جائیں گے... اور وہ ناراض ہو گئے تو اِن دونوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہو جائے گا، پھر ربیعہ تو تباہ و برباد ہو جائے گا۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچے، مَیں بھی تنہا حاضرِ خدمت ہو گیا۔ اُنھوں نے پورا واقعہ عرضِ خدمت کیا، آپ ﷺ نے سرِ انور اُٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا: يَا رَبِيْعَةُ! مَا لَكَ وَلِلصِّدِّيْقِ؟ یعنی ”ربیعہ! تمہارا اور صدیق کا کیا معاملہ ہوا؟“ میں نے عرض کیا کہ یہ، یہ بات ہوئی، اُن کے منہ سے ایک لفظ نکل گیا تھا جو اُنھیں اچھا نہیں لگا۔ اُنھوں نے مجھے فرمایا: تم بھی وہی لفظ کہو؛ تاکہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے کہا: مَیں آپ کو ایسا نہیں کہہ سکتا۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے پوری بات سن کر فرمایا: أَجَلْ! فَلَا تَرُدَّ عَلَيْهِ، وَلٰكِنْ قُلْ: غَفَرَ اللهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ! یعنی ”ربیعہ! تم نے ٹھیک کیا، تم جواب میں وہ بات نہ کہنا، البتہ یہ کہہ دو: اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔“ سیدنا ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: مَیں نے حکمِ عالی پر عمل کرتے ہوئے وہ کلمات کہہ دیے۔[1] فَوَلّٰى أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ يَبْكِيْ۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وہاں سے تشریف لے گئے، جب کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

(مسند احمد، ج:27، ص:114، مؤسسۃ الرسالۃ، المستدرک علی الصحیحین، حدیث:2718)

اِس حدیث مبارک سے بزرگوں کے ادب و احترام کا سبق بھی ملتا ہے... یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محبوبانِ خدا کی ناراضی سے ڈرنا چاہیے؛ یہ ناراض ہو جائیں تو ربّ تعالیٰ بھی ناراض ہو جاتا ہے... اور موضوع کی مناسبت سے اہم ترین بات یہ ہے کہ بڑا وہ نہیں جو خود کو بڑا کہے اور غلطی ہو جانے پر معافی مانگنے میں اپنی توہین سمجھے، حقیقت میں بڑا وہ ہوتا ہے جو سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے اُسوہ پر عمل کرتے ہوئے خود کو چھوٹا سمجھے اور غلطی ہو جانے پر معافی مانگنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہ کرے۔

---

[1] معلوم ہوا کہ دین داروں سے خطا ہو جائے تو اُس کو اُچھالنے کے بجائے اُن کے لیے دعائے بخشش کرنی چاہیے۔

سب سے بڑی دانائی

"عقل" اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں نہایت عظیم الشان نعمت ہے، اِس کا درست استعمال کر کے انسان دنیا و آخرت کی کامیابی بھی حاصل کر سکتا ہے۔ باری تعالیٰ نے قرآنِ مجید سے نفع اُٹھانے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ۔ "عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔" [البقرۃ2:269]

باقی نعمتوں کی طرح عقل و شعور کے حوالے سے بھی لوگوں کی کیفیات مختلف ہیں... کچھ لوگ بہت حساس اور زیرک ہوتے ہیں، جب کہ بہت سے بالکل سیدھے سادھے ہوتے ہیں... عمومی طور پر انسان میں یہ خامی ہوتی ہے کہ وہ کتنا ہی کم عقل کیوں نہ ہو، خود کو بہت دانا، عقل مند ترین اور دُور اندیش سمجھتا ہے، جب کہ دوسروں کو کم فہم قرار دیتا ہے۔

عقل مند اور دانا ہونے کی کیا نشانی ہے؟ کیسے معلوم ہو گا کہ میں سمجھ دار ہوں؟ لوگوں نے عقل مندی کے مختلف معیار قائم کر رکھے ہیں، حقیقت وہ ہے جسے سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے بیان فرمایا۔ آپ نے اپنے خطبہ میں یہ حسین کلمات بھی ارشاد فرمائے: إِنَّ أَكْيَسَ الْكَيْسِ التَّقْوٰى، وَأَحْمَقَ الْحُمْقِ الْفُجُوْرُ۔ بلاشبہ سب سے بڑی دانائی تقویٰ ہے اور سب سے بڑی حماقت (وبے وقوفی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی) نافرمانی ہے۔" (السنن الکبریٰ للبیہقی، حدیث: 13009، ج: 6، ص: 574، دار الکتب العلمیۃ)

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان اگر محض محبت اور حُسنِ عقیدت کی وجہ سے مان لیا جائے تب بھی بے جا نہیں، لیکن اگر ہم اس کی حکمت پر غور کریں تو لُطف دوبالا ہو جاتا ہے... آپ نے تقویٰ کو سب سے بڑی دانائی اِس لیے قرار دیا کہ عقل مند وہ ہے جو فائدہ والی چیز کو اپنائے اور بے فائدہ چیز کو چھوڑ دے... جب کہ بے وقوف وہ شخص ہے جو فائدہ والا کام کرنے کے بجائے بے فائدہ چیزوں کے پیچھے پڑا رہے اور اپنا وقت ضائع کر دے... دُنیا و آخرت میں سب سے زیادہ فائدہ مند چیز اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی فرماں برداری ہے، جب کہ سب سے زیادہ نقصان دہ چیز اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی ہے... چنانچہ فرماں بردار فائدہ کو اختیار کر رہا ہے، وہ سب سے زیادہ عقل مند ہے، جب کہ نافرمان اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر رہا ہے، وہ سب سے بڑا احمق ہے۔

فرماں برداری کی مثال: حضرت ابوالحسن محمد بن اسماعیل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ جناب سرّی سقطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے مرید اور حضرت جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے ہم زمانہ ہیں۔ آپ کے بارے میں فیضِ عالم، داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ نے لکھا: جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو نمازِ مغرب کا وقت ہو چکا تھا، نزع کی کیفیت سے اِفاقہ ہوا اور آنکھیں کھولیں تو ملک الموت سیدنا عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا، اُن سے کہنے لگے: "قِفْ! عَافَاكَ اللهُ، فَإِنَّمَا أَنْتَ عَبْدٌ مَأْمُورٌ وَأَنَا عَبْدٌ مَأْمُوْرٌ، وَمَا أُمِرْتَ بِهٖ لَا يَفُوْتُكَ وَمَا أُمِرْتُ بِهٖ فَهُوَ شَيْءٌ يَفُوْتُنِيْ، فَدَعْنِيْ أَمْضِ فِيْمَا أُمِرْتُ ثُمَّ امْضِ بِمَا أُمِرْتَ بِهٖ. ٹھہریے! اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت دے۔ آپ بھی اللہ کے بندے ہیں جنھیں

(جان نکالنے کا) حکم ملا ہے اور مَیں بھی اللہ کا بندہ ہوں جسے (نماز پڑھنے کا) حکم ملا ہے، آپ کو جو (جان نکالنے کا) حکم ملا ہے وہ تو آپ ضرور پورا کرلیں گے، مگر مجھے جو (نماز ادا کرنے کا) حکم ملا ہے وہ مجھ سے رہ جائے گا؛ لہٰذا آپ مجھے مہلت دیں مَیں اپنا فرض پورا کرلوں، پھر آپ اپنی ذمہ داری پوری کر لیجیے گا۔[1] چنانچہ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز ادا کرنے کے بعد جان اپنے مالک جلّ جلالہٗ کے سپرد کردی۔

داتا صاحب علیہ الرحمہ نے لکھا: اُسی رات کئی لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: "اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟" جواباً حضرت محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: مجھ سے یہ تو نہ پوچھو کہ رب تعالیٰ نے کیا کرم فرمایا، لیکن اتنا بتادیتا ہوں کہ تمہاری دنیا سے جان چھوٹ گئی ہے۔ (کشف المحجوب، الباب الحادی عشر، ص:189)

حرفِ آخر

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں بکھری تمام خوبیاں اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں جمع فرمادیں، ربّ تعالیٰ جسے نوازنا چاہے اُسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کچھ اچھے اوصاف عطا کر دیتا ہے۔

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت وتربیت کی برکت ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد سب سے زیادہ خوبیاں نصیب ہوئیں۔

حضرت سلیمان بن یسار علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «خِصَالُ الْخَيْرِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ خَصْلَةً، إِذَا أَرَادَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِعَبْدٍ خَيْرًا جَعَلَ فِيْهِ خَصْلَةً مِّنْهَا يُدْخِلُهُ بِهَا الْجَنَّةَ.» "بھلائی کے 360 اوصاف ہیں، اللہ تعالیٰ جسے نوازنا چاہے اُسے اِن میں سے ایک وصف عطا کر کے اُس کے ذریعے جنت میں داخل فرمادیتا ہے۔" صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَفِيَّ مِنْهَا شَيْءٌ؟ یارسول اللہ! اِن میں سے کوئی وصف مجھ میں بھی پایا جاتا ہے؟ نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «نَعَمْ، جَمْعَاءُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ» (مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، حدیث:29) وفی رواية: «وَهَنِيْئًا لَّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ.» (تاریخ دمشق، ج:30، ص:104) یعنی "جی ہاں اے ابو بکر! تمہیں مبارک ہو، تمہارے اندر بھلائی کے تمام اوصاف پائے جاتے ہیں۔"[2]

---

[1] ظاہر ہے کہ ملک الموت علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ایک لمحہ تاخیر نہیں کرتے، اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنھیں اجازت ملی ہو گی کہ میرے فرماں بردار بندے کو زندگی کے آخری لمحات میں بھی میرا حکم پورا کرلینے دو۔

[2] عن أبي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: «مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِّنَ الْأَشْيَاءِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، دُعِيَ مِنْ أَبْوَابٍ -يَعْنِي الْجَنَّةَ- يَا عَبْدَ اللهِ هٰذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصِّيَامِ، وَبَابِ الرَّيَّانِ»، فَقَالَ

غلط فہمی کا اِزالہ: کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ صدیق اکبر آپ ﷺ کے ظاہری خلیفہ تھے اور مولیٰ المسلمین کرّمَ اللہ تعالیٰ وجہہٗ روحانی خلیفہ تھے۔ وہ ظاہری اور روحانی خلافت کا فرق کرتے ہیں۔ توجہ طلب بات یہ ہے کہ جس شخصیت کو رسول اللہ ﷺ تمام اوصافِ خیر کا جامع قرار دیں اُس سے زیادہ روحانیت کسے نصیب ہوگی؟

آج کے خطبہ میں سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اوصافِ کریمہ کا تذکرہ ہوا... حرام سے مکمل اجتناب فرماتے... مسلمانوں پر بہت ہی شفقت و مہربانی فرماتے... معافی مانگنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے... اور آپ کے نزدیک سب سے بڑا عقل مند وہ ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے، نافرمانی کرنے والا بڑا احمق ہے۔

اگر ہم اُسوۂ صدیقی پر عمل کرتے ہوئے یہ اوصاف اختیار کرنے کی کوشش کریں تو دُنیا و آخرت سنور جائے۔

اللہ تعالیٰ خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درجات میں بے شمار بلندیاں عطا فرمائے اور اُن کے صدقے اُمّتِ مسلمہ کو عروج عطا فرمائے۔ ربِّ کریم ہمیں بھی آپ کے اوصافِ حمیدہ کی خیرات سے نوازے... مالکِ کریم مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

أَبُو بَكْرٍ: مَا عَلَى هٰذَا الَّذِي يُدْعَى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ، وَقَالَ: هَلْ يُدْعَى مِنْهَا كُلِّهَا أَحَدٌ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ يَا أَبَا بَكْرٍ» (صحیح بخاری، حدیث: 3666) یعنی حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اللہ کی راہ میں کوئی چیز دو، دو کر کے خرچ کی اسے جنت کے دروازوں سے اس طرح آواز آئے گی: ”اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ تیرے لیے بہتر ہے۔“ پس نمازی کو باب الصلوۃ سے، اہلِ جہاد کو باب الجہاد سے، صدقات و خیرات کرنے والے کو باب الصدقہ سے اور روزہ دار کو باب الریان سے بلایا جائے گا۔“ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کسی کو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے اس کی ضرورت تو نہیں (کیونکہ مقصود تو جنت میں داخلہ ہے اور وہ کسی ایک دروازے سے بھی پورا ہو جائے گا) لیکن کیا کوئی ایسا خوش نصیب بھی ہے جسے ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے ابو بکر! ہاں! اور یقیناً تم ان ہی لوگوں میں سے ہو۔“

قوله ﷺ: (دعى من أبواب) بغير تنوين (يعني الجنة) والظاهر أن لفظ الجنة سقط عند بعض الرواة۔ (إرشاد الساری)

یہ احادیث فقط سُنّی ہی بیان کر سکتا ہے، دشمنانِ صحابہ کو فضائلِ صدیق بیان کرنے کی توفیق ہی نہیں، اور خارجی اس لیے نہیں بیان کر سکتا اُس کے نزدیک نبی کو غیب کا علم نہیں، جب کہ اِن اوصاف کی خبر وہی دے سکتا ہے جو ظاہر و باطن اور ایک ایک گھڑی کا علم رکھتا ہو۔ یہ حدیث نبی اکرم ﷺ کے علم کی وسعتوں پر بھی واضح دلیل ہے۔

۲۷ جمادی الاُخریٰ، ۱۴۴۴ھ / 20 جنوری، 2023ء

میزانِ حسنات میں سب سے وزنی اعمال

مشمولات

- ایمان بالغیب اور میزانِ اعمال
- وزنی عمل ... طویل خاموشی
- وزنی عمل ... تسبیح و تحمید
- وزنی عمل ... حسنِ اخلاق
- وزنی عمل ... جنازہ و تدفین میں شرکت
- وزنی عمل ... اولاد کی وفات پر صبر
- نہایت وزنی اعمال ... فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب
- بلا حساب جنت یا جہنم میں جانے والے اور فکرِ وزنِ اعمال کی اہمیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَالۡوَزۡنُ یَوۡمَئِذِۣ الۡحَقُّ ۚ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝ وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ بِمَا کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَظۡلِمُوۡنَ۔ [الاعراف7:8،9]

وَنَضَعُ الۡمَوَازِیۡنَ الۡقِسۡطَ لِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَیۡـًٔا ؕ وَاِنۡ کَانَ مِثۡقَالَ حَبَّۃٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ اَتَیۡنَا بِہَا ؕ وَکَفٰی بِنَا حٰسِبِیۡنَ۔ [الانبیاء21:47]

مسلمان وہ ہے جو اللہ عزّوجلّ اور اُس کے رسولِ مکرم ﷺ کی تعلیم فرمائی ہوئی تمام باتوں کو دل کی گہرائی سے سچا سمجھے اور اُن کی تصدیق کرے۔ اگر دین میں ضروری تمام باتوں کی دل سے تصدیق نہ ہو... کسی ایک کے بارے میں بھی معمولی سا شک اور تردُّد ہو تو بندہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

کئی اسلامی عقائد ایسے بھی ہیں جن کی حقیقت فی الحال ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں[1] یا انسان کی ناقص عقل اُنھیں سمجھنے کے قابل نہیں، اِنھیں ہم بن دیکھے مانتے ہیں اور عقل نہ سمجھ پائے تو بھی دل کی گہرائیوں سے اِنھیں سچا سمجھتے ہیں، "بن دیکھے اور بغیر تفصیلات کو سمجھے مان لینے" کو ایمان بالغیب کہا جاتا ہے۔ ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان بالغیب ہی معتبر ہے... روزِ قیامت دیکھنے کے بعد سبھی مان جائیں گے، مگر تب اُن کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا۔[2] قیامت اور اُس کے احوال کی تصدیق کرنا "ایمان بالغیب" ہے... ہمیں پورا یقین ہے کہ قیامت قائم ہو گی اور وہ تمام اُمور ظاہر ہوں گے جن کا قرآن وسنت میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

قیامت سے متعلق عقائد میں سے ایک عقیدہ "وزنِ اعمال" بھی ہے... یعنی اللہ تعالیٰ ایک عظیم الشان ترازو / میزان قائم فرمائے گا اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ کس کی نیکیاں زیادہ ہیں اور کس کے گناہ، اُس ترازو میں وزن کیا جائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ ہو گا۔

ہر مسلمان کی یہ خواہش اور کوشش ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُس کی نیکیوں والا پلڑا بھاری ہو اور وہ کامیاب قرار پائے، اگر خدانخواستہ اُس وقت یہ پلڑا ہلکا ہوا تو بہت بُرے انجام کا خطرہ ہے۔

نبیِ کریم ﷺ نے کئی ایسے اعمال ارشاد فرمائے ہیں جن کا نیکیوں کے پلڑے میں بہت زیادہ وزن ہو گا، ہمیں وہ اعمال اختیار کرنے چاہییں؛ تاکہ ہمارا بھی بیڑا پار ہو۔ چنانچہ آج کا خطبہ "میزانِ حسنات میں سب سے زیادہ وزنی اعمال" کے عنوان پر ہو گا۔

---

[1] اور دیگر حواسّ سے بھی اُن کا اِدراک نہیں کیا جا سکتا۔

[2] ایمان بالغیب سے متعلق مفتی منیب الرحمٰن ہزاروی مدظلہٗ کے مضمون کا مطالعہ بھی مفید ہے۔ دیکھیے روزنامہ دُنیا، زاویۂ نظر، مؤرخہ: 26 فروری، 2022ء

وزنی عمل... طویل خاموشی

زبان اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اِس کی قدر کسی گونگے سے پوچھیے! اگر انسان اپنی زبان کے ذریعے کلماتِ خیر ادا کرے اور اچھی باتیں بولے تو بڑی سعادتیں پاسکتا ہے، لیکن اِس زبان کا غلط استعمال انسان کو لے ڈوبتا ہے۔

ربّ تعالیٰ کی پسندیدہ باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان بُری باتوں اور فضول گفتگو سے خاموشی اختیار کرے۔ قیامت کے دن یہ خاموشی نیکیوں کے پلڑے میں بہت بھاری ہوگی۔

پروردۂ آغوشِ نبوت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابوذر جُندُب غِفاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «يَا أَبَا ذَرٍّ! أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى خَصْلَتَيْنِ هُمَا أَخَفُّ عَلَى الظَّهْرِ وَأَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ مِنْ غَيْرِهَا؟» یعنی ”اے ابوذر! کیا مَیں تمھیں دو ایسی خصلتیں / عادتیں نہ بتاؤں جنھیں اپنانا آسان ہے اور وہ ترازو میں دیگر کی بنسبت بہت وزنی ہوں گی؟“ اُنھوں نے عرض کی: کیوں نہیں یارسول اللہ! ضرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا: «عَلَيْكَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَطُوْلِ الصَّمْتِ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا تَجَمَّلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا.» یعنی ”تم حُسنِ اخلاق اور طویل خاموشی کو ضرور اختیار کرو، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اِن دونوں کے ذریعے مخلوق کو بے مثال زینت نصیب ہوتی ہے۔“

(مسند ابی یعلیٰ، حدیث:3298۔ مسند البزار، حدیث:7001۔ شعب الایمان، حدیث 4941)

سیدنا ابوذر غِفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس نصیحت پر بہت خوب عمل کیا، ایک موقع پر کسی صاحب نے اُنھیں مسجد میں تنہا بیٹھے دیکھا اور تنہائی کی وجہ پوچھی تو اُنھوں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت خوب صورت اِرشاد سنایا، جس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کیا بات کہنی چاہیے اور کن باتوں سے خاموش رہنا چاہیے۔ اِرشادِ مصطفوی ہے: «اَلْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السَّوْءِ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ وَإِمْلَاءُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنَ السُّكُوْتِ وَالسُّكُوْتُ خَيْرٌ مِّنْ إِمْلَاءِ الشَّرِّ.» یعنی ”بُرے ساتھی سے تنہائی اچھی ہے اور اچھا ساتھی تنہائی سے بہتر ہے... اچھی بات بولنا خاموشی سے بہتر ہے اور بُری بات سے خاموش رہنا اچھا ہے۔“ (المستدرک علی الصحیحین، حدیث:5466)

اچھی بات کہنا ایک طرح کا صدقہ ہے؛ لٰہذا یہ خاموشی سے بہتر ہے اور بُری بات کہنا بہت مرتبہ گناہ ہوتا ہے؛ لٰہذا اِس سے اچھا ہے کہ بندہ خاموش رہے اور اپنے دینی معاملات میں بہتری کے لیے غور و فکر کرے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشادِ نبوی روایت کیا: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

”جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔“ (صحیح بخاری، حدیث:6018)

وزنی عمل... تسبیح و تحمید

اللہ تعالیٰ اِس بات کو بہت پسند فرماتا ہے کہ بندہ اُس کی پاکی بیان کرے اور اُس کی خوبیوں پر حمد و ثنا کرے۔ ایسا کیوں نہ ہو، یہ اُس کی شان ہے کہ وہ عیبوں سے پاک ہے اور ہر کمال کا مالک ہے۔ مخلوق میں جو بھی خوبی پائی جاتی ہے وہ اُسی کی عطا کردہ ہے۔

عربی کے الفاظ «سُبْحٰنَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ» کا مفہوم ہے: ”مَیں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے اُس کی پاکی بیان کرتا ہوں۔“ تسبیح و تحمید کے یہ الفاظ باری تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں اور میزانِ حسنات میں نہایت وزنی ہوں گے۔

سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ، خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ: سُبْحٰنَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحٰنَ اللهِ الْعَظِيْمِ.» ”دو جملے رحمٰن جلّ جلالہٗ کو بہت محبوب ہیں، زبان پر ہلکے پھلکے (آسانی سے ادا ہوتے) ہیں، میزان میں بہت وزنی ہوں گے (اُن کا ثواب بہت زیادہ ہے): سُبْحٰنَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحٰنَ اللهِ الْعَظِيْمِ.“ (صحیح بخاری، حدیث:7563) یہ کلمات محبوب ہونے کا مطلب ہے کہ جو شخص یہ پڑھا کرے وہ اللہ کا محبوب بن جائے گا۔

ہمیں چاہیے کہ اپنی زبان کو فضول باتوں میں مصروف رکھنے کے بجائے ربّ تعالیٰ کے ذکر اور اُس کے محبوبِ مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر دُرود و سلام بھیجنے کی سعادت پائیں۔ اِن کلمات کا وِرد کرنے کی بہت فضیلت ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانِ جہاں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے روایت کیا: «مَنْ قَالَ سُبْحٰنَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ فِيْ يَوْمٍ مِّائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ.» ”جو شخص دن میں ایک سو مرتبہ سُبْحٰنَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ کہے[1] اُس کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جائیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگ برابر (بہت زیادہ) ہوں۔“ (صحیح بخاری، حدیث:6405)

حیران کن بات ہے کہ اتنی فضیلت کے باوجود ہم یہ کلمات کیوں نہیں پڑھ پاتے؟ حدیثِ مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نماز میں مختلف باتیں یاد دلاتا ہے، چنانچہ بندہ نماز سے فارغ ہوتے ہی بھاگنے کی کوشش کرتا ہے... اِسی طرح جب بستر پر پہنچتا ہے تو شیطانی اثرات سے فورًا نیند آجاتی ہے... یوں سستی میں انسان عظیم سعادت سے محروم رہ جاتا ہے۔[2]

---

[1] خواہ بیک وقت یا مختلف اوقات میں، صبح کے وقت پڑھے یا شام کو یا کسی اور وقت میں... غرض کہ کوئی پابندی نہیں، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ صبح یا شام پڑھے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔ (مرآۃ المناجیح، تحت حدیث:2296) ایک ہی نشست میں پڑھے تو نورٌ علیٰ نور ہے۔

[2] يَأْتِي أَحَدَكُمُ الشَّيْطَانُ وَهُوَ فِيْ صَلَاتِهٖ، فَيَقُوْلُ: اُذْكُرْ كَذَا، اُذْكُرْ كَذَا، حَتّٰى يَنْفَتِلَ، فَلَعَلَّهٗ أَنْ لَّا يَفْعَلَ، وَيَأْتِيْهِ وَهُوَ فِيْ مَضْجَعِهٖ، فَلَا يَزَالُ يُنَوِّمُهٗ حَتّٰى يَنَامَ. (سنن ترمذی، حدیث:3410)

وزنی عمل... حسنِ اخلاق

''حُسنِ خُلق'' اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اوصاف میں سے ہے اور مومن کے ترازو میں جن اعمال کا وزن بہت زیادہ ہوگا اُن میں سے ایک ''حُسنِ خُلق'' بھی ہے۔

حکیم الاُمّت سیدنا ابودَرْدَاء عُوَیمِر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ» یعنی ''قیامت کے دن مومن کے ترازو میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی شے نہیں ہوگی، یقیناً ربّ تعالیٰ بے حیا بد اخلاق کو ناپسند فرماتا ہے۔'' (جامع ترمذی، حدیث:2002)

محدثین نے اِس حدیثِ مبارک کی تشریح میں لکھا: ''مومن کے ترازو میں'' فرمانے سے اِشارہ ملتا ہے کہ کافر کے کام اور اخلاق بظاہر کتنے ہی اچھے ہوں، اُن کا کوئی اعتبار نہیں، جو رسول اللہ ﷺ کا غلام نہیں، اُس کے اخلاق واعمال کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔[1] نیز تقابل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکیوں کے پلڑے میں حُسنِ اخلاق سب سے وزنی چیز ہوگی اور گناہوں والے پلڑے میں بد اخلاقی کا بوجھ سب سے زیادہ ہوگا، نعوذ باللہ من ذلک۔ (مرآۃ المناجیح، زیرِ حدیث:5081، ملخصًا)

قرب کا ذریعہ: نبی کریم ﷺ کو ربّ تعالیٰ نے اعلیٰ اخلاق سے نوازا اور تعریف کرتے ہوئے فرمایا: وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۔ [القلم 4:68] ''اور بے شک آپ عظیم الشان اخلاق کے مالک ہیں۔'' اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کہا:

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خِلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا! تیرے خالقِ حُسن وادا کی قسم

جانِ عالم ﷺ خود بھی بہت خلیق ہیں اور اچھے اخلاق والوں کو پسند فرماتے ہوئے دُنیا وآخرت میں اُنھیں اپنے قرب سے نوازتے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا کریم ﷺ نے ایک مجلس میں تین مرتبہ فرمایا: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِأَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟[2] یعنی ''کیا مَیں تمھیں بتاؤں کہ روزِ قیامت میرے ساتھ سب سے زیادہ سچی محبت والے یا مجھے سب سے زیادہ پیارے اور سب سے بڑھ کر میرا قرب پانے والے کون ہوں گے؟'' عرض کی: کیوں نہیں یارسول اللہ! ارشاد فرمائیے۔ فرمایا: أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا۔ ''تم میں سب سے اچھے اخلاق والے (میرے سب سے بڑے عاشق یا مجھے سب سے بڑھ کر پیارے اور میرے سب سے زیادہ قریب ہوں گے)۔'' (مسند احمد، حدیث:7035)

---

[1] (في ميزان المؤمن) دليلٌ على أنّ الكافرَ لا اعتدادَ بمحاسنِ أخلاقه وأفعاله. (لمعات التنقيح، تحت الحديث:5081)

[2] أَكْثَرُكُمْ مَحَبَّةً لِي أَوْ أَعْظَمُكُمْ مَحْبُوبِيَّةً عِنْدِي. (مرقاة المفاتيح، تحت الحديث:5073)

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عمدہ بات لکھی: اچھی عادت والا بندہ اللہ تعالیٰ کو پیارا، اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارا، مخلوق کو پیارا... دنیاوی معاملات میں نہایت نرمی، دین میں نہایت پختگی و سختی، یہ ہے خلقِ محمدی، اِسی کی یہاں تعلیم ہے۔(مرآۃ المناجیح، زیرِ حدیث:5073)

حُسنِ اخلاق کا مفہوم: "اچھے اخلاق" سے کیا مراد ہے؟ علماء و مشائخ نے اپنے اپنے انداز میں تشریح کی، خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا، سخاوت و مہربانی کرنا، اپنی ذات سے متعلق نازیبا باتوں کو برداشت کرنا اور بدلہ لینے کے بجائے اچھائی سے جواب دینا، دوسروں سے تکلیف کو دُور کرنا... یہ سب حُسنِ اخلاق ہے۔[1] حضرت مُلّا علی قاری علیہ الرحمہ کی تشریح خوب تر ہے، اُنھوں نے لکھا: اَلْاِتِّبَاعُ بِمَا أَتٰی بِهٖ مُحَمَّدٌ ﷺ مِنْ أَحْكَامِ الشَّرِيْعَةِ وَآدَابِ الطَّرِيْقَةِ وَأَحْوَالِ الْحَقِيْقَةِ۔ یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری اعضا سے متعلق جو احکام ارشاد فرمائے، دل سے متعلق جو آداب سکھائے اور معرفتِ خداوندی کے جن احوال کی تربیت فرمائی، اُنھیں اختیار کرنا حُسنِ اخلاق ہے۔(مرقاۃ المفاتیح، تحت باب الرفق والحیاء وحسن الخلق)... مختصر یہ کہ بندے نے اچھے اخلاق کا پیکر بننا ہو تو جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے... جہاں اُنھوں نے شفقت و مہربانی سکھائی ہے وہاں مہربانی کرے اور جہاں سختی سکھائی ہے وہاں سختی کرے، یہی اخلاق ہے۔

لمحۂ فکریہ: اچھا اخلاق اسلام کی امتیازی خوبیوں میں سے ایک ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ۔ "اللہ تعالیٰ نے مجھے اچھے اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا ہے۔"(مسند احمد، حدیث:8952)

چنانچہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے میں ایسا انقلاب بپا کیا کہ جو قومیں آپ کی تشریف آوری سے پہلے جانوروں کی طرح زندگی گزار رہی تھیں کچھ ہی عرصہ میں اخلاقی اقدار کے اعلیٰ درجے پر فائز ہو گئیں۔ سید اکبر الٰہ آبادی نے کہا:

خود نہ تھے جو راہ پر اَوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

افسوس کہ آج ہمارا رویّہ تیزی سے دورِ جاہلیت کی بداخلاقی کی طرف بڑھ رہا ہے... وہی گالی گلوچ سے بھری گفتگو، اُسی طرح کی فحش تہذیب، وہی جاہلانہ تعصّب، ویسی ہی بددیانتی اور کرپشن، اُسی انداز کی مفاد پرستی پر مبنی سیاست اور جاہلانہ طرز پر حلال و حرام کی پرواہ کیے بغیر دُنیا کی دولت جمع کرنے میں مگن رہنا... اگر ہم نے اپنی نئی نسل کی تربیت نہ کی تو مستقبل کے ماحول کا تصور بہت خوف ناک ہے۔

---

[1] قَالَ الْحَسَنُ: حُسْنُ الْخُلُقِ بَسْطُ الْوَجْهِ وَبَذْلُ النَّدٰى، وَكَفُّ الْأَذٰى۔ وَقَالَ الْوَاسِطِيُّ: هُوَ أَنْ لَا يُخَاصِمَ وَلَا يُخَاصَمَ مِنْ شِدَّةِ مَعْرِفَتِهٖ بِاللّٰهِ تَعَالٰى۔ وَقَالَ أَيْضًا: هُوَ إِرْضَاءُ الْخَلْقِ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ۔ وَقَالَ سَهْلٌ: أَدْنٰى حُسْنِ الْخُلُقِ الْاِحْتِمَالُ وَتَرْكُ الْمُكَافَأَةِ وَالرَّحْمَةُ لِلظَّالِمِ وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهٗ وَالشَّفَقَةُ عَلَيْهِ۔(مرقاۃ المفاتیح، زیرِ حدیث:5082)

وزنی عمل... جنازہ و تدفین میں شرکت

اللہ کریم یہ بات بہت پسند فرماتا ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان کو فائدہ پہنچائے، بالخصوص جب بے لوث مہربانی کرتا ہے تو کرم نوازیوں کے انداز بھی نرالے ہوتے ہیں۔

کسی مسلمان کی وفات کے بعد اُسے فائدہ پہنچانے کے لیے اسلام نے نمازِ جنازہ کا حکم فرمایا، یہ مسلمان کے حقوق میں سے ہے۔ اِسی طرح مسلمان کی تدفین میں شرکت کرنا، اُس کے لیے دُعا اور ایصالِ ثواب کرنا بھی اُسے فائدہ پہنچانے کے طریقے ہیں۔ چونکہ وفات پانے والے سے کوئی دُنیاوی مفاد نہیں ہوتا، اُس کی خیر خواہی بے لوث ہوتی ہے، چنانچہ یہ باری تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور میزانِ حسنات میں اِس کا وزن بہت زیادہ ہوگا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ وَّلَمْ يَتْبَعْهَا فَلَهٗ قِيْرَاطٌ. فَإِنْ تَبِعَهَا فَلَهٗ قِيْرَاطَانِ۔ ”جو شخص (رضائے الٰہی کے لیے مسلمان کا) جنازہ پڑھے اور (تدفین کے لیے) ساتھ نہ جائے اُس کے لیے ایک قیراط ثواب ہے، اگر ساتھ جائے (اور تدفین تک موجود رہے) تو اُس کے لیے دو قیراط ہیں۔ عرض کی گئی: دو قیراط کیا ہیں؟ فرمایا: أَصْغَرُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ۔ ”اُن میں سے چھوٹا اُحد پہاڑ جتنا ہے۔“ (صحیح مسلم، حدیث: 945۔ صحیح بخاری، حدیث: 1325)

وزنی عمل... اولاد کی وفات پر صبر

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو آزمانے کے لیے اُنھیں مختلف مشکلات میں مبتلا کرتا ہے، کبھی خوف مسلط کیا جاتا ہے، کبھی معاشی مشکلات آتی ہیں، کبھی غذائی قلّت سے آزمائش ہوتی ہے اور کبھی پیاروں کی وفات سے امتحان لیا جاتا ہے۔ مشکلات میں اللہ تعالیٰ کی رِضا پر راضی رہنا اور اسلامی احکام پر استقامت اختیار کرنا باری تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور قیامت کے روز یہ میزان میں بہت وزنی ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کے خادم سیدنا ابو سلمٰی رضی اللہ عنہ نے ارشادِ نبوی روایت کیا: بَخٍ بَخٍ! بِخَمْسٍ مَّا أَثْقَلَهُنَّ فِي الْمِيْزَانِ: سُبْحٰنَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ يُتَوَفّٰى لِلْمُسْلِمِ فَيَحْتَسِبُهٗ۔ ”واہ واہ! پانچ چیزیں ترازو میں کتنی وزنی ہیں! 1) سُبْحٰنَ اللهِ۔ 2) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ 3) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ۔ 4) اَللهُ أَكْبَرُ۔ 5) اور مسلمان کا نیک بچہ وفات پا جائے تو وہ اُس پر صبر کرتے ہوئے ثواب کا طلب گار رہے۔“ (المستدرک، حدیث: 1885۔ سنن نسائی کبریٰ، حدیث: 9923۔ مسند احمد، حدیث: 15662)

معلوم ہوا کہ میزانِ حسنات میں بچے کی وفات پر صبر بہت وزنی ہوگا۔

نہایت وزنی اعمال... فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب

یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی عمل کا ذاتی طور پر کوئی وزن نہیں، جب اللہ تعالیٰ کسی عمل کو پسند فرمالیتا ہے تو اُسے وزنی بنا دیتا ہے... کافر اگر کوئی اچھا کام کرتا ہے تو اُسے دُنیا میں ہی بدلہ دے دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اُس کے عمل کا کوئی وزن نہیں ہو گا، وہی عمل اگر مسلمان کرتا ہے تو اُسے دُنیا میں بھی اِنعام ملتا ہے اور روزِ قیامت میزان میں بھی اُس کا وزن ہو گا، اِس فرق کی وجہ یہی ہے کہ مسلمان کے عمل کو باری تعالیٰ قبول فرماتا ہے تو وہ وزنی ہو جاتا ہے، جب کہ کافر کے اعمال مقبول نہیں تو اُن کا وزن بھی نہیں۔[1]

پھر جو عمل اللہ کریم کو زیادہ پسند ہے اُس کا وزن بھی زیادہ ہو گا... بعض اعمال ایسے ہیں جن میں مشقت کچھ بھی نہیں، مگر ترازو میں بہت وزنی ہوں گے؛ کیونکہ وہ ربّ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ اعمال ہیں جو اُس نے اپنے بندوں پر فرض کیے ہیں، تو یہ کہنا درست ہے کہ قیامت کے دن میزانِ اعمال میں سب سے زیادہ وزن فرائض وواجبات کا ہو گا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیثِ قدسی میں خالقِ کائنات جلّ جلالہ کا یہ ارشادِ مبارک بھی ہے: وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ... یعنی "میرا بندہ جن اعمال کے ذریعے میرا قُرب حاصل کرتا ہے، اُن میں مجھے سب سے زیادہ پسند وہ اعمال ہیں جو میں نے اُس پر فرض کیے ہیں۔"[2] (صحیح بخاری، حدیث: 6502) میرے بندے کا فرض ادا کرنا اور حرام سے بچنا مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔

چنانچہ نیکیوں کا پلّا بھاری کرنے کے لیے ہمیں چاہیے کہ ہر فرض کو فرض سمجھ کر نہایت اہتمام سے اُس کی پابندی کریں اور ہر حرام کو حرام سمجھ کر اُس سے مکمل طور پر اجتناب کریں۔ کئی لوگ فرائض میں غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں، جب کہ مستحبات اور نوافل کے پابند نظر آتے ہیں یا فضول کاموں میں مصروف رہتے ہیں... مثلاً محافل میں بھرپور شرکت کرتے ہیں، لیکن نماز سے لاپرواہی برتتے ہیں... دنیاوی علوم میں کوشش کرتے ہیں مگر دینی فرض علوم سے ناآشنا رہتے ہیں... صدقہ و خیرات کرتے ہیں مگر حج اور زکوۃ کا فریضہ ادا نہیں کرتے... سیاست اور سوشل میڈیا کے لیے دستیاب ہیں، مگر نماز کے لیے فرصت نہیں۔ یہ رویّہ دینی تقاضوں کے یکسر خلاف ہے۔

---

[1] وَفِي الْمُقَرَّرِ أَنَّ كُلَّ مَا يَكُونُ مَبْغُوضًا لِلّٰهِ لَيْسَ لَهُ وَزْنٌ وَّقَدْرٌ كَمَا أَنَّ كُلَّ مَا يَكُونُ مَحْبُوبًا لَهُ يَكُونُ عِنْدَهُ عَظِيمًا۔ (مرقاۃ المفاتیح)

[2] اِس حدیث پاک کی تشریح میں شیخ عبد الحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمہ نے لکھا: إنَّ فائدةَ النوافلِ في الحقيقةِ تكميلُ الفرائضِ وتتميمُ ما وقع فيها مِن النقصانِ، فيكون القربُ الحاصلُ بأداء النوافلِ بعد أداءِ الفرائض وتكميلِها بها أتمَّ وأكملَ باجتماعِ القربَيْنِ... (لمعات التنقیح، باب ذکر اللہ عزوجل، الفصل الاول، زیرِ حدیث: 2266) یعنی نوافل فرائض کو مکمل کرنے کے لیے ہوتے ہیں؛ تاکہ فرائض میں جو کوتاہی رہ گئی وہ نوافل سے مکمل ہو جائے۔ جب فرائض بجالانے کے بعد نوافل ادا کیے جائیں تو اُن کے ذریعے حاصل ہونے والا قُرب کامل تر ہو گا۔

حرفِ آخر

ہم نے ابھی دیکھا تو نہیں، مگر اِس بات کا پختہ یقین ہے کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ترازو قائم فرما کر اُس میں وزن کے ذریعے ظاہر فرمائے گا کہ کس کی نیکیاں بیشتر ہیں اور کس کے گناہ زیادہ ہیں۔ ارشادِ ربّانی ہے: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۔ ”اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے تو کسی جان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیں۔“[الانبیاء47:21]

بے شمار خوش نصیب ایسے ہوں گے جنھیں عزت و تکریم سے نوازتے ہوئے اُن کا حساب و کتاب نہیں ہوگا، اِن میں سے چار ارب نوے کروڑ احادیث کے ذریعے ہمیں معلوم ہیں، حقیقی تعداد اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔[1] کاش ہمیں بھی یہ سعادت نصیب ہو!

کریم اپنے کرم کا صدقہ، لئیم بے قدر کو نہ شرما
تُو اور رضا سے حساب لینا، رضا بھی کوئی حساب میں ہے

بعض بدنصیب (کفار وغیرہ) ایسے بھی ہوں گے جن کے بظاہر اچھے معلوم ہونے والے اعمال کا کوئی وزن نہیں ہوگا؛ کیونکہ وہ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں۔

اُس دن اگر نیکیوں والا پلڑا وزنی ہوا تو وارے نیارے ہوں گے، لیکن اگر خدانخواستہ گناہوں والی جانب بھاری ہو گئی تو بہت بُرا حال ہو سکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ۔ ”اور اُس دن وزن کرنا ضرور برحق ہے، تو جن (کی نیکیوں) کے پلڑے بھاری ہوئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں o اور جن (کی نیکیوں) کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے ہیں؛ کیونکہ وہ ہماری آیتوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔“[الاعراف 8:7، 9]

ہر مسلمان کو یہ فکر ہونی چاہیے کہ میزانِ اعمال میں اُس کی نیکیوں والا پلڑا بھاری ہو، نبی کریم ﷺ ہماری تربیت کے لیے ہر رات کو اپنے بستر پر جلوہ افروز ہو کر یہ دُعا بھی کیا کرتے تھے۔[2]

---

[1] تفصیلی دلائل کے لیے دار الافتاء اہلِ سنت کا فتوی نمبر Nor 10046 ملاحظہ کیجیے، جاری شدہ 29 جون، 2019ء

[2] عَنْ زُهَيْرٍ الْأَنْمَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَاخْسَأْ شَيْطَانِيْ وَفُكَّ رِهَانِيْ وَثَقِّلْ مِيْزَانِيْ وَاجْعَلْنِيْ فِي الْمَلَإِ الْأَعْلٰى۔» (المستدرک، حدیث: 2012)

یہ حقیقت ہے کہ ترازو میں وزن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی ہو گا، وہ معمولی عمل کو قبول فرمالے تو اُس سے ترازو کو بھر دے... اور بڑے عمل کو ردّ کر دے تو وہ بے وُقعت ہو جائے۔

نبیِ کریم ﷺ نے ہمیں شوق دلانے کے لیے اُن اعمال کا ذکر فرمایا جو نیکیوں کے پلڑے میں بہت وزنی ہوں گے، چنانچہ احادیثِ کریمہ پر عمل کرتے ہوئے ہمیں:

⇐ فرائض کی پابندی کرنی چاہیے اور حرام سے مکمل طور پر بچنا چاہیے۔

⇐ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید سے اپنی زبان کو تر رکھنے کے ساتھ ساتھ فضول اور بے ہودہ باتوں سے خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔

⇐ اچھے اخلاق اختیار کرنے چاہییں۔

⇐ اگر کوئی آزمائش آئے تو ربّ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے صبر کرنا چاہیے۔

⇐ فوت شدہ مسلمان کا حق ادا کرنے کے لیے اُس کے جنازے اور تدفین میں شریک ہونا چاہیے۔

یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ کسی بھی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہیے اور کوئی بھی گناہ معمولی سمجھ کر کرنا نہیں چاہیے، ممکن ہے کہ چھوٹی نیکی ہی نجات کا ذریعہ بن جائے اور جس گناہ کو ہم نے معمولی سمجھا اُسی کی وجہ سے گناہوں والا پلڑا بھاری ہو جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ o وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔ "تو جو ایک ذرہ برابر نیکی کرے وہ اُسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے وہ اُسے دیکھے گا۔" [الزلزلۃ 99:7،8]

اللہ تعالیٰ رحمتِ عالم کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت فرمائے، اگر میزانِ اعمال پر وزن ہو تو ربّ تعالیٰ محض اپنے کرم سے نیکیوں کا پلڑا ابھاری فرمائے اور ذلت و رسوائی سے بچالے۔ ربّ تعالیٰ اُمّتِ مسلمہ کو دینی غیرت اور عروج عطا فرمائے۔ مالکِ کریم مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۴ رجب المرجّب،۱۴۴۴ھ / 27 جنوری، 2023ء

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(توہینِ قرآنِ مجید کے تناظر میں)

مشمولات

- ”معجزات“ کا تعارف اور قرآنِ مجید کی وجوہِ اعجاز
- دشمنانِ قرآن کی سازشیں
- سازشوں کا انجام
- سازشوں کا جواب... دینی غیرت کا اِظہار
- سازشوں کا جواب... محبت و تعظیمِ قرآن کا فروغ
- محبتِ قرآنِ مجید کے تقاضے
- دشمنانِ اسلام کو مہلت دینے کی ایک حکمت.... مسلمانوں کی آزمائش

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّابَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ ؕ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ o ھُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ۔ [الصف 9،8:61]

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسۡلِیۡمَات کو معجزات عطا فرمائے۔ مُعۡجِزہ سے مقصود یہ ہوتا تھا کہ لوگ سمجھیں ''جو حیران کُن کام انسانی طاقت سے باہَر ہے اگر کوئی ہستی وہ کام کر دکھاتی ہے تو یقینی طور پر اُسے قادرِ مُطلق جَلَّ جَلَالُہٗ نے خاص طاقت عطا کی ہے اور مخلوق کو ہدایت کا راستہ بتانے کے لیے بھیجا ہے۔''

ہر نبی کا معجزہ اُس کے دَور کے تقاضوں کے مطابق ہوتا۔ چونکہ سیدِ عالم ﷺ آخری نبی ہیں، قیامت تک آپ ہی کا کلمہ پڑھا جائے گا اور آپ ہی کی شریعت پر عمل ہو گا؛ لہٰذا آپ کو وہ معجزات عطا ہوئے جو قیامت تک کے لیے آپ کے رسول ہونے پر دلیل ہیں۔

خاتم النبیین ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ''قرآنِ مجید'' ہے اور یہ کئی وُجوہ سے معجزہ ہے... اِس جیسا فصیح و بلیغ اور شان دار کلام نہ آج تک کوئی کر سکا، نہ کر سکے گا... جیسی تاثیر قرآنِ مجید میں ہے ایسی تاثیر نہ کسی اور کلام میں تھی، نہ ہے، نہ ہو گی... قرآنِ مجید نے وہ سچے واقعات بیان فرمائے جو اُس وقت کسی کو بھی صحیح طرح سے معلوم نہ تھے اور آنے والے زمانوں کی ایسی خبریں دیں جن کی سچائی وقت کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوتی رہی، ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی... قرآنِ مجید تمام علوم کا ایسا بے مثال خزانہ ہے کہ زندگی بھر علوم سیکھنے والا بھی اپنے پاس سے ایسی جامع کتاب تیار نہیں کر سکتا، جب کہ یہ کتاب اُس ہستی کی زبان پر جاری ہوئی جو کسی انسان کی شاگرد نہیں... اور بھی ایسی وُجوہات ہیں جو اِس بات پر واضح دلیل ہیں کہ یہ ربّ تعالیٰ کا ہی کلام ہے اور اِسے پہنچانے والے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

قرآنِ مجید نے پوری دُنیا کے کفار کو یہ چیلنج کیا کہ اگر تم اِسے اللہ کا کلام نہیں سمجھتے تو سب مل کر اِس جیسی دس سورتیں، نہیں تو ایک سورت، بلکہ صرف ایک آیت ہی بنا لاؤ... ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ قیامت تک کوئی بھی کافر یہ نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا... نہ تو کوئی قرآنِ مجید کی مثال بنا سکا یا دلائل سے اِس کا مقابلہ کر سکا اور نہ ہی قیامت تک کر سکے گا۔

ظاہر ہے کہ کوئی بھی مخالف جب دلائل سے مقابلہ نہ کر سکے تو ضد بازی میں بدتمیزی اور جاہلانہ حرکتوں پر اُتر آتا ہے، یہی کچھ ہر دور میں قرآنِ مجید کا اِنکار کرنے والے ضدی کافروں نے کیا اور اب بھی کر رہے ہیں... رحمتِ عالم ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفار ایسی حرکتیں کرتے تھے جن سے لوگوں کو دھوکا ہو اور وہ قرآنِ مجید کی برکتوں سے محروم رہیں، یہ سلسلہ بعد کے ہر دور میں جاری رہا اور اب بھی جاری ہے، مگر ایسی بے ہودہ حرکتوں سے نہ تو قرآنِ مجید کی عظمتوں کو چھپایا جا سکا اور نہ ہی قیامت تک چھپایا جا سکے گا۔

کسی شاعر نے خوب کہا:

نورِ خُدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

رواں ہفتے میں شمالی یورپ کے ایک چھوٹے سے ملک سویڈن میں ترکی سفارت خانے کے سامنے کچھ بد بختوں نے ایک مظاہرے کے دوران قرآنِ مجید کے ایک نسخے کو نذرِ آتش کیا، جس پر دُنیا بھر کے مسلمان اضطراب میں ہیں، یہ حرکت کرنے والے ناہنجاروں کے ساتھ ساتھ سویڈش حکومت کی مجرمانہ غفلت کی بھی مذمت کر رہے ہیں اور بجا طور پر یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ سویڈش حکومت نفرت پھیلانے والے اِن مظاہرین کو سخت سزا دے۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ مذمت کے ساتھ ساتھ کچھ عملی اقدامات کی بھی ضرورت ہے، جس کی طرف تمام مسلمانوں، بالخصوص مسلم حکمرانوں کو ضرور توجہ کرنا ہو گی۔

چنانچہ آج کے خطبہ میں دشمنانِ اسلام کی سازشوں اور اُن کے جواب سے متعلق کچھ باتوں کا ذکر ہو گا۔

دشمنانِ قرآن کی سازشیں

جب قرآنِ مجید نازل ہو رہا تھا تو اُس دور کے کافر بھی اِس کے بارے میں مختلف بے ہودہ باتیں اور حیران کُن سازشیں کرتے تھے... معاذ اللہ کبھی کہتے یہ جادو ہے، کبھی کہتے کہانت ہے، کبھی کہتے شاعری ہے، کبھی کہتے کہانیاں ہیں...اِسی طرح منصوبہ بندی کے ساتھ لوگوں کو قرآنِ مجید سے دُور کرنے کی کوشش کرتے۔

یہود کی سازش: یہودیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اپنے چند خاص لوگوں کو مسلمانوں کے پاس بھیجتے ہیں، وہ وہاں جا کر مسلمان ہونے کا اعلان کریں، پھر کچھ وقت کے بعد اسلام سے مرتد ہو جائیں اور یہ پروپیگنڈا کریں کہ ہم نے اسلام قبول کیا تھا، جب ہم نے پیغمبرِ اسلام کو قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارے پاس موجود آسمانی کتابوں میں جس نبی کی خبر دی گئی ہے یہ وہ نبی نہیں ہیں۔ اس پروپیگنڈا کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جو لوگ اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں یا نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں وہ شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جائیں گے۔

یہ سازش بہت خطرناک تھی اور اُن کے گمان کے مطابق اِس کا بہت بُرا نتیجہ نکلنا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اِس کا پردہ چاک کرتے ہوئے آیت مبارکہ نازل فرمائی: وَقَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ ”اور اہلِ کتاب کے ایک گروہ نے کہا: جو (قرآن) مسلمانوں پر نازل ہوا ہے تم صبح کو اُس پر ایمان لاؤ اور شام کو اس کا کفر (انکار) کرو، ہو سکتا ہے کہ وہ (مسلمان، شک میں پڑ جائیں اور اسلام سے) پھر جائیں۔“ [اٰلِ عمران 72:3]

اِس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی کفار کے منصوبے سے متعلق آگاہ فرما دیا، یوں اُن کی پلاننگ بھی ناکام ہوئی اور آئندہ کے لیے بھی اُن کے حوصلے پست ہوگئے۔ اِس سے بعد والی آیت میں ارشاد ہے: قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ o یَّخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ۔ یعنی "اے حبیب! آپ فرما دیجیے: فضل و کرم تو یقیناً اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے o وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرلیتا ہے اور اللہ بڑے فضل و احسان والا ہے۔" [آل عمران 3:73، 74]

سازشوں کا انجام

کفار کی سازشیں ہر دور میں جاری رہیں، اُن کے انجام سے متعلق باری تعالیٰ نے صدیوں پہلے آگاہ فرما دیا تھا۔ ارشادِ ربّانی ہے: یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ ؕ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ o ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ۔ یعنی "وہ اپنے مونھوں (پھونکوں) سے اللہ کا نور بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو o اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا؛ تاکہ اُسے تمام دینوں پر غالب کردے، اگرچہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔" [الصف 61:8، 9]

چنانچہ دشمنانِ اسلام کا انجام ہمیشہ ناکامی ہی ہوا اور اُنھیں سب سے زیادہ ذلت و رسوائی اُس وقت ہوگی جب قیامت کے قریب سیدنا عیسیٰ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَام آسمانوں سے تشریف لاکر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی شریعتِ مطہّرہ کو نافذ کریں گے... صلیب کو توڑ دیں گے... اہلِ کتاب سمیت دُنیا بھر کے کفار کے لیے یہ حکم دیں گے کہ اسلام قبول کرو، ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔[1] اللہ تعالیٰ کی مددیوں شاملِ حال ہوگی کہ اگر کوئی یہودی پتھر، درخت یا کسی اور چیز کے پیچھے چُھپے گا تو وہ چیز بول پڑے گی: اے مسلمان! یہ یہودی چھپا ہے، اِدھر آکر اِسے قتل کردو۔[2] رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اُس وقت پوری دُنیا میں صرف دینِ اسلام باقی رہے گا، دیگر تمام مذاہب ختم ہوجائیں گے...[3] اور بزرگوں نے لکھا تمام لوگ مسلکِ اہلِ سنّت وجماعت پر ہوں گے۔[4]

---

[1] عن أبي هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ يقول: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ: وَالَّذِيۡ نَفۡسِيۡ بِيَدِهٖ لَيُوۡشِكَنَّ أَنۡ يَّنۡزِلَ فِيۡكُمُ ابۡنُ مَرۡيَمَ حَكَمًا مُّقۡسِطًا، فَيَكۡسِرَ الصَّلِيۡبَ وَيَقۡتُلَ الۡخِنۡزِيۡرَ وَيَضَعَ الۡجِزۡيَةَ وَيَفِيۡضَ الۡمَالُ حَتّٰى لَا يَقۡبَلَهٗ أَحَدٌ۔ (صحیح بخاری، حدیث:2222، صحیح مسلم، حدیث:155)

[2] في رواية أبي امامة مرفوعا: فَلَا يَبۡقٰى شَيۡءٌ مِّمَّا خَلَقَ اللّٰهُ يَتَوَارٰى بِهٖ يَهُوۡدِيٌّ إِلَّا أَنۡطَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الشَّيۡءَ...لَا حَجَرَ، وَلَا شَجَرَ، وَلَا حَائِطَ، وَلَا دَابَّةَ، إِلَّا الۡغَرۡقَدَةَ، فَإِنَّهَا مِنۡ شَجَرِهِمۡ، لَا تَنۡطِقُ إِلَّا قَالَ: يَا عَبۡدَ اللّٰهِ الۡمُسۡلِمَ! هٰذَا يَهُوۡدِيٌّ، فَتَعَالَ اقۡتُلۡهُ۔ (سنن ابن ماجہ:4077)

[3] في رواية أبي هريرة مرفوعا: وَيُهۡلِكُ اللّٰهُ فِيۡ زَمَانِهِ الۡمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الۡإِسۡلَامَ... (سنن ابوداود، حدیث:4324)

[4] بہارِ شریعت، ج:1، ص:123

سازشوں کا جواب... دینی غیرت کا اِظہار

اِس وقت اُمّتِ مسلمہ کی صورتِ حال یہ ہے کہ جب دشمنانِ اسلام قرآنِ مجید یا صاحبِ قرآن صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بے حرمتی کریں تو زیادہ تر مسلم حکمران ایسے خاموش رہتے ہیں کہ اُن کے کانوں پر جُوں بھی نہیں رینگتی، کچھ ممالک کے ذمہ دار چند بیانات جاری کر کے اور قرار دادیں پاس کر کے سمجھتے ہیں کہ یہی کافی ہے، حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ صرف بیانات اور قرار دادوں سے مخالفین کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ جیسے امریکہ اور دیگر طاقت وَر ممالک اپنے مخالفین پر معاشی پابندیاں لگاتے ہیں اور اُن سے سفارتی تعلقات منقطع کرتے ہیں، ایسے ہی مسلم ممالک دینی غیرت کا مظاہرہ کریں اور اجتماعی طور پر دشمنانِ اسلام کا معاشی بائیکاٹ کریں۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ سویڈن میں ہونے والے اِس مذموم واقعہ کے بعد ترکیہ نے سویڈن کی نیٹو میں شمولیت کی مخالفت کر دی ہے، نیز وزرائے خارجہ کی ملاقات بھی منسوخ کی ہے اور یورپین کورٹس میں مقدمات دائر کرنے کا بھی عزم ظاہر کیا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ محبوبِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «اَلْمُؤْمِنُ يَغَارُ وَاللهُ أَشَدُّ غَيْرًا»۔ ”مومن غیرت مند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) سب سے بڑھ کر غیرت فرمانے والا ہے۔“ (صحیح مسلم، حدیث: 2761)

6 رجب خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ کا یومِ وصال ہے۔ عرسِ مبارک کی مناسبت سے آپ کی زبانی قرآنِ مجید کی غیرت و تعظیم سے متعلق ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے۔

خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ کے ملفوظات میں ہے کہ یمین الدولہ ابو القاسم سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ (م:1030ء) کو اُن کی وفات کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور پوچھا: خُدائے تَعالٰی باتُو چه کَرْدْ؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ سلطان نے کہا: ایک رات کو مَیں کسی شخص کے گھر میں مہمان تھا، (مَیں جس کمرے میں ٹھہرا) وہاں ایک طاق (خانے) میں قرآنِ مجید رکھا ہوا تھا، مَیں نے سوچا کہ یہاں قرآنِ مجید موجود ہے (تو لیٹنا ادب کے خلاف ہے)، میں یہاں کیسے سو سکتا ہوں؟ ذہن میں آیا کہ قرآنِ مجید کو یہاں سے باہَر (کسی اور کمرے میں) بھجوا دیتا ہوں، پھر خیال آیا کہ اپنے آرام کی خاطر قرآنِ مجید کو باہَر کیوں بھیجوں! (یہ بھی خلافِ ادب ہے، چنانچہ رات یوں ہی گزر گئی) جب روانگی کا وقت ہوا تو مَیں وہاں سے چلا گیا (اور قرآنِ مجید کے احترام میں فرق نہ آنے دیا)، مَرا ایَمْ بَدَانْ مُصْحَفْ بَخْشِیْدهٔ اَنْد۔ مجھے اُس قرآنِ مجید (کی تعظیم) کی وجہ سے بخش دیا گیا۔[1]

---

[1] شَبے اَزْ شَبْہا مَنْ دَرْ خَانۂ یَکے مَہمانْ بُوْدَم، دَرْ طَاقے مُصْحَفْ بُوْد، با خود گُفْتَمْ که مُصْحَفْ اِیْن جَا است، مَن چِگونَه خُسپَمْ؟ بازْ گُفْتَمْ که مُصْحَفْ را اَزِیْں مَوْضِعْ بیرُونْ فَرسْتَمْ، بازْ دَرْ خَاطِرْ گُزَشْتْ که بَرائے آسَائِشِ خویْش مُصْحَفْ را چِگونه بیْرُونْ فَرسْتَمْ، چُونْ وَقْتِ نَقْلْ رَسِیْدْ نَقْلْ کَرْدَمْ، مَرا ایَمْ بَدَاں مُصْحَفْ بَخْشِیْدَهٔ اَنْدْ۔ (دلیل العارفین، مجلس پنجم، ص:27، مطبع منشی نول کشور)

سازشوں کا جواب... محبت و تعظیمِ قرآن کا فروغ

دشمن کو ذلیل کرنے کا ایک بہترین طریقہ یہ بھی ہے کہ اُس کے عزائم کو ناکام بنایا جائے، جو وہ چاہتا ہے اُس کا اُلٹ کیا جائے، اُس کا منصوبہ خاک میں ملادیا جائے۔

دشمنانِ اسلام قرآن اور صاحبِ قرآن کی مسلسل توہین کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں سے اِن دونوں کی تعظیم و محبت نکالنا چاہتے ہیں، چنانچہ ہمیں چاہیے کہ اُن کی سازش کو خاک میں ملاتے ہوئے اپنے اور آنے والی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کے لیے قرآنِ مجید کی تعظیم و محبت کو بھی فروغ دیں اور صاحبِ قرآن ﷺ کی محبت و تعظیم میں بھی مزید اِضافہ کریں۔

تعظیمِ قرآن پر انعام: قرآنِ مجید سے محبت اور اُس کی تعظیم دونوں جہان کی بھلائیوں کا ذریعہ ہے، اِس بارے میں کئی آیاتِ کریمہ اور احادیثِ طیبہ میں راہ نمائی فرمائی گئی ہے۔

خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ کے ملفوظات میں ہے کہ گزشتہ زمانے میں ایک فاسق جوان تھا، اُس کے کرتوتوں سے مسلمان بہت نفرت کرتے تھے، جب اُس کی وفات ہوئی تو کسی نے اُسے خواب کے اندر شاہانہ لباس اور عالی شان انداز میں دیکھا، فرشتوں کو حکم ملا کہ اِسے جنت میں لے جاؤ۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا: تم بہت گناہ گار تھے، تمہیں یہ سعادت کیسے ملی؟ اُس نے کہا: دَرْ دُنْیَا یَکْ خَیْرَاتْ دَرْ وُجُوْدِ مَنْ آمَدَہْ اَسْتْ، اِیْنْ آنْ بُوْدْ کہ جَائے مُصْحَفْ را بِدِیْدَمِیْ بَرْخاسْتَمِیْ، آں جَا دَرْ خَلْوَتْ اِسْتَادَہْ شُدْمِیْ، وَبَا حُرْمَتِ تَمَامْ دَرْ وَےْ نَظَرْ مِیْ کَرْدَمِیْ، حَقّ تَعالٰی جُمْلَہٗ گُنَاہَانِ مَرَا بَدِیْنْ یَکْ چِیْزْ عَفْوْ کَرْدْ وَمَرَا دَرْ کَارِ مُصْحَفْ کَرْدْ، وَبِیَامَرْزِیْدْ، وَاِیْنْ دَرْجَہْ روزِیْ کَرْدْ۔ یعنی مجھے دُنیا میں ایک نیکی کی توفیق نصیب ہوئی، وہ یہ کہ مَیں جس جگہ قرآنِ مجید کو دیکھتا فوراً کھڑا ہو جاتا، اُس جگہ تنہائی میں بھی کھڑا رہتا اور مکمل احترام کے ساتھ اُس کی زیارت کرتا رہتا، اللہ تعالیٰ نے میرے تمام گناہوں کو اِسی ایک عمل کی وجہ سے معاف فرما کر یہ درجہ عطا کیا ہے۔ (دلیل العارفین، مجلس پنجم، ص:27، مطبع منشی نول کشور)

قرآنِ مجید کی تعظیم اِس قدر ہے کہ بغیر وضو قرآنِ کریم یا کسی بھی زبان میں اُس کے ترجمے کو چھونا گناہ ہے۔ ہمیں خود بھی اِس کی تعظیم کرنی چاہیے اور نئی نسل میں بھی یہ جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرنے کی کوشش کرنی چاہیے، ہمارے بچے ہمیں قرآن سے محبت کرتا دیکھیں گے تو اُن کے دلوں میں بھی تعظیم و محبت پیدا ہو گی۔

بچوں کی تربیت کا کتنا بہترین طریقہ ہے کہ سبھی گھر والے ایک وقت منتخب کر لیں، روزانہ اُس وقت اجتماعی طور پر قرآنِ مجید کی تلاوت وغیرہ کا اہتمام کریں۔

محبتِ قرآنِ مجید کے تقاضے

کسی بھی چیز کے ساتھ محبت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، قرآنِ کریم سے محبت کے بھی تقاضے ہیں، جنھیں پورا کرنا لازم ہے۔

صحیح تلفّظ کے ساتھ تلاوت: محبتِ قرآن کا ایک اہم تقاضا یہ ہے کہ قرآنِ مجید کو صحیح تلفّظ کے ساتھ پڑھنا سیکھیں۔ ارشادِ ربّانی ہے:وَرَتَّلۡنٰهُ تَرۡتِيۡلًا ۔ (ایک تفسیر کے مطابق ترجمہ ہے:)"اور ہم نے قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھنے کا حکم دیا۔"[الفرقان 32:25] دوسری آیتِ کریمہ میں ہے:وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا ۔"اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔"[المزمل 4:73]مفسرینِ کرام نے لکھا کہ مراد یہ ہے: ہر لفظ کا مخرج صحیح ادا کرو، حرکات اور مدّوں کا لحاظ کرو اور جہاں وقف ہے وہاں وقف کرو۔

ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ بلا مبالغہ %90 یا اِس سے زیادہ لوگ قرآنِ مجید کو صحیح تلفظ کے ساتھ نہیں پڑھتے، اِس سے بھی بڑھ کر افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہمیں اِس بات کا شعور ہی نہیں کہ قرآنِ مجید کا صحیح تلفظ سیکھنا اور اُسے صحیح پڑھنا فرضِ عین ہے۔[1] اگر قرآنِ مجید کو صحیح نہ پڑھا جائے تو ثواب کے بجائے گناہ ملتا ہے... جس طرح نماز چھوڑنا گناہِ کبیرہ ہے، اِسی طرح قرآن مجید کا صحیح تلفظ نہ سیکھنا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔

کتنی عجیب بات ہے کہ ہم عصری تعلیم، اِنگلش لینگوئج اور کمپیوٹر وغیرہ کے مختلف کورسز کرتے ہیں اور اِن کے لیے بھاری فیسیں بھی ادا کرتے ہیں، مگر بغیر کسی فیس کے قرآنِ پاک کا صحیح تلفّظ سیکھنے کے لیے وقت نہیں نکال سکتے۔

تقریباً ایک سو سال پہلے صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے لکھا تھا: آج کل عام لوگ اِس میں مبتلا ہیں، کہ غلط پڑھتے ہیں اور (صحیح تلفّظ سیکھنے کی) کوشش نہیں کرتے ان کی نمازیں باطل ہیں۔(بہارِ شریعت،ج:1،ح:3،ص:571)

سمجھنے کی کوشش: قرآنِ مجید سے محبت کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم قرآن پاک کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ بلاشبہ قرآنِ مجید کی زیارت بھی عبادت ہے، محبت و تعظیم کے ساتھ اِسے چھونا بھی برکت ہے، پیار سے بوسہ لینا بھی سعادت ہے، اُس کا موجود ہونا بھی باعثِ رحمت ہے، مگر اِسے سمجھنے کی کوشش پر جو رحمتیں عطا ہوتی ہیں اُن کی بات ہی کچھ اور ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوۡۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ."یہ قرآن برکت والی کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی؛ تاکہ لوگ اِس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور عقل مند نصیحت حاصل کریں۔"[صٓ 29:38]

---

[1] فتاویٰ رضویہ:6/343، ملخصًا

آیتِ کریمہ پر عمل کرتے ہوئے ہمیں روزانہ قرآنِ کریم کا کچھ نہ کچھ حصہ ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ کنزالایمان اور خزائن العرفان یا کسی بھی سُنّی عالم کی تفسیر (مثلاً نور العرفان، تبیان القرآن، ضیاء القرآن) کا مطالعہ روزانہ کا معمول ہونا چاہیے، اُردو زبان میں "صراط الجنان"[1] نہایت آسان تفسیر ہے۔

احکام پر عمل: قرآنِ مجید کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اِس کے احکام پر عمل کیا جائے، اور عملی طور پر اپنی ذات سے لے کر ملک تک اور پھر پوری دُنیا میں قرآن و سنت کا نظام نافذ کرنے کی کوشش کی جائے۔ اُمّتِ مسلمہ کی زبوں حالی کی سب سے بڑی وجہ قرآنِ مجید کے احکام اور اِس کے نظام پر عمل نہ کرنا ہے۔ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زَری سے نہیں [2]

قرآن و سنت کے نظام سے عدول کرنے والوں کے بارے میں ارشادِ ربّانی ہے:[3] وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ۔ "اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔"[المائدۃ5:45]

اِس ارشادِ ربّانی سے قرآن پر عمل کی برکتوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے: وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اَقَامُوا التَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ لَاَكَلُوۡا مِنۡ فَوۡقِهِمۡ وَمِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِهِمۡ... "اور اگر وہ تورات اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اُسے قائم رکھتے (کتابوں کے حکم کے مطابق رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاتے اور آپ کی پیروی کرتے) تو اُنھیں اُن کے اُوپر سے اور اُن کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا۔۔" (رزق کی کثرت ہوتی اور ہر طرف سے رزق عطا کیا جاتا)[المائدۃ5:66]

خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ کے ملفوظات میں ہے: ایک بزرگ اپنی مسند پر تشریف رکھتے تھے، اُن کے سامنے قرآنِ مجید موجود تھا، ایک نابینا نے حاضر ہو کر نہایت ادب و لجاجت کے ساتھ عرض کی: مَیں اپنی آنکھوں کا بہت علاج کروا چکا ہوں، مگر یہ ٹھیک نہیں ہوئیں، آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں، سورۂ فاتحہ شریف پڑھ کر دم کیجیے؛ تاکہ میری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: آنْ بُزُرْگْ مُسْتَقْبِلِ قِبْلَہْ شُدَہْ، فَاتِحَہْ خوانْدْ، وَمُصْحَفْ کہ دَرْ پِیشْ دَاشْتْ بَرْدَسْتْ گَرِفْتْ، وَمَرْ بَرْ دو چَشْمِ اُو مَالِیْدْ، چَشْمِ اُوْ چُوْنْ چِرَاغْ رَوْشَنْ گَشْتْ۔ اُس بزرگ نے قبلہ کی طرف رُخ کر کے سورۂ فاتحہ شریف پڑھی اور سامنے موجود قرآنِ مجید کو اُس کی آنکھوں پر رکھا، فوری طور پر اُس نابینا کی آنکھیں چراغ کی طرح روشن ہو گئیں۔ (دلیل العارفین، ص:28)

---

[1] یہ تفسیر PDF میں بھی دستیاب ہے اور اس کی نہایت جدید ایپ بھی ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے۔
[2] مسلمانوں کے زوال کا سبب بے زری (دولت کی کمی) نہیں، مسلمانوں کا زوال کسی اور وجہ سے ہے جو تُو خود جانتا ہے۔
[3] یہ بھی فرمایا: وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ۔ (المائدۃ5:44) اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں... اور یہ بھی فرمایا: وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۔ (المائدۃ5:47) اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ فاسق ہیں۔

حرفِ آخر

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اُس کی صفت ہے... اِس کی شان اتنی بلند و بالا ہے کہ کسی مخلوق کا اِس کے برابر ہونا تو بہت دُور کی بات ہے، مخلوق کا اِس سے کوئی تقابل ہی نہیں ہے۔

قرآنِ پاک نبیِ مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سب سے بڑا معجزہ ہے اور قیامت تک کے لیے آپ کی نبوت و رسالت پر روشن دلیل ہے، پوری دُنیا کے کفار جمع ہو کر بھی اِس جیسی ایک آیت نہیں بنا سکتے۔

کفار اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے قرآنِ مجید اور صاحبِ قرآن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عزت و ناموس پر حملہ کی کوشش کرتے رہتے ہیں، مگر ہمیشہ نامراد ہوئے ہیں اور آئندہ بھی ناکام ہی ہوں گے۔

جب دشمنانِ اسلام اپنی خباثت کا اِظہار کرتے ہیں تو بعض ناپختہ ذہنوں میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کی فوری طور پر گرفت کیوں نہیں فرماتا؟ یہ کیوں نہیں ہوا کہ سویڈن میں قرآنِ مجید کو جلانے والے بدبخت فوراً زمین میں دھنس جاتے اور پوری دُنیا کے سامنے عبرت کا نشان بن جاتے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے ہر فعل میں بے شمار حکمتیں ہوتی ہیں، دشمنانِ اسلام کو فوری سزا نہ دینے کی یہ بھی حکمت ہوتی ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بڑھتے جائیں اور پھر نہایت سخت گرفت ہو اور ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو آزمایا جائے، کہ کون دین کے لیے دُنیاوی مفادات کو چھوڑتا ہے؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: الٓمّٓ o اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ o وَ لَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ۔ ”الٓمّٓ. کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اُنھیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں ”ہم ایمان لائے“ اور اُنھیں آزمایا نہیں جائے گا؟ اور بے شک ہم نے اِن سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا تو اللہ ضرور ضرور ظاہر کر دے گا اُنھیں جو سچے ہیں اور ضرور ضرور جھوٹوں کو (بھی) ظاہر کر دے گا۔“ [العنکبوت 29:1تا3]

چنانچہ تمام مسلمانوں، بالخصوص اسلامی ممالک کے سربراہوں پر لازم ہے کہ:

⇐ دینی غیرت کا مظاہرہ کریں اور اجتماعیت کے ساتھ اسلام، قرآن اور صاحبِ قرآن کی عزت و ناموس کے لیے آخری حد تک جائیں۔

⇐ گستاخوں کا سفارتی اور معاشی بائیکاٹ کریں۔

⇐ عالمی فورمز پر اپنا موقف بھرپور طریقے سے اُجاگر کریں۔

⇐ اور اُمّتِ مسلمہ کی ترجمانی اُس طرح کریں جس طرح سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی۔

ہماری بھی ذمہ داری ہے کہ:

⇐ ایک غیرت مند مسلمان کی حیثیت سے کفار کی سازشوں کا سدِّباب کریں۔

⇐ اُن کی تہذیب سے نفرت کا اِظہار کرتے ہوئے اسلامی تہذیب کو اپنائیں۔

⇐ اُن کی مصنوعات کو چھوڑ کر اپنی صنعتوں کو فروغ دیں۔

⇐ قرآنِ مجید سے محبت و تعظیم کا رشتہ مزید مضبوط کریں... صحیح تلفظ کے ساتھ پابندی سے اِس کی تلاوت کریں، زیارت کریں، سمجھیں اور عمل کریں۔

خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ نے فرمایا:

ہَرْ کِہْ دَرْ مُصْحَفْ نِگَرْدْ بَکَرَمِ خُدائے تعالٰی رَوْشْنَائِیِ چَشْمِ اُو زِیَادَہْ شُوَدْ، ہیچْ گَہْ آنْ چَشْمْ بَدَرْدْ نَیَایَدْ، وخُشْکِیْ نَپِذِیْرَدْ۔ جو مسلمان قرآنِ مجید کی زیارت کیا کرے اللہ تعالیٰ کے کرم سے اُس کی بینائی تیز ہو جائے گی، آنکھوں کو کبھی تکلیف نہیں ہو گی اور آنکھیں خشک نہیں ہوں گی (وہ کبھی نابینا نہیں ہو گا)۔ (دلیل العارفین، ص:28)

اللہ تعالیٰ حرمتِ قرآنِ مجید کے طُفیل اُمّتِ مسلمہ کو دینی غیرت اور عروج عطا فرمائے، دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے۔ ہمیں قرآنِ کریم سے سچی محبت عطا کرے۔ ماضی قریب میں وصال فرمانے والے تمام علماء ومشائخِ اہلِ سنت، بالخصوص فخر السادات پیر طریقت رہبر شریعت الحاج سید غلام حسین شاہ بخاری نقشبندی (پیر آف قمبر شریف) کے درجات بلند فرمائے۔ مالکِ کریم مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۱۱ رجب المرجّب، ۱۴۴۴ھ / 3 فروری، 2023ء

نہ زورِ حیدری تجھ میں
نہ استغنائے سلمانی

(یومِ ولادتِ حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ کے موقع پر...

توہینِ قرآنِ مجید، یومِ یکجہتی کشمیر اور توہینِ صحابہ بل کے تناظر میں)

مشمولات

- اتباعِ اسلاف کی ضرورت اور حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ کا لائقِ تقلید کردار
- توہینِ قرآنِ مجید کے جواب میں حیدری للکار کی ضرورت
- آزادیٔ کشمیر کے لیے حیدری کردار کی ضرورت
- توہینِ صحابہ کا سدِّباب اور حیدری تربیت
- زورِ حیدری و استغنائے سلمانی کی ضرورت اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

وَمَا لَكُمۡ لَا تُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الۡوِلۡدَانِ الَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ الظَّالِمِ اَهۡلُهَا‌ ۚ وَاجۡعَلْ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا ۙۚ وَّاجۡعَلْ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ نَصِيۡرًا ۔[النساء:75]

نبیِ کریم ﷺ مسلمانوں کے سب سے بڑے خیر خواہ و غمخوار ہیں[1]... آپ ﷺ نے دینی و دُنیاوی اُمور میں اُمتِ مسلمہ کی راہ نمائی فرمانے کے ساتھ ساتھ مستقبل میں پیش آنے والی مشکلات کا ذکر بھی فرمایا، اُن کا حل بھی ارشاد فرمایا اور اُس مشکل وقت میں اُمّت کی آسانی و کامیابی کے لیے دعائیں بھی فرمائیں۔

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ سیدِ عالم ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اُمّتِ مسلمہ کی خیر خواہی کرے، اُمّت کے بہتر مستقبل کے لیے فکر مند ہو اور اپنی حیثیت کے مطابق اُمّت کی ترقی و عروج کے لیے کوشش کرے.... ایسا کرنے والے خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ دونوں جہان کی بھلائیاں عطا فرماتا ہے۔

اقبال علیہ الرحمہ نے اپنے بے شمار اشعار میں اُمّت کی تنزّلی پر پریشانی اور اُس کے اسباب کا تذکرہ کیا، نیز مسلمانوں کو اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کا شوق دلایا اور اُس کا طریقہ بھی بتایا۔ ایک شعر میں وہ اپنی اُمّید کو یوں بیان کرتے ہیں:

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا
سُنا ہے یہ قُدسیوں سے مَیں نے، وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

اِس وقت اُمّت مسلمہ کی اجتماعی صورتِ حال ایسی ہے کہ اُمّت کا درد رکھنے والے ہر شخص کا دل خون کے آنسو روتا ہے، بالخصوص مسلم حکمرانوں کی بے حسی اور مفاد پرستی ناقابلِ بیان ہے۔ سویڈن میں قرآنِ مجید کو نذرِ آتش کرنے کے بعد اِسی ہفتے میں ڈنمارک کے اندر دوبارہ یہ حرکت کی گئی... کشمیر سمیت مختلف مقامات پر مسلمان ظلم کی چکی میں مسلسل پستے ہوئے اپنے مسلمان بھائیوں کا راستہ دیکھ رہے ہیں... رواں ہفتے پشاور میں پولیس لائن کی مسجد میں نمازِ ظہر کے دوران ایک خود کش دھماکا ہوا، جس میں 100 سے زائد افراد شہید ہوئے اور کئی سو زخمی ہیں... سب سے بڑھ کر افسوس یہ کہ اِن حالات میں مسلم حکمران صرف مذمتی قرار دادیں پاس کر رہے ہیں اور کسی عملی اقدام کے لیے تیار نہیں... حتّٰی کہ پاکستان، جس کی عسکری طاقت پر دنیا بھر کے مسلمان فخر کرتے ہیں، اُس کے حکمران بھی مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی ہمت نہیں رکھتے... اور وہ عرب، جہاں کے باسیوں نے کَسْ مَپُرسی اور بے سر و سامانی کے عالَم میں پوری دُنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرایا، وہاں کے حکمران اور اکثر باشندے دنیاوی عیّاشیوں میں اسلام کو تقریباً بھلا بیٹھے ہیں۔

---

[1] لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۔[التوبہ 128:9]

اِس حقیقت سے اِنکار ممکن نہیں کہ اِن حالات کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی شان دار تاریخ کو بھلا دیا ہے اور اپنے اَسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کے بجائے اُن لوگوں کو اپنا لیڈر بنالیا ہے جو خود راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثُریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا[1]

آج اُمّتِ مسلمہ کو اپنے "حقیقی راہ نما" پہچان کر اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی شدید ضرورت ہے۔ بانئ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے 30 اکتوبر، 1947ء کو لاہور میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: "آپ کو صرف اپنے آباء واَجداد کی طرح مجاہدانہ جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے، آپ اُس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جس کی تاریخ بہادری، شجاعت اور بلندئ کردار کی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔"[2]

اور اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

ہاں دکھا دے اے تصور! پھر وہ صبح و شام تُو
دَوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایّام تُو

شیرِ خدا سیدنا علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم بلاشبہ اُن شخصیات میں سے ہیں جن کا کردار مَنارۂ نور ہے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے لائقِ تقلید ہے۔ اقبال علیہ الرحمہ نے ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی:

دلوں کو مرکزِ مِہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر[3]

جسے نانِ جَوِیں بخشی ہے تو نے
اُسے بازوئے حیدر بھی عطا کر[4]

رجب المرجب میں آپ کا یومِ ولادت ہے (روایات میں 13 رجب کا بھی ذکر ہے)۔ اِس مناسبت سے آج کے خطبہ میں موجودہ حالات اور اِن میں آپ رضی اللہ عنہ کے مبارک کردار سے حاصل ہونے والی راہ نمائی کا ذکر ہو گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

---

[1] ثُریّا: ستاروں کا ایک مجموعہ، مراد بلندی۔ یعنی ہم نے اپنے بزرگوں کی میراث محفوظ نہ رکھی تو آسمان نے ہمیں بلندی سے پستی میں گرا دیا۔

[2] دیکھیے روزنامہ نوائے وقت، 15 ستمبر، 2015ء، سلسلہ "قائدِ اعظم نے فرمایا"

[3] اے اللہ! مسلمانوں کے دلوں کو اپنی محبت بھی عطا فرما اور باہمی پیار سے بھی نواز دے، اِنھیں وفا کا پیکر بنا دے اپنے حرم سے آشنا کر دے۔

[4] نانِ جَوِیں: جَو کی روٹی۔ بازوئے حیدر: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قوت وطاقت۔ یعنی وہ مفلس و نادار اور بے سروسامان مسلمان جن کے وسائل محدود ہیں اور معاشی حالات پریشان کُن ہیں، اے اللہ! تو اِنھیں حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ کی قوت و غیرت عطا کر دے، یہ مل گئی تو اِن حالات میں بھی مسلمان عزت پالیں گے۔

توہینِ قرآنِ مجید کے جواب میں حیدری للکار کی ضرورت

گزشتہ ہفتے میں شمالی یورپ کے ایک چھوٹے سے ملک ''سُویڈن'' میں اسلام مخالف بدبختوں نے قرآنِ مجید کا ایک نسخہ نذرِ آتش کیا، پھر رواں ہفتے 27 جنوری، 2023ء کو سویڈن کے پڑوسی ملک ''ڈنمارک'' میں یہی گھناؤنی حرکت کی گئی۔ اِس پر دُنیا بھر کے مسلمانوں کی طرف سے غم وغصہ کا اِظہار ایک فطری بات ہے۔ یقیناً یہ حرکت کرنے والے نابکاروں کے ساتھ ساتھ سویڈش اور ڈینش حکومت کی مجرمانہ غفلت بھی قابلِ مذمت ہے... اگر وہاں کی حکومتیں امن پسند اور انسانی حقوق کے تحفظ کی حمایت کرتی ہیں تو اُنھیں چاہیے کہ نفرت پھیلانے والے اِن کمینوں کو سخت سزا دیں۔

تسلسل کے ساتھ قرآنِ مجید اور صاحبِ قرآن ﷺ کی توہین در حقیقت کفار کی طرف سے اُمّت کو للکار ہے اور اِس للکار کا جواب وہی ہے جو مولیٰ المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وجہہُ الکریم دیا کرتے تھے... کفر واسلام کی پہلی بڑی جنگ ''غزوۂ بدر'' میں کفار کی للکار پر سب سے پہلے میدان میں تشریف لانے والے قریشی بہادروں میں ایک حضرت حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

غزوۂ خندق میں عَمرو بن عبدِ وُدّ کا قتل: عَمرو بن عبدِ وُدّ نامی کافر حد درجہ جنگی مہارت رکھتا تھا، اُس کے بارے میں لوگ کہتے تھے کہ یہ اکیلا ایک ہزار سواروں کے برابر ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر وہ اپنی طاقت دکھانے کے لیے ایک جھنڈا لیے نکلا۔ جب اُس نے میدان میں آکر للکارا تو حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ نے مقابلے کے لیے آقا کریم ﷺ سے اجازت چاہی۔ تاج دارِ ختمِ نبوت ﷺ نے اپنی تلوار ''ذُوالفَقار'' اپنے دستِ مبارک سے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے اُن کے سرِ انور پر عمامہ شریف باندھا اور یہ دُعا کی: «اَللّٰهُمَّ أَعِنْهُ عَلَيْهِ» یعنی ''یا اللہ! اُس کے خلاف علی کی مدد فرمانا۔''

چنانچہ شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وجہہُ الکریم بہادری سے متعلق اشعار پڑھتے ہوئے میدان میں تشریف لائے اور فرمایا: يَا عَمْرُو! إِنَّكَ كُنْتَ عَاهَدْتَ اللهَ لَا يَدْعُوكَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلٰى إِحْدٰى خَلَّتَيْنِ إِلَّا أَخَذْتَهَا مِنْهُ۔ اے عَمرو! تُو نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ قریش میں سے جب بھی کوئی شخص تجھے دو میں سے ایک اچھے کام کی طرف بلائے گا تو تُو اسے ضرور اختیار کرے گا۔ اُس نے کہا: ہاں! مَیں نے ایسا ہی کہا تھا۔ مولیٰ المسلمین کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وجہہٗ نے فرمایا: فَإِنِّيْ أَدْعُوكَ إِلَى اللهِ وَإِلٰى رَسُوْلِهٖ وَإِلَى الْإِسْلَامِ۔ مَیں تجھے اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول ﷺ اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ عَمرو نے کہا مجھے اِن میں سے کسی کی حاجت نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب میں تجھے مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ کہنے لگا: لِمَ يَا ابْنَ أَخِيْ! فَوَاللهِ مَا أُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَكَ۔ بھتیجے! کیوں مقابلہ چاہتے ہو؟ خدا کی قسم! میں تجھے قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا: لٰكِنِّيْ وَاللهِ أُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَكَ۔ مگر اللہ کی قسم! مَیں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر وہ غصہ سے تلملا اُٹھا۔ آپ پیدل تھے اور وہ سوار تھا، اُس نے غصے میں گھوڑے سے اُتر کر اپنی تلوار سے گھوڑے کے پاؤں

کاٹ ڈالے، آگ کے شعلہ جیسی تلوار سونتی، آپ کی طرف لپکا اور ایسا زبردست وار کیا کہ آپ نے ڈھال پر روکا تو تلوار اُسے پھاڑ کر گھس گئی، یہاں تک کہ آپ کے سر مبارک پر لگی، جس سے سرِ انور زخمی ہوگیا۔ اب شیرِ خدا نے سنبھل کر اُس کے کندھے کی رگ پر ایسی تلوار ماری کہ وہ گر پڑا اور غبار اُڑا۔ راوی کہتے ہیں: فَسَمِعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ التَّکْبِیْرَ. فَعَرَفَ أَنَّ عَلِیًّا قَتَلَهٗ. رسول اللہ ﷺ نے نعرۂ تکبیر سنا جس سے معلوم ہوگیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے جہنم میں پہنچادیا ہے۔

عَمرو کے اِس طرح مارے جانے پر اُس کے ساتھیوں کے حوصلے پست ہوگئے اور وہ میدان سے پیچھے ہٹنے لگے۔

(المستدرک علی الصحیحین، رقم:4329۔ الطبقات الکبریٰ، ج:2، ص:52، دار الکتب العلمیہ۔ السیرۃ النبویۃ۔ زرقانی علی المواہب)

دیگر بھی بہت سے مواقع پر آپ کی جرأت و شجاعت کی داستانیں اسلامی تاریخ کا روشن باب ہیں۔ سلامِ رضا میں ہے:

مُرتضٰی شیرِ حق اَشْجَعُ الْاَشْجَعِین
ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

شیرِ شمشیر زَن شاہِ خیبر شکن
پرتَوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حالات کا تقاضا: افہام و تفہیم سے معاملات حل ہوجائیں تو بہت اچھا ہوتا ہے، لیکن اگر دشمنانِ اسلام کو پیار سے بات سمجھ نہ آئے تو جنابِ حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ کی جرأت و غیرت کا اِظہار کرنا پڑتا ہے۔

اقبال علیہ الرحمہ سے پوچھیے کہ وہ کون سی طاقت تھی جس کے ذریعے دورِ فاروقی میں دنیا کی دو بڑی طاقتیں مسلمانوں کے قدموں میں ڈھیر ہوئیں؟ وہ کہتے ہیں:

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر، فقرِ بوذر، صدقِ سلمانی

چنانچہ اسلامی ریاستوں کے سربراہان کی ذمہ داری ہے کہ غیرت مند مسلمان بنیں فقط مذمتی قرار دادوں پر اکتفا کرنے کے بجائے عملی اقدامات کریں...

- اسلام سے دشمنی کرنے والے ممالک کا سفارتی اور معاشی بائیکاٹ کریں۔
- عالَمی فورمز پر مؤثر انداز میں آواز اٹھائیں اور توہینِ قرآن و صاحبِ قرآن کو قانونی جرم قرار دلوائیں۔
- عالَمی اور یورپین کورٹس میں مقدمات درج کریں اور دیگر ذرائع سے دُنیا کو باور کروائیں کہ مسلمان دینی مقدسات کی توہین برداشت نہیں کرسکتا۔

آزادئ کشمیر کے لیے حیدری کردار کی ضرورت

کشمیری مسلمان تقریباً 75 سال سے بھارتی فوج کا ظلم و تشدد برداشت کر رہے ہیں... پہلے بھارتی قانون کے مطابق مقبوضہ کشمیر کو خصوصی حیثیت حاصل تھی، یہاں کی مقامی حکومت داخلی انتظامات اور قانون سازی کے حوالے سے خود مختار تھی، مگر پانچ اگست، 2019ء کو یہ خصوصی حیثیت ختم کر دی گئی۔ اب مقبوضہ کشمیر کی آبادی کا تناسب بدلنے کے لیے اسرائیل کی طرز پر یہاں ہندوؤں کو آباد کیا جارہا ہے اور مسلمانوں کی نسل کشی کی کوشش کی جارہی ہے۔ آج (3 فروری، 2023ء کو) اِس ظالمانہ فیصلے کو 1277 دن ہو چکے ہیں۔

پاکستان بھر میں ہر سال 5 فروری کو یومِ یکجہتیٔ کشمیر منایا جاتا ہے۔ اظہارِ یکجہتی کا مطلب ہے کہ ہم اپنے کشمیری بھائیوں کو یقین دلاتے ہیں کہ آپ کی خوشی ہماری خوشی ہے اور آپ کا غم ہمارا غم ہے... ہم درپیش مسائل سے اکٹھے نمٹیں گے اور دوستی و دشمنی کا معیار یکساں ہو گا۔ یہ اِظہارِ یکجہتی فقط ملّی نہیں، مذہبی تقاضا بھی ہے۔

کفار کے زیرِ قبضہ علاقوں میں ظلم و ستم سہنے والے کمزور مسلمانوں کے بارے میں ربِّ ذوالجلال جلّ مجدہٗ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا لَكُمۡ لَا تُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الۡوِلۡدَانِ الَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ الظَّالِمِ اَهۡلُهَا‌ۚ وَاجۡعَلْ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا ۙۚ وَّاجۡعَلْ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ نَصِيۡرًا ۔ ”اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے، حالانکہ کمزور مرد، عورتیں اور بچے (ظلم سے تنگ آ کر) یہ دُعا کر رہے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس شہر سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنی بارگاہ سے کوئی حمایتی بنا دے اور کسی کو اپنے پاس سے ہمارا مددگار بنا دے۔“ [النساء4:75]

یہ آیتِ مبارکہ اُس وقت نازل ہوئی جب ابھی مکّہ مکرمہ فتح نہیں ہوا تھا اور کفارِ مکہ اسلام قبول کرنے والے کمزور مسلمانوں پر ظلم کرتے تھے، چنانچہ باری تعالیٰ نے اہلِ مدینہ کو اُن کی مدد کرنے اور ظلم سے نجات دلانے کا حکم فرمایا۔ اگرچہ اس کا نزول ایک خاص موقع پر ہوا، مگر یہ حکم ہمیشہ کے لیے ہے۔ اِس کی تفسیر کرتے ہوئے جسٹس (ر) پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: جس خطۂ زمین میں مسلمانوں پر کفار مظالم توڑ رہے ہوں تو دوسرے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اِن کو نجات دلائیں۔ (ضیاء القرآن)

سچی بات ہے کہ مسئلۂ کشمیر حل نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ پچاس سے زائد اسلامی ممالک کے حکمرانوں میں حیدرِ کرّار کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم کی غلامی کا رنگ نہیں ہے۔ اقبال نے کہا:

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین و وطن
اِس زمانے میں کوئی حیدرِ کرار بھی ہے؟

توہینِ صحابہ کا سدِّباب اور حیدری تربیت

قرآن و سنت میں جابجا صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ عظام علیہم الرضوان کے فضائل بیان ہوئے ہیں اور اِن حضرات کا احترام کے ساتھ ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جانِ عالم ﷺ نے اپنے اصحاب کے بارے میں بدزبانی کرنے والے بدبختوں پر لعنت فرمائی ہے،[1] بلکہ روایات میں ایسے موقع پر خاموش رہنے والے کے لیے بھی وعید فرمائی گئی ہے۔[2]

قرآن و سنت کی واضح نصوص کے باوجود صدیوں سے ایسے بدبخت موجود ہیں جو صحابہ کرام یا اہلِ بیت عظام علیہم الرضوان کے بارے میں بدزبانی سے باز نہیں آتے۔ گزشتہ چند سالوں سے پاکستان میں یہ فتنہ تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

17 جنوری، 2023ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے توہینِ صحابہ کے حوالے سے موجود فوجداری قانون میں ایک ترمیم کی منظوری دی ہے، اِس ترمیم کے ذریعے توہینِ صحابہ کی سزا میں اِضافہ کیا گیا ہے اور قرار دیا گیا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کی توہین کرنے والے کو کم از کم دس سال قید اور دس لاکھ روپے جرمانہ ہو گا۔

یہ اِقدام یقیناً خوش آئند ہے اور اہلِ اسلام کے ایمانی جذبات کی ترجمانی ہے، ظاہر ہے کہ کوئی بھی سچا مسلمان نبیِ مکرم ﷺ کے جاں نثاروں کی توہین کا نہ تو تصوّر کر سکتا ہے اور نہ ہی اُسے برداشت کر سکتا ہے۔

جو بدبخت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرتے ہیں، اُنھوں نے اِس ترمیم پر احتجاج کیا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ سینٹ آف پاکستان اِس ترمیم کو منظور نہ کرے۔ چنانچہ اِس سلسلے میں وکلا، علما، سیاست دان، بیوروکریٹس.. اور دیگر تمام پاکستانی مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اِس ترمیم کو قانون کا حصہ بنانے کے لیے کوشش کریں؛ تاکہ پاکستان میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں بڑھتی ہوئی بدزبانی کو روکا جاسکے۔

---

[1] عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا: لَعْنَةُ اللهِ عَلٰى شَرِّكُمْ۔ (جامع ترمذی، حدیث: 3866)

نوٹ: گستاخِ صحابہ پر لعنت والی احادیث میں سے بعض کی اسانید ضعیف ہیں، مگر مجموعہ حجت ہے۔ قال الغماری: فأحاديثُ لعنِ مَنْ سبَّ أصحاب النبيّ ﷺ وردتْ مِنْ طُرُقٍ متعددةٍ كادت تبلغ حدَّ التواتر، فإنها رُوِيتْ أيضًا من حديثِ جابرٍ وابنِ عمر وأنسٍ وعائشةَ وأبي سعيدٍ الخدريّ وأبي هريرة وعويمِ بن ساعدة وعمرَ بنِ الخطابِ وعطاءٍ مرسلًا وغيرِهم. وكلُّها شاهدةٌ لابن عباس۔

(المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرحی المناوی)

[2] عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ أَوْ قَالَ: الْبِدَعُ وَسُبَّ أَصْحَابِيْ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهٗ، فَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللهُ لَهٗ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔

(الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، للخطیب البغدادی، رقم: 1354۔ ورواہ غیرہٗ عن جابر وأبی ھریرۃ)

حیدری ارشاد: محبتِ علی کی آڑ میں صحابہ کی توہین کرنے والوں کو اِس ارشادِ حیدری پر غور کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا: لَا يَجْتَمِعُ حُبِّيْ وَبُغْضُ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فِيْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ۔ »میری محبت اور سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔ (المعجم الاوسط:3920) ایسا نہیں ہوسکتا کہ مجھ سے محبت کرنے والا کوئی مومن شیخین سے بغض رکھتا ہو۔

حیدری تنبیہ: ایک سید صاحب کہتے ہیں: میرے دل میں کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم بالخصوص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کینہ تھا (معاذ اللہ)۔ ایک دن مَیں امام ربّانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا مطالعہ کر رہا تھا، اُس میں یہ عبارت پڑھی: اِمامِ مالک شَتْمِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ را چُوں شَتْمِ ابوبکر وعمر گُفْتَه۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدزبانی کو سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں بدزبانی کے برابر قرار دیا ہے (کیونکہ سب کا احترام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت کی وجہ سے ہے)۔ مجھے امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت اچھی نہ لگی، مَیں نے "مکتوبات شریف" کو زمین پر پھینک دیا اور سو گیا۔ امام ربّانی خواب میں تشریف لائے۔ آپ نے نہایت جلال میں اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے دونوں کان پکڑ کر فرمایا: اے طِفْلِ ناداں! بَر نَوِشْتَهٔ مَا اعتراض مِی کُنِی؟ و کلامِ مارا بَرْ زَمینْ مِی اَفْگَنِی؟ اگر ایں حرف را از ما باوَرْ نَدَارِی بِیَا! تا تُرا پیشِ امیر کرّم اللہ وجہہٗ می بُبُرم۔ نادان بچے! تُو ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے اور اُسے زمین پر پھینکتا ہے! اگر تُو میری بات کو معتبر نہیں سمجھتا تو آ! تجھے حضرت سیدنا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس لے چلوں (جن کی خاطر تُو صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی بے ادبی کرتا ہے)۔

پھر آپ مجھے ایک باغ میں لے گئے وہاں ایک عالی شان ایوان (دربار) تھا، اُس میں ایک نورانی چہرے والے بزرگ تشریف فرما تھے۔ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت عاجزی سے اُنھیں سلام کیا اور اُنھوں نے امام ربانی پر بہت شفقت فرمائی، امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُنھیں میری صورت حال بتائی، پھر مجھے نزدیک بلاکر فرمایا: یہ تشریف فرما بزرگ مولَی المسلمین سیدنا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں، سُن! آپ کیا فرماتے ہیں! مَیں نے سلام عرض کیا۔ شیر خدا کرّم اللہ تعالیٰ وجہہٗ نے فرمایا: زِنْہَارْ، زِنْہَارْ، اَلْفُ زِنْہَارْ، بَاَصحابِ سیّدِ اَبرار علیہ الصلٰوۃ والسلام نِقَارْ در دِلْ مَدار، وعَیبِ اینْ بزرگوار اں بَر زبان مَیَارْ؛ کہ ما دانَیْمْ و برادرانِ ما کہ بَکُدَامْ نیاتِ حَقّانیْ سِمَاتِ مُنَازَعَاتْ درمیانْ آمَدَہْ بُوْد۔ "خبر دار! ہرگز ہرگز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے کدورت وعناد (رنجش) نہ رکھو، اُن کے بارے میں کوئی گستاخانہ جملہ زبان پر نہ لاؤ، مَیں اور میرے بھائی (امیر معاویہ وغیرہ) جانتے ہیں کہ سچی نیتوں کے باوجود ہمارا کیوں اختلاف ہوا تھا۔"

پھر آپ نے حضرت مجدّدِ الفِ ثانی کی جانب اشارہ کرکے فرمایا: از سُخَنِ ایشانْ سَر نہ پیچی یعنی اِن کی تحریر کی مخالفت مت کرنا۔

شاہ صاحب کہتے ہیں: اِس نصیحت کے بعد بھی میرے دل سے صحابۂ کرام کا کینہ دُور نہ ہوا، مولَی المسلمین کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ نے امامِ ربانی کو اشارہ کرکے فرمایا: دِلَشْ ہُنُوز صاف نَشُدَہ است، بَر گَرْدَنَشْ بِزَنِید۔ اِس کا دل ابھی تک صاف نہیں ہوا، اس کی گردن پر تھپڑ رسید کریں۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جوں ہی امام ربانی نے میری گُدی پر زور دار تھپڑ مارا تو دل سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ساری نفرت دُور ہوگئی۔ جب بیدار ہوا تو دل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت سے معمور تھا اور امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی اور آپ کے کلام کی محبت واطاعت بھی پیدا ہوچکی تھی۔ (حضراتُ القُدُس، جلد:2 (دفتر دوم)، فصل:9 (حضرت نہم)، کرامت:10، ص:167، 168 ملخصًا، محکمہ اوقاف پنجاب)

حرفِ آخر

ایک وقت تھا جب بے سر و سامانی کے باوجود مسلمانوں نے پوری دُنیا میں اسلام کا جھنڈا لہرایا اور دُنیا کی بڑی طاقتیں ریاستِ مدینہ کے سامنے ڈھیر ہوئیں۔ علمی لحاظ سے بھی مسلمانوں کا راج تھا اور دفاعی و معاشی قوّت میں بھی مسلمانوں کا کوئی ثانی نہیں تھا؛ کیونکہ اُس وقت مسلم افواج کے پاس شیرِ خدا، مولَی المسلمین سیدنا علیِ مرتضٰی کَرّمَ اللّٰہُ تعالٰی وجہَہُ الکریم جیسے بہادر، جاں نثار اور جاں باز موجود تھے، جب کہ دشمن فوجوں میں ایسے جاں باز نہیں تھے، نیز مسلمان سیدنا سلمانِ فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرح فقر اور درویشی کی دولت سے مالا مال تھے... اُن کے دل دنیا کی محبت سے پاک اور اللہ تعالٰی کے سامنے عاجزی کے جذبہ سے بھرپور تھے۔

اب ہماری حالت یہ ہے کہ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

ترے صوفے ہیں اَفرنگی، ترے قالیں ہیں ایرانی
لہُو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تَن آسانی [1]

اِمارت کیا، شُکُوہِ خُسرَوی بھی ہو تو کیا حاصل؟
نہ زورِ حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی [2]

نہ ڈھونڈ اِس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلّی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی [3]

موجودہ ملکی و عالمی حالات میں ہمیں زورِ حیدری کی بھی شدید ضرورت ہے اور استغنائے سلمانی کی بھی۔ غیرت مند مسلمان ہونے کے ناطے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ فقط مذمتی قرار دادوں پر اکتفا کرنے کے بجائے عملی اقدامات کریں:

- اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کرنے والے ممالک کا سفارتی اور معاشی بائیکاٹ کریں۔
- عالمی فورمز پر مؤثر انداز میں آواز اُٹھائیں اور توہینِ قرآن و صاحبِ قرآن کو قانونی جرم قرار دلوائیں۔

---

[1] تم ایسے عیش پسند ہو کہ اعلیٰ ترین صوفے، قالین اور دیگر چیزیں استعمال کرتے ہو... مجھے جوانوں کی تن آسانی، سستی اور غفلت سے رونا آتا ہے۔

[2] جو تمہاری حالت ہے، اِس حالت میں حکومت کیا، شاہی جاہ و جلال بھی مل جائے تو اُس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا؛ کیونکہ تمہارے اندر حیدرِ کرّار سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جرأت بھی نہیں ہے اور سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی قناعت و درویشی بھی نہیں ہے۔

[3] مغربی تہذیب تو انسان کو لالچی اور مفاد پرست بناتی ہے، اِس تہذیب میں قناعت اور درویشی کا جلوہ مت تلاش کرو۔ میرا تجربہ ہے کہ مسلمان کی معراج درویشی اور قناعت میں ہی ہے۔

- توہینِ قرآن اور توہینِ ناموسِ رسالت کے خلاف عالمی اور یورپین کورٹس میں مقدمات درج کروائیں اور دیگر ذرائع سے دُنیا کو باور کروائیں کہ مسلمان دینی مقدسات کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔
- کفار کی تہذیب کا بائیکاٹ کر کے اسلامی تہذیب اپنائیں اور قرآنِ کریم کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اُس پر عمل کریں اور ملک میں قرآنی نظام کو نافذ کریں... کفار کے لیے اِس سے بڑھ کر تکلیف دہ بات کوئی نہیں ہو گی۔
- یکجہتی کے نام سے دن منانے کے ساتھ ساتھ عملی طور پر مظلوم مسلمانوں کے درد کو اپنا درد سمجھیں اور اُن کی آزادی کے لیے آخری حد تک جانے کے لیے تیار رہیں۔
- نئی نسل کو اپنے اصل ہیروز کی پہچان کروائیں... خود بھی صحابہ واہلِ بیت اور اسلامی سپہ سالاروں کی داستانیں پڑھیں اور نسلِ نَو کے ذہنوں میں بھی راسخ کریں۔

30 جنوری، 2023ء بروز پیر کو صوبائی دار الحکومت پشاور میں پولیس لائن کی مسجد میں نمازِ ظہر کے دوران خودکُش حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں اب تک 100 سے زائد افراد شہید ہو چکے ہیں اور 200 سے زائد زخمی ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ ایک قومی سانحہ ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، اِس پر سیاسی قیادت کو متحد ہو کر دہشت گردی اور دہشت گردوں کے خاتمہ کے لیے پالیسی بنانی چاہیے۔ اہلِ سنت وجماعت نے ہمیشہ کھل کر نفاذِ شریعت کے نام پر دہشت گردی کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور اب بھی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حرمتِ قرآنِ مجید کے طُفیل اُمّتِ مسلمہ کو دینی غیرت اور عروج عطا فرمائے... شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے صدقے مسلمانوں کو زورِ حیدری اور استغنائے سلمانی عطا کرے... ربّ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے۔ ہمیں قرآنِ کریم کی سچی محبت سے نوازے۔ سانحۂ پشاور میں شہید ہونے والے تمام مظلوم مسلمانوں کی مغفرت فرمائے اور اُن کے پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ مالکِ کریم مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۱۸ رجب المرجّب، ۱۴۴۴ھ / 10 فروری، 2023ء

آزمائشوں اور مشکلات میں کیا کرنا چاہیے؟

(ترکیہ اور شام میں آنے والے تباہ کُن زلزلہ کے تناظر میں)

مشمولات

- افعالِ باری تعالیٰ کی حکمتیں اور اُن میں غور کی ضرورت
- خوفِ خدا میں اِضافہ
- حیا کا فروغ
- حقوق العباد کی ادائیگی
- آزمائش یا عذاب؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰیٰتِ اِلَّا تَخۡوِیۡفًا ۔ [بنی اسرائیل59:17]

وَلَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوۡا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَہۡرِہَا مِنۡ دَآبَّۃٍ وَّلٰکِنۡ یُّؤَخِّرُہُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۔۔۔[فاطر45:35]

عقل مند انسان جو بھی کام کرے اُس کام میں کوئی علت ...یعنی وجہ بھی ہوتی ہے اور غرض وفائدہ / حکمت بھی۔ محاورہ ہے: "فِعۡلُ الۡحَکِیۡمِ لَا یَخۡلُوۡ عَنِ الۡحِکۡمَۃِ" یعنی حکمت ودانائی والے شخص کا کوئی بھی کام حِکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

کسی کام کی "حِکمَت" سے کیا مراد ہے؟ جب ہم کسی کام کے بارے میں پوچھیں: "کیوں کیا؟" تو جواب میں علت (وجہ) ذکر کی جائے گی اور جب پوچھیں: "کس لیے کیا؟" تو جواب میں غرض کو بیان کیا جائے گا۔ "کیوں" اور "کس لیے" سے ہٹ کر کام کے جو نتائج و ثمرات ہوتے ہیں اُنہیں "حکمت" اور "فائدہ" کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے، اُس میں "علت" یا "غرض" نہیں ہوتی؛ کیونکہ اُس کی شان اِس بات سے بہت بلند ہے کہ وہ علت کا محتاج ہو یا اُس کی کوئی خوبی کسی فعل کے ذریعے مکمل ہو... تاہم اُس کے ہر فعل میں بے شمار فوائد اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ اُس کا کوئی بھی کام "اتفاقی" یا "رسمی" نہیں ہوتا، ہر چیز تقاضائے حکمت کے عین مطابق ہوتی ہے... اُس کا ایک صفاتی نام: "اَلۡحَکِیۡم" بھی ہے، لفظ "الحکیم" قرآنِ کریم میں 38 بار اُس کے صفاتی نام کے طور پر ذکر فرمایا گیا ہے۔ ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا: عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّہَادَۃِ وَہُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ۔ یعنی "وہ ہر چھپی اور ہر ظاہر چیز کو جانتا بھی ہے اور وہ نہایت حکمت والا، خبر رکھنے والا بھی ہے۔" [الانعام73:6]

وہ پیدا کرے تو بھی حکمت ہوتی ہے اور پیدا نہ کرے تو بھی حکمت ہوتی ہے... اُس کا کسی کو کچھ عطا فرمانا بھی حکمت کے بغیر نہیں ہوتا اور محروم رکھنا بھی حکمت کے بغیر نہیں ہوتا... اُس نے جو مقدر فرمایا وہ بھی حکمت کے عین مطابق ہے اور جو احکام ارشاد فرمائے وہ بھی حکمت کے عین مطابق ہیں... اُس کا کسی کو آسائش اور آسانی عطا فرمانا بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور کسی کو آزمائش و مشکل میں مبتلا فرمانا بھی پُر حکمت ہی ہوتا ہے... اُس کے کاموں کی کچھ حکمتیں ہمیں سمجھ میں آتی ہیں اور بے شمار حکمتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں سمجھنا ہمارے بس میں نہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کسی فرد یا قوم کو آزمائش اور مشکل میں ڈالتا ہے تو لوگوں کے رویّے مختلف ہوتے ہیں... بعض بے عقل ہر چیز کو اپنے تئیں عقل کے ترازو پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں، جب اُنھیں حکمت اور فائدہ سمجھ نہیں آتا تو معاذ اللہ باری تعالیٰ کے افعال پر اعتراض کرنے لگتے ہیں... کچھ ناسمجھ ظاہری اسباب اور وجوہات تک ہی محدود رہتے ہیں، اُن کی سوچ مثلاً یہیں تک ہوتی ہے کہ زیرِ زمین پلیٹیں ٹکرائیں تو زلزلہ آیا، چونکہ شدت زیادہ تھی اِس لیے بہت نقصان ہوا... جب کہ خوش نصیب لوگوں کا انداز یہ ہوتا ہے کہ وہ

ظاہری اسباب کے ساتھ ساتھ مسبّب الاسباب جلّ جلالہٗ کی قدرتوں اور حکمتوں کو بھی دیکھتے ہیں، وہ جہاں اِس پہلو کو دیکھتے ہیں کہ پلیٹیں ٹکرائیں تو حرکت پیدا ہوئی وہاں یہ بھی سمجھتے ہیں کہ پلیٹیں نہ خود سے پیدا ہوئیں، نہ خود سے ٹکرائیں، پیدا بھی اُسی کے حکم سے ہوئیں جس نے سب کچھ پیدا فرمایا اور ٹکرائیں بھی اُسی کے ارادے سے جس کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

باری تعالٰی کے کاموں کی حکمتوں اور فوائد کی طرف توجّہ نہ کرنے کا یہ نقصان ہوتا ہے کہ انسان ظاہری اسباب میں ہی پھنسا رہتا ہے اور حقیقی مقاصد تک رسائی حاصل نہیں کر پاتا، حدیثِ پاک کے مطابق اُس کی صورتِ حال جانور کی طرح ہوتی ہے، جسے باندھ دیں تو اُسے معلوم نہیں ہوتا کہ کیوں باندھا گیا؟ اور کھول دیں تو بھی اُسے معلوم نہیں کہ کیوں کھولا گیا؟... جب کہ ربّ تعالٰی کے کاموں کی حکمتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قادرِ مطلق جلّ جلالہٗ کیا چاہتا ہے؟ یوں بندہ ماضی کی اپنی غلطیوں کو جان کر اُنھیں دُور کرتا ہے اور مستقبل میں وہ کام کرنے کی کوشش کرتا ہے جن سے مالک جلّ جلالہٗ کی رضا اور دونوں جہان کی کامیابی حاصل ہو۔

6 فروری (2023ء) کو صبح کے وقت دو اسلامی ممالک: ترکیہ اور شام میں ایک نہایت قیامت خیز زلزلہ آیا، جس کے نتیجے میں پندرہ ہزار سے زیادہ افراد وفات پا چکے ہیں اور بے شمار عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن گئی ہیں۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے اِن حالات پر اُمّت کا درد رکھنے والا ہر مسلمان پریشان ہے۔

کچھ ماہ قبل پاکستان میں سیلاب سے ایسی تباہی ہوئی کہ متأثرین ابھی تک بحال نہیں ہو پائے... حالیہ معاشی مشکلات بھی سب کو معلوم ہیں... اور دیگر بہت سے اسلامی ممالک کی صورتِ حال بھی پریشان کُن ہے۔

بلاشبہ یہ سب کچھ اللہ تعالٰی کے حکم سے ہی ہو رہا ہے، اُس کے حکم کے بغیر پوری دُنیا مل کر بھی چیونٹی جیسی چھوٹی مخلوق کو نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ چاہے تو بغیر کسی انسانی مداخلت کے آسمان سے باتیں کرنے والی بلند و بالا عمارتیں اور شہر کے شہر ایک پَل میں ملبے کا ڈھیر بن جائیں۔

اگر کوئی بدبخت اِن معاملات کو معاذ اللہ ظلم یا خلافِ حکمت سمجھتا ہے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، باری تعالٰی کی شان اِس سے کہیں بلند ہے۔ اُس کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ النَّاسَ شَیۡـًٔا وَّلٰکِنَّ النَّاسَ اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ۔ ”بے شک اللہ لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کرتا، ہاں لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔“ [یونس 44:10]

یقیناً اِن معاملات میں اللہ تعالٰی کی بے شمار حکمتیں ہیں۔ عقل مند اور دانا وہی ہے جو فقط ظاہری اسباب و ذرائع میں ہی نہ پھنسے، بلکہ قادرِ مطلق جلّ جلالہٗ کی قدرتوں اور حکمتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سوچے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے جس سے میرا ربّ راضی ہو اور سعادتِ دارَین میسّر آئے۔ چنانچہ آج کے خطبہ میں اِس حوالے سے کچھ گفتگو ہو گی کہ ”آزمائشوں اور مشکلات میں کیا کرنا چاہیے؟“

خوفِ خدا میں اِضافہ

قرآن وحدیث کی نصوص کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بندے دنیا کی رنگینیوں میں مگن ہو کر اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں اور دین سے دُور ہو کر ہلاکت کی طرف بڑھتے ہیں تو اللہ عزّوجلّ کچھ نشانیاں دکھاتا ہے... کبھی زلزلہ آتا ہے تو کبھی آندھی چلتی ہے، کبھی سیلاب آتا ہے تو کبھی خشک سالی ہو جاتی ہے، کبھی جانی نقصان ہوتا ہے تو کبھی معاشی مشکلات پیش آتی ہیں... ان سب میں یہ حکمت بھی ہوتی ہے کہ انسان قدرتِ خداوندی کے نظارے دیکھ کر اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرے اور اُس کی فرماں برداری کرکے خود کو اُخروی ہلاکت ونقصان سے بچالے۔ چنانچہ آزمائشوں اور مشکلات میں انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اُس کے دل میں خوفِ خدا بڑھے؛ تاکہ وہ نافرمانی سے بچ کر نیکی میں مشغول ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ[1] اِلَّا تَخْوِيْفًا ۔ ”اور ہم (لوگوں کو عذاب سے) ڈرانے کے لیے ہی نشانیاں بھیجتے ہیں۔“ [بنی اسرائیل 17:59]

دوسری آیتِ کریمہ میں ارشاد ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۔ ”ہم نے جس بستی میں بھی کوئی نبی بھیجا تو ہم نے اُس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف میں مبتلا کیا؛ تاکہ وہ گڑگڑائیں (ہم سے فریاد کریں)۔“ [الاعراف 7:94]

اُسوۂ حسنہ: اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ جب بادل آتا یا آندھی چلتی تو خوفِ خدا سے سرکارِ دوعالم ﷺ کے چہرۂ اقدس کا رنگ بدل جاتا اور افعالِ مبارکہ سے خوف کے آثار ظاہر ہوتے۔ مَیں نے عرض کی: یارسول اللہ! لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو بارش کی اُمّید پر خوش ہوتے ہیں، جب کہ آپ کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے، اِس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: يَا عَائِشَةُ! مَا يُؤْمِنِّي أَنْ يَّكُوْنَ فِيهِ عَذَابٌ؟ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ، وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَقَالُوْا: «هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا» [الأحقاف 46: 24]۔ مفہوم یہ کہ ”اے عائشہ! مَیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں اِس بادل یا آندھی میں عذاب نہ ہو، قومِ عاد پر آندھی کا ہی عذاب آیا تھا، اُنھوں نے عذاب والا بادل دیکھا تو بے خوف ہو کر کہا: اِس بادل سے بارش برسے گی (مگر وہ اُسی آندھی اور بادل کے ذریعے ہلاک کیے گئے)۔“ (صحیح بخاری، حدیث: 4829۔ صحیح مسلم، حدیث: 899)

---

[1] أي بالآياتِ المقترحةِ إلّا تَخْوِيفًا مِن نزولِ العذابِ المستأصلِ، فإن لَمْ يَخافوا نَزَلَ ...أو بغيرِ المقترحةِ كالمعجزات وآياتِ القرآنِ إلا تخويفًا بعذابِ الآخرةِ، فإنّ أمرَ مَن بُعِثْتَ إليهم مُؤَخَّرٌ إلى يومِ القيامةِ۔ (تفسير البيضاوی، تحت الآية)

آقا کریم ﷺ کی شان تو یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وعدہ فرمایا کہ آپ کے ہوتے لوگوں کو عذاب نہیں دوں گا، نیز آپ نے عذاب کی تفصیلات اُمّت کو بھی ارشاد فرمائیں، درحقیقت رحمتِ عالم ﷺ کا یہ مبارک انداز اور ارشاد ہماری تربیت کے لیے تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھ کر کیا کرنا چاہیے۔

لمحۂ فکریہ: ربّ تعالیٰ ڈرانے کے لیے نشانیاں بھیجتا ہے، چنانچہ ہمیں سوچنا چاہیے کہ:

- کیا موجودہ ملکی اور عالمی حالات کو دیکھ کر ہمارے دل کی کیفیت تبدیل ہوئی ہے؟
- ہمارے اندر خوفِ خدا میں اِضافہ ہوا ہے؟
- ہم نے حرام کو چھوڑا ہے؟
- جھوٹ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں؟

اگر ہم بدل رہے ہیں تو شکر ادا کرنا چاہیے، ورنہ اِس بے خوفی پر سب سے زیادہ خوف ہونا چاہیے۔

ارشادِ ربّانی ہے: فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۔ یعنی ”جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اُنھوں نے گڑگڑا کر دُعا کیوں نہ کی! لیکن اُن کے دل سخت ہوگئے اور شیطان نے اُن کی نظروں میں اُن کے کاموں کو مزیّن کر دیا o پھر جب وہ اُس نصیحت کو بھول گئے جو اُنھیں کی گئی تھی (انبیا کی تعلیمات کو بھی بھلا دیا اور آزمائشوں سے بھی سبق نہ سیکھا) تو ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے (صحت و سلامتی، وسیع رزق اور عیش و عشرت سب کچھ دیا)، حتّٰی کہ جب وہ اُن چیزوں پر خوش ہوگئے جو اُنھیں دی گئی تھیں تو ہم نے اچانک اُن کی گرفت فرمائی، اب وہ نا اُمید ہو کر رہ گئے۔“ [الانعام6:43،44]

خوف اور اُمّید کا اجتماع: ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے دل میں خوف بھی رکھے اور اُمّید بھی... اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت، اُس کی شانِ بے نیازی و عدمِ مسئولیت اور اُس کی بارگاہ میں حاضری کا تصوّر کرکے اپنے گناہوں کے انجام سے ڈرتا رہے، اِس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، اُس کی شانِ رحیمی کا تصور کرکے اُس کی رحمت و بخشش سے قوی امید بھی وابستہ رکھے۔

یہ دونوں اوصاف اِس لیے ضروری ہیں کہ انسان کو اگر کھلی چھٹی (Free hand) مل جائے تو وہ بگڑ جاتا ہے اور اگر اُسے مسلسل ڈرایا جائے تو اُکتا جاتا ہے، دونوں صورتوں میں سنورنا اور کامیابی حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہو تو اُس کا کردار بگڑ جائے گا اور وہ شریعت کی مخالفت کرکے آخرت میں سزا کا مستحق قرار پائے گا، جب کہ اُمّید نہ ہو تو وہ اُکتا جائے گا اور مایوسی میں کوئی شکوہ و شکایت وغیرہ کرکے کفر کر بیٹھے گا۔

ہمارا حال تو یہ ہے کہ جب علمادین پر عمل کا پیغام دیں اور بد اعمالی پر وعید سنائیں تو کہتے ہیں: مولوی ہر وقت ڈراتے ہی رہتے ہیں۔

حقوق العباد کی ادائیگی

حقوق اللہ کی تعظیم واہمیت بہت زیادہ ہے، مگر جب کسی کمزور پر ظلم ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرے تو اُس کا اثر بہت جلد ظاہر ہوتا ہے؛ اِسی لیے حدیثِ پاک میں مظلوم کی بد دُعا سے بچنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کے لیے بہت اہم کام یہ ہے کہ لوگوں کو اُن کے حقوق ادا کرکے ظلم سے سچی توبہ کی جائے، یوں آزمائش سے نجات اور مشکلات سے چھٹکارا نصیب ہو جاتا ہے۔

عمرِ ثانی کی نصیحت: خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ 99ھ میں خلیفہ مقرر ہوئے، خلافت سے پہلے آپ چھ سال تک مدینہ منوّرہ کے گورنر رہے، اِسی طرح اپنے سے پہلے خلفا کے مشیر خاص بھی رہے۔

آپ سے پہلے سلیمان بن عبد الملک خلیفہ تھا، اُس کے دَور میں ایک مرتبہ گھرے بادل آئے اور خوب گرج چمک ہوئی، سلیمان نے گھبرا کر آپ کو بلوایا، آپ تشریف لائے اور نصیحت کے انداز میں فرمایا: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْن! إِنَّمَا هٰذَا صَوْتُ نِعْمَةٍ فَكَيْفَ لَوْ سَمِعْتَ صَوْتَ عَذَابٍ؟[1] یعنی بادشاہ سلامت! (بارش رحمت ہے) رحمت کی آواز سن کر آپ کی یہ حالت ہو گئی ہے، اگر عذاب کی آواز سن لو تو کیا حال ہو گا!

خلیفہ سلیمان نے آپ کو ایک لاکھ دِرہم (چاندی کے سکّے) دیے اور کہا: خُذْ هٰذِهِ الْمِأَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ وَتَصَدَّقْ بِهَا۔ یہ ایک لاکھ درہم صدقہ کر دیجیے (تاکہ صدقہ کی برکت سے آزمائش دُور ہو جائے)۔ سیدنا عمر بن عبد العزیز نے فرمایا: أَوَ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْن! بادشاہ سلامت! اِس سے بھی اچھا ایک کام بتاؤں؟ اُس نے کہا: بتائیے! اِس سے بہتر کام کیا ہے؟ فرمایا: قَوْمٌ صَحِبُوْكَ فِيْ مَظَالِمَ لَهُمْ لَمْ يَصِلُوْا إِلَيْكَ۔ یعنی آپ کے وزیروں اور مشیروں نے ناحق طور پر لوگوں کی جائدادوں اور مالوں پر قبضہ کر رکھا ہے، یہ چیزیں آپ تک نہیں پہنچیں (مگر آپ کے دورِ حکومت میں ایسا ہوا تو آپ کو جواب دینا ہو گا، چنانچہ لوگوں کے حقوق اُن تک پہنچا دیں، یہ لاکھوں خرچ کرنے سے بہتر ہو گا)۔ فَجَلَسَ سُلَيْمَانُ، فَرَدَّ الْمَظَالِمَ۔ سلیمان (پر اِس نصیحت کا اثر ہوا، اُس) نے (دربارِ عام میں) نشست رکھی اور لوگوں کے تمام اموال اور جائیدادیں واپس کروادیں۔ (سیرۃ ومناقب عمر بن عبد العزیز، لابن جوزی، ص:53، دار الکتب العلمیۃ۔ المشیخۃ الکبریٰ لقاضی المارستان، ج:3، ص:1170، دار عالم الفوائد)

حالات سے سبق حاصل کرتے ہوئے ہم سب کو، بالخصوص اربابِ اقتدار اور وڈیروں کو لوگوں پر ظلم سے توبہ کرنی چاہیے۔

---

[1] وروی ابن عساکر فی "تاریخ دمشق" (2153/45) والذھبی فی "سیر أعلام النبلاء" (121/5) بلفظ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، هٰذَا صَوْتُ رَحْمَةِ اللهِ، فَكَيْفَ لَوْ سَمِعْتَ صَوْتَ عَذَابِ اللهِ!

حیا کا فروغ

قرآن وحدیث کا علم رکھنے والا ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وصفِ حیا اور حیادار انسان کو بہت پسند فرماتا ہے، جب کہ عیبِ بے حیائی اور بے حیا انسان اُسے بہت ہی ناپسند ہیں۔

بے حیائی عذاب کا سبب: بے حیائی کے بے شمار دینی ودنیاوی نقصانات ہیں اور بے حیائی پھیلانے والوں کو قرآنِ مجید نے دُنیا وآخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. ”بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے اُن کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“[النور19:24]

بے حیا بے لگام: سیدنا ابو مسعود عُقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ.» یعنی ”پہلے تشریف لانے والے انبیائے کرام علیہم السلام کے کلام میں سے یہ بات بھی ہے کہ اگر تیرے پاس حیا کی دولت نہیں تو جو چاہے کر، تجھے کوئی روکنے والا نہیں۔“ (صحیح بخاری، حدیث: 6120)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کا یہ حسین کلام نفسیات کے اُصول کے مطابق ہے، کیونکہ انسان کے لیے برائی سے صرف دو رکاوٹیں ہیں: ایک لوگوں سے حیا اور دوسری اللہ تعالیٰ سے حیا۔ جسے لوگوں سے شرم وحیا نہ ہو وہ اُن کے سامنے برائی سے نہیں بچتا اور جسے اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا نہ ہو وہ تنہائی میں بھی برائیوں سے نہیں بچتا۔ جانوروں میں شرم وحیا اور ستر وحجاب کے جذبات نہیں ہوتے، یہ صرف اور صرف انسانی جذبہ ہے، اگر یہ جذبہ ختم ہو جائے تو انسان بھی جانوروں کی طرح کسی قید کا پابند نہیں رہتا۔

لمحۂ فکریہ: نصوص سے معلوم ہوا کہ جب بے حیائی بڑھتی ہے تو باری تعالیٰ کی طرف سے دُنیاوی عذاب اور آزمائشیں بھی نازل ہوتی ہیں اور بے حیائی پھیلانے والے اُخروی سزا کے بھی مستحق ہو جاتے ہیں۔

چار دن بعد 14 فروری کو ایک بے ہودہ غیر اسلامی تہوار ”ویلنٹائن ڈے“ آنے والا ہے، اِس موقع پر خاموش حکومتی سرپرستی میں بے حیائی فروغ پاتی ہے اور جو کچھ ہوتا ہے وہ ہم سب جانتے ہیں۔

اگر حالیہ زلزلوں، سیلاب اور آزمائشوں سے ہم نے کچھ سیکھا ہے تو ہمیں چاہیے کہ حیا کو فروغ دیں، اپنی ذات سے آغاز کرتے ہوئے اپنے گھر کے دیگر افراد کو بے حیائی سے روکیں اور اربابِ اقتدار پر لازم ہے کہ جیسے ملک کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ریاستی طاقت اور اِداروں کے ذریعے روکا جاتا ہے ایسے ہی ایمان کے خلاف ہونے والی بے حیائی کی سازشوں کو بھی ریاستی طاقت سے روکیں۔

آزمائش یا عذاب؟

جب کسی فرد یا قوم پر مشکل حالات و مصائب آتے ہیں اور ربّ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تو عموماً یہ سوال بھی سامنے آتا ہے کہ یہ عذاب ہے یا آزمائش؟ زحمت ہے یا رحمت؟

اِس حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ مشکلات و مصائب میں مختلف حکمتیں ہوتی ہیں:

- کبھی یہ حکمت ہوتی ہے کہ بندہ مشکلات پر صبر کرے اور اُس کی برکت سے اُس کے گناہ معاف ہو جائیں۔
- کبھی پیاروں کے درجات بلند کرنے اور مزید قرب سے نوازنے کے لیے مشکل میں ڈالا جاتا ہے۔
- جب کہ کبھی کسی جرم کی سزا کے طور پر بندے کی گرفت کی جاتی ہے اور اُسے مشکل میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

کسی بھی مصیبت کا نتیجہ دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ زحمت تھی یا رحمت؟ آزمائش تھی یا عذاب؟ ایک شخص گناہوں میں مبتلا تھا... دل میں خوفِ خُدا کی کمی تھی... حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتا تھا... اِس دوران زلزلہ آیا، یا سورج کو گرہن لگا، یا سیلاب آیا، یا قدرتِ الٰہیہ کی کوئی دوسری نشانی ظاہر ہوئی اور اُس شخص کا نقصان ہوا یا اُس کا اپنا نقصان تو نہیں ہوا، مگر دوسروں کی پریشانی دیکھ کر

⟸ اُس کی زندگی میں مُثبت تبدیلی آگئی... دل میں خوفِ خُدا پیدا ہوا... اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی فرماں برداری کرنے لگا... حرام کو چھوڑ دیا.... تو ظاہر ہے کہ اِس شخص کے حق میں یہ مشکل آزمائش اور رحمت ہے؛ کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اِس چھوٹی پریشانی اور نقصان کے ذریعے آخرت کے بڑے نقصان سے بچالیا۔

⟸ لیکن اگر اِن حالات میں بھی وہ نافرمان ہی رہا... آسمان کو چھوتی عمارتوں کو زمین بوس ہوتا دیکھ کر بھی اُس کے دل میں خوفِ خدا پیدا نہ ہوا... لمحوں میں شہروں کے شہر اُجڑتے دیکھ کر بھی اُسے عبرت حاصل نہ ہوئی... جانی یا مالی نقصان اُٹھانے کے باوجود وہ ظاہری اسباب کو ہی دیکھتا رہا اور قدرتِ خداوندی کا اِحساس بیدار نہ ہوا تو اُس کے حق میں وہی مشکل عذاب ہے؛ کیونکہ اپنے رویّے کی وجہ سے وہ ربّ تعالیٰ سے قریب ہونے کے بجائے مزید دُور ہو رہا ہے۔

سیدنا ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ غیب دان صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ» ”بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور جب اس کی پکڑ فرماتا ہے تو پھر اُسے مہلت نہیں دیتا (بہت سخت سزا دیتا ہے)۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِیَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ۔ [ھود 102:11] ”اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جب کہ وہ بستیوں والے ظالم ہوں، بے شک اُس کی پکڑ بہت دردناک، شدید ہے۔“ (صحیح بخاری، حدیث: 4686)

حرفِ آخر

اللہ جَلَّ مَجْدُہٗ کی یہ شان ہے کہ اُس کی ذاتِ مقدسہ بھی ہر طرح کی تبدیلی و تغیّر سے پاک ہے اور اُس کی صفاتِ عالیہ میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، اُس کی بادشاہی کو بھی زوال نہیں آسکتا اور اُس کا حکم بھی ہمیشہ نافذ رہے گا... جب کہ مخلوق کے حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔

انسان بھی اپنی زندگی میں مختلف مراحل سے گزرتا ہے:

- کبھی عروج و ترقّی نصیب ہوتے ہیں اور کبھی زوال و پستی کا شکار ہو جاتا ہے۔
- کبھی آسانی و آسائش کے مزے لُوٹتا ہے اور کبھی مشکلات و مصائب کا سامنا کرتا ہے۔
- وُسعت و فراخی بھی آتی ہے اور بعض اوقات تنگدستی و فقر کے دن بھی دیکھنا پڑتے ہیں۔
- فتح و کامرانی کا موقع بھی آتا ہے اور کبھی شکست و ہزیمت کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔
- کبھی ہر چیز اُس کے لیے بافائدہ و ذریعہ مُنفعت بنتی ہے اور کبھی لگتا ہے کہ سب کچھ اُلٹ ہو رہا ہے۔

یہ حالات افراد اور اقوام سبھی کے ساتھ یکساں طور پر پیش آتے رہتے ہیں۔

اپنی اِس شان کا اِظہار کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ۔ یعنی "آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اللہ سے سوال کرنے والے ہیں (کوئی بھی اُس کی رحمت سے بے نیاز نہیں) وہ ہر دن نئی شان کا اِظہار فرماتا ہے۔"[الرحمٰن 29:55]

باری تعالیٰ کے ہر فعل میں بے شمار حکمتیں ہوتی ہیں، خوش نصیب ہے وہ انسان جو مشکل حالات اور مصائب میں ربّ تعالیٰ کی حکمتوں کی طرف توجّہ کرتے ہوئے وہ کام کرے جن سے ربّ تعالیٰ کی رضا اور سعادتِ دارَین نصیب ہو۔

ترکیہ اور شام میں آنے والا زلزلہ، پاکستان کی معاشی صورتِ حال اور دیگر بہت سے اُمور قدرتِ خداوندی کی نشانیاں ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اِن سے سبق لیتے ہوئے:

⇐ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اُس کی فرماں برداری کریں۔

⇐ بندوں کے حقوق ادا کریں اور مخلوقِ خدا پر کسی صورت میں بھی ظلم نہ کریں۔

⇐ حیا اور اسلامی تہذیب کو فروغ دیں۔

⇐ اپنی بساط کے مطابق دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے بھرپور کوشش کریں۔

یہ مشکل حالات ہمارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے، بہت سے گناہ تو باری تعالیٰ اپنی رحمت سے سزا کے بغیر ہی معاف فرما دیتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا۔ "اور اگر اللہ لوگوں کے اعمال کے سبب اُن کی گرفت فرماتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا (زندہ) نہ چھوڑتا، لیکن وہ ایک مقرر میعاد تک اُنھیں ڈھیل دیتا ہے، پھر جب اُن کی مقررہ مدت آئے گی تو بے شک اللہ اپنے تمام بندوں کو دیکھ رہا ہے۔" [فاطر 45:35]

شاعر نے کیا خوب کہا:

جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت
شکوہ ہے زمانے کا، نہ قسمت کا گلہ ہے

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُمّتِ مسلمہ کی خیر فرمائے اور دُنیا بھر کے مسلمانوں پر رحم فرمائے... ربّ تعالیٰ اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کے صدقے مسلمانوں کو دینی تقاضے سمجھنے اور اُنھیں پورا کرنے کی توفیق سے نوازے... ربّ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کو ذلیل و رُسوا کرے اور ہمیں اسلامی تہذیب کو اپنا کر پوری دُنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مالکِ کریم مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۲۵ رجب المرجّب ۱۴۴۴ھ / 17 فروری، 2023ء

معراج کے لیے رات کا وقت پسند فرمانے کی حکمتیں

مشمولات

- سفر معراج میں شانِ محبوبیّت کا اِظہار اور عظمتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پرچار کے لیے نکتہ آفرینی
- رات محبوبوں کی ملاقات کا وقت ہے
- اخفا کے ذریعے ایمان بالغیب میں اضافہ
- رات مخفی وقت ہے
- رات لُطف وکرم کی تجلّی کا وقت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ، بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۔[بنی اسرائیل1:17]

اللہ کریم نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو بے شمار ایسی خوبیاں عطا فرمائیں جو نہ پہلے کسی کو ملیں، نہ بعد میں کسی کو نصیب ہوں گی۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اعلانِ نبوت کے گیارھویں سال (مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت سے دو سال پہلے)، رجب کی ستائیسویں شب، پیر کی رات میں باری تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک انوکھی اور منفرد سیر کروائی جسے ''معـــراج'' کہا جاتا ہے۔

سفر معـــراج میں خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ نے ہمارے آقا کریم ﷺ سے محبت کا یوں اظہار فرمایا کہ ایسی شانِ محبوبیت کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکتی... تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا امام بنایا... لامکاں کی بلندیوں پر پہنچا کر بغیر کسی واسطہ کے اپنے ساتھ ہم کلام ہونے کا شرف عطا کیا اور بیداری کی حالت میں سر کی آنکھوں سے دیدار پانے کا اِعزاز بھی بخشا... بلکہ اِس مبارک سفر میں اتنے کمالات عطا کیے جنہیں شمار کرنا ممکن ہی نہیں۔

شانِ رسالت سے بے خبر آج تک یہ گتھی ہی نہیں سُلجھا سکے کہ سفر معراج خواب میں تھا یا بیداری میں؟ مگر اہلِ محبت نے نہ صرف اِس عظیم الشان معجزہ کو پوری وضاحت کے ساتھ تسلیم کیا، بلکہ اِس کے ہر پہلو سے متعلق نکات بیان کیے جن سے نبیِ کریم ﷺ کی بے مثال عظمتوں اور شانوں کا اِظہار ہوتا ہے۔

نبیِ کریم ﷺ کی عظمت وشان ظاہر کرنے کے لیے گہرائی میں جانا اور قـــرآن وسنت کی روشنی میں نکتہ آفرینی کرنا ربّ تعالیٰ کو پسند ہے... ایمـــانی تقاضا ہے[1].... اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت[2] ہے۔ باری تعالیٰ نے گزشتہ امتوں کے علماسے ایک وعدہ لیا، جس کا ذکر قرآن مجید میں اِس طرح ہے: وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکۡتُمُوۡنَہٗ

---

[1] محبتِ مصطفیٰ ﷺ کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کثرت کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے۔ مروی ہے: مَنۡ أَحَبَّ شَیۡئًا أَکۡثَرَ مِنۡ ذِکۡرِہٖ۔ جو شخص کسی شے سے محبت کرتا ہو وہ کثرت سے اُس کا ذکر کرتا ہے۔ (الجامع الصغیر، رقم:12120)

[2] عَنۡ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ، قَالَ: عَطِشَ النَّاسُ یَوۡمَ الۡحُدَیۡبِیَةِ وَرَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ بَیۡنَ یَدَیۡہِ رَکۡوَةٌ، فَتَوَضَّأَ مِنۡهَا، ثُمَّ أَقۡبَلَ النَّاسُ نَحۡوَہٗ، فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: «مَا لَکُمۡ؟» قَالُوۡا: یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ! لَیۡسَ عِنۡدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ بِہٖ وَلَا نَشۡرَبُ إِلَّا مَا فِیۡ رَکۡوَتِكَ، قَالَ: «فَوَضَعَ النَّبِیُّ ﷺ یَدَہٗ فِی الرَّکۡوَةِ، فَجَعَلَ الۡمَاءُ یَفُوۡرُ مِنۡ بَیۡنِ أَصَابِعِہٖ کَأَمۡثَالِ الۡعُیُوۡنِ»۔ قَالَ: فَشَرِبۡنَا وَتَوَضَّأۡنَا، فَقُلۡتُ لِجَابِرٍ: کَمۡ کُنۡتُمۡ یَوۡمَئِذٍ؟ قَالَ: لَوۡ کُنَّا مِائَةَ أَلۡفٍ لَکَفَانَا، کُنَّا خَمۡسَ عَشۡرَةَ مِائَةً۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث:4152)

فَنَبَذُوْہُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ... "اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے وعدہ لیا کہ تم ضرور اُسے لوگوں سے بیان کرنا اور چھپانا نہیں، تو اُنھوں نے اِس عہد کو پس پُشت ڈال دیا اور اِس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی۔" [اٰلِ عمران:187]

مفسرین نے اِس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے علمائے تورات و انجیل پر واجب کیا تھا کہ اِن دونوں کتابوں میں سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت کے جو دلائل اور آپ کے اوصاف مذکور ہیں وہ لوگوں کو اچھی طرح وضاحت کر کے سمجھا دیں اور ہرگز نہ چھپائیں، مگر اُنھوں نے اس عہد کو پورا نہ کیا، رشوتیں لے کر سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اوصاف کو چھپایا اور لوگوں کے سامنے واضح نہ کیا۔[1]

سمجھنے کی بات ہے کہ ہم تو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کلمہ پڑھتے ہیں، جو لوگ جناب موسیٰ یا جناب عیسیٰ علٰی نَبِیِّنَا وعلیہما الصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ کا کلمہ پڑھتے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن سے بھی وعدے لیے کہ میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عظمتوں کو تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کرنا ہے۔

سفرِ معراج سے متعلق علما نے اِس پہلو کو بھی تفصیل سے اُجاگر کیا کہ باری تعالیٰ نے معراج کا اِعزاز عطا کرنے کے لیے رات کا انتخاب فرمایا، اِس میں کیا حکمتیں ہیں؟ ارشادِ ربّانی ہے: سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ یعنی "ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، جس کے اِرد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں؛ تاکہ ہم اُسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔" [بنی اسرائیل 17:1]

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل میں بے شمار فوائد اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ اُس کا کوئی بھی کام "اتفاقی" یا "رسمی" نہیں ہوتا، ہر چیز تقاضائے حکمت کے عین مطابق ہوتی ہے... اُس کا ایک صفاتی نام: "اَلْحَكِيْم" بھی ہے، لفظ "الحکیم" قرآن کریم میں 38 بار اُس کے صفاتی نام کے طور پر ذکر فرمایا گیا ہے... بلاشبہ معراج شریف کے لیے رات کا انتخاب فرمانے میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ چنانچہ آج کے خطبہ میں چند حکمتوں کا تذکرہ ہوگا، اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

اِس موضوع سے نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت و تعظیم میں بھی اِضافہ ہوگا اور اپنی اِصلاح کے لیے بھی راہ نمائی ملے گی، اِن شاءاللہ۔

---

[1] ملخص از خزائن العرفان و تبیان القرآن

امام الہدیٰ فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی علیہ الرحمہ (متوفی:373ھ) نے اپنی تفسیر "بحر العلوم" میں لکھا: {وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ} يعني: أخَذَ عليهم الميثاقَ حِيْنَ أخَذَ ذُرِّيَّةَ آدمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ. ويقال: أخَذَ عليهم الميثاقَ بِالْوَحْيِ في كُتُبِ الأنبياءِ {لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ} يعني: نَعْتَ مُحَمَّدٍ ﷺ وصِفَتَهٗ {وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ} عنهم... {فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ} يعني أنهم تركوا الميثاقَ ولم يَعْمَلُوا به {وَاشْتَرَوْا بِهٖ} أي بِكِتْمَانِ نعتِ محمدٍ ﷺ وصفتِه {ثَمَنًا قَلِيْلًا} أي عَرَضًا يسيرًا من متاعِ الدنيا.

رات محبوبوں کی ملاقات کا وقت ہے

سفرِ معراج میں رسول اللہ ﷺ جہاں پہنچے وہاں نہ رات ہے نہ دن؛ کیونکہ دن اور رات سورج کے طلوع اور غروب ہونے کا نام ہے اور سورج تو پہلے آسمان سے بھی نیچے ہے، کہاں ساتواں آسمان! کہاں عرش و کرسی! اور کہاں لامکاں کی بلندیاں! مگر جس جہان سے سفر کا آغاز ہوا وہاں دن اور رات کا نظام ہے... جن لوگوں کے سامنے شانِ محبوبیت ظاہر کرنی تھی وہ دن اور رات کے سسٹم میں وقت گزارتے ہیں اور اُن کا معمول یہ ہے کہ دن کو زندگی کے معاملات سرانجام دیتے ہیں اور رات کو پیاروں کی یاد آتی ہے، محبوبوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ حضرت میاں محمد بخش عارفِ کھڑی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا:

رات پوے تے بے درداں نُوں سکھ دی نیندر آوے

درد منداں نوں یاد سجن دی ستیاں آن جگاوے

چنانچہ اللہ کریم نے معراج کے لیے رات کا وقت پسند فرما کر مخلوق کو نبیِ رحمت ﷺ کی شانِ محبوبیت دکھائی... تم یہ تو نہیں سمجھ سکتے کہ وہ اپنے مالک کو کتنے پیارے ہیں، تاہم رات کی تنہائی میں اِس شان کے ساتھ اُن کے تشریف لے جانے سے اتنا سمجھ لو کہ[1]

ایسا کوئی محبوب نہ ہوگا، نہ کہیں ہے

اُن کی شانِ محبوبیت تو یہ ہے کہ اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا: مَا أَرٰى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ۔[2] یعنی "یارسول اللہ! مَیں (تو ہمیشہ) یہی دیکھتی ہوں کہ جو آپ کی رِضا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فوراً ویسے ہی کر دیتا ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث:4788، 5113۔ صحیح مسلم، حدیث:1464) امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

خدا کی رِضا چاہتے ہیں دو عالم

خدا چاہتا ہے رِضائے محمد

تربیت: محبت بڑھانے کے اِس حسین وقت میں ہمیں بھی ربّ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا چاہیے۔ باری تعالیٰ نے سورۂ مزّمّل کے آغاز میں نہایت پیار سے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا: إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَّأَقْوَمُ قِيلًا ۝ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۔ یعنی "رات کو اُٹھنا زیادہ موافقت کا سبب ہے (اُس وقت شور نہیں ہوتا، فراغت اور یکسوئی ہوتی ہے، زبان اور دل میں موافقت ہوتی ہے اور زبان سے نکلنے والی بات دل میں اُترتی ہے) بلاشبہ دن میں تو آپ کو بہت سے کام ہیں۔" [المزمل 73:6، 7]

---

[1] اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے لکھا: معراج وصلِ محب و محبوب ہے اور وصال کے لیے عادۃً شب ہی اَنسب مانی جاتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:29، ص:635)

[2] مَا أَرَى اللهَ إِلَّا مُوجِدًا لِمَا تُرِيدُ بِلَا تَأْخِيرٍ، مُنْزِلًا لِمَا تُحِبُّ وَتَخْتَارُ۔ (فتح الباری لابن حجر، تحت الحدیث)

رات مخفی وقت ہے

باری تعالیٰ جلّ مجدہ کا دستور ہے کہ جب کوئی قوم نہایت واضح معجزہ کا انکار کرتی ہے تو اُسے تباہ وبرباد کر دیا جاتا ہے... قرآنِ مجید میں ایسی کئی قوموں کے واقعات بیان ہوئے ہیں، مثلاً قومِ ثمود نے اپنے نبی سیدنا صالح علٰی نبیّنا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام سے مطالبہ کیا کہ آپ معجزہ دکھائیں...اِس پتھر سے جوان اُونٹنی پیدا ہو، فوراً بچّے کو جنم دے تو ہم ایمان قبول کر لیں گے، چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا کر دکھایا، مگر وہ پھر بھی نہ مانے تو باری تعالیٰ نے اُن کا نام ونشان مٹا دیا۔

سفرِ معراج کا انداز اگر یہ ہوتا کہ دن کے وقت حرمِ کعبہ میں سب لوگ موجود ہوتے...اُن کی آنکھوں کے سامنے آسمان سے فرشتوں کا جلوس حاضرِ خدمت ہوتا...پھر سرِ عام سینۂ اقدس کو شق کر کے قلبِ اطہر کو نکال کر غسل دیا جاتا...سب دیکھتے کہ معراج کے دولہا ﷺ فرشتوں کے جھرمٹ میں بُراق پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے ہیں...پھر سب کے سامنے آپ ﷺ واپس تشریف لاتے اور بتاتے کہ مَیں نے آسمانوں، جنت ودوزخ اور لامکاں کی سیر کی ہے...اپنے ربّ کا دیدار کیا ہے...اب بھی اگر لوگ نہ مانتے تو قانونِ الٰہی کے مطابق انھیں ہلاک کر دیا جاتا...حالانکہ باری تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ یعنی ”اللہ کی یہ شان نہیں کہ اُنھیں عذاب دے جب کہ اے حبیب! آپ ان میں تشریف فرما ہو، اور اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا، جب کہ وہ بخشش مانگ رہے ہوں۔“[الانفال 8:33]

چنانچہ باری تعالیٰ نے رحمتِ عالم ﷺ کو رات کے وقت بلوا کر جلوہ بھی دکھا دیا، عطائیں بھی فرمائیں اور لوگوں کی نگاہوں سے اِسے اوجھل رکھ کر انکار کرنے والوں کو عذاب سے بھی بچا لیا۔[1]

تو سفرِ معراج کے لیے رات کا وقت پسند فرمانے میں بھی سیدِ عالم ﷺ کی عظمت وشان ظاہر فرمائی، آپ تمام جہان کے لیے یوں رحمت ہیں کہ جو ضِدّی معراج جیسے عظیم الشان معجزہ کا انکار کرتے ہیں اُن پر بھی اجتماعی عذاب نہیں آتا۔ بلاشبہ آپ ﷺ رحمتِ عالم ہیں، بلکہ جانِ رحمت ہیں۔ سلامِ رضا کا آغاز بھی کتنا حسین ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام ۔۔۔ شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

---

[1] اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ نے لکھا: معراج ایک معجزۂ عظیمہ قاہرہ ظاہرہ تھا...اور سنتِ الٰہیہ ہے کہ ایسے واضح معجزہ کو دیکھ کر جو قوم نہ مانے ہلاک کر دی جاتی ہے، اُن پر عذابِ عام بھیجا جاتا ہے، جیسے اگلی امتوں میں بکثرت واقع ہوا۔ معراج کو تشریف لے جانا اگر دن میں ہوتا تو یا سب ایمان لے آتے یا سب ہلاک کیے جاتے، ایمان تو کفار کے مقدر میں تھا نہیں، تو یہی شِقّ رہی کہ اُن پر عذابِ عام اُترتا... اور حضور بھیجے گئے سارے جہان کے لیے رحمت، جنہیں اُن کا رب فرماتا ہے: وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم۔ ”اے رحمت عالم! جب تک تم ان میں تشریف فرما ہو اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں“؛ لٰہذا شب ہی مناسب ہوئی۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:29، ص:636، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

رات لُطف و کرم کی تجلّی کا وقت ہے

ویسے تو باری تعالیٰ ہر وقت ہی رحمت و مہربانی فرماتا ہے، مگر رات کو اُس کی کرم نوازیوں کے انداز نرالے ہوتے ہیں... سفر معراج میں ربّ تعالیٰ نے وہ لُطف و کرم فرمانا تھا جو نہ کسی کو نصیب ہوا، نہ ہو گا... چنانچہ اُس نے بے پناہ انعامات و اعزازات کے لیے وہ وقت پسند فرمایا جس میں خاص مہربانیاں ہوتی ہیں۔[1]

رات کی عظمتیں: قرآن و سنت کی متعدد نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کے وقت میں بندوں کو عبادت اور دیگر اُمورِ خیر پر خصوصی انعامات سے نوازا جاتا ہے:

⇐ اللہ عزوجل نے "قدر والی رات" (لیلۃ القدر) میں قرآنِ پاک کو نازل فرمایا۔

⇐ اُس نے اپنے محبوبِ مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حکم فرمایا: وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ "اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھیے، یہ خصوصاً آپ کے لیے زیادہ ہے (صرف آپ پر فرض ہے، دوسروں پر فرض نہیں) عن قریب آپ کا ربّ آپ کو ایسے مقام پر فائز فرمائے گا جہاں سب آپ کی تعریف کریں گے۔" [بنی اسرائیل 79:17]

⇐ عوام پر بھی رات کے وقت خصوصی کرم ہوتا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى[2] كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ، يَقُوْلُ: مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ؟» یعنی "جب رات کا آخری تہائی حصہ[3] باقی رہ جاتا ہے تو ہر رات کو برکتوں اور بلند شانوں والا ہمارا ربّ آسمانِ دُنیا کی طرف (اپنی خاص رحمتوں، انوار و تجلیات اور عطاؤں کا) نزول فرماتا ہے، وہ ارشاد فرماتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دُعا مانگے؟ کہ مَیں اُس کی دُعا قبول کروں... کون ہے جو مجھ سے سوال کرے؟ کہ مَیں اُسے عطا کروں... کون ہے جو مجھ سے بخشش کی درخواست کرے؟ کہ مَیں اُسے معاف کر دوں۔" (صحیح بخاری، حدیث:1145)

ہم نے یہ حسین کلمات کبھی سنے تو نہیں، مگر ہمیں سنی ہوئی باتوں سے زیادہ یقین ہے کہ وہ ضرور ہر رات کو اپنے بندوں سے یہ خطاب فرماتا ہے؛ کیونکہ ہمارے سننے میں غلطی ہو سکتی ہے، مگر جنھوں نے یہ بتایا ہے اُن کا ارشاد کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ نے لکھا: رات تجلّیٔ لُطفی ہے اور دن تجلّیٔ قہری... اور معراج کمالِ لطف ہے جس سے مافوق متصور نہیں؛ لہٰذا تجلّیٔ لُطفی ہی کا وقت مناسب تھا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:29، ص:635)

[2] النزولُ والهبوطُ والصعودُ والحركاتُ من صفاتِ الأجسامِ، واللهُ تعالى مُتعالٍ عنه، والمراد: نزولُ الرحمةِ وقربُهُ تعالى من العبادِ بإنزالِ الرحمةِ وإفاضةِ الأنوارِ وإجابةِ الدعواتِ وإعطاءِ المسائلِ ومغفرةِ الذنوبِ۔ (لمعات التنقيح، تحت الحديث)

[3] دُنیا بھر کے اوقات مختلف ہیں، جہاں جس وقت رات کا آخری تہائی باقی ہو وہاں اُس وقت یہ کرم نوازی ہوتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ملخصاً، تحت الحدیث)

⇐ شعبان المعظم کی پندرہویں رات، یعنی ”شبِ برات“ میں ہی وہ حسین لمحات بھی آتے ہیں، جب بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ گناہوں کی بخشش ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ رات میں اللہ تعالیٰ کے خصوصی لطف و کرم کا اظہار ہوتا ہے... عوام پر بھی مہربانیاں ہوتی ہیں اور پیاروں پر بھی عنایات ہوتی ہیں... سفر معراج میں وہ انعامات ہونے تھے جو پوری مخلوق میں نہ پہلے کسی کو نصیب ہوئے، نہ بعد میں ہوں گے... مخلوق یہ تو نہیں جان سکتی کہ اِس رات میں کیا کیا کرم نوازیاں ہوئیں، تاہم رات کے وقت میں معراج کروا کر گویا یہ پیغام دیا کہ لوگو! اگر عام مسلمان رات کے وقت اپنے گھر میں بیٹھ کر مجھے پکارے تو مَیں اُس پر رحمت فرماتا ہوں... تو وہ محبوب، جسے میں نے خود بلوایا... فرشتوں کا جلوس بھیجا... جنت سے سواری روانہ کی... مسجدِ اقصیٰ میں تمام انبیا کا امام بنایا... پھر لامکاں میں اپنے دیدار سے نوازا... اُس پر رات کے وقت خصوصی جلووں میں میرے اِنعام واِکرام اور فضل و رحمت کا کیا عالم ہو گا!

لمحۂ فکریہ: رات کے وقت میں باری تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کے تذکرہ سے سبق لیتے ہوئے ہمیں اپنی اصلاح کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے، کیا ہم رات کی تنہائی میں اپنے ربّ کو یاد کرتے ہیں؟ اُس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں؟ اُس کے حضور اپنے سیاہ کرتوتوں پر آنسو بہاتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے... لیکن اگر ہم یہ رحمتوں کا وقت گناہوں اور فحاشی کے کاموں اور نیند میں گزار دیتے ہیں تو خود کو بدلنا چاہیے۔

اگر سستی اور غفلت کی وجہ سے رات کو تہجد کے لیے نہیں اُٹھتے، قیام اللیل کا اہتمام نہیں کرتے تو کم از کم نمازِ عشا اور نمازِ فجر باجماعت ادا کرنے کا پابند ہونا چاہیے؛ نماز فرض ہے اور اُسے جماعت کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔

سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: «مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهٗ.»[1] ”جس شخص نے نمازِ عشا باجماعت ادا کی گویا اُس نے آدھی رات قیام کیا (اللہ تعالیٰ اُسے رات کے نصفِ اوّل میں نوافل ادا کرنے اور ذکر و وظائف میں مشغول رہنے کا ثواب عطا فرمائے گا) اور جس نے نمازِ فجر باجماعت ادا کی گویا اُس نے پوری رات نماز پڑھی (اللہ تعالیٰ اُسے رات کے نصفِ آخر میں نوافل ادا کرنے اور ذکر و وظائف میں مشغول رہنے کا ثواب عطا فرمائے گا)۔“ (صحیح مسلم، حدیث:656)

باری تعالیٰ باجماعت نماز ادا کرنے پر رات بھر عبادت کا ثواب دے اور بندہ یہ بھی نہ کر سکے تو بہت بڑی نالائقی ہے۔

---

[1] أَيْ: بِانْضِمَامِ ذٰلِكَ النِّصْفِ، فَكَأَنَّهٗ أَحْيَا نِصْفَ اللَّيْلِ الْأَخِيْرِ، أَوْ يَكُوْنُ إِشَارَةً إِلَى أَنَّ قِيَامَ الصُّبْحِ أَفْضَلُ مِنْ قِيَامِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ... (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، تحت الحدیث:630)

اخفا کے ذریعے ایمان بالغیب میں اضافہ

کئی اسلامی عقائد ایسے بھی ہیں جن کی حقیقت فی الحال ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں[1] یا انسان کی ناقص عقل اُنھیں سمجھنے کے قابل نہیں، اِنھیں ہم بن دیکھے مانتے ہیں اور عقل نہ سمجھ پائے تو بھی دل کی گہرائیوں سے اِنھیں سچا سمجھتے ہیں، "بن دیکھے اور بغیر تفصیلات کو سمجھے مان لینے" کو ایمان بالغیب کہا جاتا ہے۔

ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان بالغیب ہی معتبر ہے... فرعون نے عذاب دیکھ کر مان لیا تھا، مگر ربّ تعالیٰ نے قبول نہ فرمایا... جان نکلنے کے وقت آنکھوں سے پردہ اُٹھ جاتا ہے، اب ہر شخص ماننے کو تیار ہو جاتا ہے، مگر اُس وقت کا ایمان مقبول نہیں... روزِ قیامت دیکھنے کے بعد سبھی مان جائیں گے، مگر تب وہ نہیں مانیں گے۔

امامِ اہلِ سنت علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا:

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

رات کے وقت میں معراج عطا کرنے کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ یہ سفر مخفی رہے اور جب شبِ اَسرٰی کے دولہا ﷺ واپس تشریف لا کر بتائیں کہ مَیں نے رات کے مختصر حصہ میں یہ، یہ عزتیں پائی ہیں تو غلامانِ مصطفیٰ ﷺ اِس پر ایمان لائیں... یوں اُن کے ایمان بالغیب میں اِضافہ ہو... پھر قیامت کے دن جب غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کو ایمان بالغیب پر انعامات سے نوازا جائے تو لوگ سیدِ عالم ﷺ کی شان کا نظارہ کریں کہ جن کی باتوں کو دیکھے بغیر مان لینے والوں کو یہ عزت ملتی ہے اُن کی اپنی شان کا عالم کیا ہو گا![2]

یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ باری تعالیٰ نے رات کی تاریکی میں معراج سے نوازا؛ تاکہ اُن کی واپسی پر کفار صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو طعنہ دینے کے لیے کہیں: تمہارے نبی فرماتے ہیں: مَیں رات کے کچھ حصے میں معراج کر کے واپس پلٹ آیا ہوں تو جواب میں پیارے صدیق ایمان بالغیب کی اعلیٰ شان کا اِظہار کرتے ہوئے کہیں: إِنِّي لَأُصَدِّقُهُ فِيمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذٰلِكَ ... وہ اِس سے بھی بڑی بات فرمائیں تو مَیں ضرور اُن کی تصدیق کروں گا۔ (المستدرک علی الصحیحین، حدیث:4407)

---

[1] اور دیگر حواسّ سے بھی اُن کا اِدراک نہیں کیا جاسکتا۔

[2] الْعَاشِر: لِيَكُون أجر الْمُصدق بِهِ أَكثر؛ لِيدْخل فِيمَن آمن بِالْغَيْبِ دون من عاينه نَهَارا۔ (عمدۃ القاری)

تربیت: اِس وقت ایمان بالغیب کے حوالے سے ہماری صورتِ حال بہت پریشان کُن ہے۔

- ظاہری اور وقتی فائدہ کی خاطر اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ مکرم ﷺ کے واضح احکام کو بھول جاتے ہیں۔
- آخرت کو مانتے ہیں، مگر اُس کے لیے تیاری کیا ہے؟ یہ ہم سب جانتے ہیں۔
- سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود خور کے ساتھ اعلانِ جنگ فرمایا ہے، مگر سود نہیں چھوڑتے۔
- جھوٹ بولنے والوں نے سن رکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ کو نجات کا ذریعہ بتایا ہے، مگر پھر بھی جھوٹ نہیں چھوڑتے۔
- بہت سے لوگ ہر چیز کو اپنی عقل پر پرکھتے ہیں۔

شاعرِ مشرق اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

یقیں پیدا کر اے ناداں! یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فَغْفُوری[1]

حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی
سمجھ میں اِس قدر آیا کہ دل کی موت ہے دُوری[2]

حرفِ آخر

ربّ تعالیٰ جلّ مجدہٗ کا کوئی بھی فعل حکمت سے خالی نہیں، اُس نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو جو معراج عطا فرمائی، یہ ایسا اِعزاز ہے جس کے ہر پہلو سے شانِ محبوبیت کا اِظہار ہوتا ہے، رات کے وقت معراج عطا کرنے میں بھی باری تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں، جن میں سے کچھ کا تذکرہ ہوا، علما نے مزید حکمتیں بھی بیان فرمائی ہیں۔[3]

---

[1] فَغْفُورِی: بادشاہی۔ فَغْفُور: شاہانِ چین کا لقب۔ یعنی اے نادان! اپنا ایمان ویقین پختہ کر، اِس سے تجھے درویشی کی ایسی طاقت ملے گی جس کے سامنے جاہ وجلال والے بادشاہوں کی شاہی بھی جھک جائے گی۔

[2] حدِ ادراک: عقل وفہم کی حد۔ یعنی عشق ومستی کی باتیں عقل پرستوں کی فہم سے بالاتر ہیں، بس اتنی بات سمجھ میں آتی ہے کہ محبوبِ مکرّم ﷺ سے دُوری کی وجہ سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

[3] إن الْإِسْرَاء كَانَ لَيْلًا بِالنَّصِّ، فَمَا الْحِكْمَة فِي كَونه لَيْلًا؟ وَأجِيب: بأوجهٍ: الأول: أَنه وَقتُ الْخلْوَة والاختصاص ومجالسةِ الْمُلُوك، وَهُوَ أشرف من مجالستهم نَهَارًا، وَهُوَ وَقتُ مُنَاجَاة الْأَحِبَّة. الثَّانِي: أَن الله تعالى أكرم جمَاعَةً من أنبيائه بأنواع الكرامات لَيْلًا، ... وَأكْرم نَبينَا أَيْضا لَيْلًا بِأُمُور... الثَّالِث: أَن الله تعالى قدّم ذكر اللَّيْل على النَّهَار فِي غير مَا آيَة فَقَالَ: {وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

معراج شریف کا تذکرہ سن کر ایمانی جذبات کو تازہ کرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے عمل میں بھی پختگی آنی چاہیے:

⇐ رات کے حسین لمحات میں اپنے خالق ومالک جلّ جلالہٗ کو راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، یہ خاص لُطف وکرم کی تجلّیات نازل ہونے کا وقت ہے۔

⇐ اگر ایسا نہ کر سکیں تو کم از کم نمازِ عشا اور نمازِ فجر باجماعت ادا کرنا لازم ہے۔

⇐ نیز معراج سے سبق لیتے ہوئے ایمان بالغیب کو بھی پختہ کرنا چاہیے، یہی ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے، نگاہوں سے پردہ اُٹھنے کے بعد کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ معراج کے دولہا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے طفیل اُمّتِ مسلمہ کی خیر فرمائے اور دُنیا بھر کے مسلمانوں پر رحم فرمائے... ربّ تعالیٰ اپنے محبوبِ مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے مسلمانوں کو دینی تقاضے سمجھنے اور اُنھیں پورا کرنے کی توفیق سے نوازے... ربّ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے اور ہمیں اسلامی تہذیب کو اپنا کر پوری دُنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مالکِ کریم مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اٰيَتَيْنِ۔} (بنی اسرائیل17: 12) وَقَالَ: {وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ۔} (یس36: 40) وَلَيْلَة النَّحر تغنى عَن الْوُقُوف نَهَارا۔ الرَّابِع: أَن اللَّيْل أصل، وَلِهَذَا كَانَ أول الشُّهُور، وسواده يجمع ضوء الْبَصَر وَيحد كليل النّظر ويستلذّ فِيهِ بالسمر ويجتلى فِيهِ وَجه الْقَمَر۔ الْخَامِس: أَنه لَا ليل إِلَّا وَمَعَهُ نَهَارٌ، وَقد يكون نَهَارٌ بِلَا ليلٍ، وَهُوَ: يَوْم الْقِيَامَة الَّذِي مِقْدَاره خمسين ألف سنة۔ السَّادِس: أَن اللَّيْل مَحلّ استجابة الدُّعَاء والغفران وَالعطاء... السَّابِع: أَن أَكثر أَسْفَاره كَانَ لَيْلًا، وَقَالَ: عَلَيْكُم بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوى بِاللَّيْلِ۔ وَالثَّامِن: لينفي عَنهُ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارَى فِي عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام مِن الْبُنُوَّة لَمَّا رُفِعَ نَهَارًا تَعَالَى عَنْ ذٰلِك۔ التَّاسِع: لِأَن اللَّيْل وَقتُ الِاجْتِهَاد لِلْعِبَادَةِ، وَكَانَ قَامَ حَتّٰى تورَّمَتْ قدماه، وَكَانَ قيامُ اللَّيْل فِي حَقّه وَاجِبًا وَقَالَ فِي حَقّه: {يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ o قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۔} (المزمل73: 1،2) فَلَمَّا كَانَت عِبَادَته لَيْلًا أَكثر أُكْرِم بِالْإِسراء فِيهِ، وَأمره بقوله: {وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔} (بنی اسرائیل17: 79)۔ الْعَاشِر: ليَكُون أجرُ الْمُصدِّقِ بِهِ أَكثَرَ، ليدْخل فِيمَن آمن بِالْغَيْبِ دونَ مَن عايَنَهٗ نَهَارًا۔

(عمدۃ القاری، ج:4، ص:50، دار احیاء التراث)

۳ شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ / 24 فروری 2023ء

حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بحیثیتِ

امامِ اعظم

مشمولات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا ہَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ۔[الفرقان 74:25]

باری تعالٰی جسے بہت نوازنا چاہے اُسے علم و حکمت، عبادت و ریاضت اور تقوٰی و طہارت کے اعلٰی درجہ پر فائز کرکے دینی پیشوا و امام بنا دیتا ہے... اب یہ شخص اپنے اچھے اعمال کا ثواب بھی پاتا ہے اور جتنے لوگ اِس کی راہ نمائی میں اچھے اعمال کرتے ہیں اُن سب کا ثواب اِسے بھی عطا کیا جاتا ہے۔

لوگوں کی دینی راہ نمائی اور امامت حقیقت میں انبیائے ذی شان علیہم السلام کا منصب ہے، پھر اُن کی نیابت میں اُن کی اُمّتوں کے علما یہ عظیم ذمہ داری سرانجام دیتے ہیں اور لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔

سورۃ الانبیا میں باری تعالٰی نے کچھ پیارے نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: وَجَعَلۡنٰہُمۡ اَئِمَّۃً یَّہۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡہِمۡ فِعۡلَ الۡخَیۡرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَآءَ الزَّکٰوۃِ ۚ وَکَانُوۡا لَنَا عٰبِدِیۡنَ۔ "اور ہم نے انہیں امام بنایا، کہ ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے۔"[الانبیاء 73:21]

اور سورۂ فرقان میں ربّ تعالٰی نے اپنے محبوب بندوں "عباد الرحمٰن" کے اوصاف ذکر فرمائے، اُن میں ایک وصف یہ ہے کہ وہ اپنے ربِّ کریم کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں: رَبَّنَا ہَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ۔ "اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما (ہمیں ایسی نیک بیویاں اور صالح اولاد عطا فرما کہ اُن کے اچھے اعمال دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش ہوں) اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا (ہمیں ایسا پرہیز گار اور عبادت گزار بنا دے کہ ہم پرہیز گاروں کا پیشوا بننے کے قابل ہوں اور وہ دینی باتوں میں ہماری اقتدا کریں)۔"[الفرقان 74:25]

پیشوائی اور راہ نمائی کے وصف میں انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف دیکھا جائے تو ربّ تعالٰی نے ہمارے آقا کریم ﷺ کو سب میں نرالی شان عطا فرمائی ہے اور "امام الانبیا" بنایا ہے... اور اِس وصف میں امتوں کو دیکھا جائے تو باری تعالٰی نے امام الانبیا ﷺ کی اُمّت کے اماموں کو تمام اُمّتوں کے پیشواؤں میں منفرد مقام عطا کیا ہے، اِن کی امامت میں امامتِ انبیا کی جھلک نظر آتی ہے۔

اُمّتوں میں سب سے بڑے دینی راہ نما اور امام وہ خوش نصیب صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں جنھیں سیدِ عالم ﷺ سے سیکھنے اور تربیت پانے کا شرف ملا، پھر وہ تابعین سب سے بڑے پیشوا ہیں جنھوں نے صحابہ سے علمِ دین حاصل کیا اور تربیت پائی۔

تابعین میں ایک نمایاں نام حضرت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، آپ نے اُمّت کی ایسی شان دار راہ نمائی فرمائی کہ تقریباً ساڑھے بارہ سو سال سے اُمّتِ مسلمہ کی اکثریت آپ کی تشریحات کے مطابق قرآن و سنت پر عمل کرتی ہے اور آپ کی پیشوائی کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے آپ کو "امامِ اعظم" (ائمۂ مجتہدین میں سب سے بڑا امام) کہا جاتا ہے۔

شعبان المعظم میں آپ کا وصال ہے، اِس مناسبت سے آج کے خطبہ میں آپ سے متعلق کچھ باتوں کا ذکر ہو گا۔

امامِ اعظم کا مختصر تعارف

ممدوحِ مکرم کا نام "نعمان بن ثابت" ہے، دینِ حنیف کی خوب خدمت اور اُس کی بہترین وضاحت کرنے کی وجہ سے اُن کی کنیت "ابو حنیفہ" قرار پائی،[1] اللہ تعالیٰ نے اُنھیں مجتہدین میں سب سے اعلیٰ شان عطا فرمائی؛ اِس لیے اُنھیں "امامِ اعظم"، "امام الائمہ" اور "سراج الاُمّہ" کہا جاتا ہے۔

80ھ / 699ء میں عراق کے مشہور شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا اور والد کو مولیٰ المسلمین سیدنا علی کرّم اللہ وجہہٗ نے برکت کی دعا سے نوازا تھا۔ مختلف علاقوں کا سفر کر کے متعدد صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور دیگر تقریباً چار ہزار اکابر مشائخ سے علمِ دین حاصل کیا،[2] امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے بھی فیض پایا، دینی علوم میں کمال کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیز گار بھی تھے۔

آپ نے سب سے پہلے فقہی اُصول بنائے، ہزاروں جلیل القدر علما تیار کیے اور اُمّت کو لاکھوں مسائل کا حل بتایا۔ علمی مرتبہ یہ تھا کہ خلیفۂ وقت نے آپ کو قاضی القُضاۃ (Chief Justice) بنانا چاہا اور اِس کے لیے تمام ذرائع استعمال کیے، مگر آپ نے راہِ عزیمت اختیار کرتے ہوئے اِس منصب کو ٹھکرا دیا۔ بلند ترین مقام کے باوجود اپنے نمائندوں کے ذریعے تجارت کرتے تھے اور اُس کی آمدن کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ غریب طلبہ اور دیگر مستحق مسلمانوں کی مدد فرماتے۔

تقویٰ وطہارت اور دینی خدمات سے بھرپور ستر سالہ زندگی گزارنے کے بعد 150ھ / 767ء میں اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کی، ایک قول کے مطابق شعبان المعظم میں وصالِ اقدس ہوا[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

---

[1] "حنیف" کا معنی ہے: باطل سے جدا۔ قال تعالیٰ: فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا۔ [اٰلِ عمران 3:95] سید عالم ﷺ کا دین ہر باطل سے جدا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بہترین تشریح کی، اِس لیے آپ کو ابو حنیفہ (ہر باطل سے جدا دین والا) کہا جاتا ہے۔

[2] الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان للهيتمي، ص: 37، ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

[3] رجب اور شوال کا ماہِ وصال ہونا بھی منقول ہے۔ (الخیرات الحسان) مقصود شخصیت کو خراجِ تحسین پیش کرنا ہوتا ہے، خواہ تاریخ و ماہِ وصال کوئی بھی ہو۔

امامتِ عُظمیٰ کی خوش خبریاں

آپ کی ولادت سے پہلے اور بچپن میں کئی خوش خبریاں دی گئیں کہ یہ بچہ اُمّتِ مسلمہ کا بہت بڑا امام اور پیشوا ہو گا۔

حدیث میں اشارہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: «لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ - أَوْ رَجُلٌ - مِّنْ هٰؤُلَاءِ.» یعنی "اگر علم اور دین وایمان[1] ثریّا ستارے کے پاس بھی ہو تو اِن اہلِ فارس میں سے کچھ لوگ اُسے پالیں گے۔" (صحیح بخاری، حدیث: 4897) بزرگوں نے فرمایا کہ اِس حدیث پاک میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہی کی بشارت ہے؛ کیونکہ اہلِ فارس میں جو علمی مقام آپ کو عطا ہوا ہے وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔[2]

بچپن کے خواب: فیضِ عالم داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ نے لکھا کہ ابتدائی حالات میں امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے گوشہ نشینی (لوگوں سے الگ تھلگ رہنے) کا ارادہ کر کے مخلوق سے علیحدگی اختیار کر لی، چنانچہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے آپ کو خواب میں زیارت کا شرف بخشا اور فرمایا: یا أباحنیفه! تُرا سَبَبِ زِندهٔ گَرْدانِیْدَنِ سُنَّتِ مَنْ گَردَانِیدَهٔ اَند، قَصْدِ عُزْلَتْ مَکُنْ۔ یعنی "ابو حنیفہ! گوشہ نشینی کا ارادہ مت کرو، اللہ تعالیٰ نے تمھیں میری سنت کو زندہ کرنے کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔"

اِسی طرح امامِ اعظم علیہ الرحمہ نے ایک اور خواب دیکھا، ایک ماہر عالم نے اُس کی یہ تعبیر بتائی کہ آپ کو علمِ نبوی اور حدیث وسنت کی حفاظت میں وہ عظیم درجہ نصیب ہو گا کہ آپ احادیث میں چھان بین کر کے صحیح احادیث اور دیگر کو الگ الگ کر دیں گے۔
(کشف المحجوب فارسی، باب الحادی عشر، ص: 117، 118، سنگِ میل پبلی کیشنز)

امام المسلمین: امام اعظم رضی اللہ عنہ جب حرمین طیّبین حاضر ہوئے اور امام الانبیا ﷺ کو سلام پیش کرنے روضۂ اقدس پر پہنچے تو عرض کی: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ! اے تمام رسولوں کے آقا! آپ پر سلام ہو۔ جواب ملا: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا إِمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ! "اے مسلمانوں کے امام! آپ پر بھی سلام ہو۔" (تذکرۃ الاولیاء، شیخ فرید الدین عطار، ذکرِ امام ابو حنیفہ)

---

[1] في رواية مسلم «لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ - أَوْ قَالَ - مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰى يَتَنَاوَلَهُ.» (صحیح مسلم: 2546)
وفي رواية أحمد: لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِّنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ. (مسند احمد، حدیث: 10057)

[2] أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ هُوَ الْمُرَادُ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ ظَاهِرٌ لَا شَكَّ فِيهِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ فِي الْعِلْمِ مَبْلَغَهُ أَحَدٌ. (ردّ المحتار، مقدمه۔ التفسير المظهری، تحت سورة محمد، الآية: 38)

امامِ اعظم اور اُمّت کی پیشوائی

ہمارے دَور کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ لوگ اپنے ناموں کے ساتھ بڑے بڑے القابات لگاتے ہیں اور اپنے جھوٹے مناصب ظاہر کرتے ہیں، حالانکہ وہ اُن القابات اور مناصب کے لائق نہیں ہوتے... مگر حضرت ابو حنیفہ کو "امامِ اعظم" (سب سے بڑا امام) ایسے ہی سُنا سُنی یا رسمی طور پر نہیں کہا جاتا، بلکہ آپ نے واقعی طور پر اُمّت کی ایسی راہ نمائی اور دین کی اتنی خدمت کی ہے کہ بجا طور سے آپ مجتہدین اور علما میں سب سے بڑے امام ہیں۔ اُمّت پر آپ کے بے شمار احسانات میں سے کچھ یہ ہیں:

⟸ تابعین کے دَور میں قرآن وسنت کی روشنی میں دیگر دینی علوم کے ساتھ ساتھ فقہ کے بھی اُصول وضوابط بنائے گئے۔ سب سے پہلے جس شخصیت نے فقہی اُصول ترتیب دیے وہ امامِ اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ ہی ہیں۔[1]

⟸ دورِ صحابہ میں فقہ کی ابواب بندی نہیں تھی۔ یعنی طہارت کا بیان، نماز کے مسائل، حج کے احکام، طلاق کا بیان... اس طرح احکام کی ترتیب نہیں تھی۔ جب حالات کے پیشِ نظر احکام کو ابواب بندی کے ساتھ (Chapter-wise) مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اللہ تعالیٰ نے اِس خدمت کی سعادت بھی امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کو عطا فرمائی۔[2]

⟸ آپ نے قرآن وسنت کی روشنی میں اُمّت کو لاکھوں مسائل کا حل بتایا، جسے "فقہِ حنفی" کہا جاتا ہے۔ تقریباً ساڑھے بارہ سو سال سے اُمّت کی اکثریت اِسی فقہ پر عمل کرتی ہے اور دنیا بھر کی اسلامی ریاستوں میں جب بھی اسلامی نظام کو عدالتوں کے ذریعے نافذ کیا گیا، اکثر فقہِ حنفی کی صورت میں ہی نافذ ہوا۔ ہندوستان میں بھی اسلامی حکومت کے ہزار سالہ دور میں حنفی علما ہی قاضی رہے۔

⟸ اُمّت کی راہ نمائی کے لیے شاگردوں کی صورت میں ہزاروں ایسے افراد تیار کیے جن کی خدمات اُمّت کے لیے لائقِ فخر ہیں۔ باقی تلامذہ اپنی جگہ رہے، ایک ہزار شاگرد فقیہ اور مجتہد ہیں۔[3] اسلامی عدالتی نظام (Islamic judicial system) قائم کرنے والے دنیائے اسلام کے پہلے قاضی القضاۃ (Chief Justice) امام ابو یوسف علیہ الرحمہ آپ کے ہی تربیت یافتہ تھے، بلکہ آپ اُنھیں پڑھاتے بھی تھے، ساتھ ہی اُن کا اور اُن کے گھر والوں کا خرچ بھی برداشت فرماتے تھے۔ بڑے بڑے نامور اکابر آپ کے تلامذہ ہیں، حتّٰی کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ کے کئی اساتذہ آپ کے شاگرد ہیں۔

---

[1] وأمّا أوّلُ مَن صنَّف في علمِ الأُصول فيما نعلم فهو إمامُ الأئمة وسراج الامة أبو حنيفة النعمان رضى الله عنه، حيثُ بيّن طرقَ الاستنباط في "كتابِ الرأي" له۔ (مقدمہ اُصولِ سرخسی، ابو الوفا افغانی، ج:1، ص:3، دار المعارف النعمانیہ، لاہور) مزید معلومات کے لیے ملاحظہ کیجیے: "قیاس کی شرعی حیثیت وضرورت.. ایک تحقیقی جائزہ" (مقالہ پی ایچ ڈی) از ڈاکٹر محمد اویس معصومی، بابِ اول، فصلِ اول، ص:50 تا 54، تلاشِ حق فاؤنڈیشن

[2] إنهٗ أوّلُ مَن دوَّنَ علمَ الفقهِ ورتّبهٗ أبوابًا وكتبًا على نحوِ ما هو عليه اليوم... (الخیرات الحسان، ص:73)

[3] ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص:238

بزرگوں کا خراجِ تحسین

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ربّ تعالیٰ نے وہ درجہ عطا فرمایا کہ ہر دَور کے علما آپ کی تعریف کرتے ہیں، آپ کے تلامذہ اور مقلّدین تو ایک طرف... دیگر اماموں اور اُن کے مقلّدین نے بھی نہ صرف آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا، بلکہ آپ کے فضائل ومناقب پر مستقل کتابیں لکھیں، حتّٰی کہ فرمایا گیا: تمام انبیائے کرام علیہم السلام امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر فخر کریں گے اور امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کے امامِ اعظم کو نوازنے کے لیے اُن پر فخر کا اِظہار فرمائیں گے۔[1]

امام اعمش کا خراجِ تحسین: جلیل القدر تابعی حضرت سُلیمان اعمش علیہ الرحمہ امام اعظم ابو حنیفہ سمیت سینکڑوں محدثین کے استاذ ہیں، اُن سے کچھ مسائل کے بارے میں سوال کیا گیا، تب امامِ اعظم بھی وہاں موجود تھے، اُنھوں نے آپ سے رائے لی، آپ نے فوراً جوابات پیش کیے۔ اُنھوں نے فرمایا: آپ نے یہ مسائل کون سی آیات واحادیث سے اخذ کیے ہیں؟ امامِ اعظم نے اُنہی سے سنی ہوئی احادیث پیش کیں، کہ اِس سند کے ساتھ آپ نے یہ حدیث بیان کی تھی، اِس سند کے ساتھ یہ بیان کی تھی.... اُنھوں نے فرمایا: حَسْبُكَ مَا حَدَّثْتُكَ فِيْ مِائَةِ يَوْمٍ حَدَّثْتَنِيْ فِيْ سَاعَةٍ، مَا عَلِمْتُ أَنَّكَ تَعْمَلُ بِهٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ۔ بس کیجیے! مَیں نے سو دنوں میں آپ کو جو احادیث سنائی تھیں، آپ نے ایک لمحے میں مجھے سنا دی ہیں، مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ اِن احادیث پر یوں عمل کرتے ہیں۔ پھر اُنھوں نے نہایت خوب صورت بات ارشاد فرمائی: يَا مَعْشَرَ الْفُقَهَاءِ! أَنْتُمُ الْأَطِبَّاءُ وَنَحْنُ الصَّيَادِلَةُ، وَأَنْتَ أَيُّهَا الرَّجُلُ! أَخَذْتَ بِكِلَا الطَّرَفَيْنِ۔ اے فقہا! ہم محدّث لوگ پنسَاری (اسٹور والے) ہیں اور تم طبیب ہو (اسٹور والے کے پاس ادویات ہوتی ہیں، مگر اُنھیں استعمال کرنے کا طریقہ ڈاکٹر کو ہی معلوم ہوتا ہے... ایسے ہی ہم محدثین کو احادیث معلوم ہیں، مگر کس حدیث سے کون سا مسئلہ اخذ ہوگا؟ یہ تم فقیہ لوگ جانتے ہو) اور ابو حنیفہ! تم حدیث اور فقہ دونوں کے ماہر ہو۔"

(الجواهر المضیئة في طبقات الحنفیة، ج:2، ص:485، میر محمد کتب خانہ۔ الخیرات الحسان، الفصل الثلاثون، ص:144، ایچ ایم سعید کمپنی)

خطیبِ تبریزی کا خراجِ تحسین: تمام مسالک کے دینی اِداروں میں حدیث کی مشہور کتاب "مشکوٰۃ المصابیح" پڑھائی جاتی ہے، اُس کے مصنف خطیبِ تبریزی ولی الدین محمد شافعی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کے راویوں کے حالات جمع کیے۔ اُس کتاب میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر کرکے لکھا: وَالْغَرَضُ بِإِيْرَادِ ذِكْرِهٖ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ وَإِنْ لَمْ نَرْوِ عَنْهُ حَدِيْثًا فِي الْمِشْكٰوةِ: لِلتَّبَرُّكِ بِهٖ لِعُلُوِّ مَرْتَبَتِهٖ وَوُفُوْرِ عِلْمِهٖ۔ یعنی اگرچہ مَیں نے اپنی کتاب مشکوٰۃ المصابیح میں امام اعظم سے کوئی حدیث روایت نہیں کی، مگر اُن کا درجہ اتنا بلند اور علم اتنا وسیع ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لیے اپنی کتاب میں اُن کا ذکرِ خیر کر دیا ہے۔ (الإکمال فی اسماء الرجال)

---

[1] دیکھیے درّ مختار، مقدمہ، ص:13، دار الکتب العلمیة

فقہِ حنفی کے بارے میں وہم کا اِزالہ

بعض اوقات انسان کوئی حدیثِ پاک پڑھتا یا سنتا ہے اور اُس کے ظاہری ترجمہ سے ایسا لگتا ہے کہ یہ حدیث امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کے خلاف ہے، چنانچہ کم علم شخص کے ذہن میں وسوسہ آتا ہے کہ "حدیثِ پاک کے مقابلے میں کسی کی بات کا اعتبار نہیں"، چنانچہ وہ امامِ اعظم کا موقف چھوڑ دیتا ہے اور جو اُسے سمجھ آیا ہے اُس پر عمل کرنے لگتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو انسانی یا جنّی شیطان اِسی وسوسہ کے ذریعے بہکا دیتے ہیں۔

اِس حوالے سے ذہن میں رہنا چاہیے کہ سب سے پہلے تو عام شخص کو یہ بات ہی معلوم نہیں ہوتی کہ "حدیثِ صحیح" کسے کہتے ہیں؟ اور جس حدیث کا ترجمہ اُس نے پڑھا ہے وہ "صحیح" ہے بھی یا نہیں؟ فرض کیجیے وہ حدیث صحیح ہو تو بھی از خود اُس پر عمل کرنا غلط ہے؛ کیونکہ فقہائے کرام کسی بھی حدیث پر عمل سے پہلے چار مراحل میں اُس پر غور و فکر کرتے ہیں:

1) اُس حدیث کے ہر راوی کی پوری زندگی کو تمام جہتوں سے دیکھا جاتا ہے۔
2) احادیث کی مختلف کتابوں کی روشنی میں اُس حدیث کی تمام اسانید اور الفاظ پر غور کیا جاتا ہے۔
3) اُس حدیث کی اسناد اور متن کے حوالے سے مخفی علّتوں کو دیکھا جاتا ہے کہ کیا یہ اُصولِ دین سے متصادم وغیرہ تو نہیں؟
4) عربی کی تمام لغات اور دیگر دسیوں علوم کی روشنی میں اُس پر غور و فکر کیا جاتا ہے۔

اِن مراحل کے بعد فیصلہ ہوتا ہے کہ اِس حدیث پاک پر عمل کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ یعنی فقط سند صحیح ہونا کافی نہیں ہوتا، عمل صحیح ہونے کے لیے جن مراحل میں غور و فکر کرنا ہوتا ہے وہ عام شخص تو کیا بڑے بڑے علما کے بس میں بھی نہیں، فقط مجتہد کا کام ہے۔[1]

خواجۂ نقشبند کا واقعہ: امامِ ربّانی، مجدّدِ الفِ ثانی، شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے پیر و مُرشد شیخ خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کا ایک واقعہ بہت سبق آموز ہے۔[2]

خلاصہ یہ ہے کہ کسی موقع پر آپ نے حدیثِ مبارک پڑھی کہ سیدنا عُبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے جانِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے روایت کیا:

«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔» "جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اُس کی نماز (مکمل) نہیں۔" (صحیح بخاری، حدیث:756)

---

[1] تفصیل کے لیے امامِ اہلِ سنت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا رسالہ "اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِيْ فِيْ مَعْنٰى إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ"۔ مشمولہ در فتاویٰ رضویہ، ج:27، ص:61 تا 78، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

[2] چَنْدْگاہْ مَنْ ہَمْ خَلْفِ امام قِراءَتِ فاتِحَہْ مِیْ نَمُودَمْ، آخِرالأمر شبے امامِ اعظم (علیہ الرحمہ) را در خواب دیدم، کہ قصیدۂ غَرّاء در مدحِ خود می خواند، و ایں مضمون مُستفاد می گردد کہ چَنْدِیْں اَوْلِیَاء دَرْ مَذْہَبِ مَن بُوْدَہْ اَنْد، ازاں وقت تَرْکِ قِراءَتِ فاتِحَہْ خَلْفِ امام نمودم۔ (مبدأ و معاد، مجددِ الفِ ثانی، ص:50، مکتبۃ الحقیقۃ، ترکیا)

آپ نے سمجھا کہ مقتدی کو بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے، چنانچہ چند دن ایسا ہوا کہ آپ باجماعت نماز پڑھتے تو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرتے۔ آپ فرماتے ہیں: مجھے خواب میں امامِ اعظم ابو حنیفہ کی زیارت نصیب ہوئی، آپ کچھ اشعار پڑھ رہے تھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ خواجہ صاحب! بے شمار غوث، قطب، ابدال میرے مُقلّد ہیں اور میری فقہ (فقہِ حنفی) پر عمل کرتے ہوئے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے، (اگر امام کے پیچھے خاموش رہنا حدیث کے خلاف ہوتا تو وہ سب ولی نہ بنتے)۔

گویا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کو سمجھایا کہ آپ نے ایک حدیثِ مبارک پڑھی ہے، مَیں نے صحابہ سے اور بھی کئی احادیثِ کریمہ روایت کی ہیں، ایک حدیثِ پاک وہ بھی ہے جسے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا: «مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ، فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ.» یعنی "جو امام کی اقتدا میں نماز پڑھے تو امام کی تلاوت اُس کے لیے کافی ہے۔" (سنن ابن ماجہ، حدیث: 850)[1] جس حدیث پاک میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ تنہا نماز پڑھنے والے اور امام کے لیے ہے... اور سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ مقتدی خاموش بھی ہے تو اُس نے تلاوت کی ہے، کیونکہ امام کی تلاوت ایسے ہی ہے جیسے مقتدی نے خود تلاوت کی۔

آج بھی بہت سے لوگوں کو وہی مغالطہ ہو جاتا ہے جو حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کو شبہ ہوا تھا۔ آپ کے اِس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ امام اعظم کا موقف حدیث کے خلاف نہیں ہوتا، ہمارے سمجھنے میں کوتاہی ہوتی ہے۔ کتنا چھوٹا ذہن ہے اُس شخص کا جو فقط ترجمہ پڑھ کر اِس غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے کہ مجھے حدیث سمجھ آگئی ہے، مگر امام اعظم کو سمجھ نہیں آئی۔

امامِ ابو یوسف کا ارشاد: اسلامی عدالتی نظام (Islamic judicial system) قائم کرنے والے دنیائے اسلام کے پہلے قاضی القُضاۃ (Chief Justice) امام ابو یوسف یعقوب علیہ الرحمہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور فیض یافتہ تھے، اُنھیں بھی علم حدیث میں بہت مہارت حاصل تھی اور وہ ایک درجہ کے مجتہد تھے۔ وہ فرماتے ہیں: مَا خَالَفْتُ أَبَا حَنِيْفَةَ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ فَتَدَبَّرْتُهُ إِلَّا رَأَيْتُ مَذْهَبَهُ الَّذِيْ ذَهَبَ إِلَيْهِ أَنْجَى فِي الْآخِرَةِ، وَكُنْتُ رُبَّمَا مِلْتُ إِلَى الْحَدِيْثِ، وَكَانَ هُوَ أَبْصَرَ بِالْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ مِنِّيْ. جب بھی کسی مسئلے میں میری رائے امامِ اعظم کی رائے کے خلاف ہوتی تو غور و فکر کے بعد مجھے معلوم ہوتا کہ اُن کا موقف آخرت میں نجات حاصل کرنے کے زیادہ قریب ہے، بہت مرتبہ مَیں کسی حدیث کی طرف مائل ہوتا، مگر پھر پتا چلتا کہ امامِ اعظم حدیثِ صحیح کے بارے میں مجھ سے کہیں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔ (تاریخ بغداد، ج: 13، ص: 340، دار الکتب العلمیۃ)

---

[1] حدیثِ مذکور کی متعدد اسناد ہیں، امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نصب الرایۃ میں اِس پر مفصل بحث کی ہے۔

حرفِ آخر

نبیِ کریم ﷺ کے فیضان سے آپ کی اُمّت کے علما نے ہر دور میں اُمّتِ مسلمہ کی بہترین پیشوائی کی، صدیوں سے اُمّت کی اکثریت فقہی مسائل میں جس ہستی کی پیروی کرتی ہے، اُن کا نام تو "نُعمان" ہے، مگر دُنیا اُنھیں "امامِ اعظم" کے لقب سے جانتی ہے۔

آپ نے صحابۂ کرام اور جلیل القدر تابعین علیہم الرضوان سے علمِ دین حاصل کیا اور تقویٰ و پرہیز گاری میں بھی اعلیٰ مقام پایا، پھر دینِ متین کی بے پناہ خدمت کی، اُمّت کو فقہِ حنفی کی صورت میں قرآن و سنت کا حسین نچوڑ عطا کیا، امام بخاری علیہ الرحمہ سمیت بڑے بڑے علما آپ کے شاگرد، بلکہ آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اور ہر دور کے علمانے آپ کو بھرپور انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

ایک رائے کے مطابق شعبان المعظم آپ کا ماہِ وصال ہے، اِس مناسبت سے آج آپ کے بارے میں کچھ باتیں ذکر ہوئیں۔

بلاشبہ ہمارے لیے یہ فخر اور سعادت کی بات ہے کہ ہم آپ کے مُقلّد ہیں اور آپ کی تشریحات کے مطابق قرآن و سنت کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ہر دور میں فتنہ پرور لوگ قرآن و سنت کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانِ جہاں ﷺ سے روایت کیا: إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِيْ كُلُّ مُنَافِقٍ عَلِيْمِ اللِّسَانِ۔[1] یعنی "مجھے اپنی اُمت پر جن کا سب سے زیادہ خوف ہے اُن میں سے چرب زبان منافق بھی ہے (وہ بدعقیدہ اور دل کا جاہل شخص جو ظاہری علم رکھتا ہو گا، قرآن و سنت کا غلط مفہوم بیان کرے گا اور اپنی زبان دانی سے لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا کر گمراہ کرے گا)۔" (مسند احمد، حدیث:143)

ائمہ کی تقلید چھوڑ کر اپنی رائے کو ترجیح دینے والے فتنہ پرست قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔

سیدنا ابو ثعلبہ خُشَنی رضی اللہ عنہ سے مروی اِرشادِ نبوی میں یہ جملے بھی ہیں: حَتّٰى إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُّطَاعًا، وَهَوًى مُّتَّبَعًا، وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً، وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهٖ، وَرَأَيْتَ أَمْرًا لَّا يَدَانِ لَكَ بِهٖ[2] فَعَلَيْكَ خُوَيْصَّةَ نَفْسِكَ، وَدَعْ أَمْرَ الْعَوَامِّ، فَإِنَّ مِنْ

---

[1] (أخوف) أی مِنْ أخوفِ (ما أخافُ علىٰ أمّتی كلَّ منافقٍ عليمِ اللسانِ) أی عالمٍ للعلمِ مُنطلقِ اللسانِ به لكنه جاهلُ القلبِ فاسدُ العقيدةِ يَغِرُّ الناسُ بشقشقةِ لسانه فيقع بسببِ اتباعه خلقٌ كثيرٌ فی الزلل۔ (فيض القدير للمناوی، ج:1، ص:221)
وروى الطبرانی: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «أَكْثَرُ مَا أَتَخَوَّفُ عَلٰى أُمَّتِيْ مِنْ بَعْدِيْ: رَجُلٌ يَّتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ يَضَعُهُ عَلٰى غَيْرِ مَوَاضِعِهٖ، وَرَجُلٌ يَّرٰى أَنَّهُ أَحَقُّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ غَيْرِهٖ۔» (المعجم الأوسط، حديث:1865)

[2] قَوْله: "لَا يَدَانِ" بِكَسْرِ النُّون، أَی: لَا قدرةَ وَلَا طَاقَةَ لَكَ علی دفعه وإنكاره۔ (كفاية الحاجة فی شرح سنن ابن ماجه: 487/2)

وَّرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ...»[1] یعنی ”جب تم یہ حالات دیکھو کہ (اتباعِ حق اور فکرِ آخرت کے بجائے) بخیلی کی تابعداری ہو رہی ہے... خواہشات کی پیروی ہو رہی ہے... دُنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے... ہر شخص اپنی رائے پر خوش اور نازاں ہے... اور ایسا معاملہ دیکھو کہ تمہارے اندر اُسے روکنے کی طاقت نہ ہو تو خود کو بچانا اور عوام کو چھوڑ دینا؛ کیونکہ اب صبر کے ہی کچھ دن باقی ہوں گے...“

(سنن ابن ماجہ، حدیث:4014)

اِس حدیث میں قیامت کے قریب پیدا ہونے والے کچھ حالات کا ذکر ہے، غور طلب بات ہے کہ اِس جملے کا کیا مطلب ہے ”ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے گا“؟ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے لکھا: اِس کا مطلب ہے: لوگ نہ تو اِس قابل ہوں گے کہ خود شرعی دلائل (قرآن وسنت اور اِجماع و قیاس) سے مسائل حل کر سکیں اور نہ ہی اماموں کی تقلید کریں گے، جو اُنھیں سمجھ آئے گا اُس کے بارے میں کہیں گے کہ یہی صحیح ہے۔[2]

چنانچہ ایمان کی سلامتی اور عافیت اِسی میں ہے کہ داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ جیسے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کی جائے اور آپ کی تشریحات کے مطابق قرآن وسنت پر عمل کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے درجات میں بے شمار بلندیاں عطا فرمائے اور آپ کے صدقے میں ہماری بخشش فرمائے۔ ربّ تعالیٰ دُنیا بھر کے مسلمانوں پر رحم فرمائے... اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مسلمانوں کو دینی تقاضے سمجھنے اور اُنھیں پورا کرنے کی توفیق سے نوازے... ربّ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے اور ہمیں اسلامی تہذیب کو اپنا کر پوری دُنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مالکِ کریم مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] وتمام الحديث: اَلصَّبْرُ فِيهِنَّ عَلٰى مِثْلِ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَّعْمَلُوْنَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ۔

[2] أَيْ: مِنْ غَيْرِ نَظَرٍ إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ، وَالْقِيَاسِ عَلٰى أَقْوَى الْأَدِلَّةِ وَتَرْكِ الِاقْتِدَاءِ بِنَحْوِ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ۔
(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، تحت الحدیث:5144)

۱۰ شعبان المعظم،۱۴۴۴ھ / 3مارچ، 2023ء

مشمولات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ o وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ o اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ o فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۔ [الدخان44:1-4]

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ [الحدید57:21]

زندگی میں کئی معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کی طرف انسان توجہ کرتا ہی نہیں، اگر کرے بھی تو سرسری سی ہوتی ہے... جب کہ بہت سے اُمور ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کے لیے انسان فکر مند ہوتا ہے، گہری سوچ بچار کرتا ہے، سخت محنت سے کام لیتا ہے اور اُنھیں ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

کسی بھی شے کے لیے فکر مند ہونے کی بنیاد اُس کی اہمیت کا اِحساس ہوتا ہے، جو بات انسان کی نظر میں اَہَمّ (Important) ہو اُس کے لیے وہ فکر مند بھی ہوتا ہے اور کوشش بھی کرتا ہے... اور جسے غیر ضروری سمجھتا ہے اُس کی طرف نہ توجہ کرتا ہے، نہ اُسے حاصل کرنے کے لیے صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے۔

مثلاً اگر باری تعالیٰ کرم فرمائے اور علمِ دین کا شوق عطا کردے تو انسان دن رات پڑھتے پڑھاتے نہیں تھکتا، ہر وقت مزید کی جستجو میں رہتا ہے؛ کیونکہ اِس خوش نصیب کی نظر میں علم کی اہمیت ہے... اور جس کے کرتوتوں کی وجہ سے دل میں دُنیا کی محبت آجائے وہ زندگی بھر دُنیا کے پیچھے ہی لگا رہتا ہے، پھر بھی کبھی پُر سکون نہیں ہوتا؛ کیونکہ اِس بدنصیب کی نظر میں دُنیا ہی سب کچھ ہے۔

پروردۂ آغوشِ نبوت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ: مَنْهُوْمٌ فِيْ عِلْمٍ لَّا يَشْبَعُ، وَمَنْهُوْمٌ فِيْ دُنْيَا لَا يَشْبَعُ ۔ یعنی ”دو حریص کبھی سیر نہیں ہوتے: ایک وہ جسے علم میں اِضافہ کی آرزو ہے، یہ (علم سے) کبھی سیر نہیں ہوتا اور دوسرا وہ جسے دُنیا بڑھانے کا لالچ ہے، اِس کا (دُنیا سے) پیٹ نہیں بھرتا۔“

(المستدرک علی الصحیحین، حدیث:312۔ شعب الایمان، حدیث:10279)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ دونوں حریص ایک جیسے نہیں، علم کا حریص اللہ تعالیٰ کی رِضا اور خوشنودی حاصل کرنے میں ترقی کرتا جاتا ہے اور دُنیا کا لالچی سرکشی و تکبّر میں بڑھتا رہتا ہے۔[1] (مسند الدارمی، حدیث:344)

---

[1] قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ: صَاحِبُ الْعِلْمِ، وَصَاحِبُ الدُّنْيَا، وَلَا يَسْتَوِيَانِ ۔ أَمَّا صَاحِبُ الْعِلْمِ، فَيَزْدَادُ رِضًا لِّلرَّحْمٰنِ، وَأَمَّا صَاحِبُ الدُّنْيَا فَيَتَمَادٰى فِي الطُّغْيَانِ، ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ {كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى o اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۔} [العلق96:6،7] قَالَ: وَقَالَ الْآخَرُ: {اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۔} [فاطر35:28] ۔ (مسند الدارمی، رقم الحدیث:344، دار المغنی)

جس چیز کی فکر ہو اُسے حاصل کرنے کا ہر ذریعہ اختیار کیا جاتا ہے اور کوشش ہوتی ہے کہ کوئی موقع ہاتھ سے نہ جائے۔

ابھی علم اور دنیا کے حریصوں کا ذکر ہوا... علم کی چاہت رکھنے والوں کے حسین واقعات میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص شام کے دار الحکومت دمشق میں حکیم الاُمّت سیدنا ابو دَرداء عُوَیمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور بتایا کہ مَیں نبی کریم ﷺ کے شہرِ مقدس مدینہ منوّرہ سے آپ کے پاس صرف ایک حدیثِ پاک سننے کے لیے حاضر ہوا ہوں، اِس سفر سے میرا کوئی اور مقصد نہیں ہے[1]...

اور دُنیا پرستوں کا لالچ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، مال بٹورنے کا کوئی ذریعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، ہماری حالت تو وہ ہو چکی ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے نبیِ غیب دان ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ، أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ۔ ”لوگوں پر وہ وقت بھی آئے گا جس میں (دین سے دُوری اور دُنیا کے لالچ کی وجہ سے) آدمی کو پرواہ نہیں ہوگی کہ مال حلال طریقے سے حاصل کیا یا حرام ذریعہ سے۔“ (رواہ البخاری عن أبی ھریرۃ، رقم الحدیث: 2059)

انسان کو سب سے زیادہ فکر اِس بات کی ہونی چاہیے کہ ربّ تعالیٰ راضی ہو جائے... نبیِ مکرم ﷺ کی نگاہِ رحمت میسّر آئے... بخشش و نجات مل جائے اور آخرت میں صالحین کا ساتھ عطا ہو جائے؛ اِس لیے کہ یہی سب سے زیادہ ضروری ہیں، باقی سب کچھ عارضی ہے۔ کوشش ہونی چاہیے کہ اِن سعادتوں کو حاصل کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہ جائے۔

براءت و بخشش اور سعادتیں حاصل کرنے کا ایک حسین موقع شعبان المعظم کی پندرھویں رات بھی ہے، جسے ”شبِ براءت“ کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی نجات کے لیے فکر مند ہو اور شریعت کے مطابق اُس کے لیے کوشش کرے تو قوی اُمّید ہے کہ وہ اِس رات میں محروم نہیں رہے گا۔

ہمارے ہاں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اِس رات کو مساجد میں حاضر ہوتی ہے، نوافل ادا کرتی ہے، توبہ واستغفار اور دیگر متعدد اُمورِ خیر سرانجام دیے جاتے ہیں... تاہم بہت سے لوگ دین سے دُور ہونے کے سبب اِس رات کو بھی غفلت میں گزار دیتے ہیں، بلکہ بعض اوقات گناہوں کے کاموں میں مصروف رہ کر براءت پانے کے بجائے سزا کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

چنانچہ آج ”شبِ براءت اور فکرِ براءت“ کے عنوان سے چند باتوں کا ذکر ہوگا۔

---

[1] عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فِيْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ! أَتَيْتُكَ مِنَ الْمَدِينَةِ، مَدِينَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِيْ أَنَّكَ تُحَدِّثُ بِهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔ قَالَ: فَمَا جَاءَ بِكَ تِجَارَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَلَا جَاءَ بِكَ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ طَالِبَ الْعِلْمِ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ حَتَّى الْحِيتَانِ فِي الْمَاءِ، وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا، إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔» (سنن ابن ماجہ، حدیث: 223۔ جامع ترمذی، حدیث: 2682)

شبِ براءت

لفظ کی وضاحت: "شبِ براَت" دو الفاظ سے مرکب ہے: (۱) شب۔ (۲) براَت۔ "شب" کا معنی رات ہے اور یہ قرآن وحدیث میں مذکور لفظ "لَيْلَة" کا ترجمہ ہے۔ "براَت" کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

1) یہ عربی زبان کا لفظ ہو، اصل میں "بَرَاءَة" تھا، جس کا معنی ہے: بری ہونا۔ چونکہ اِس رات میں اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بخشش فرما کر لوگوں کو جہنم سے بری فرماتا ہے، اِس لیے اِسے "شَبِ بَرَاءَت" (وہ رات جس میں مسلمان جہنم سے بری ہوتے ہیں) کہا جانے لگا، پھر اِس میں تخفیف کر کے شبِ براَت کہہ دیا جاتا ہے۔

2) یہ فارسی زبان کا لفظ ہو، فارسی میں "برات" کا ایک معنی قسمت ونصیب ہے، چونکہ اِس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے، اِس لیے اِسے "شبِ برات" (قسمت کے فیصلہ والی رات) کہا جاتا ہے۔

براءت والی رات: متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شبِ براَت میں بہت زیادہ بخشش ومغفرت فرماتا ہے۔[1]

اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ۔ "شعبان کی پندرھویں رات کو اللہ تعالیٰ آسمانِ دُنیا کی طرف (اپنی خاص رحمتوں، انوار وتجلیات اور عطاؤں کا) نزول فرماتا ہے، چنانچہ قبیلۂ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ (گناہوں) کی بخشش فرما دیتا ہے۔" (جامع ترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، حدیث: 739)

ندائے ربّانی: مولَی المسلمین سیدنا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُومُوا لَيْلَهَا، وَصُومُوا نَهَارَهَا، فَإِنَّ اللهَ يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَقُولُ: أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟ أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ؟ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ؟ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا؟ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ۔ "شعبان کی پندرھویں رات آئے تو اُس میں قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ سورج غروب ہونے سے طلوعِ فجر تک اپنی خاص رحمت کے ساتھ آسمانِ دنیا پر تجلّی کرتا ہے (جیسا کہ اُس کی شان کے لائق ہے) اور فرماتا ہے: "سنو! کوئی بخشش کا طلب گار

---

[1] مشہور نجدی نقّاد البانی نے لکھا: مختلف اسناد جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فضیلتِ شبِ براَت والی حدیث بلاشبہ صحیح ہے، اگر کوئی کہتا ہے کہ شبِ براَت کے بارے کوئی حدیث صحیح نہیں تو یہ اس کی کم علمی ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، ج:3، ص:138، زیرِ حدیث:1144، ملخصًا، مکتبۃ المعارف)
مفتی محمد شفیع (دیوبندی) نے لکھا: شبِ براءت کی فضیلت والی روایات اگرچہ باعتبارِ سند کے ضعیف ہیں، لیکن تعدّدِ طرق اور تعدّدِ روایات سے اُن کو ایک طرح کی قوت حاصل ہو جاتی ہے؛ اِس لیے بہت سے مشائخ نے اِن کو قبول کیا ہے؛ کیونکہ فضائلِ اعمال میں ضعیف روایات پر عمل کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ (معارف القرآن، ج:7، ص:758)

ہے کہ میں اُسے بخش دوں؟ سنو! کوئی رزق کا طلب گار ہے کہ میں اُسے رزق عطا کروں؟ سنو! کوئی مصیبت میں مبتلا ہے کہ میں اُسے عافیت دوں، یوں ہی دیگر حاجتوں کا ذکر فرماتا ہے...(رحمتوں اور عنایتوں کا) یہ سلسلہ طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب اِقامۃ الصلوۃ، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، حدیث:1388)

فکرِ براءت

بے شمار آیاتِ کریمہ اور احادیثِ مبارکہ میں شوق دلایا گیا ہے کہ انسان کو اِس حوالے سے فکر مند رہنا چاہیے کہ میری بخشش ہو جائے، عذاب سے بری ہو جاؤں، جنت میں جانے کا شرف ملے... اِس کے لیے دُعائیں بھی کرنی چاہییں اور اچھے اعمال بھی۔ یہ فکر ہر دن، رات اور ہر لحہ میں ہونی چاہیے، کم از کم خاص رحمتوں کے مواقع پر تو اِس سے ہر گز غافل نہیں ہونا چاہیے۔

اگر ہم اِس پہلو سے اپنا جائزہ لیں کہ ہم اپنی بخشش و براءت کے لیے کتنے فکر مند ہیں؟ کتنی بار دُعائیں کرتے ہیں؟ کیسے اعمال سر انجام دیتے ہیں؟ کس قدر اپنے ربّ کے حضور روتے ہیں اور معافی مانگتے ہیں؟ تو شرم سے سر جھک جاتا ہے... حالانکہ یہی تو فکر مند ہونے کی بات ہے... قبر میں دولت، بنگلے، عہدے، سیاست اور نوکر چاکر کام نہیں آئیں گے، وہاں بات تبھی بنے گی جب مغفرت ہو گی۔

قرآنِ کریم اور فکرِ براءت: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ o سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ o ”اور دُنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے (صرف دُنیا کے پیچھے پڑنے والا دھوکے میں ہے)o اپنے رب کی بخشش اور اُس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو، جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی وسعت جیسی ہے (جن کاموں کی برکت سے بخشش اور جنت ملتی ہے اُن میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو)، اُس (جنت) کو اللہ اور اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لیے تیار کیا گیا ہے، یہ (جنت) اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل و کرم والا ہے۔“[الحدید 57:20،21]

غوثِ اعظم اور فکرِ براءت: بزرگانِ دین براءت و بخشش کے حوالے سے اتنے فکر مند رہتے تھے کہ اُن کے واقعات سے عقل دنگ رہ جاتی ہے، جب کہ ہماری حالت ایسی ہے کہ کبھی زبان سے مغفرت کی دُعا کریں بھی تو دل کہیں اور مصروف ہوتا ہے۔

مُصلح الدین شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ (م:691ھ) نے لکھا: لوگوں نے غوثِ صمدانی، محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کو حرمِ کعبہ میں دیکھا کہ کنکریوں پر اپنا چہرۂ اقدس رکھ کر نہایت عاجزی سے عرض کر رہے ہیں: اے خداوند! بِبَخْشَائی، وَ اگر مُسْتَوْجِبِ عُقُوبَتَم مَرابَہٗ روزِ قِیَامَتْ نابِیْنابَرْ اَنْگیزْ؛ تادَرْ رُوئے نیکاں شَرمْسار نَبَاشم۔ اے اللہ! مجھے بخش دینا، اور اگر مَیں سزا کا ہی مستحق ہوں تو مجھے روزِ قیامت نابینا اُٹھانا؛ تاکہ مَیں نیکوں کے سامنے شرمسار نہ ہوں۔ (گلستانِ سعدی، بابِ دوم در اخلاقِ درویشاں، حکایت:3)

براءت میں حائل رکاوٹوں کا اِزالہ

انسان کو جس چیز کی فکر نہ ہو اُس کی پرواہ نہیں کرتا، تاہم جس چیز کے لیے فکر مند ہو اُس کے حوالے سے احتیاط برتتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کوئی بھی چیز اُس میں رکاوٹ نہ بنے۔ مثلاً جو کم عقل شخص حرام سے نہیں بچتا اگر وہ کسی بیماری میں مبتلا ہو اور ڈاکٹر اُسے کسی حلال چیز کے بارے میں کہے کہ یہ آپ کے لیے نقصان دہ ہے تو وہ اُس حلال کو چھوڑ دے گا؛ کیونکہ اُسے حلال کی فکر نہیں، جب کہ تندرستی کی فکر ہے... ایسے ہی ہمارے دَور کی خواتین کے لیے سر چھپانا بہت مشکل ہوتا جاتا ہے، واضح شرعی حکم کے باوجود ننگے سر گھومتی پھرتی ہیں، مگر ماضی قریب میں جب کورونا وائرس آیا تو ڈاکٹرز کے کہنے پر اُنھوں نے ماسک کے ذریعے منہ چھپالیا؛ کیونکہ اُنھیں یہ اندازہ نہیں کہ سر نہ چھپانے کا کیا نقصان ہے! جب کہ کورونا سے بچنے کی فکر تھی۔

مقصد یہ ہے کہ اگر ہم اپنی بخشش اور براءت کے بارے میں فکر مند ہیں تو وہ کام ہر صورت چھوڑنے چاہییں جن میں مبتلا شخص بخشش سے محروم رہ جاتا ہے... اور اگر خدانخواستہ بخشش کی فکر نہیں تو اِس بے فکری پر بہت زیادہ فکر مند ہونا چاہیے۔ احادیثِ طیبہ کا خلاصہ ہے کہ درج ذیل کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے سچی توبہ کے بغیر شبِ برات میں بھی مغفرت کے حق دار نہیں بن سکتے:

- گمراہ
- ماں باپ کا نافرمان۔
- شراب کا عادی۔
- بدکاری پر اِصرار کرنے والا۔
- قطع رحمی کرنے والا (رشتہ داری توڑنے والا)۔
- چغل خور۔
- جو شخص کسی مسلمان سے ذاتی وجوہات کی بنا پر دشمنی اور کینہ رکھے۔
- جو تکبر کی وجہ سے اپنا اِزار (شلوار اور پینٹ وغیرہ) ٹخنوں سے نیچے رکھے۔
- ظالمانہ طور پر ٹیکس وصول کرنے والا۔
- کاہن: یعنی ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر، یا ستاروں کی چال سے، یا فال نکال کر، یا جنات کے ذریعے مستقبل کی باتیں بتانے والا۔[1]

ہر گناہ اور نافرمانی سے توبہ کرنی چاہیے، بالخصوص اِن گناہوں میں مبتلا شخص کے لیے تو نبی مکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے سخت وعید فرمائی۔

---

[1] انظر للتفصیل: فضائل الأوقات للبیهقي، رقم الحدیث: 27، شعب الإیمان، رقم الحدیث: 3556، تفسیر الثعلبي، ج:4، ص:270، تاریخ مدینة دمشق، ج:51، ص:72۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد سے براءت

ہر انسان کے ذمے ربّ تعالیٰ کے بھی حقوق ہیں اور بندوں کے بھی، جن کی شریعتِ مطہرہ نے مکمل تفصیل بیان فرمائی ہے... ظاہر ہے کہ انسان سے حقوق اللہ میں بھی سستی ہو جاتی ہے اور حقوق العباد میں بھی... شب ِبراءت سمیت ہر موقع پر یہ فکر ہونی چاہیے کہ دونوں طرح کی حق تلفیوں کا اِزالہ ہو جائے اور کامل براءت مل جائے۔

شریعتِ مطہرہ نے جہاں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندوں کے حقوق کیا ہیں، وہاں یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ اگر اِن حقوق کو ادا کرنے میں کوتاہی ہو جائے تو اُس کی معافی اور براءت کیسے ہو گی۔ زبان سے معافی مانگنے کی توفیق مل جانا بھی سعادت ہے، مگر تمام حقوق زبانی توبہ سے معاف نہیں ہوتے، بلکہ اِس حوالے سے قرآن و سنت میں بہت تفصیل فرمائی گئی ہے۔

حقوق اللہ سے براءت کی تفصیل: جن گناہوں کا تعلق حقوقُ اللہ سے ہے، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور قربانی وغیرہ کی ادائیگی میں سستی کرنا، بد نگاہی کرنا، قرآنِ پاک کو بے وضو ہاتھ لگانا، شراب نوشی کرنا، فحش گانے سننا وغیرہ... اِن سے توبہ کی تفصیل یوں ہے:

- اگر عبادات میں کوتاہی ہوئی تو توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اُن عبادات کی قضا بھی واجب ہے، مثلاً اگر نمازیں چھوٹ گئیں یا رمضان کے روزے نہ رکھے تو ان کا حساب لگا کر قضا کرے، اگر زکوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی تو حساب لگا کر اُسے ادا کرے اور حج فرض ہو جانے کے باوجود نہیں کیا تھا تو اب ادا کرے۔
- اگر گناہوں کا تعلق عبادات میں کوتاہی سے نہ ہو، مثلاً بد نگاہی، شراب نوشی وغیرہ... تو اِن پر ندامت و شرمندگی کا اِظہار کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرے اور نیکیاں کرنے میں مشغول ہو جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۔ ”اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو۔“ [التحریم 66:8] یعنی ایسی توبہ کرو کہ اعمال میں اُس کا اثر معلوم ہو اور آئندہ گناہوں سے بچتے ہوئے نیکیوں میں زندگی گزرے۔

حقوق العباد سے براءت کی تفصیل: بندوں کی حق تلفی، جیسے چوری، غیبت، چغلی، کسی کو اذیت دینا، ماں باپ کو ستانا، امانت میں خیانت کرنا، قرض لے کر واپس نہ کرنا وغیرہ، ان کی معافی اس طریقے سے ہو گی کہ:

- اگر کسی کی عزت وآبرو میں دست اندازی کی... مثلاً کسی کو گالی دی یا تہمت لگائی یا ڈرایا دھمکایا، تو توبہ تب مکمل ہو گی جب اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرنے کے ساتھ ساتھ اس مظلوم سے بھی معافی مانگے۔

- اور اگر مالی معاملے میں شریعت کی خلاف ورزی کی... مثلاً امانت میں خیانت کی یا قرض لے کر دبالیا یا کوئی چیز خریدی اور رقم ادا نہیں کی، تو اللہ تعالیٰ اور اُس مظلوم سے معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ اُسے اُس کا مال بھی واپس کرے یا معاف کروالے۔[1]

چند وضاحتیں: یہ اُمور بھی ذہن نشین ہونا ضروری ہے کہ

1) بعض گناہوں کا تعلق انسان کے باطن سے ہوتا ہے، مثلاً بدگمانی کرنا، حسد کرنا اور تکبر وغیرہ۔ ظاہری گناہوں کی طرح باطنی گناہوں سے بھی توبہ ضروری ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے دلوں پر غور کریں، اگر حسد، تکبر، ریاکاری، بغض، کینہ، غرور، شماتت اور بدگمانی جیسے گناہ محسوس ہوں تو شرمسار ہو کر بارگاہِ الٰہی میں معافی طلب کریں۔

2) بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کی طرف کسی دوسرے شخص کو بھی راغب کیا ہوتا ہے، اسے گناہِ جاری بھی کہتے ہیں۔ مثلاً کسی کو بدنگاہی میں مبتلا کرنا یا فحش سائٹس دیکھنے کی ترغیب دینا، بے حیائی پر مشتمل تصاویر / ویڈیوز شیئر کرنا وغیرہ۔ اگر گناہِ جاریہ کا ارتکاب کیا تو جس طرح اُس گناہ سے توبہ کرنا ضروری ہے، اِسی طرح اُس کی ترغیب دینے سے بھی توبہ کرنا لازم ہے، نیز جسے گناہ کی رغبت دی تھی اب اُسے توبہ کی ترغیب دے، جہاں تک ممکن ہو نرمی یا سختی سے سمجھائے۔

3) بعض گناہ پوشیدہ ہوتے ہیں اور بعض اعلانیہ، مثلاً داڑھی منڈانا، سرِعام شراب پینا وغیرہ۔ جو گناہ کسی پر ظاہر نہ ہوا ہو اُس کی توبہ پوشیدہ طور پر کرے اور اپنا گناہ کسی پر ظاہر نہ کرے اور اگر گناہ اعلانیہ کیا ہو تو اس کی توبہ بھی اعلانیہ کرے۔

حقوق العباد کی اہمیت: بعض لوگ نماز روزہ وغیرہ کے تو پابند ہوتے ہیں، مگر بندوں کے حقوق کا خیال نہیں کرتے، حالانکہ حقوق العباد سے براءت حقوق اللہ کی معافی سے بھی سخت ہے۔

صاحبِ نعلَین ووِسادہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: إِنَّهُ يَكُوْنُ لِلْوَالِدَيْنِ عَلٰى وَلَدِهِمَا دَيْنٌ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَتَعَلَّقَانِ بِهٖ، فَيَقُوْلُ: أَنَا وَلَدُ كُمَا، فَيَوَدَّانِ أَوْ يَتَمَنَّيَانِ لَوْ كَانَ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔ "والدین کا بیٹے پر دَین (قرض وغیرہ مالی حق) ہو گا، قیامت کے دن وہ اُس سے تقاضا کریں گے، بچہ (رحم کی اپیل کرتے ہوئے) کہے گا: میں آپ کا بچہ ہوں (معاف کر دیں)، والدین (معاف کرنے کے بجائے) تمنا کریں گے کاش ہمارا حق اور زیادہ ہوتا (اِس کی زیادہ نیکیاں ملتیں یا ہمارے زیادہ گناہ اِس کے ذمے ڈالے جاتے)۔" (المعجم الکبیر، حدیث: 10526) اگر والدین کا یہ حال ہے، جن کی محبت سب سے بڑھ کر ہوتی ہے تو دوسروں سے کیا اُمید!

---

[1] اگر وہ شخص انتقال کر گیا ہو تو اس کے وُرثا کو مال دے دے یا ان سے معاف کروالے۔ اگر اس شخص کا علم نہیں، نہ ہی اس کے وُرثا کا علم ہے، تو اتنا مال اُس مظلوم کی طرف سے صدقہ کر دے اور نیت رکھے کہ اگر وہ شخص یا اُس کے ورثا بعد میں مل گئے اور اُنھوں نے اپنے حق کا مطالبہ کیا تو اُنھیں اُن کا حق واپس کر دوں گا اور اُن کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج: 21، ص: 121، 122، ملخصًا)

شبِ براءت اور معافی نامے

شبِ برات کو بارگاہِ الٰہی میں اعمال نامے پیش کیے جاتے ہیں؛ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ 14 شعبان کو نمازِ مغرب کا وقت شروع ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی توبہ کرلے اور بندوں میں سے جن جن کی حق تلفیاں ہوئیں اُن کے بھی حقوق ادا کردے یا معاف کرالے۔[1]

اِصلاح طلب پہلو: ہمارے ہاں شبِ برات کے موقع پر ایک دوسرے سے معافی مانگنے کا رواج ہے اور یہ طریقہ بھی چل نکلا ہے کہ SMS، واٹس ایپ یا دیگر سوشل ذرائع سے تمام دستیاب نمبروں پر معافی نامہ بھیج دیا جاتا ہے۔

معافی مانگنا بہت اچھی بات ہے، اگرچہ میسج وغیرہ کے ذریعے ہی ہو، لیکن اِس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ:

⇐ سب سے پہلے اُن لوگوں کی فہرست بنائیے جن کے بارے میں معلوم ہے کہ مجھ سے اِن کی حق تلفی ہوئی ہے، پھر اُن سے رابطہ کرکے حق ادا کیجیے یا معافی کی درخواست کیجیے اور اِس سلسلے میں لجاجت اور منّت سماجت کرنی پڑے تو بھی ہر گز ہچکچاہٹ نہ ہو۔ اِن لوگوں سے معافی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اگر احتیاطاً ہر ایک سے معافی مانگ لی تو بہت اچھا ہے۔ لیکن اگر ایسا ہو کہ جن کی حق تلفی ہوئی ہے اُن سے معذرت کا نام ہی نہیں اور باقی سب کو میسج کردیا تو اس کا مطلب ہے کہ یہ معافی کی ایک رسمی درخواست ہے، اپنا بوجھ سر سے اُتارنا مقصود نہیں ہے۔

⇐ معافی کی درخواست دل سے ہونی چاہیے، جس کی نشانی یہ ہے کہ آئندہ حق تلفی اور ظلم سے باز رہے۔ اگر زبان یا تحریر سے معافی کی درخواست بھی جاری ہے اور رویّہ میں بھی کوئی تبدیلی نہیں، حق تلفی اُسی طرح ہو رہی ہے تو یہ معافی کی درخواست نہیں، بلکہ مذاق اور دل آزاری ہے۔

⇐ جب ہم سے کسی شخص کی حق تلفی ہوجائے تو معافی مانگنے کے لیے شبِ برات کا انتظار کرنا کم عقلی ہے، کیا معلوم شبِ برات تک زندگی نصیب ہو یا نہ ہو؟ جب حق تلفی ہو فوری طور پر حق ادا کرنا چاہیے یا معافی مانگ لینی چاہیے۔

⇐ ''مَیں نے تمام حقوق معاف کیے''، اِس طرح کے جملوں سے بہت سارے حقوق معاف ہوجاتے ہیں، تاہم کچھ حقوق سنگین ہوتے ہیں، اُن کے بارے میں واضح طور پر کہنا ہوتا ہے کہ مَیں نے آپ کی فلاں حق تلفی کی تھی، وہ مجھے معاف کردیں۔

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے ایک عقیدت مند کو خط میں لکھا: ''اہلِ سنّت کو چاہیے کہ حتی الوسع قبلِ غروبِ آفتاب 14 شعبان باہم ایک دوسرے سے صفائی کرلیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کردیں یا معاف کرالیں کہ باِذْنِہٖ تعالیٰ حقوق العباد سے صحائفِ اَعمال خالی ہو کر بارگاہِ عزت میں پیش ہوں۔'' (کلیاتِ مکاتیبِ رضا، صفحہ: 356، مکتبہ نبویہ)

حرفِ آخر

ہر مسلمان کو سب سے زیادہ فکر اِس بات کی ہونی چاہیے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کی رِضا نصیب ہو اور اُس کی بخشش ہو جائے... ربّ راضی ہو گیا اور بخشش مل گئی تو دونوں جہان میں وارے نیارے ہیں، لیکن اگر اعمال کی سزا بھگتنا پڑی تو سوچیے کہ کیا ہو گا!

نبیِ کریم ﷺ اُمّت کی تربیت کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ استغفار کرتے اور حقوق العباد کی اہمیت بتلانے کے لیے کئی مواقع پر آپ نے اِس طرح کے کلمات ارشاد فرمائے کہ اگر مجھ سے کسی کی حق تلفی ہوئی ہو اور وہ مجھ سے بدلہ لینا چاہے تو لے لے۔

شبِ براءت رِضا پانے اور بخشش کروانے کا بہت حسین موقع ہے، اِیک تفسیر کے مطابق اِسی رات کو قرآنِ مجید میں ربّ تعالیٰ نے "لیلۂ مُبارکہ"[1] (بابرکت رات) ارشاد فرمایا ہے۔ اِس میں خالقِ کائنات کی رحمت جوبن پر ہوتی ہے، عموماً دلوں میں توبہ کا شوق بھی بیدار ہوتا ہے، چنانچہ یہ موقع ہرگز ہاتھ سے نہیں جانا چاہیے۔ شبِ برات میں اِن باتوں کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے:

⟸ نمازِ عشا اور فجر باجماعت ادا کریں۔

⟸ اگر ہمارے ذمے قضا نمازیں باقی ہیں تو اُن کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔

⟸ وہ کام کریں جن سے رحمت نصیب ہوتی ہے... تلاوتِ قرآنِ مجید کریں، صدقہ و خیرات کریں، نوافل پڑھیں، ذکر و دُرود اور دُعا میں مصروف رہیں، نیز مخلوقِ خدا پر مہربانی کریں۔

⟸ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر سچی توبہ کریں اور اپنا کردار بدلنے اور شریعت پر عمل کرنے کا ذہن بنائیں۔

⟸ جن لوگوں کی حق تلفیاں ہوئی ہیں اُن کے حقوق ادا کریں یا اُن سے معاف کروالیں۔

⟸ آتش بازی اور فحاشی سمیت گناہ کے تمام کاموں سے بچیں۔

⟸ اگر کسی ایسے کام میں مبتلا ہیں جسے کرنے والا رحمت سے محروم رہ جاتا ہے تو شبِ برات سے پہلے ہی اُسے چھوڑ کر سچی توبہ کریں۔

⟸ اپنی قبر کو یاد کرنے اور ایصالِ ثواب کے لیے قبروں پر جائیں تو اچھی بات ہے۔

⟸ اگر رمضان المبارک کے کسی روزے کی قضا باقی ہو تو پندرہ شعبان کو وہ رکھیں، ورنہ نفلی روزے کا اہتمام کریں۔

اللہ تعالیٰ ہماری، ہمارے متعلقین اور تمام مسلمانوں کی بخشش فرمائے۔ ربِّ کریم دُنیا بھر کے مسلمانوں پر رحم فرمائے... اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کے صدقے مسلمانوں کو دینی تقاضے سمجھنے اور اُنھیں پورا کرنے کی توفیق سے نوازے... ربّ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے اور ہمیں اسلامی تہذیب اپنا کر پوری دُنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمین**

---

[1] حٰمٓ o وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ o اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۔[الدخان 44:1-3]

۱۷ شعبان ۱۴۴۴ھ / 10 مارچ، 2023ء

اسلاموفوبیا...

تعارف، اثرات، حقائق اور سدّ ِباب

(اسلاموفوبیا سے نمٹنے کے عالمی دن کے تناظر میں)

مشمولات

- دشمنانِ اسلام کی سازشیں
- اسلاموفوبیا اور عورت مارچ
- اسلاموفوبیا کا تعارف و اثرات
- اسلامی معاشرے پر اسلاموفوبیا کے اثرات
- اسلاموفوبیا کا نتیجہ کیا ہوگا؟
- اسلاموفوبیا کا سدّ ِباب اور ہماری ذمہ داریاں
- اسلامی نظام اور امن وسلامتی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ۔ [الصف 9:61]

غیر مسلم قوّتیں ہمیشہ اسلام کی ترقی سے خوف زدہ ہو کر اسلام اور مسلمانوں کو دبانے کی کوششیں کرتی رہی ہیں... ہر دور میں نِت نئی سازشوں کے جال بھی بُنے گئے، طاقت بھی استعمال کی گئی، پروپیگنڈا بھی پھیلایا گیا اور سرمایہ بھی خرچ کیا گیا، اب بھی یہ سب کارروائیاں جاری ہیں اور آئندہ بھی جاری رہیں گی۔

لوگوں کو اسلام سے دُور رکھنے کا ایک بہت پُرانا طریقہ یہ بھی رہا ہے کہ اسلام، بانیٔ اسلام ﷺ اور مسلمانوں کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلا کر اُن سے متنفر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جب نبیِ مکرم ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو جو شخص بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حسین تعلیمات سے آگاہی حاصل کرتا اور قرآنِ مجید کی کچھ آیاتِ کریمہ سنتا وہ پہلی ملاقات میں ہی گرویدہ ہو جاتا اور اسلام قبول کر لیتا، البتہ جو بدنصیب ہٹ دھرمی اور ضد بازی پر اُتر آتا اُس کا کوئی علاج نہیں تھا۔ اسلام قبول کرنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے خوف زدہ ہو کر کفارِ مکہ اسلام کا راستہ روکنے کے لیے سازشیں کرنے لگے... سرکارِ دوعالم ﷺ سے بدتمیزی کی گئی... مسلمانوں کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا... جانِ عالم ﷺ اور آپ کے خاندانِ ذی شان کا معاشرتی مقاطعہ / سوشل بائیکاٹ کیا گیا... دُور دراز سے آنے والے لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے کہا جاتا: اُن کے قریب نہ جانا؛ وہ جادو کر دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں کچھ سمجھ ہی نہیں آتی، انسان انتہا پسند بن جاتا ہے، صرف اُنہی کی سنتا ہے اور اپنے ماں باپ کو بھی بھول جاتا ہے... خلاصہ یہ کہ اُنھوں نے جسمانی اذیتیں پہنچانے کے ساتھ ساتھ نفسیاتی طریقے بھی آزمائے، خوب پروپیگنڈا کیا اور ہر طرح کی سازشوں سے اسلام کو دبانے کی کوشش کی، مگر اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق اسلام مسلسل ترقی کرتا رہا اور کفار اپنے غصے میں جلتے رہے۔

دورِ حاضر میں جدید ذرائع سے وہی پرانی سازشیں دہرائی جارہی ہیں۔ موجودہ دَور کی اصطلاح میں خلافِ اسلام سازشوں کے لیے "اسلاموفوبیا (Islamophobia)" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، یعنی لوگوں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کا خوف و نفرت پیدا کر کے اُنھیں اسلام سے دُور رکھنے کی کوشش کرنا۔

اِس وقت اسلاموفوبیا کے لیے کئی تنظیمیں کام کر رہی ہیں اور اربوں ڈالر خرچ کیے جا رہے ہیں۔ اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے اثرات کی وجہ سے دُنیا بھر کے مسلمانوں میں تشویش پائی جاتی ہے اور گزشتہ سال اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے متفقہ طور پر 15 مارچ کو "اسلاموفوبیا سے نمٹنے کا عالمی دن / International Day to Combat Islamophobia" قرار دیا ہے۔

اسلاموفوبیا کا تعارف و اثرات

لفظِ "اسلاموفوبیا" دو الفاظ سے مرکب ہے: "اسلام" اور "فوبیا (Phobia)"... "اسلام" عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنی امن و سلامتی ہے اور "فوبیا" یونانی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے: کسی چیز، کسی جگہ، یا کسی صورتِ حال سے غیر معمولی خوف آنا۔ جب کوئی شخص بلاوجہ کسی چیز سے حد درجہ کا خطرہ محسوس کرے تو اُسے "فوبیا" کہتے ہیں۔

"اسلاموفوبیا" اُس تحریک کا نام ہے جس کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں خوف، تعصّب، دشمنی اور منفی جذبات پیدا کرنا ہے۔ یہ لفظ بہت پرانا ہے، مگر 11 ستمبر، 2001ء کو امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر ڈرامائی حملوں کے بعد بہت زیادہ استعمال ہونے لگا۔

نائن الیون کے بعد دشمنانِ اسلام کے منصوبہ سازوں / تھینک ٹینکس نے دُنیا کو یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ اسلام، مسلمان، حجاب، داڑھی، مسجد اور مدرسہ خوف و دہشت کی علامتیں ہیں... اسلامی تہذیب مغربی تہذیب کی حریف ہے اور دہشت گردی و انتہاپسندی کی علامت ہے۔ اسلاموفوبیا کو فروغ دینے کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دَور میں جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلام بہت تیزی سے پھیل رہا ہے اور کفار سمجھتے ہیں کہ اگر سازشیں نہ کی گئیں تو اسلام بہت جلد دُنیا کا سب سے بڑا مذہب بن جائے گا۔

اِس تحریک کے اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ:

- مختلف یورپی ممالک میں کئی مرتبہ قرآنِ کریم کو نذرِ آتش کیا گیا، اِسی طرح امریکی فوجیوں نے افغانستان میں اور گوانتاناموبے و ابوغریب جیلوں میں قرآن پاک کی متعدد مرتبہ توہین کی۔
- تسلسل کے ساتھ سیدِ عالم ﷺ کی توہین کی جارہی ہے، چارلی ہیبڈو میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت بھی اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔
- مسلمانوں کے خلاف نفرت آمیز کارٹون بناکر سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع سے شائع کیے جاتے ہیں۔
- 15 مارچ، 2019ء کو نیوزی لینڈ کے دار الحکومت میں جمعہ کے روز، عین نمازِ جمعہ کے وقت ایک متعصب عیسائی نے مسجد میں داخل ہو کر نمازیوں پر اندھا دھند گولیاں چلائیں اور پچاس سے زائد نمازیوں کو شہید کر دیا۔
- کینیڈا میں ایک جوان نے چار مسلمانوں کو ٹرک کے نیچے روند کر شہید کر دیا، کیونکہ وہ بدنصیب اسلام سے شدید نفرت کرتا تھا۔
- یورپینز کا ذہن ایسا بنا دیا گیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان اُن کے پڑوس میں رہائش رکھنا چاہے تو وہ رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔
- فرانسیسی حکومت نے خواتین کے لیے حجاب پہننے پر پابندی لگا رکھی ہے اور جو عورت حجاب کرے اُس پر جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔
- بھارتی حکومت منظم طریقے سے مسلمانوں کی نسل کُشی کر رہی ہے اور مختلف طریقوں سے اُن کے خلاف نفرت پھیلاتی ہے۔

اِسی طرح دیگر بے شمار واقعات ہیں، جن میں مسلمانوں کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔

اسلاموفوبیا کا نتیجہ کیا ہو گا؟

اسلاموفوبیا تحریک کے پہلے کارکن سے لے کر موجودہ دَور کے فرعونوں تک سب کے اِرادے بہت خطرناک ہیں، اُن کی کوشش تو یہ ہے کہ لفظِ ”اسلام“ کو بھی خوف کی علامت بنادیں، مگر شاعر نے بہت خوب صورت انداز میں کہا:

اسلام زمانے میں دَبنے کو نہیں آیا
تاریخ سے یہ مضموں، ہم تم کو دِکھا دیں گے
اِسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اُتنا ہی یہ اُبھرے گا، جتنا کہ دبا دیں گے

یہ بات سوفیصد سچی حقیقت ہے کہ اسلام ہمیشہ سربلند رہا ہے اور بالآخر اسلام ہی سربلند ہو گا، باقی سب باطل ادیان ومذاہب مٹ جائیں گے۔ ارشادِ ربّانی ہے: يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ o هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ یعنی ”وہ اپنے مونھوں (پھونکوں) سے اللہ کا نور بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو o اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا؛ تاکہ اُسے تمام دینوں پر غالب کردے، اگرچہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔“ [الصف 61:8، 9]

دشمنانِ اسلام کا انجام ہمیشہ ناکامی ہی ہو گا اور اُنھیں سب سے زیادہ ذلت ورسوائی اُس وقت ہو گی جب قیامت کے قریب سیدنا عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام آسمانوں سے تشریف لاکر سرکارِ دوعالم ﷺ کی شریعتِ مطہّرہ کو نافذ کریں گے... صلیب کو توڑ دیں گے... اہلِ کتاب سمیت دُنیا بھر کے کفار کے لیے یہ حکم دیں گے کہ اسلام قبول کرو، ورنہ قتل کردیا جائے گا۔[1] اللہ تعالیٰ کی مددیوں شاملِ حال ہو گی کہ اگر کوئی یہودی پتھر، درخت یا کسی اور چیز کے پیچھے چُھپے گا تو وہ چیز بول پڑے گی: اے مسلمان! یہ یہودی چھپا ہے، اِدھر آکر اِسے قتل کردو۔[2] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اُس وقت پوری دُنیا میں صرف دینِ اسلام باقی رہے گا، دیگر تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے...[3] اور بزرگوں نے لکھا تمام لوگ مسلکِ اہلِ سنّت وجماعت پر ہوں گے۔[4]

---

1 عن أبي هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُّقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ أَحَدٌ۔ (صحیح بخاری، حدیث:2222۔ صحیح مسلم، حدیث:155)

2 فی روایة أبی امامة مرفوعًا: فَلَا يَبْقٰى شَىْءٌ مِّمَّا خَلَقَ اللهُ يَتَوَارٰى بِهٖ يَهُوْدِىٌّ إِلَّا أَنْطَقَ اللهُ ذٰلِكَ الشَّىْءَ... لَا حَجَرَ، وَلَا شَجَرَ، وَلَا حَائِطَ، وَلَا دَابَّةَ، إِلَّا الْغَرْقَدَةَ، فَإِنَّهَا مِنْ شَجَرِهِمْ، لَا تَنْطِقُ إِلَّا قَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ الْمُسْلِمَ! هٰذَا يَهُوْدِىٌّ، فَتَعَالَ اقْتُلْهُ۔ (سنن ابن ماجہ:4077)

3 فی روایة أبی هریرة مرفوعا: وَيُهْلِكُ اللهُ فِىْ زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ... (سنن ابوداود، حدیث:4324)

4 بہارِ شریعت، ج:1، ص:123

اسلامی نظام اور امن وسلامتی

اسلاموفوبیا کے تحت دنیا کو بے وقوف بنانے کے لیے اسلام کو دہشت گردی سے جوڑا جاتا ہے، حالانکہ اسلام نے امن وسلامتی کا جو حسین نظام عطا کیا ہے، کسی دوسرے نظام میں اُس کا تصور بھی نہیں۔ جب بھی کسی ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا گیا تو وہاں کے باشندوں کو امن وسلامتی کے ساتھ ساتھ ایسا عدل وانصاف میسر آیا جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔

دورِ فاروقی کی حسین مثال: امیر المؤمنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں رُوم کے بادشاہ ہرقل نے مسلمانوں کے خلاف یرموک کے مقام پر فیصلہ کُن جنگ کا اعلان کیا تو مختلف علاقوں سے مسلم افواج بھی اُس دور کی سپرپاور کے ساتھ ٹکرانے کے لیے جمع ہونے لگیں۔ سپہ سالار، امینِ اُمّت سیدنا ابوعُبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ نے بعض مفتوحہ علاقوں سے بھی مسلمان کمانڈرز کو اپنے علاقے چھوڑ کر رومی افواج سے جنگ کے لیے جمع ہونے کا پیغام دیا، چنانچہ حکم فرمایا کہ مفتوحہ علاقوں کے غیر مسلم شہریوں سے جو ٹیکس وصول کیا گیا ہے وہ اُنھیں واپس کر کے یہ اعلان کیا جائے: إِنَّمَا رَدَدْنَا عَلَيْكُمْ أَمْوَالَكُمْ، لِأَنَّهُ قَدْ بَلَغَنَا مَا جُمِعَ لَنَا مِنَ الْجُمُوعِ، وَأَنَّكُمْ قَدِ اشْتَرَطْتُمْ عَلَيْنَا أَنْ نَمْنَعَكُمْ وَإِنَّا لَا نَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ، وَقَدْ رَدَدْنَا عَلَيْكُمْ مَا أَخَذْنَا مِنْكُمْ وَنَحْنُ لَكُمْ عَلَى الشَّرْطِ، وَمَا كَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ نَصَرَنَا اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ یعنی ہمیں اطلاعات ملی ہیں کہ ہمارے مقابلے کے لیے شاہِ روم نے بہت بڑی فوج جمع کی ہے اور ہمارا وہاں پہنچنا ضروری ہے، ہم نے ٹیکس اِس بنیاد پر وصول کیا تھا کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے، چونکہ اب ہم تمہاری حفاظت کی ذمہ داری پوری نہیں کر سکتے اِس لیے تمہارا ٹیکس تمہیں واپس کر رہے ہیں، تاہم اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی تو واپس آنے کے بعد ہم سابقہ معاہدے کے مطابق تمہاری حفاظت کے بھی ذمہ دار ہوں گے اور ٹیکس بھی وصول کریں گے۔

جب اُنھیں ٹیکس واپس کر کے یہ اعلان کیا گیا تو عیسائی شہری کہنے لگے: رَدَّكُمُ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَنَصَرَكُمْ عَلَيْهِمْ، فَلَوْ كَانُوا هُمْ لَمْ يَرُدُّوا عَلَيْنَا شَيْئًا وَأَخَذُوا كُلَّ شَيْءٍ بَقِيَ لَنَا حَتّٰى لَا يَدَعُوا لَنَا شَيْئًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ رومیوں کے خلاف تمہاری مدد فرمائے اور تمہیں خیر سے واپس لائے۔ (اگرچہ رومی ہمارے ہم مذہب ہیں، لیکن) تمہاری جگہ وہ ہوتے تو ایک پیسہ بھی واپس نہ کرتے، بلکہ لوٹ مار کر کے ہمارا سب کچھ لے جاتے (یہ تمہارے نبی کی ہی حسین تربیت ہے کہ تم نے ہماری ایک ایک پائی ہمیں واپس کر دی ہے)۔

(کتاب الخراج، قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ، ص:153، المکتبۃ الازہریۃ)

اھلِ حِمْص: رومیوں سے مقابلے کے لیے شام کے شہر حِمص سے مسلم افواج روانہ ہوئیں تو وہاں کے یہود ونصاریٰ نے بھی ایسے ہی جذبات کا اِظہار کیا۔ پھر جب مسلم افواج فتح پا کر واپس لوٹیں تو شامیوں نے اپنے شہروں کے دروازے کھول دیے اور مسلمانوں کا استقبال کرتے ہوئے خوب جشن بھی منایا اور ٹیکس بھی ادا کیا۔ (فتوح البلدان للبلاذری، یوم الیرموک، ص:139، مکتبۃ الہلال)

لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے کہ اسلام آ گیا تو نہ جانے کیا ہو گا؟.... سچ یہ ہے کہ اسلام آیا تو وہی کچھ ہو گا جو دورِ فاروقی میں ہوا تھا۔

اسلاموفوبیا اور عورت مارچ

2018ء سے پاکستان میں ہر سال 8 مارچ کو عالمی یومِ خواتین کے موقع پر مختلف تنظیموں کی طرف سے "عورت مارچ" کا اہتمام کیا جاتا ہے... یہ کہنا بے جا نہیں کہ عورت مارچ بھی اسلاموفوبیا کی ہی ایک کڑی ہے؛ کیونکہ مارچ کے شرکا کھلے عام اسلامی تہذیب سے نفرت کا اِظہار کرتے ہیں اور گویا یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی تہذیب میں خواتین کو اُن کے حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ گزشتہ سالوں میں اِس مارچ کے دوران ایسے بے ہودہ اور کفریہ نعرے لگائے گئے کہ اِس سال حکومت نے مارچ کی اِجازت نہیں دی، بعد میں ہائیکورٹ نے مشروط طور پر اُس کی اِجازت دی۔

کوئی شخص حقیقت سمجھنا چاہے تو وہ اِس بات کا اِنکار نہیں کر سکتا ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے بھی خواتین کو اُن کے حقوق سے محروم رکھا جاتا تھا اور جدید مغربی تہذیب بھی اُن کے احترام و تکریم سے کوسوں دُور ہے، جاہلانہ تہذیب اور یورپین کلچر میں فرق صرف یہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں عورت کو "نفرت" کا نشانہ بنا کر اُس کی حق تلفی کی جاتی تھی، جب کہ مغربی تہذیب اُسے "ہوس" اور "خواہش پرستی" کا نشانہ بنا کر اُس کا احترام پامال کرتی ہے۔ یہ فقط اسلامی تہذیب ہے جو عورت کو "نفرت" کے بجائے "شفقت" اور "خواہش" کے بجائے "تحفظ" اور "احترام" عطا کرتی ہے۔

اسلامی تہذیب میں عورت کو ایسا مقام دیا گیا ہے کہ وہ بیٹی ہے تو رحمت ہے، بیوی ہے تو مسندِ محبت پر فائز ہے اور ماں ہے تو اُس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ عورت مارچ کے منتظمین کو اصل مسئلہ خواتین کے حقوق کا نہیں، بلکہ اصل مسئلہ وہ ہے جس کا ذکر اقبال نے کیا۔ اقبال علیہ الرحمہ کے بقول ابلیس نے اپنے چیلوں سے کہا تھا:

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

الحذر آئینِ پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفریں [1]

چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں

---

[1] اَلْحَذَر: بچو۔ یعنی نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ روکنے کے لیے سینکڑوں بار کوشش کرو، یہ نظام خواتین کی عزت کی حفاظت کرتا ہے اور مردوں کو باہمّت بنا دیتا ہے۔

اسلامی معاشرے پر اسلاموفوبیا کے اثرات

اسلاموفوبیا کے ذریعے غیر مسلموں کو اسلام سے دُور کرنے کی کوشش تو ہو ہی رہی ہے، صد افسوس کہ مسلمان بھی نادانستہ طور پر اِس تحریک سے متأثر ہو رہے ہیں۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کا خوف یا اُس کی نفرت پیدا ہو گئی ہے، تاہم یہ بات بے جا نہیں کہ مسلمانوں میں اپنے دین پر استقامت کا جذبہ تیزی سے کم ہوتا جارہا ہے۔

ہم اپنے معاشرے پر غور کریں تو ایسے مسلمانوں کی کمی نہیں جو اسلامی تہذیب کی جگہ مغربی تہذیب کو پسند کرنے لگے ہیں... اسلامی نظریاتی ریاست پاکستان کے ہی شہریوں کو لیجیے! اُن کی شکل، اُن کا لباس، اُن کے کھانے پینے کا طریقہ، اُن کی شادی بیاہ کی رسمیں، اُن کی بول چال کا انداز، بلکہ دوسروں کو چھوڑیے اپنے خاندان کو ہی لیجیے! اور فیصلہ کیجیے کہ ہمارے معاشرے میں اسلاموفوبیا کے اثرات سرایت کر رہے ہیں یا نہیں؟ نہ ہمارا عدالتی نظام اسلام کے مطابق ہے، نہ معاشی نظام اسلام کے مطابق ہے اور نہ قومی پالیسیاں اسلامی اقدار کے مطابق ہیں... حد تو یہ ہے کہ "بابو" قسم کے لوگ پختگی کے ساتھ اسلامی احکام پر عمل کرنے والوں کو دقیانوسی سمجھتے ہیں اور فیشن پرستوں کو روشن خیال کہتے ہیں۔ اگر ہم نے اِس روِش کو تبدیل نہ کیا تو آنے والا کل دینی نقطۂ نظر سے بہت خطرناک ہو گا۔

تصلّب کی ضرورت: اِس وقت شدید ضرورت ہے کہ ہم اسلامی احکام کے حوالے سے پختگی اختیار کریں، اسلام کے علاوہ ہر مذہب و دین کو غلط و باطل سمجھیں، ہمیں کامل یقین ہو کہ دونوں جہان کی کامیابی رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی غلامی سے ہی وابستہ ہے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تشریف آوری کے بعد اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ صرف آپ ہی کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے، باقی سب شیطانی راستے ہیں... ہمارے اقوال و اعمال سے بھی یہی بات ظاہر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اسلامی عقائد اور اعمال میں نہایت تصلّب عطا فرمایا اور اِسے اپنا احسان قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةًؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۔ یعنی "(اے صحابہ! تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ) اُس نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا فرما دی اور اُسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر، حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی، ایسے ہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں۔ اللہ کا فضل اور احسان ہے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔" [الحجرات 49: 8،7]

معلوم ہوا کہ تصلّب اور دین میں پختگی "انتہا پسندی" یا "شدت پسندی" نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔

نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی تعریف کرتے ہوئے اُن کی یہ خوبی ذکر فرمائی: وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللهِ عُمَرُ۔ یعنی "اُمت کے اندر اللہ تعالیٰ کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت / سب سے زیادہ مضبوط رائے والا عمر ہے۔" (ترمذی، حدیث:3790)

حرفِ آخر... اسلاموفوبیا کا سدِّباب

اسلامی تعلیمات اتنی حسین اور روشن ہیں کہ دشمنانِ اسلام نہ تو کبھی دلائل سے اِن کا مقابلہ کر سکے ہیں، نہ کر سکیں گے۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی مخالف جب دلائل سے مقابلہ نہ کر سکے تو ضد بازی میں جاہلانہ حرکتوں پر اُتر آتا ہے، یہی کچھ ہر دور میں اسلام کے مخالفین نے کیا اور اب بھی کر رہے ہیں۔

نائن الیون (11 ستمبر، 2001ء) کو امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملوں کے بعد دُنیا بھر کے کفار میں اسلام اور مسلمانوں سے متعلق معلومات حاصل کرنے کا شوق بیدار ہوا، امریکہ، یورپ اور برطانیہ میں قرآنِ کریم کے اتنے نسخے خریدے گئے کہ مارکیٹوں میں نسخے کم پڑ گئے... یونیورسٹیز میں ایک بڑی تعداد اسلام اور مسلمانوں کے متعلق پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کرنے لگی... اِداروں نے اسلامک اسٹڈیز کے شعبے قائم کیے اور لوگ تیزی سے اسلام قبول کرنے لگے۔ دوسری طرف اسلام کی اِس ترقی سے خوف زدہ ہو کر دشمنانِ اسلام نے اسلاموفوبیا پھیلانے کی کوشش شروع کر دی، یعنی دُنیا کو اسلام سے دُور رکھنے کے لیے خوف زدہ کیا جانے لگا اور یہ تاثر پھیلایا گیا کہ اسلام، مسلمان، حجاب، داڑھی، مسجد اور مدرسہ خوف و دہشت کی علامتیں ہیں... اسلامی تہذیب مغربی تہذیب کی حریف ہے اور دہشت گردی و انتہا پسندی کی علامت ہے۔

نائن الیون کے سے بعد اب تک ہزاروں ایسے واقعات ہو چکے ہیں جو اسلاموفوبیا کا مظہر ہیں... دُنیا میں کئی ممالک کے پاس ایٹم بم ہیں، مگر کسی ملک کے ایٹم بم کو یہودی بم کہا گیا، نہ ہی مسیحی بم... نہ ہندو بم کہا گیا، نہ ہی بدھ بم، لیکن پاکستان کے ایٹم بم کو "اسلامی ایٹم بم" کا نام دیا گیا، یہ اسلاموفوبیا ہی تو ہے... سابق امریکی صدر نے کئی بار "اسلامک ٹیررازم (اسلامی دہشت گردی)" کی اصطلاح استعمال کی... گزشتہ سالوں میں امریکہ کے اندر متعدد بار دہشت گردی کے واقعات ہوئے، اِسی طرح نیوزی لینڈ، ناروے اور دیگر یورپی ممالک میں بھی دہشت گردی ہوئی، مگر ہمیشہ ان واقعات کو ایک فرد کا جرم تصور کیا گیا، لیکن اگر بد قسمتی سے کوئی مسلمان یہ جُرم کرے تو اُسے اسلام سے جوڑ دیا جاتا ہے۔

یہ تمام سازشیں مسلمانوں کا امتحان ضرور ہیں، مگر بلاشبہ اِن سازشوں سے اسلام کو دبایا نہیں جاسکتا۔ شاعر نے خوب کہا:

اسلام وہ پودا ہے کاٹو تو ہرا ہوگا   تم جتنا تراشو گے اُتنا ہی گھنا ہوگا

اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے واقعات کی روک تھام کے لیے گزشتہ سال اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے پاکستان کی طرف سے پیش کردہ ایک قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کیا اور یہ پاس کیا کہ ہر سال 15 مارچ کو "اسلاموفوبیا سے نمٹنے کا عالمی دن / International Day to Combat Islamophobia" کے طور پر منایا جائے گا۔

اسلاموفوبیا کے سدّباب کے لیے بحیثیتِ مسلمان ہماری کچھ ذمہ داریاں ہیں... کچھ ذمہ داریاں تو مسلم حکمرانوں کی ہیں، جن کے بارے میں قیامت کے دن اُنھیں جواب دینا ہوگا، جیسا کہ:

- عالمی فورمز پر مؤثر انداز میں آواز اُٹھانا۔
- عالمی سطح پر قوانین بنوانا۔
- اِسی طرح اسلام سے دشمنی کرنے والے ممالک کا سفارتی اور معاشی بائیکاٹ کرنا۔

جب کہ کچھ ذمہ داریاں مسلم عوام کی بھی ہیں۔ مثلاً:

⇐ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اسلام کی ترقی کے لیے فکر مند ہو اور اپنی حیثیت کے مطابق اِس کے لیے کوشش کرے... اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرے، اُن کا خوب پرچار کرے اور اپنی صلاحیتیں اسلام کی ترویج میں صَرف کرے... اصحابِ ثروت مال پیش کریں، لکھاری اسلام کے حق میں لکھیں، ٹیچرز اور اسکالرز اپنے اسٹوڈنٹس اور عوام کی ذہن سازی کریں، سوشل میڈیا پر کام کرنے والے اپنے شعبہ میں خدمات سرانجام دیں، والدین اپنے بچوں میں اسلام کی محبت اُجاگر کریں۔

بلاشبہ اسلام کی خدمت کرنے والے کو دونوں جہان کی سعادتیں نصیب ہوتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ... ”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔“ [محمد 47:7] میدانِ جنگ میں بھی ڈٹے رہوگے، اسلام پر بھی استقامت نصیب ہوگی اور پُل صراط پر بھی تمہارے قدم نہیں ڈگمگائیں گے۔ (خزائن العرفان، ملخصاً)

⇐ ہمیں چاہیے کہ اپنا کردار اتنا حسین بنائیں کہ کوئی ہماری وجہ سے اسلام کے خلاف بات نہ کرسکے... کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مسلمان بددیانت ہوتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں... ہمارے بزرگوں کی سیرتوں میں بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں کہ اُن کے کردار سے متأثر ہوکر ہزاروں، لاکھوں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

⇐ ہمیں چاہیے کہ غیر مسلموں سے متأثر ہوکر اُن کی تعریفیں کرنے کے بجائے اپنے بزرگوں کے کارنامے پڑھیں اور آنے والی نسل کو اپنی تاب ناک تاریخ سے رُوشناس کروائیں۔

یقیناً ہمارا ”ماضی“ اتنا شان دار ہے کہ ہم پوری دُنیا کے سامنے اپنے بزرگوں کی باتیں اور اُن کے کارنامے فخر کے ساتھ بیان کرسکتے ہیں۔

اقبال علیہ الرحمہ نے اپنے بہت سے اشعار میں اُمّت کے جوانوں کو پیغام دیا کہ وہ کبھی غیروں سے مرعوب یا متأثر نہ ہوں۔ وہ اپنے بارے میں کہتے ہیں:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف [1]

⇐ ہمیں ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ جس چیز میں دنیاوی مفاد نظر آئے وہی کرنے لگ جائیں یا حالات کو دیکھ کر فیصلہ کریں کہ اسلامی حکم پر عمل کرنا ہے یا نہیں، بلکہ ہمیں اسلام پر یوں پختہ ہونا چاہیے کہ مفادات کچھ بھی ہوں، حالات کیسے بھی ہوں، ہمارے کردار سے آقا کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرتِ مبارکہ کی خوشبو آئے اور ہماری باتوں سے اسلام کی برتری کا پیغام ملے۔

⇐ کفار کی تہذیب کا بائیکاٹ کرکے اسلامی تہذیب اپنائیں اور اپنے ملک میں اسلامی نظام کو نافذ کریں... کفار کے لیے اِس سے بڑھ کر تکلیف دہ بات کوئی نہیں ہوگی۔

⇐ اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرامین پر یقین کو پختہ کریں، ہماری بہت سی کمزوریاں بے یقینی کی وجہ سے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مَا أَخَافُ عَلٰی أُمَّتِي إِلَّا ضُعْفَ[2] الْيَقِيْنِ یعنی "مجھے اپنی اُمّت کے بارے میں یہی ڈر ہے کہ اِن کا یقین کمزور ہو جائے گا۔" (المعجم الاوسط، حدیث: 8869)

اللہ تعالیٰ مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے اسلام اور مسلمانوں کو پوری دُنیا میں غالب فرمائے۔ ربّ کریم دُنیا بھر کے مسلمانوں پر رحم فرمائے... اپنے محبوبِ مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے مسلمانوں کو دینی تقاضے سمجھنے اور اُنھیں پورا کرنے کی توفیق سے نوازے... ربّ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کو ذلیل و رُسوا کرے اور ہمیں اسلامی تہذیب کو اپنا کر پوری دُنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے.... مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] یعنی یورپ کے تعلیمی اداروں سے میں ہرگز متأثر نہیں ہوا؛ کیونکہ میری آنکھوں میں مدینہ منورہ اور نجفِ اشرف کی خاک کا سرمہ لگا ہے۔

[2] بضم الضاد في لغة قريش وفتحها في لغة تميم. (السراج المنير شرح الجامع الصغير، ج:2، ص:143)

۲۴ شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ / 17 مارچ 2023ء

رمضان المبارک کی تیاری

مشمولات

- دینی ورُوحانی نعمتوں کی قدر اور اُن میں ترقّی کی کوشش وآرزو
- قرآنِ مجید کی محبت میں اِضافہ
- دُنیاوی مصروفیات میں کمی
- رمضان المبارک کی قدر اور دینی ترقّی کی سچی تڑپ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ۔۔۔[البقرۃ2:185]

انسان کو زندگی بھر نعمتوں میں ترقی اور اِضافہ کی آرزو ہوتی ہے...وہ چاہتا ہے کہ نعمتیں بڑھیں، راحت و فرحت اَفزوں تر ہوں اور مزید نوازشات نصیب ہوں۔

پھر جس نعمت کی قدر زیادہ ہو اُس میں ترقّی کی آرزو بھی زیادہ ہوتی ہے۔ دین کے قدر دان کی تمنا ہوتی ہے کہ دینی نعمتوں میں اِضافہ ہوتا رہے، محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کی چاشنی میں ترقی ہو، نماز کی لذت اور زیادہ نصیب ہو، تلاوتِ قرآنِ مجید کی مزید توفیق ملے، دُرودِ پاک کی سعادتوں میں اِضافہ ہو، اِس کی نظر میں دُنیاوی نعمتوں کی حیثیت ذیلی ہوتی ہے، مل جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، نہ ملیں تو پرواہ نہیں... اِس کے برعکس دُنیا پرست کی خواہش ہوتی ہے کہ دُنیاوی نعمتیں بڑھتی رہیں، اِس کی نظر صرف اِسی پر ہوتی ہے کہ عہدہ بڑے سے بڑا مل جائے، بینک بیلنس زیادہ سے زیادہ ہو جائے، گھر مزید پُر تعیُّش ہو اور آسائشوں میں اِضافہ ہو، وغیرہ۔

وہ شخص نہایت خوش نصیب ہے جسے دینی ورُوحانی نعمتوں کی قدر واہمیت کا احساس ہو جائے اور وہ اُن میں ترقی کا آرزومند ہو، جب کہ وہ بندہ بدنصیب ہے جس کے دل میں دُنیا کی محبت گھر کر جائے اور وہ دُنیاوی نعمتوں کے ہی پیچھے پڑا رہے؛ کیونکہ دُنیا فانی وعارضی ہے اور آخرت باقی اور دائمی ہے... تو فانی زندگی کی خاطر ہمیشہ کی زندگی کو بھولنے والا یقیناً نقصان میں ہے۔

ترقی کی آرزو رکھنے والا ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہتا ہے... جب کبھی، جہاں کہیں موقع ملے اُس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے... اِس کے لیے منصوبہ بندی بھی کرتا ہے، کوشش بھی کرتا ہے اور اگر کچھ مشقت برداشت کرنی پڑے تو بڑے فائدے کی خاطر معمولی مشقت بھی خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا ہے۔

دینی نعمتوں میں ترقی کی آرزو رکھنے والے کے لیے رمضان المبارک کا مہینہ موسمِ بہار کی حیثیت رکھتا ہے... ربّ تعالیٰ کی رحمت بھی جوش پر ہوتی ہے، شیطانی رکاوٹیں بھی کم ہو جاتی ہیں، ماحول بھی پُرنور ہوتا ہے... جو شخص اِس ماہِ مبارک میں کوشش کرے وہ بے شمار رحمتیں سمیٹ لیتا ہے، تاہم اگر کوئی نالائقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوشش ہی نہ کرے، خود کو بدلنے کی سوچ ہی پروان نہ چڑھائے اور اِس ماہِ مبارک میں بھی گناہ نہ چھوڑے تو وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے محرومی کا ہی مستحق ہے۔

ہم سب کو دینی ورُوحانی نعمتوں میں ترقی کا آرزومند بھی ہونا چاہیے، اُن کے لیے کوشش بھی کرنی چاہیے اور اِس راستے میں معمولی کیا! بڑی مشقتیں بھی اُٹھانا پڑیں تو خوشی کے ساتھ برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ دینی ترقی کے موسمِ بہار رمضان پاک سے خوب فائدہ اُٹھانے کے لیے ابھی سے منصوبہ بندی اور تیاری شروع کر دینی چاہیے۔ آج کا خطبہ اِسی مناسبت سے ہوگا۔

قرآنِ مجید کی محبت میں اِضافہ

رمضان المبارک میں دینی ترقی کے لیے نہایت اہم بات ہے کہ ہم اپنے دلوں میں قرآنِ مجید کی محبت مزید بڑھانے کی کوشش کریں۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہر وقت قرآنِ مجید کے ساتھ ہمارا تعلق ضروری ہے، تاہم رمضان المبارک محبتِ قرآن کو پروان چڑھانے کا سنہری موقع ہے۔

رمضان المبارک کو ہی ربّ تعالیٰ نے اپنا قرآن نازل کرنے کے لیے پسند فرمایا۔ ارشادِ ربّانی ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ... "رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور راہ نمائی و فیصلے کی روشن باتیں۔"[البقرۃ2:185]

صاحبِ قرآن ﷺ کا ہر لمحہ قرآنِ مجید کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا تھا، تاہم رمضان المبارک کے دوران اِس میں مزید اِضافہ ہو جاتا... جبریلِ امین علیہ السلام بھی اِسی ماہِ مبارک میں قرآنِ مجید کا دَور کرنے کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ہمیں بھی قرآنِ کریم سے اپنا تعلق مزید مضبوط کرنے کے لیے یہ اقدامات کرنے چاہییں:

صحیح تلفّظ کے ساتھ تلاوت: محبتِ قرآن کا ایک اہم تقاضا یہ ہے کہ قرآنِ مجید کو صحیح تلفّظ کے ساتھ پڑھنا سیکھیں۔ ارشادِ ربّانی ہے: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔ "اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔"[المزمل4:73] مفسرین نے لکھا کہ مراد یہ ہے: ہر لفظ کا مخرج صحیح ادا کرو، حرکات اور مدّوں کا لحاظ کرو اور جہاں وقف ہے وہاں وقف کرو۔

سیدنا فَضالہ بن عُبَید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ترتیل کے ساتھ خوب تَر انداز میں تلاوت کرنے کا شوق دلانے کے لیے اِرشاد فرمایا: لَلّٰهُ أَشَدُّ أَذَنًا[1] إِلَى الرَّجُلِ الْحَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ إِلَى قَيْنَتِهِ۔ یعنی "جب قرآنِ مجید کو خوب صورت آواز (اور صحیح تلفّظ) کے ساتھ پڑھنے والا مسلمان بلند آواز سے تلاوت کرتا ہے تو (ربّ تعالیٰ کی طرف سے ایسا انعام و اکرام ہوتا ہے کہ) گانے کا شوقین گانے والی کو اتنے شوق سے نہیں سنتا جتنا ربّ تعالیٰ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والے پر کرم فرماتا ہے۔"(سننِ ابن ماجہ، حدیث:1340)

ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ بلا مبالغہ 90٪ یا اِس سے زیادہ لوگ قرآنِ مجید کو صحیح تلفظ کے ساتھ نہیں پڑھتے، اِس

---

[1] الإصغاءُ إلى الشيءِ قبولٌ له واعتناءٌ به، ويَترتّبُ عليه إكرامُ المُصغي إليه، فعُبِّرَ عن الإكرامِ بالإصغاءِ. وفائدتُه حثُّ القارىءِ على إعطاءِ القراءةِ حقَّها مِنْ ترتيلٍ وتحسينٍ ما أمكنَ. (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت الحديث:7195)

سے بھی بڑھ کر افسوس ناک بات یہ کہ ہمیں اِس بات کا شعور ہی نہیں کہ قرآنِ مجید کا صحیح تلفظ سیکھنا اور اُسے صحیح پڑھنا فرضِ عین ہے۔[1] اگر قرآنِ مجید کو صحیح نہ پڑھا جائے تو ثواب کے بجائے گناہ ملتا ہے... جس طرح نماز چھوڑنا گناہِ کبیرہ ہے، اِسی طرح قرآن مجید کا صحیح تلفظ نہ سیکھنا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔

تقریباً ایک سو سال پہلے صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے لکھا تھا: آج کل عام لوگ اِس میں مبتلا ہیں، کہ غلط پڑھتے ہیں اور (صحیح تلفّظ سیکھنے کی) کوشش نہیں کرتے ان کی نمازیں باطل ہیں۔ (بہارِ شریعت، ج:1، ح:3، ص:571)

صحابۂ کرام کا ذوقِ تلاوت: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے رات کو ایک جگہ قیام کا ارادہ کیا اور حالات کے پیشِ نظر ارشاد فرمایا: «مَنْ رَّجُلٌ يَّكْلَؤُنَا لَيْلَتَنَا هٰذِهٖ؟» ”آج رات ہماری سیکورٹی کے لیے کون ڈیوٹی کرے گا؟“ ایک مہاجری صحابی (سیدنا عمّار بن یاسر) اور ایک انصاری صحابی (سیدنا عبّاد بن بِشر) رضی اللہ تعالیٰ عنہما[2] نے خود کو اِس سعادت کے لیے پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُنھیں مقرر فرمادیا۔ اُن دونوں حضرات نے آپس میں مشورہ کر لیا کہ رات کے پہلے حصے میں حضرت عبّاد رضی اللہ عنہ ڈیوٹی کریں گے، حضرت عمّار رضی اللہ عنہ آرام کریں گے.. جب کہ آخری حصے میں ڈیوٹی تبدیل ہو جائے گی۔ چنانچہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سو گئے اور سیدنا عبّاد رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے لگے۔

ایک دشمن آیا اور سیدنا عبّاد رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ حفاظت کے لیے مقرر ہیں... اُس نے تیر مارا، جو سیدنا عبّاد رضی اللہ عنہ کو جالگا، مگر اُنھوں نے قیام جاری رکھا... پھر اُس نے دوسرا تیر مارا، وہ بھی اُن کے جسم میں پیوست ہوا، مگر اُنھوں نے تلاوت جاری رکھی... اُس نے تیسرا تیر مارا، وہ بھی نشانے پر لگا، پھر بھی اُنھوں نے نماز جاری رکھی۔[3] جب اُنھوں نے قیام مکمل کر لیا تو سیدنا عمّار رضی اللہ عنہ کو جگایا... اِنھیں دیکھ کر دشمن سمجھ گیا کہ اُس کے بارے میں قافلہ والوں کو پتا چل گیا ہے، چنانچہ وہ فوراً بھاگ گیا۔

جب سیدنا عمّار نے اُن کا خون بہتا دیکھا تو کہا: سُبْحٰنَ اللّٰهِ! أَفَلَا أَهْبَبْتَنِيْ أَوَّلَ مَا رَمَاكَ؟ سبحان اللہ! جب اُس نے پہلا تیر مارا تب آپ نے مجھے کیوں نہیں جگایا؟ سیدنا عبّاد فرمانے لگے: كُنْتُ فِيْ سُوْرَةٍ أَقْرَؤُهَا، فَلَمْ أُحِبَّ أَنْ أَقْطَعَهَا حَتّٰى أُنْفِذَهَا، فَلَمَّا

---

[1] فتاوٰی رضویہ: 6/343، ملخصاً

[2] زیادہ ترکتبِ احادیث میں ”انصاری“ اور ”مہاجری“ کا ذکر ہے، نام مذکور نہیں... جب کہ امام بیہقی کی دلائل النبوۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجری سیدنا عمّار اور انصاری سیدنا عبّاد رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ (دلائل النبوۃ، باب عصمۃ اللہ رسولہ ﷺ... ، ج:3، ص:378، دار الکتب العلمیۃ)

[3] شرعی حکم ہے کہ اگر زخم سے اتنا خون نکلے جو بہنے کے قابل ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، ظاہر ہے کہ وضو نہ رہے تو نماز بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ سیدنا عبّاد رضی اللہ عنہ تلاوتِ قرآنِ مجید کے لُطف میں اتنے محو تھے کہ اُن کی وضو کی طرف توجّہ نہ ہوئی، بعد میں اُنھوں نے اِن رکعات کو دوبارہ پڑھ لیا ہو گا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: البنایۃ شرح الہدایۃ للعینی، فصل فی نواقض الوضوء، ج:1، ص:261، دار الکتب العلمیۃ، نیز دیکھیے نصب الرایۃ لأحادیث الہدایۃ، للزیلعی)

تَابَعَ عَلَيَّ الرَّمْيَ رَكَعْتُ فَآذَنْتُكَ. یعنی مَیں ایک سورۂ مبارکہ (سورۂ کہف[1]) کی تلاوت کر رہا تھا تو مجھے اچھا نہیں لگا کہ مَیں سورت کی تلاوت کو ادھورا چھوڑ کر آپ کو جگاؤں، جب اُس نے مسلسل تیر مارے تو مَیں نے رکوع کیا (یوں تلاوت موقوف ہو گئی) تو آپ کو جگا دیا۔

مزید فرمایا: وَأَيْمُ اللهِ! لَوْلَا أَنْ أُضَيِّعَ ثَغْرًا، أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِحِفْظِهِ لَقُطِعَ نَفَسِيْ قَبْلَ أَنْ أَقْطَعَهَا أَوْ أُنْفِذَهَا. یعنی اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے مجھے جو سکیورٹی کی ذمہ داری عنایت فرمائی تھی، اُس میں کوتاہی کا خیال نہ ہوتا تو میری جان چلی جاتی، مگر سورۂ مبارکہ کی تلاوت مکمل کیے بغیر اُسے نہ چھوڑتا (تین تیر لگنے کے بعد بھی اپنی جان بچانے کے لیے رکوع نہیں کیا، سرکار ﷺ کا حکم پورا کرنے کے لیے کیا ہے)۔ (المستدرك على الصحيحين، رقم الحديث: 557. سنن أبي داود، رقم الحديث: 198، ورواه البخاري تعليقا في باب: مَنْ لَمْ يَرَ الْوُضُوءَ إِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ، ج:1، ص:76، دار ابن كثير)

توجہ سے سماعت: قرآنِ مجید پڑھنا بھی عبادت ہے اور سننا بھی سعادت ہے۔ رمضان المبارک میں نمازِ تراویح کے اندر بھی قرآنِ مجید سننے کا موقع ملتا ہے، اِسی طرح دیگر ذرائع سے بھی سنا جاتا ہے۔ اِس حوالے سے یہ پہلو نہایت اہم ہے کہ قرآنِ مجید کو توجّہ اور یکسوئی کے ساتھ سننا چاہیے۔

ارشادِ ربّانی ہے: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ. یقیناً اِس (قرآن) میں اُس کے لیے ضرور نصیحت ہے جو صاحبِ دل ہو (اُس کا دل حق کو قبول کرنے والا ہو) یا جو مُتوجّہ ہو کر کان لگائے (قرآنِ مجید کی نصیحتیں یوں سنے کہ اُس کا دل و دماغ حاضر ہو، دھیان کسی اور طرف نہ ہو)۔" [ق 37:50]

مفسرِ قرآن شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ نے لکھا: اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اپنی عقل کو استعمال کر کے بہ غور قرآنِ مجید میں مذکور نصیحتوں کو سنے گا تو اُس کو ضرور ہدایت حاصل ہو گی اور جو بے توجہی اور لا پرواہی سے قرآنِ کریم کو سنے گا اس کو اس کی نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ (تبیان القرآن)

ہمارے ہاں بعض مساجد میں نمازِ تراویح کے اندر قرآنِ مجید کی تلاوت و سماعت کا خوب اہتمام ہوتا ہے، فہمِ قرآن کے لیے پڑھی گئی آیاتِ کریمہ کا خلاصہ بھی بیان کیا جاتا ہے، مگر عمومی صورتِ حال یہ ہے کہ نمازیوں میں ذوق و شوق کی کمی اور سستی کا غلبہ ہوتا ہے... تیز رفتاری سے تلاوت کی فرمائش کی جاتی ہے، بے توجّہی سے سنا جاتا ہے اور تھکاوٹ کا بہانہ پیش کیا جاتا ہے۔ اگر ہم رمضان پاک میں بھی قرآنِ مجید کے لیے وقت نہیں نکال سکتے تو ڈرنا چاہیے کہ معاذ اللہ قرآن ہم سے ناراض تو نہیں! انتظامیہ کو بھی چاہیے کہ ذوق بڑھانے کے لیے بہترین انتظامات کرے اور ائمہ و مقتدی حضرات کو بھی ماہِ پُر نور اور کلامِ ربِّ غفور سے خوب برکتیں حاصل کرنی چاہئیں۔

---

[1] دلائل النبوۃ، ج:3، ص:378، دار الکتب العلمیۃ

سمجھنے کی کوشش: رمضان المبارک میں دینی ترقی کے لیے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ ہم قرآن پاک کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ بلاشبہ قرآنِ مجید کی زیارت بھی عبادت ہے، محبت و تعظیم کے ساتھ اِسے چھونا بھی برکت ہے، پیار سے بوسہ لینا بھی سعادت ہے، اُس کا موجود ہونا بھی باعثِ رحمت ہے، مگر اِسے سمجھنے کی کوشش پر جو رحمتیں عطا ہوتی ہیں اُن کی بات ہی کچھ اور ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ. ''یہ قرآن برکت والی کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی؛ تاکہ لوگ اِس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور عقل مند نصیحت حاصل کریں۔''[ص38:29]

آیتِ کریمہ پر عمل کرتے ہوئے ہمیں روزانہ قرآنِ کریم کا کچھ نہ کچھ حصہ ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ کنزالایمان اور خزائن العرفان یا کسی بھی سُنّی عالم کی تفسیر (مثلاً نور العرفان، تبیان القرآن، ضیاء القرآن) کا مطالعہ روزانہ کا معمول ہونا چاہیے، جامعہ نظامیہ رضویہ کے فیض یافتہ شیخ الحدیث مفتی محمد قاسم صاحب کی ''صراط الجنان''[1] اُردو زبان میں نہایت آسان تفسیر ہے۔

احکام پر عمل: قرآنِ مجید کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اِس کے احکام پر عمل کیا جائے اور عملی طور پر اپنی ذات سے لے کر حسبِ استطاعت ملک تک اور پھر پوری دُنیا میں قرآن و سنت کا نظام نافذ کرنے کی کوشش کی جائے۔ اُمّتِ مسلمہ کی زبوں حالی کی سب سے بڑی وجہ قرآنِ مجید کے احکام اور اِس کے نظام پر عمل نہ کرنا ہے۔ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا تھا:

سبب کچھ اور ہے جسے تو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زَری سے نہیں[2]

اِس ارشادِ ربّانی سے قرآنِ مجید پر عمل کی برکتوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ... ''اور اگر وہ تورات اور انجیل اور جو کچھ اُن کی طرف اُن کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اُسے قائم رکھتے (کتابوں کے حکم کے مطابق رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاتے اور آپ کی پیروی کرتے) تو اُنھیں اُن کے اُوپر سے اور اُن کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا...'' (رزق کی کثرت ہوتی اور ہر طرف سے رزق عطا کیا جاتا)[المائدۃ5:66]

خواجۂ خواجگاں، معینِ بے کساں، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا: ہَرْ کِہْ دَرْ مُصْحَفْ نِگَرْدْ بَکَرَمِ خُدائے تعالیٰ رَوْشْنَائِیِ چَشْمِ اُوْ زِیَادَہْ شُوَدْ، ہیچ گَہْ آنْ چَشْمْ بَدَرْدْ نَیَایَدْ، و خُشْکِیْ نَپِذِیْرَدْ۔ جو مسلمان قرآنِ مجید کی زیارت کیا کرے اللہ تعالیٰ کے کرم سے اُس کی بینائی تیز ہو جائے گی، آنکھوں کو کبھی تکلیف نہیں ہوگی اور آنکھیں خشک نہیں ہوں گی (وہ کبھی نابینا نہیں ہوگا)۔ (دلیل العارفین، مجلس پنجم، ص:28، مطبع منشی نول کشور)

---

[1] یہ تفسیر PDF میں بھی دستیاب ہے اور اِس کی نہایت جدید ایپ بھی ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے۔
[2] مسلمانوں کے زوال کا سبب بے زری (دولت کی کمی) نہیں، مسلمانوں کا زوال کسی اور وجہ سے ہے جسے تُو خود جانتا ہے۔

دُنیاوی مصروفیات میں کمی

یہ بات بالکل واضح ہے کہ انسان کی ہر چاہت پوری نہیں ہوتی؛ کیونکہ کسی بھی شخص کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ اپنی ہر تمنا پوری کر سکے... انسان نے فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ کیا چیز ضروری ہے؛ تاکہ اُسے ترجیح دی جائے اور کون سا کام غیر ضروری ہے؛ تاکہ اُس میں وقت صَرف کرنے کے بجائے ضروری کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

اگر کوئی شخص چاہے کہ رمضان المبارک میں میری تمام دُنیاوی مصروفیات بھی بدستور جاری رہیں اور دینی ترقی بھی نصیب ہو تو یہ بہت مشکل ہے۔ چنانچہ دانائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دینی مفادات کی خاطر تمام غیر ضروری دُنیاوی مصروفیات کو چھوڑ دینا چاہیے... سوشل میڈیا پر وقت ضائع کرنے کی عادت ترک کرنی چاہیے، فضول گفتگو اور بے مقصد کاموں سے بچنا چاہیے۔

ہمارے آقا و مولا ﷺ کا حسین انداز ذکر کرتے ہوئے اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ بنتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتی ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ، وَكَثُرَتْ صَلَاتُهُ، وَابْتَهَلَ فِي الدُّعَاءِ، وَأَشْفَقَ مِنْهُ۔ یعنی جب رمضان شریف کا آغاز ہوتا تو (اللہ تعالیٰ کے خوف اور حقِ عبادت کے احساس سے) رسول اللہ ﷺ کا رنگ مبارک بدل جاتا، آپ ﷺ کی نمازوں میں مزید اِضافہ ہو جاتا اور دعاؤں میں گڑگڑاتے اور عاجزی کرتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے۔

(شعب الایمان، حدیث: 3353)

اُمّ المؤمنین بنتِ صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ شَدَّ مِئْزَرَهُ، ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهُ حَتّٰى يَنْسَلِخَ۔ یعنی جب ماہِ رمضان کا آغاز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ عبادت کے لیے کمربستہ ہو جاتے، پھر اختتامِ رمضان تک محنت مسلسل جاری رکھتے۔

(شعب الایمان، حدیث: 3352)

توجّہ طلب بات ہے کہ وہ آقا و مولا ﷺ، جن کے ساتھ تعلق و نسبت کی وجہ سے ہمیں بخشش کی اُمّید ہے، جن کی بندگی کا یہ عالَم ہے کہ ربّ العزت کو ناز ہے کہ وہ اُس کے بندے ہیں، وہ تو رمضان المبارک کا خوب اہتمام کریں، چہرۂ مبارک کے آثار بدل جائیں، نمازوں اور دُعاؤں میں بھی اِضافہ ہو جائے اور ہمارے معمولات میں صرف یہی فرق پڑے کہ ناشتے کے بجائے سحری کر لیں اور رات کے کھانے کی جگہ اِفطاری کر لیں... کھانے کا وقت تبدیل ہونے کے علاوہ ہماری مصروفیات، گفتگو اور دیگر اُمور میں کوئی تبدیلی نہ آئے تو کس قدر نالائقی ہو گی!

افسوس کہ گزشتہ سال رمضان المبارک میں ایک سیاسی پارٹی کی طرف سے پورا مہینہ عین نمازوں کے اوقات میں جلسوں اور ریلیوں کا اہتمام کیا جاتا رہا، اِس سال بھی ملک میں انتہائی سیاسی تناؤ ہے اور ہر صاحبِ شعور شخص جانتا ہے کہ یہ سب کچھ اقتدار اور ذاتی مفادات کے لیے ہے... ہمیں چاہیے کہ اِس بابرکت وقت کو سیاسی جنگ میں ضائع کرنے کے بجائے عبادات اور دین کی خدمت میں صَرف کریں۔

حرفِ آخر

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے چند ہی دنوں بعد اللہ کا پیارا مہینہ "رمضان المبارک" جلوہ گر ہونے والا ہے۔ یہ دینی اُمور میں ترقی کا موسمِ بہار ہے، اگر ہم کوشش کریں تو اِس ماہِ مبارک میں اپنی زندگی کے اندر مثبت تبدیلی لا سکتے ہیں۔

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے لکھا:

کوئی بھی شے تب حاصل ہوتی ہے جب اُس کی طلب و آرزو ہو... آرزو تب ہوتی ہے جب اُس کا شوق ہو... اور شوق کے لیے ضروری ہے کہ انسان اُس شے کے بارے میں جانتا ہو اور اُس کی معرفت ہو۔[1] چنانچہ ہمیں رمضان کی قدر بھی جاننی چاہیے، اِس میں رحمتیں سمیٹنے کے شوق کو بھی پروان چڑھانا چاہیے اور ربّ تعالیٰ کو راضی کرنے کی سچی تڑپ بھی ہونی چاہیے۔

کہتے ہیں: جس چیز کا شوق اور تڑپ سچی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مل جاتی ہے۔ قرآن کریم کی آیتِ مبارکہ سے بھی اِس بات کی تائید ہوتی ہے، ارشادِ ربّانی ہے: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ "اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں، ہم ضرور اُنھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔" [العنکبوت 69:29]

سچی طلب کیا ہے؟ ایک شخص نے کسی بزرگ کے پاس حاضر ہو کر پوچھا: طلبِ صادق کیا ہوتی ہے؟ اُنھوں نے فرمایا: آج رات میرے پاس رہو، کل صبح بتاؤں گا۔ اُس نے کہا: ٹھیک ہے۔ شیخ نے اپنے خدام سے فرمایا: اِس مہمان کو رات کے کھانے میں تیز نمک کے ساتھ مچھلی وغیرہ دینا، مگر پانی نہ پلانا، پھر ایک کمرے میں بند کر دینا۔ خدام نے ایسا ہی کیا، اُس نے کمرے میں جا کر پانی کے لیے کافی شور کیا، مگر خدام نے حکم کے مطابق کمرے کا دروازہ نہ کھولا۔ صبح جب کمرہ کھولا گیا تو وہ شیخ کے پاس حاضر ہوا، شیخ نے حال پوچھا تو کہنے لگا: خاموں

---

[1] لِأَنَّ الشَّوْقَ بَعْدَ الذَّوْقِ، وَمَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَعْرِفْ، وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْ لَمْ يَشْتَقْ، وَمَنْ لَمْ يَشْتَقْ لَمْ يَطْلُبْ، وَمَنْ لَمْ يَطْلُبْ لَمْ يُدْرِكْ، وَمَنْ لَمْ يُدْرِكْ بَقِيَ مَعَ الْمَحْرُوْمِيْنَ فِيْ أَسْفَلِ السَّافِلِيْنَ، وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۔ [الزخرف 36:43]
(احیاء علوم الدین، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، ج:3، ص:196، دار المعرفۃ بیروت)

نے کھانا تو اچھا کھلایا تھا، مگر پانی نہ پلا کر میرے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔ پوچھا: رات کیسی گزری؟ کہا: جب تک جاگتا رہا، زبان پر پانی پانی تھا اور جب آنکھ لگی تو خواب میں بھی پانی ہی نظر آرہا تھا۔ شیخ نے فرمایا: "طلبِ صادق / سچی تڑپ اِسی کو کہتے ہیں۔"

ایسی ہی سچی تڑپ کے ساتھ ہمیں ماہِ پُرنور میں دینی نعمتوں میں اضافہ کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کے ارشادات و معمولات سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کی آمد پر ہمیں یہ کام کرنے چاہییں:

⇐ سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اِس ماہِ مبارک میں بے شمار لوگوں کی بخشش ہوتی ہے، اگر سبھی بخشے جائیں اور ہم اپنے کرتوتوں کی وجہ سے محروم رہ جائیں تو کتنی بڑی بد نصیبی ہوگی!

⇐ اگر نمازِ پنج گانہ کی عادت ہے تو اُس کا ذوق وشوق مزید بڑھائیں، لیکن اگر خدانخواستہ نمازوں کی پابندی نصیب نہیں تو پختہ نیت و بھرپور کوشش کریں کہ آئندہ کبھی بھی نماز نہیں چھوٹے گی۔

⇐ رمضان المبارک نزولِ قرآنِ مجید کا مہینہ ہے، ہمیں چاہیے کہ صحیح تلفّظ کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کریں، پوری توجّہ اور اعلیٰ ذوق کے ساتھ اُسے سنیں، نیز قرآنِ مجید کو سمجھ کر اُس کے احکام پر عمل کی کوشش کریں۔

⇐ زیادہ سے زیادہ عبادات واُمورِ خیر بجالانے کے لیے غیر ضروری دُنیاوی مصروفیات کو ترک کریں... روزہ کا مقصود یہ ہے کہ انسان متّقی و پرہیزگار بن جائے، ہمیں یہ مقصد اِسی لیے حاصل نہیں ہو پاتا کہ ہم اپنے معمولات تبدیل نہیں کرتے... نماز باجماعت میں سستی کرتے ہیں، دوسروں کو تکلیف دینے سے اجتناب نہیں کرتے، جھوٹ وغیرہ کی عادت نہیں چھوڑتے، بد نگاہی اور گانے سننے کا معمول ویسے ہی رہتا ہے، فضول گپ شپ اور سوشل میڈیا کا استعمال بھی حسبِ سابق ہوتا ہے۔

فیضِ عالم حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں روزے کے آداب تحریر فرمائے، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کھانے پینے اور خواہشات سے بچنے کے ساتھ ساتھ ہر عضو کو شریعت کی خلاف ورزی سے بچانا چاہیے۔ پھر لکھا کہ مجھے خواب میں سرکارِ دوعالم ﷺ کا دیدار نصیب ہوا، مَیں نے عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللهِ! أَوْصِنِيْ۔ آقا! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے (ایسی بات ارشاد فرمایئے جو میرے لیے دونوں جہان میں کامیابی کا ذریعہ بنے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: إِحْبِسْ حَوَاسَّكَ۔ "اپنے حواس کو روکو" (اپنی زبان، آنکھوں، کانوں اور ہاتھوں وغیرہ کو گناہوں سے محفوظ رکھو)۔

(کشف المحجوب (فارسی)، کشف الحجاب السابع فی الصیام، ص:382، نسخۂ سمرقند)

⇐ نبی کریم ﷺ نے رمضان المبارک کو صبر اور غم خواری کا مہینہ قرار دیا ہے؛ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ تمام مسلمانوں بالخصوص اپنے رشتہ داروں، ملازمین اور دیگر تعلق والوں کی خیر خواہی کریں اور اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے خوب مال خرچ کریں۔

⇐ علمِ دین جس قدر زیادہ ضروری ہے ہم اُتنے ہی زیادہ اُس سے غافل ہوتے جارہے ہیں، ہمیں چاہیے کہ رمضان المبارک کے بابرکت لمحات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے علمِ دین حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کریں... علمائے اہلِ سنت کی کتابیں پڑھیں، دروس وخطابات سنیں اور جو معلوم نہیں اُسے پوچھنے میں کوئی عار محسوس نہ کریں۔

یہ بھی یادرہے کہ علمِ دین علما سے ہی حاصل ہوسکتا ہے، ہمارے ہاں سحری واِفطاری ٹرانسمیشن میں عموماً جو افراد دین سکھا رہے ہوتے ہیں وہ پروفیشنل لوگ خود علمِ دین سے بے خبر ہوتے ہیں، ایسے لوگوں سے دین سیکھنا فائدے کے بجائے نقصان کا باعث ہوتا ہے۔

سیدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمیں تعلیم فرماتے کہ رمضان المبارک کی آمد پر یہ کلمات کہیں: اَللّٰهُمَّ سَلِّمْنِيْ مِنْ رَّمَضَانَ، وَسَلِّمْ رَمَضَانَ لِيْ، وَتَسَلَّمْهُ مِنِّيْ مُتَقَبَّلًا ۔[1] یعنی ”اے اللہ! مجھے ایسے عارضہ سے محفوظ رکھنا جو روزوں وغیرہ سے رکاوٹ بن جائے، اور رمضان کو میرے لیے محفوظ رکھنا (اس کے چاند سے متعلق کوئی شبہ پیدا نہ ہو) اور مجھے رمضان میں گناہوں سے بچائے رکھنا۔“ (الدعاء للطبرانی، حدیث: 912)

اللہ تعالیٰ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے صدقے ہمیں رمضان المبارک کی زیادہ سے زیادہ برکات عطا فرمائے۔

ربِّ کریم دُنیا بھر کے مسلمانوں پر رحم فرمائے... اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کے صدقے مسلمانوں کو دینی تقاضے سمجھنے اور اُنھیں پورا کرنے کی توفیق سے نوازے... ربّ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے اور ہمیں اسلامی تہذیب کو اختیار کرکے پوری دُنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے.... مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم ﷺ

---

[1] قَوْلُهُ: سَلِّمْنِيْ مِنْهُ، أَيْ لَا يُصِيْبُنِيْ فِيْهِ مَا يَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ صَوْمِهِ مِنْ مَرَضٍ أَوْ غَيْرِهِ. وَقَوْلُهُ سَلِّمْهُ لِيْ: هُوَ أَنْ لَا يُغَمَّ عَلَيْهِ الْهِلَالُ فِيْ أَوَّلِهِ أَوْ آخِرِهِ فَيَلْتَبِسَ عَلَيْهِ الصَّوْمُ وَالْفِطْرُ. وَقَوْلُهُ وَسَلِّمْهُ مِنِّيْ: أَيْ يَعْصِمُهُ مِنَ الْمَعَاصِيْ فِيْهِ.

(النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، 395/2، المکتبۃ العلمیۃ)

۲ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ / 24 مارچ 2023ء

رمضان اور زکوٰۃ

طہارت وتزکیہ کے اہم ذرائع

مشمولات

- ہو مبارک مومنو! پھر آگیا ماہِ صیام (نظم)
- طہارت وتزکیہ کی اہمیت اور رمضان وزکوٰۃ کے ذریعے اُن کا حصول
- مسائلِ زکوٰۃ
- زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟
- کون سے اموال کی زکوٰۃ فرض ہے؟
- زکوٰۃ کب فرض ہوتی ہے؟
- زکوٰۃ کتنی ادا کرنا فرض ہے؟
- زکوٰۃ کسے دینی ہے؟
- تزکیہ کی اہمیت اور اس کے اہم ذرائع

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ [البقرۃ2:183]

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ [التوبۃ9:103]

ہو مبارک مومنو! پھر آگیا ماہِ صیام
رحمتِ باری سے ہوں سیراب جس میں خاص و عام

فضلِ رب سے مسجدوں میں رونقیں بڑھنے لگیں
اہلِ ایماں اِس میں ہیں محوِ عبادت صبح و شام

خوب ہے روزوں، نمازوں اور زکوٰۃِ مال سے
ظاہری اور باطنی پاکیزگی کا انتظام

روز و شب ہوتے ہیں عاصی نار سے اِس میں بَری
ہوتی ہیں یہ بخششیں از اِبتدا تا اختتام

اِس مہینے شیطاں تو ہیں قید میں جکڑے گئے
کاش! اِس میں کر سکیں ہم نفسِ امّارہ بھی رام

ہو زباں یا کان آنکھیں روزہ سب اعضا کا ہے
جھوٹ چغلی گانے باجے چھوڑیں ہم سب اُلٹے کام

ہوں نمازیں باجماعت ہو تلاوت شوق سے
ہم شِعار اپنا بنائیں سُنّتِ خیرُ الاَنام

پائیں آقا کے مُحِبّ مدحِ نبی سے بھی سُرور
بھیجیں خوب اُن پر درود اور بھیجیں خوب اُن پر سلام

اہلِ ثروت بھی کرائیں سحریاں اِفطاریاں
مولا! ہوں تیری رِضا ہی کے لیے سب اہتمام

جس مہینے کی کریں توصیف قرآن و حدیث
شان اُس کی کیا بتائے گا یہ ثاقب[1] کا کلام

---

[1] کلام: شاعرِ نظامیہ مولانا محمد ثاقب افضل رضوی۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اُس نے اپنی رحمت سے ہمیں زندگی میں ایک مرتبہ پھر رمضان المبارک کی رحمتیں سمیٹنے اور اِس میں اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرنے کا موقع عطا فرمایا۔

اسلام میں "طہارت" و "تزکیہ" کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ "طہارت"، یعنی ظاہری پاکیزگی سے مراد ہے کہ انسان کے جسم اور لباس وغیرہ پر نَجاست نہ ہو، نیز غسل اور وضو کا اہتمام ہو... اور "تزکیہ"، یعنی باطنی طہارت سے مراد ہے کہ انسان کا دل غیر اسلامی عقائد، تکبر، ریاکاری، حسد، کینہ اور دُنیا کی محبت وغیرہ بُرے اوصاف سے پاک ہو۔

طہارت و پاکیزگی کی اہمیت اِس قدر ہے کہ باری تعالیٰ پاک رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے، یہ نصف ایمان ہے، اِس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور محبوبانِ خدا اِس کا بہت اہتمام کرتے ہیں... اور تزکیہ و باطنی طہارت کی اہمیت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دل جسم کا بادشاہ ہے، یہ سنور جائے تو پورا جسم سنور جاتا ہے، یہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرورِ کون و مکاں ﷺ سے روایت کیا: «إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ»۔ "اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت تمہاری صورتوں اور مالوں کی طرف نہیں ہوتی (اُس کی بارگاہ میں اِس بات کی کوئی قدر نہیں کہ کوئی خوب صورت ہے یا بد صورت، مال زیادہ ہے یا کم)، اُس کی نگاہِ رحمت تو تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف ہوتی ہے (وہ پاکیزہ دلوں اور اچھے اعمال سے خوش ہوتا ہے اور اِن کی برکت سے کرم فرماتا ہے)۔" (صحیح مسلم، حدیث: 2564)

رمضان المبارک طہارت و تزکیہ حاصل کرنے کے لیے موسمِ بہار ہے... اِس بابرکت مہینے میں رحمتِ الٰہی جوش پر ہوتی ہے اور ایسے انوار و تجلیات کا نزول ہوتا ہے کہ سیاہ دل پُرنور ہونے لگتے ہیں... اِس ماہِ مبارک کی ہر رات میں بالخصوص جمعۃ المبارک کے ہر لمحے میں بے شمار لوگوں کی مغفرت ہوتی ہے اور دلوں سے گناہوں کا زنگ دُور ہوتا ہے... اِس میں قرآنِ مجید پڑھنے اور سننے کا موقع ملتا ہے جو ظاہر و باطن کی شفا ہے اور اِس ماہِ مبارک کے روزے فرض ہیں جن سے پرہیزگاری کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

رمضان المبارک میں بے شمار مسلمان اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے زکوٰۃ بھی دلوں کے تزکیہ و طہارت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ "اے حبیبِ مکرّم! آپ اُن (مسلمانوں) کے مالوں سے زکوٰۃ[1] وصول کیجیے جس کے ذریعے آپ اُنھیں طہارت و تزکیہ عطا کریں (ستھرا اور پاکیزہ کر دیں) اور اُن کے حق میں دُعائے خیر کیجیے، یقیناً آپ کی دُعا اُن کے دلوں کا چین (سکون و رحمت کا ذریعہ) ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔" [التوبہ 103:9]

ہمیں چاہیے رمضان المبارک میں سبھی ذرائع سے اپنا ظاہر و باطن پاک کرنے کی کوشش کریں۔

---

[1] امام ابو بکر جصاص علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آیت میں "صدقہ" سے زکوٰۃ مراد ہے۔ (خزائن العرفان)

مسائلِ زکوٰۃ

مسلمان اپنے دین کی تکمیل کے لیے جن باتوں کا محتاج ہے اُن کا علم حاصل کرنا اُس پر فرض ہے... درست عقائد، ارکانِ اسلام کے ضروری مسائل، دل سے متعلق ضروری احکام اور اپنے شعبے سے متعلق شرعی احکام وغیرہ... اِن سب چیزوں کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ مال دار کے لیے زکوٰۃ کے مسائل کا علم اور اِسی طرح تاجر کے لیے تجارت کے مسائل کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:23، ص:623، 624۔ بہار شریعت، ج:3(ب)، ص:1035، ملخصًا)

ہر مال دار شخص پر زکوٰۃ سے متعلق کم از کم پانچ سوالات کے جوابات سیکھنا فرض ہے: 1) زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟ 2) کون سے اموال کی زکوٰۃ فرض ہے؟ 3) کب فرض ہوتی ہے؟ 4) کتنی مقدار ادا کرنا فرض ہے؟ 5) کس کو ادا کرنی ہے؟

زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟

وہ سمجھ دار بالغ مسلمان جو بنیادی ضروریاتِ زندگی[1] اور قرض کے علاوہ 52.5 تولے (612.36 گرام) چاندی یا اِس کی قیمت کے برابر نقدی (Cash) یا سامانِ تجارت وغیرہ کا مکمل طور پر مالک (Owner) ہو اُس پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔[2]

نوٹ: اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے 2023ء / 1444ھ کے لیے زکوٰۃ کا نصاب ایک لاکھ تین ہزار ایک سو انسٹھ روپے مقرر کیا ہے۔

نصاب میں سونے کا اعتبار ہوگا یا چاندی کا؟ جو شخص سونے کے علاوہ کسی بھی چیز کا مالک نہ ہو، اُس پر سونے کی زکوٰۃ تب فرض ہوگی جب اُس کا وزن 7.5 تولہ یا اِس سے زیادہ ہو، البتہ اگر سونے کے ساتھ چاندی / کرنسی یا دیگر چیزیں موجود ہوں تو سونے اور دیگر تمام چیزوں کی مالیت کو جمع کیا جائے گا، مجموعہ 612 گرام چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ فرض ہے۔

فرضیت معلوم کرنے کا طریقہ: بنیادی ضروریاتِ زندگی کے علاوہ جن چیزوں کے آپ مالک ہیں، مثلاً نقدی [Cash]، سونا چاندی کی قیمت، سامانِ تجارت کی قیمت اور لوگوں کو دیا ہوا قرض،[3] انشورنس کی جمع کرائی ہوئی رقم،[4] مکان

---

[1] جن چیزوں کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہوتا ہے، جیسے رہائش کا گھر، استعمال کا لباس اور ضرورت کی سواری۔

[2] سیدنا علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَّحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ... "جب تیرے پاس (چاندی کے) دو سو درہم ہوں اور اُن پر سال گزر جائے تو اُن میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔" (سنن ابو داود، حدیث:1573)

[3] حساب کی آسانی اِسی میں ہے کہ جو قرض لوگوں کو دیا ہوا ہے اُس کی زکوٰۃ سال بہ سال ادا کرتا رہے۔ (فتاوٰی رضویہ:10 / 133۔ بہارِ شریعت:1 / 906، ملخصًا)

[4] اگرچہ انشورنس کرانا شرعی طور پر ناجائز ہے۔

وغیرہ کی حفاظت کے لیے دی ہوئی پیشگی رقم (ایڈوانس)، کمیٹی کی جمع کرائی ہوئی قسطیں وغیرہ، اِن سب کو جمع کریں، پھر اس سے قرض[1] کو مِنہا (Minus) کر دیں، اگر باقی رقم مذکورہ بالا نصاب کے برابر یا زیادہ ہو تو آپ صاحبِ نصاب ہیں اور زکوٰۃ فرض ہے۔

دورانِ سال نصاب میں کمی کا حکم دورانِ سال اگر مال نصاب سے کم ہو جائے، مگر سال کے شروع اور آخر میں نصاب کی مقدار پوری ہو تو زکوٰۃ فرض ہے، البتہ اگر دورانِ سال تمام مال ہلاک ہو جائے تو جب دوبارہ نصاب کی مقدار مال حاصل ہو گا تو اُس تاریخ سے نیا سال شمار کیا جائے گا۔

خواتین پر زکوٰۃ: عورت مالکِ نصاب ہو تو اُس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ حضرت عَمرو بن شعیب نے اپنے آبائے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو خواتین حاضر ہوئیں، اُنھوں نے سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم اِس سونے کی زکوٰۃ دیتی ہو؟" اُنھوں نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَتُحِبَّانِ أَنْ يُّسَوِّرَكُمَا اللهُ بِسِوَارَيْنِ مِنْ نَّارٍ؟ "کیا تم گوارا کرو گی کہ اللہ تعالیٰ اِن کے عوض تمھیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟" اُنھوں نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَأَدِّيَا زَكٰوتَهٗ۔ "تو پھر اِس کی زکوٰۃ ادا کرو۔" (جامع ترمذی، حدیث: 637)

نوٹ: جن چیزوں کی مالک بیوی ہے شوہر پر بیوی کی طرف سے اُن کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں، البتہ شوہر پر یہ لازم ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے اپنی اہلیہ کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج: 10، ص: 132، 133، ملخصًا) تاہم اگر شوہر بیوی کی اِجازت سے اُس پر لازم ہونے والی زکوٰۃ ادا کر دے تو ادا ہو جائے گی۔

کون سے اموال کی زکوٰۃ فرض ہے؟

شرعی ضابطہ ہے کہ زکوٰۃ صرف اُس مال کی فرض ہے جو بڑھنے والا (نامی) ہے۔ ہمارے پاس عموماً جو اموال موجود ہوتے ہیں شریعت نے اُن میں سے صرف تین قسم کے درج ذیل اموال کو بڑھنے والا قرار دیا ہے[2]:

---

[1] مسئلہ: جو قرض زکوٰۃ لازم ہونے کے بعد لیا ہو اُسے نصاب سے مِنہا (Minus) نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ: طویل المیعاد (Long Term) دَین... جسے فوری طور پر ادا نہیں کرنا (مثلاً کوئی سامان اُدھار پر لیا اور اُس کے ثمن کی کچھ قسطیں ابھی ادا کرنی ہیں)، اُس کی زکوٰۃ فرض ہے۔

[2] سال کا اکثر حصہ بغیر اخراجات کے چرنے والے جانوروں (سائمہ) کی زکوٰۃ اور زمین کی پیداوار کے عُشر کے مسائل یہاں مذکور نہیں ہیں۔ اِن کے مسائل بہارِ شریعت سے ملاحظہ کیے جائیں۔

1) نقدی (Cash) بشمول پرائز بانڈ، چیک وغیرہ۔[1]

2) سونا اور چاندی خواہ وہ کسی بھی ہیئت وصورت (Form, Shape) میں ہوں، زیرِ استعمال ہوں یا فروخت کے لیے یا ویسے محفوظ کر رکھے ہوں۔[2] ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ. "وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجیے۔" [التوبہ 9:34]

3) وہ چیز (سامان / اشیا / پراپرٹی) جسے تجارت (Trading) کے لیے خریدا ہو۔ سیدنا سمرہ بن جُندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِيْ نُعِدُّ لِلْبَيْعِ. یعنی رسول اللہ ﷺ ہمیں تجارت کے لیے مہیا کی گئی اشیا کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرماتے۔ (سنن ابوداود، حدیث: 1562)

سامانِ تجارت سے متعلق وضاحت:

☆ جو چیز بیچنے کے لیے نہیں خریدی، اُس کی زکوٰۃ فرض نہیں،[3] مثلاً: جامد اثاثہ جات (پراپرٹی، مشینری، اوزار وغیرہ) اور اسٹور (Store) میں پڑی فالتو چیزیں۔ (بہارِ شریعت، ج:1 (ب)، ص:883)

---

[1] ایک شخص نے (ادائے دین کے علاوہ) آئندہ پیش آنے والی کسی بنیادی ضرورت / حاجتِ اصلیّہ کے لیے رقم جمع کی اور اُسے استعمال کرنے سے پہلے سال پورا ہو گیا تو اُس رقم کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے، تاہم اگر سال پورا ہونے کے دن سے پہلے وہ رقم خرچ ہو چکی یا سال پورا ہونے کے دن وہ بنیادی ضرورت موجود ہے تو اُس رقم کی زکوٰۃ فرض نہیں۔ (بہارِ شریعت، ج:1 (ب)، ص:881) فی ردّ المحتار: إِذَا أَمْسَكَهُ لِيُنْفِقَ مِنْهُ كُلَّ مَا يَحْتَاجُهُ فَحَالَ الْحَوْلُ، وَقَدْ بَقِيَ مَعَهُ مِنْهُ نِصَابٌ فَإِنَّهُ يُزَكِّيْ ذٰلِكَ الْبَاقِيَ، وَإِنْ كَانَ قَصْدُهُ الْإِنْفَاقَ مِنْهُ أَيْضًا فِي الْمُسْتَقْبَلِ لِعَدَمِ اسْتِحْقَاقِ صَرْفِهِ إِلٰى حَوَائِجِهِ الْأَصْلِيَّةِ وَقْتَ حَوَلَانِ الْحَوْلِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا حَالَ الْحَوْلُ وَهُوَ مُسْتَحَقُّ الصَّرْفِ إِلَيْهَا. (ردّالمحتار، ج:3، ص:218)

مسئلہ: مکان بنانے کے لیے جو رقم جمع کر رکھی ہو اُس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ (فتاوٰی اہلِ سنت (احکام زکوٰۃ)، ص:99، ملخصًا)

مسئلہ: زیارتِ حرمَین شریفَین کے لیے جمع کی ہوئی رقم پر زکوٰۃ فرض ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:10، ص:140، ملخصًا)

مسئلہ: حج کے لیے رقم جمع کروا رکھی ہو اور نام فائنل ہونے سے پہلے سال پورا ہو جائے تو اِس رقم کی زکوٰۃ لازم ہے اور نصاب کا 1/5 وصول ہونے پر ادائیگی فرض ہو گی۔ نام فائنل ہونے کے بعد سال پورا ہو تو لازم نہیں۔ (فتاوٰی اہلِ سنت (احکام زکوٰۃ)، ص:170، ملخصًا)

مسئلہ: بچی کی شادی کے لیے جمع کیا جانے والا سونا اور رقم عموماً والدین کی ملکیت میں ہوتے ہیں، اِس لیے دیگر شرائط پائے جانے کی صورت میں اِن کی زکوٰۃ فرض ہے۔ (فتاوٰی اہلِ سنت، ص:107) البتہ نابالغ بچی کو مالک بنا دیا تو جب تک وہ بالغ نہ ہو اِن کی زکوٰۃ لازم نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:10، ص:144، 145)

[2] جو زیور گروی رکھا ہوا ہے اُس کی زکوٰۃ فرض نہیں، نہ گروی رکھنے والے پر نہ لینے والے پر، نہ اب نہ بعد میں۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:10، ص:146، ملخصًا)

[3] جس چیز کو خریدا نہیں وہ نیتِ تجارت سے مالِ تجارت نہیں قرار پائے گی، جیسے جانور خریدا؛ تاکہ اُس کے بچوں کو بیچیں تو پیدا ہونے والے بچوں کی زکوٰۃ فرض نہیں۔ (فتاوٰی اہلِ سنت (احکام زکوٰۃ)، ص:583، مکتبۃ المدینہ)

☆ جس چیز کو خریدتے وقت بیچنے کی نیت نہیں تھی، بعد میں بیچنے کا اِرادہ کیا تو فروخت کرنے سے پہلے اُس کی زکوٰۃ لازم نہیں۔

☆ جو پراپرٹی یا کوئی اور چیز کرایہ پر دے رکھی ہے، اُس کی مالیّت (قیمت) کی زکوٰۃ فرض نہیں، سال پورا ہونے کی تاریخ میں اُس کا جتنا کرایہ موجود ہوگا اُسے باقی اموالِ زکوٰۃ کے ساتھ ملایا جائے گا، نصاب مکمل ہونے کی صورت میں سب کی زکوٰۃ لازم ہے۔

زکوٰۃ کب فرض ہوتی ہے؟

جس تاریخ کو کوئی شخص نصاب کا مالک بنے، چاند کے حساب سے ایک سال بعد اُسی تاریخ کو اگر وہ نصاب کا مالک ہے تو اُس پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔[1] اور اب ادائیگی میں تاخیر کرنا گناہ ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:10، ص:202)

کیا زکوٰۃ رمضان میں فرض ہوتی ہے؟ اگر رمضان المبارک سے پہلے کسی مہینے میں زکوٰۃ فرض ہو، مثلاً کوئی شخص پہلی بار 15 شعبان، 1442ھ کو نصاب کا مالک ہوا، اِس کا سال 15 شعبان 1443ھ کو مکمل ہوگا، تو ایسے شخص کو رمضان آنے تک زکوٰۃ کی ادائیگی کو موئخر کرنا جائز نہیں، بلکہ 15 شعبان کو ہی زکوٰۃ ادا کرے۔ اگر یہ رمضان شریف کی فضیلت حاصل کرنا چاہے تو آئندہ سال کی زکوٰۃ پیشگی طور پر اِس رمضان میں ادا کر سکتا ہے۔

☆ اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ وہ سال بھر وقتاً فوقتاً شرعی فقرا کو زکوٰۃ کے مال سے دیتا رہے تو اِس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ کی نیت سے آئندہ سال کی زکوٰۃ پیشگی طور پر دیتا رہے اور سال مکمل ہونے پر جتنا دے چکا اُس کا حساب کرلے۔ اگر زکوٰۃ اُتنی ہی بنتی ہو جتنی دے چکا ہے تو فریضہ ادا ہو چکا، زیادہ دے چکا ہے تو اِضافہ کو آئندہ سال کی زکوٰۃ میں شمار کر سکتا ہے، کم دیا ہے تو بقیہ زکوٰۃ کو سال پورا ہونے کی تاریخ میں ادا کر دے۔[2]

ہر مال کا الگ سال نہیں: مختلف اوقات میں حاصل ہونے والے سونا، چاندی، نقدی اور سامانِ تجارت پر الگ الگ سال گزرنا ضروری نہیں۔ سال پورا ہونے کے دن مالکِ نصاب کے پاس جتنا مالِ زکوٰۃ موجود ہو، تمام کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔

(بہارِ شریعت، ج:1، ص:884، ملخصًا)

---

[1] اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا زَكَاةَ فِيْ مَالٍ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ۔ "جب تک مال پر ایک سال نہ گزرے اُس کی زکوٰۃ فرض نہیں۔" (سنن ابن ماجہ، حدیث:1792)

[2] مولی المسلمین سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: أَنَّ الْعَبَّاسَ سَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فِيْ تَعْجِيْلِ صَدَقَتِهٖ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ، فَرَخَّصَ لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا محترم سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ فرض ہونے سے قبل ہی اُسے ادا کرنے کی اِجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں رخصت واِجازت عطا کی۔ (جامع ترمذی، حدیث:678)

زکوٰۃ کتنی ادا کرنا فرض ہے؟

ہر قسم کے مال سے 40 / 1، یعنی 2.5٪ زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔ مثلاً ایک لاکھ روپے کی زکوٰۃ اڑھائی ہزار روپے ہے۔

مولَی المسلمین سیدنا علی کرّم اللہُ تعالیٰ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: فَهَاتُوْا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا ... "چاندی کی زکوٰۃ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم ادا کرو۔" (جامع ترمذی، حدیث:620)

مقدارِ زکوٰۃ سے متعلق اہم وضاحت: ☆ زکوٰۃ ادا کرنے میں سامان کی قیمتِ خرید کا اعتبار نہیں، بلکہ جس جگہ مالِ زکوٰۃ موجود ہے اُس جگہ کے مارکیٹ ریٹ کا 2.5٪ ادا کرنا لازم ہے۔

(بہارِ شریعت، ج:1(الف)، ص:908۔ فتاویٰ رضویہ، ج:10، ص:133، ملخصا)

☆ تھوک (Wholesale) کے تاجروں پر تھوک ریٹ کا 2.5٪ بطورِ زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے اور پرچون (Retail) کے تاجروں پر پرچون ریٹ کا 2.5٪ فرض ہے۔ (فیضانِ زکوٰۃ، ص:41، ملخصاً، مکتبۃ المدینۃ)

☆ زکوٰۃ کے طور پر سامان یا سونا چاندی کو ادا کرنا بھی جائز ہے۔ مثلاً کسی شخص کی کپڑے کی دکان ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کپڑے ہی بطورِ زکوٰۃ پیش کرے تو ایسا کر سکتا ہے، اِس صورت میں اِن کپڑوں کے مارکیٹ ریٹ کے برابر زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

(بہارِ شریعت، ج:1، ص:909)

زکوٰۃ کسے دینی ہے؟

وہ صحیح العقیدہ مسلمان جو بنیادی ضروریاتِ زندگی[1] اور فوری قرض کے علاوہ 612.36 گرام چاندی یا اِس کی قیمت کے برابر نقدی یا سامان کا مالک نہ ہو اُسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ پیشہ وَر بھکاری عموماً مالکِ نصاب ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو مالِ زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

نیت ضروری ہے، بتانا ضروری نہیں: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے مال الگ کرتے وقت یا مستحق کو دیتے وقت دل میں زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت ہونا ضروری ہے، مستحق کو بتانا ضروری نہیں کہ مالِ زکوٰۃ ہے۔ سفید پوش مستحق کو زکوٰۃ کے بجائے ہدیہ وغیرہ کہہ کر دینا ہی مناسب ہے۔

---

[1] جن چیزوں کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہوتا ہے۔

مالک بنانا: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے مستحق کو مالک (Owner) بنانا ضروری ہے؛ اِسی لیے زکوٰۃ کی رقم مسجد کو نہیں دی جاسکتی۔ زکوٰۃ کی رقم سے غریبوں کو واجب الادا قرض (Loan) دینا یا اُسے اِس قسم کے رِفاہی (Welfare) کاموں میں خرچ کرنا جائز نہیں۔

کن کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے: اپنے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی (اُصول) اور اولاد (فروع) کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ بیوی شوہر کو اور شوہر بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ باقی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بلکہ مستحق رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا دوسرے مستحقین کو دینے سے بہتر ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں (سادات اور دیگر بنو ہاشم) کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔

بینک سے زکوٰۃ کی کٹوتی: جن حضرات کے بینک اکاؤنٹس ہیں اُنھیں چاہیے کہ خود اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کریں، بینکوں کا نظامِ زکوٰۃ درست نہ ہونے کی وجہ سے اُن کے ذریعے ادائیگی یقینی نہیں ہوگی۔

اہم وضاحت: وجوبِ زکوٰۃ کے لیے نصاب کی مقدار مالِ نامی ہونا ضروری ہے، حرمانِ زکوٰۃ کے لیے نصاب کا نامی ہونا ضروری نہیں۔ یعنی کسی شخص کے پاس بنیادی ضروریات کے علاوہ نصاب کی مقدار ایسا مال ہے جو بڑھنے والا نہیں تو وہ مستحقِ زکوٰۃ نہیں ہے، اگرچہ اُس پر زکوٰۃ فرض بھی نہیں۔ مثلاً زید کے پاس بنیادی ضرورت سے زائد ایسی پراپرٹی ہے جو بیچنے کے لیے نہیں، تو زید پر اگرچہ اِس پراپرٹی کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہیں، تاہم وہ دوسروں سے زکوٰۃ وصول بھی نہیں کرسکتا۔

دینی مدارس کو زکوٰۃ دینا: زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے مدارسِ اہلِ سنت کو نہیں بھولنا چاہیے، دینی مدارس کو زکوٰۃ پیش کرنے میں مستحقین کی مدد بھی ہے اور دین کی خدمت بھی۔

حرفِ آخر

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اُس نے اپنی رحمت سے ہمیں زندگی میں ایک مرتبہ پھر رمضان المبارک کی رحمتیں سمیٹنے اور اِس میں اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ رمضان دل کو پاک کرنے کا مہینہ ہے اور دل کی پاکیزگی کتنی ضروری ہے؟ اِس کا اندازہ اللہ کے خلیل سیدنا ابراہیم علٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کی دُعا سے کیجیے: وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ. ”اے اللہ! اور مجھے رسوانہ کرنا جس دن سب کو اُٹھایا جائے گا، جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے، مگر وہ جو اللہ کے حضور قلبِ سلیم لے کر حاضر ہوا۔“[الشعراء26:87-89] یعنی قیامت کے دن کسی شخص کو اُس کے مال اور اولاد سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، البتہ جو قلبِ سلیم (سلامت دل) لے کر حاضر ہوا اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کیے ہوئے مال کا بھی فائدہ ہوگا اور اُس کی نیک اولاد بھی اُس کے کام آئے گی۔

ہمیں چاہیے کہ اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرنے کے لیے اِن کاموں کا اہتمام کریں:

⟸ سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، کہ ہر لمحے میں بے شمار لوگوں کی مغفرت ہو رہی ہے۔

⟸ اگر نمازِ پنج گانہ کی عادت ہے تو اُس کا ذوق و شوق مزید بڑھائیں، لیکن اگر خدانخواستہ نمازوں کی پابندی نصیب نہیں تو پختہ نیت و بھرپور کوشش کریں کہ آئندہ کبھی بھی نماز نہ چھوٹے۔

⟸ جن حضرات پر زکوٰۃ فرض ہے وہ خوش دلی سے شرعی طریقے کے مطابق زکوٰۃ ادا کریں، نیز اپنی اپنی استطاعت کے مطابق خیر کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ مال پیش کریں۔ خرچ کرنے والوں کے بارے میں ارشادِ ربّانی ہے: وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۔ یعنی "اور تم جو مال سود لینے کے لیے دیتے ہو؛ تاکہ وہ لوگوں کے مالوں میں (شامل ہو کر) بڑھتا رہے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم اللہ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ دیتے ہو تو وہی لوگ (اپنے مال) بڑھانے والے ہیں۔"[1] [الروم39:30]

⟸ قرآنِ مجید ظاہری و باطنی بیماریوں سے شفا کا ذریعہ ہے، چنانچہ ہمیں چاہیے کہ صحیح تلفّظ کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کریں، پوری توجّہ اور اعلیٰ ذوق کے ساتھ اُسے سنیں، نیز قرآنِ مجید کو سمجھ کر اُس کے احکام پر عمل کی کوشش کریں۔

⟸ روزہ دلوں کو پاک کرنے اور پرہیز گار بنانے کے لیے فرض کیا گیا ہے، چنانچہ ضروری ہے کہ پیٹ کے روزہ کے ساتھ ساتھ باقی اعضا کو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچائیں... جھوٹ، بدنگاہی، فحاشی اور تمام بے مقصد کاموں سے اجتناب کریں۔

فیضِ عالم حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں روزہ کے آداب تحریر فرمائے، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کھانے پینے اور خواہشات سے بچنے کے ساتھ ساتھ ہر عضو کو شریعت کی خلاف ورزی سے بچانا چاہیے۔ پھر لکھا کہ مجھے خواب میں سرکارِ دوعالم ﷺ کا دیدار نصیب ہوا، مَیں نے عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللهِ! أَوْصِنِيْ۔ آقا! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے (ایسی بات ارشاد فرمایئے جو میرے لیے دونوں جہان میں کامیابی کا ذریعہ بنے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اِحْبِسْ حَوَاسَّكَ۔ "اپنے حواس کو روکو" (اپنی زبان، آنکھوں، کانوں اور ہاتھوں وغیرہ کو گناہوں سے محفوظ رکھو)۔ (کشف المحجوب، کشف الحجاب السابع فی الصیام)

⟸ نبی کریم ﷺ نے رمضان المبارک کو صبر اور غم خواری کا مہینہ قرار دیا ہے؛ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ تمام مسلمانوں بالخصوص اپنے رشتہ داروں، ملازمین اور دیگر تعلق والوں کی خیر خواہی کریں۔

⟸ علمِ دین حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کریں... علمائے اہلِ سنت کی کتابیں پڑھیں، دروس وخطابات سنیں اور جو معلوم نہیں اُسے پوچھنے میں کوئی عار محسوس نہ کریں۔

---

[1] ایک تفسیر کے مطابق اِس آیت کریمہ میں زیادہ وصول کرنے کے لیے نیوتا (شادی بیاہ کے موقع پر دی جانے والی رقم) کی ممانعت ہے۔

۹ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ / 31 مارچ 2023ء

روزہ ہمیں کیا سکھاتا ہے؟

مع تذکرۂ اُمّہات المؤمنین و خاتونِ جنت علیہن الرضوان

مشمولات

- اسلامی عبادات سے تربیت حاصل کرنے کی اہمیّت
- روزہ سے اِخلاص کی تربیت
- روزہ سے حفاظتِ نگاہ و عصمت کی تربیت
- روزہ سے غم خواری کی تربیت
- روزہ کے ذریعے حصولِ تقویٰ کے لیے ضروری اُمور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ۔[البقرۃ2:183]

اسلامی عبادات کا طُرّۂ امتیاز ہے کہ یہ جہاں اللہ تعالیٰ کی رِضا اور اُس کے قُرب کا ذریعہ ہیں وہاں مسلمان کی ظاہری و باطنی تربیت کا بھی بہترین سبب ہیں... کسی بھی عبادت کا کوئی بھی فعل محض رسمی نہیں، بلکہ ہر ہر پہلو ہمیں کچھ سیکھنے اور سنورنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ دیگر عبادات کی طرح روزہ میں بھی مختلف حوالوں سے روزہ دار کی تربیت ہوتی ہے، جو قرآن و سنت میں واضح طور پر بیان ہوئے ہیں۔

دورِ حاضر میں جہاں عبادات کی ادائیگی سے متعلق بہت زیادہ سستی پائی جاتی ہے، وہیں عبادات سے تربیت حاصل کرنے کی طرف توجّہ بھی بہت کم ہے... مثلاً بے شمار لوگ ایسے ہیں جنہیں شامتِ اعمال کی وجہ سے نماز کی پابندی نصیب نہیں، پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نماز کے پابند ہیں اُن میں ایسے خوش نصیبوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے جو یکسوئی کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور اُس کے ہر فعل سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ نماز ایسی عظیم الشان عبادت ہے جس کے تقاضے پورے کیے جائیں تو یہ انسان کو ہر برائی سے روک دیتی ہے... یہی صورتِ حال روزہ کی بھی ہے... بہت سے لوگ یہ فرض ادا کرنے میں کوتاہی برتتے ہیں اور اِس کی سعادت پانے والوں میں ایک بڑی تعداد اُن حضرات کی ہے جو دن بھر بھوکے پیاسے تو رہتے ہیں، مگر اِس سے سیکھتے کچھ نہیں، حالانکہ روزہ ایسی عظیم الشان عبادت ہے جس کے تقاضے پورے کیے جائیں تو انسان کو تقویٰ کی دولت نصیب ہو جاتی ہے۔

بزرگ فرماتے ہیں: روزوں کے ذریعے اگر روزہ دار کے کردار میں مثبت تبدیلی آ جائے تو یہ اِس بات کی نشانی ہے کہ ربّ تعالیٰ نے اُس کے روزے قبول فرما لیے ہیں، لیکن اگر خدانخواستہ روزوں کے بعد بھی کردار نہ بدلے... فرائض وواجبات کی پابندی نصیب نہ ہو، سود نہ چھوٹے، جھوٹ کی عادت برقرار رہے، لوگوں کو تکلیف پہنچانے کا سلسلہ جاری رہے، وراثت کو شرعی اُصولوں کے مطابق تقسیم کرنے کا ذہن نہ بنے، تو رد ّہونے سے ڈرنا چاہیے۔ ہماری حالتِ زار کا تذکرہ کرتے ہوئے اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا:

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دِل، وہ آرزو باقی نہیں ہے

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں، تُو باقی نہیں ہے[1]

---

[1] یعنی اے مسلمان! تیرے خون میں ایمانی حرارت نہیں ہے، تیرے سینے میں عشقِ رسول سے لبریز دل اور قربِ الٰہی کی آرزو نہیں ہے۔ نماز، روزہ، قربانی اور حج وغیرہ عبادات تو اب بھی جاری ہیں، مگر اے مسلمان! تیرا جذبہ باقی نہیں ہے۔

روزہ سے اِخلاص کی تربیت

روزہ اور دیگر عبادات کی قبولیت میں اِخلاص کی بہت اہمیت ہے۔ "اخلاص" کا مطلب ہے کہ کسی بھی عمل کا اصل مقصد فقط اللہ تعالیٰ کی رِضا حاصل کرنا ہو... رِیاکاری، دکھاوا اور دُنیاداروں سے داد وصول کرنے کی خواہش وغیرہ نہ ہو۔

اخلاص کی اہمیت: سیدنا جُبَیر بن مُطعِم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے[1] کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مِنٰی میں کھڑے ہو کر فرمایا: نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرِ فَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ۔ روایات کا خلاصہ ہے "اللہ تعالیٰ اُس شخص کو تَروتازہ اور حسین وبارونق رکھے جس نے میری حدیث سن کر یاد کی، اُسے محفوظ رکھا، پھر بغیر کسی تبدیلی کے دوسرے کو پہنچادی، کئی علم کے حامل فقیہ نہیں (اِنھیں حدیث اور علم کی بات یاد تو ہوتی ہے، مگر یہ فقیہ نہیں ہوتے، اُسے سمجھ نہیں پاتے) اور کئی اپنے سے زیادہ فقیہ تک علم پہنچاتے ہیں (یہ حدیث اور علم کی بات سمجھتے ہیں، مگر دوسرا اِن سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے)۔"[2]

مزید فرمایا: ثَلَاثٌ لَّا يُغِلُّ[3] عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ، وَالنَّصِيحَةُ لِوُلَاةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ، فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ۔ یعنی "(کامل) مسلمان کا دل تین باتوں میں خیانت نہیں کرتا (کامل مسلمان اِن تین باتوں پر استقامت کے ساتھ عمل پیرا رہتا ہے، نیز اِن کے ذریعے مسلمان کا دل کھوٹ وغیرہ سے پاک ہو جاتا ہے):

1) اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ عمل کرنا۔
2) مسلم حکمرانوں کی خیر خواہی کرنا (اُن کے جائز حکم پر عمل کرنا اور غیر شرعی باتوں پر اُنھیں حق کی راہ نمائی کرنا)۔
3) اور پختگی کے ساتھ مسلمانوں کی اکثریت (اہلِ سنت وجماعت) والے عقائد پر قائم رہنا؛ کیونکہ اُن کی دُعا ماسوا کو بھی شامل ہے (اُن کی دُعا شیطان سے حفاظت کرتی ہے)۔" (سنن ابن ماجہ، حدیث: 3056)

اِس حدیثِ پاک کے مطابق کامل مسلمان کبھی بھی اِخلاص میں کوتاہی نہیں کرتا، نیز اخلاص کے ذریعے دل پاک ہو جاتا ہے۔

روزہ سے اخلاص کی تربیت: روزہ ایسا پوشیدہ عمل ہے جو دِکھاوے سے بہت دُور ہوتا ہے، اِس میں کوئی ایسا فعل نہیں جو دوسروں کو نظر آئے۔ روزہ کے ذریعے دیگر اعمال میں بھی اخلاص اختیار کرنے کی تربیت ملتی ہے۔

---

[1] یہ حدیث پاک متعدد صحابہ علیہم الرضوان سے مروی ہے، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روایت کردہ الفاظ یہ ہیں: نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ، وَمُنَاصَحَةُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ، فَإِنَّ الدَّعْوَةَ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ۔ (سنن ترمذی، حدیث: 2658)

[2] روایت کے حوالے سے مزید دیکھیے: فتاویٰ رضویہ، ج: 27، ص: 73

[3] (لَا يُغِلُّ): بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّهَا وَبِكَسْرِ الْغَيْنِ، فَالْأَوَّلُ مِنَ الْغِلِّ: الْحِقْدِ، وَالثَّانِي مِنَ الْإِغْلَالِ: الْخِيَانَةِ۔ (مرقاۃ المفاتیح)

سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ حدیثِ قُدسی روایت کی، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلصَّوْمُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ، يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَأَكْلَهٗ وَشُرْبَهٗ مِنْ أَجْلِيْ... ”روزہ میرے لیے ہے اور مَیں ہی اُس کا اجر عطا کروں گا، روزہ دار میری خاطر اپنی خواہش اور اپنا کھانا، پینا چھوڑتا ہے۔“ (صحیح بخاری، حدیث: 7492)

اخلاص نہ ہونے کا انجام: سیدنا ابو سعید بن ابو فَضالہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”قیامت کے دن میں کوئی شک نہیں، اُس دن جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائے گا تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک اِعلان کرنے والا (فرشتہ) اِعلان کرے گا: مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِيْ عَمَلٍ عَمِلَهٗ لِلّٰهِ أَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهٗ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ۔ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے کیے ہوئے کام میں کسی کو شریک ٹھہرایا تھا (دُنیاداروں سے داد لینے کی بھی خواہش تھی) تو وہ اُس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے مانگے (جس کو دکھایا تھا اُس سے اجر مانگے)؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ شرکیہ عمل سے بے نیاز ہے (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہی عمل قبولیت کا مستحق ہے جو خالص طور پر اُس کی رِضا کے لیے کیا گیا، جس عمل سے رِیاکاری مقصود تھی اللہ تعالیٰ کو اُس کی کوئی ضرورت نہیں)۔“ (جامع ترمذی، حدیث: 3154۔ سنن ابن ماجہ، حدیث: 4203)

خاتونِ جنت کا اخلاص: 3 رمضان المبارک، 11ھ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی لاڈلی شہزادی، سیدۃُ نساءِ اہلِ الجنہ سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا وسلام اللہ تعالیٰ علیہا کا یومِ وصال ہے، اِس مناسبت سے آپ کے اِخلاص کا تذکرہ ایمان کو تازگی بخشے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ ایک تفسیر کے مطابق مفہوم یہ ہے: ”وہ اللہ تعالیٰ کی محبّت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ۝ اُن سے کہتے ہیں: ہم تمھیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے۔“ [الدھر 76:8، 9]

خلیفۂ اعلیٰ حضرت بریلوی صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہا الرحمہ نے لکھا: یہ آیت حضرت مولَی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، خاتونِ جنت سیدتنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اور اُن کی کنیز حضرت فِضّہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے حق میں نازل ہوئی، حضراتِ حسنَین کریمَین رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا بیمار ہوئے، اِنھوں نے منّت مانی کہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں شفا عطا فرمائی تو تین روزے رکھیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمادی، منّت پوری کرنے کا وقت آیا تو سب نے روزے رکھے، سیدنا علی مرتضٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ ایک یہودی سے تین صاع جَو لائے، خاتونِ جنت رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا، لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین، ایک روز یتیم، ایک روز قیدی آیا اور تینوں دن یہ سب روٹیاں اِن لوگوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے روزہ افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ (خزائن العرفان، ملخصاً)

آیتِ کریمہ کا یہ حصہ اخلاص کی کیسی شان دار گواہی ہے! ”ہم تمھیں صرف اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے۔“

لمحۂ فکریہ: رِیاکاری اور دکھاوا ہمارے دَور کی بہت بڑی بیماریاں ہیں... بزرگ اپنے اچھے اعمال کو جس قدر چھپاتے تھے، ہم اُتنا ہی زیادہ اُنھیں دکھاتے ہیں... لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے لیے ہر اچھے کام کی تصاویر بناکر وائرل کرنے کا شوق ہوتا ہے... حتّٰی کہ حَرَمَین شریفَین میں بھی سیلفیوں سے جان نہیں چھوٹتی... بلکہ ایسے نالائق لوگ بھی ہیں جو فقط تصویر بنوانے کے لیے کعبۂ مُشرفہ یا روضۂ مُطہرہ کی طرف پُشت کرکے کھڑے ہوجاتے ہیں... بے شمار ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو نماز پڑھ نہیں رہے ہوتے، بس تصاویر بنوانے کے لیے ایکٹنگ کرتے ہیں... دُعا نہیں مانگ رہے ہوتے، صرف تصویر کے لیے ہاتھ پھیلا کر کھڑے ہوجاتے ہیں... کسی غریب کی مدد کرنے پر اُس کی تشہیر کرنا ہمارا معمول ہوچکا ہے۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم ہند علیہما الرحمہ نے فرمایا:

نفسِ بدکار نے دل پر یہ قیامت توڑی
عملِ نیک کیا بھی تو چُھپانے نہ دیا

روزہ سے حفاظتِ نگاہ و عصمت کی تربیت

قرآن و سنت میں اِس بات کی بہت تاکید فرمائی گئی ہے کہ مسلمان کو اپنی نگاہوں اور پاک دامنی کی حفاظت کرنی چاہیے، اُس کی نظر ایسی جانب نہ اُٹھے جس سے ربّ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے؛ کیونکہ آنکھ دل کا راستہ ہے، اگر آنکھ محفوظ ہے تو اُمّید ہے کہ دل بھی محفوظ رہے گا، لیکن آنکھ آلودہ ہوگئی تو دل کا پاکیزہ رہنا بہت مشکل ہے... ایسے ہی تاکید فرمائی گئی کہ مسلمان کا کردار کسی بُرے فعل سے داغ دار نہ ہو۔

حفاظتِ نگاہ کی اہمیت: عمِّ رسول ﷺ سیدنا عبّاس کے شہزادے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک نَوعمر شخص نے عرفات کے دن وہاں حاضر (باپردہ) عورتوں کی طرف دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اُن کا چہرہ دوسری طرف پھیر کر فرمایا: إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ مَّنْ مَلَكَ فِيْهِ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ وَلِسَانَهٗ غُفِرَ لَهٗ۔ ”آج وہ دن ہے کہ جو شخص اپنے کان، آنکھ اور زبان کو قابو میں رکھے، اُس کی مغفرت ہوجائے گی۔“ (شعب الایمان، حدیث: 3777) توجہ طلب بات ہے کہ اگر عرفات کے مبارک مقام پر، رحمتوں والے دن میں بھی مغفرت حاصل کرنے کے لیے کانوں، آنکھوں اور زبان کی حفاظت ضروری ہے تو باقی دنوں اور جگہوں پر کتنی ضروری ہوگی۔

رازدارِ رسول ﷺ سیدنا حُذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ارشادِ نبوی روایت کیا: «اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ إِبْلِيْسَ مَسْمُوْمَةٌ، فَمَنْ تَرَكَهَا مِنْ خَوْفِ اللهِ أَثَابَهٗ جَلَّ وَعَزَّ إِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ.» یعنی ”بدنگاہی شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے بدنگاہی چھوڑ دے، اللہ عزّوجلّ اُسے ایسا ایمان عطا فرمائے گا کہ بندہ اپنے دل میں اُس ایمان کی مٹھاس پالے گا۔“ (المستدرک علی الصحیحین، حدیث: 7875)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمہ کی تحریر کا خلاصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنا ولی بنانا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اُس کی پریشان نظری کی عادت چھڑاتا ہے، باقی منازل اِس کے بعد ہوتی ہیں۔(مَطْلَعُ القمرین، مقدمہ، تبصرۂ رابعہ)

روزہ سے تربیت: روزہ کے وقت میں انسان کو کھانے، پینے کی چاہت بھی ہوتی ہے اور وہ ایسا کر بھی سکتا ہے، مگر وہ اِن سے صرف اِس لیے بچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس وقت میں کھانے، پینے سے بچنے کا حکم فرمایا ہے... اِس سے تربیت ملتی ہے کہ جیسے پیٹ کو نافرمانی سے روکا ہے ایسے ہی آنکھوں کو بھی بد نگاہی سے روکنا ہے... کردار کو بھی بُرے فعل سے پاک رکھنا ہے؛ کیونکہ ربّ تعالیٰ نے نگاہوں اور عصمت کی حفاظت کا حکم بھی فرمایا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔ یعنی "اے جوان مسلمانو! تم میں سے جسے نکاح کی طاقت ہو (نکاح کے لیے مال ہو اور کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو) وہ ضرور نکاح کرے؛ کیونکہ اِس سے نگاہوں اور پاک دامنی کی خوب حفاظت ہو جاتی ہے (نکاح کے بعد غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنے یا گناہ کا ارتکاب کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی) ...اور جسے نکاح کی طاقت نہ ہو وہ ضرور روزے رکھے؛ کیونکہ روزہ خواہشاتِ نفس کا توڑ ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث:5066)

رمضان المبارک میں اللہ عزّوجلّ کی خاص کرم نوازی ہوتی ہے کہ شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے[1]؛ تاکہ مسلمانوں کے لیے روزوں کی برکتیں حاصل کرنے اور نگاہوں اور پاک دامنی کی حفاظت کی عادت ڈالنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

عفّتِ حبیبۃ الرسول: حبیبۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، بنتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں سے نوازا، آپ نے سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی قریب رہ کر بہت اعلیٰ تربیت حاصل کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ اقدس کے بعد اُمّت کی خوب تربیت فرمائی۔ آپ کا وصال سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دَورِ سلطنت میں 17 رمضان المبارک، 57ھ کو ہوا۔

دیگر اُمّہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی طرح سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفّت و پاک دامنی بے مثال ہے اور اُمّتِ مسلمہ کی خواتین کے لیے لائقِ تقلید ہے۔ آپ ایسی عفیفہ تھیں کہ آپ کی پاک دامنی کی گواہی خود ربّ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمائی۔ سورۂ نور کی سولہ آیاتِ کریمہ میں آپ کی پاک دامنی بیان ہوئی، آخری آیت یہ ہے: اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ۔ "ناپاک عورتیں / گندی باتیں ناپاک مَردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مَرد ناپاک

---

[1] عن ابن عباس مرفوعا: وَيَقُوْلُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا رِضْوَانُ! اِفْتَحْ أَبْوَابَ الْجِنَانِ، وَيَا مَالِكُ! أَغْلِقْ أَبْوَابَ الْجَحِيْمِ عَلَى الصَّائِمِيْنَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَا جِبْرِيْلُ! اِهْبِطْ إِلَى الْأَرْضِ فَاصْفِدْ مَرَدَةَ الشَّيَاطِيْنِ، وَغُلَّهُمْ بِأَغْلَالٍ، ثُمَّ اقْذِفْهُمْ فِي الْبِحَارِ حَتّٰى لَا يُفْسِدُوْا عَلٰى أُمَّةِ مُحَمَّدٍ حَبِيْبِيْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامَهُمْ۔ (فضائل الأوقات للبیهقي: 109۔ شعب الإيمان: 3421)

عورتوں / باتوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ عورتیں / اچھی باتیں پاکیزہ مَردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مَرد پاکیزہ عورتوں / باتوں کے لیے ہیں۔"

مزید ارشاد فرمایا: لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۔ "اُن (پاکیزہ لوگوں) کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔"[النور24:26]

یعنی جب تم نکاح سے پہلے سوچ بچار کرکے اچھے کردار والے کے لیے پاکیزہ خاتون کا انتخاب کرتے ہو تو سوچو کہ اُمّ المؤمنین کا کردار کتنا پاکیزہ ہوگا جنھیں ربّ تعالیٰ نے کائنات کی سب سے پاکیزہ ہستی، سیدِ عالم ﷺ کی زوجہ بنانے کے لیے منتخب فرمایا۔(نور العرفان، ملخصاً)

لمحۂ فکریہ: بد نگاہی کے حوالے سے معاشرے کی صورتِ حال دیکھ کر اقبال علیہ الرحمہ کے یہ اشعار یاد آتے ہیں:

رُسوا کیا اِس دَور کو جلوت کی ہَوَس نے
روشن ہے نگہ آئینۂ دل ہے مکدّر [1]

بڑھ جاتا ہے جب ذَوقِ نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں اَفکار پراگندہ و ابتر [2]

آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
وہ قطرۂ نَیساں کبھی بنتا نہیں گوہر [3]

سرورِ عالم ﷺ نے نکاح اور روزوں کو نگاہوں اور کردار کی حفاظت کا ذریعہ ارشاد فرمایا، مگر ہم لوگ اِن کے ذریعے بد نگاہی سے جان چھڑانے کی کوشش ہی نہیں کرتے... بلکہ نکاح کے وقت ایسا ماحول بنا دیا جاتا ہے اور سحر و اِفطار کے پروگرامز کا یہ حال ہوتا ہے کہ بجائے اِس کے کہ نگاہوں کی حفاظت کا ذہن بنے، رہتی کسر بھی نکل جاتی ہے۔ پھر روزے کے دوران فحش تصاویر سے بھرے اخبارات، سوشل میڈیا پر بے حیائی کا طوفان اور دیگر معاملات ایسے ہیں کہ روزے سے تربیت حاصل کرنے کی طرف توجہ ہی نہیں جاتی۔

بعض لوگ اِس وسوسہ میں بھی مبتلا ہوتے ہیں کہ مَیں بُری نگاہ سے نہیں دیکھ رہا... بزرگ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ مَیں شیطان سے محفوظ ہوں، تو اِس کا مطلب ہے کہ شیطان نے اُسے پوری طرح قابو کر لیا ہے۔

---

[1] **رُسوا:** ذلیل۔ **جَلوَت:** نمود و نمائش / دکھاوا۔ **ہَوَس:** چاہت / خواہش۔ **مُکَدّر:** میلا۔ یعنی اِس دَور کے لوگوں کو دکھاوے کی چاہت نے ذلیل کر دیا ہے، آنکھیں روشن ہیں، مگر مغربی تہذیب اختیار کرکے بد نگاہی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے دل کا شیشہ میلا ہو چکا ہے۔

[2] **پراگندہ:** منتشر / بکھرے ہوئے۔ **اَبتَر:** بُرے۔ یعنی جب دیکھنے کا ذوق اپنی حد میں نہ رہے، بد نگاہی ہونے لگے تو انسان کے خیالات و افکار بھی بگڑ جاتے ہیں

[3] **آغوشِ صَدَف:** سیپی کی گود۔ **نَیساں:** قدیم رومی تقویم کا ساتواں مہینہ، جس کے بارے میں سمجھا جاتا تھا کہ اُس مہینے کی بارش کے قطروں سے سیپیوں میں موتی پیدا ہوتے ہیں۔ **قَطرۂ نَیساں:** بہار کی بارش کا قطرہ۔ **گَوہَر:** موتی۔ یعنی اگر بہار کی بارش کا قطرہ سیپی کی گود میں چھپ کر نہیں رہتا تو وہ کبھی موتی نہیں بنتا، ایسے ہی جو انسان دکھاوے اور بد نگاہی کا عادی ہو اُس کا کردار پاکیزہ نہیں ہوتا۔

روزہ سے غم خواری کی تربیت

اللہ تعالیٰ اِس بات کو بہت پسند فرماتا ہے کہ دوسرے مسلمانوں سے ہمدردی و غم خواری کی جائے، اُن کے دُکھ کو اپنا دُکھ سمجھا جائے اور اپنی طاقت کے مطابق اُن کی پریشانی دُور یا کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ ربِّ کریم نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو یہ شان عطا فرمائی کہ آپ سب سے بڑھ کر غم خواری فرمانے والے ہیں، دَردمندوں کے دکھوں کا مداوا فرمانے والے ہیں اور جن ناداروں کا کوئی بوجھ نہ اُٹھائے آپ اُن کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے فرمایا:

غم زَدوں کو رَضا مُژدہ دیجیے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

اللہ تعالیٰ جسے نوازنا چاہتا ہے اُسے سرکارِ دوجہاں ﷺ کے نقشِ قدم پر غم خواری کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

غمخواری کی اہمیّت: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «مَنْ عَزّٰى حَزِيْنًا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ لِبَاسَ التَّقْوٰى، وَصَلّٰى عَلٰى رُوْحِهٖ فِي الْأَرْوَاحِ.» ”جو غم زدہ کی غم خواری کرے اللہ تعالیٰ اُسے تقویٰ کا لباس عطا فرمائے گا اور رُوحوں میں اُس کی رُوح پر رحمت فرمائے گا۔“ (کنز العمال: 42625، مکارم الاخلاق للطبرانی، حدیث: 101)

روزہ سے غم خواری کی تربیت: انسان کی فطرت ہے کہ جب وہ خود کسی پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے تب اُسے صحیح طور پر دوسروں کی پریشانی کا اِحساس ہوتا ہے... بیمار کی بیماری کا احساس کسی مریض کو ہی ہو سکتا ہے... ایسے ہی کسی تنگ دست کی مجبوری کا ادراک اُسے ہی ہوتا ہے جو خود کسی وقت میں اِس صورتِ حال سے دوچار رہا ہو۔ ہمارے حکمرانوں کو عوام کی مشکلات کا اِحساس اِسی لیے نہیں کہ وہ عوام کے ٹیکسوں پر عیاشیاں کرتے ہیں، اُنھیں معلوم ہی نہیں کہ شہری کن حالات سے گزر رہے ہیں۔

جب مسلمان روزہ رکھتا ہے اور بھوک پیاس برداشت کرتا ہے تو اِس میں یہ تربیت بھی ہوتی ہے کہ وہ بھوکوں کی مشکل کا احساس کرے اور اپنی طاقت کے مطابق اُن کی مدد کرے۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیثِ پاک کے مطابق سرورِ عالم ﷺ نے شعبان کے آخری دن رمضان المبارک کے حوالے سے خطبہ ارشاد فرمایا، اُس خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ رمضان «شَهْرُ الْمُوَاسَاةِ» یعنی دوسرے مسلمانوں سے غم خواری اور ہمدردی کا مہینہ ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ، حدیث: 1887)

غم خوارِئ اُمّ القاسم: اُمّ المؤمنین، اُمّ القاسم، سیدۂ قریش، حضرت خدیجۃ الکُبریٰ بنتِ خُوَیلد طاہرہ صدّیقہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصالِ مبارک اعلانِ نبوت کے دسویں سال 10 رمضان المبارک کو ہوا۔ آپ نے تقریباً 25 سال اپنے تَن مَن دَھن کے ساتھ سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت کی، جسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیشہ یاد فرماتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر بہت سے اوصافِ حسنہ کے ساتھ ساتھ غم خواری کا جذبہ بھی خوب عطا فرمایا تھا۔ اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا ذَكَرَ خَدِيجَةَ أَحْسَنَ عَلَيْهَا الثَّنَاءَ۔ رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب بھی اُمّ المؤمنین سیدتنا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کرتے تو اُن کی خوب تعریف فرماتے۔ ایک موقع پر مَیں (عائشہ) نے اِس بارے میں کچھ عرض کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مَا أَبْدَلَنِيَ اللهُ بِهَا خَيْرًا مِّنْهَا، صَدَّقَتْنِي إِذْ كَذَّبَنِي النَّاسُ، وَوَاسَتْنِي بِمَالِهَا إِذْ حَرَمَنِيَ النَّاسُ، وَرَزَقَنِيَ اللهُ مِنْهَا الْوَلَدَ إِذْ لَمْ يَرْزُقْنِي مِنْ غَيْرِهَا۔ یعنی ”(مَیں خدیجہ کی تعریف کیوں نہ کروں!) اللہ تعالیٰ نے مجھے خدیجہ سے بہتر کوئی بیوی نہیں دی، جب لوگوں نے میرا اِنکار کیا اُس وقت وہ مجھ پر ایمان لائیں،[2] جب لوگ مجھے کچھ پیش کرنے کے لیے تیار نہ تھے تب اُس نے اپنے مال (اور جان) کے ذریعے میری غم خواری کی (خوب خدمت بھی کی اور تمام مال بھی مجھ پر نچھاور کر دیا) اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد بھی اُسی سے عطا فرمائی[3]۔“ (المعجم الکبیر، ج:23، ص:13، حدیث:22۔ مسند احمد، حدیث:24864)

لمحۂ فکریہ: رمضان المبارک اور اُس کے روزے ہمیں سخاوت، غم خواری اور خیر خواہی سکھاتے ہیں، یہ اوصاف باری تعالیٰ کو اتنے محبوب ہیں کہ اُس کے محبوبِ مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سب سے بڑے غم خوار ہیں اور آپ کی تربیت سے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا انداز ایسا نرالا تھا کہ قرآنِ مجید نے فرمایا: ”وہ شدید حاجت کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔“ [الحشر 59:9] مگر افسوس کہ ہماری صورتِ حال ناقابلِ بیان ہے... مسلم حکمران اپنے مفادات کی خاطر دوسرے مسلم ممالک کے دشمنوں سے دوستیاں نبھا رہے ہیں... حکمرانوں کو اپنی رَعایا کی فکر نہیں اور عوام بھی دوسروں کی غم خواری سے لاپرواہ ہیں... ہم کمزوروں کا دست وبازو بننے کے بجائے اُن کی مجبوری سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں... ایسے بھی مفاد پرست لوگ موجود ہیں جو رمضان المبارک میں غم خواری کے بجائے ذخیرہ اندوزی[4] اور ناجائز منافع خوری کرنے لگ جاتے ہیں۔

---

[1] دورِ جاہلیت میں بھی آپ کو صدّیقہ اور طاہرہ کہا جاتا تھا۔

[2] خواتین میں سب سے پہلے آپ نے ہی اسلام قبول کیا۔

[3] شہزادۂ والاشان حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تمام اولاد کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی ہیں۔

[4] یاد رہے کہ اگر مارکیٹ میں غلہ وافر مقدار میں موجود ہو تو خرید کر سٹاک کرنا منع نہیں، لیکن اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ اناج معاشرے کی ضرورت سے کم ہو تو ایسے حالات میں کوئی شخص مارکیٹ سے اناج خرید کر ذخیرہ کرلے یا اُس کے گوداموں میں پہلے سے اناج موجود ہو اور وہ شدید طلب کے باوجود اُسے روکے رکھے اور مارکیٹ میں سپلائی نہ کرے؛ تاکہ طلب بڑھے اور لوگ مہنگے داموں خریدنے پر مجبور ہو جائیں، یہ احتکار اور ذخیرہ اندوزی ہے۔

حرفِ آخر

روزہ وہ عظیم الشان عبادت ہے جس کے بہت سے رُوحانی وجسمانی فوائد ہیں اور یہ کئی پہلوؤں سے روزہ دار کی تربیت کرتا ہے۔

روزہ کے ایک رُوحانی فائدہ کا ذکر کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔" [البقرۃ2:183] ہمیں چاہیے کہ روزہ سے تربیت حاصل کرتے ہوئے:

⇐ ہر عمل میں اِخلاص اختیار کریں... ہم جو کام بھی کریں وہ فقط اللہ تعالیٰ کی رِضا حاصل کرنے کے لیے ہو... رِیاکاری، دکھاوا اور لوگوں سے داد وصول کرنے کی خواہش وغیرہ نہ ہو۔ حدیثِ قدسی کے مطابق باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "روزہ میرے لیے ہے اور مَیں ہی اُس کا اجر عطا کروں گا،، روزہ دار میری خاطر اپنی خواہش اور اپنا کھانا، پینا چھوڑتا ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث:7492)

⇐ نگاہوں اور کردار کی حفاظت کریں... ہماری نظر ایسی جانب نہ اُٹھے جس سے ربّ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، نیز ہمارا کردار کسی بُرے فعل سے داغ دار نہ ہو۔ حدیثِ نبوی کے مطابق "روزہ خواہشاتِ نفس کا توڑ ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث:5066)

⇐ مسلمانوں سے ہمدردی اور غم خواری کا جذبہ پروان چڑھائیں... اُن کے دُکھ کو اپنا دُکھ سمجھیں حتّی الامکان اُن کی پریشانی دُور کرنے کی کوشش کریں۔ حدیثِ نبوی کے مطابق رمضان المبارک "شَهْرُ الْمُوَاسَاة" یعنی دوسرے مسلمانوں سے غم خواری اور ہمدردی کا مہینہ ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ، حدیث:1887)

⇐ خود کو صبر کا عادی بنائیں... یعنی مصیبت یا بیماری وغیرہ میں شریعت کے خلاف کوئی بات یا کام نہ کریں... اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور عبادت میں پیش آنے والی مشقتوں میں استقامت اختیار کریں... نیز اللہ کریم کی نافرمانی میں لذت یا ظاہری فائدہ محسوس ہونے کے باوجود خود کو نافرمانی سے روکیں۔ حدیثِ نبوی کے مطابق "رمضان المبارک صبر کا مہینہ ہے۔" (ایضاً)

⇐ زبان کو جھوٹ، غیبت اور چغلی وغیرہ گناہوں سے بچانے کا عادی بنائیں۔ حدیثِ مبارک کے مطابق "روزہ ڈھال ہے" (دُنیا میں گناہوں سے بچاتا ہے اور آخرت میں جہنم سے بچائے گا)۔[1]

افسوس کہ ہمارے ہاں اپریل فول کے عنوان سے مذاق میں جھوٹ بولنے کا نہایت بے ہودہ اور غیر اسلامی رواج بڑھ رہا ہے، رمضان المبارک کی برکت سے اِسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہیے۔

---

[1] عن أبي هريرة رضى الله عنه: أن رسول الله ﷺ قَالَ: اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ، وَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهٗ أَوْ شَاتَمَهٗ، فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ... (صحيح البخارى، رقم الحديث: 1894) قال القارى فى شرحه: «وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ» بِضَمِّ الْجِيْمِ أَيْ وِقَايَةٌ كَالْقَوْسِ... وَالْمُرَادُ أَنَّهٗ حِجَابٌ وَّحِصْنٌ لِلصَّائِمِ مِنَ الْمَعَاصِيْ فِي الدُّنْيَا وَمِنَ النَّارِ فِي الْعُقْبٰى۔ (مرقاة المفاتيح، تحت الحديث:1959)

۱۶ رمضان المبارک، ۱۴۴۴ھ / 7 اپریل، 2023ء

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر

(یومِ بدر، یومِ فتحِ مکہ اور یومِ شہادتِ مولیٰ المسلمین رضی اللہ عنہ کی مناسبت سے)

مشمولات

- ایمانی جذبات کی ضرورت و اہمیّت
- نُصرتِ الٰہی پانے کا ذریعہ... ایمانی جذبات کی ترقّی
- دُنیا سے بے رغبتی اور شوقِ شہادت
- ارشاداتِ خدا تعالیٰ و فرامینِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین
- خود سپردگی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ o

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ o وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا o فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا o

یہ بات سو فیصد سچی حقیقت ہے کہ انسانی زندگی کا حقیقی حُسن، کامیابی اور سُکون ایمانی جذبات ہی کے ساتھ ہے۔ ایمان جس قدر مضبوط ہو اور ایمانی جذبات جتنے بلند ہوں انسان کی نجی زندگی اور اہلِ معاشرہ کی اجتماعی زندگی اُتنی ہی حسین تَر اور کامیاب ترین ہوتی ہے، اِس کے بر عکس ایمان کمزور ہو اور ایمانی جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں تو نہ صرف انسان کی انفرادی اور نجی زندگی میں بے شمار پیچیدگیاں ہوتی ہیں، بلکہ پورا معاشرہ ہی تباہی کا شکار ہو جاتا ہے۔

ایمانی جذبات کا انسان کی نجی اور اجتماعی زندگی پر اثر جاننے کے لیے تقابلی جائزہ لیجیے:

⇐ جس کا ایمان مضبوط ہو اُس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی راضی ہو جائے اور اُس کے حبیب ﷺ خوش ہو جائیں۔ چنانچہ وہ ایسے کام کرتا ہے جن سے اللہ تعالٰی اور اُس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل ہو، یوں اُس کا کردار بھی حسین ہو جاتا ہے، اَخلاق بھی عمدہ ہو جاتے ہیں اور اُس کی زندگی علم و عمل کے نور سے مزیّن بھی ہو جاتی ہے.... جب کہ ایمان مضبوط نہ ہو تو انسان مفاد پرست اور دُنیا کا طلب گار بن جاتا ہے، جس کے نتیجے میں کردار بھی تباہ ہو جاتا ہے اور اخلاق بھی خراب ہو جاتے ہیں۔

⇐ ایمانی جذبات پختہ ہوں تو انسان بڑی بڑی مشکلات کو بھی خوش دلی سے برداشت کر کے مطمئن رہتا ہے اور اللہ تعالٰی کی رِضا کا طلب گار بن کر اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہتا ہے، پھر بدر کی مشکلات، اُحد کی سختیاں، خندق کی مشقتیں اور تبوک کی مسافتیں اُس کا راستہ نہیں روک سکتیں... جب کہ ایمان کمزور ہو تو انسان معمولی مشکل آنے پر بھی ہمت ہار بیٹھتا ہے اور دل برداشتہ ہو کر ایسے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے جو دنیا و آخرت میں نقصان دہ ہیں۔ عالمی رپورٹس کے مطابق پوری دنیا میں نفسیاتی بیماریوں میں بے پناہ اِضافہ ہو رہا ہے، جس کی اصل وجہ ایمانی جذبات کا فقدان یا اُن کی کمزوری ہے۔

⇐ اگر ایمان مضبوط ہو تو معاشرے کے افراد آپس میں بھائی بھائی بن جاتے ہیں، باہمی محبت ہوتی ہے، ہر ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتا ہے اور پوری اُمّت یک جان ہوتی ہے... جب کہ ایمان کی پختگی نہ ہو تو سگے بھائی بھی اپنے اپنے مفادات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، معمولی مفادات کے لیے لوگ ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں اور وہی حال ہوتا ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

⇐ ایمانی جذبات پختہ ہوں تو اللہ تعالٰی کی توفیق سے خود ایمان ہی معاشرے کے افراد کو ظلم، ناانصافی اور دوسروں کی حق تلفی سے روکتا ہے اور خوفِ خدا ہی جرائم کے خاتمہ کے لیے کافی ہو جاتا ہے... لیکن اگر ایمان کمزور ہو تو طاقت وَر فورسز اور مضبوط اِدارے بھی بے بس ہو جاتے ہیں۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اِس جدید ترقی یافتہ دور میں بھی انسانیت انصاف کو ترس رہی ہے۔

رمضان کریم ایمان کی ترقی اور دینی جذبات کو پختہ کرنے کا مہینہ ہے۔ ہجرتِ نبویہ کے دوسرے سال 17 رمضان المبارک کو اسلام اور کفر کی پہلی بڑی جنگ ہوئی، جسے غزوۂ بدر کہا جاتا ہے... ہجرت کے آٹھویں سال، ماہِ پُر نور کے دوسرے عشرہ میں[1] اللہ کریم کے فضل سے مکّہ مکرمہ فتح ہوا، جس کے بعد لوگ جوق دَر جوق اسلام قبول کرنے لگے... 21 رمضان المبارک، 40ھ کو مولیٰ المسلمین شیر خدا سیدنا علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجۡہَہُ الکَرِیۡم کی شہادت ہوئی... نیز اِس ماہِ مبارک میں دیگر متعدد اہم شخصیات کے ایّامِ وصال ہیں۔ اِن غزوات میں اور اِس ماہِ مبارک کے دوران وصال فرمانے والی شخصیات کی مبارک زندگیوں میں بے شمار ایسے حسین واقعات ہیں کہ جن سے قیامت تک کے مسلمانوں کو ایمان کی پختگی اور دین سے مضبوط تعلّق میں ترقّی نصیب ہوتی رہے گی۔

بلاشبہ آج اُمّتِ مسلمہ کے زوال کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم مسلمان تو ہیں، مگر ہمارے دلوں میں اپنے بزرگوں والے ایمانی جذبات موجود نہیں ہیں، اگر وہ جذبات نصیب ہو جائیں تو ربّ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو سربلند فرمائے گا۔[2]

اقبال علیہ الرحمہ نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی تھی:

عطا اَسلاف کا جذبِ دَرُوں کر
شریکِ زُمرۂ لَا یَحۡزَنُوۡن کر![3]

خرد کی گتھیاں سُلجھا چُکا مَیں
مِرے مَولا مجھے صاحبِ جُنوں کر![4]

چنانچہ آج کے خطبہ میں مولیٰ المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجۡہَہٗ سمیت شرکاءِ بدر اور اصحابِ فتحِ مکہ علیہم الرضوان کے چند ایمانی جذبات کا تذکرہ ہوگا۔

---

[1] یومِ فتح سے متعلق روایات مختلف ہیں، 20 رمضان المبارک کا یومِ فتحِ مکہ ہونا مشہور ہے۔

[2] غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کا بہت زیادہ مالی و جانی نقصان ہوا... سید الشہدا سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت کئی نامور مجاہدینِ اسلام شہادت سے سرفراز ہوئے اور بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک جسم زخموں سے چھلنی ہوگئے، خود سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ مبارک کو بھی شدید تکلیف پہنچی۔ ظاہر ہے ایسی صورتِ حال میں فطری طور پر انسان پریشان ہوتا ہے اور حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔ باری تعالیٰ نے آیتِ کریمہ نازل فرمائی: وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۔ یعنی "ہمت نہ ہارو اور سستی نہ کرو، غم اور پریشانی ختم کردو، اگر تم سچے مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔"[اٰلِ عمران 3:139]

[3] جَذۡبِ دَرُوں: اندر کا جوش / ایمانی جذبہ۔ زُمرہ: جماعت۔ یعنی اے اللہ! میرے دل کو بھی بزرگوں والے ایمانی جذبات عطا فرما اور مجھے بھی اُن لوگوں میں شامل فرما جن سے تو نے قرآنِ مجید میں وعدہ فرمایا ہے کہ "نہ اُنھیں کوئی خوف ہے نہ کوئی غم"۔

[4] خِرَد: عقل و دانش۔ گُتھیاں: مشکلات / اُلجھنیں۔ یعنی اے اللہ! مَیں عقل کی تمام اُلجھنیں حل کر چکا ہوں (مگر عقل کے پاس میری مشکلات کا حل نہیں ہے)، اب مجھے بزرگوں والے ایمانی جذبات سے سرشار کر کے مصطفٰی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ بنادے (اِسی دیوانگی میں میری مشکلات کا حل ہے)۔

دُنیا سے بے رغبتی اور شوقِ شہادت

ربّ تعالیٰ یہ پسند فرماتا ہے کہ اُس کا بندہ دُنیا میں رہتے ہوئے دُنیا سے دل نہ لگائے... دُنیا صرف ضرورت پوری کرنے کی حد تک ہو، دل اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت سے معمور رہے؛ کیونکہ دُنیا کی محبت ایسی بیماری ہے کہ جو شخص اِس میں مبتلا ہو جائے وہ نہ صرف اپنا سُکون گنوا بیٹھتا ہے، بلکہ بے شمار گناہوں کا ارتکاب بھی کرنے لگتا ہے... اِس کے برعکس دنیا سے بے رغبتی ایسی نعمت ہے کہ جس خوش نصیب کا دل دُنیا کی محبت سے پاک ہو جائے وہ نہایت پُر سکون بھی ہو تا ہے، موت سے بے خوف ہو کر جذبۂ شہادت سے سرشار بھی ہو تا ہے اور اُس کے حُسنِ کردار کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُسے اپنا محبوب بھی بنالیتا ہے۔

محبوب بننے کا طریقہ: سیدنا سَہل بن سعد ساعِدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: مجھے ایسا عمل بتائیے جس کے ذریعے مَیں اللہ تعالیٰ کا محبوب بھی بن جاؤں اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ خاتم النبیین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيمَا فِيْ أَيْدِي النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ»۔ ”دُنیا سے بے رغبت ہو جاؤ (دُنیا سے دل لگانے کے بجائے آخرت سنوارنے کی کوشش کرو) تو اللہ تعالیٰ تجھے اپنا محبوب بنالے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اُس کا لالچ نہ کرو تو لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔“ (سنن ابن ماجہ، حدیث:4102)

صحابہ کا جذبہ: صحابۂ کرام علیہم الرضوان ہر لحہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم پر فوراً عمل کے لیے تیار رہتے، اُن کے دل شوقِ شہادت سے معمور تھے، وہ کسی بھی دُنیاوی طاقت سے ہرگز نہیں ڈرتے تھے اور اُنھیں دُنیاوی مفادات و ذاتی تعلقات کی قطعًا پرواہ نہیں تھی... اِن تمام لائقِ تقلید خوبیوں میں اِس بات کو بنیادی حیثیت حاصل تھی کہ اُن کے دل دُنیا کی محبت سے پاک تھے اور محبتِ خُدا تعالیٰ و عشقِ مصطفیٰ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے معمور تھے۔

شہادت کی جلدی: پروردۂ آغوشِ نبوّت سیدنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب بدر میں مسلمان اور کفار جمع ہو گئے تو رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «قُوْمُوْا إِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ»... یعنی ”جلدی سے اُس جنت کی طرف بڑھو، جس کی وُسعت میں تمام آسمان اور زمین سما جائیں (جہاد کے لیے بڑھو، جس کی برکت سے بے پناہ وُسعت والی جنت نصیب ہو گی)۔“ یہ سن کر انصاری صحابی سیدنا عُمَیر بن حُمام رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے عرض کی: يَا رَسُوْلَ اللهِ! جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ۔ یارسول اللہ! صلّی اللہ علیک وسلّم! جنت کی وُسعت میں سب آسمان اور زمین آسکتے ہیں؟ سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جی ہاں۔“ وہ کہنے لگے: بَخٍ بَخٍ۔[1] واہ واہ! / بہت خوب، بہت خوب! آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (اُن کے ایمانی جذبات ظاہر کرنے کے لیے) پوچھا: «مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى قَوْلِكَ: بَخٍ بَخٍ؟»

---

[1] قَوْلُهُ: (بَخٍ بَخٍ) فِيْهِ لُغَتَانِ: إِسْكَانُ الْخَاءِ وَكَسْرُهَا مُنَوَّنًا۔ (شرح النووی علی صحیح المسلم)

یعنی ”تم نے یہ الفاظ کس لیے کہے ہیں؟“ اُنھوں نے عرض کی: لَا وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! إِلَّا رَجَاءَۃَ أَنْ أَکُوْنَ مِنْ أَھْلِھَا ۔ قسم بخدا! یارسول اللہ! اور کوئی بات نہیں، فقط اِس اُمّید پر کہے ہیں کہ مَیں بھی اہلِ جنت سے ہو جاؤں۔ نبیِ غیب دان صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «فَإِنَّکَ مِنْ أَھْلِھَا ۔» ”یقیناً تم جنتیوں میں سے ہو۔“ سیدنا انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: سیدنا عُمَیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے یہ سن کر اپنی تَرکش[1] سے چند چھوہارے نکالے اور (جہاد کے لیے قوّت حاصل کرنے کی خاطر) اُنھیں کھانے لگے، پھر (شوقِ شہادت میں) کہا: لَئِنْ[2] أَنَا حَیِیْتُ حَتّٰی آکُلَ تَمَرَاتِيْ ھٰذِہٖ إِنَّھَا لَحَیَاۃٌ طَوِیْلَۃٌ ۔[3] اللہ کی قسم! اگر مَیں یہ چھوہارے کھانے تک زندہ رہوں تو یہ بہت لمبی زندگی ہے (اگر یہ چھوہارے کھاتا رہوں تو نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم پر عمل کرنے میں اور شہادت پانے میں کافی دیر ہو جائے گی، یہ بھی نہیں ہونی چاہیے)۔ یہ کہہ کر اُنھوں نے وہ چھوہارے پھینک دیے اور کفار سے لڑنے لگے، حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں (بدر کے پہلے) شہید کا درجہ عطا فرما دیا۔ (صحیح مسلم: 1901)

شہادت کے لیے قرعہ اندازی: چشمِ فلک نے یہ مناظر تو بے شمار مرتبہ دیکھے ہوں گے کہ لوگ مال و دولت یا دیگر دُنیاوی مفادات حاصل کرنے کے لیے قرعہ اندازی کریں، مگر شاید غزوۂ بدر سے پہلے جان دینے اور شہادت پانے کے لیے قرعہ اندازی ہونے کا منظر نہیں دیکھا ہو گا۔

حضرت سُلیمان بن اَبان علیہ الرحمہ کہتے ہیں: سیدنا خَیْثَمہ بن حارث اور اُن کے بیٹے سیدنا سعد بن خیثمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا... دونوں کی چاہت تھی کہ غزوۂ بدر میں شریک ہوں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں اِس معاملے کا ذکر ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ دونوں میں سے کوئی ایک شریک ہوں (دوسرے گھر والوں کے پاس رہیں)۔ سیدنا خَیْثَمہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ مَیں والد ہوں، مجھے ترجیح دو اور آپ گھر میں رہو۔ وہ کہنے لگے: لَوْ کَانَ غَیْرُ الْجَنَّۃِ لَآثَرْتُکَ بِہٖ، إِنِّيْ لَأَرْجُو الشَّھَادَۃَ فِيْ وَجْھِيْ ھٰذَا ۔ ابا جان! اگر جنت کے علاوہ کوئی معاملہ ہوتا تو مَیں آپ کو ہی ترجیح دیتا، میرے دل میں شہادت کی آرزو مچل رہی ہے، مجھے ہی جانے دیجیے! بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ قُرعہ اندازی کی جائے، جس کے نام قُرعہ نکلے وہ بدر میں جائے اور شہادت پائے۔ قُرعہ سیدنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے نام نکلا، چنانچہ وہ بدر میں شریک ہوئے اور جامِ شہادت نوش کیا۔[4]

(المستدرک علی الصحیحین، حدیث: 4866۔ معرفۃ الصحابہ لابی نُعیم، ج: 3، ص: 1252، دار الوطن۔ الطبقات الکبریٰ، ج: 3، ص: 482، دار صادر)

---

[1] تَرکش: وہ لمبا بیگ جس میں تیر رکھ کر اُسے کمر پر لٹکایا جاتا ہے۔

[2] وَاللَّامُ مُوَطِّئَۃٌ لِلْقَسَمِ وَإِنْ شَرْطِیَّۃٌ ۔ (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث: 3810)

[3] وَإِنَّمَا قَالَ ذٰلِکَ اسْتِبْطَاءً لِلِانْتِدَابِ بِمَا نُدِبَ بِہٖ مِنْ قَوْلِہٖ - صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ -: قُوْمُوْا إِلٰی جَنَّۃٍ ۔ (أیضًا)

[4] والد گرامی سیدنا خَیْثَمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبۂ شہادت بھی ٹھنڈا نہیں ہوا، نہ جانے اُنھوں نے کس بے چینی میں ایک سال گزارا، اگلے سال غزوۂ اُحد ہوا، اُنھوں نے اُس میں شریک ہو کر شہادت پائی۔ (معرفۃ الصحابہ لابی نُعیم، ج: 3، ص: 1252، دار الوطن)

لمحۂ فکریہ: اگر ہم اپنی صورتِ حال کا جائزہ لیں تو افسوس ہو گا کہ انفرادی اور اجتماعی طور پر ہم دُنیا کی محبت میں مبتلا ہو چکے ہیں اور موت سے ڈرتے ہیں... مال و دولت جمع کرنے کے لیے حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتے... دُنیا کے کاموں میں اتنے مصروف ہو چکے ہیں کہ نماز اور حج وغیرہ فرائض کے لیے بھی وقت نکالنا مشکل ہوتا ہے... زندگی بھر نیکی کے کاموں کو آنے والے کل پر مؤخر کرتے رہتے ہیں، بلکہ بہت سے لوگوں کا تو یہ خیال ہوتا ہے کہ ابھی تو جوانی ہے، موج مستی کی عمر ہے، بوڑھے ہو کر نیکیاں کر لیں گے... یہ دُنیاوی مفادات کی محبت اور موت کے خوف کا ہی نتیجہ ہے کہ پچاس سے زائد اسلامی ممالک ہونے کے باوجود نہ تو اسلامی شعائر کی ناموس کا تحفّظ ہے اور نہ ہی مسلمان محفوظ ہیں۔

ابھی گزشتہ منگل اور بدھ کی درمیانی رات میں اسرائیلی فورسز نے مسجدِ اقصیٰ میں گھس کر نمازیوں پر دھاوا بول دیا، جس میں متعدد افراد زخمی ہوئے اور تقریباً 350 افراد کو گرفتار کر لیا گیا... اِس وقت تقریباً سبھی مسلم حکمران اپنے اپنے مفادات کے پیچھے پڑے ہیں اور اُنھیں اسلام کی سربلندی کی فکر ہی نہیں۔

ہم جیسوں کی بات کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے فرمایا: بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ؗ وَالۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّاَبۡقٰی ؕ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰی ۙ صُحُفِ اِبۡرٰهِیۡمَ وَمُوۡسٰی ؏ ”بلکہ تم دُنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت ہی بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، بے شک یہ بات ضرور پہلے صحیفوں میں (بھی مذکور) ہے، ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔“ [الاعلیٰ 87:16 تا 19]

ارشاداتِ خدا تعالیٰ و فرامینِ مصطفیٰ کریم ﷺ پر یقین

یقین اُس علم کو کہتے ہیں جس میں کسی طرح کا شک نہ ہو... یعنی کسی بات کو اِس طرح پختہ طریقے سے جاننا کہ اُس کے خلاف کوئی بات ذہن میں بیٹھے ہی نہیں۔

مسلمان وہ ہے جو اللہ عزّ و جلّ اور اُس کے رسولِ مکرم ﷺ کی تعلیم فرمائی ہوئی تمام باتوں کو دل کی گہرائی سے سچا سمجھے، اُن کی تصدیق کرے اور اُن پر پختہ یقین رکھے۔ مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور رحمتِ عالم ﷺ کے فرامین پر ایسا یقین ہونا چاہیے کہ وہ کہے: جو کچھ مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اُس میں شُبہ ہو سکتا ہے، مگر اللہ، رسول کے ارشادات میں شبہ نہیں ہو سکتا۔

علما فرماتے ہیں کہ جس طرح رُوح کے بغیر جسم مُردہ ہوتا ہے اِسی طرح یقین کے بغیر ایمان بے جان ہوتا ہے اور اُس کی چاشنی نصیب نہیں ہو پاتی۔ یقین کی اہمیت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قدرت کی نشانیاں ہر ایک کے سامنے واضح ہیں، مگر ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَفِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ۙ ”اور یقین رکھنے والوں کے لیے زمین میں نشانیاں ہیں۔“ [الذاریات:20] یعنی نشانیوں سے فائدہ وہی اُٹھاتے ہیں جنھیں یقین کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

حیدرِ کرّار کا فرمانِ رسول پر یقین: 6ھ میں جب نبیِ مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تقریباً چودہ سو صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے ہمراہ عمرہ کے لیے مکہ مکرّمہ تشریف لائے اور کفار نے راستہ روکا تو مذاکرات کے بعد ایک معاہدہ طے پا گیا، جسے صُلْحِ حُدَیْبِیَہ کہا جاتا ہے۔ اِس معاہدہ کی شرائط میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قبائلِ عرب میں سے ہر قبیلہ کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو قریش کا ساتھی بن جائے اور چاہے تو رسولِ مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ معاہدہ کرلے۔ اس شرط کے مطابق "بنو بکر" قریش کے حلیف ہوئے اور "بنو خُزاعہ" مسلمانوں کے حلیف قرار پائے۔

ایک عرصہ سے بنو بکر اور بنو خُزاعہ کے درمیان سخت دشمنی تھی... صلحِ حُدَیبِیَہ کے بعد بنو بکر نے بنو خزاعہ سے انتقام لینے کے لیے قریش سے مل کر حملہ کردیا، اِس حملہ میں قریش نے بنو بکر سے بھرپور تعاون کیا اور حُدَیبِیہ میں ہونے والا معاہدہ توڑ دیا۔

معاہدہ ختم ہونے کے بعد نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فتحِ مکہ کے لیے فوجی تیاری کا حکم دیا اور اِسے مکمل طور پر خفیہ رکھا؛ تاکہ اہلِ مکہ کو خبر نہ ہو اور جب مسلمان فوجیں وہاں پہنچیں تو جنگ کی نوبت ہی نہ آئے۔

اِس دوران ایک صاحب نے اہلِ مکہ کے نام خط لکھ کر ایک خاتون کو دیا اور اُسے مکہ مکرّمہ کی طرف بھیجا (بعد میں اِنھوں نے توبہ کرلی تھی اور نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِن کے بارے میں نازیبا کلمات کہنے سے منع فرمادیا)، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اِس صورتِ حال کی خبر عطا کردی۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سیدنا علی مرتضٰی سمیت تین صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو روانہ فرمایا اور حکم دیا "تمھیں فلاں مقام پر ایک مشرکہ خاتون ملے گی، اُس کے پاس فلاں شخص کا مشرکین کے نام لکھا ہوا خط ہوگا، وہ خط لے آؤ۔" سیدنا علی اور دیگر دونوں حضرات تیزی سے سفر کرتے ہوئے وہاں پہنچے، وہاں وہ خاتون مل گئی، اُس سے پوچھا: خط کہاں ہے؟ کہنے لگی: میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ اُس کے سامان کو چیک کیا گیا تو خط نہیں ملا، سیدنا علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہٗ نے تاریخی جملہ فرمایا: لَقَدْ عَلِمْتُ مَا كَذَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَالَّذِيْ يُحْلَفُ بِهٖ! لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَأُجَرِّدَنَّكِ۔ "اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ضرور سچ فرمایا ہے، تم خط ہمارے حوالے کرو، ورنہ قسم بخدا! مَیں تمھاری جامہ تلاشی لوں گا۔" یہ دھمکی سُن کر اُس نے اپنے بالوں سے خط نکال کردے دیا۔ (صحیح بخاری، حدیث: 6259) چنانچہ سیدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے وہ خط لیا اور زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے مدینہ منوّرہ واپس لوٹے:

تیرے منہ سے جو نکلی وہ بات ہوکے رہی

لمحۂ فکریہ: مولَی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہٗ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہمیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشادات پر پختہ یقین کی شدید ضرورت ہے۔ یقین پختہ ہوگیا تو شریعت پر عمل کی راہ میں حائل رکاوٹیں خود بخود ختم ہوجائیں گی... مسلم حکمرانوں کو یقین ہو کہ عزت کا مالک ربّ تعالیٰ ہے تو اسلام کی خاطر کفّار کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوں... یقین مضبوط ہو کہ اللہ تعالیٰ نے سُود خور کے ساتھ اعلانِ جنگ فرمایا ہے تو سود کا تصور ہی ختم ہوجائے... جھوٹ بولنے والا یقین کرلے کہ

رسول اللہ ﷺ نے سچ کو نجات کا ذریعہ بتایا ہے تو اُس کے لیے جھوٹ چھوڑنا بہت آسان ہو جائے... تاجر کو یقین ہو کہ دھوکا دینے سے برکت ختم ہو جاتی ہے تو وہ تھوڑے پر اکتفا کرلے مگر دھوکا نہ دے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِيْ إِلَّا ضُعْفَ[1] الْيَقِيْنِ یعنی "مجھے اپنی اُمّت کے بارے میں یہی ڈر ہے کہ اِن کا یقین کمزور ہو جائے گا۔" (المعجم الاوسط، حدیث: 8869) اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

سُن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار!　　غلامی سے بتّر[2] ہے بے یقینی

خود سپردگی

ایمان کی تکمیل اور اسلام کا حُسن یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان اپنی گردن اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مکرم ﷺ کے حکم کے سامنے یوں جھکا دے کہ گویا اب اُس کی کوئی چاہت نہیں، اُسے کوئی اختیار نہیں، بلکہ اُس کا کچھ بھی نہیں... اب اُس کی چاہت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب ﷺ کی چاہت ہے اور اُس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ، رسول کا ہے۔ اِسی جذبہ کو "اِطاعت"، "تسلیم" اور "خود سپُردگی" بھی کہا جاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ "اور کسی بھی مسلمان مرد اور عورت کے لیے یہ نہیں کہ جب اللہ اور اُس کا رسول کسی بات کا فیصلہ فرمادیں تو اُنھیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار باقی ہو، اور جو اللہ اور اُس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک وہ صریح گمراہی میں بھٹک گیا۔" [الاحزاب 36:33]

صحابۂ کرام کی خود سپردگی: خود سپُردگی اور اِطاعت کا جذبہ پورے جوبن کے ساتھ صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں پایا جاتا تھا، اُن کے قدموں کی خیرات سے بعد والوں میں بھی اِس جذبہ کی جھلک باقی رہی، مگر وہ اپنی مثال آپ تھے۔

حُدَیبیہ والا معاہدہ (صلحِ حدیبیہ کو) توڑنے کے بعد جب قُریشِ مکہ کو اپنی غلطی کا اِحساس ہوا تو اُنھوں نے معذرت کرنے اور معاہدہ کو بحال کرنے کے لیے ابوسُفیان (جو بعد میں مسلمان ہو گئے اور بارگاہِ رسالت میں بہت قُرب پایا) کو مدینہ منوّرہ کی طرف بھیجا۔ اُس نے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر معاہدہ بحال کرنے کی درخواست کی، مگر سرکارِ دوعالَم ﷺ نے اُسے قبول نہ فرمایا۔

اب وہ سفارش کروانے کے لیے مختلف اکابر صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے پاس گیا، سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق کے پاس،

---

[1] بضم الضاد في لغة قريش وفتحها في لغة تميم۔ (السراج المنير شرح الجامع الصغير، ج:2، ص:143)

[2] بدتر

پھر سیدنا عمر فاروقِ اعظم کے پاس، پھر سیدنا عثمانِ غنی کے پاس، پھر سیدنا علی مرتضٰی اور حضرتِ خاتونِ جنت سمیت متعدد دیگر بزرگ شخصیات کے پاس گیا...سب سے ایک ہی گزارش کی کہ سرکار کے پاس جاکر میری سفارش کر دیں یا خود اِعلان کر دیں کہ مَیں نے امان دے دی ہے...مگر اِس بات سے عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ہر ایک نے جواب میں اِسی طرح کے کلمات کہے: جِوَارِيْ فِيْ جِوَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...عَقْدُنَا فِيْ عَقْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ "ہماری پناہ رسول اللہ ﷺ کی پناہ کے تابع ہے...ہمارا معاہدہ رسول اللہ ﷺ کے معاہدہ کے تابع ہے (اسلام قبول کرنے کے بعد اب ہماری مجال نہیں کہ رحمتِ عالم ﷺ کی مرضی کے خلاف ایک حرف بھی کہیں، اب جو بھی فیصلہ کرنا ہے آقا کریم ﷺ ہی کریں گے)۔

(دلائل النبوۃ، بیہقی، ج:5، ص:10، دار الکتب العلمیۃ۔ البدایۃ والنہایۃ، ج:6، ص:517، دار ہجر۔ المغازی للواقدی، ج:2، ص:793، دار الاعلمی)

لمحۂ فکریہ: غلامی، اِطاعت اور خود سپردگی کا یہ جذبہ ہمارے دَور میں بہت کم ہو چکا ہے...اپنی خواہش کو شریعت کے حکم پر قربان کرنا، اپنے مفادات پر دینی مفاد کو ترجیح دینا، دین کی خاطر مشکلات برداشت کرنا اور اسلام کی خاطر جینے، مرنے کا جذبہ رکھنا...یہ سب پرانے دَور کی باتیں لگتی ہیں، حالانکہ یہی ایمان کی مٹھاس اور اسلام کا حُسن ہیں۔

حرفِ آخر

اِس بات میں معمولی شک کی بھی گنجائش نہیں کہ مسلمان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے فتح اور غلبہ پاتے ہیں۔ یہ حقیقت بیان کرتے ہوئے قرآنِ مجید نے فرمایا: اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ "(اے مسلمانو!) اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں بے سہارا چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اُس کے بعد تمہاری مدد کرے گا؟ اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکُّل کرنا چاہیے۔" [آل عمران 160:3]

صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے بے سروسامانی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مدد سے چہار دانگِ عالَم میں اسلام کا جھنڈا لہرایا اور اُس وقت کی سپر پاورز کا غرور خاک میں ملا دیا۔ ہجرت کے دوسرے سال، 17 رمضان المبارک کو ہونے والا عظیم الشان غزوۂ بدر ہو یا ہجرت کے آٹھویں سال دوسرے عشرۂ رمضان المبارک کو ہونے والا غزوۂ فتحِ مکہ، یا دیگر غزوات...ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی مدد نے کفار کی طاقت وَر فوجوں کو نہتے مسلم سپاہیوں کے قدموں میں گرایا۔ بالخصوص غزوۂ بدر اور فتحِ مکہ میں مدد فرمانے سے متعلق ربّ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں۔

غزوۂ بدر سے متعلق ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ o اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ o بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ

فَوۡرِهِمۡ هٰذَا يُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ بِخَمۡسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ مُسَوِّمِيۡنَ o وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشۡرٰى لَـكُمۡ وَلِتَطۡمَئِنَّ قُلُوۡبُكُمۡ بِهٖ‌ ؕ وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ o "اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سر وسامان تھے، تو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ یاد کرو (اے حبیب!) جب آپ مسلمانوں سے فرما رہے تھے: کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اُتار کر تمہاری مدد کرے o ہاں کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر اِسی وقت تمہارے اُوپر حملہ آور ہو جائیں تو تمہارا رب پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا o اور اللہ نے اس اِمداد کو صرف تمہاری خوشی کے لیے کیا اور اِس لیے کہ اِس سے تمہارے دلوں کو اطمینان ملے اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو غالب، حکمت والا ہے o"[آلِ عمران 3:123-126]

اور فتحِ مکہ سے متعلق فرمایا: اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ o وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا o فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا o "(اے محبوب!) جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے ربّ کی حمد کرتے ہوئے اُس کی تسبیح کریں اور (تعلیمِ اُمّت کے لیے) اُس سے مغفرت طلب کریں، بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔"[النصر 110]

فتحِ مکہ کے بعد سیدِ عالَم ﷺ کی زبانِ اقدس پر یہ حسین کلمات جاری تھے: «اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ صَدَقَ وَعۡدَهٗ، وَنَصَرَ عَبۡدَهٗ، وَهَزَمَ الۡأَحۡزَابَ وَحۡدَهٗ....» "سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اپنے بندے (رسول) کی مدد فرمائی اور تنہا اُسی نے تمام دشمن لشکروں کو شکست دی۔"(سنن ابن ماجہ، حدیث: 2628)

اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے ایمانی جذبات کو پروان چڑھائیں... مولَی المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجہَہٗ سمیت شرکاءِ بدر اور اصحابِ فتحِ مکہ علیہم الرضوان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دل کو دُنیا کی محبت سے پاک کریں اور محبتِ خدا و عشقِ مصطفیٰ سے اپنے دلوں کو آباد کریں... ارشاداتِ خدا اور فرامینِ مصطفیٰ کریم ﷺ پر یقین کو پختہ کریں... اور سچی غلامی کا ثبوت دیتے ہوئے جانِ عالَم ﷺ کے حکمِ عالی پر سب کچھ قُربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہیں۔

اِنہی جذبات سے متعلق اقبال علیہ الرحمہ نے بارگاہِ الٰہی میں اِلتجا کی تھی:

عطا اَسلاف کا جذبِ دَرُوں کر
شریکِ زُمرۂ لَا یَحۡزَنُوۡن کر!

خرد کی گتھیاں سُلجھا چُکا مَیں
مِرے مَولا مجھے صاحبِ جُنوں کر!

۲۳ رمضان المبارک، ۱۴۴۴ھ / 14 اپریل، 2023ء

فرشتوں کی دُعائیں پانے والے

مشمولات

- تمام مخلوق، ربّ تعالیٰ کی سوالی
- ایمان والوں کے لیے فرشتوں کی دُعائیں
- نماز باجماعت کے بعد اپنی جگہ بیٹھنے والے اور پہلی صف والے
- پس پُشت دُعا کرنے والے
- حلال مال سے رِضائے الٰہی کے کاموں میں خرچ کرنے والے
- دُرود و سلام عرض کرنے والے اور علمِ دین سکھانے والے
- ختمِ قرآن کرنے والے، طہارت پر سونے والے اور مسلمان سے ملاقات کرنے والے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ o رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o [المؤمن 40:7-9]

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ ہر مخلوق اُس کی سوالی ہے... آسمانوں میں رہنے والے فرشتے ہوں یا زمین پر بسنے والے جنّات و انسان، خُردبین (Microscope) سے نظر آنے والے چھوٹے چھوٹے جراثیم اور چیونٹیاں ہوں یا کوئی دیو قامت مخلوق، ہم جیسے گناہ گار ہوں یا انبیائے کرام علیہم السلام... نوری مخلوق ہو یا ناری یا آبی و خاکی... کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بے نیاز نہیں، سب اُس کے فضل و کرم کے محتاج ہیں اور اُس سے مانگتے ہیں... کوئی منہ کی زبان سے مانگتا ہے اور کسی کی حالت سوال کا دامن پھیلائے ہوئے ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ "آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اُسی کے منگتا ہیں۔" [الرحمٰن 55:29]

یہ اُس کی شانِ کرم ہے کہ پوری مخلوق اُس سے مانگتی ہے، مگر وہ مانگنے والوں سے ناراض نہیں ہوتا... بلکہ جو اُس سے بھلائی مانگے وہ اُسے عطا بھی فرماتا ہے اور اُس سے خوش بھی ہوتا ہے... کرم بالائے کرم یہ کہ اُس سے جتنا زیادہ مانگیں وہ اُتنا ہی زیادہ خوش ہوتا ہے اور نوازتا ہے... تاہم جو اُس سے نہ مانگے یا بُری بات کا سوال کرے وہ اُس سے ناراض ہوتا ہے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے مُقرّب و مُعزز بندے ہیں اور گناہوں سے معصوم ہیں... وہ وہی کرتے ہیں جس کا اُنھیں حکم دیا جاتا ہے، ربّ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ تو کچھ کہتے ہیں نہ کچھ کرتے ہیں۔ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے اور اُس کی حمد و ثنا کرنے میں مصروف رہتے ہیں، اِس کے علاوہ بھی اُنھیں مختلف ذمہ داریاں عطا کی جاتی ہیں۔

فرشتوں کے ذمے جو خدمات ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ سیدِ عالَم ﷺ کے مختلف اُمّتیوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کرتے ہیں۔ ارشادِ ربّانی ہے: اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ o رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o "(ربّ تعالیٰ کا) عرش اُٹھانے والے اور اُس کے اِرد گرد موجود فرشتے (جنھیں اللہ تعالیٰ کا خاص قُرب نصیب ہے وہ) اپنے رب کی حمد و ثنا کے ساتھ اُس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور

اُس پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی مغفرت و بخشش کی دُعا کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر شے سے وسیع ہے، تُو اُنھیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے کی پیروی کریں اور اُنھیں دوزخ کے عذاب سے بچالے o اے ہمارے رب! اور تُو اُنھیں ہمیشہ رہنے کے باغات میں داخل فرما جن کا تونے اُن سے وعدہ فرمایا ہے اور اُن کے باپ دادا، اُن کی بیویوں اور اُن کی اولاد میں سے جو نیک ہوں اُن کو بھی (دائمی جنتوں میں داخل فرما)، بے شک تو ہی عزت والا حکمت والا ہے o اور اُنھیں گناہوں کی شامت سے بچالے اور جسے تونے اُس دن گناہوں کی شامت سے بچالیا تو بے شک تُونے اُس پر رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے o"[المؤمن 40:7-9]

خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ کی اِس بے پایاں رحمت پر شکر واحسان مندی کی یہ کیفیت بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ کہاں ہم جیسے گناہ گار اور کہاں نہایت عزت و قُرب والے فرشتے! وہ ہمارے لیے دُعا کرتے ہیں! اِسی کیفیت سے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

عطائے ارب، جلائے کرب، فیوض عجب، بغیر طلب
یہ رحمتِ رب ہے کس کے سبب بربِّ جہاں تمہارے لیے [1]

نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف نیک اعمال سے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ وہ کام کرنے والوں کے لیے فرشتے دُعائے خیر کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے حق میں اُن کی یہ دُعائیں قبول ہوتی ہیں یا نہیں؟ اِس کا جواب بالکل واضح ہے، وہ ربّ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کرتے، اُن کی دُعا بھی ربّ تعالیٰ کے حکم سے ہی ہوتی ہے، اگر ربِّ کریم نے دُعا قبول نہ فرمانی ہوتی تو اُنھیں دُعا کا حکم ہی نہ فرماتا۔

رمضان المبارک میں ربّ تعالیٰ کی رحمت جوبن پر ہوتی ہے، وہ جہاں اپنے بندوں کو دیگر رحمتوں سے نوازتا ہے وہاں فرشتوں کی دُعاؤں میں بھی اِضافہ ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابوسعید سعد خُدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سحری بابرکت کھانا ہے، اِسے نہ چھوڑو اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لو۔" مزید فرمایا: فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِينَ۔ "سحری کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے اُن کے لیے دُعاء واستغفار کرتے ہیں۔"(مسند احمد، حدیث:11086)

سیدتنا اُمّ عُمارہ نُسَیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اَلصَّائِمُ إِذَا أَكَلَ عِنْدَهُ الْمَفَاطِيْرُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ»۔ "جب روزہ دار کے پاس بے روزہ لوگ کھاتے (پیتے) ہیں (تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنے کی وجہ سے) فرشتے اُس کے لیے دُعاء واستغفار کرتے ہیں۔"(جامع ترمذی، حدیث:784)

رمضان کریم میں ربّ تعالیٰ سے خوب خوب دُعائیں بھی کرنی چاہییں اور فرشتوں کی دُعاؤں والے اعمال بھی بجالانے چاہییں۔

---

[1] اَرب: 100 کروڑ۔ جِلائے کَرَب: غموں سے رہائی۔ یعنی اُمّتِ محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہیں، غم دُور کیے جاتے ہیں، بغیر مانگے عجیب وغریب فیض نصیب ہوتے ہیں، ربّ تعالیٰ کی یہ رحمت کس وجہ سے ہے؟ قسم بخدا، یارسول اللہ! صرف آپ کی وجہ سے ہے۔

نماز باجماعت کے بعد اپنی جگہ بیٹھنے والے اور پہلی صف والے

نمازِ پنجگانہ کی ادائیگی فرض ہے اور کوئی شرعی عذر نہ ہو تو بالغ مُقیم مسلمان پر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا واجب ہے۔ پھر نماز باجماعت کے بارے میں حکم دیا گیا کہ صفیں مکمل طور پر سیدھی ہوں اور نمازیوں کے درمیان خلا نہ ہو، نیز نمازیوں کو چاہیے کہ جماعت شروع ہونے سے کچھ دیر پہلے تیار ہو کر پہلی صف میں شامل ہونے کی سعادت پائیں، حتّٰی الامکان دائیں طرف کو ترجیح دیں اور جوں ہی امام اللہ اکبر کہے فوراً جماعت میں شامل ہو جائیں۔ اِن باتوں کا شوق دلانے کے لیے سیدِ عالَم ﷺ نے یہ بھی ذکر فرمایا کہ ایسا کرنے والوں کے لیے فرشتے دعائیں کرتے ہیں۔

جماعت کی فضیلت: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آقا کریم ﷺ سے جماعت کی فضیلت سے متعلق یہ حسین جملے روایت کیے:

- صَلَاةُ الْجَمِيعِ تَزِيْدُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَصَلَاتِهٖ فِيْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔ یعنی ”باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب گھر یا بازار (یا مسجد) میں اکیلے نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ (کئی درجے بڑھ کر) ہے۔
- فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ، وَأَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيْدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْهُ خَطِيْئَةً، حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ۔ یعنی ”جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح (سنت کے مطابق) وضو کرے اور فقط نماز کے ارادے سے مسجد میں آئے تو مسجد میں داخل ہونے تک ہر قدم پر اللہ اُس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔“
- وَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِيْ صَلَاةٍ مَّا كَانَتْ تَحْبِسُهٗ۔ یعنی ”پھر جب مسجد میں داخل ہوتا ہے تو جب تک نماز کی وجہ سے مسجد میں رُکتا ہے وہ نماز میں ہی ہوتا ہے (جتنی دیر تک جماعت کا انتظار کرے اُسے نماز پڑھنے کا ثواب ملتا رہتا ہے)۔“
- وَتُصَلِّيْ۔ يَعْنِيْ۔ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا دَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ۔ یعنی ”جب تک وہ باوضو اپنی نماز والی جگہ بیٹھا رہے فرشتے اُس کے لیے دُعاء واستغفار کرتے ہیں: اے اللہ! اِسے بخش دے، اے اللہ! اِس پر رحمت فرما۔“ (صحیح بخاری، رقم: 477) معلوم ہوا کہ گھر میں وضو خانہ ہونا چاہیے، نیز نماز کے بعد کچھ دیر ذکر میں مشغول رہنا چاہیے۔

پہلی صف کی فضیلت: سیدنا ابو اُمامہ صُدَیّ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ۔[1] ”اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے پہلی صف پر دُرود بھیجتے ہیں۔“ یعنی ”جو لوگ پہلی صف میں شامل ہو کر نماز باجماعت ادا کریں اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے اُن کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔“ بعض صحابہ

---

[1] وروى ابن ماجة هذا الحرف عن البراء بن عازب وعن عبد الرحمٰن بن عوف رضي الله عنهما۔ (سنن ابن ماجة، رقم: 997، 999) قال القاری: (إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ): بِإِنْزَالِ الرَّحْمَةِ مِنَ اللهِ تَعَالٰى، وَبِالدُّعَاءِ بِالتَّوْفِيقِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الْمَلَائِكَةِ. (عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ): يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ إِخْبَارًا وَدُعَاءً۔ (مرقاة المفاتيح، تحت الحديث: 1101)

نے عرض کی: یارسول اللہ، صلّی اللہ علیک وسلّم! دوسری صف والوں کے لیے بھی یہ کلمات ارشاد فرمادیں۔ نبیِ مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دوبارہ وہی کلمات ارشاد فرمائے: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ۔ دوسری مرتبہ درخواست کی گئی تو بھی وہی کلمات ارشاد فرمائے، پھر تیسری مرتبہ یہی التجا کی گئی تو ارشاد فرمایا: وَعَلَى الثَّانِي۔ ”اور دوسری صف پر۔“یعنی ”جو لوگ دوسری صف میں شامل ہو کر نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اللہ اُن پر بھی رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے اُن کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔“(مسند احمد، حدیث:22263)

محدثین نے لکھا: پہلی صف والوں کے لیے تین مرتبہ اور دوسری صف والوں کے لیے ایک مرتبہ یہ کلمات ارشاد فرمانے سے معلوم ہوا کہ پچھلی صفوں والے بھی اگرچہ محروم نہیں رہتے، مگر جو رحمت پہلی صف والوں کو نصیب ہوتی ہے اُس کی شان کچھ اور ہی ہے۔

صفیں درست کرنے کی فضیلت: اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ الصُّفُوْفَ۔ ”اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے صفیں ملانے والوں پر دُرود بھیجتے ہیں۔“یعنی ”جو نمازی جماعت کی صفوں کے درمیان خلا پُر کرتے ہیں / صفیں درست کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے اُن کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔“ مزید فرمایا: وَمَنْ سَدَّ فُرْجَةً رَّفَعَهُ اللهُ بِهَا دَرَجَةً۔ ”جو صف میں موجود خالی جگہ پُر کرے اللہ تعالیٰ اِس کی برکت سے اُس کا درجہ بلند فرمائے گا۔“(سنن ابن ماجہ، حدیث:995)

اگر صف میں دائیں بائیں دونوں طرف نمازی برابر ہوں تو دائیں جانب کو ترجیح دینی چاہیے، یہ بھی مروی ہے: «إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ۔» ”اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے صفوں کے داہنے حصوں پر دُرود بھیجتے ہیں۔“(سنن أبي داود، رقم الحديث:676، وقال بعض المحدثين: المحفوظ عن امّ المؤمنين عائشة لفظ "يُصَلُّوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ الصُّفُوْفَ")

لمحۂ فکریہ: نماز اور جماعت میں سستی کے ساتھ ساتھ ہم لوگ صف بندی کے حوالے سے بھی کوتاہی کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے مختلف احادیث کا خلاصہ ذکر کیا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ صف بندی کے حوالے سے تین باتیں واجب ہیں اور اِن میں سے کسی کو بھی چھوڑنا گناہ ہے:[1]

1) تَسْوِيَہ۔ یعنی صف میں شامل تمام نمازیوں کے کندھے اور ٹخنے ایک سیدھ میں ہوں، ایسا نہیں کہ کوئی نمازی آگے ہو اور کوئی پیچھے۔

2) إِتْمَام۔ یعنی جب تک اگلی صف مکمل نہ ہو دوسری صف شروع نہ کی جائے۔

3) تَرَاص۔ یعنی ہر نمازی کا کندھا دوسرے کے کندھے سے ملا ہو اور درمیان میں فاصلہ نہ ہو۔

(فتاوی رضویہ، ج:7، ص:219 تا 223، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، ملخصًا)

---

[1] مزید تفصیل کے لیے وزٹ کیجیے: https://daruliftaahlesunnat.net/ur/1305

پسِ پُشت دُعا کرنے والے

اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا اور اُنھیں فائدہ پہنچانے کے لیے کوشش کرنا بہت مقبول عمل ہے۔ مسلمان کی خیر خواہی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اُس کے حق میں دُعائے خیر کی جائے۔ متعدد احادیثِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے اِخلاص کے ساتھ بے لوث دُعا کرتا ہے تو نہ صرف یہ دُعا دوسرے مسلمان کے حق میں قبول ہوتی ہے[1]، بلکہ اللہ تعالیٰ دُعا کرنے والے کو بھی بے شمار رحمتوں سے نوازتا ہے اور اُس کے لیے فرشتے دُعا کرتے ہیں۔

حکیم الاُمّت سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد حضرت صفوان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: مَیں حج کے لیے جانا چاہتا تھا، شام میں سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر حاضر ہوا، آپ گھر میں موجود نہیں تھے، آپ کی اہلیہ محترمہ سیدتنا اُمّ درداء رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی، اُنھوں نے مجھے دُعا کے لیے حکم کیا اور بتایا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے تھے: «دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلٍ.» یعنی "جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عدم موجودگی میں اُس کے لیے دُعا کرتا ہے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے، دُعا کرنے والے کے سرہانے ایک فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے، وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے جو بھی دُعائے خیر کرے فرشتہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ تیری دُعا قبول فرمائے اور تجھے بھی ایسی بھلائی عطا کرے۔" (صحیح مسلم، حدیث: 2733۔ الأدب المفرد للبخاری، حدیث: 625)

تربیتی اُمور: سیدِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اِس حسین ارشاد سے متعدد باتیں معلوم ہوتی ہیں:

⟸ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریری میدان میں گراں قدر خدمات سر انجام دیں اور اُمّتِ مسلمہ پر بہت احسان کیا، اُنھوں نے "تبیان القرآن" کے نام سے قرآنِ مجید کی نہایت شان دار تفسیر لکھی، جس کی قدر اہلِ علم جانتے ہیں۔ یہ حدیثِ مبارک ذکر کرکے اُنھوں نے تحریر فرمایا: "مجھے اس حدیث کی صداقت کا تجربہ ہے۔ مجھے علم تھا کہ میرے دوست (شرفِ ملّت) علامہ محمد عبد الحکیم صاحب شرف قادری (علیہ الرحمہ، سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) قرآن مجید کی تفسیر لکھنا چاہتے ہیں۔ 1994ء میں مدینہ طیبہ میں میری اُن سے ملاقات ہوئی، ہم گنبد خضرا کے سائے میں کھڑے تھے۔ اُنہوں نے

---

[1] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا دَعْوَةٌ أَسْرَعَ إِجَابَةً مِنْ دَعْوَةِ غَائِبٍ لِغَائِبٍ.» (سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1980)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: خَمْسُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ حِينَ يَسْتَنْصِرُ، وَدَعْوَةُ الْحَاجِّ حِينَ يَصْدُرُ، وَدَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حِينَ يَقْفِلُ، وَدَعْوَةُ الْمَرِيضِ حِينَ يَبْرَأُ، وَدَعْوَةُ الْأَخِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ. ثُمَّ قَالَ: وَأَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعَوَاتِ إِجَابَةً دَعْوَةُ الْأَخِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ. (شعب الایمان، حدیث: 1125۔ الدعوات الکبیر للبیہقی، حدیث: 671)

مجھ سے کہا: میرے لیے دعا کریں۔ میں نے دعا کی کہ اِلٰہَ العالمین! علامہ شرف صاحب کو قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا شرف عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا میرے حق میں قبول فرمالی، مَیں نے اُسی سال تفسیر لکھنی شروع کی اور اب 2000ء میں سورۂ بنی اسرائیل تک یہ تفسیر پہنچ گئی اور ان شاء اللہ باقی بھی مکمل ہو جائے گی۔ (تبیان القرآن، ج:6، ص:692)

یہ دُعا حضرت شرفِ ملّت علیہ الرحمہ کے حق میں بھی قبول ہوئی، اُنھوں نے بھی قرآنِ مجید کا بہت شان دار ترجمہ لکھا، جو "انوار الفرقان" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

⇐ جو عمل اِخلاص کے ساتھ... فقط اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے کیا جائے وہ بے شمار رحمتوں کا ذریعہ بنتا ہے۔ جب دوسرے مسلمان کی غیر موجودگی میں اُس کے لیے دُعا کی جائے تو اِس میں دِکھاوا نہیں ہوگا، چنانچہ اِخلاص کی برکت سے دُعا قبول بھی ہوگی اور فرشتوں کی دُعا پانے کا ذریعہ بھی بنے گی۔ محدثین نے لکھا: چونکہ بنیاد اِخلاص ہے؛ لہٰذا اگر دوسرے مسلمان کی موجودگی میں اُس سے چھپا کر اِخلاص کے ساتھ دُعا کی جائے تو بھی یہی برکتیں نصیب ہوں گی۔[1]

⇐ ہر روز تمام مسلمانوں، بالخصوص اپنے والدین، اساتذہ و مشائخ اور دیگر خیر خواہوں کے لیے کم از کم ایک مرتبہ ضرور دُعائے خیر کرنی چاہیے، یہ بے شمار برکتوں کا ذریعہ ہے۔

⇐ بزرگوں سے دُعا کروانا اچھی بات ہے، مگر مسلمان خواہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو، اُسے چاہیے کہ خود بھی اپنے لیے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے دُعائیں کرتا رہے۔

حلال مال سے رِضائے الٰہی کے کاموں میں خرچ کرنے والے

اللہ تعالیٰ نے بندوں کی آزمائش کے لیے اُن کے حالات مختلف رکھے ہیں، کسی کو مال و دَولت سے نوازا اور کوئی تنگ دست ہے۔ مال والے کی آزمائش ہے کہ وہ اِس اِنعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اُس کی رضا والے کاموں میں خرچ کرتا ہے یا نہیں! اور تنگ دست کی آزمائش ہے کہ وہ اِس حالت میں اللہ تعالیٰ کی رِضا پر راضی رہتا ہے یا شکوے کرنے لگتا ہے اور حرام ذرائع اپناتا ہے!

اگر مال دار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اُس کی رضا کے کاموں میں اپنا مال خرچ کرے تو اُسے مزید رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ ساتھ یہ اعزاز بھی ملتا ہے کہ فرشتے اُس کے حق میں دُعائے خیر کرتے ہیں۔ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والا دوسروں کا بھلا کرتا ہے تو اِسے بھی ڈھیروں بھلائیاں نصیب ہوتی ہیں۔

---

[1] فِيْ غَيْبَةِ الْمَدْعُوِّ لَهٗ عَنْهُ، وَإِنْ كَانَ حَاضِرًا مَعَهٗ بِأَنْ دَعَا لَهٗ بِقَلْبِهٖ حِيْنَئِذٍ أَوْ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يَسْمَعْهُ۔
(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، تحت الحدیث: 2151، 2228)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقا کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: «مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا[1]، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا.» یعنی ”ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے اترتے ہیں، اُن میں سے ایک فرشتہ بارگاہِ الٰہی میں دُعائے خیر کرتا ہے: اے اللہ! جو (حلال مال سے تیری رِضا کے کاموں میں) خرچ کرے اُسے (عظیم الشان) بدلہ عطا فرما... اور دوسرا فرشتہ دُعائے جلال کرتا ہے: اے اللہ! خرچ نہ کرنے والے پر تباہی ڈال۔“ (صحیح بخاری، حدیث:1442۔ صحیح مسلم، حدیث:1010)

تربیتی اُمور:

حدیثِ مبارک سے کئی باتیں سیکھنے کو ملتی ہیں:

- مال ہمیشہ حلال طریقے سے کمانا چاہیے؛ یہ تھوڑا بھی ہو تو فائدہ مند ہے، جب کہ حرام زیادہ بھی ہو تو بے فائدہ ہے۔ صاحبِ نعلَین وسِادہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: وَلَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالًا مِنْ حَرَامٍ فَيُنْفِقُ مِنْهُ فَيُبَارَكَ لَهُ فِيهِ، وَلَا يَتَصَدَّقُ بِهِ فَيُقْبَلَ مِنْهُ، وَلَا يَتْرُكُ خَلْفَ ظَهْرِهِ إِلَّا كَانَ زَادَهُ إِلَى النَّارِ... یعنی ”بندہ حرام مال کما کر خرچ کرے تو اُس میں برکت نہیں ہوتی... صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا... (موت کے بعد) اپنے پیچھے چھوڑ جائے تو جہنم کا زادِ راہ (جب تک حرام کو استعمال کیا جائے گا تب تک کمانے والے کو عذاب) ہوگا“ (حرام زندگی میں بھی نقصان دہ ہے اور آخرت میں بھی عذاب کا باعث ہے)۔ (مسند احمد، حدیث:3672)
- ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے؛ جو کام ربّ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کیا جائے وہ بظاہر معمولی ہو تو بھی حقیقت میں بہت بڑا ہوتا ہے، جب کہ دکھاوے کے لیے کیا جانے والا عمل بظاہر بڑا بھی ہو تو بے وُقعت ہوتا ہے۔ محدثین نے لکھا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے بچوں یا مہمانوں پر خرچ کرے اُسے بھی فرشتوں کی دُعا نصیب ہوتی ہے۔[2]
- زکوٰۃ ادا کرنے اور دیگر اچھے کاموں میں مال خرچ کرنے سے اُس میں اِضافہ ہوتا ہے، کبھی محسوس بھی ہوتا ہے اور کبھی محسوس تو نہیں ہوتا، مگر برکت ہو جاتی ہے... جب کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے اور کنجوسی کرنے سے مال میں کمی ہوتی ہے، چاہے ظاہری طور پر محسوس ہو یا بے برکتی ہو جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ. ”اور جو چیز تم (راہِ خدا میں) خرچ کرو اللہ تعالیٰ اُس کے بدلے میں مزید دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق عطا کرنے والا ہے۔“ [سبأ 39:34]

سیدِ عالم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ہمیں رمضان المبارک میں مزید سخاوت اختیار کرنی چاہیے۔

---

[1] «اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا» أَيْ: مِنْ مَحَلِّهِ فِي مَحَلِّهِ... (خَلَفًا) أَيْ: عِوَضًا عَظِيمًا. (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث:1860)

[2] قَالَ الْعُلَمَاءُ هٰذَا فِي الْإِنْفَاقِ فِي الطَّاعَاتِ وَمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وَعَلَى الْعِيَالِ وَالضِّيفَانِ وَالصَّدَقَاتِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ بِحَيْثُ لَا يُذَمُّ وَلَا يُسَمّٰى سَرَفًا وَالْإِمْسَاكُ الْمَذْمُومُ هُوَ الْإِمْسَاكُ عَنْ هٰذَا. (شرح النووی علی مسلم، تحت الحدیث)

حرفِ آخر

سرکارِ دوجہاں ﷺ کی نسبت سے اُمّتِ مسلمہ پر اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے، ہمیں بھی اِس نسبت کی قدر کرنی چاہیے۔ یہ اُس کی کرم نوازی ہی ہے کہ اُس نے فرشتوں کے ذمے لگا رکھا ہے کہ وہ مسلمانوں کے لیے مغفرت ورحمت کی دُعائیں کرتے رہیں۔

نبیِ کریم ﷺ نے ایسے کئی اعمال کا ذکر فرمایا ہے جنھیں کرنے پر فرشتوں کی دُعائیں نصیب ہوتی ہیں، اُن میں سے کچھ یہ ہیں:

⇐ باجماعت نماز ادا کر کے کچھ دیر اپنی جگہ بیٹھے رہنے والوں پر،[1] نیز پہلی صف میں شامل ہونے والوں پر[2] اور صفیں سیدھی رکھنے والوں پر[3] ربّ تعالیٰ بھی رحمت فرماتا ہے اور فرشتے بھی اُن کے لیے دُعائیں کرتے ہیں۔

⇐ سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں دُرود وسلام عرض کرنے والا جب تک دُرود پڑھتا رہتا ہے فرشتے اُس پر دُرود بھیجتے رہتے ہیں۔[4] اِسی لیے بزرگ فرماتے ہیں: ہر مسلمان کو اپنی فرصت کے مطابق کم از کم مقدار معین کر کے باقاعدگی کے ساتھ دُرود وسلام پڑھنے کا معمول بنانا چاہیے۔

⇐ جو شخص لوگوں کو علمِ دین اور بھلائی سکھاتا ہے اُس پر ربّ تعالیٰ بھی رحمت فرماتا ہے اور فرشتوں سمیت زمین وآسمان کی ہر مخلوق بھی اُس کے لیے دُعائے خیر کرتی ہے۔[5]

⇐ دوسرے مسلمان کی غیر موجودگی میں اُس کے لیے بے لوث دُعائے خیر کرنے والے کے سرہانے ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جو کہتا ہے: آمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ۔ اللہ تعالیٰ تیری دُعا قبول فرمائے اور تجھے بھی ایسی بھلائی عطا کرے۔[6]

⇐ حلال مال سے راہِ خدا میں خرچ کرنے والے کے لیے فرشتہ دُعا کرتا ہے: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا۔ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو

---

[1] عن أبي هريرة مرفوعًا: وَتُصَلِّي۔ يَعْنِي۔ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي يُصَلِّي فِيْهِ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ۔ (الجامع الصحيح للبخاری، رقم الحديث: 477)

[2] المسند للإمام أحمد، رقم الحديث: 22263

[3] عن عائشة مرفوعًا: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ الصُّفُوْفَ۔ (السنن لابن ماجة، رقم الحديث: 995)

[4] عن عامر بن ربيعة عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُّصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلّٰى عَلَيَّ، فَلْيُقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ لِيُكْثِرْ۔» (السنن لابن ماجة، رقم الحديث: 907)

[5] عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ: «ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ: أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَّالْآخَرُ عَالِمٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلٰى أَدْنَاكُمْ۔» ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرَضِيْنَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ۔ (الجامع الترمذی، رقم الحديث: 2685)

[6] عن أمّ الدرداء مرفوعا: «دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُّوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ۔» (الجامع الصحيح لمسلم، الحديث: 2733۔ الأدب المفرد للبخاری، الحديث: 625)

عظیم الشان بدلہ عطا فرما۔[1]

⟸ روایت میں ہے کہ جو شخص دن کے آغاز میں قرآنِ مجید کی تلاوت مکمل کرے شام تک فرشتے اُس کے لیے دُعاء واستغفار کرتے ہیں اور جو رات کے آغاز میں تلاوت مکمل کرے اُس کے لیے صبح تک فرشتے دُعاء واستغفار کرتے ہیں۔[2] صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے لکھا: گرمیوں میں چونکہ دن بڑا ہوتا ہے؛ لہٰذا صبح کے وقت ختمِ قرآنِ مجید کرنا چاہیے، تاکہ استغفارِ ملائکہ زیادہ ہو... اور سردیوں کی راتیں بڑی ہوتی ہیں؛ لہٰذا رات کے آغاز میں ختم کرنے سے استغفار زیادہ ہوگی۔(بہارِ شریعت، ج:1، ح:3، ص:551، م:47، ملخصًا)

⟸ جب کوئی شخص طہارت پر سوتا ہے... گناہوں سے توبہ کرکے باوضو سوتا ہے، نیز بدن اور جگہ وغیرہ پاک ہوتی ہے... تورات بھر فرشتہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتا ہے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فَإِنَّهُ بَاتَ طَاهِرًا۔ اے اللہ! اپنے اِس بندے کو بخش دے، یہ طہارت پر سویا ہے۔[3]

⟸ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے مسلمان بھائی کو ملنے جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اُس کا استقبال کرتے ہیں، اُس کے لیے دُعاء واستغفار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: رَبَّنَا إِنَّهُ وَصَلَ فِيْكَ فَصِلْهُ۔ اے اللہ! اِس نے تیری رضا کے لیے اپنے بھائی سے تعلق جوڑا ہے تو اِسے قرب عطا فرما۔[4]

---

[1] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا». (الجامع الصحيح للبخاری، الحدیث: 1442)

[2] روی أبو نعیم فی «الحلیة» بسند ضعیف عن سعد بن أبي وقاص مرفوعًا: مَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ أَوَّلَ النَّهَارِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَمَنْ خَتَمَهُ آخِرَ النَّهَارِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يُصْبِحَ۔ (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ج:5، ص:26، مطبعة السعادة۔ ورواه الدارمي في مسنده بأسانيد صحيحة عن عبدة وابراهيم مقطوعًا وبإسناد ضعيف عن سعد بن أبي وقاص موقوفًا في «باب ختم القرآن»)

[3] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهما أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: طَهِّرُوْا هٰذِهِ الْأَجْسَادَ طَهَّرَكُمُ اللهُ، فَإِنَّهُ لَيْسَ عَبْدٌ يَبِيْتُ طَاهِرًا إِلَّا بَاتَ مَعَهُ مَلَكٌ فِيْ شِعَارِهِ لَا يَنْقَلِبُ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فَإِنَّهُ بَاتَ طَاهِرًا۔ (المعجم الكبير، رقم الحديث: 13620، 13621۔ صحيح ابن حبان، رقم الحديث: 189)

قال المناوی: والطهارة عند النوم قسمان: طهارة الظاهر وهي معروفة، وطهارة الباطن وهي بالتوبة وهي آكد من الظاهرة۔ (فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج:4، ص:271، المكتبة التجارية الكبرى)

وقال الكحلاني: «ليس عبد يبيت طاهراً»، من النجاسات أو متوضئا وضوءه للصلاة۔ (التنوير شرح الجامع الصغير: 139/7)

[4] قال رسول الله ﷺ لأَبِيْ رَزِيْنٍ لَقِيطِ بن عامر: هَلْ شَعَرْتَ يَا أَبَا رَزِيْنٍ! أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ زَائِرًا أَخَاهُ شَيَّعَهُ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ، كُلُّهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ رَبَّنَا إِنَّهُ وَصَلَ فِيْكَ فَصِلْهُ۔ (أخرجه أبو نعيم في الحلية، 366/1 وابن عساكر، 317/13۔ وأخرجه أيضًا البيهقي في شعب الإيمان، 492/6، رقم: 9024)

قال القاری: (رَبَّنَا إِنَّهُ وَصَلَ فِيكَ) أَيْ: لِأَجْلِكَ (فَصِلْهُ) أَيْ: بِوَصْلِكَ الْمُعَبِّرِ عَنْ قُرْبِكَ جَزَاءً وِّفَاقًا، أَوْ صِلْهُ بِصِلَةٍ مِّنْ عِنْدِكَ۔

۳۰ رمضان المبارک، ۱۴۴۴ھ / 21 اپریل، 2023ء

وداعِ رمضان پر مسلمان کی کیفیت

مشمولات

- فرماں برداری... خوش نصیبی کی نشانی
- توفیق پر شکر اور سستی پر ندامت
- اعمالِ خیر پر استقامت
- شبِ عید کی فضیلت اور اُس کی مصروفیت
- عید الفطر کی عظمت اور اُس کے چند مستحبات
- صدقۂ فطر اور اُس کے احکام
- وقت کی قدر اور رمضان المبارک کی ناقدری پر وعید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ ۚ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡکُمُ الشَّهۡرَ فَلۡیَصُمۡهُ ؕ وَمَنۡ کَانَ مَرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیۡدُ اللّٰهُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ ۫ وَلِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىکُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ۔ [البقرۃ2:185]

اللہ عزّوجلّ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق دنوں اور راتوں، ہفتوں اور عشروں، مہینوں اور سالوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے... زندگی کے لمحات تیزی سے گزر رہے ہیں... ایک مدت تک جس وقت کا انتظار رہتا ہے اُس کے گزرنے کے بعد انسان افسوس اور حسرت کا اِظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ابھی تو میں اِس کا منتظر تھا اور اب وہ گزر بھی چکا ہے۔ اِسی گردشِ لیل و نہار میں زندگی ختم ہو جائے گی اور قرآنِ مجید کے مطابق قیامت کے دن حالت یہ ہوگی کہ لوگ کہیں گے: لَبِثۡنَا یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ... ”ہم تو ایک دن یا دن کا کچھ حصہ دنیا میں ٹھہرے۔“[المؤمنون23:113]

چند دن پہلے تک ہم منتظر تھے کہ ماہِ رمضان المبارک آنے والا ہے اور آج اِس پہلو سے پریشانی کی کیفیت بھی ہے کہ اب چند گھنٹوں کے بعد یہ ماہِ مبارک رخصت ہونے والا ہے۔

خوش نصیبی کی ایک بڑی نشانی یہ بھی ہے کہ انسان تیزی سے گزرنے والا یہ وقت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور نیکی کے کاموں میں گزارے۔ پَروَرْدَۂ آغوشِ نبوت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا اِسْتَعْمَلَهٗ۔ ”جب اللہ تعالیٰ بندے سے بھلائی کا اِرادہ فرمائے تو اُس سے اچھا کام لے لیتا ہے۔“ عرض کی گئی: كَيْفَ يَسْتَعْمِلُهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ یارسول اللہ! کام لینے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: يُوَفِّقُهٗ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ۔ ”اُسے موت سے پہلے نیک کام کی توفیق[1] عطا کر دیتا ہے۔“(جامع ترمذی، حدیث:2142)

آج جمعۃ الوداع کے موقع پر ہمیں اِس حوالے سے گہرے غور و فکر کی ضرورت ہے کہ ہم نے رمضان المبارک میں کیا کھویا اور کیا پایا؟ نیز یہ کہ آنے والی مبارک رات، پھر عیدِ سعید اور اُس کے بعد والے ایّام میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

چنانچہ آج کے خطبہ میں اِنہی اُمور سے متعلق کچھ باتوں کا تذکرہ ہوگا۔

---

[1] ”توفیق“ کا آسان الفاظ میں مفہوم یہ ہے کہ بندے کو پسندیدہ کام کے اسباب فراہم ہو جائیں، اُسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی والی باتیں اور کام کرنے کا موقع مل جائے۔ حقیقت میں کامیاب وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ خیر کی توفیق عطا کر دے۔

توفیق پر شکر اور سستی پر ندامت

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں رمضان المبارک کی برکات سمیٹنے کا موقع ملا، مگر اِس موقع سے فائدہ اُٹھانے کے سلسلے میں ہمارے رویّے مختلف رہے۔

بہت سے حضرات ایسے ہیں جنھوں نے اِس ماہِ مبارک میں اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کیا... روزے رکھے، نمازِ تراویح ادا کی، زکوٰۃ اور صدقات و خیرات کرنے کی سعادت پائی اور دیگر احکامِ الٰہیہ پر عمل کیا.... ایسے لوگوں کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے ہمیں بھلائیوں کی توفیق عطا فرمائی، وہ نہ چاہتا تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا o وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا o يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا o یعنی ”تو جو چاہے اپنے ربّ (کے قُرب) کا راستہ اختیار کرے (اُس کی اور اُس کے رسول ﷺ کی اِطاعت کرے) o اور اللہ تعالیٰ کے چاہے بغیر تمہاری کوئی چاہت نہیں ہو سکتی،[1] بے شک اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہے o وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے اور اُس نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“[الدھر 76:29-31]

بندے کی طرف سے شکر کے جذبات ربّ تعالیٰ کو اتنے پسند ہیں کہ اگر بندہ اُس کی نعمتوں اور توفیق پر اُس کا شکر ادا کرے تو وہ اپنی رِضا سے بھی نوازتا ہے اور مزید بھی عطا فرماتا ہے۔ قرآنِ مجید میں مالکِ کریم کا اعلان ہے: لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۔ ”اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو مَیں ضرور تمھیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو ضرور میرا عذاب سخت ہے۔“[ابراھیم 14:7]

ربّ تعالیٰ نے اہلِ جنت کے بارے میں ذکر فرمایا کہ وہ جنت میں ایک دوسرے سے کہیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِھٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ۔ ”سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں یہاں پہنچایا، اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔“[الاعراف 7:43]

اِس کے برعکس بے شمار حضرات ایسے بھی ہیں جنھوں نے رمضان المبارک کی رحمتوں سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش نہیں کی... بہانے بنا کر روزے چھوڑے، مصروفیات کو آڑ بنا کر تراویح سے محروم رہے اور زکوٰۃ و صدقات کی سعادت بھی نہ پا سکے، یا روزے تو رکھے

---

[1] اِس آیتِ کریمہ کی روشنی میں علما نے لکھا: انسان نہ تو پتھر کی طرح مجبور و بے اختیار ہے اور نہ خود مختار ہے، اُسے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے، مگر اُس کا اختیار اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کے تابع ہے۔

مگر اُن کے آداب کا خیال نہ کیا اور نامناسب چیزوں میں مشغول رہے... ایسے لوگوں کو چاہیے کہ ماہِ پُرنور کے اِن الوداعی لمحات میں اپنی اِس سستی پر شرمندہ ہوں اور اللہ سے معافی مانگیں۔

ایمان کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کر کے دل خوش ہو اور نافرمانی ہو جانے پر دل پریشان ہو۔
سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ایمان کی نشانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: إِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ، وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ۔ یعنی "جب تمہاری نیکی تمہیں اچھی لگے (نیکی کرنے پر تمہارے دل میں خوشی پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی فرماں برداری کی توفیق سے نوازا ہے) اور تمہاری برائی تمہیں بری لگے (برائی ہو جانے پر ربّ تعالیٰ کی ناراضی اور سزا کے خوف سے تمہارے دل میں گھٹن اور پریشانی کی کیفیت پیدا ہو) تو تم مومن ہو۔" (مسند احمد، حدیث:22166)

جس شخص کو گناہوں کے باوجود اپنی کوتاہی پر شرمندگی نہ ہو اُسے اپنے دل کی سختی پر رونا چاہیے۔

اعمالِ خیر پر استقامت

آج جمعۃ الوداع کے موقع پر یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ ہم پختہ ارادہ کریں کہ ماہِ مبارک کے رخصت ہونے کے بعد بھی استقامت کے ساتھ نیکیوں کا سلسلہ جاری رکھیں گے اور اس میں سُستی نہیں کریں گے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اُس کے احسانات پر شکر کا تقاضا ہے کہ اُس کی بندگی کا جذبہ مزید پختہ کیا جائے۔

محبوب ترین عمل: جو عمل استقامت کے ساتھ کیا جائے اللہ تعالیٰ اُسے بہت پسند فرماتا ہے۔[1] اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا گیا: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ فرمایا: أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ۔ "سب سے پیارا عمل وہ ہے جسے تسلسل کے ساتھ کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔" (صحیح بخاری، حدیث:6465) استقامت کے ساتھ کیا جانے والا تھوڑا عمل بغیر استقامت کے کیے جانے والے زیادہ عمل سے بہتر ہے۔

---

[1] اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا: سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا، فَإِنَّهُ لَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ أَحَدًا عَمَلُهُ۔ قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ، وَاعْلَمُوا أَنَّ أَحَبَّ الْعَمَلِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ۔ (صحیح مسلم:2818)

پسندیدہ ہونے کی وجوہات: أَحَدُهُمَا: أَنَّ التَّارِكَ لِلْعَمَلِ بَعْدَ الدُّخُولِ فِيهِ كَالْمُعْرِضِ بَعْدَ الْوَصْلِ فَهُوَ مُتَعَرِّضٌ لِلذَّمِّ، وَلِهٰذَا وَرَدَ الْوَعِيدُ فِي حَقِّ مَنْ حَفِظَ آيَةً ثُمَّ نَسِيَهَا، وَإِنْ كَانَ قَبْلَ حِفْظِهَا لَا يَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ۔ ثَانِيهِمَا: أَنَّ مُدَاوِمَ الْخَيْرِ مُلَازِمٌ لِلْخِدْمَةِ وَلَيْسَ مَنْ لَازَمَ الْبَابَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَقْتًا مَا كَمَنْ لَازَمَ يَوْمًا كَامِلًا ثُمَّ انْقَطَعَ۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج:1، ص:103، دار المعرفۃ)

رسول اللہ ﷺ کو حکم: اللہ عزّ وجلّ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو استقامت اور مُداومت اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ۔ ”اور اے حبیب! وصال تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے۔“[1] [الحجر 99:15]

استقامت کی حسین مثال: بزرگانِ دین کی سیرتوں میں استقامت کے ایسے حسین واقعات ملتے ہیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

حضرت ابو الحسن محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ حضرت سَری سَقَطی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم زمانہ ہیں۔ آپ کے بارے میں فیضِ عالم، داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ نے لکھا: جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو نمازِ مغرب کا وقت ہو چکا تھا، نزع کی کیفیت سے اِفاقہ ہوا اور آنکھیں کھولیں تو ملک الموت سیدنا عزرائیل علیہ السلام کو دیکھا، اُن سے کہنے لگے: «قِفْ! عَافَاكَ اللهُ، فَإِنَّمَا أَنْتَ عَبْدٌ مَّأْمُوْرٌ وَأَنَا عَبْدٌ مَّأْمُوْرٌ، وَمَا أُمِرْتَ بِهٖ لَا يَفُوْتُكَ وَمَا أُمِرْتُ بِهٖ فَهُوَ شَيْءٌ يَّفُوْتُنِيْ، فَدَعْنِيْ أَمْضِ فِيْمَا أُمِرْتُ ثُمَّ امْضِ بِمَا أُمِرْتَ بِهٖ». ٹھہریے! اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت دے۔ آپ بھی اللہ کے بندے ہیں جنھیں (جان نکالنے کا) حکم ملا ہے اور مَیں بھی اللہ کا بندہ ہوں جسے (نماز پڑھنے کا) حکم ملا ہے، آپ کو جو (جان نکالنے کا) حکم ملا ہے وہ تو آپ ضرور پورا کر لیں گے، مگر مجھے جو (نماز ادا کرنے کا) حکم ملا ہے وہ مجھ سے رہ جائے گا؛ لہٰذا آپ مجھے مہلت دیں مَیں اپنا فرض پورا کر لوں، پھر آپ اپنی ذمہ داری پوری کر لیجیے گا۔[2] چنانچہ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز ادا کرنے کے بعد جان اپنے مالک جلّ جلالہٗ کے سپرد کر دی۔

داتا صاحب علیہ الرحمہ نے لکھا: اُسی رات کئی لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جواباً حضرت محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: مجھ سے یہ تو نہ پوچھو کہ رب تعالیٰ نے کیا کرم فرمایا، لیکن اتنا بتا دیتا ہوں کہ تمھاری دُنیا سے جان چھوٹ گئی ہے۔ (کشف المحجوب، الباب الحادی عشر، ص:189)

لمحۂ فکریہ: عموماً ایسا ہوتا ہے کہ لوگ رمضان المبارک میں تو ذوق و شوق کا مظاہرہ کرتے ہیں، مگر رمضان کے رخصت ہوتے ہی نمازوں اور دیگر اعمالِ خیر میں کوتاہی ہونے لگتی ہے اور گناہوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اِس طریقے سے رمضان میں حاصل ہونے والی روحانیت اور نورانیت ضائع ہو سکتی ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب بندہ ربّ تعالیٰ کی نعمتیں پورے سال میں ہر لمحہ حاصل کرتا ہے تو اُس کی عبادت صرف رمضان میں کیوں!

---

[1] **سنتِ نبوی:** حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَخْتَصُّ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا؟ اُنھوں نے فرمایا: لَا، كَانَ عَمَلُهُ دِيْمَةً۔ وَأَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُطِيْقُ؟ (صحیح بخاری، حدیث:1987)

[2] ظاہر ہے کہ ملک الموت علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ایک لمحہ تاخیر نہیں کرتے، اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنھیں اِجازت ملی ہو گی کہ میرے فرماں بردار بندے کو زندگی کے آخری لمحات میں بھی میرا حکم پورا کر لینے دو۔

شبِ عید کی فضیلت اور اُس کی مصروفیت

اسلام میں جن اوقات کو بہت عظمت وشان حاصل ہے اُن میں سے ایک عید کی رات بھی ہے، جو آج کا دن گزارنے کے بعد ہمیں نصیب ہوگی۔ روایت کے مطابق چاند رات کا نام لَیْلَۃُ الْجَائِزَۃ (بارگاہِ الٰہی سے انعام اور عیدی ملنے کی رات) ہے۔[1]

اِنعام اور عیدی کی اہمیّت ہم سب جانتے ہیں... ہر چھوٹے کو بڑوں سے عیدی کی اُمّید ہوتی ہے... ربّ تعالیٰ کی تو شان ہی یہ ہے کہ سب اُس کی بارگاہ کے سوالی ہیں اور اُس سے رحمت کی بھیک مانگنے والے ہیں... تو کتنی خوش نصیبی کی بات ہے کہ اِس مبارک رات میں ربّ تعالیٰ اپنے بندوں کو نوازنے کے لیے اُنھیں انعام عطا فرماتا ہے۔

پھر ہر ایک اپنی حیثیت اور بساط کے مطابق عیدی دیتا ہے... کوئی دہائیوں میں، کوئی سینکڑوں میں اور کوئی ہزاروں میں... ربّ تعالیٰ بھی اپنی شان کے مطابق کرم فرماتا ہے، روایت کے مطابق رمضان المبارک کی آخری رات میں سب کی بخشش فرما دیتا ہے۔[2]

مستحب ہے کہ چاند رات کو نیک کاموں میں گزارا جائے۔ سیدنا ابو اُمامہ صُدَیّ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا: «مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ.» یعنی "جو مسلمان ثواب کا طلب گار بن کر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارے، اُس کا دل نہیں مرے گا (ایمان سے محروم نہیں ہوگا)، جب لوگوں کے دل مر جائیں گے۔" (رواہ ابن ماجۃ فی سننہ بسند ضعیف، رقم الحدیث: 1782)

لمحۂ فکریہ: ہمارا عمومی رویّہ یہ ہے کہ چاند رات کو کھیل کود اور خریداری کی رات سمجھا جاتا ہے، بلکہ بے شمار لوگ گناہوں کے کاموں میں مبتلا ہو جاتے ہیں... کتنے افسوس کی بات ہے کہ ربّ تعالیٰ کی رحمت ہمیں عیدی اور انعام دینے کے لیے ہمارا انتظار کر رہی ہو، جب کہ ہم خریداری اور گناہوں کے کاموں میں مصروف ہوں۔ جب ہمیں معلوم ہے کہ عید کے دن فلاں فلاں چیزوں کی ضرورت ہے تو اُن کا انتظام بروقت کر لینا چاہیے، نہ یہ کہ چاند رات کا انتظار کرتے رہیں۔

اگر اِس مبارک رات میں زیادہ نیکیاں نہ بھی کر سکیں تو کم از کم نمازِ عشا اور نمازِ فجر باجماعت ادا کرنی چاہیے اور گناہوں کے کاموں سے بہر صورت بچنا چاہیے۔

---

[1] فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ. (شعب الایمان، حدیث: 3421)

[2] روى البيهقي عن جابر رضي الله عنه مرفوعا: فَإِنَّهُ إِذَا كَانَ آخِرُ لَيْلَةٍ غَفَرَ لَهُمْ جَمِيعًا... (فضائل الأوقات، رقم الحديث: 36. ورواه ابن عساكر أيضا في "فضل شهر رمضان"، رقم الحديث: 8. وذكره البيهقي في "شعب الإيمان" عن أبي هريرة مرفوعا، برقم: 3602)

عید الفطر کی عظمت اور اُس کے چند مستحبات

اسلام میں عید الفطر کے دن کو بھی بہت اہمیّت و تعظیم حاصل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اُس کی اِطاعت و عبادت کے ذریعے اُس کی بڑائی ظاہر کرنے اور اُس کا شکر ادا کرنے کا دن ہے کہ اُس نے نیکیوں کی توفیق عطا فرمائی اور دیگر بے شمار احسانات فرمائے۔

سورۂ بقرہ کی جس آیتِ کریمہ میں باری تعالیٰ نے رمضان المبارک میں قرآنِ مجید کو نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور اِس میں روزے رکھنے کا حکم دیا، اُس آیتِ کریمہ کا اختتام یوں ہے: وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ[1] وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ ”تاکہ تم تعداد پوری کرو (اگر 29 رمضان کو شوال کا چاند نظر نہ آئے تو 30 روزے پورے کرو) اور تاکہ تم اِس پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اُس نے تمہیں ہدایت دی ہے (ایمان اور نیکیوں کی توفیق ملنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور عبادات کے ذریعے اُس کی تعظیم بجالاؤ) اور تاکہ تم (اُس کا) شکر ادا کرو۔“ [البقرۃ2:185]

عید الفطر خالص اسلامی تہوار ہے اور شعائر اللہ میں سے ہے۔ اِس کی تعظیم لازم ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منوّرہ تشریف آوری سے پہلے اہلِ مدینہ دو دنوں (نوروز اور مِہرگان) میں خوشی مناتے، کھیل کود کرتے اور دورِ جاہلیت کے رواج کے مطابق میلوں کا اہتمام کرتے۔ سیدِ عالم ﷺ نے پوچھا: «مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟» ”یہ دن کیا ہیں؟“ اُنھوں نے کہا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔ ہم دورِ جاہلیت میں اِن دنوں کے اندر کھیل کود کرتے تھے۔ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ»۔ ”اللہ تعالیٰ نے اِن کے بدلے تمھیں دو بہترین دن عطا فرمادیے ہیں: عید الاضحیٰ کا دن اور عید الفطر کا دن۔“ (سنن ابو داود، حدیث:1134)

علمائے کرام نے لکھا کہ عید کے دن یہ کام کرنا باعثِ ثواب ہے:

- سنت کے مطابق حجامت بنوانا اور ناخن تراشنا۔
- غسل اور مسواک کرکے خوشبو لگانا اور حسبِ طاقت اچھا لباس پہننا۔
- نمازِ عید سے پہلے چند کھجوریں یا کوئی اور میٹھی چیز کھالینا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ عید گاہ کی طرف تشریف لے جانے سے پہلے طاق تعداد میں چند کھجوریں تناول فرمایا کرتے تھے۔[2]

---

[1] یقول فخر الدین الرازی علیہ الرحمۃ: اَلْقَوْلُ الثَّانِيْ: فِيْ تَفْسِيْرِ قَوْلِهٖ: "وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ" أَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ التَّعْظِيْمُ لِلّٰهِ شُكْرًا عَلٰى مَا وُفِّقَ عَلٰى هٰذِهِ الطَّاعَةِ۔ وَاعْلَمْ أَنَّ تَمَامَ هٰذَا التَّكْبِيْرِ إِنَّمَا يَكُوْنُ بِالْقَوْلِ وَالْاِعْتِقَادِ وَالْعَمَلِ۔ (مفاتیح الغیب [التفسیر الکبیر])

[2] صحیح بخاری، حدیث:953

- عیــد گاہ میں جلد پہنچنا، ممکن ہو تو پیدل جانا اور سنت کے مطابق نگاہیں جھکائے رکھنا، پھر واپسی پر کسی دوسرے راستے سے آنا (تاکہ دونوں راستے نیکی کے گواہ ہو جائیں)۔ نبیِ مکرم ﷺ واپسی پر راستہ تبدیل فرماتے تھے۔[1]
- خوشی ظاہر کرنا اور دوسرے مسلمانوں کو مبارک باد دینا۔
- اپنی طاقت کے مطابق زیادہ سے زیادہ صدقہ و خیرات کرنا۔ (بہارِ شریعت، ج:1، ح:4، ص:779-781، ملخصًا)

صدقۂ فطر اور اُس کے احکام

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِّلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ... یعنی رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر مقرر فرمایا؛ تاکہ اس کی برکت سے روزہ دار کا روزہ لغو اور فحش و بے ہودہ کلام سے پاک ہو جائے اور مساکین کے لیے کھانے کا انتظام ہو جائے۔ (سنن ابو داود، حدیث:1609)

کس پر واجب ہے؟ وہ مسلمان جو عیــد کی صبح بنیـادی ضروریاتِ زندگی[2] اور قــرض کے علاوہ 52.5 تولے (612.36 گرام) چاندی یا اِس کی قیمت کے برابر نقدی (Cash) یا سامان وغیرہ کا مکمل طور پر مالک (Owner) ہو اُس پر صدقۂ فطــر ادا کرنا واجب ہے۔

نوٹ: حکومتِ پاکستان نے 2023ء/1444ھ کے لیے نصاب ایک لاکھ تین ہزار ایک سو انسٹھ روپے مقرر کیا ہے۔

مسئلہ: کوئی شخص بلا عذر، یا عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ پایا تو بھی صاحبِ نصاب ہونے کی صورت میں اُس کا فطرانہ واجب ہے۔

کس کس کا واجب ہے؟ ہر صاحبِ نصاب پر اپنا اور اپنی نابالغ اولاد (جو مالکِ نصاب نہیں) کا صدقۂ فطــر ادا کرنا واجب ہے۔ عاقل بالغ اولاد اور بیوی اگر زیرِ کفالت ہوں تو ان کی طرف سے صدقۂ فطــر کی ادائیگی کے لیے اُن سے اجازت لینا ضروری نہیں، ورنہ ضروری ہے۔

کب واجب ہے؟ نمـازِ عیــد سے پہلے پہلے ادا کر دینا ضروری ہے۔ رمضان المبارک میں ادا کر دینا بھی جائز ہے اور اگر نمـازِ عیــد تک ادا نہ کیا تب بھی معاف نہیں، بعد میں ادا کر دے۔

---

[1] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ فِيْ طَرِيْقٍ رَّجَعَ فِيْ غَيْرِهٖ.» (جامع ترمذی، حدیث:541)

[2] جن چیزوں کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہوتا ہے، جیسے رہائش کا گھر، استعمال کا لباس اور ضرورت کی سواری۔

کتنا واجب ہے؟ آمدن اور مالی حیثیت کے مطابق تقریباً دو کلو گندم یا اُس کا آٹا یا قیمت،[1] یا چار کلو کھجور، کشمش، جَو یا اِن کی قیمت۔

کسے دینا ہے؟ وہ صحیح العقیدہ مسلمان جو بنیادی ضروریاتِ زندگی اور قرض کے علاوہ 612.36 گرام چاندی یا اُس کی قیمت کے برابر نقدی یا سامان کا مالک نہ ہو اُسے فطرانہ دینا جائز ہے۔

حرفِ آخر

بلاشبہ انسان کا "وقت" نہایت قیمتی شے ہے جس کا صحیح استعمال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُنیا و آخرت سنور جاتی ہے، جب کہ اِس کے غلط استعمال سے دُنیا و آخرت بگڑ بھی سکتی ہے۔

وقت کی قدر و منزلت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھیے! آپ نے فرمایا:

مَا نَدِمْتُ عَلٰی شَیْءٍ نَدَمِیْ عَلٰی یَوْمٍ غَرَبَتْ شَمْسُہٗ، نَقَصَ فِیْہِ أَجَلِیْ، وَلَمْ یَزِدْ فِیْہِ عَمَلِیْ۔ یعنی مجھے سب سے زیادہ افسوس اُس دن پر ہے جس کا سورج ڈوب گیا، میری زندگی کا وقت کم ہو گیا اور میرے اعمالِ صالحہ میں اِضافہ نہ ہو سکا۔

(قیمۃ الزمن عند العلماء، ص:27، مکتب المطبوعات الإسلامیۃ)

رمضان المبارک کا ہر لمحہ باقی اوقات کی بہ نسبت زیادہ قیمتی ہے، اِس کے آخری لمحات میں جہاں اللہ تعالیٰ کے احسانات پر خوشی کی کیفیت ہوتی ہے، وہاں یہ پہلو بہت پریشان بھی کر دیتا ہے کہ رحمت و بخشش والا مہینہ رُخصت ہو رہا ہے اور ہم اِس کا حق ادا نہیں کر سکے۔

یہ کیفیت کیوں نہ ہو! نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رمضان کی رحمتیں سمیٹنے والوں کو خوش خبریاں دی ہیں تو سستی کرنے والوں کے لیے وعید بھی بیان فرمائی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے یہ الفاظِ کریمہ بھی ہیں: وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْہِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ یُّغْفَرَ لَہٗ۔ "اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو (ذلیل و رُسوا ہو جائے) جسے رمضان نصیب ہو، پھر اُس کی بخشش سے پہلے ہی گزر جائے۔" (جامع ترمذی، حدیث:3545)

---

[1] رمضان المبارک میں ہونے والی مہنگائی کے بعد آٹے کے موجودہ ریٹ کے مطابق دو کلو کی قیمت تقریباً 350 روپے ہے۔

ہمیں چاہیے کہ:

⟸ آنے والی رات اور دن کی قدر جانیں۔

⟸ اِن میں کوئی بھی ایسا کام نہ کریں جس سے ربّ تعالیٰ ناراض ہو۔

⟸ نمازِ عید سے پہلے فطرانہ ادا کریں۔

⟸ اچھے اعمال کی قبولیت اور گناہوں کی معافی کے لیے اللہ کریم کی بارگاہ میں خوب التجائیں کریں۔

⟸ اسلامی احکام کے مطابق عید الفطر کی خوشی منائیں اور اپنے ربّ کا شکر ادا کریں۔

⟸ پختہ ارادہ کریں کہ رمضان کے بعد بھی نیکیوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے صدقے میں ہمارے تمام اعمالِ صالحہ کو قبول فرماتے ہوئے ہم سب کی بخشش و مغفرت فرمائے اور ہمیں رمضان المبارک کے باقی ماندہ لمحات، چاند رات اور عید الفطر سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اِن میں زیادہ سے زیادہ اعمالِ خیر کی توفیق سے نوازے۔

ربّ تعالیٰ تمام دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم

یکم شوّال المکرم، ۱۴۴۴ھ / 22 اپریل، 2023ء

عیدِ سعید اور اعتدال و میانہ روی

(خطبۂ عید الفطر)

مشمولات

- اعتدال کا تعارف اور اُس کی اہمیّت
- عید الفطر اور اعتدال
- خوشی و فکر مندی میں اعتدال
- دیگر اُمور میں اعتدال
- صدقۂ فطر
- روزوں کی قضا
- رمضان کے بعد چھ روزے
- نمازِ عید کا طریقہ
- معانقہ سے متعلق ایک اہم بات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ ۫ وَلِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ۔[البقرۃ:185]

وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَہِیۡدًا ۔۔۔[البقرۃ:143]

ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے، اُس سے آگے بڑھنا ”اِفراط“ و زیادتی ہے اور اُس سے کمی کرنا ”تفریط“ و کوتاہی ہے ... جب کہ اُسی حد میں رہنے کو ”اعتدال“ اور ”مِیانہ رَوِی“ کہا جاتا ہے۔

اسلام دینِ اعتدال ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال و میانہ روی کا حکم فرماتا ہے... عقائد ہوں یا عبادات، معاملات ہوں یا اخلاق و آداب، اسلامی تعلیمات ہر پہلو سے اعتدال اور توسّط پر ہیں.. یہ دین مکمل طور پر اِفراط سے بھی پاک ہے اور تفریط سے بھی... اِس میں نہ تو کسی حد سے تجاوُز ہے، نہ ہی کوئی کمی... نہ ضرورت سے زیادہ پابندیاں ہیں، نہ کھلی چھوٹ... نہ بے جا سختی ہے، نہ بے محل نرمی... نہ تو انسان کو دنیا سے لاتعلق کیا گیا ہے، نہ ہی دُنیادار بننے کی اِجازت دی گئی ہے... یہ ایسا سیدھا اور اعتدال والا راستہ ہے، جس پر چلنے والا بھٹکنے سے مکمل طور پر محفوظ رہتا ہے اور دُنیا و آخرت میں کامیابی پاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَہِیۡدًا ۔۔۔[1] آیتِ کریمہ کا تفسیری ترجمہ ہے: ”اور بات یوں ہی ہے کہ اے مصطفیٰ کریم ﷺ کی اُمت! ہم نے تمھیں سب سے افضل اور سب سے زیادہ اعتدال والی اُمت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تم پر نگہبان و گواہ ہوں۔“[البقرۃ2:143]

صاحبِ نعلَین ووِسادہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سمجھانے کے لیے ایک سیدھی لکیر لگائی، پھر اپنا دستِ مبارک اُس پر رکھ کر فرمایا: «هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ.» یعنی ”یہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی مثال ہے“ (یہ لکیر بالکل سیدھی ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ دینِ اسلام کے عقائد و اعمال بھی اعتدال والے ہیں)۔ پھر آپ ﷺ نے اُس سیدھی لکیر کے دائیں بائیں (مُڑنے والی) کچھ لکیریں لگائیں اور اُن کے بارے میں فرمایا: وَهٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِّنْهَا شَيْطَانٌ يَّدْعُوْ إِلَيْهِ. یعنی ”یہ دوسرے راستوں (گمراہ فرقوں) کی مثال ہے، اِن میں سے ہر راستے پر ایک شیطان ہے جو اُس کی طرف بلاتا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ وَلَا تَتَّبِعُوا

---

[1] وَاخْتَلَفُوا فِي تَفْسِيرِ الْوَسَطِ وَذَكَرُوا أُمُورًا. أَحَدُهَا: أَنَّ الْوَسَطَ هُوَ الْعَدْلُ...وَالْعَدْلُ هُوَ الْمُعْتَدِلُ الَّذِي لَا يَمِيلُ إِلَى أَحَدِ الطَّرَفَيْنِ... اَلْقَوْلُ الثَّانِي: أَنَّ الْوَسَطَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خِيَارُهُ....وَاعْلَمْ أَنَّ هٰذِهِ الْأَقْوَالَ مُتَقَارِبَةٌ غَيْرُ مُتَنَافِيَةٍ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. (مفاتیح الغیب التفسیر الکبیر)

السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ذٰلِكُمۡ وَصّٰىكُمۡ بِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ۔ ''(اے محبوب! فرما دیجیے:) یہ (شریعت) میرا سیدھا راستہ ہے تو اِس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو، ورنہ وہ راستے تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے۔ اللہ تمہیں اِس کی تاکید فرماتا ہے؛ تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔''[الانعام6:153](سنن نسائی کبریٰ، حدیث:11109۔ سنن ابن ماجہ، حدیث:11۔ مسند احمد، حدیث:15277)

اِس آیتِ کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتدال شریعت پر عمل کرنے کا ہی نام ہے اور جو کچھ خلافِ شریعت ہے وہ سب اِفراط و تفریط ہے۔

عید الفطر اور اعتدال

زندگی کے دیگر معاملات کی طرح عید الفطر کا پُر مَسرت موقع بھی اسلامی اعتدال و میانہ روی کی حسین مثال ہے... دینِ متین نے نہ تو ہماری یہ تربیت کی ہے کہ خوشی کبھی نہیں منانی، ہر وقت چہرہ مُرجھایا رہے... اور نہ ہی یہ سوچ دی ہے کہ زندگی موج مستی کا نام ہے، ہر وقت خوشیاں مناؤ، جو چاہو کرتے پھرو اور زندگی کا لُطف اُٹھاؤ... بلکہ ربّ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ مکرم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ہمیں خوشیاں منانے کے لیے تہوار بھی دیے ہیں اور تہوار منانے کا سلیقہ بھی سکھایا ہے۔

سورۂ بقرہ کی جس آیتِ کریمہ میں باری تعالیٰ نے رمضان المبارک میں قرآنِ مجید کو نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور اُس میں روزے رکھنے کا حکم دیا، اُسی آیتِ کریمہ میں عید الفطر کا نہایت حسین انداز میں ذکر فرمایا، جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اِس دن میں خوشی کرنی چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کیسے کرنی چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلِتُكۡمِلُوا الۡعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمۡ[1] وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ۔ ''تاکہ تم تعداد پوری کرو (اگر 29 رمضان کو شوال کا چاند نظر نہ آئے تو 30 روزے پورے کرو) اور تاکہ تم اِس پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اُس نے تمہیں ہدایت دی ہے (ایمان اور نیکیوں کی توفیق ملنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور عبادات کے ذریعے اُس کی تعظیم بجالاؤ) اور تاکہ تم (اُس کا) شکر ادا کرو۔''[البقرۃ2:185]

کتنی افسوس ناک بات ہے کہ غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی ہم خالص اسلامی تہوار بھی اِس طریقے سے منانے لگ گئے ہیں کہ اُن میں اسلامی رنگ نظر نہیں آتا! عید کے موقع پر شراب نوشی اور ناچ گانے کے پروگرامز... فحاشی، ہوائی فائرنگ، موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں کے سلنسر نکال کر گلیوں سڑکوں پہ گھومنا اور لوگوں کو تکلیف دینا، وَن ویلنگ کا تماشا کرتے ہوئے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا.... یہ سب اُمور عام ہو رہے ہیں۔ حالانکہ دین ہمیں اِن تمام کاموں سے سختی کے ساتھ منع فرماتا ہے۔

---

[1] یقول فخر الدین الرازی علیہ الرحمۃ: اَلْقَوْلُ الثَّانِيْ: فِيْ تَفْسِيْرِ قَوْلِهٖ: "وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ" أَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ التَّعْظِيْمُ لِلّٰهِ شُكْرًا عَلٰى مَا وُفِّقَ عَلٰى هٰذِهِ الطَّاعَةِ۔ وَاعْلَمْ أَنَّ تَمَامَ هٰذَا التَّكْبِيْرِ إِنَّمَا يَكُوْنُ بِالْقَوْلِ وَالْاِعْتِقَادِ وَالْعَمَلِ۔ (مفاتیح الغیب[التفسیر الکبیر])

خواتین کوراگ سے بچانا: وہ منظر ذہن میں لائیے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا قافلہ سفر کر رہا ہے، ہمراہ وہ مرد وخواتین ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کے بعد سب سے زیادہ عزت حاصل ہے، اِس دوران صحابیِٔ رسول سیدنا ابومار یہ انجشہ رضی اللہ عنہ اپنی خوبصورت آواز میں اُونٹوں کو تیز چلانے کے لیے اُونٹوں کا راگ کہنے لگتے ہیں، نبیِ کریم ﷺ فرماتے ہیں: «رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ! لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيرَ.» ”انجشہ! ٹھہرو، شیشیاں مت توڑو۔“ (صحیح بخاری، حدیث: 6211) یعنی سفر میں عورتیں بھی ساتھ ہیں، اِن کے دل نازک شیشے کی طرح کمزور ہیں، اُونٹوں کا راگ سن کر کہیں اُن کے دل میں کوئی دوسرا خیال پیدا نہ ہو۔

نبیِ رحمت ﷺ نے اُمّت کی تربیت کے لیے کائنات میں سب سے زیادہ پاکیزہ دلوں والی خواتین کے سامنے راگ کہنے سے منع فرمادیا، اِس سے ہمیں تربیت لینی چاہیے کہ عید کی خوشی میں پاک دامنی کی حفاظت کے لیے بے حیائی سے بچنا کتنا ضروری ہے۔

لعنتی آوازیں: پروردۂ آغوشِ نبوت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ: مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَّرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ. ”دو آوازوں پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے: خوشی کے وقت باجا (گانا) اور مصیبت کے وقت چِلّانا۔“ (مسند البزار، حدیث: 7513۔ مجمع الزوائد، رقم: 4017)

خوشی و فکر مندی میں اعتدال

مسلمان پر لازم ہے کہ خوف اور اُمّید کے حوالے سے بھی اعتدال پر رہے... اُس کے دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت، اُس کی شانِ بے نیازی و عدمِ مسئولیت اور اپنے گناہوں کے انجام کا خوف بھی ہو اور اِس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی کا تصور کر کے اُس کی رحمت و بخشش سے قوی امید بھی وابستہ رکھے۔

عید الفطر کے موقع پر بھی دل کی یہی کیفیت ہونا لازم ہے۔ یہ خوشی اور اُمّید بھی ہونی چاہیے کہ اِس دن میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور وہ اپنے فرماں بردار بندوں کو اِنعام و عیدی عطا فرماتا ہے، ہمیں بھی اُس کی رحمت کی بھیک نصیب ہو گی... اور فکر مند بھی ہونا چاہیے کہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کا حق ادا نہیں کر سکے، کہیں وہ بے نیاز اپنی رحمت سے محروم نہ فرمادے۔ جن لوگوں نے شرعی عذر کے بغیر رمضان کے روزے نہیں رکھے یا دیگر احکام پر عمل نہیں کیا وہ تو فکر مند ہوں گے ہی، جو سب کچھ کرتے رہے اُنھیں بھی فکر مند ہونا چاہیے کہ قبول ہو جائیں، کہیں ہماری سستی کی وجہ سے ردّ نہ کر دیے جائیں۔

نیک عمل کی قبولیت کتنی ضروری ہے؟ اللہ تعالیٰ کے خلیل سیدنا ابراہیم علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْم نے کعبہ شریف کی تعمیر کے بعد رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے پہلی دُعا یہ کی: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. ”اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔“ [البقرۃ 2:127]

قبولیت کی نشانیاں: کوئی عمل قبول ہوا یا نہیں؟ اِس کی حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، البتہ علمائے کرام نے قرآن وسنت کی روشنی میں کچھ نشانیاں ذکر کی ہیں، جن سے قبولیت کی اُمید قائم کی جاسکتی ہے۔ مثلاً:

⟸ استقامت کی توفیق۔ یعنی نیک عمل قبول ہونے کی ایک نشانی یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ آئندہ بھی وہ عمل جاری رکھنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

مشہور شعر ہے:

مکتبِ عشق کا دستور نرالا دیکھا
اُس کو چھٹی نہ ملے جس کو سبق یاد رہے[1]

⟸ مزید نیک اعمال کی توفیق۔ خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ کا ارشاد ہے: وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۔ یعنی "جو نیک کام کرے ہم اُس کے لیے اِس عمل میں حسن اور خوبی مزید بڑھادیں گے (مزید اچھے کام کرنے کی توفیق دیں گے اور اعمال میں اخلاص و حلاوت عطا کردیں گے) بے شک اللہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔" [الشوریٰ 23:42]

⟸ توبہ واستغفار کا شوق۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۔ "اے ایمان والو! اللہ کی بارگاہ میں ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو۔" [التحریم 8:66] یعنی ایسی توبہ کرو کہ اعمال میں اُس کا اثر معلوم ہو اور آئندہ گناہوں سے بچتے ہوئے نیکیوں میں زندگی گزرے۔

⟸ اللہ تعالیٰ کی رِضا پر راضی رہنے کی لگن۔ ربِّ کریم جن بندوں سے راضی ہوتا ہے اُن کی ایک خوبی قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں یہ بیان ہوئی: رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ "اللہ تعالیٰ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔"[2]

بزرگانِ دین ربّ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے نہ جانے کس قدر محنت کرتے تھے، پھر بھی فکر مند ہوتے تھے کہ قبول ہوجائے... ہم لوگ کرتے کچھ نہیں، مگر بے فکر یوں ہیں جیسے قبولیت کی سند حاصل کرلی ہو۔

بہر حال عید کا موقع ہو یا کوئی اور... اعتدال کے ساتھ رحمت کی اُمّید بھی ہونی چاہیے اور اعمال کے انجام کا خوف بھی۔

---

[1] عمومی طور پر اِس شعر کو ترمیم کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، درست یہی ہے جو یہاں لکھا گیا۔

[2] سرکارِ دوعالم ﷺ کے چچا محترم سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَّضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا ـ» "جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول اللہ ہونے پر راضی اور مطمئن ہوا اُسے ایمان کی لذت اور حلاوت نصیب ہوگی۔" (صحیح مسلم، حدیث:34)

دیگر اُمور میں اعتدال

عید کے موقع پر بہت سے کاموں میں بے اعتدالی کی جاتی ہے، ہمیں سب میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔

کھانے پینے میں اعتدال: عید اور دیگر مواقع پر کھانے پینے میں اعتدال ضروری ہے۔ بے شمار لوگ کھانے پینے کے حوالے سے بے احتیاطی اور بے اعتدالی کرتے ہیں اور بہت مرتبہ بیمار بھی ہو جاتے ہیں، قرآنِ مجید اِس بارے بھی ہمیں میانہ روی سکھاتا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ "اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو پسند نہیں۔" [الاعراف 7:31]

سبحان اللہ! کیسا جامع کلام ہے، "حد سے نہ بڑھو" فرما کر کسی بھی طرح سے شریعت کی خلاف ورزی کرنے سے منع فرما دیا۔

بزرگوں نے لکھا کہ کھانے پینے میں اِسراف (حد سے بڑھنے) کی کئی صورتیں ہیں:

⇐ حد یہ ہے کہ صرف حلال طریقے سے کمایا جائے اور حلال ہی کو کھایا جائے، اگر انسان حلال کی پروا نہ کرے تو یہ حد سے تجاوُز ہے، جس سے آیتِ کریمہ میں منع فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ کسی بھی موقع پر حرام کی اِجازت نہیں۔

⇐ سنت یہ ہے کہ ابھی کچھ بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دیا جائے، تاہم اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کا کوئی کام کرنے کے لیے طاقت حاصل کرنے کی نیت سے پیٹ بھر کر کھانا کھایا جائے تو اچھا ہے... زیادہ سے زیادہ کھانے کی حد یہ ہے کہ اتنا کھائے جس سے طبیعت خراب نہ ہو... اِس قدر کھانا کہ پیٹ خراب ہونے کا گمان ہو، یہ حد سے تجاوُز ہے اور حرام ہے۔ (بہارِ شریعت، ج:3، ح:16، ص:374، ملخصًا)

⇐ حد یہ ہے کہ انسان وہ چیز کھائے جو اُس کے لیے فائدہ مند ہے، نقصان دہ چیز کھانا حد سے تجاوُز ہے۔

مسلمان کا کھانا، پینا سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی سنت کے مطابق ہونا چاہیے... ہاتھ دھو کر، کلی کر کے، بسم اللہ شریف پڑھنے کے بعد، عاجزی کے انداز میں، دائیں ہاتھ سے، تین اُنگلیوں کے ساتھ کھانا چاہیے، آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور ہاتھ دھونا، کلی کرنا بھی سنت ہے۔

مال خرچ کرنے میں اعتدال: عید اور دیگر مواقع پر مال خرچ کرنے میں بھی میانہ روی ضروری ہے... نہ تو کنجوسی کی اِجازت ہے اور نہ ہی فضول خرچی کی۔ جہاں خرچ کرنے کا فائدہ ہو، وُسعت کے باوجود وہاں خرچ نہ کرنا "بخل" ہے، جسے ہم کنجوسی کہتے ہیں... اور جہاں خرچ کرنا ممنوع ہو یا ضرورت نہ ہو یا خرچ کرنے کا مقصد اچھا نہ ہو وہاں خرچ کرنا "اسراف" ہے، جسے ہم فضول خرچی کہتے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ نے کنجوسی کو بھی ناپسند کیا ہے اور فضول خرچی سے بھی منع فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۔ یعنی "(اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے وہ ہیں) جو خرچ کرتے وقت نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں، نہ کنجوس بنتے ہیں، اور اُن کا شعار اِن دونوں (بخل اور اِسراف) کے درمیان میانہ روی ہوتا ہے۔" [الفرقان 25:67]

صدقۂ فطر

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

فَرَضَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ طُھْرَۃً لِّلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَۃً لِّلْمَسَاکِیْنِ۔۔۔ یعنی آقا کریم ﷺ نے صدقۂ فطر مقرر فرمایا؛ تاکہ اس کی برکت سے روزہ دار کا روزہ لغو اور فحش و بے ہودہ کلام سے پاک ہو جائے اور مساکین کے لیے کھانے کا انتظام ہو جائے۔ (سنن ابوداود، حدیث:1609)

کس پر واجب ہے؟ وہ مسلمان جو عید کی صبح بنیادی ضروریاتِ زندگی[1] اور قرض کے علاوہ 52.5 تولے (612.36 گرام) چاندی یا اِس کی قیمت کے برابر نقدی (Cash) یا سامان وغیرہ کا مکمل طور پر مالک (Owner) ہو اُس پر صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

نوٹ: حکومتِ پاکستان نے 2023ء/1444ھ کے لیے نصاب ایک لاکھ تین ہزار ایک سو اکسٹھ روپے مقرر کیا ہے۔

مسئلہ: کوئی شخص بلا عذر، یا عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ پایا تو بھی صاحبِ نصاب ہونے کی صورت میں اُس کا فطرانہ واجب ہے۔

کس کس کا واجب ہے؟ ہر صاحبِ نصاب پر اپنا اور اپنی نابالغ اولاد (جو مالکِ نصاب نہیں) کا صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ عاقل بالغ اولاد اور بیوی اگر زیرِ کفالت ہوں تو ان کی طرف سے صدقۂ فطر کی ادائیگی کے لیے اُن سے اجازت لینا ضروری نہیں، ورنہ ضروری ہے۔

کب واجب ہے؟ نمازِ عید سے پہلے پہلے ادا کر دینا ضروری ہے۔ رمضان المبارک میں ادا کر دینا بھی جائز ہے اور اگر نمازِ عید تک ادا نہ کیا تب بھی معاف نہیں، بعد میں ادا کر دے۔

کتنا واجب ہے؟ آمدن اور مالی حیثیت کے مطابق تقریباً دو کلو گندم یا اُس کا آٹا یا قیمت،[2] یا چار کلو کھجور، کشمش، جَو یا اِن کی قیمت۔

کسے دینا ہے؟ وہ صحیح العقیدہ مسلمان جو بنیادی ضروریاتِ زندگی اور قرض کے علاوہ 612.36 گرام چاندی یا اُس کی قیمت کے برابر نقدی یا سامان کا مالک نہ ہو اُسے فطرانہ دینا جائز ہے۔

---

[1] جن چیزوں کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہوتا ہے، جیسے رہائش کا گھر، استعمال کا لباس اور ضرورت کی سواری۔

[2] رمضان المبارک میں ہونے والی مہنگائی کے بعد آٹے کے موجودہ ریٹ کے مطابق دو کلو کی قیمت تقریباً 340 روپے ہے۔

روزوں کی قضا

اگر خدا نخواستہ رمضانِ کریم میں کوئی شخص عذر کی وجہ سے یا بلاعذر روزے نہیں رکھ سکا تو اُس پر بعد میں اُن کی قضا کرنا (اور شیخِ فانی کا فدیہ دینا) اُسی طرح فرض ہے جس طرح رمضان میں روزے رکھنا فرض تھا۔ جیسے شرعی عذر کے بغیر رمضان میں روزہ چھوڑنا گناہِ کبیرہ ہے اِسی طرح بلاعذر بعد میں قضا نہ کرنا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۔ ”تو تم میں جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اُتنے روزے دوسرے دنوں میں رکھے۔“[البقرۃ2:184]

رمضان کے بعد چھ روزے

سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَامَ سِتَّةَ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ، مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۔ ”جو مسلمان (ماہِ رمضان میں روزے رکھے، پھر) عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے تو اُسے پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا، (اس لیے کہ) جو ایک نیکی کرے اُس کے لیے اُس جیسی دس نیکیاں ہیں۔“(سنن ابن ماجہ، حدیث:1715)

احادیثِ مبارکہ میں عید کے بعد شوال کے اندر چھ روزے رکھنے کا بھی ذکر ہے،[1] تاہم اِس حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے بعد کسی بھی مہینے میں چھ روزے رکھنے سے سال بھر روزے رکھنے کا ثواب عطا ہو جائے گا۔

---

[1] میزبانِ رسول ﷺ سیدنا ابو ایّوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ ۔» ”جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اِن کے بعد چھ دن شوال میں روزے رکھے تو ایسا ہے جیسے دہر کا روزہ رکھا۔“(صحیح مسلم، حدیث:1164) یعنی اللہ تعالیٰ اُسے پورے سال کے روزوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔(لمعات التنقیح)

نمازِ عید کا طریقہ

پہلے زبان سے یا دل میں ہی یوں نیت کریں: ”دو رکعات نمازِ عید واجب، اضافی چھ تکبیروں سمیت، اِس امام کے پیچھے، قبلہ شریف کی طرف رُخ کیے“۔

پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہیں اور ہاتھ باندھ لیں۔ پھر ثنا پڑھیں۔ پھر امام کے ساتھ دو مرتبہ کانوں تک ہاتھ اُٹھائیں اور اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہتے ہوئے ہاتھ چھوڑ دیں، تیسری مرتبہ کانوں تک ہاتھ اُٹھائیں اور اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ اب امام صاحب تلاوت کریں گے اور تمام مقتدی خاموشی سے سنیں گے۔

پہلی رکعت کا رکوع اور سجدے کرنے کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو کر امام صاحب قراءت کریں گے اور تمام مقتدی خاموشی سے سنیں گے۔ قراءت کے بعد امام کے ساتھ تین مرتبہ کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں۔ چوتھی مرتبہ بغیر ہاتھ اُٹھائے اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیں اور حسبِ قاعدہ نماز مکمل کریں۔

نمازِ عید میں تاخیر سے پہنچنے والے کے لیے:

- مقتدی دیر سے پہنچا اور امام صاحب تکبیرات کہہ کر قراءت شروع کر چکے تھے تو وہ تکبیرِ تحریمہ کہہ کر فوراً ہی تین تکبیریں کہہ لے۔
- امام صاحب پہلی یا دوسری رکعت کے رکوع میں جا چکے ہیں تو اُن کے ساتھ رکوع میں جائے اور بغیر ہاتھ اُٹھائے رکوع میں اِضافی تکبیرات کہہ لے۔ اگر رکوع میں تکبیریں پوری کرنے سے پہلے امام صاحب نے رکوع سے سر اُٹھا لیا تو باقی تکبیرات معاف ہو گئیں۔
- اگر امام صاحب کے پہلی یا دوسری رکعت کے رکوع سے اُٹھنے کے بعد شامل ہوا تو اب تکبیریں نہ کہے، بلکہ جب امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز پڑھے اُس وقت کہے۔

نماز میں بھول سے متعلق:

امام پہلی رکعت کی تکبیریں بھول گیا تو قراءت کے بعد یا رکوع میں کہہ لے اور دوسری رکعت کی بھول گیا تو نہ قیام کی طرف لوٹے نہ رکوع میں کہے۔ (بہارِ شریعت، ج:1، ح:4، ص:782، 783، ملخصًا)

معانقہ سے متعلق ایک اہم بات

خاتم النبیین ﷺ سے مروی ہے: مَا مِنْ عَبْدَيْنِ مُتَحَابَّيْنِ فِي اللهِ يَسْتَقْبِلُ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، فَيَتَصَافَحَانِ وَيُصَلِّيَانِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا لَمْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى تُغْفَرَ ذُنُوبُهُمَا مَا تَقَدَّمَ مِنْهَا وَمَا تَأَخَّرَ۔ (شعب الإيمان، 281/11، رقم:8543، وأخرجه أيضًا البخاري في التاريخ الكبير:252/3، وأبو يعلى:334/5، رقم:2960۔ فيه درست بن حمزة، وهو ضعيف) یعنی ”اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آپس میں محبت کرنے والے دو مسلمان جب ایک دوسرے سے ملیں اور سلام و مصافحہ کریں اور نبی کریم ﷺ پر دُرود پڑھیں تو اُن کے جدا ہونے سے پہلے اُن کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔“

عید کے موقع پر باہم ملاقات اور مصافحہ و معانقہ بکثرت ہوتا ہے، اس موقع پر بخشش کا بہت آسان ذریعہ ہے کہ دل سے بھی کدورتیں نکال دی جائیں اور سلام کے ساتھ ساتھ بارگاہِ خاتم النبیین ﷺ میں دُرود و سلام کا ہدیہ پیش کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ مقربینِ بارگاہ کے صدقے میں بخشش و مغفرت والے اِس عظیم دن میں ہم سب کی بخشش و مغفرت فرمائے اور اِس پُرمسرت موقع پر تمام مسلمانوں کو خوشیوں سے نوازے۔

ربّ تعالیٰ تمام دشمنانِ اسلام کو ذلیل و رُسوا کرے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۷ شوّال المکرم،۱۴۴۴ھ /28 اپریل، 2023ء

آثارِ نبویّہ

کا تحفّظ اور اُن سے تبرک

(یومِ انہدامِ جنت البقیع و جنت المَعلیٰ کے تناظر میں)

مشمولات

- نسبت کی قدر
- محبتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا تقاضا... احکام کی تعمیل اور نسبتوں سے محبت
- آثارِ نبویہ کے تحفّظ اور اُن سے تبرک کے بارے میں اکابر کا انداز
- آثارِ نبویہ کا تحفّظ اور خلافتِ عثمانیہ
- آثارِ نبویہ کو ختم کرنے کے سانحات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اُقۡسِمُ بِہٰذَا الۡبَلَدِ o وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِہٰذَا الۡبَلَدِ o [البلد90:1،2]

محبت کا اُصول ہے کہ پیار کرنے والے کو اپنے محبوب کی ہر نسبت وادا پیاری ہوتی ہے۔ اگر کسی کو اپنے محبوب کی ادائیں، اُس کی نسبتیں اور اُس کے آثار و متعلقین اچھے نہیں لگتے تو اِس کا مطلب ہے کہ اُس کی محبت ابھی ناقص ہے۔

خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ کو بھی اپنے محبوبوں کی نسبتیں محبوب ہیں... یہ نسبتوں سے محبت کا ہی تو اِظہار ہے کہ اُس نے اپنے خلیل علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ سے نسبت والی دو پہاڑیوں: صفا اور مَروَہ کو شعائرُ اللہ سے قرار دیا اور اپنے خلیل کے نشانِ قدم والے پتھر کے بارے میں حکم دیا کہ بیت اللہ کا طواف کر کے مقامِ ابراہیم کے پاس نماز ادا کرو۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی شانِ محبوبیت بے مثال ہے، اِسی لیے ربّ تعالیٰ کو آپ کی نسبتیں بھی بے حد پیاری ہیں۔ ایک مرتبہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُوْلَ اللهِ! لَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيلَتِكَ عِنْدَ اللهِ أَنْ أَقْسَمَ بِحَيَاتِكَ دُوْنَ سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ، وَلَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيلَتِكَ عِنْدَهُ أَنْ أَقْسَمَ بِتُرَابِ قَدَمَيْكَ فَقَالَ: {لَآ اُقۡسِمُ بِہٰذَا الۡبَلَدِ} [البلد90:1]. یارسول اللہ صلّی اللہُ علیکَ وسلّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! قسم بخدا! ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی یہ عزت و فضیلت ہے کہ اُس نے انبیائے کرام علیہم السلام میں سے صرف آپ کی زندگی کی قسم اِرشاد فرمائی، اور قسم بخدا! خالقِ کائنات کی بارگاہ میں آپ کا یہ رُتبہ ہے کہ اُس نے (لوگوں کو آپ کا مقام و مرتبہ بتانے کے لیے) آپ کے قدموں سے لگنے والی خاک کی قسم ذکر کی اور فرمایا: "مجھے اِس شہر کی قسم! کہ آپ اِس میں تشریف فرما ہیں۔"

(المواہب اللدنیہ، ج:2، ص:575، المکتبۃ التوقیفیۃ قاہرہ۔ فتاوٰی رضویہ، ج:30، ص:161، 162، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ)

ربِّ کریم نے قرآنِ مجید میں مسجدِ اقصیٰ کے اِرد گرد کو بابرکت قرار دیا۔ مفسرین نے لکھا: مسجدِ اقصیٰ کے گرد دین و دُنیا کی برکتیں ہونے کی یہ بھی وجہ ہے کہ وہاں کئی انبیائے ذی شان کے آثار ہیں، انبیا اِن مقامات پر ربّ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے ہیں۔[1]

مسلمان ہمیشہ سے محبوبانِ خُدا کے آثار، بالخصوص آثارِ نبویہ سے محبت کرتے ہیں اور اُن سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ تقریباً ایک صدی قبل شوال المکرم میں آثارِ نبویہ کے حوالے سے نہایت افسوس ناک سازش کی گئی جسے اُمّت کبھی نہیں بھلا سکے گی۔

اِس مناسبت سے آج کے خطبہ میں آثارِ نبویہ کے تحفّظ اور اُن سے تبرک کے بارے میں کچھ باتوں کا تذکرہ ہو گا۔

---

[1] سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ... [بنی اسرائیل17:1] ببركات الدين والدنيا لأنه مهبط الوحي ومتعبد الأنبياء عليهم الصلاة والسلام. (تفسير البيضاوي، تفسير أبي السعود)

آثارِ نبویہ کے تحفّظ اور اُن سے تبرک کے بارے میں اکابر کا انداز

صحابۂ کرام علیہم الرضوان اپنے آقا کریم ﷺ سے نسبت والی چیزوں اور آثارِ کریمہ کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے، اِعزاز و تکریم کے ساتھ اُن کی حفاظت کرتے اور اُن سے برکت حاصل کرتے تھے، یہی جذبہ تابعین اور بعد والے مسلمانوں میں بھی موجود رہا۔

کتبِ احادیث میں سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ اکابر فقط سید عالم ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں ہی نہیں، بلکہ آپ ﷺ کے وصالِ اقدس کے بعد بھی آپ کی نسبتوں سے برکت حاصل کرتے تھے۔ مثلاً:

⟸ 6ھ میں صلحِ حُدیبیَہ کے موقع پر قُریشِ مکہ کے سفیر عُروہ نے کہا تھا: مسلمانوں کے نبی جب اپنی بینی (ناک) مبارک صاف فرماتے ہیں تو وہ (تبرک) کسی صحابی کی ہتھیلی پر پڑتا ہے، چنانچہ وہ (نہایت عقیدت سے) اُسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے۔

⟸ جب وہ وُضو کرتے ہیں تو اُن کے صحابہ وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے یوں کوشش کرتے ہیں جیسے پانی لینے کے لیے آپس میں لڑائی ہو جائے گی۔[1] صرف یہی نہیں، بلکہ بقولِ سیدنا ابو جُحَیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چشمِ فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ جسے رحمتِ عالم ﷺ کے وُضو والے پانی کے کچھ قطرے نصیب ہوئے اُس نے وہ اپنے چہرے پر مل لیے اور جسے پانی نہیں ملا اُس نے پانی والے کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ مس کر کے اُسے ہی اپنے چہرے پر مل لیا۔[2]

⟸ مؤذنِ مسجدِ حرام، صحابیِ رسول ﷺ سیدنا ابو محذورہ جُمَحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرورِ عالم ﷺ نے خود اذان سکھائی اور اُن کی پیشانی پر اپنا دستِ مبارک رکھا۔ چنانچہ اُنھوں نے اپنی وفات تک رحمتِ عالم ﷺ کے دستِ مبارک کی نشانی باقی رکھنے کے لیے اپنے سر کے اگلے حصے کے بال نہیں کٹوائے۔[3]

⟸ امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ نے صحیح بخاری شریف میں بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِیْ عَلٰی طُرُقِ الْمَدِیْنَةِ وَالْمَوَاضِعِ الَّتِیْ

---

[1] ففی روایة البخاری: وَاللهِ إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ... وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوئِهٖ... (الجامع الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: 2731)

[2] عن أبي جُحَيْفَةَ وَهْبِ بن عبد الله قَالَ: «أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوْءَ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ يَبْتَدِرُوْنَ الْوَضُوْءَ، فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ، وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ. (صحیح البخاری: 5859)

[3] فَكَانَ أَبُوْ مَحْذُوْرَةَ لَا يَجُزُّ نَاصِيَتَهٗ وَلَا يَفْرِقُهَا لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَيْهَا. (السنن لأبی داود، رقم الحدیث: 501)
عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ مَجْزَأَةَ، أَنَّ أَبَا مَحْذُوْرَةَ، كَانَتْ لَهٗ قُصَّةٌ فِيْ مُقَدَّمِ رَأْسِهٖ، إِذَا قَعَدَ أَرْسَلَهَا فَتَبْلُغُ الْأَرْضَ، فَقَالُوْا لَهٗ: أَلَا تَحْلِقُهَا؟ فَقَالَ: «إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَيْهَا بِيَدِهٖ، فَلَمْ أَكُنْ لِأَحْلِقَهَا حَتّٰى أَمُوْتَ». فَلَمْ يَحْلِقْهَا حَتّٰى مَاتَ. (المستدرك على الصحيحين، رقم الحديث: 6181۔ المعجم الكبير، رقم الحديث: 6746۔ معرفة الصحابة لأبی نُعيم، رقم الحديث: 3564۔ ورواه البخاری فی "التاريخ الكبير"، برقم: 2403)

صَلّٰی فِیۡهَا النَّبِیُّ ﷺ (مدینہ منوّرہ سے مکہ مکرمہ کے راستے میں مساجد اور وہ مقامات جہاں سرورِ عالم ﷺ نے نماز ادا فرمائی) کے عنوان سے ایک باب قائم کیا اور اُس میں متعدد روایات ذکر فرمائیں کہ شہزادۂ فاروقِ اعظم سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہما جب مدینہ منوّرہ سے مکہ مکرمہ جاتے تو راستے میں اپنے تلامذہ کے سامنے پیمائش کر کے اُن مقامات کی نشان دہی فرماتے جہاں سرکارِ دوعالم ﷺ نے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے نماز ادا فرمائی تھی اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں نماز پڑھتے۔ محدثین نے لکھا: آپ اِس لیے یہ مقامات بتاتے تھے کہ مسلمان اُن مقامات سے برکت حاصل کریں جہاں کبھی آقا کریم ﷺ کے مبارک قدم لگے تھے۔ (1)

⟸ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سیدنا حسّان بن ثابت کی علّاتی بہن سیدتنا کَبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تشریف لائے اور (کسی حکمت کے پیشِ نظر) پانی کے مشکیزے کو اپنے دہن (منہ) مبارک کے ساتھ لگا کر پانی نوش فرمایا۔ سیدتنا کبشہ رضی اللہ عنہا نے برکت حاصل کرنے کے لیے مشکیزے کا وہ حصہ کاٹ کر اپنے پاس محفوظ کر لیا جس پر سرورِ عالم ﷺ کے مبارک ہونٹ لگے تھے۔ (2)

⟸ اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سرکارِ دوعالَم ﷺ کے زیرِ استعمال رہنے والا ایک جُبّہ تھا، اُمّ المؤمنین کے وصال کے بعد اُن کی ہمشیرہ سیدتنا اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُسے اپنے پاس محفوظ رکھا، وہ فرماتی تھیں: فَنَحۡنُ نَغۡسِلُهَا لِلۡمَرۡضٰی یُسۡتَشۡفٰی بِهَا۔ یعنی ہم یہ جبہ پانی میں ڈال کر وہ پانی بیماروں کو پلاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اُنھیں شفاعطا فرما دیتا ہے۔ (3)

⟸ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سمیت متعدد صحابہ واہلِ بیت اور بزرگانِ دین علیہم الرضوان نے اپنے وصال کے وقت نبی مکرم ﷺ کے آثارِ مبارکہ کفن وغیرہ میں شامل کرنے کی وصیت کی؛ تاکہ قبر میں اُن کی برکتیں نصیب ہوتی رہیں۔ (4)

⟸ نبی مکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس تو بہت بلند ہے! بزرگانِ دین آپ ﷺ کے شہرِ مبارک سے ادنیٰ نسبت والی چیزوں کو بھی باعثِ برکت سمجھتے ہیں اور اُن کا احترام کرتے ہیں۔

---

[1] إنما كان يصلي ابن عمر في المواضع التي صلى فيها النبي على وجه التبرك بتلك الأمكنة والرغبة في فضلها، ولم يزل الناس يتبركون بمواضع الصالحين وأهل الفضل، ألا ترى أن عتبان بن مالك سأل نبي الله ﷺ أن يصلي في بيته ليتخذ المكان مصلى، فصلى فيه النبي صلى الله عليه وسلم. (شرح صحيح البخاري لابن بطال). وقال ابن حجر: وَمُحَصَّلُ ذٰلِكَ أَنَّ ابۡنَ عُمَرَ كَانَ يَتَبَرَّكُ بِتِلۡكَ الۡأَمَاكِنِ. (فتح الباري)

[2] عن كَبۡشَةَ قَالَتۡ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوۡلُ اللهِ ﷺ فَشَرِبَ مِنۡ فِيۡ قِرۡبَةٍ مُّعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمۡتُ إِلٰى فِيۡهَا فَقَطَعۡتُهٗ. (سنن الترمذي: 1892) قال النووي: وإنّما قَطَعَتۡهَا: لِتَحۡفَظَ مَوۡضِعَ فَمِ رَسُوۡلِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- وَتَتَبَرَّكَ بِهٖ، وتَصُوۡنَهٗ عَنِ الۡاِبۡتِذَالِ. (رياض الصالحين)

[3] وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَلۡبَسُهَا، فَنَحۡنُ نَغۡسِلُهَا لِلۡمَرۡضٰى يُسۡتَشۡفٰى بِهَا. (الجامع الصحيح للمسلم، رقم الحديث: 2069) قال النووي: وَفِيۡ هٰذَا الۡحَدِيۡثِ دَلِيۡلٌ عَلَى اسۡتِحۡبَابِ التَّبَرُّكِ بِآثَارِ الصَّالِحِيۡنَ وَثِيَابِهِمۡ. (شرح النووي على مسلم)

[4] تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: فتاویٰ رضویہ، ج:9، ص:112 تا 119، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ

امامِ مدینہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ اور دیگر اکابر کی باتیں تو بلند ہیں! ماضی قریب کے ایک ولیِ کامل شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ایک مرتبہ مجھے گردے کی سخت تکلیف تھی، کسی پہلو قرار نہیں ملتا تھا، اچانک میری نظر دیوار پر آویزاں گنبدِ خضرٰی کی تصویر پر پڑی، مَیں باادب کھڑا ہو گیا، بارگاہِ رسالت میں اپنی فریاد پیش کی اور بارگاہِ الٰہی میں حضور نبیِ کریم ﷺ کے وسیلے سے دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور درد اُسی وقت موقوف (ختم) ہو گیا۔ (فوز المقال، ج:4، ص:445، ملخصًا)

آثارِ نبویہ کا تحفّظ اور خلافتِ عثمانیہ

ویسے تو ہر دور میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے منسوب اشیا کو محفوظ کرنے اور اُن سے برکات حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رہا، مگر ریاستی سطح پر آثارِ نبویہ کو محفوظ کرنے کے لیے ترکی حکومت (خلافتِ عثمانیہ / سلطنتِ عثمانیہ) نے بے مثال خدمات سرانجام دیں... اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی جائے ولادت، اُمّ المؤمنین سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مبارک گھر، بنو ارقم کی بیٹھک، حضرت وَرَقَہ بن نَوفل رضی اللہ عنہ کی دہلیز، حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا کا آنگن، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دولت خانہ، مسجدِ قبا، مسجدِ نبوی، مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المُعَلّٰی، مدینہ منوّرہ کے قبرستان جنت البقیع اور دیگر منسوب مقاماتِ مقدسہ کا آثارِ قدیمہ کے ماہرین سے تعیّن کروایا اور آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ بنانے کا فریضہ بہت عمدہ طریقے سے سرانجام دیا۔

ترکوں نے جس محبت کے ساتھ مسجدِ نبوی شریف کی تعمیر و توسیع کی اُس کا تذکرہ بھی نہایت ایمان افروز ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کے 31ویں بادشاہ سلطان عبد المجید (م:1861ء) علیہ الرحمہ نے 1265ھ / 1849ء میں مسجدِ نبوی شریف کی تعمیر و توسیع کے لیے ایک عالی شان منصوبہ بنایا... پورے عالمِ اسلام میں اِعلان کروایا گیا کہ حکومت کو مسجدِ نبوی کی عظیم الشان تعمیر کے لیے تعمیر اور اُس سے متعلقہ فنون کے ماہرین درکار ہیں... چنانچہ دُنیا بھر سے نقشہ نویس، معمار، سنگ تراش، بنیادیں رکھنے والے، خطّاط، شیشہ گر، کیمیاگر، رنگ ساز اور دیگر ہنر مندوں نے اپنے اہل و عیال کو سمیٹا اور یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے جمع ہونے لگے، حکومت نے اِنھیں دار الحکومت استنبول (سابقہ نام قُسطُنطینیّہ) کے قریب ایک نیا شہر آباد کر کے اُس میں ٹھہرایا۔

اِن کاریگروں کو حکم دیا گیا کہ اپنے بچوں یا شاگردوں میں سے قابل ترین افراد کا انتخاب کریں اور اُنھیں پختہ عمر میں پہنچنے تک ماہر کاریگر بنانے کے ساتھ ساتھ اچھا مسلمان، حافظِ قرآن اور بہترین گُھڑ سوار بھی بنائیں۔ چنانچہ 20، 25 سال کے بعد تقریباً 500 ایسے ہنر مند تیار ہو گئے جو حافظِ قرآن تھے، دینی ماحول میں پروان چڑھے تھے اور اپنے اپنے فن میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے تھے۔

دوسری طرف تعمیری ساز و سامان کی فراہمی کے لیے بھی انوکھا انداز اختیار کیا گیا... پتھر کی نئی کانیں دریافت کی گئیں... جنگلات سے لکڑی کی اعلیٰ ترین اقسام حاصل کی گئیں... رنگ سازوں نے طرح طرح کے رنگ تیار کیے... شیشہ گروں نے بہترین اقسام

کے شیشے بنائے...پچّی کاری (Mosaic) اور خطّاطی کے لیے متعلقہ افراد نے عالی شان قلم فراہم کیے، اِسی طرح باقی اشیا منصوبہ بندی کے ساتھ تیار کی گئیں۔

تعمیر کا وقت قریب آیا تو مدینہ منوّرہ سے تقریباً 12 میل کے فاصلے پر ایک نئی بستی آباد کر کے تعمیری سامان اور کاریگروں کو وہاں منتقل کیا گیا اور ہنر مندوں کی اِس انوکھی جماعت کو حکم دیا گیا کہ:

1) تعمیر کے آغاز سے اختتام تک تمام کاریگر اپنے کام کے دوران ہر لمحہ باوُضو رہیں۔

2) تمام کاریگر حافظ ہیں، چنانچہ کام کے دوران ہر لمحہ قرآنِ پاک کی تلاوت جاری رکھیں۔

3) تمام اشیا کو قائم کی گئی بستی میں مکمل تیار کر کے مسجدِ نبوی میں لایا جائے؛ تاکہ سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پڑوس میں معمولی شور بھی نہ ہو۔ اگر چُنائی کے دوران معلوم ہوتا کہ کوئی پتھر چھوٹا یا بڑا ہے تو اُسے دوبارہ 12 میل دُور بستی میں لے جاکر درست کر کے واپس لایا جاتا اور مسجدِ اقدس کی دیوار میں نصب کیا جاتا۔

ترکوں کا یہ اہتمام اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تربیت کے عین مطابق تھا، جب آپ مسجدِ نبوی شریف کے اِرد گرد کسی گھر میں کیل ٹھونکے جانے کی یا مستری کے اوزار استعمال کرنے کی آواز سنتیں تو اُنھیں پیغام بھیجتیں: لَا تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ۔[1] یعنی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آواز بلند کر کے آپ کو ایذا مت دو۔

(المواهب اللدنية، ج:3، ص:594، المكتبة التوقيفية۔ وفاء الوفاء باخبارِ دار المصطفٰی، ج:2، ص:123، دار الكتب العلمية)

اُس وقت جدید مشینیں اور طاقت وَر گاڑیاں دستیاب نہیں تھیں، بھاری بوجھ کو نہایت سست رفتاری اور صبر کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ گھوڑے یا اُونٹ کے ذریعے لے جایا جاتا تھا۔

یوں قرآنِ مجید کے حافظ کاریگروں نے تقریباً پندرہ سال کے عرصہ میں باوُضو رہتے ہوئے اور تلاوتِ کلامِ پاک کرتے ہوئے مسجدِ نبوی کو تعمیر کیا۔[2] حجازِ مقدّس کی دیگر مساجد اور آثارِ نبویہ کو بھی بہت محبت کے ساتھ محفوظ کیا گیا۔ مدینہ منوّرہ کے قبرستان جنت البقیع اور مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المُعَلّٰی میں آرام فرمانے والے اکابر کی رُوحوں کی تعظیم کے لیے اُن کی قبروں پر گنبد بنوائے گئے، حاضرین کی آسانی کے لیے مزارات کے نقشے تیار کروائے گئے اور قبورِ مبارکہ سے متعلق راہ نمائی کے لیے مختلف انتظامات کیے گئے۔

---

[1] وروی عن عائشة-رضی الله عنها-أنها كانت تسمع صوت الوتد يُوتد والمسمار يضرب في بعضِ الدورِ المُطيفة بمسجد النبي ﷺ، فترسل إليهم: لا تؤذوا رسول الله ﷺ.

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے صلاح الدین محمود کی تحریر بعنوان "خاکِ حجاز کے نگہبان"۔ یہ تحریر "تاریخ نجد و حجاز" کے ابتدائیہ میں شامل ہے اور مستقل طور پر بھی شائع ہوتی رہی ہے۔

آثارِ نبویہ کو ختم کرنے کے سانحات

سعودی دار الحکومت "ریاض" جس علاقے میں موجود ہے اُسے نَجد کہا جاتا ہے۔ نبی غیب داں ﷺ نے خبر دی تھی کہ اِس علاقے سے ایک گمراہ فرقہ ظاہر ہو گا۔[1] (صحیح بخاری، حدیث: 7094)

بارہویں صدی ہجری کے اختتام / اٹھارہویں صدی عیسوی کے وسط میں اِس غیبی خبر کی سچائی ظاہر ہوئی اور یہاں سے ایک گمراہ فرقہ پیدا ہوا۔ اِس فرقہ کے نظریات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بزرگانِ دین کے آثار سے تبرک ناجائز، بدعت اور گمراہی ہے... نبی کریم ﷺ نے اگرچہ اپنی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں بعض مواقع پر اپنی نسبت والی چیزوں سے برکت حاصل کرنے کی اِجازت دی تھی، مگر وہ اِجازت ایک خاص حکمت کے پیشِ نظر تھی، اب نبی کریم ﷺ کے آثار سے بھی تبرک جائز نہیں۔[2] نیز اِس فرقہ کے نزدیک دورِ صحابہ و تابعین علیہم الرضوان کے بعد مذہبی معاملات میں کوئی بھی نئی چیز شامل کرنا بدعت و گمراہی ہے، اگرچہ قرآن و سنت سے اُس کی تائید ہوتی ہو۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد برطانیہ نے خلافتِ عثمانیہ / ترکی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور حجازِ مُقدّس پر اپنے وفاداروں کی حکومت تسلیم کرلی۔[3] حجازِ مقدس کے اِن نئے حکمرانوں اور اِس گمراہ فرقے کے درمیان پہلے سے معاہدہ تھا کہ اگر اُنھیں حکومت ملی تو وہ اپنے ملک میں اِس فرقہ کے عقائد کو رائج کریں گے، چنانچہ اِس معاہدے کے مطابق سعودی حکومت نے ریاستی طاقت سے فقط سعودیہ ہی نہیں، بلکہ پوری دُنیا میں اِس فرقے کے نظریات کو فروغ دینے کی کوشش کی اور اِس کے لیے بے پناہ سرمایہ صرف کیا۔

---

[1] مزید وضاحت کے لیے جامعہ نظامیہ رضویہ کے فیض یافتہ اُستاذ العلما مولانا مفتی ظہور احمد جلالی مد ظلہ کی تصنیف "شرح حدیثِ نجد" ملاحظہ کیجیے۔

[2] قال الألباني: يشترط للراغب في التبرك أن يكون حاصلاً على أثر من آثاره ﷺ ويستعمله، ونحن نعلم أن آثاره ﷺ من ثياب أو شعر أو فضلات قد فقدت۔۔إلى أن قال: أن النبي ﷺ وإن أقر الصحابة في غزوة الحديبية وغيرها على التبرك بآثاره والتمسح بها، وذلك لغرض مهم وخاصة في تلك المناسبة۔۔۔۔ (التوسل...أنواعه وأحكامه، ص:144، 145، مكتبة المعارف)

قال ابن باز: لا يجوز التبرك بأحد غير النبي ﷺ لا بوضوئه ولا بشعره ولا بعرقه ولا بشيء من جسده۔ (مجموع فتاوى ابن باز: 956)

[3] آلِ سعود کے حرمین شریفین پر قبضہ سے متعلق مزید معلومات کے لیے "حجازِ مقدس پر نجدی تسلط... اسباب و نتائج" پڑھیے۔
نیز معمارِ جامعہ نظامیہ رضویہ مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کی تصنیف "تاریخ نجد و حجاز" کا مطالعہ بھی بے حد مفید ہے۔
نوٹ: درج بالا دونوں کتب پی۔ڈی۔ایف۔ میں انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہیں۔

حَرَمَین شریفَین سے نبی مکرم ﷺ کے آثارِ مبارکہ اور عشق و محبت کی داستانوں کو مٹایا جانے لگا، جن آثار کو مٹایا گیا اُن میں جنت البقیع اور جنت المُعَلٰی بھی شامل ہیں۔ جنت البقیع مدینہ منوّرہ میں رحمتِ عالم ﷺ کے مبارک قدموں کو چومتا ہوا وہ قبرستان ہے جسے عربی میں اَلْبَقِیْع یا بَقِیْعُ الْغَرْقَد کہا جاتا ہے... برصغیر کے مسلمان اُسے پیار سے "جنت البقیع" کہتے ہیں... اور جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف سے تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع قبرستان ہے۔

جنت البقیع میں دس ہزار سے زیادہ صحابۂ کرام، دسیوں اہلِ بیتِ عظام، متعدد اُمّہات المؤمنین، خاتونِ جنت سیدہ زہرا، شہزادۂ رسول ﷺ سیدنا ابراہیم، نواسۂ رسول ﷺ سیدنا امام حسن مجتبیٰ اور دیگر اکابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم آرام فرما ہیں... جب کہ جنت المُعَلٰی میں تاج دارِ حرم ﷺ کے آباء واجداد، اُمّ المؤمنین سیدتنا خدیجہ، بڑے دونوں شہزادوں: سیدنا قاسم اور سیدنا عبد اللہ کے علاوہ متعدد اکابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدفون ہیں۔

سیدتنا اُمِّ قَیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ بقیع کی طرف تشریف لے گئے، مَیں بھی ہمراہ تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اُمِّ قیس!" میں نے عرض کی: لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ یَارَسُوْلَ اللهِ! یا رسول اللہ! مَیں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ قبرستان دیکھ رہی ہو؟" میں نے عرض کی: جی ہاں، یا رسول اللہ! فرمایا: «یُبْعَثُ مِنْهَا سَبْعُوْنَ أَلْفًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ، یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ.» یعنی "اِس قبرستان سے قیامت کے دن ستر ہزار ایسے مسلمان اُٹھائے جائیں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے، وہ بلا حساب جنت میں جائیں گے۔" سیدتنا اُمِّ قیس کے بھائی سیدنا عکّاشہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: وَأَنَا یَا رَسُوْلَ اللهِ! یا رسول اللہ ﷺ میں بھی! (دُعا فرمایئے کہ مجھے بھی اُن خوش نصیبوں میں شامل کر دیا جائے) آپ ﷺ نے فرمایا: «وَأَنْتَ.» "تم بھی اُن میں شامل ہو۔" (المستدرک، رقم:6934۔ المعجم الکبیر، ج:25، ص:181، رقم:445)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق جنت المُعَلٰی کے بارے میں جانِ عالم ﷺ نے فرمایا: نِعْمَ الْمَقْبَرَةُ هٰذِهٖ۔ "یہ کتنا اچھا (عالی شان) قبرستان ہے۔" (مسند احمد، حدیث:3472۔ مصنف عبد الرزاق، حدیث:6734، المجلس العلمی)

افسوس کہ ایک صدی قبل 8 شوال، 1344ھ / 21 اپریل، 1926ء کو اِن دونوں قبرستانوں پر بلڈوزر چلائے گئے اور صحابۂ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبورِ مبارکہ کے گرد رُوحوں کی تعظیم و تکریم کے لیے بنائے گئے گنبدوں کو بدعت قرار دے کر گرا دیا گیا، بلکہ قبورِ مبارکہ کی بے حرمتی کرتے ہوئے اُنھیں زمین کے برابر کر دیا گیا۔ اِس وقت ان دونوں قبرستانوں میں اکابر کے مزارات کے اُوپر سے گزرنے کے راستے بنے ہوئے ہیں۔ آج اگر کوئی مسلمان اِن قبرستانوں میں مدفون اسلام کے محسنین اور آپ ﷺ کے پیاروں کو سلام عرض کرنے کے لیے اُن کی قبریں تلاش کرنا چاہے تو اُسے کوئی نشانی نہیں ملے گی۔

حرفِ آخر

ربّ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو بے مثال شانِ محبوبیت عطا فرمائی ہے... آپ ﷺ مخلوق کے بھی محبوب ہیں اور خود خالق جلّ جلالہ بھی آپ سے محبت فرماتا ہے... آپ ﷺ کی محبت جانِ ایمان اور شانِ ایمان ہے، اِس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔

سرورِ عالم ﷺ سے محبت کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ آپ کے حکمِ عالی پر تمام مفادات اور خواہشات کو قربان کر دیا جائے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سیرتوں میں محبت کے اِس حسین پہلو کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ بدری صحابی سیدنا ابو اُسید مالک بن ربیعہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ کریم ﷺ مسجد شریف سے باہر رونق افروز ہو کر لوگوں سے کلام فرما رہے تھے، آپ کی گفتگو سننے کے لیے (رش کے سبب) مرد و خواتین مخلوط ہو گئے،[1] آپ ﷺ نے خواتین سے ارشاد فرمایا: «اِسْتَأْخِرْنَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيقِ.» "پیچھے رہو، تمہارے لیے راستے کے درمیان میں چلنا مناسب نہیں، تم پر لازم ہے کہ راستے کے کناروں پر چلو۔" راوی فرماتے ہیں: فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْتَصِقُ بِالْجِدَارِ حَتَّى إِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوقِهَا بِهِ. یعنی پھر خواتین دیوار کے ساتھ ساتھ چلتی تھیں، حتیٰ کہ بعض اوقات دیوار کے زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے اُن کا کپڑا دیوار کے ساتھ اٹک جاتا۔ (سنن ابو داود، حدیث:5272)

جانِ رحمت ﷺ سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ کی ہر نسبت سے محبت ہو... جن افراد کو آپ ﷺ سے نسبت ہے اُن سے بھی محبت ہو، جن مقامات واشیا کو آپ ﷺ سے نسبت ہے وہ بھی پیاری لگیں اور جو کام آپ ﷺ نے کیے اُن پر بھی والہانہ عقیدت سے عمل کیا جائے۔ نسبت سے محبت کا کیسا حسین انداز ہے کہ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَلَا مَسِسْتُ ذَكَرِي بِيَمِينِي مُنْذُ بَايَعْتُ بِهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ. رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرتے ہوئے میرا دایاں ہاتھ آپ ﷺ کے دستِ مبارک سے چھو گیا تھا، اُس کے بعد کبھی بھی مَیں نے یہ ہاتھ اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث:311)

نسبت سے محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے بریلی کے تاج دار امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ کو خراجِ تحسین پیش کرنا بھی ضروری ہے، جنھوں نے اُمّت کے دلوں میں نسبت سے محبت کو یوں پختہ کیا کہ ایک شعر میں فرماتے ہیں:

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سیدِ عالم
اُس خاک پہ قرباں دلِ شیدا ہے ہمارا

---

[1] أي: يُكلّم (ﷺ) الناسَ ويدعوهم إلى الأحكامِ. فاختلط لسماعِ كلامِه الناسُ في الطريقِ. (لمعات التنقيح تحت الحديث:4727)

اور اِس موقع پر اُس فکر کی مذمت بھی ضروری ہے جس نے اپنے ماننے والوں کو اتنا دلیر کر دیا کہ اُنھیں جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیاروں کی مبارک قبروں پر بلڈوزر چلاتے ہوئے بھی حیا نہ آئی، محسنہ کائنات سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبرِ مبارک کو مسمار کرتے ہوئے بھی شرمسار نہ ہوئے، سنہری جالیوں پر سونے کے پانی سے لکھے ہوئے قصِیْدَۃُ الْحُجْرَۃِ النَّبَوِیَّۃ کو شرک قرار دے کر مٹاتے ہوئے بھی اُن کی ایمانی غیرت نہ جاگی، بلکہ وہ نہایت ڈھٹائی کے ساتھ آج بھی یہ سوچ پھیلا رہے ہیں کہ آثارِ نبویّہ کا تحفّظ اور اُن سے تبرک بدعت و گمراہی ہے۔

اِس موقع پر ہم سعودی حکومت سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ خلافتِ عثمانیہ نے عشق و محبت کے انوکھے انداز میں آثارِ نبویہ کو جس طرح محفوظ کیا تھا اُنھیں بحال کیا جائے اور ریالوں کے زور پر گمراہی مسلّط کرنے کا سلسلہ بند کیا جائے۔

بلاشبہ اِس وقت اُمّتِ مسلمہ کو اپنے آقا کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ سچی محبت بڑھانے کی بے حد ضرورت ہے۔ شاعرِ مشرق اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

شَبے پیشِ خُدا بُگریستَمْ زار
مسلماناں چِرا زارَند و خوارَندْ

ایک رات میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زار و قطار رو کر اِلتجا کی: یا اللہ! مسلمان کیوں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں؟

نِدا آمَدْ نَمِی دانیْ کہ ایں قوم
دِلے دارَند و مَحْبُوبے ندارند

تو ندا آئی: تمھیں معلوم نہیں کہ اِن کے پاس دل تو ہیں مگر محبوب نہیں ہے

ہمیں حکمِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبت کی بھی ضرورت ہے اور نسبتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبت کی بھی۔

اللہ تعالیٰ جانِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قدموں سے لگنے والی خاک کے صدقے میں ہماری بخشش و مغفرت فرمائے اور ہمیں سچا مسلمان بننے کی توفیق سے نوازے۔

ربّ تعالیٰ تمام دشمنانِ اسلام کو ذلیل و رُسوا کرے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

٤ ۱ شوّال المکرم، ۱۴۴۴ھ / 5 مئی، 2023ء

دینی مدارس
کی
ضرورت اور ہمارا رویہ

(نئے تعلیمی سال کے آغاز کی مناسبت سے)

مشمولات

- علمِ دین کی فضیلت اور اُس کی ترغیب
- شاعرِ مشرق کی نظر میں دینی مدارس کی ضرورت
- دینی مدارس کی مختصر تاریخ اور اُن کے مختلف اَدوار
- دینی مدارس سے مالی تعاون
- دینی مدارس سے عملی تعلق

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

وَمَا كَانَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لِيَنۡفِرُوۡا كَآفَّةً ؕ فَلَوۡلَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ وَلِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُوۡنَ ۔[التوبۃ9:122]

ربّ تعالیٰ کی رِضا وخوشنودی وہ عظیم دولت ہے کہ جسے یہ نصیب ہو گئی اُس نے دونوں جہان کی سعادتیں حاصل کر لیں اور جو مالک جلّ جلالہٗ کو راضی نہ کر سکا اُس کے لیے دونوں جہان میں خسارہ ہے۔ چنانچہ قرآن وسنت میں یہ تربیت فرمائی گئی ہے کہ مسلمان کو ہر اچھا عمل فقط اِس لیے کرنا چاہیے کہ میرا ربّ راضی ہو جائے۔

جن کاموں پر ربّ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے اور بندے کو بے شمار اِنعامات سے نوازتا ہے اُن میں سے ایک علمِ دین سیکھنا اور سکھانا بھی ہے، جو بندہ اپنے ربّ کو راضی کرنے کے لیے علمِ دین میں مصروف ہوتا ہے اللہ کریم اُسے اپنی رِضا سے بھی نوازتا ہے اور دونوں جہان کی بھلائیاں بھی عطا فرماتا ہے۔

علمِ دین کی عظمت وشان کا اندازہ اِس بات سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ سرورِ عالَم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے، اِس کے باوجود آپ ﷺ کو حکم دیا: وَقُلۡ رَّبِّ زِدۡنِيۡ عِلۡمًا ۔ ”اور (اے محبوب!) دُعا کیجیے کہ اے میرے رب! میرے علم میں اِضافہ فرما!“ [طٰہٰ20:114] علما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو کسی بھی چیز کے بارے میں اِضافہ کی چاہت رکھنے کا حکم نہیں دیا، فقط علم ہی وہ نعمت ہے جس میں اِضافہ کی دُعا تلقین فرمائی ہے۔

نیز ربّ تعالیٰ نے اُمّتِ مسلمہ کو علمِ دین کا شوق دلاتے ہوئے فرمایا: فَلَوۡلَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ وَلِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُوۡنَ ۔ ”تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ مسلمانوں کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت روانہ ہوتی؛ تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈراتے؛ تاکہ وہ گناہوں سے بچتے۔“ [التوبۃ9:122] اِس آیتِ کریمہ سے علمِ دین کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے اور علمِ دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرنے کا جذبہ بھی ملتا ہے۔

بَرِّصغیر کے اکثر دینی مدارس وجامعات کا تعلیمی سال شوال المکرم میں شروع ہوتا ہے، چنانچہ اِن دنوں میں ہزاروں مدارس میں نئے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریبات ہو رہی ہیں۔

موجودہ دَور میں بیشتر مسلمان دینی مدارس کی ضرورت واہمیت سے ناواقف ہیں، حالانکہ عالَمی سازشوں کے باوجود آج بھی اُمّت کے اندر جو تھوڑا بہت دینی شعور موجود ہے اُس میں دینی مدارس اور اِن سے وابستہ افراد کا اہم کردار ہے۔

چنانچہ آج کے خطبہ میں علمِ دین اور دینی مدارس سے متعلق کچھ باتوں کا تذکرہ ہو گا۔

دینی مدارس کی مختصر تاریخ اور اُن کے مختلف اَدوار

اسلام کی ترویج واِشاعت کے لیے مساجد اور دینی اِداروں نے ہر دَور میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں سیدنا ابوعبد اللہ اَرْقَم بن ابوارقم مَخزومی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا گھر دینی مدرسہ ومرکز کی حیثیت رکھتا تھا، یہ بیت اللہ شریف کے سامنے "صفا" پہاڑی کے قریب تھا، جہاں تشریف فرما ہوکر معلّمِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اسلام کی تبلیغ واِشاعت فرماتے تھے۔ اِسی طرح اُمّ المؤمنین سیدتنا خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا مبارک گھر اوریارِ غار ومزار سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے گھر بھی دینی مراکز تھے۔

مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسجدِ قُبا اور پھر مسجدِ نبوی کی بنیاد رکھی، مسجدِ نبوی میں ہی وہ صُفّہ (چبوترہ) بھی موجود ہے جسے اسلام کا پہلا مدرسہ / جامعہ / یونی ورسٹی کہا جاسکتا ہے، یہاں کچھ خوش نصیب صحابہ ہمہ وقت دینی تعلیم وتربیت پانے کے لیے قیام پذیر رہتے اور کائنات کے سب سے بڑے معلّم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُنھیں علمِ دین سکھاتے۔

جب اسلام کا پیغام عام ہوا تو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، پھر خلفائے راشدین علیہم الرضوان نے منصوبہ بندی کے ساتھ دُنیا بھر میں علما صحابہ روانہ فرمائے؛ تاکہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں اسلام کا نور پھیلائیں اور علمِ دین عام کریں۔ پھر تابعینِ عظام اور بعد کے اَدوار میں بھی تسلسل سے دینی مدارس ومراکز کا اہتمام جاری رہا۔

بَرِّصغیر کی تاریخ کو دیکھا جائے تو یہاں اسلام کی آمد سے اب تک دینی مدارس قائم ہیں، بالخصوص محی الدین ابوالمُظفَّر سلطان محمد اورنگ زیب عالَم گیر علیہ الرحمہ (دورِ حکومت: ۱۰۶۸ھ / 1658ء تا ۱۱۱۹ھ / 1707ء) نے دینی مدارس کو بہت ترقی دی۔ لاہور کی تاریخی مساجد: "جامع مسجد وزیر خاں" اور "بادشاہی مسجد" کے حجرے، جہاں لوگوں کی توجّہ فقط تصویریں بنانے تک ہی رہتی ہے، یہ مسافروں اور علمِ دین سیکھنے کے لیے آنے والے طلبہ کی رہائش کے لیے ہی بنائے گئے تھے۔

سلطان عالم گیر علیہ الرحمہ حافظِ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ علومِ دینیہ سے بھی آشنا تھے، اُنھوں نے ہندوستان میں نظامِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نافذ کیا اور شاہی نگرانی میں فقہِ حنفی کا عظیم ذخیرہ "فتاوٰی عالم گیری" تیار کروایا، اُنھوں نے اپنے گورنروں کو تاکیدی حکم جاری کیا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں دارالعلوم قائم کریں اور علما کی مالی خدمت کریں۔ اُنھوں نے سرکاری خزانے سے طلبہ کے لیے درجہ بدرجہ وظائف بھی مقرر کروائے۔[1] 1690ء میں جب کپتان الیگزینڈر سندھ کی سیر کے لیے آیا تو ٹھٹھہ کے بارے میں اپنے تأثرات قلم بند کرتے ہوئے لکھا: یہ شہر علومِ فقہ، فلسفہ، ریاضی اور دینیات کے لیے مشہور ہے... اِن علوم میں لڑکوں کی تعلیم کے لیے یہاں تقریباً 400 کالج (مدارس وجامعات) ہیں۔ (نیو اکاؤنٹ آف ایسٹ انڈیا کمپنی، ج:1، ص:127، بحوالہ نقوش، لاہور نمبر، ص:521)

---

[1] محمد علم الدین سالک، "علمائے کرام، دینی مدرسے"، نقوش، لاہور نمبر، (فروری، 1962ء) ص:521

1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد جب انگریز نے پورے برّصغیر کا کنٹرول سنبھال لیا تو اُسے محسوس ہوا کہ یہاں کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات بہت پختہ ہیں، وہ اسلام اور اپنی دینی روایات کے لیے جان دینے سے بھی نہیں ڈرتے، چنانچہ اُس نے منصوبہ بندی کی کہ مسلمانوں کو اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم سے ہٹا کر نئی راہ پر لگایا جائے، نظامِ تعلیم تبدیل کر دیا جائے اور انگریزی کو رواج دیا جائے؛ تا کہ اُن کا اسلام، علما اور اپنے بزرگوں سے تعلّق کمزور ہو جائے؛ اِس لیے کہ جب تک یہ علما، دینی اداروں اور اپنے بزرگوں سے وابستہ رہیں گے دین کی خوشبو اِن کے دل و دماغ میں رچی بسی رہے گی، قومی شعور بیدار رہے گا اور جب بھی اِن کے مذہبی معاملات میں مداخلت ہو گی یہ سر پر کفن باندھ کر پھر میدانِ عمل میں نکل کھڑے ہوں گے۔

کلیاتِ اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے "ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام"، اِس نظم میں یہ اشعار بھی ہیں:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
رُوحِ محمد اُس کے بدن سے نکال دو

فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اِسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو(1)

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملّا کو اُن کے کوہ و دَمَن سے نکال دو(2)

اہلِ حرم سے اُن کی روایات چھین لو
آہُو کو مَرغزارِ خُتَن سے نکال دو(3)

چنانچہ انگریز نے ایک طرف سوادِ اعظم کے مقابلے میں نئے فرقوں کو پروان چڑھایا، دوسری طرف دینی مدارس کے مقابلے میں جدید ادارے قائم کیے۔

---

[1] فَرَنْگی: یورپی۔ تَخَیُّلَات: خیالات۔ حِجَاز: وہ علاقہ جس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ واقع ہیں۔ اہلِ عرب کے ذہنوں سے پختہ اسلامی فکر نکال کر یورپی تہذیب و ثقافت کے خیالات بھر دو، یوں اسلام کو حجاز و یمن سے بھی نکالا جا سکتا ہے۔

[2] کوہ و دَمَنْ: پہاڑ اور وادی۔ یعنی افغانی مسلمانوں کی دینی غیرت وہاں موجود علما کی تربیت سے ہے، اُن کی دینی غیرت ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ افغانی مسلمانوں کو علما سے دُور کر دو۔

[3] آہُو: ہرن۔ مَرغْزار: چراگاہ۔ خُتَن: وہ علاقہ جہاں کے ہرن کی ناف میں کستوری ہوتی ہے۔ یعنی مسلمانوں سے اسلامی تہذیب اور اسلامی رسم و رواج چھین لو، اگر تم نے ایسا کر لیا تو گویا تم نے ہرن کو اُس علاقے سے دُور کر دیا جہاں اُس کی ناف میں کستوری پیدا ہوتی ہے۔

برطانوی دَور میں ہندوستان کے گورنر جنرل کی قونصل کے پہلے رکن برائے قانون لارڈ میکالے نے برطانیہ کی پارلیمنٹ میں 2فروری، 1835ء کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: اِس ملک (ہندوستان) میں، مَیں نے بہت دولت دیکھی ہے... لوگوں کی اخلاقی اقدار بلند ہیں اور سمجھ بوجھ اتنی اچھی ہے کہ میرے خیال میں ہم اُس وقت تک اِس ملک کو فتح نہیں کر سکتے جب تک کہ ہم اِن کی دینی اور ثقافتی اقدار ختم نہ کر دیں... میری تجویز ہے کہ ہم اُن کا قدیم نظامِ تعلیم اور تہذیب تبدیل کریں؛ کیونکہ اگر ہندوستانی لوگ یہ سمجھیں کہ "انگریزی" اور غیر ملکی شے اُن کی اپنی اشیا سے بہتر ہے تو وہ اپنا قومی وقار اور تہذیب کھو دیں گے اور حقیقتاً ویسی ہی مغلوب قوم بن جائیں گے جیسا کہ ہم اُنھیں بنانا چاہتے ہیں۔[1] اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اِسی سازش کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

اِک لُردِ فرنگی نے کہا اپنے پسر سے
منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ ہو سیر[2]

سینے میں رہے رازِ مُلوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر[3]

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اِس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اِسے پھیر[4]

تاثیر میں اِکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اِک ڈھیر[5]

چنانچہ انگریز نے نیا نظامِ تعلیم رائج کر کے رفتہ رفتہ مسلمانوں کو علمِ دین سے دُور کیا، مدارس کا نظامِ تعلیم غیر مؤثر بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور تعلیم کے لیے مختص تمام حکومتی فنڈز کو جدید اِداروں پر صَرف کیا، حتّٰی کہ برین واشنگ کے لیے الفاظ بھی نئے رائج کیے... "مدرسہ" کی جگہ "اسکول" اور "کالج"... "دار العلوم" اور "جامعہ" کی جگہ "یونی ورسٹی"... "معلّم" اور "استاذ" کی

---

[1] تفصیل کے لیے وکی پیڈیا پر یہ عنوان دیکھیے: "میکالے تعلیمی نظام"۔

[2] لُردِ فرنگی: انگریز لارڈ۔ یعنی ایک انگریز لارڈ نے اپنے بیٹے سے کہا: وہ نظّارہ تلاش کر کہ تیری آنکھ سیر نہ ہو، بلکہ دیکھتا ہی جائے۔

[3] رازِ ملوکانہ: شاہی کا راز۔ یعنی بادشاہی اور قبضہ کا راز دل میں رکھنا چاہیے (جو اگلے دو اشعار میں ہے)، محکوموں کو تلواروں کے ذریعے غلام نہیں رکھا جا سکتا۔

[4] یعنی اِس کی خودی اور خودداری کو تعلیم کے تیزاب میں ڈال کر نرم کرو، جب یہ اپنی پہچان کو بھول جائے گا تو جدھر چاہو پھیر لینا۔

[5] اِکسیر: کیمیا/ وہ شے جو تانبے کو سونا بنا دیتی ہے۔ یعنی تعلیم کے ذریعے لوگوں کو ذہنی غلام بنانا اتنا مؤثر ہے کہ اکسیر بھی اتنا اثر نہیں رکھتی۔ جب تعلیم کے ذریعے ذہن بدل دیں گے تو سونے کا ہمالہ پہاڑ ہونے کے باوجود مٹی کا ڈھیر ثابت ہو گا۔

جگہ ”ماسٹر“ اور ”ٹیچر“ کا لفظ عام کیا... بلکہ علمِ دین سے وابستہ افراد کے لیے ”مولوی جی“ اور ”ملّا جی“ کے الفاظ جو اِعزاز و تکریم کے لیے بولے جاتے تھے اُن کے تقدّس و تکریم کو توہین میں تبدیل کرنے کی کوشش کی۔

نظامِ تعلیم کی تبدیلی اور مدارس سے دُوری کا نتیجہ سب جانتے ہیں۔ تقریباً سو اصدی قبل سید اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے کہا تھا:

شیخِ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

صد افسوس کہ اسلام کے نام پر ہم نے نیا ملک حاصل کیا، مگر اب بھی ذہنیت وہی ہے... اب بھی پاکستانی حکومتیں مدارس کو فنڈز فراہم کرنا تو دُور کی بات ہے! اُنھیں برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں... مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آج بھی صرف پاکستان ہی نہیں، دُنیا بھر میں دینی اِدارے قائم ہیں اور علمِ دین عام کرنے کے لیے افراد تیار کر رہے ہیں۔

آپ کو یہ سُن کر شاید حیرت ہو کہ دینی مدارس و جامعات کا تعلیمی معیار اِس وقت بھی اتنا بلند ہے کہ پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کا اِدارہ H.E.C. (ہائر ایجوکیشن کمیشن) دینی اداروں کی تنظیم ”تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان“ اور دیگر منظور شدہ بورڈز سے جاری ہونے والی سند کو ایم۔ اے۔ عربی + ایم۔ اے۔ اسلامیات کے برابر تسلیم بھی کرتا ہے اور برابر ہونے کا (مُعادَلہ) سرٹیفکیٹ بھی جاری کرتا ہے۔

دینی مدارس سے مالی تعاون

قرآن مجید کی دسیوں آیاتِ مبارکہ اور بے شمار احادیثِ نبویہ میں یہ ترغیب دلائی گئی کہ مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے کچھ اُس کی رِضا کے لیے ضرور خرچ کرتے رہنا چاہیے۔ یہ بھی تربیت دی گئی کہ مال کو ایسے مَصرف میں خرچ کرنا چاہیے کہ جس کا فائدہ زیادہ ہو، جس قدر فائدہ زیادہ ہو گا ثواب بھی اُتنا ہی زیادہ ملے گا۔ مثال کے طور پر کسی جگہ مسجد موجود ہے، اُس کی تمام ضروریات پوری ہو رہی ہیں، مگر وہاں لوگوں کو صاف پانی دستیاب نہیں، ایسی صورت میں مسجد کے لیے رقم دینے سے زیادہ ثواب اِس بات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے پانی کا اہتمام کر دیں۔

ہم میں سے اکثر لوگ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کے حوالے سے بہت سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں... فضول اور بے مقصد کاموں میں لاکھوں اُڑا دیتے ہیں، مگر دینی کاموں کے لیے معمولی مقدار خرچ کرتے بھی دل گھٹنے لگتا ہے۔ پھر خرچ کرنے والوں میں سے بے شمار لوگ تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اپنا مال ایسے کاموں میں صرف کر رہے ہیں جن کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں... مثلاً بہت سے حضرات ایسے ہیں جو محفل کے انعقاد پر لاکھوں روپے خرچ دیتے ہیں، پیشہ وَر نعت خوانوں / قوّالوں / نقیبوں اور واہ واہ کروانے والے خطیبوں پر دفتریاں نچھاور کر دیتے ہیں، ختمِ قُل اور چہلم وغیرہ پر عالی شان دعوتیں کرتے ہیں، مگر کسی دینی ادارے کو پیش کرنے کی بات آئے

تو سرخ نوٹ پیش کرتے ہوئے بھی اُن کے چہرے پر سرخی آنے لگتی ہے، حالانکہ بزرگوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں تربیت فرمائی کہ علمِ دین کو عام کرنے کے لیے مال خرچ کرنے کا ثواب باقی دینی کاموں میں صَرف کرنے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

مکتوبِ امامِ ربّانی: امامِ ربّانی مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں دفترِ اول کا 48واں مکتوب شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے۔ اِس خط مبارک کا پس منظر یہ ہے کہ مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خط میں یہ پیغام پڑھا: "جُزْوِے خَرْچے برائے طالبِ عِلْماں وَصُوفِیاں فِرِسْتَادَہ شُدْ۔" کچھ خرچ طالب علموں اور صوفیوں (درویشوں) کے لیے روانہ کر دیا گیا ہے۔

اُن کا یہ جملہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ایسا بھایا کہ شیخ سرہند رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کی تحسین کے لیے ایک مکتوب شریف روانہ فرما دیا۔ ارشاد ہوا: "ذِکْرِ تَقْدِیمِ طَالِبِ عِلْمَاں بَرْ صُوفِیاں دَرْ نَظَرِ هِمَّتْ بِسْیَارْ زیبا دَرْ آمَدْ۔" آپ نے جو دینی طلبہ کا ذکر صوفیوں (درویشوں) سے پہلے کیا، یہ نظرِ ہمّت میں بہت ہی اچھا لگا ہے۔ مزید لکھا: چونکہ ظاہر باطن کا عنوان ہوتا ہے؛ اِس لیے اُمّید ہے کہ جیسے آپ نے تذکرہ کرتے ہوئے طالب علموں کو پہلے رکھا ہے ایسے ہی آپ کے باطن میں بھی اِس محترم جماعت کے مقدّم ہونے کا جذبہ پیدا ہو چکا ہو گا۔

پھر آپ نے وجہ بیان فرمائی کہ طالبِ علموں کو پہلے ذکر کرنا کیوں اچھا لگا: دَرْ تَقْدِیمِ طَالِبِ عِلْمَاں تَرْوِیجِ شَرِیْعَتْ است، حَامِلَانِ شَرِیْعَتْ اِیْشَاں اَنْدْ، وَمِلَّتِ مُصْطَفَوِیَّہْ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات بَاِیْشَاں بَرْپَا استْ۔ طالبِ علموں کا ذکر درویشوں سے پہلے کرنے میں شریعت کی ترویج ہے، یہی لوگ شریعت کے حامل ہیں اور ملّتِ مصطفویہ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات اِن ہی سے قائم ہے۔ مزید فرمایا: فَردائے قِیَامَتْ اَزْ شَرِیْعَتْ خَواہَنْدْ پُرْسِیدْ، اَزْ تَصَوُّفْ نَخواہَنْدْ پُرْسِیدْ، دُخُولِ جَنَّتْ وتَجَنُّبْ اَزْ نَارْ وابَسْتَہْ بہ اِتْیَانِ شریعت است۔ اَنْبیاء صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہم کِہْ بِہْتَرِیْنِ کائناتْ اَنْدْ بَشَرَائِعْ دَعْوَتْ کَرْدَہْ اَنْدْ، وَمَدَارِ نَجَاتْ بَرآنْ مانْدَہْ وَمَقْصُودْ اَزْ بِعْثَتِ اِینْ اَکَابِرْ تَبْلِیغِ شَرَائِعْ است۔ کل قیامت کو شریعت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، تصوّف کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا، جنت میں داخلہ اور دوزخ سے بچنا شریعت پر عمل کرنے سے ہی ہو گا۔ انبیاءِ کرام صلوات اللہ وتسلیمات اللہ علیہم جو افضل و بہترینِ کائنات ہیں اُنھوں نے شریعت کی ہی لوگوں کو دعوت دی ہے اور نَجات بھی شریعت پر ہی موقوف ہے اور اِن اکابر انبیاءِ کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی بعثت اور تشریف آوری سے مقصود بھی تبلیغِ شرع ہے۔

پھر امامِ ربّانی علیہ الرحمہ نے شریعت کی ترویج واِشاعت اور اِس سلسلے میں مال خرچ کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھا: پَسْ بُزُرگْ تَرِیْنْ خَیْراتْ سَعْیْ دَرْ تَرْوِیجِ شَرِیْعَت استْ۔ وَاِحْیَائے حُکْمِے اَزْ اَحْکَامِ آنْ عَلَی الْخُصُوصْ دَرْ زَمَانِے کہ شَعَائِرِ اِسْلَامْ مُنْہَدِمْ شُدَہْ باشَنْدْ کَرورْہا دَرْ رَاہِ خُدائے عَزَّ وَجَلَّ وَعَلا خَرْچْ کَرْدَنْ بَرَابَرِ آنْ نیست؛ کہ مسئلہ از مَسائِلِ شَرْعِیَّہْ را رِوَاجْ دَادَنْ؛ چِہ دَرِینْ فِعْلْ اِقْتِدَا بَاَنْبِیَاء است کہ بُزُرْگْ تَرِیْنِ مَخْلُوقَاتْ اَنْدْ علیہم الصلوات والتسلیمات وَمُشَارَکَتْ استْ بَآں اَکَابِرْ، وَمُقَرَّرْ استْ کہ کامِلْ تَرِینْ حَسَنَاتْ بَاِیْشَانانْ فَرْمُودَہْ اَنْدْ، وَخَرْچْ کَرْدَنِ کَرورہا غَیْرِ اِینْ اَکَابِرْ رَا نیز مُیَسَّرْ است۔ لہٰذا اعلیٰ نیکی یہ

ہے کہ شریعت کی ترویج میں سعی اور کوشش کی جائے۔ احکامِ شرع میں سے ایک حکم کو جاری اور زندہ کرنا، خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ اسلامی شعائر مٹائے جارہے ہوں، راہِ خدا میں کروڑہا روپے خیرات کردینا بھی اِس کے برابر نہیں۔ جس طرح مسائلِ شرعیہ میں سے ایک مسئلے کو رواج دینا؛ کیونکہ اِس فعل میں انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی اقتدا ہے جو تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ ہیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کی نیکیاں انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو نصیب ہوتی ہیں اور کروڑوں روپے خرچ کرنا تو غیرِ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی میسر آجاتا ہے۔[1]

فتوائے امامِ اہلِ سنت: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: ایک آدمی سیدِ عالم ﷺ کو ثواب پیش کرنے کے لیے ہر ماہ یا ہر سال حلال مال سے کھانا پکوا کر تقسیم کرتا ہے، اگر وہ یہی رقم ایصالِ ثواب کی نیت سے ایک صحیح العقیدہ مستحق طالبِ علم کی دینی تعلیم پر خرچ کردے تو کیا اُسے کھانا تقسیم کرنے جیسا ثواب ملے گا اور رحمتِ عالم ﷺ خوش ہوں گے ؟

امامِ اہلِ سنت علیہ الرحمہ کے جواب کا خلاصہ ہے: دینی تعلیم کے لیے مال پیش کردینا کھانا کھلانے سے بہتر ہے اور کئی گنا زیادہ ثواب ملے گا۔ پھر آپ نے اِس پر بطورِ دلیل لکھا: اچھی نیت سے حلال مال خرچ کرکے کھانا کھلانے پر دس گنا ثواب ہے، قرآن فرماتا ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۔ ”جو ایک نیکی لائے تو اُس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہیں۔“[الانعام6:160]... جب کہ طالبِ علمِ دین کی مدد کرنے پر کم از کم سات سو گنا ثواب ملتا ہے، قرآن فرماتا ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔ ”اُن لوگوں کی مثال جو اپنے مال ”اللہ کی راہ“ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیاں اُگائیں، ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہے اس سے بھی زیادہ کردیتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔“[البقرۃ2:261] علما نے فرمایا: ”اللہ کی راہ“ سے خصوصاً علمِ دین کے طلبہ مراد ہیں۔(فتاوی رضویہ، ج:10، ص:305،306، مسئلہ:153، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ)

---

[1] پھر آپ نے طریقت کے انداز میں یہ نکتہ سمجھاتے ہوئے لکھا: وایضا در اتیانِ شریعت مخالفتِ تمام است با نفس کہ شریعت بر خلافِ نفس وارد شدہ است، ودر انفاقِ اموال گاہ است کہ نفس موافقت کند، بلے انفاق را کہ برائے تائیدِ شریعت باشد وترویجِ ملت درجۂ علیا است، وانفاقِ چتیلی بایں نیت خرچ کردن برابر خرچِ لکھا است در غیرِ ایں نیت۔ شریعت مطہرہ کی پیروی اور ترویج میں نفس کی پوری مخالفت ہے؛ کیونکہ شرعی احکام خواہشاتِ نفس کے برعکس ہیں اور مال خرچ کرنے میں بعض اوقات نفس موافق بھی ہوتا ہے، ہاں! شریعت کی تائید وتقویت اور ترویجِ ملتِ اسلام کے لیے مال خرچ کرنا بہت بڑا درجہ ہے اور اِس نیت سے ایک کوڑی خرچ کرنا کسی اور مقصد کے لیے لاکھوں روپے خرچ کرنے کے برابر ہے۔

پھر آپ نے صوفیاءِ عظیم المرتبت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: آرے! صوفی را کہ بعد از بقا وفنا وسیر عن اللہ وباللہ بعالم گردانیدہ باشند وبدعوتِ خلق فرود آوردہ از مقامِ نبوت نصیبے دارد، وداخلِ مبلغانِ شریعت است حکمِ علماءِ شریعت دارد، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ ہاں وہ صوفی جس کو فنا اور بقا اور سیر عن اللہ اور سیر باللہ کے بعد عالَم کی طرف لایا گیا ہو اور مخلوق کو راہِ راست کی طرف لانے کا فریضہ اُسے تفویض کیا گیا ہو وہ مقامِ نبوت سے خیرات پاچکا ہے، ایسا صوفی مبلغینِ شریعت میں داخل ہے اور علماءِ شریعت کا ہی حکم رکھتا ہے، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

دینی مدارس سے عملی تعلق

دینِ اسلام اور علمِ دین سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہم دینی مراکز و دینی اِداروں سے عملی طور پر تعلّق مضبوط کریں اور اِس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنے گھر سے کم از کم ایک بچے کو علمِ دین حاصل کرنے کے لیے اہلِ سنّت کے کسی اِدارے میں داخل کروائیں۔

انسان کوئی بھی بھلائی کا کام کرنا چاہے تو اُس کے دل میں مختلف شیطانی وسوسے آتے ہیں؛ تاکہ وہ پریشان ہو کر اُس بھلائی سے محروم ہو جائے، اِسی طرح جب کوئی شخص اپنے بچوں کو عالمِ دین بنانے کے بارے میں سوچتا ہے تو مختلف وسوسے آتے ہیں اور عموماً یہ سوچ ہوتی ہے کہ بچے کو مدرسہ میں بھیجنے کے بجائے کسی عصری اِدارے میں بھیجا جائے؛ تاکہ وہ ترقی کر سکے۔

علمِ دین صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہی حاصل کرنا چاہیے، مگر دُنیا پرستوں کے لیے یہ پیغام ہے کہ علمِ دین کے ذریعے اُخروی عزت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ دُنیاوی عزّت و مناصب بھی عطا فرماتا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ... ”اللہ تعالیٰ تم میں سے (کامل) مومنوں اور علم والوں کے درجے بلند فرمائے گا۔“[المجادلۃ58:11]
جب اللہ تعالیٰ نے علما کے درجے بلند کرنے کا وعدہ فرمایا ہے تو اُنھیں دنیا و آخرت میں ضرور عزّت ملے گی۔(صراط الجنان)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کرکے فرماتے: أَيُّهَا النَّاسُ! اِفْهَمُوْا هٰذِهِ الْآيَةَ وَلْتُرَغِّبَنَّكُمْ فِي الْعِلْمِ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ، اَلْمُؤْمِنُ الْعَالِمُ فَوْقَ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُ دَرَجَاتٍ۔ لوگو! یہ آیت سمجھو، ہم تمھیں علم کا شوق دلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایمان اور علم والوں کے درجے بلند کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، علم والا مومن لاعلم سے کئی درجے بڑھ کر ہے۔(معالم التنزیل[تفسیر بغوی]، تحت الآیۃ۔ لباب التاویل[تفسیر خازن]، تحت الآیۃ)

سیدنا ابو اُمامہ صُدَیّ بن عَجلان باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں دو افراد کا ذکر ہوا کہ ایک عابد اور دوسرا عالم ہے (اِن میں سے کون افضل ہے؟)، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى أَدْنَاكُمْ۔ ”جس طرح مجھے تم میں سے ادنیٰ پر فضیلت حاصل ہے ایسے ہی عالم کو عابد پر فضیلت حاصل ہے۔“

مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مزید ارشاد فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرَضِيْنَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ۔ لوگوں کو بھلائی (دین) سکھانے والے پر اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور اُس کے لیے فرشتے، نیز آسمان و زمین والے، حتّٰی کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں (پانی میں) اُس کے لیے استغفار و دُعا کرتی ہیں۔“(جامع ترمذی، حدیث:2685)

حرفِ آخر

علمِ دین حاصل کرنا فرض ہے، اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص باقاعدہ طور پر کسی دینی اِدارے میں داخل ہو کر علمِ دین حاصل کرے، تاہم اپنے دین کی تکمیل کے لیے انسان جن چیزوں کا محتاج ہے اُن کا علم حاصل کرنا فرض ہے، خواہ کسی اُستاذ سے سیکھے یا صحیح العقیدہ علما کی کتابوں کا مطالعہ کرے یا علما کے بیانات سے علم حاصل کرے۔

علمِ دین کو عام کرنے کے لیے دینی مدارس اور اِن سے وابستہ افراد نے ہمیشہ نمایاں کردار ادا کیا ہے، ہمیں چاہیے کہ اہلِ سنّت کے مدارس سے اپنا تعلّق پختہ کریں... اپنے گھر کے کم از کم ایک فرد کو اہلِ سنّت کے کسی اِدارے میں داخل کروائیں... نیز اِن اداروں سے اپنی حیثیت کے مطابق بھرپور مالی تعاون کریں، بالخصوص اِس وقت ملکی اور عالمی معاشی بدحالی کی وجہ سے ہمیں اِس طرف توجّہ کی زیادہ ضرورت ہے، بزرگوں کے اعراس، ختمِ قُل و چہلم اور محافلِ میلاد وغیرہ مستحبات ہیں اور فرض ہمیشہ مستحب سے اہم ہوتا ہے۔

اگر ہم علمِ دین کی خدمت کے لیے کچھ نہیں کرسکتے تو کم از کم علمِ دین اور اُس سے تعلق والوں کے خلاف بدگمانی نہ کریں اور بدگمانیاں پھیلانے والوں کا ساتھ نہ دیں۔

شاعرِ مشرق اقبال علیہ الرحمہ کے سامنے مدارس کے خلاف بات کی گئی کہ یہ مدارس بند کردینے چاہییں، تو اُنھوں نے کہا:

”اِن مکتبوں اور مدرسوں کو اِسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو اِنہی مکتبوں میں پڑھنے دو، اگر یہ ملّا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں اپنی ان آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستان کے مسلمان ان مکتبوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح ہسپانیہ (اندلس) میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قُرطبہ کے کھنڈر اورالحمراء کے سوا اسلام کے پیروؤں اوراسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلّی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت اوران کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔“

(اوراقِ گم گشتہ، از رحیم بخش شاہین، صفحہ:374، 375، مرکزی مکتبہ اسلامی)

اللہ تعالیٰ معلّمِ اعظم ﷺ کے قدموں سے لگنے والی خاک کے صدقے میں ہماری بخشش و مغفرت فرمائے اور ہمیں بھی علمِ دین کی خدمت کرنے والا بنائے۔

ربّ تعالیٰ اسلام کو غلبہ عطا فرمائے، تمام دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

٢١ شوّال المکرم، ۱۴۴۴ھ / 12 مئی، 2023ء

دورِ حاضر میں جاہلیت کے اثرات

(سیاسی کشیدگی اور قومی املاک پر حملوں کے تناظر میں)

مشمولات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ۔[المائدۃ5:8]

اَفَحُکۡمَ الۡجَاہِلِیَّۃِ یَبۡغُوۡنَ ؕ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکۡمًا لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ۔[المائدۃ5:50]

اسلام کا نور پھیلنے سے پہلے ہر طرف جہالت کی تاریکی تھی، لوگوں کے عقائد بھی جاہلانہ تھے اور رسم ورواج و معمولات بھی بے ہودہ... اُس دَور کے عقائد و معمولات دین ومذہب سے بعید ہونے کے ساتھ ساتھ عقل ودانش کے تقاضوں سے بھی بہت دُور تھے... دَورِ جاہلیت کی بے شمار خرابیوں میں سے یہ باتیں بھی تھیں کہ لوگ اقتدار و حکومت اور عہدوں کے لیے آپس میں لڑتے، جھگڑتے اور مرتے رہتے تھے، حق کی حمایت کرنے کے بجائے اپنوں کا بے جا ساتھ دینا اُن کی نظر میں قابلِ تعریف عمل تھا، جب اُنھیں اشتعال آتا اور انتقام کی آگ بھڑکتی تو عدل وانصاف کا تصور بھی نہیں کرتے تھے، غضب میں ہر طرح کا ظلم کرنے کو اپنا حق سمجھا جاتا تھا۔

رحمتِ عالم ﷺ نے اِعلانِ نبوّت فرما کر کفر وجہالت کی تاریک رات کو ہدایت وعلم کی روشن صبح میں تبدیل فرمایا۔ آپ ﷺ نے اہلِ معاشرہ کی تربیت فرمائی کہ حکومت واقتدار سمیت کوئی بھی دُنیاوی چیز اِس قابل نہیں کہ اُس کا لالچ کیا جائے؛ کیونکہ دُنیا فانی وعارضی ہے، انسان اِس کے پیچھے پڑا رہے تو اپنی آخرت کا نقصان کر بیٹھتا ہے؛ لہٰذا دُنیا کے لالچ وحرص کے بجائے اُن کاموں کی چاہت وآرزو ہونی چاہیے جن سے اُخروی درجات میں ترقّی ہو... نیز آپ ﷺ نے تعلیم دی کہ انسان کو اپنوں کا ساتھ دینے کے بجائے حق کی حمایت کرنی چاہیے؛ کیونکہ اگر انسان ناحق بات پر اپنے خاندان اور پارٹی کی حمایت کرے تو ظلم کرنے والے خود بھی نقصان اُٹھائیں گے اور اپنا ساتھ دینے والے کو بھی لے ڈوبیں گے... تعلیماتِ نبویہ میں ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ انسان کو کسی بھی حالت میں عدل وانصاف کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے، خوشی ہو یا ناخوشی، اپنوں کے ساتھ معاملہ ہو یا دشمنوں سے برتاؤ، رِضا کی حالت ہو یا اشتعال کی، بہر حال ظلم کی اِجازت نہیں۔

اگر ہم اپنی موجودہ صورتِ حال پر غور کریں تو ایسا لگتا ہے کہ اسلام کا نور پھیلنے کے بعد بھی ہمارے بہت سے کام جاہلانہ ہیں... کرسی واقتدار کی خاطر لڑائیاں... اپنے خاندان اور اپنی پارٹی کی بے جا حمایت... اور اشتعال وانتقام میں عدل وانصاف کے تقاضے بھول جانا... دَورِ جاہلیت کی یہ حرکتیں آج بھی عروج پر ہیں۔

اسلامی احکام سے منہ پھیرنے والوں کو ڈانٹ کے انداز میں ربِّ کریم نے ارشاد فرمایا: اَفَحُکۡمَ الۡجَاہِلِیَّۃِ یَبۡغُوۡنَ ؕ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکۡمًا لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ۔ ”تو کیا وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور یقین والوں کے لیے اللہ سے بہتر کس کا حکم ہو سکتا ہے!“[المائدۃ5:50] یعنی اگر تم اسلامی احکام سے منہ پھیرتے ہو، جو ہدایت ہی ہدایت ہیں، نور ہی نور ہیں، تو اِس کا مطلب ہے کہ تم دورِ جاہلیت کا ظالمانہ نظام اپنانا چاہتے ہو، جس میں تاریکی کے سوا کچھ نہیں۔

کرسی واقتدار کے لیے لڑنا مرنا

دورِ جاہلیت میں اقتدار، عہدہ اور منصب حاصل کرنے کے لیے لڑائی جھگڑا عام تھا، قبیلوں کی سرداری کے لیے آپس میں قتل وغارت ہوتی رہتی، اُس وقت ایران سپر پاور تھا، ایرانی شاہی فیملی میں اقتدار کے لیے جھگڑے ہوتے رہتے، حتّٰی کہ ایسا بھی ہوتا کہ بادشاہی کی خاطر بیٹا اپنے باپ کو قتل کرکے اقتدار پر قبضہ کرلیتا۔

قرآن وسنت میں یہ تربیت دی گئی ہے کہ اقتدار و حکومت اور عہدے کا لالچ بری چیز ہے، تاہم اگر انسان کسی عہدے کا اہل ہو اور لالچ کے بغیر وہ مل جائے تونہایت دیانت داری کے ساتھ تمام صلاحیتوں کو بروئے کارلاتے ہوئے اُس کے تقاضے پورے کرنالازم ہے۔

بہترین شخص: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ ایک حدیثِ مبارک میں یہ الفاظ بھی ہیں: وَتَجِدُوْنَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ أَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لِهٰذَا الْأَمْرِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ۔ یعنی ”وہ شخص بہترین افراد میں سے ہے جو حکومت سے سخت نفرت کرتا ہو، حتّٰی کہ اُس میں مبتلا ہو جائے۔“ (صحیح بخاری، حدیث:3588)

حکومت کی آرزو: سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيْتَهَا عَنْ مَّسْأَلَةٍ وُّكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا۔ یعنی ”(دنیاوی مفادات کے لیے) حکومت کا مطالبہ نہ کرو؛ اگر تمہارے مانگنے پر حکومت ملے گی توتم اُس کے سپرد کر دیے جاؤ گے (تمہاری مدد نہیں کی جائے گی، جس کی وجہ سے تم اُسے نبھا نہیں پاؤ گے)، اور اگر بن مانگے مل گئی تو اللہ تعالیٰ اُس پر تمہاری مدد فرمائے گا۔“ (صحیح بخاری، حدیث:7146)

اُسوۂ صدیقی: سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ سمیت کئی مواقع پر اِس بات کا اِظہار فرمایا کہ مجھے ہرگز حکمرانی کی کوئی خواہش نہیں۔ ایک خطبہ کے الفاظ یوں ہیں: وَاللهِ مَا كُنْتُ حَرِيْصًا عَلَى الْإِمَارَةِ يَوْمًا وَّلَا لَيْلَةً قَطُّ، وَلَا كُنْتُ فِيْهَا رَاغِبًا وَّلَا سَأَلْتُهَا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ سِرٍّ وَّلَا عَلَانِيَةٍ... وَمَا لِيْ فِي الْإِمَارَةِ مِنْ رَّاحَةٍ، وَلٰكِنْ قُلِّدْتُ أَمْرًا عَظِيْمًا مَا لِيْ بِهٖ مِنْ طَاقَةٍ وَّلَا يَدٍ إِلَّا بِتَقْوِيَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَوَدِدْتُّ أَنَّ أَقْوَى النَّاسِ عَلَيْهَا مَكَانِيَ الْيَوْمَ.... یعنی ”لوگو! خدا کی قسم مجھے زندگی بھر کسی دن یارات میں حکومت کی خواہش نہیں رہی اور نہ ہی کبھی مَیں نے خفیہ یا علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ سے اِس کا سوال کیا... مجھے حکمرانی میں کوئی راحت نہیں، بلکہ مجھے تو اتنی بڑی ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر اِسے پورا کرنا میرے بس میں نہیں۔ مَیں آج بھی چاہتا ہوں کہ کوئی زیادہ طاقت والا میری جگہ منصب سنبھال لے۔“ (المستدرک علی الصحیحین، حدیث:4422)

حکومت کی آرزو کا انجام: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْإِمَارَةِ، وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ.» یعنی ”عن قریب

تم حکومت کے لالچی بن جاؤ گے اور یہ (لالچ کے ساتھ ملنے والی حکومت) قیامت کے دن شرمندگی کا باعث ہو گی (جب اِس کی ذمہ داریوں سے متعلق پوچھا جائے گا تو لالچی حکمران جواب نہیں دے پائے گا)، جب حکومت ملتی ہے تو بہت اچھی لگتی ہے (کیونکہ مفادات بھی حاصل ہوتے ہیں اور پروٹوکول بھی ملتا ہے)، مگر جب چھوٹتی ہے بہت برا حال ہوتا ہے۔"[1] (صحیح بخاری، حدیث:7148)

دوسری روایت میں ہے: وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَّنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا ۔[2] یعنی "حکومت قیامت کے دن عذاب ورسوائی اور شرمندگی کا باعث ہو گی، سوائے اُس کے جس نے اِسے حق کے ساتھ حاصل کیا اور اِس کی ذمہ داریاں پوری کیں۔" (صحیح مسلم، حدیث: 1825) حکومت ہر حکمران کے لیے عذاب اور شرمندگی کا سبب ہو گی، تاہم جس نے حکومت یوں سنبھالی کہ وہ اہل بھی تھا اور عوام کو اُس کی ضرورت بھی تھی، پھر اُس نے اپنے منصب کے تقاضے پورے کیے تو ایسا شخص قیامت کے دن رُسوا نہیں ہو گا، بلکہ اِس کے لیے حکومت عزت وتکریم اور ثواب میں اِضافہ کا ذریعہ ہو گی۔[3]

یہ اِرشادِ نبوی غیب کی خبروں میں سے ہے، جس کے ایک ایک حرف کی سچائی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں:

⟸ "حکومت کی ہَوَس ولالچ" پر غور کریں تو تقریباً ہر شخص کسی نہ کسی عہدے کا طلب گار ہے، مقامی سطح سے لے کر ملکی اور عالمی سطح تک عہدوں کے لیے مقابلہ بازی جاری ہے اور ہر جائز وناجائز طریقے سے "کرسی" حاصل کرنے کی خواہش نے بے حال کر رکھا ہے۔

⟸ لالچ کے ساتھ ملنے والے عہدے کا "انجام" یہ بیان فرمایا گیا کہ وہ قیامت کے دن حسرت کا باعث ہو گا؛ کیونکہ لالچی شخص عہدے کے تقاضے پورے نہیں کرتا، وہ اپنے مفادات کی فکر میں ہی مگن رہتا ہے۔ چنانچہ ہم اپنے دَور کے عہدے داروں کا حال دیکھ لیں، اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے بجائے اپنی تجوریاں بھرنے کی فکر میں ہیں... اقتدار سنبھالنے اور اُسے بچانے کی فکر اتنی ہے کہ ملکی ترقی اور شہریوں کی خیر خواہی کی طرف توجہ کی فرصت ہی نہیں۔ اِس کا انجام کیا ہو گا؟ یہ ہر شخص سمجھتا ہے۔

⟸ یہ بھی ارشاد ہوا کہ اقتدار کے متمنّی کو عہدہ ملتا ہے تو موجیں کرتا ہے، مگر اقتدار چھوٹتا ہے تو حالت بہت بری ہوتی ہے۔ اِس فرمان کا پورا ظہور تو قیامت کے دن ہو گا، جب اعمال کی جزا وسزا کا فیصلہ کیا جائے گا، دُنیا میں بھی اپنے دَور کے حکمرانوں کی حالت ہمارے سامنے ہے... کل تک جو اقتدار کے مزے لوٹ رہے تھے آج نشانِ عبرت ہیں۔

کاش! اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور ہمارے دل عہدے اور منصب واقتدار کے لالچ سے پاک ہو جائیں۔

---

[1] ترجمہ وتشریح ماخوذ از مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، زیرِ حدیث:3681

[2] وتمام لفظِ الحدیث: عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ؟ قَالَ: فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِيْ. ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنَّكَ ضَعِيْفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَّنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا ۔

[3] ترجمہ وتشریح ماخوذ از مرقاۃ المفاتیح ومرآۃ المناجیح، زیرِ حدیث:3682

تعلق داروں کی بے جاحمایت

دَورِ جاہلیت کی بڑی خرابیوں میں سے ایک "تعصّب" بھی تھی، یعنی لوگ حق کی حمایت کرنے کے بجائے اپنے تعلّق داروں کی بے جامدد کرتے تھے... خاندان کے کسی فرد نے دوسرے شخص پر ظلم کیا تو وہ اپنی رشتہ داری کی وجہ سے ظالم کا ساتھ دیتے، مظلوم کی حمایت نہیں کرتے تھے... ہم علاقہ شخص نے کسی کی حق تلفی کی تو صرف اِس لیے اُس سے تعاون کرتے تھے کہ ہمارا اور اُس کا علاقہ ایک ہے... عربی اور عجمی کی لڑائی ہو جاتی تو اہلِ عرب صرف اِس لیے عربی کا ساتھ دیتے کہ وہ اُن کا ہم زبان و ہم نسب ہے۔ یہ تعصّب وہٹ دھرمی اُن میں اِس قدر پختہ تھی کہ لوگ بے جاحمایت میں جان دے دیتے اور اِسے اپنے لیے فخر کا باعث سمجھتے۔

رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سختی کے ساتھ تعصّب سے روکا اور یہ تربیت عطا فرمائی کہ اپنے تعلّق والے کی بے جاحمایت کرنا اُس سے تعاون نہیں، بلکہ در حقیقت اُسے ہلاکت میں ڈالنا ہے؛ کیونکہ اِس طرح ظالم اور اُس کا حمایتی دونوں ہی گناہ گار اور مستحقِ نار ہوں گے، اپنے تعلق دار کی حقیقی مدد یہ ہے کہ اُسے ظلم سے روکے؛ تاکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچ جائے اور یہ حمایت کرنے والا بھی۔

تعصّب والا اسلامی طریقہ پر نہیں: سیدنا جُبیر بن مُطعِم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ.»[1] "جو شخص (لوگوں کو) تعصّب (ناحق حمایت) کی دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں اور جو تعصّب (کی بنیاد) پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں اور جو تعصّب دل میں لیے مرے وہ ہم میں سے نہیں۔" (سنن ابوداود، حدیث: 5121) یعنی جو اپنے ظالم تعلّق داروں کی حمایت کے لیے لوگوں کو جمع کرے وہ اسلامی طریقہ پر نہیں ہے... اور جو ظالموں سے تعاون کے لیے لڑائی کرے وہ بھی ہمارے پیاروں میں سے نہیں ہے.. اور جو ناحق حمایت کا جذبہ دل میں لیے مر جائے، اگرچہ نہ لوگوں کو اُس کی دعوت دے نہ اُس کے لیے لڑے وہ بھی ہماری سنت پر نہیں۔

ظالم کی حقیقی مدد: سیدنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے اِرشادِ نبوی روایت کیا: «اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا.» "اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔" ایک شخص نے عرض کی: يَا رَسُولَ اللهِ! أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُومًا، أَفَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرُهُ؟ یارسول اللہ، صلّی اللہُ علیکَ وسلّم! جب وہ (مسلمان) مظلوم ہو تب تو مَیں اُس کی مدد کروں گا، لیکن اگر وہ ظالم ہو تو کیسے اُس کی مدد کروں؟ ارشاد فرمایا: «تَحْجُزُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهُ.» "اُسے ظلم کرنے سے روکو، یہی اُس کی مدد ہے (وہ ظلم سے باز آجائے تو شیطان کے جال اور اُخروی وبال سے بچ جائے گا)۔" (صحیح بخاری، حدیث: 6952)

---

[1] (ليس منا من دعا إلى عصبيةٍ) أي: مذمومةٍ باطلةٍ، سواءٌ بدعاءِ الناسِ وجمعِهم إليه، أو بالقتالِ فيها، أو بالموتِ عليها، بأن تكون مُضمَرَةً في قلبِهِ وإن لم يَدْعُ ولم يُقَاتِلْ. (لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، زیرِ حدیث: 4907)

تعصب...جاہلانہ حرکت: 6ھ میں نبیِ کریم ﷺ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے ہمراہ عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے گئے تو قُریشِ مکہ نے ضد بازی کی وجہ سے عمرہ کرنے کی اِجازت نہ دی، سفارت کاری کے باوجود وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے، چنانچہ باری تعالیٰ نے آیتِ کریمہ نازل فرمائی: اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ ”(اے حبیب! یاد کیجیے) جب کافروں نے اپنے دلوں میں زمانۂ جاہلیت کی ہٹ دھرمی جیسی ضد رکھی تو اللہ نے اپنے رسول اور ایمان والوں پر اپنا اطمینان اُتارا اور پرہیز گاری کے کلمہ پر اُنھیں استقامت عطا کی اور مسلمان اِس کلمہ کے زیادہ حق دار اور اِس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔“[الفتح 48:26] معلوم ہوا کہ ہٹ دھرمی و تعصب جاہلانہ کام ہے۔

ناحق حمایت کی مثال: سیدِ عالم ﷺ کئی مرتبہ کوئی بات سمجھانے کے لیے اُس کی عام فہم مثال ارشاد فرماتے، چنانچہ آپ نے ناحق حمایت کی مثال بھی بیان فرمائی۔ صاحبِ نعلَین و وِسادہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام الانبیا ﷺ نے فرمایا: «مَنْ نَّصَرَ قَوْمَهٗ عَلٰى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعِيْرِ الَّذِيْ رَدٰى، فَهُوَ يَنْزِعُ بِذَنَبِهٖ۔» یعنی ”جو شخص اپنی قوم کی ناحق مدد کرے اُس کی مثال ایسے ہے کہ اُونٹ (کنویں میں) گر جائے تو یہ اُسے اُس کی دُم سے پکڑ کر نکالنے کی کوشش کرے۔“(سنن ابوداؤد:5117) جس طرح دُم سے کھینچ کر اُونٹ کو نکالنے کی کوشش کرنے والا اُونٹ کو ہلاکت سے نہیں بچا سکتا، تاہم خود ہلاک ہو جائے گا، اِسی طرح اپنے تعلق داروں کی بے جا حمایت کرنے والا اُنھیں تو نہیں بچا سکے گا، البتہ خود تباہی کا مستحق بن جائے گا۔

لمحۂ فکریہ: قرآن و سنت میں ہماری تربیت فرمائی گئی ہے کہ ہمیشہ حق کے ساتھ کھڑے ہوں اور کسی ظلم پر اپنے تعلق داروں کی ہر گز حمایت نہ کریں۔ مگر افسوس کہ ہمارا رویّہ وہی دورِ جاہلیت والا ہے... صوبائی بنیاد پر تعصّب، لسانی گروپوں کی لڑائیاں، خاندان والوں کی ناحق حمایت، یہ سب ہمارے سامنے ہے... بلکہ ہمارے دَور میں تعصّب کی بدترین صورت سیاسی تعصّب ہے... مختلف پارٹیوں کے جیالے اور راہ نما گویا کہ سوچتے بھی نہیں کہ ہماری پارٹی صحیح کہہ رہی ہے یا غلط؟ بس یہیں سوئی اٹکی ہوتی ہے کہ ہماری پارٹی کا یہ موقف ہے... ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہیں، صرف اِس لیے سیاسی پارٹیاں الگ الگ ہیں... قومی اِداروں میں سرکاری اسامیوں پر بھرتیاں سیاسی بنیادوں پر ہو رہی ہیں اور میرٹ والے منہ تکتے رہتے ہیں... صد افسوس کہ لائقِ فخر قومی اِدارے بھی سیاسی تعصّب سے پاک نہیں رہے۔ اگر حق کی حمایت کا جذبہ پیدا ہو جاتا تو آج قومی و عالمی صورتِ حال یہ نہ ہوتی۔

سیدنا ابواُمامہ صُدیّ بن عَجلان باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: «مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ أَذْهَبَ آخِرَتَهٗ بِدُنْيَا غَيْرِهٖ۔» یعنی ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو لوگ بدترین درجہ پر ہوں گے، اُن میں سے ایک شخص وہ ہے جس نے دوسرے کی دُنیا کی خاطر اپنی آخرت کو تباہ کر دیا۔“(سنن ابن ماجہ:3966)

غضب و اشتعال میں ناانصافی

دورِ جاہلیت میں لوگ عدل وانصاف سے بہت دُور تھے، بالخصوص غصے میں اچھے بُرے اور صحیح وغلط کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی تھی... وڈیرے لوگ انتقام کے نام پر ظلم کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے... کسی کمزور شخص پر غصہ آتا تو اُس کے پورے خاندان اور اہلِ علاقہ کو ظلم کا نشانہ بنایا جاتا... معمولی بات پر خاندانوں کی لڑائیاں شروع ہو جاتیں، پھر کئی نسلوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔

قرآن وسنت میں یہ تربیت فرمائی گئی کہ انسان کسی بھی کیفیت میں ہو... خوش ہو یا ناخوش، کسی پیارے کے ساتھ معاملہ ہو یا دشمن کے ساتھ، کمزور سے برتاؤ ہو یا طاقت وَر سے، کسی کو اِنعام سے نوازنا ہو یا بدلہ لینا ہو... بہر حال عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنا لازم ہے اور کسی بھی حالت میں ظلم کی اِجازت نہیں۔

دشمنوں کے ساتھ انصاف: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ ”اور کسی قوم کی عداوت تمہیں ناانصافی پر نہ اُکسائے، (بلکہ) انصاف کرو، یہی پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔“[المائدۃ 8:5]

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ نے لکھا: اِس آیت میں غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے ساتھ بھی عدل کرنے کا حکم دیا ہے، حالانکہ وہ اللہ کے دشمن ہیں... جب اللہ کے دشمنوں کے ساتھ عدل کرنا واجب ہے تو اللہ کے دوستوں (ایمان والوں) کے ساتھ عدل کرنا کس قدر زیادہ مطلوب ہو گا!“ (تبیان القرآن، تحت الآیۃ)

حالتِ غضب میں حق کہنا: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثَلَاثٌ مُّنْجِيَاتٌ وَّثَلَاثٌ مُّهْلِكَاتٌ۔ یعنی ”تین خوبیاں ایسی ہیں کہ جسے نصیب ہو جائیں وہ اُن کی برکت سے نَجات پائے گا اور تین باتیں ایسی ہیں کہ جو اُن میں مبتلا ہو جائے وہ اُن کے سبب تباہ وبرباد ہو جائے گا۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اسبابِ نجات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

1) فَتَقْوَى اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ۔ ”خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا (انسان تنہا ہو یا لوگوں کے سامنے... ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے اور نیکی کرے)۔“

2) وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسُّخْطِ۔ ”خوشی اور ناخوشی میں حق بات کہنا (انسان کسی سے خوش ہو یا ناراض، لوگ خوش ہوتے ہوں یا ناخوش... بہر حال انسان عدل وانصاف کے تقاضے پر عمل کرتے ہوئے صرف وہی بات کہے جو حق ہے)۔“

3) وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ۔ ”مال داری اور تنگ دستی میں میانہ روی اختیار کرنا (دولت وافر ہو یا معاشی حالات خراب ہوں... بہر حال انسان نہ تو فضول خرچی کرے اور نہ ہی کنجوس بنے، بلکہ دونوں حالتوں میں اعتدال ومیانہ روی اختیار کرے)۔“

پھر رحمتِ عالم ﷺ نے اسبابِ ہلاکت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

1) فَهَوًى مُّتَّبَعٌ۔ ”وہ خواہش جس کی پیروی کی جائے (انسان نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ جائے اور شریعت کے احکام کی پرواہ کیے بغیر جو دل میں آئے وہ کرنے لگے)۔“

2) وَشُحٌّ مُّطَاعٌ۔ ”اور وہ بخل جس کی اِطاعت کی جائے (انسان لالچی و کنجوس بن کر دوسروں کا مال ناحق کھائے اور اپنے ذمے لازم حقوق ادا نہ کرے)۔“

3) وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ، وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ۔ ”اور خود پسندی، یہ سب سے سخت ہے (تباہی کے تین اسباب میں سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ انسان میں اگر اللہ تعالیٰ نے کوئی خوبی رکھی ہے تو وہ اُسے اپنا کمال سمجھنے لگے اور اِس بات سے بے خوف ہو جائے کہ یہ خوبی عطا کرنے والا ربّ جلّ جلالہٗ اِسے واپس بھی لے سکتا ہے)۔“

(شعب الإيمان، رقم الحديث: 7252، ورواه الطبراني في المعجم الأوسط عن أنس بن مالك مرفوعا، برقم: 5452)

نبوی دُعا: سیدنا عمّار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کو جو دُعائیں کرتے سنا اُن میں (تعلیمِ اُمّت کے لیے) ایک حسین دُعا یہ بھی تھی: وَأَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ۔ ”اے اللہ! مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے خوشی وناخوشی ہر حال میں حق بات کہنے کی توفیق عطا فرما!“ (سنن نسائی، حدیث: 1305)

لمحۂ فکریہ: اسلام ہماری تربیت فرماتا ہے کہ خوشی وناخوشی، محبت وناراضی... ہر حال میں عدل کا دامن تھامے رکھیں اور کسی بھی صورت میں ظلم وناانصافی نہ کریں۔ مگر افسوس کہ ہمارا رویّہ وہی دورِ جاہلیت والا ہے... معمولی باتوں پر دوسروں کی جان کے دشمن بن جاتے ہیں... آئے روز وُکلا اور ڈاکٹرز وغیرہ پڑھے لکھے طبقات کی باہمی لڑائیاں بھی منظرِ عام پر آتی رہتی ہیں... حتّٰی کہ یونی ورسٹیز، جو تعلیم وتربیت کے مقامات ہیں، وہاں بھی گروپ بندی اور لڑائی جھگڑے کے واقعات ہونے لگے ہیں... سیاسی لیڈر ایک دوسرے سے انتقام لینے کے چکر میں تمام حدیں عبور کر جاتے ہیں... جیالے اپنے قائدین کی خاطر دوسری پارٹیوں والے مسلمانوں کے بارے میں وہ کچھ سوچتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! سیاسی مفادات کی خاطر قومی املاک کو نذرِ آتش کرنا اِن لوگوں کی نظر میں کوئی بڑی بات نہیں۔ تازہ مُلکی صورتِ حال سب کے سامنے ہے۔

برِّصغیر کے آخری مغل بادشاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر مرحوم نے کہا:

ظفر آدمی اُس کو نہ جانیے گا، وہ ہو کیسا ہی صاحبِ فَہم وذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا[1]

---

[1] جو شخص عیش میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اور غصے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا نہیں وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں، اگرچہ کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو۔

حرفِ آخر

بلاشبہ ہم سب کے لیے سب سے بڑا اِعزاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی توفیق سے نوازا ہے اور اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کے غلاموں میں پیدا فرمایا ہے، اِس پر ہم جتنا بھی شکر ادا کریں وہ کم ہے۔

اِس اِحسانِ عظیم پر شکر کا سب سے حسین طریقہ یہ ہے کہ ہم اسلامی احکام پر عمل کریں۔ یہی دُنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے اور اِسی کے ذریعے عزت و وقار بحال ہو سکتا ہے۔

ہمارا تعلق زندگی کے کسی بھی شعبہ سے ہو، اگر ہم دین سے جُڑے ہوئے ہیں تو اِن شاء اللہ تعالیٰ دُنیا و آخرت کی سعادتیں نصیب ہوں گی اور خدانخواستہ اگر دین سے لاتعلّقی ہوئی تو انجام وہی ہو گا جو اِس وقت پاکستان کے مختلف شعبہ جات سے تعلّق رکھنے والے افراد کا ہے، بلکہ دُنیا بھر کے مسلمانوں کی مجموعی صورتِ حال ہمارے سامنے ہے۔

زندگی کے ایک اہم شعبہ سیاست کو ہی لیجیے! اُسے دین سے جُدا کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

ہوئی دِین و دولت میں جس دم جُدائی
ہَوَس کی امیری، ہَوَس کی وزیری[1]

دُوئی ملک و دِیں کے لیے نامُرادی
دُوئی چشمِ تہذیب کی نابصیری[2]

اِسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
کہ ہوں ایک "جُنیدی" و "اَردشیری"[3]

---

[1] دَوْلَت: حکومت۔ ہَوَس: لالچ... یعنی جب سے دین اور حکومت کو ایک دوسرے سے الگ کیا گیا ہے تب سے لالچ ہی حکمران ہے اور لالچ ہی وزیر ہے۔

[2] دُوئی: جدائی / دُوری۔ نابصیری: اندھاپن... یعنی دین اور حکومت کو الگ الگ کرنے سے دین کا وقار بھی کم ہو گیا اور حکومت بھی ناکام ہو گئی، یہ دوئی جدید مغربی تہذیب میں نگاہِ بصیرت نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔

[3] جُنَیدی: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی دین داری و روحانیت۔ اَرْدشیری: ایرانی قدیم بادشاہ اَردشیر کی سیاست... یعنی انسانیت کی حفاظت اِسی میں ہے کہ دین اور حکومت جدا جدا نہ ہوں، بلکہ حاکمِ وقت سیاست و حکومت بھی کرے اور حضرت جنیدِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی دین داری و روحانیت کا بھی امین ہو۔

یہی صورتِ حال عدلیہ اور دیگر شعبہ جات کی بھی ہے، اگر عدالتوں کے فیصلے قرآن و سنت کے تابع ہوں تو عدل و انصاف کو پروان چڑھاتے ہیں، لیکن اگر اپنی رائے کو قرآن و سنت پر ترجیح دی جائے تو تباہی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

گزشتہ ماہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے دو رکنی بینچ نے ایک نجی ٹی وی چینل کے ڈرامہ "جلن" پر پابندی کے خلاف اپنے فیصلے میں کچھ ایسی باتیں لکھیں جو واضح طور پر قرآن و سنت کے خلاف ہیں... فیصلے میں لکھا گیا کہ آزادیٔ اظہار سب سے بنیادی حق ہے، جس میں ڈانس، تھیٹر، فلم اور فنکارانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ سب شامل ہیں۔ نیز یہ بھی لکھا گیا کہ فحاشی صرف وہ ہے جو عوام میں شائستگی کے عام قبول شدہ معیار کے خلاف ہو، اِس کا فیصلہ عالمی انسانی حقوق کے اُصولوں کی روشنی میں کیا جائے گا۔[1]

فیصلے کے مذکورہ اور دیگر مندرجات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ لبرل نظریات کو پروان چڑھانے میں معاوِن ہوگا اور تشریحاتِ قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ آئینِ پاکستان کی رُوح کے بھی خلاف ہے۔

جج صاحبان کو چاہیے کہ یہ فیصلہ واپس لیتے ہوئے اپنے تمام فیصلوں کو قرآن و سنت کے تابع بنائیں اور اگر کسی ابہام کی تشریح کے لیے معاوِن کی ضرورت ہو تو لبرل لوگوں سے تعاون حاصل کرنے کے بجائے علمائے کرام کو معاوِن مقرر کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طُفیل ہماری بخشش و مغفرت فرمائے اور ہمیں ہر طرح کے جاہلانہ اُمور سے محفوظ رکھے۔

ربِّ کریم پاکستان سمیت دُنیا بھر کے اسلامی ممالک کو غیرت مند قیادت سے نوازے اور اُمّتِ مسلمہ کو وَحدت عطا فرمائے۔

خالقِ کائنات اسلام کو غلبہ عطا فرمائے، تمام دشمنانِ اسلام کو ذلیل و رُسوا کرے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

---

[1] مزید معلومات کے لیے وزٹ کیجیے: https://archive.org/details/20230510_20230510_1428

۲۸ شوّال المکرم، ۱۴۴۴ھ / 19 مئی، 2023ء

نہ چھوٹے ہاتھ سے دامن تمہارا

یارسول اللہ

صلّى الله عليك وعلى آلك وأصحابك وأزواجك وأمّتك في كلّ آنٍ ولحظةٍ عدد كلّ ذرّةٍ ذرّةٍ ألف ألف مرّةٍ

(پہلا حصہ)

مشمولات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

اِنَّ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ وَكَانُوۡا شِيَعًا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ‌ ؕ اِنَّمَاۤ اَمۡرُهُمۡ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ۔

ایک مُصلِح ومدبّر راہ نما دوسروں کو بُرائی سے روکنے کے لیے مختلف طریقے اپناتا ہے... کبھی پیار سے سمجھاتا ہے اور کبھی محبت بھری ڈانٹ پلاتا ہے... اچھے کاموں کے فوائد ومنافع بھی بتاتا ہے اور بُرے کاموں کے نتائج ونقصانات بھی... سبق آموز واقعات کے ذریعے بھی تربیت کرتا ہے اور نفسیاتی تقاضوں کے مطابق مختلف انداز بھی اپناتا ہے...اِصلاح کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مُصلِح پیار بھری دھمکی لگاتے ہوئے کہتا ہے:"جس نے یہ کام کیا وہ میرا نہیں، اُس کا میرے ساتھ تعلّق نہیں"۔

آقائے دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کائنات کے سب سے بڑے مُصلِح ومدبّر راہ نما بھی ہیں اور اُمّت کے ساتھ آپ کی شفقت ومحبت بھی سب سے بڑھ کر ہے۔ آپ کی مہربانیوں کا عالَم یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۔ "یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے وہ عظیم الشان رسول تشریف لائے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت گراں گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے ہیں، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔"[التوبہ9:128]

اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عظیم الشان راہ نمائی کی دلیل وہ انقلاب ہے جو آپ کی تربیت سے رُونُما ہوا۔ شاعر نے خوب کہا:

خود نہ تھے جو راہ پر اَوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُمّت کو برائیوں سے بچانے کے لیے ہر اچھا انداز اختیار فرمایا اور بہت سے کاموں کے بارے میں یہ محبت بھری دھمکی بھی ارشاد فرمائی کہ "جو فلاں کام کرے وہ میرا نہیں" یا "جس نے یہ کام کیا وہ ہم میں سے نہیں"۔ بُرے کاموں سے روکنے کا یہ نہایت مؤثّر انداز ہے۔ جب ایک اُمّتی کو معلوم ہو کہ فلاں کام کرنے والا میرے آقا کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پسند نہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وہ کام کرنے والے کو اپنا نہیں کہتے، تو اُمّتی کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوگا کہ میرا دونوں جہان میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی سہارا وآسرا ہیں؛ لہٰذا مجھے ہر صورت میں وہ کام چھوڑ دینا چاہیے۔

"ہم میں سے نہیں" اور "میرا نہیں" کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ محدثین نے لکھا: اگر کوئی بدنصیب اُس حرام کام کو حلال سمجھے تب تو مراد ہوتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں... لیکن حرام کو حلال نہ سمجھے تو مراد ہوتا ہے: وہ میری سنت پر عمل پیرا نہیں... میرے پسندیدہ طریقے پر نہیں... میرے پیاروں میں سے نہیں... میرے اخلاق سے آراستہ نہیں۔

بے جا حمایت کرنے والا

حق کی حمایت کرنے کے بجائے اپنے تعلّق داروں کی بے جا مدد کرنا جاہلانہ طریقہ ہے... غیر تربیت یافتہ لوگ ہمیشہ اپنے خاندان، اپنی پارٹی، اپنے اہلِ محلّہ واہلِ علاقہ اور اپنے قرابت داروں کا دفاع کرتے ہیں، زیادہ تر وُکلا اپنی فیس کی خاطر جان بوجھ کر سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے دلائل دیتے ہیں، سیاسی پارٹیوں کے لیڈر اور جیالے اپنے موقف کو جھوٹ اور بددیانتی سمجھتے ہوئے بھی اُس سے پیچھے نہیں ہٹتے۔

قرآن وسنت میں سختی کے ساتھ تعصّب سے روکا گیا اور یہ تربیت فرمائی گئی کہ اپنے تعلق والے کی بے جا حمایت کرنا اُس سے تعاون نہیں، بلکہ در حقیقت اُسے ہلاکت میں ڈالنا ہے؛ کیونکہ اِس طرح ظالم اور اُس کا حمایتی دونوں ہی گناہ گار اور مستحقِ نار ہوں گے، اپنے تعلق دار کی حقیقی مدد یہ ہے کہ اُسے ظلم سے روکے؛ تاکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچ جائے اور یہ حمایت کرنے والا بھی۔

تعصُّب کی بنیاد پر بے جا باتوں کے دفاع کے لیے بحث کرنے والوں کو ڈانٹتے ہوئے ربّ تعالیٰ نے فرمایا: هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۔ ”(اے لوگو!) سن لو، یہ تم ہی ہو جنھوں نے دُنیا کی زندگی میں اُن (مجرموں) کی طرف سے جھگڑا کیا تو قیامت کے دن اُن کی طرف سے اللہ کے ساتھ کون جھگڑا کرے گا یا کون اُن کا حمایتی ہو گا؟“ [النساء4:109] دُنیا میں تو تم دھوکا دیتے ہو اور اپنے تعلّق دار کو ذلت وسزا سے بچانے کی کوشش کرتے ہو، مگر جب قیامت کے دن ظالم وخائن کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اور وہ عذاب کا فیصلہ فرمائے گا تو کس کی مجال ہو گی کہ اُس وقت مجرموں کی وکالت کرتے ہوئے دھوکا دے کر، جھوٹ بول کر اُن کے حق میں فیصلہ کروالے اور اُنھیں عذاب سے بچالے؟

سیدنا جُبیر بن مُطعِم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَّاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ» ۔[1] ”جو شخص (لوگوں کو) تعصّب (ناحق حمایت) کی دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں اور جو تعصّب (کی بنیاد) پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں اور جو تعصّب دل میں لیے مرے وہ ہم میں سے نہیں۔“ (سنن ابو داود، حدیث: 5121) یعنی جو اپنے ظالم تعلق داروں کی حمایت کے لیے لوگوں کو جمع کرے وہ اسلامی طریقہ پر نہیں ہے... اور جو ظالموں سے تعاون کے لیے لڑائی کرے وہ بھی ہمارے پیاروں میں سے نہیں ہے.. اور جو ناحق حمایت کا جذبہ دل میں لیے مر جائے، اگرچہ نہ لوگوں کو اُس کی دعوت دے نہ اُس کے لیے لڑے وہ بھی ہماری سنت پر نہیں۔

---

[1] (ليس منا من دعا إلى عصبيةٍ) أي: مذمومةٍ باطلةٍ، سواءٌ بدعاءِ الناسِ وجمعِهم إليه، أو بالقتالِ فيها، أو بالموتِ عليها، بأن تكون مُضمَرَةً في قلبِه وإن لم يَدْعُ ولم يُقَاتِلْ. (لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، زیرِ حدیث: 4907)

ناحق دعوٰی کرنے والا

اسلامی نظام عدل وانصاف سے دُوری کی بے شمار خرابیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہمارے دَور میں چالاک اور اثر ورُسوخ والے افراد کے لیے نظام کی پیچیدگی اور عہدے داروں کی بے اعتدالی سے فائدہ اُٹھا کر قانونی طریقے سے دوسروں کا مال ہتھیانا اور اُن کا حق چھیننا مشکل نہیں رہا... لوگ اربابِ اختیار کے ساتھ اپنے تعلقات کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے دوسروں کا حق چھین لیتے ہیں، ماہرینِ قانون کو بھاری فیسیں دیتے ہیں اور وہ اپنی چرب زبانی کے ساتھ کورٹ میں بات کہاں سے کہاں پہنچا کر اپنے مؤکّل کے حق میں فیصلہ کروالیتے ہیں، اِسی طرح رشوتوں کے ذریعے دوسروں کا حق دبانا بھی عام ہوچکا ہے۔

قرآن وسنت میں یہ تربیت فرمائی گئی ہے کہ کسی بھی طریقے سے دوسرے شخص کا حق چھیننے والا اللہ تعالٰی کی ناراضی اور اُخروی سزا کا مستحق ہوتا ہے، کسی کے خلاف بے جا دعوٰی کرنا ہی ممنوع ہے، چہ جائے کہ اپنے حق میں فیصلہ کروالیا جائے۔

ارشادِ باری تعالٰی ہے: وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ ”اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ ہی حاکموں کے پاس اُن کا مقدمہ اِس لیے پہنچاؤ کہ تم جان بوجھ کر لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو۔“[البقرۃ2:188] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے لکھا: اِس سے معلوم ہوا کہ ناجائز فائدے کے لیے کسی پر مقدّمہ بنا کر اُسے حکام تک لے جانا ناجائز و حرام ہے۔ اسی طرح اپنے فائدے کی خاطر دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے اربابِ اختیار پر اثر ڈالنا اور رشوتیں دینا وغیرہ حرام ہے۔ (خزائن العرفان، ملخصًا، تحت الآیۃ)

سیدنا ابوذرّ جُندُب غِفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت کردہ حدیثِ نبوی میں یہ الفاظِ کریمہ بھی ہیں: وَمَنِ ادَّعٰی مَا لَیْسَ لَهٗ فَلَیْسَ مِنَّا، وَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ... ”جو شخص (جان بوجھ کر) ایسے حق کا دعوٰی کرے جو اُس کا نہیں ہے تو وہ ہم (اہلِ جنّت) میں سے نہیں اور وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بناتا ہے۔“ (صحیح مسلم، حدیث: 61)

اُمّت کی تربیت کے لیے نبیِ غیب دان ﷺ نے فرمایا: ”مَیں انسان ہوں اور تم میرے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہو اور شاید تم میں سے ایک فریق دوسرے کے مقابلے میں حجت بازی میں زیادہ ماہر ہو تو میں اُس کا موقف سن کر اُس کے حق میں فیصلہ دے دوں، تو مَیں اُس کے بھائی کے حق میں سے جس چیز کا اُس کے لیے فیصلہ کروں (اگر وہ درحقیقت اُس کی نہیں ہے) تو وہ اُس چیز کو نہ لے، بلکہ (وہ سمجھ لے) کہ مَیں اُسے جہنم کی آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں۔“[1] (صحیح بخاری، حدیث: 7169)

---

[1] عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِيَ نَحْوَ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ.» (صحيح البخاري)

بد شگونی لینے والا

دورِ جاہلیت کی بہت سی اعتقادی و عملی خرابیوں میں سے یہ بات بھی تھی کہ لوگ محض اپنے خیال و وہم کی بنیاد پر کئی چیزوں، اوقات اور جگہوں کو اپنے لیے منحوس سمجھتے تھے اور بغیر کسی وجہ کے بعض کاموں کو نقصان کا سبب قرار دیتے تھے۔ اُن کا اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور قدرت پر ایمان تو تھا نہیں، چنانچہ شیطان اُن کے ذہنوں میں جو وسوسہ ڈالتا وہ اُسے حقیقت سمجھ کر ذہن میں بٹھا لیتے اور اُسی کے مطابق عمل کرنے لگ جاتے۔ سرکارِ دو عالَم ﷺ نے بدفالی اور بدشگونی سے سختی کے ساتھ منع فرمایا اور ربّ تعالیٰ پر بھروسا کرتے ہوئے اُس سے دُعا کرنے کا حکم دیا، نیز نیک فالی کی ترغیب دلائی۔

سیدنا عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ نے حدیثِ نبوی روایت کی: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ... ”بُرا شگون لینے والا ہم میں سے نہیں اور جس کے لیے کسی دوسرے نے بدشگونی کی (اور اُس نے تصدیق کی) وہ بھی ہم میں سے نہیں۔“ (مسند البزار، حدیث:3578)

افسوس کہ اِس قدر واضح تعلیمات کے باوجود ہمارے اندر اب بھی بہت سے جاہلانہ توہمات موجود ہیں، مثلاً:

⇐ کالی بلی یا ناپسندیدہ شخص راستے میں آجائے تو کوئی نحوست پیش آتی ہے۔

⇐ کوئی ناپسندیدہ بات سن کر یا ناپسندیدہ چیز دیکھ کر سمجھنا کہ آج نقصان ہو جائے گا۔

⇐ دائیں آنکھ پھڑکنے لگے تو کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

⇐ خالی قینچی چلانے یا دوسرے کا کنگھا استعمال کرنے سے لڑائی ہو جاتی ہے۔

⇐ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر خارش ہو تو رزق وسیع ہو جاتا ہے اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر خارش ہو تو رزق میں تنگی ہوتی ہے۔

⇐ کوئی پیچھے سے آواز دے کر بُلائے تو کام خراب ہو جاتا ہے۔

⇐ پاؤں کے تلوے میں خارش ہو تو سفر پر جانا پڑتا ہے۔

⇐ شام کے وقت جھاڑو لگانے سے روزی میں کمی ہو جاتی ہے۔

⇐ پہلا گاہک خریداری نہ کرے تو دن بھر بے برکتی رہتی ہے۔

⇐ ستاروں کے ذریعے مستقبل کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔

⇐ طوطے وغیرہ سے فال نکالنا اور پسندیدہ نہ ہونے کی صورت میں اُسے نقصان کا سبب سمجھنا۔[1]

⇐ بعض نمبرز کو کچھ لوگوں یا ملک کے لیے منحوس سمجھا جاتا ہے۔

---

[1] قرآن مجید سے فال کھولنا بھی ممنوع و مکروہِ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:7، ص:627، ملخصاً، رضا فاؤنڈیشن۔ فتاویٰ افریقہ، ص:149، مکتبہ نوریہ رضویہ)

حکمران کے ظلم کی تصدیق و تائید کرنے والا

ہمارے دَور میں اقتدار و حکومت کو ایک منافع بخش بزنس سمجھا جانے لگا ہے، حالانکہ حکومت ایسی شے ہے کہ اگر حکمران اپنے اقتدار کو اسلام کی خدمت اور مخلوقِ خدا کی بھلائی کا ذریعہ بنائے تو وہ خود بھی دونوں جہان میں عزت پاتا ہے اور اُس سے تعاون کرنے والے بھی سعادت مند ہو جاتے ہیں، لیکن اگر صاحبِ اقتدار اپنے اختیارات کو اسلام کی سربلندی کے لیے استعمال نہ کرے اور مخلوقِ خدا پر ظلم کرے تو وہ خود بھی دونوں جہان میں ذلیل و رُسوا ہوتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی لے ڈوبتا ہے۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ أَفْضَلَ عِبَادِ اللهِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ إِمَامٌ عَادِلٌ رَّفِيقٌ، وَإِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ إِمَامٌ جَائِرٌ خَرِقٌ۔ یعنی ”جس مسلمان کو عہدہ ملا، پھر اُس نے عدل و انصاف قائم کیا اور نرمی اختیار کی تو قیامت کے دن ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ فضیلت پانے والے بندگانِ خدا میں اِس خوش نصیب کو نمایاں مقام حاصل ہوگا۔ اور جس بندے کو عہدہ ملا، پھر اُس نے ظلم کیا اور سختی کی تو یہ بدنصیب قیامت کے دن بدترین درجہ والوں میں سے ہوگا۔“(شعب الایمان، حدیث:6986)

نبیِ غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا کعب بن عُجرہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غیبی خبر دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا: أُمَرَاءُ يَكُونُونَ مِنْ بَعْدِي، لَا يَهْتَدُونَ بِهَدْيِي وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي۔ ”میرے بعد کچھ حکمران ہوں گے جو میری سیرت کو نہیں اپنائیں گے اور میری سنت پر عمل نہیں کریں گے۔“

- فَمَنْ صَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَأَعَانَهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ، فَأُولَئِكَ لَيْسُوا مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُمْ، وَلَا يَرِدُونَ عَلَيَّ حَوْضِي۔ ”جس نے اُن کے جھوٹ کو سچ کہا اور اُن کے ظلم پر اُن سے تعاون کیا (مثلاً ظلم کی رغبت دلائی، ظالمانہ قوانین کو نافذ کیا یا ظلم میں اُن کا ہاتھ بٹایا) تو نہ یہ لوگ مجھ سے ہیں اور نہ ہی مَیں اُن سے ہوں... اور یہ میرے حوضِ کوثر پر میرے پاس نہیں آ سکیں گے۔“
- وَمَنْ لَّمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ فَأُولَئِكَ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ وَسَيَرِدُونَ عَلَيَّ حَوْضِي۔ ”اور جس نے اُن کے جھوٹ پر اُن کی تصدیق نہ کی اور اُن کے ظلم پر اُن کی مدد نہ کی تو یہ لوگ میرے ہیں اور مَیں اُن سے ہوں... اور عن قریب یہ میرے حوضِ کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔“[1](المستدرک علی الصحیحین، حدیث:265۔ مسند احمد، حدیث:14441)

---

[1] ولفظ الترمذی: عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُعِيذُكَ بِاللهِ يَا كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ مِنْ أُمَرَاءَ يَكُونُونَ مِنْ بَعْدِي، فَمَنْ غَشِيَ أَبْوَابَهُمْ فَصَدَّقَهُمْ فِي كَذِبِهِمْ، وَأَعَانَهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ، وَلَا يَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ، وَمَنْ غَشِيَ أَبْوَابَهُمْ أَوْ لَمْ يَغْشَ وَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ فِي كَذِبِهِمْ، وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ، فَهُوَ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، وَسَيَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ۔ (سنن الترمذی:614)

میاں بیوی کے درمیان فساد ڈالنے والا

اللہ تعالیٰ جن اعمال کو بہت پسند فرماتا ہے، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان بھائیوں کے باہمی معاملات کو بہتر بنانے کی کوشش کرے... بچھڑنے والوں کو ملائے، ناراض مسلمانوں کی آپس میں صلح کروائے، باہمی غلط فہمیاں دُور کروائے، آپس میں محبت بڑھانے کے لیے اپنا کردار ادا کرے اور اچھی نیت کے ساتھ عیبوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے مسلمانوں کو ایک دوسرے کی خوبیاں بتائے... جب کہ مسلمانوں کے باہمی معاملات کو خراب کرنا ربّ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

ہمارے دَور میں گھریلو سطح سے لے کر ملکی اور عالمی سطح تک باہمی اختلافات اور لڑائیاں عروج پر ہیں، اِس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فسادی لوگ غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں، بگاڑ پیدا کرتے ہیں اور غیر تربیت یافتہ افراد اُن کی باتوں میں آ کر لڑائی جھگڑے پر اُتر آتے ہیں۔

میاں بیوی کے درمیان یا افسر و ماتحت کے درمیان بگاڑ پیدا کرنا، یا دیگر معاشرتی تعلقات کو کسی شرعی وجہ کے بغیر خراب کرنا بہت بُرا عمل ہے اور رحمتِ عالم ﷺ نے اِس پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشادِ نبوی روایت کیا: لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا[1] أَوْ عَبْدًا عَلَى سَيِّدِهِ۔ مفہوم یہ کہ "جو شخص میاں بیوی کے درمیان فساد ڈالے یا غلام کو آقا کے خلاف بھڑکائے وہ ہم میں سے نہیں۔" (سنن ابوداود، حدیث: 2175)

میاں بیوی کے باہمی معاملات کو خراب کرنے کی مختلف صورتیں ہیں:

⟸ بلاوجہ کسی عورت کو اُس کے شوہر کی خامیاں بتانا یا شوہر کو اُس کی بیوی کے عیب بتانا، جس سے اُن کے درمیان نفرت پیدا ہو۔

⟸ بیوی کو اجنبی مَرد کی خوبیاں بتانا یا شوہر کے سامنے کسی اجنبی خاتون کی تعریف کرنا، جس سے اُن کے دل میں یہ بات بیٹھے کہ دوسرے لوگ تو اپنے گھر والوں کے لیے بہت اچھے ہوتے ہیں، ہمارے ہی گھریلو معاملات خراب ہیں۔

⟸ فساد ڈالنے کے لیے جادو ٹونا اور تعویذات وغیرہ کرنا۔

⟸ بلاوجہِ شرعی ایک دوسرے کے ساتھ سخت رویّہ اختیار کرنے کی ترغیب دینا۔

⟸ کوئی ایسا پروگرام نشر کرنا، یا تحریر لکھنا جس میں بیوی کو شوہر کے ساتھ برابری یا نافرمانی پر اُکسایا جائے، جیسا کہ این جی اوز کرتی ہیں۔

ہمیں حکم ہے کہ دوسروں کو دین پر عمل کی دعوت دیں اور بُری بات سے روکیں... نیکی میں ایک دوسرے سے تعاون کریں اور بُرے کام میں باہم مدد نہ کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ... "نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم پر تعاوُن نہ کرو۔" [المائدۃ 2:5]

---

[1] وَفِي مَعْنَاهُمَا إِفْسَادُ الزَّوْجِ عَلَى امْرَأَتِهِ۔ (مرقاۃ المفاتیح)

بد عقیدہ و گمراہ

اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کی بنیاد صحیح عقیدہ پر ہے، اگر عقیدہ صحیح ہے تو اعمالِ صالحہ کا دُنیا و آخرت میں فائدہ ہو گا، لیکن عقیدہ صحیح نہیں تو فقط اعمال و اخلاق سے آخرت میں نجات نہیں ہو گی۔

قرآنِ مجید اور احادیثِ طیبہ میں خبر دی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کے وصالِ اقدس کے بعد اُمّت کئی فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور لوگ بزرگوں کا راستہ چھوڑ کر نئے نئے عقائد اختیار کرلیں گے۔ فرقہ پرستی کے وقت صحیح عقیدہ پر استقامت اور حق کی پہچان کے لیے کیا کرنا ہو گا؟ اِس بارے میں ہمیں حکم دیا گیا کہ اُمّتِ مسلمہ کی اکثریت عقائد کے حوالے سے ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، چنانچہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اکثریت کے نظریات اختیار کریں اور فرقوں سے بچیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہر دَور میں اُمّتِ مسلمہ اکثریت "اہلِ سنت و جماعت" کے نظریات پر قائم رہی اور اب بھی اِنہیں نظریات پر قائم ہے۔

قرآنِ مجید میں یہ حکم یوں عطا کیا: "اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو"... اور نبیِ کریم ﷺ نے کسی حدیث میں یوں فرمایا: "جماعت کو اختیار کرنا"، کسی حدیث میں حکم دیا: "سوادِ اعظم کی پیروی کرنا" اور کسی حدیث میں تربیت فرمائی: "میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا"۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا... "اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹ جانا۔" [اٰلِ عمران 3:103] "اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو" اِس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی پیروی کرو۔ جب کہ خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے بعد سب سے بڑے فقیہ و مجتہد صحابی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس کی تفسیر کی: اِطاعت کرو اور جماعت (مسلمانوں کی اکثریت) کے عقائد پر قائم رہو۔[1]

جماعت کے نظریات کو چھوڑ کر فرقہ پرستی کرنے والا شخص ایسا بدنصیب ہے جس کے بارے میں ربّ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔
"بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی فرقے بن گئے، اے حبیبِ مکرم! آپ کا اُن سے کوئی تعلق نہیں، اُن کا معاملہ صرف اللہ کے سپرد ہے، پھر وہ اُنھیں بتادے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔" [الانعام 6:159]

---

[1] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «اِلْزَمُوْا هٰذِهِ الطَّاعَةَ وَالْجَمَاعَةَ، فَإِنَّهُ حَبْلُ اللهِ الَّذِيْ أَمَرَ بِهِ... (رواہ الحاکم فی المستدرك، رقم الحديث: 8663، وقال: حديث صحيح على شرط الشيخين، وأقره على ذلك الذهبي)

امیر المؤمنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: هُمْ أَصْحَابُ الْبِدَعِ وَأَصْحَابُ الْأَهْوَاءِ وَلَيْسَ لَهُمْ تَوْبَةٌ. أَنَا مِنْهُمْ بَرِيءٌ وَّهُمْ مِنِّيْ بِرَاءٌ۔ یعنی آیتِ کریمہ سے اصحابِ بدعت اور خواہش پرست (گمراہ فرقے) مراد ہیں، اُن کی توبہ قبول نہیں، میں اُن سے بری ہوں اور اُن کا مجھ سے کوئی تعلّق نہیں۔"[1] (المعجم الصغیر، حدیث:560۔ شعب الایمان، حدیث:7239)

حرفِ آخر

نبیِ کریم ﷺ سے غلامی کی نسبت ہمارے لیے سرمایۂ حیات ہے، بے شمار گناہوں کے باوجود اُن کی نسبت سے ہی اِس دُنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں اور اُنہی کی نسبت سے روزِ قیامت بخشش کی اُمّید ہے۔

اعظم چشتی علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا:

تیری نسبت نے سنوارا میرا اندازِ حیات
میں اگر تیرا نہ ہوتا سگِ دُنیا ہوتا

نبیِ کریم ﷺ نے اُمّت کو گناہوں سے روکنے کے لیے بعض باتوں سے متعلق ارشاد فرمایا: "جو یہ کام کرے وہ میرا نہیں، وہ ہم میں سے نہیں۔" محبت بھری اِس دھمکی سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان اپنے آقا کریم ﷺ کے ساتھ نسبت کی قدر کرے اور ہر اُس کام سے دُور رہے جس کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔

چنانچہ مختلف احادیثِ کریمہ سے تربیت ملتی ہے کہ:

⟸ ہمیشہ حق بات کی حمایت کرنی چاہیے اور ظلم و زیادتی پر کسی سے تعاون نہیں کرنا چاہیے، خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو، ظلم پر مدد کرنے والا مسلمانوں کے طریقے پر نہیں ہے۔

⟸ اپنا اثر و رسوخ یا دولت و سرمایہ استعمال کرتے ہوئے کسی کا حق چھیننے کی ہرگز کوشش نہیں کرنی چاہیے، ناحق دعوٰی کرنے والا مصطفٰی کریم ﷺ کے پیاروں میں سے نہیں ہے۔

⟸ اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھتے ہوئے اُس سے دُعا کرنی چاہیے اور بدشگونی کے بجائے نیک فالی لینی چاہیے، کسی چیز، جگہ یا وقت وغیرہ کو منحوس سمجھنے والا اسلامی اخلاق پر نہیں ہے۔

---

[1] قال الهيثمي: رَوَاهُ الطبراني فِي الصَّغِيرِ وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ۔ (مجمع الزوائد، حدیث:11008)

⇐ حکمران کے ظلم کی تصدیق و تائید کرکے اپنی آخرت تباہ نہیں کرنی چاہیے، ایسا کرنے والا قُربِ مصطفیٰ ﷺ سے محروم رہتا ہے اور اُسے حوضِ کوثر پر حاضری نصیب نہیں ہوگی۔

⇐ میاں بیوی اور دیگر مسلمانوں کے درمیان کسی بھی طریقے سے فساد ڈالنے اور اُن کے باہمی معاملات بگاڑنے سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے، فساد ڈالنے والا سرکارِ دوعالم ﷺ کے طریقہ پر نہیں ہے۔

⇐ مرتے دم تک عقیدۂ اہلِ سنت و جماعت پر استقامت اختیار کرنی چاہیے اور گمراہوں سے دُور رہنا چاہیے، قرآنِ مجید کے مطابق سرکارِ دوعالم ﷺ کا گمراہوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

زمانہ چھوٹ جائے رُوٹھ جائے کچھ نہیں پرواہ
نہ چھوٹے ہاتھ سے دامن تمہارا یارسول اللہ

اگر کوئی تمنّا ہے تو بس اتنی تمنّا ہے
مَیں کہلاؤں دو عالَم میں تمہارا یارسول اللہ

اللہ تعالیٰ سرورِ عالم ﷺ سے ہمارا غلامی کا رشتہ ہمیشہ قائم رکھے اور اِس نسبت کے طُفیل ہماری بخشش و مغفرت فرمائے۔

ربِّ کریم پاکستان سمیت دُنیا بھر کے اسلامی ممالک کو غیرت مند قیادت سے نوازے اور اُمّتِ مسلمہ کو وَحدت عطا فرمائے۔

خالقِ کائنات اسلام کو غلبہ عطا فرمائے، تمام دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۵ ذوالقعدہ ۱۴۴۴ھ / 26 مئی 2023ء

نہ چھوٹے ہاتھ سے دامن تمہارا

یارسول اللہ

صلّی اللہ علیک وعلٰی اٰلک وأصحابک وأزواجک وأُمتک فی کلّ اٰنٍ وّلحظۃٍ عدد کلّ ذرۃٍ ذرۃٍ ألف ألف مرۃٍ

(دوسرا حصہ)

مشمولات

- نسبتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قدر اور "وہ ہم سے نہیں" کا مفہوم
- مخالف جنس کے ساتھ مشابہت کرنے والا
- مسلمانوں پر اسلحہ اُٹھانے والا
- مونچھیں نہ تراشنے والا
- قرآنِ مجید خوب صورت آواز سے نہ پڑھنے والا
- چھوٹوں پر رحم، بڑوں کی تعظیم اور عالم کا حق ادا نہ کرنے والا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَکَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡہُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمۡرُہُمۡ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ۔

سیدِ عالم ﷺ کی شانِ محبوبیت ایسی بے مثال ہے کہ باری تعالیٰ کو اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کی نسبتیں بھی بہت پیاری ہیں۔ اُس نے قرآنِ کریم میں آپ ﷺ کی مختلف نسبتوں کی قسمیں ارشاد فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی:

وہ خُدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا، نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا! ترے شہر و کلام وبقا کی قسم

بارگاہِ الٰہی میں اُن کی نسبت کی قدر و منزلت کا اندازہ اِس بات سے بھی لگایئے کہ ایک بزرگ نے شیخ ابو عبد اللہ محمد سَلاوِی رحمۃ اللہ علیہ (م:616ھ) کو خواب میں دیکھا، پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک فرمایا؟ کہنے لگے: بخشش فرمادی۔ پوچھا: مغفرت کا سبب کیا بنا؟ فرمایا: بِشَیْءٍ مِّنَ النِّسْبَةِ بَیْنِیْ وَبَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ۔ مجھے سرکارِ دوعالم ﷺ کے ساتھ کچھ نسبت نصیب تھی، وہی بخشش کا سبب بن گئی۔ پوچھا: آپ سادات سے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: فَمِنْ أَیْنَ النِّسْبَةُ؟ پھر نبی کریم ﷺ کے ساتھ نسبت کیسی؟ فرمایا: کَنِسْبَةِ الْکَلْبِ إِلَی الرَّاعِیْ۔ مجھے سرکارِ دوعالم ﷺ کے ساتھ وہ نسبت ہے جو کتے کو مالک کے ساتھ ہوتی ہے۔

(المقفی الکبیر للمقریزی: 160/5، دار الغرب الإسلامی۔ الأجوبة المرضیة للسخاوی: 422/2، دار الرایة۔ استجلاب ارتقاء الغرف للسخاوی: 675/2، دار البشائر الإسلامیة۔ الصواعق المحرقة للهیتمی: 692/2، مؤسسة الرسالة)

بلاشبہ اُن کی نسبت ہے تو سب کچھ ہے اور اُن کی نسبت نہ ہو تو کچھ بھی نہیں۔ محمد علی ظہوری رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا:

مَیں کجھ وی نئیں جے تیرے نال میری کوئی نسبت نئیں
مَیں سب کجھ ہاں جے میں تیرا سداواں یارسول اللہ!

سیدِ عالم ﷺ نے اُمّت کو برائیوں سے بچانے کے لیے کئی کاموں کے بارے میں یہ محبت بھری دھمکی ارشاد فرمائی کہ جو فلاں کام کرے وہ میرا نہیں یا جس نے فلاں کام کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ بُرے کاموں سے روکنے کا یہ نہایت مؤثّر انداز ہے۔ جب نسبت کی قدر جاننے والے کو معلوم ہو کہ آقا کریم ﷺ فلاں کام کرنے والے کو اپنا نہیں کہتے تو وہ ہر صورت میں اُسے چھوڑنے کی کوشش کرے گا۔

"ہم میں سے نہیں" اور "میرا نہیں" کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ محدثین نے لکھا: اگر کوئی بدنصیب اُس حرام کام کو حلال سمجھے تب تو مراد ہوتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں... لیکن حرام کو حلال نہ سمجھے تو مراد ہوتا ہے: وہ میری سنت پر عمل پیرا نہیں... میرے پسندیدہ طریقے پر نہیں... میرے پیاروں میں سے نہیں... میرے اخلاق سے آراستہ نہیں۔

مسلمانوں پر اسلحہ اُٹھانے والا

شریعتِ مطہرہ نے ہر مسلمان کی جان ومال اور عزت وآبرو کو تحفّظ عطا کیا ہے اور کسی شرعی وجہ کے بغیر اُسے تکلیف پہنچانے کو سخت جُرم قرار دیا ہے، حتّٰی کہ ہنسی مزاح میں بھی کسی مسلمان پر ہتھیار اُٹھانے اور اُسے پریشان کرنے کی اِجازت نہیں دی۔

شہزادۂ فاروقِ اعظم سیدنا عبد اللہ، سیدنا ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اشعری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشادِ گرامی روایت کیا: «مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا ». ”جو ہمارے (مسلمانوں کے) خلاف ہتھیار اُٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔“ (صحیح بخاری، حدیث:7070، 7071۔ صحیح مسلم، حدیث:98) محدثینِ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہ نے لکھا: ظلم کرنے کے لیے ہتھیار اُٹھائے یا صرف خوف زدہ کرنے کے لیے یا ویسے ہی ہنسی مذاق کے طور پر... سب صورتیں اِس وعید میں شامل ہیں۔[1]

فقط اسلحہ اُٹھانے کی ممانعت ہی نہیں، بلکہ بلاوجہ کسی بھی ذریعہ سے مسلمان کو پریشان کرنا سخت گناہ ہے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان جانِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے، ایک صاحب سو گئے تو دوسرے کچھ حضرات نے بطورِ مزاح اُن کی رسّی چھپا دی، جب اُن کی آنکھ کھلی تو وہ پریشان ہو گئے، رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا ». ”کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان کو خوف زدہ کرے۔“ (سنن ابو داود، حدیث:5004)

لمحۂ فکریہ: حدیثِ مبارک میں ہنسی مزاح کے طور پر بھی مسلمان کے خلاف اسلحہ اُٹھانے سے روکا گیا اور نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایسا کرنے والے کے بارے میں فرمایا: ”وہ ہمارے طریقے پر نہیں“، مگر ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ معمولی باتوں پر سچ مچ میں دوسروں پر ظلم کے لیے ہتھیار اُٹھا لیتے ہیں اور جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔ ذاتی اختلافات کے ساتھ ساتھ سیاسی چپقلش میں یہی کچھ کیا جاتا ہے، ماضی قریب میں سیاسی لڑائیوں کے اندر نہ جانے کتنی قیمتی جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ محبوبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «مَنْ أَعَانَ عَلٰى قَتْلِ مُؤْمِنٍ وَّلَوْ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ لَّقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِّنْ رَّحْمَةِ اللهِ ». یعنی ”جس نے مسلمان کے ناحق قتل میں معمولی تعاون کیا، اگرچہ صرف آدھا لفظ ہی بولا، جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گا تو اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا: « یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے »۔“ (سنن ابن ماجہ، حدیث:2620) قتلِ مسلم میں تعاون کا یہ انجام ہے تو خود قاتل کا کیا حال ہو گا!

رنگ لائے گی جو محشر میں تو اُڑ جائے گا رنگ　　　یوں نہ کہیے سُرخیِ خونِ قتیلاں کچھ نہیں

---

[1] (مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ): أَيْ: سَلَّهُ لِلَّعِبِ وَالْهَزْلِ أَوْ لِإِدْخَالِ الرَّوْعِ وَالْخَوْفِ. (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث:3520)

مونچھیں نہ تراشنے والا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا فرمایا۔[التین95:4] اور تمام انسانوں میں سب سے زیادہ حُسن وجمال اپنے محبوبِ مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو عطا فرمایا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سب سے زیادہ اچھے بھی ہیں اور سب سے بڑھ کر حسین بھی ہیں۔ دانا شخص وہی ہے جو کوشش کرے کہ اُس کی سیرت وصورت حسینوں کے سردار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنّت کے مطابق ہو۔

بعض اوقات اپنی ظاہری صورت کو سنت کے مطابق بنانا بھی قبولیت وبخشش کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ شفیع المذنبین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ابو عبد اللہ نامی اپنے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا تھا: خُذْ مِنْ شَارِبِكَ ثُمَّ أَقِرَّهُ حَتّٰى[1] تَلْقَانِيْ۔ یعنی ”مونچھیں کٹواؤ، پھر اِس کی پابندی رکھنا؛ تاکہ تمہاری (حوضِ کوثر وغیرہ پر) مجھ سے ملاقات ہو۔“ (مسند احمد، حدیث:17594)

جب کہ بعض اوقات ظاہری صورت کو سنت کے خلاف رکھنے کا نتیجہ بہت بُرا نکلتا ہے۔ سیدنا زید بن اَرقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «مَنْ لَّمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا ۔» یعنی ”جو اپنی مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں۔“ (جامع ترمذی، حدیث:2761)

ہمیں چاہیے کہ حسینوں کے سردار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حُسن کی خیرات پانے کے لیے اپنی ظاہری صورت کو بھی سنت کے مطابق بنائیں... مونچھیں چھوٹی رکھیں اور داڑھی بڑھائیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے ارشادِ نبوی روایت کیا: خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ، وَفِّرُوا اللِّحٰى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ۔ یعنی ”مشرکوں کے طریقے کے خلاف کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں چھوٹی کرو۔“ (صحیح بخاری، حدیث:5892)

مونچھیں کتنی چھوٹی اور داڑھی کس قدر بڑی ہونی چاہیے؟ سنت یہ ہے کہ مونچھیں اُوپر والے ہونٹوں کے بالائی حصے سے نیچے نہ لٹکیں۔ (بہارِ شریعت، ج:3، ص:585، م:14) اور داڑھی کم از کم ایک مُشت ہونا ضروری ہے۔ درج بالا حدیث کے راوی کہتے ہیں: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهٗ۔ یعنی سیدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا حج یا عمرہ سے فارغ ہوکر اپنی داڑھی مبارک مٹھی میں پکڑتے، ایک مٹھی سے جتنی زیادہ ہوتی اُسے کٹوا دیتے۔ (صحیح بخاری، حدیث:5892)

خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے لکھا: اِس زمانہ میں داڑھی مونچھ میں طرح طرح کی تراش خراش کی جاتی ہے، بعض داڑھی مونچھ کا بالکل صفایا کرا دیتے ہیں... کسی کی داڑھی فرنچ کٹ اور کسی کی کرزن فیشن ہوتی ہے، یہ جو کچھ ہورہا ہے سب نصاریٰ کے اتباع و تقلید میں ہورہا ہے۔ ہر مسلمان کو تعلیماتِ اسلام کا مجسّمہ ہونا چاہیے، اخلاقِ سلف صالحین کا نمونہ ہونا چاہیے، اسلامی شعار کی حفاظت کرنی چاہیے؛ تاکہ دوسری قوموں پر اِس کا اثر پڑے۔ (بہارِ شریعت، ج:3، ص:585، 586، ملتقطًا)

---

[1] وَ"حَتّٰى" تَحْتَمِلُ الْغَايَةَ وَالْعِلَّةَ۔ (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث:120)

قرآنِ مجید خوب صورت آواز سے نہ پڑھنے والا

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اِس کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اِس پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ صحیح تلفّظ اور خوب صورت آواز کے ساتھ اِس کی تلاوت کی جائے۔ قرآنِ مجید کو صحیح تلفّظ اور خوش اِلحانی کے ساتھ پڑھنے پر ربّ تعالیٰ بہت اِنعام فرماتا ہے، جب کہ ایسا نہ کرنے پر حدیثِ پاک میں سخت وعید فرمائی گئی ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ۔[1] وفی روایۃ: يَجْهَرُ بِهٖ۔ یعنی "جو قرآنِ مجید کو (صحیح تلفّظ اور) خوش اِلحانی کے ساتھ بلند آواز سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔" (صحیح بخاری: 7527)

اِس حدیث کے راویوں میں سے ایک صاحب حضرت عبد الجبار علیہ الرحمہ نے اپنے استاذ حضرت عبد اللہ ابن ابی مُلَیکہ علیہ الرحمہ سے پوچھا: اگر کسی کی آواز خوب صورت نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ تو اُنھوں نے فرمایا: يُحَسِّنُهٗ مَا اسْتَطَاعَ۔ وہ اپنی طاقت کے مطابق خوب صورت پڑھنے کی کوشش کرے۔ (سنن ابوداود، حدیث: 1471)

سیدنا فَضالہ بن عُبَید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیل کے ساتھ خوب تر انداز میں تلاوت کرنے کا شوق دلانے کے لیے اِرشاد فرمایا: لَلّٰهُ أَشَدُّ أَذَنًا[2] إِلَى الرَّجُلِ الْحَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهٖ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ إِلَى قَيْنَتِهٖ۔ یعنی "جب قرآنِ مجید کو (صحیح تلفّظ اور) خوب صورت آواز کے ساتھ پڑھنے والا مسلمان بلند آواز سے تلاوت کرتا ہے تو (ربّ تعالیٰ کی طرف سے ایسا اِنعام واِکرام ہوتا ہے کہ) گانے کا شوقین گانے والی کو اتنے شوق سے نہیں سنتا جتنا ربّ تعالیٰ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والے پر کرم فرماتا ہے۔" (سننِ ابن ماجہ، حدیث: 1340)

افسوس کہ بلامبالغہ ہم میں سے 90٪ یا اِس سے زیادہ لوگ قرآنِ مجید کو صحیح تلفّظ اور خوب صورت آواز کے ساتھ نہیں پڑھتے، اِس سے بھی بڑھ کر افسوس ناک بات یہ کہ ہمیں اِس بات کا شعور ہی نہیں کہ قرآنِ مجید کا صحیح تلفظ سیکھنا اور اُسے صحیح پڑھنا فرضِ عین ہے۔ اگر قرآنِ مجید کو صحیح نہ پڑھا جائے تو ثواب کے بجائے گناہ ملتا ہے... جس طرح نماز چھوڑنا گناہِ کبیرہ ہے، اِسی طرح قرآن مجید کا صحیح تلفظ نہ سیکھنا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔

---

[1] حدیثِ مبارک کے اِن کلمات کے مختلف معانی ہیں: شیخ قاری علیہ الرحمہ نے لکھا: مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ: أَيْ لَمْ يُحَسِّنْ صَوْتَهٗ بِهٖ، أَوْلَمْ يَجْهَرْ، أَوْلَمْ يَسْتَغْنِ بِهٖ عَنْ غَيْرِهٖ، أَوْلَمْ يَتَرَنَّمْ، أَوْلَمْ يَتَحَزَّنْ، أَوْلَمْ يَطْلُبْ بِهٖ غِنَى النَّفْسِ، أَوْلَمْ يَرْجُ بِهٖ غِنَى الْيَدِ۔ (مرقاۃ المفاتیح)

[2] الإصغاء إلى الشيء قبولٌ له واعتناءٌ به، ويترتّب عليه إكرامُ المُصغي إليه، فعبّر عن الإكرامِ بالإصغاء۔ وفائدتُه حثُّ القارىء على إعطاءِ القراءةِ حقَّها من ترتيلٍ وتحسينٍ ما أمكن۔ (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت الحديث: 7195)

چھوٹوں پر رحم، بڑوں کی تعظیم اور عالم کا حق ادا نہ کرنے والا

رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود بھی خُلقِ عظیم کے مالک ہیں اور اپنی اُمّت کو بھی اعلیٰ اخلاق کی تربیت عطا فرمائی ہے۔ تعلیماتِ نبویہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مسلمان دوسروں کے ساتھ اُن کی حیثیت ودرجہ کے مطابق بہترین سلوک کرے۔ جو شخص دوسرے مسلمانوں کے حقوق ادا نہ کرے اُس کے لیے حدیثِ پاک میں وعید ارشاد فرمائی گئی ہے۔

سیدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ معلّمِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يُجِلَّ كَبِيْرَنَا[1] وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا وزیں فی روایۃ: حَقَّهٗ۔[2] یعنی "جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔"

(المستدرک علی الصحیحین، حدیث: 421۔ مسند احمد، حدیث: 22755۔ مکارم الأخلاق للطبرانی، حدیث: 147)

اِس حدیثِ مبارک میں رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پیار بھری دھمکی کے ذریعے تین باتوں کی تربیت فرمائی:

⇐ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جو مسلمان علمِ دین یا تقویٰ وطہارت یا عمر میں اُس سے بڑا ہے اُس کی تعظیم و تکریم کرے۔ یہ سمجھے کہ باری تعالیٰ نے اُسے علم و تقویٰ اور عبادت و تجربہ میں مجھ سے بڑا درجہ عطا فرمایا ہے۔

⇐ نیز ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جو مسلمان عمر میں یا علم میں یا درجہ میں اُس سے چھوٹا ہے اُس کی حیثیت و ضرورت کے مطابق اُس پر شفقت و مہربانی اور اِحسان کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ملخصاً) سمجھے کہ عمر میں مجھ سے چھوٹوں کے گناہ نہیں ہیں یا مجھ سے کم ہیں۔ (فیض القدیر)

⇐ ہر مسلمان پر یہ بھی لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علمِ دین کو جو بلند شان عطا فرمائی ہے اُس کی قدر کرتے ہوئے علمائے دین کا حق پہچانے... اُن کی تعظیم و توقیر کرے اور وہ قرآن و سنت کی روشنی میں جو حکم دیں اُس پر عمل کرے۔ (التنویر و فیض القدیر، ملخصاً)

علمائے حق کی عظمت یہ ہے کہ ربّ تعالیٰ بھی اُن پر رحمت فرماتا ہے اور زمین و آسمان کی تمام مخلوق بھی اُن کے لیے دُعائیں کرتی ہے۔

اگر ہم اِس حدیثِ پاک کی روشنی میں اپنی صورتِ حال کا جائزہ لیں تو شرم سے سر جھک جاتا ہے۔ نہ چھوٹوں پر شفقت کرتے ہیں، نہ بڑوں کی تعظیم کرتے ہیں اور نہ ہی علمائے دین کی قدر کرتے ہیں، حالانکہ مقصودِ بزمِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسا کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ ہمارے پیاروں میں سے نہیں۔

---

[1] الظاهر أن ضمير المتكلم كناية عن المسلمين. (لمعات التنقيح شرح مشكوة المصابيح، تحت الحديث: 4970)

[2] وروى الترمذي: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ. (جامع الترمذي، رقم الحديث: 1921)

مخالف جنس کے ساتھ مشابہت کرنے والا

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بے شمار اشیا اور لاتعداد جانداروں کو پیدا فرما کر انسان کو اُن میں سب سے زیادہ عزت و شرف عطا کیا، پھر اپنی حکمت سے انسان کی دو صِنفیں بنائیں، کچھ کو مَرد اور کچھ کو خواتین پیدا فرمایا اور دونوں کو مختلف اُمور میں ایک دوسرے سے منفرد و ممتاز کیا، ہمارا ایمان ہے کہ یہ سب حکمت کے تقاضے کے عین مطابق ہے۔ اگر کوئی عقل کا اندھا اِس تخلیق پر اعتراض کرتا ہے، یا ربّ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ شیطان کے بہکاوے میں آکر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر رہا ہے۔

جب شیطان لعین کو مردود کر کے جنت سے نکالا گیا تو اُس نے تکبر کرتے ہوئے یہ بھی دعوٰی کیا تھا: وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ... ”اور مَیں ضرور لوگوں کو کہوں گا تو یقیناً وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے۔“[النساء4:119]

اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کرنے والا اپنی کم عقلی و نادانی کی وجہ سے گویا اللہ تعالیٰ کے پیدا فرمانے کو ناپسند کرتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے والے کے بارے میں فرمایا: ”وہ ہم میں سے نہیں“، نیز آپ ﷺ نے اُس پر لعنت فرمائی۔

سیدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرورِ عالَم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ، وَلَا مَنْ تَشَبَّهَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ۔ یعنی ”جو عورتیں مَردوں کے ساتھ مشابہت کریں وہ ہم میں سے نہیں اور جو مَرد خواتین کے ساتھ مشابہت کریں وہ ہم میں سے نہیں۔“(مسند احمد، حدیث:6875۔المعجم الکبیر، حدیث:14332)

مخالف جنس کے ساتھ مشابہت کی مختلف صورتیں ہیں اور سبھی سے سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے۔

لباس میں مشابہت: مَردانہ شلوار قمیص اور شرٹ وغیرہ مَردوں کا لباس ہے، اگر عورت یہ لباس پہنے تو مَردوں کے ساتھ مشابہت ہے۔ نیز گرمی کے موسم میں پورے سَتر کو چھپانے والا قدرے باریک اور مختصر لباس پہننا فقط مَردوں کے لیے جائز ہے، عورتیں ایسا لباس پہنیں تو مَردوں سے مشابہت ہے... دوسری طرف شوخ سرخ رنگ اور چمکیلے رنگ برنگے لباس عورتوں کے لیے ہیں، اگر مَرد ایسے کپڑے پہنے تو عورتوں سے مشابہت ہے۔ جوتے وغیرہ بھی مَردوں اور خواتین کے مختلف ہوتے ہیں، اِن میں مشابہت بھی حرام ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ۔ ”رسول اللہ ﷺ نے عورت کا لباس پہننے والے مَرد پر اور مَرد کا لباس پہننے والی عورت پر لعنت فرمائی۔“(سنن ابو داود، حدیث:4098)

گفتگو اور چال چلن میں مشابہت: عورتوں کو حکم ہے کہ حیا کے ساتھ آہستہ آواز میں بات کریں، حتّٰی کہ اُنھیں نماز کے لیے اذان کہنے کی بھی اجازت نہیں اور مَردوں کو حکم ہے کہ وقار کے ساتھ مَردانہ لہجے میں بات کریں، اِس کا اُلٹ کرنا دوسری جنس کے ساتھ مشابہت ہے۔ عورت کا مَردانہ چال چلنا یا مَرد کا زنانہ انداز میں چلنا بھی مخالف جنس کے ساتھ مشابہت ہے، جس پر لعنت

فرمائی گئی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہما نے ایک خاتون کو گلے میں تلوار لٹکائے مَردانہ چال چلتے دیکھا تو (اُسے ڈانٹنے کے لیے) کہا: مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو عورتیں مَردوں کے ساتھ مشابہت کریں وہ ہم میں سے نہیں اور جو مَرد خواتین کے ساتھ مشابہت کریں وہ ہم میں سے نہیں۔“ (مسند احمد، حدیث: 6875۔ المعجم الکبیر، حدیث: 14332)

وضع قطع میں مشابہت: اللہ تعالیٰ نے مَردوں اور عورتوں کو الگ الگ حسن سے نوازا ہے... مَرد کا حُسن یہ ہے کہ اُس کے چہرے پر ایک مُشت داڑھی ہو اور سر کے بال چھوٹے ہوں، جب کہ خاتون کا حُسن اِس میں ہے کہ سر کے بال بڑے ہوں اور قدرت نے اُسے بے ریش پیدا کیا ہے... تو مَرد کا داڑھی مُنڈوانا، یا خواتین کی طرح سر کے بال کندھوں سے نیچے تک رکھنا، یا بالوں کو پونی وغیرہ لگانا، یا بالوں کا جُوڑا بنانا عورتوں سے مشابہت ہے، جب کہ کسی عورت کا سر کے بال یا ابرو کے بال چھوٹے کروانا مَردوں سے مشابہت ہے۔

اِسی طرح زینت کی اجازت صرف عورتوں کو دی گئی ہے، وہ اپنے شوہر کی خوشی کے لیے بناؤ سنگھار کر سکتی ہیں... مَرد کا زینت کرنا، گلے میں لاکٹ یا ہاتھ پاؤں میں کڑے یا کانوں میں بالیاں ڈالنا، یا ریشمی لباس پہننا عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور ناجائز ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ... ”رسول اکرم ﷺ نے زنانہ مَردوں (خواتین کے ساتھ مشابہت کرنے والے مَردوں) اور مَردانی عورتوں (مَردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں) پر لعنت فرمائی۔“ (صحیح بخاری، حدیث: 5886)

جنس کی تبدیلی: اگر دوسری جنس کے ساتھ مشابہت سے اِس قدر سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے تو اپنی جنس تبدیل کرنا کتنا بڑا جرم ہو گا! کچھ عرصہ قبل پاکستان میں (Transgender Persons (Protection of Rights) Act) ”تحفّظِ حقوقِ خواجہ سرا ایکٹ“ کے عنوان سے ایک قانون پاس کیا گیا، اِس کے مطابق جو شخص پیدائشی طور پر مکمل مرد یا عورت ہو، پھر کسی وجہ سے اپنی پیدائشی جنس تبدیل کرنا چاہے تو اُسے یہ حق ہے کہ وہ اپنی جنس تبدیل کروالے۔

اِس قانون میں ٹرانس جینڈر والی شق کو پہلے دن سے ہی محبِّ وطن مذہبی حلقوں نے ناقابلِ قبول قرار دیا تھا اور اسلامی نظریاتی کونسل بھی اِسے اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دے چکی تھی۔ گزشتہ جمعۃ المبارک (19 مئی، 2023ء) کو وِفاقی شرعی عدالت نے بھی اپنے فیصلے میں اِس شق کو قرآن و سنت کے خلاف قرار دیا ہے۔

ہم اِس فیصلے کی تحسین کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اِس ایکٹ سمیت تمام غیر شرعی قوانین کو فوری طور پر تبدیل کرتے ہوئے شریعت کے مطابق بنایا جائے، آئینِ پاکستان کے مطابق اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن و سنت کے خلاف کوئی بھی قانون نہیں بنایا جاسکتا۔

حرفِ آخر

نبیِ کریم ﷺ سے غلامی کی نسبت ہمارے لیے سرمایۂ حیات ہے، بے شمار گناہوں کے باوجود اُن کی نسبت سے ہی اِس دُنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں اور اُنہی کی نسبت سے روزِ قیامت بخشش کی اُمّید ہے۔

برادرِ اعلیٰ حضرت استاذِ زمن مولانا حسن رضا بریلوی علیہما الرحمہ نے خوب کہا:

نہیں محشر میں جس کو دسترس آقا کے دامن تک
بھرے بازار میں اُس بے نوا کا ہاتھ خالی ہے

نبیِ کریم ﷺ نے اُمّت کو گناہوں سے روکنے کے لیے بعض باتوں سے متعلق ارشاد فرمایا: ’’جو یہ کام کرے وہ میرا نہیں، وہ ہم میں سے نہیں۔‘‘ محبت بھری اِس دھمکی سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان اپنے آقا کریم ﷺ کے ساتھ نسبت کی قدر کرے اور ہر اُس کام سے دُور رہے جس کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔

گزشتہ اور آج کے خطبہ میں مذکور مختلف احادیثِ کریمہ سے تربیت ملتی ہے کہ:

⇐ ہمیشہ حق بات کی حمایت کرنی چاہیے اور ظلم و زیادتی پر کسی سے تعاون نہیں کرنا چاہیے، خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔ ظلم پر مدد کرنے والا مسلمانوں کے طریقے پر نہیں ہے۔

⇐ اپنا اثر و رسوخ یا دولت و سرمایہ استعمال کرتے ہوئے کسی کا حق چھیننے کی ہرگز کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ ناحق دعوٰی کرنے والا مصطفیٰ کریم ﷺ کے پیاروں میں سے نہیں ہے۔

⇐ اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھتے ہوئے اُس سے دُعا کرنی چاہیے اور بدشگونی کے بجائے نیک فالی لینی چاہیے۔ کسی چیز، جگہ یا وقت وغیرہ کو منحوس سمجھنے والا اسلامی اخلاق پر نہیں ہے۔

⇐ حکمران کے ظلم کی تصدیق و تائید کر کے اپنی آخرت تباہ نہیں کرنی چاہیے۔ ایسا کرنے والا قُربِ مصطفیٰ ﷺ سے محروم رہتا ہے اور وعید ہے کہ اُسے حوضِ کوثر پر حاضری نصیب نہیں ہو گی۔

⇐ میاں بیوی اور دیگر مسلمانوں کے درمیان کسی بھی طریقے سے فساد ڈالنے اور اُن کے باہمی معاملات بگاڑنے سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔ فساد ڈالنے والا سرکارِ دوعالم ﷺ کے طریقہ پر نہیں ہے۔

⇐ بلاوجہ کسی بھی مسلمان کو پریشان اور خوف زدہ نہیں کرنا چاہیے۔ ظلم کے لیے یا ڈرانے کے لیے یا ویسے ہی ہنسی مزاح کے طور پر مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اُٹھانے والا اخلاقِ نبویہ پر نہیں ہے۔

⇐ سیرت و کردار کے ساتھ ساتھ ظاہری صورت بھی سنّتِ نبویہ کے مطابق ہونی چاہیے، مونچھیں چھوٹی اور داڑھی کم از کم ایک مُشت ہونی چاہیے۔ مونچھیں نہ کٹوانے والے کے بارے میں خطرہ ہے کہ اُس کا خاتمہ اچھا نہ ہو۔[1]

⇐ قرآنِ مجید کا حق ہے کہ ہم اپنی طاقت کے مطابق اُسے صحیح تلفّظ کے ساتھ خوب صورت آواز میں پڑھیں۔ جو شخص ایسا نہ کرے خدشہ ہے کہ وہ رحمتِ عالم ﷺ کے قُربِ خاص سے محروم رہ جائے گا۔[2]

⇐ سرکارِ دوعالَم ﷺ نے تربیت فرمائی ہے کہ ہم چھوٹوں پر شفقت کریں، بڑوں کی تعظیم کریں اور علمائے دین کا حق پہچانیں۔ ایسا نہ کرنے والا سنتِ نبویہ پر نہیں ہے۔

⇐ اللہ تعالیٰ نے جیسا پیدا فرمایا ہے اُسے پسند کرنا اور اُس کے مطابق زندگی گزارنا ہی دانائی اور کامیابی ہے۔ جو مَرد عورتوں کے ساتھ مشابہت کرے یا جو خاتون مَردوں کے ساتھ مشابہت کرے وہ سچے غلامانِ رسول ﷺ سے نہیں۔

⇐ مرتے دم تک عقیدۂ اہلِ سنت وجماعت پر استقامت اختیار کرنی چاہیے اور گمراہوں سے دُور رہنا چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔

"بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی فرقے بن گئے، اے حبیبِ مکرم! آپ کا اُن سے کوئی تعلق نہیں، اُن کا معاملہ صرف اللہ کے سپرد ہے، پھر وہ اُنھیں بتادے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔" [الانعام 159:6]

زمانہ چھوٹ جائے رُوٹھ جائے کچھ نہیں پرواہ
نہ چھوٹے ہاتھ سے دامن تمہارا یارسول اللہ

اگر کوئی تمنّا ہے تو بس اتنی تمنّا ہے
مَیں کہلاؤں دوعالَم میں تمہارا یارسول اللہ

اللہ تعالیٰ سرورِ عالم ﷺ سے ہمارا غلامی کا رشتہ ہمیشہ قائم رکھے اور اِس نسبت کے طُفیل ہماری بخشش ومغفرت فرمائے۔

ربِّ کریم پاکستان سمیت دُنیا بھر کے اسلامی ممالک کو غیرت مند قیادت سے نوازے اور اُمّتِ مسلمہ کو وَحدت عطا فرمائے۔

خالقِ کائنات اسلام کو غلبہ عطا فرمائے، تمام دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

---

[1] «مَنْ لَّمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا»: وَالظَّاهِرُ أَنَّ مَعْنَاهُ لَيْسَ مِنْ كُمَّلِ أَهْلِ طَرِيْقَتِنَا. أَوْ تَهْدِيْدٌ لِّتَارِكِ هٰذِهِ السُّنَّةِ أَوْ تَخْوِيْفٌ لَّهٗ عَلَى الْمَوْتِ لِغَيْرِ هٰذِهِ الْمِلَّةِ. (مرقاۃ المفاتیح)

[2] لَيْسَ مِنَّا: أَيْ خُلُقًا وَّسِيْرَةً أَوْ مُتَّصِلًا بِنَا وَمُتَابِعًا لَنَا فِيْ طَرِيْقَتِنَا الْكَامِلَةِ. (مرقاۃ المفاتیح)

۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۴۴ھ / 2 جون، 2023ء

رحمۃ اللہ علیہ

اورنگ زیب عالَم گیر

کا

شان دار دَورِ حکومت

مشمولات

- مخلوقِ خدا کو نفع پہنچانے والوں کے لیے جاودانی وبقائے ذکر
- سوانحی خاکہ
- علمِ دین کا فروغ
- نظامِ زکوٰۃ وعشر اور جزیہ کا اِجرا
- منکراتِ شرعیہ کا سدِّباب
- عدل وانصاف کی فراہمی
- حکومت کے سبب... اعزاز یا تذلیل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ۔

یہ اٹل فیصلہ اور سب سے بڑی حقیقت ہے کہ بقاو دوام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، باقی ہر چیز فانی اور ختم ہونے والی ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے: کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ o وَّیَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ۔ یعنی "زمین پر[1] جتنی مخلوق ہے سب فنا ہو جائے گی o صرف تمہارے ربّ کی ذات باقی رہے گی، جو عظمت و بزرگی کا مالک اور اِحسان فرمانے والا ہے۔" [الرحمٰن 27،26:55]

مرنا تو سب نے ہے، مگر بعض انسانوں کی وفات کے بعد بھی ربّ تعالیٰ مخلوق میں اُن کے تذکرے اور اُن کی محبت باقی رکھتا ہے۔

یہ اِنعام دولت، حکومت یا جاگیر کے ذریعے نہیں ملتا، یہ کسے نصیب ہوتا ہے؟ اِس بارے میں قرآنِ مجید کی ایک آیتِ کریمہ سے راہ نمائی ملتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡہَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ۔ "(بارش برستی ہے تو پانی کے اُوپر جھاگ بھی ہوتا ہے) جھاگ تو ضائع ہو جاتا ہے اور وہ (پانی) جو لوگوں کے لیے نفع بخش ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے، اللہ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔" [الرعد 17:13] آیتِ کریمہ کا بنیادی مضمون حق و باطل کی مثال بیان کرنا ہے... کہ حق کو جتنا بھی دبانے کی کوشش کرلی جائے، وہ باقی رہتا ہے اور باطل کا کتنا ہی شور کیوں نہ ہو، بالآخر وہ مٹ جاتا ہے... مگر قرآنِ کریم کا ایک ایک لفظ بہت سے پہلوؤں پر راہ نمائی فرماتا ہے۔ اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو انسان دین کی خدمت کرے، مخلوقِ خدا کو نفع پہنچائے اور بھلائی کا ذریعہ بنے ربّ تعالیٰ اُسے جاوِدانی و بقائے ذکر عطا فرماتا ہے۔

ماہِ ذوالقعدہ میں برّصغیر کے ایک ایسے حکمران کا یومِ ولادت و وِصال ہے جس نے تقریباً پچاس سال تک پورے خطے کا مطلق العنان بادشاہ ہونے کے باوجود درویشانہ رنگ میں نہایت شان دار زندگی گزاری اور دین و ملّت کے لیے ایسے کارنامے سرانجام دیے کہ مسلمان آج بھی نہایت احترام کے ساتھ اُن کا تذکرہ کرتے ہیں، اُس عظیم شہنشاہ کا نام محمد اورنگ زیب عالَم گیر ہے، رحمۃ اللہ علیہ۔

یہ آیتِ کریمہ کی عملی تصدیق ہے کہ کرّوفرّ اور جاہ و جلال کے ساتھ زندگی گزارنے والے شاہوں کے نام بھی مٹ گئے، مگر اِس درویش بادشاہ کا احترام دلوں میں اب بھی باقی ہے۔

اِس وقت جب کہ حکومت و اقتدار کے لیے لڑائی عروج پر ہے اور عوام سیاست دانوں کی لڑائیوں کی سزا بھگت رہے ہیں... عالم گیر علیہ الرحمہ کی یاد بھی آتی ہے اور شدّت کے ساتھ اُن کے اُصولِ بادشاہی کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے۔

---

[1] اِس آیت میں زمین پر بسنے والوں کی فنا کا ذکر ہے، دوسری آیت میں ہے: "ہر جاندار نے موت کو چکھنا ہے۔"

سوانحی خاکہ

شاہِ ہند، ابو المُظفّر محمد اورنگ زیب عالَم گیر نقشبندی علیہ الرحمہ ۱۵ ذوالقعدہ، ۱۰۲۷ھ / 24 اکتوبر، 1618ء کو اکبر بادشاہ کے پوتے ''خرم'' المعروف شہاب الدین محمد شاہ جہان کے گھر پیدا ہوئے۔

وہ بچپن سے ہی دانا، بہادر، بردبار اور دیگر کئی اچھے اوصاف کے حامل تھے۔ اُنھوں نے نامور علمائے اہلِ سنّت سے دینی علوم وفنون حاصل کیے، مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے شہزادے خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی، اولیائے کرام سے بہت محبت کرتے تھے اور اُن کی تعلیمات کے سچے پیروکار تھے۔

۱۰۶۸ھ / 1658ء کو شاہِ ہند کی حیثیت سے تخت سنبھالا اور پھر وفات تک تقریباً پچاس سال اسلام اور رعایا کی خوب خدمت کی۔ ایک بڑی سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ ہونے کے باوجود اُنھوں نے درویشانہ انداز میں قابلِ رشک اور لائق تقلید زندگی گزاری۔

اُن کی زندگی کے بارے میں جان کر عقل دنگ رہ جاتی ہے... اُنھوں نے بادشاہ بننے کے تقریباً چار سال بعد قرآنِ مجید حفظ کیا، ہمیشہ باوُضو رہتے تھے اور نمازِ پنج گانہ پابندی کے ساتھ مسجد میں باجماعت ادا کرتے تھے، رمضان المبارک کے روزوں اور اعتکاف کا بھی پختہ معمول تھا، دربارِ شاہی میں ہر طرح کے حرام کاموں پر مکمل پابندی تھی، اُن کی اکثر راتیں مختلف اولیائے کرام اور علمائے ذی شان سے گفتگو میں گزرتی تھیں۔ اُنھیں علمِ دین سے ایسی محبت تھی کہ زندگی کے آخری ایّام میں شیخِ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا محمد فرخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ صحیح بخاری شریف پڑھی۔

شاہِ ہند سرکاری خزانہ کو اپنی جاگیر سمجھنے کے بجائے اپنے ہاتھوں سے ٹوپیاں بناتے، قرآنِ مجید کی کتابت کرتے اور اِس سے ہونے والی آمدن سے اپنے اخراجات پورے کرتے۔ آپ نے وصال کے وقت وصیت کی: میرے ترکہ میں سے چار روپے جو مَیں نے ٹوپیاں بناکر کمائے ہیں وہ میرے کفن دفن میں خرچ کیے جائیں اور پانچ روپے جو مَیں نے قرآنِ مجید کی کتابت سے حاصل کیے ہیں وہ غریبوں میں تقسیم کردیے جائیں۔

سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے پورے ملک کے اندر حقیقی معنوں میں اسلامی شریعت کو نافذ کیا، عدل وانصاف قائم کیا اور علمِ دین کی خوب اِشاعت کی۔ دینی خدمات کے اعتراف میں علمانے آپ کو اپنے دَور کا ''مجدّد'' قرار دینے کے ساتھ ساتھ مُحیُ الدّین اور سلطانِ اسلام جیسے القاب سے نوازا۔

تاریخ نگاروں نے لکھا: اگر برِّصغیر میں عالَم گیر جیسے دو بادشاہ اَور آتے تو مسلمانوں کو انگریزوں اور ہندوؤں کے جبر سے نجات کے لیے تحریکِ پاکستان چلانے کی ضرورت پیش نہ آتی، بلکہ پورے خطے میں ہر طرف اسلام ہی کی رونق ہوتی۔

۸ ذوالقعدہ، ۱۱۱۸ھ / 11 فروری، 1707ء کو آپ کا وصال ہوا۔ مزار خُلد آباد (ضلع اورنگ آباد، مہاراشٹر) ہندوستان میں ہے۔

علمِ دین کا فروغ

اسلام کی سربلندی کے لیے علمِ دین کو فروغ دینا مسلم حکمرانوں کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے، سرکارِ دوعالم ﷺ اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان نے علمِ دین کی اِشاعت کے لیے جو حسین اِقدامات کیے وہ کسی سے مخفی نہیں۔

ابو المُظَفَّر اورنگ زیب علیہ الرحمہ علمِ دین سے بے پناہ محبت کرتے تھے، اُنھوں نے تخت سنبھالنے کے بعد قرآنِ مجید حفظ کیا، زندگی بھر علم سیکھتے رہے اور آخری ایّام میں شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا محمد فرخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ بخاری شریف پڑھی۔

(مجددی، محمد اقبال، پروفیسر، مقدمہ حسنات الحرمین، ص:119، مکتبہ سراجیہ)

یہ اِشاعتِ علمِ دین کا جذبہ ہی تھا کہ آپ کے دَور میں شاہی قلعہ، لاہور کے سامنے "بادشاہی مسجد" سمیت بے شمار مساجد تعمیر ہوئیں اور لاتعداد مدارس قائم ہوئے۔ آپ نے اپنے گورنروں کو تاکیدی حکم جاری کیا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں دارالعلوم قائم کریں اور علما کی مالی خدمت کریں۔ اُنھوں نے سرکاری خزانے سے طلبہ کے لیے درجہ بدرجہ وظائف بھی مقرر کروائے۔

(سالک، محمد علم الدین، "علمائے کرام، دینی مدرسے" نقوش، لاہور نمبر، [فروری، 1962ء] ص:521)

1690ء میں جب کپتان الیگزینڈر سندھ کی سیر کے لیے آیا تو ٹھٹہ کے بارے میں اپنے تأثرات قلم بند کرتے ہوئے لکھا:

یہ شہر علومِ فقہ، فلسفہ، ریاضی اور دینیات کے لیے مشہور ہے... اِن علوم میں لڑکوں کی تعلیم کے لیے یہاں تقریباً 400 کالج (مدارس وجامعات) ہیں۔ (نیو اکاؤنٹ آف ایسٹ انڈیا کمپنی، ج:1، ص:127، بحوالہ نقوش، لاہور نمبر، ص:521)

عالَم گیر رحمۃ اللہ علیہ نے پورے ہندوستان میں نظامِ مصطفیٰ نافذ کیا... ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت کا تعلق سُنّی مسلک سے تھا اور فقہِ حنفی پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ ضرورت پیش آئی کہ فقہِ حنفی کی روشنی میں اسلامی احکام کی ایک عام فہم، مستند اور جامع کتاب تیار کروائی جائے اور اُسے بطورِ قانون پورے ملک میں نافذ کیا جائے؛ لہٰذا آپ نے اپنی سرپرستی میں تقریباً پچاس ماہر حنفی علمائے کرام کی ایک کمیٹی تشکیل دی، اُس کا نگران شیخ نظام الدین برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر کیا اور اِس عظیم الشان منصوبے پر ہونے والے تمام اخراجات سرکاری خزانے سے جاری کروائے۔ آٹھ سال کی مسلسل محنت کے بعد تقریباً 1672ء میں ایک قیمتی علمی سرمایہ مرتَّب ہوا، جس کا نام اَلْفَتَاوَی الْهِنْدِيَّة / فتاوٰی عالم گیری ہے۔ یہ کتاب اِس وقت بھی پوری دُنیا کے علما میں مقبول ہے، اُردو میں یہ کتاب دس ضخیم جلدوں میں شائع ہو رہی ہے۔ اِس کے علاوہ بھی آپ کے دور میں متعدد اہم دینی کتابیں تصنیف کی گئیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے: تذکرۂ مجددینِ اسلام، از علامہ غلام مصطفیٰ مجددی، ص:261، مکتبہ نبویہ)

نظامِ زکوٰۃ و عشر اور جزیہ کا اِجرا

اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلم حکمرانوں کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے کہ:

- مسلمان شہریوں کے اموال سے زکوٰۃ اور اُن کی زمینوں کی پیداوار سے عُشر وصول کرکے مستحق افراد تک پہنچائیں۔ اگرچہ شہری ازخود زکوٰۃ و عشر ادا کریں تو بھی ادا ہو جاتے ہیں، مگر اِس کے لیے شفّاف نظام قائم کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔
- چونکہ غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کا تحفّظ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے، اِس بنیاد پر حکم ہے کہ غیر مسلموں کے معاملات کی مناسب دیکھ بھال کے لیے شرعی حدود کے مطابق اُن سے جِزْیَہ (ٹیکس) وصول کرنے کا نظام بنایا جائے۔

البتہ ریاست کو مسلم یا غیر مسلم شہریوں سے ظالمانہ ٹیکس وصول کرنے کی کسی بھی صورت میں اِجازت نہیں۔

جزیہ سے متعلق خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ نے ارشاد فرمایا: حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ یعنی "غیر مسلموں سے جہاد کرتے رہو حتّٰی کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں۔" [التوبۃ 9:29] مفہوم یہ کہ غیر مسلم شہری ریاست کو احسان کے طور پر ٹیکس ادا نہ کریں، بلکہ اِس طرح ادا کریں جس طرح مجرم حاکم کو جرمانہ ادا کرتا ہے اور اُس پر حاکم کا احسان ہے کہ وہ جرمانہ وصول کرکے اُس کی سزا معاف کر دیتا ہے۔ (تبیان القرآن، ملخصًا)

سیدنا عُقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ والیٔ کَونَین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (ظالمانہ ٹیکس لینے والے حکمرانوں کے بارے میں بطورِ سرزنش) ارشاد فرمایا: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ»۔ "بے جا ٹیکس لینے والے کو جنت میں داخلہ نصیب نہیں ہوگا۔"

(سنن ابو داود، حدیث: 2937۔ مسند احمد، حدیث: 17294)

شاہِ ہند عالَمگیر علیہ الرحمہ کے تخت نشین ہونے سے پہلے شہریوں سے مختلف قسم کے ٹیکس وصول کیے جاتے تھے، مگر مسلمانوں سے زکوٰۃ و عشر وصول کرنے کا نظام معطّل تھا اور ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے کفّار سے جزیہ وصول نہیں کیا جاتا تھا۔ آپ نے اسلامی احکام کے مطابق فوری طور پر تمام ظالمانہ ٹیکس ختم کروا دیے اور زکوٰۃ و عشر اور جزیہ کا نظام بحال کروایا۔

(مجددی، غلام مصطفیٰ، علامہ، تذکرۂ مجددینِ اسلام، ص: 253، مکتبہ نبویہ)

لمحۂ فکریہ: الحمد للہ! پاکستان اسلام کے نام پر بنا اور قانونی طور پر "اسلامی جمہوریہ" ہے، مگر عملی طور پر یہاں کفار سے جزیہ اور مسلمانوں سے عشر وصول کرنے کا کوئی نظام نہیں، زکوٰۃ کا نظام بھی خانہ پُری کی حد تک ہے، البتہ ظالمانہ ٹیکس پوری ڈھٹائی کے ساتھ وصول کیا جاتا ہے۔ کاش سلطانِ اسلام محمد اورنگ زیب علیہ الرحمہ کا کوئی جانشین آئے اور اسلامی نظام قائم کرے۔

منکراتِ شرعیہ کا سدِّ باب

مسلم حکمرانوں کی اہم ذمہ داریوں میں سے یہ بھی ہے کہ ریاستِ اسلامیہ میں دین و شریعت کے خلاف ہونے والے اُمور کی روک تھام کے لیے ٹھوس منصوبہ بندی کریں اور جس طرح ریاستی طاقت سے جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کا اہتمام کرتے ہیں اُس سے زیادہ اہتمام کے ساتھ نظریاتی سرحدوں پر پہرہ دیں۔

ربّ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں غلامانِ رسول ﷺ کے اوصاف میں یہ بھی ذکر فرمایا کہ جب اُنھیں خلافت و حکومت ملے گی تو وہ منکراتِ شرعیہ کی روک تھام کریں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ ”(مسلمان وہ ہیں) اگر ہم اُنھیں زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔“[الحج22:41]

خلفائے راشدین علیہم الرضوان نے سیدِ عالم ﷺ کے وصالِ اقدس کے بعد اسلام کے خلاف ہونے والی تمام سازشوں کا جس جواں مردی سے مقابلہ کیا وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔

جلال الدین اکبر نے ہندوستان میں جس طرح اسلام کا حلیہ بگاڑا تھا اُس کے اثرات عالَم گیر کی تخت نشینی سے پہلے تک باقی تھے، مجدّدِ اسلام محمد اورنگ زیب علیہ الرحمہ نے حکومت سنبھالتے ہی تمام منکراتِ شرعیہ کی روک تھام کے لیے ٹھوس اقدامات فرمائے۔

غیر اسلامی تہواروں پر پابندی: اکبر اور اُس کے جانشینوں کی نالائقی سے سرکاری سرپرستی میں غیر مسلموں کے مذہبی تہوار منائے جاتے اور شاہی دربار کے اندر بھی ایسی تقریبات کا انعقاد کیا جاتا۔ جیسا کہ پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کے موجودہ حکمران غیر مسلموں کو اُن کے تہواروں کی نہ صرف مبارک بادیں دیتے ہیں، بلکہ اُن میں شرکت کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتے، حالانکہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو یہ آزادی ہوتی ہے کہ وہ اپنے گھروں اور عبادت گاہوں میں اپنی مذہبی رسومات جیسے چاہیں ادا کریں، البتہ اُنھیں اپنا مذہب پھیلانے یا سرِ عام مذہبی رسمیں پوری کرنے کی ہر گز اِجازت نہیں ہوتی، نیز مسلمانوں کو بھی ہر گز یہ اِجازت نہیں کہ وہ غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شریک ہوں۔

مجدّدِ اسلام اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے تخت نشین ہوتے ہی تمام غیر اسلامی تہواروں کو روک دیا اور غیر مسلموں کو پابند بنایا کہ وہ اپنے تہوار صرف اپنے مذہبی مقامات میں منائیں۔ ایک مرتبہ آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کے بیٹے معظم نے ایک غیر اسلامی تہوار ”نَوروز“ میں شرکت کی ہے تو آپ نے اُسے خط لکھا: بیٹے! ایک بے غرض آدمی سے معلوم ہوا کہ تم نے اِس سال جشنِ نَوروز ایرانیوں کی طرح بڑے دھوم دھام سے منایا، خدا کے فضل سے تمہارا عقیدہ درست ہے تو پھر تم نے یہ بدعت کس سے سیکھی ہے؟ (عظمتوں کے چراغ، ص:44)

باطل پرستوں کو لگام: آپ سے پہلے سرِعام خلافِ اسلام نظریات کا پرچار کیا جاتا تھا اور گمراہی پھیلانے والوں پر کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ جیسا کہ ہمارے دور میں جس کا دل چاہے میڈیا پر اپنا فتنہ پھیلاتا ہے، مگر ریاست کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

سلطانِ اسلام علیہ الرحمہ نے تخت سنبھالتے ہی باطل نظریات کو پھیلانے والے تمام لوگوں کا محاسبہ کیا، جو اپنے کرتوتوں سے باز آ گئے اُنھیں چھوڑ دیا گیا اور جو باز نہ آئے اُنھیں قتل کر دیا گیا۔

(اُس دَور کی مذہبی صورتِ حال سے آگاہی کے لیے ملاحظہ کیجیے مقدمہ حسنات الحرمین، ص:72 تا110)

مساجد کی بحالی: سابقہ بادشاہوں کی نالائقی سے ہندوؤں نے کئی جگہ مسجدوں کو گرا کر اُن کی جگہ مندر یا اپنے محلات تعمیر کر لیے تھے، سلطانِ اسلام اورنگ زیب علیہ الرحمہ نے اُن تمام مساجد کو بحال کروایا اور اُن کی زیب و آرائش کی۔

(سالنامہ باغِ فردوس، مجدّدِ دینِ اسلام نمبر، ص:337 جامعہ اشرفیہ، انڈیا)

جیسا کہ گزشتہ دنوں ترکیہ میں دوبارہ صدارتی انتخابات جیتنے والے غیرت مند مسلم حکمران رجب طیب اردگان نے 10 جولائی، 2020ء کو ترکیہ کے دارالحکومت استنبول کی قدیم "جامع مسجد آیا صوفیہ" کو بطور مسجد بحال کیا تھا۔

فحاشی کی روک تھام: عالَم گیر علیہ الرحمہ کے حکم سے بھنگ کی کاشت کو قانونی جرم قرار دیا گیا۔ نیز شراب نوشی، جوا اور موسیقی پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی اور اِن بےہودہ کاموں کے تمام اڈے بند کروا کر مستقل روک تھام کے لیے مُحتسب مقرر کیے۔

ایک مرتبہ موسیقاروں نے منصوبہ بندی کے ساتھ آلاتِ موسیقی کا ایک علامتی جنازہ تیار کیا اور اُسے لے کر شاہی محل کے پاس سے گزرے، عالَم گیر علیہ الرحمہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہنے لگے: موسیقی کا جنازہ ہے۔ فرمایا: خوب گہرائی میں دفن کرنا؛ تاکہ آئندہ کبھی باہر نہ آ سکے۔ (تذکرۂ مجددِ دینِ اسلام، ص:260، 261)

موجودہ دَور کی سرکاری و غیر سرکاری تقریبات میں ہونے والی فحاشی کو دیکھ کر پاکستان بنانے والوں اور سلطانِ اسلام علیہ الرحمہ کی روحیں تڑپتی ہوں گی، اسلامی ممالک کو آج بھی عالَم گیر علیہ الرحمہ کی شدید ضرورت ہے۔

نصاب کی اِصلاح: فارسی ادب سکھانے کے لیے مدارس و جامعات میں صوفیانہ رنگ میں کہے گئے فارسی اشعار پر مشتمل کچھ ایسی کتابیں بھی شامل تھیں، جن کے ظاہری معانی سے ناپختہ ذہنوں میں غلط خیالات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ عالَم گیر علیہ الرحمہ نے وہ تمام کتابیں نصاب سے نکلوا دیں اور فرمایا: اب لوگوں کی طبیعتیں خام ہو چکی ہیں، وہ اصل مفہوم تک پہنچنے کے بجائے ظاہری معانی میں ہی مست ہو کر بےہودہ خیالات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (ولی مظہر، ایڈووکیٹ، عظمتوں کے چراغ، ص:46، مجلس کارکنانِ تحریکِ پاکستان)

ہمارے عصری اِداروں میں نظامِ تعلیم کی صورتِ حال یہ ہے کہ نوجوانوں کے اخلاق تباہی کے کنارے تک پہنچ چکے ہیں اور اِسے روشن خیالی کا نام دیا جاتا ہے، آئے روز مختلف اِداروں کے نصاب، پیپرز یا نظام کے حوالے سے پریشان کُن خبریں موصول ہوتی رہتی ہیں۔

اورنگ زیب علیہ الرحمہ کا یہ اقدام لائقِ تقلید ہے؛ کیونکہ تعلیمی اِداروں میں پڑھنے والے مستقبل کے معمار ہیں، اگر اُن کی اچھی تربیت نہ کی جائے تو اچھے مستقبل کی توقّع نہیں کی جاسکتی۔

عدل وانصاف کی فراہمی

ریاست اسلامی ہو یا غیر اسلامی، اُس کی بقا کے لیے عدل وانصاف کا قیام ضروری ہے۔ جو ریاست شہریوں کو انصاف فراہم نہ کرے وہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہتی۔ قرآنِ مجید نے عدل واِنصاف کی ایسی حسین تربیت دی ہے کہ اپنے دشمنوں پر ظلم کرنے سے بھی تاکید کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

مجدّدِ اسلام عالَم گیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی شریعت نافذ کرتے ہوئے تمام شہریوں کو یکساں عدل وانصاف فراہم کیا۔ تاریخ نگاروں نے آپ کے عدل کا یہ حسین واقعہ بھی لکھا کہ شاہِ ہند اورنگ زیب علیہ الرحمہ ایک رات کو اپنے محل میں آرام فرمارہے تھے کہ کسی نے اپنی فریاد پیش کرنے کے لیے شاہی محل میں لٹکی ہوئی زنجیر کو ہلایا، آپ نے فریادی کو بلوایا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک عمر رسیدہ بیوہ خاتون ہے، اُس نے فریاد کی کہ مَیں نے اپنی بیٹی کی منگنی ایک رشتہ دار سے کردی ہے، مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ گاؤں کے زمیندار کا بیٹا آج رات میری بیٹی کو زبردستی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے، مَیں اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

آپ نے اُسے محل میں ٹھہرانے کا حکم دیا اور فوری طور پر دو تیز رفتار گھوڑے منگوائے، اپنے ساتھ ایک وزیر کو لیا اور اُسی وقت رات کی تاریکی میں بیوہ کے گاؤں پہنچے، وہاں جاکر دیکھا کہ اُس کے گھر پر زمیندار کے غنڈے حملہ آور ہو رہے ہیں، شاہِ ہند اور اُن کے وزیر نے خود غنڈوں کا مقابلہ کرکے اُنھیں وہاں سے بھگایا، اِس دوران آپ اور وزیر زخمی بھی ہوئے، بہر حال بیوہ کی بیٹی کو اپنے ہمراہ لے کر رات کو ہی اپنے محل میں واپس پہنچے اور اُسے ماں کے حوالے کیا۔

صبح گاؤں کے زمیندار سمیت تمام مجرموں کو دربارِ شاہی میں پیش کیا گیا تو شاہِ ہند نے فرمایا: مَیں نے اور وزیر نے تمھیں اپنا حق معاف کیا، مگر بیوہ اور اُس کی بیٹی پر جو ظلم ہوا ہے اُس کی قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔

بعد ازاں اُس بیوہ کو شاہی خزانے سے 500 اشرفیاں دی گئیں اور جب اُس کی بیٹی کی شادی ہوئی تو شاہِ ہند نے خود شادی میں شریک ہوکر رہتی دُنیا تک کے حکمرانوں کو مظلوموں کی فریادرسی کا سلیقہ سکھایا۔(تذکرۂ مجددینِ اسلام، ص:253، مکتبہ نبویہ)

حرفِ آخر

حکومت واقتدار ایسی شے ہے کہ اگر حکمران اسلام کی خدمت کرے اور مخلوقِ خدا کا بھلا کرے تو اُسے دونوں جہان میں عزت ملتی ہے، لیکن اگر اپنے اختیارات کو اسلام کی سربلندی کے لیے استعمال نہ کرے اور مخلوقِ خدا پر ظلم کرے تو دونوں جہان میں ذلیل ورُسوا ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ أَفْضَلَ عِبَادِ اللهِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ إِمَامٌ عَادِلٌ رَّفِيقٌ، وَإِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ إِمَامٌ جَائِرٌ خَرِقٌ. یعنی "جس مسلمان کو عہدہ ملا، پھر اُس نے عدل وانصاف قائم کیا اور نرمی اختیار کی تو قیامت کے دن ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ فضیلت پانے والے بندگانِ خدا میں اِس خوش نصیب کو نمایاں مقام حاصل ہوگا۔ اور جس بندے کو عہدہ ملا، پھر اُس نے ظلم کیا اور سختی کی تو یہ بدنصیب قیامت کے دن بدترین درجہ والوں میں سے ہوگا۔" (شعب الایمان، حدیث:6986)

مغلیہ خاندان کو ہی لیجیے، جلال الدین اکبر نے دین سے بے وفائی کی تو رسمی جاہ وجلال کے باوجود ایسا ذلیل ہوا کہ ہمیشہ اُسے بُرے الفاظ سے ہی یاد کیا جائے گا، جب کہ اُسی کے پڑپوتے عالَم گیر علیہ الرحمہ نے دین سے وفا کی تو درویشانہ رنگ کے باوجود ایسی عزت پائی کہ ہمیشہ مسلمانوں کے دلوں پر اُن کا راج رہے گا۔

ہمیں چاہیے کہ اپنی طاقت کے مطابق دین کی خدمت کریں اور خلقِ خدا کو نفع پہنچائیں، یہ ربّ تعالیٰ کے خاص کرم کی نشانی ہے۔ پَرْوَرْدَۂ آغوشِ نبوت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا اِسْتَعْمَلَهٗ. "جب اللہ تعالیٰ بندے سے بھلائی کا اِرادہ فرمائے تو اُس سے اچھا کام لے لیتا ہے۔" عرض کی گئی: كَيْفَ يَسْتَعْمِلُهٗ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ یارسول اللہ! کام لینے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: يُوَفِّقُهٗ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ. "اُسے موت سے پہلے نیک کام کی توفیق[1] عطا فرمادیتا ہے۔" (جامع ترمذی، حدیث:2142)

شاہِ ہند، سلطانِ اسلام، مُحی الدین محمد اورنگ زیب عالَم گیر علیہ الرحمہ کی زندگی حکمرانوں کے لیے بھی لائقِ تقلید ہے اور عوام کے لیے بھی۔ جہاں اُنھوں نے بحیثیتِ بادشاہ شان دار نقوش چھوڑے وہاں اُن کی نجی زندگی بھی کامیابی پانے کا راستہ دکھاتی ہے۔

---

[1] "توفیق" کا آسان الفاظ میں مفہوم یہ ہے کہ بندے کو پسندیدہ کام کے اسباب فراہم ہو جائیں، اُسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی والی باتیں اور کام کرنے کا موقع مل جائے۔ حقیقت میں کامیاب وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ خیر کی توفیق عطا کردے۔

- اُنھوں نے تختِ شاہی کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود قرآنِ مجید حفظ کیا،[1] مگر ہم مصروفیات کا بہانہ بنا کر اُس کی تلاوت بھی نہیں کرتے۔
- وہ شاہِ ہند ہونے کے باوجود ہمیشہ باوُضو رہتے تھے اور نمازِ پنج گانہ پابندی کے ساتھ مسجد میں باجماعت ادا کرتے تھے، مگر ہم میں سے بہت سوں کو معاذ اللہ نماز کے لیے وقت نہیں ملتا۔
- اُنھیں علمِ دین سے ایسی محبت تھی کہ زندگی کے آخری ایّام میں دوبارہ مکمل بخاری شریف پڑھی،[2] مگر ہم فرض علوم کی طرف بھی توجّہ نہیں کرتے۔
- وہ شاہی پروٹوکول کے باوجود اپنے ہاتھوں سے ٹوپیاں بناتے اور قرآنِ مجید کی کتابت کرتے تھے، مگر ہمارے معاشرے کے بہت سے افراد کو محنت مزدوری میں عار محسوس ہوتی ہے۔

اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثُریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا[3]

اللہ تعالیٰ سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے میں مجدّدِ اسلام حضرت عالَم گیر علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے، اُن کے طفیل ہمیں بھی دینِ متین کی خدمت نصیب کرے اور ہماری بخشش و مغفرت فرمائے۔

ربِّ کریم دُنیا بھر کے مسلم حکمرانوں کو عالَم گیر علیہ الرحمہ کی دینی غیرت سے کچھ حصہ عطا فرمائے اور اُمّتِ مسلمہ کو وَحدت واتفاق سے نوازے۔

خالقِ کائنات اسلام کو غلبہ عطا فرمائے، تمام دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] مقدمہ حسنات الحرمین، ص:119

[2] مقدمہ حسنات الحرمین، ص:119

[3] ثُریّا: ستاروں کا ایک مجموعہ، مراد بلندی۔ یعنی ہم نے اپنے بزرگوں کی میراث محفوظ نہ رکھی تو آسمان نے ہمیں بلندی سے پستی میں گرا دیا۔

۱۹ ذوالقعدہ ۱۴۴۴ھ / 9 جون، 2023ء

خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے اوصافِ حمیدہ

مشمولات

- خلیل الرحمٰن علیہ السّلام کے اوصافِ حمیدہ اور اُنھیں اپنانے کی ضرورت
- وصفِ خلیل... احسانات خداوندی پر شکر گزاری
- وصفِ خلیل... توحید پرستی
- وصفِ خلیل... حِلم وبُردباری
- وصفِ خلیل... حق پرستی اور باطل سے دُوری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا ؕ وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ ؕ اِجۡتَبٰٮهُ وَهَدٰٮهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۝ وَاٰتَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ؕ ۝ ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝ [النحل16:120-123]

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسۡلِیۡمَات میں سب سے اعلیٰ شان ہمارے آقا کریم ﷺ کو عطا کی اور آپ کے بعد بلند ترین مرتبہ آپ کے جدِّ امجد اور اپنے خلیل سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا فرمایا۔

سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بے شمار اوصافِ حمیدہ عطا ہوئے، قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں آپ کی تعریف فرمائی گئی، سورۂ نحل میں یوں ارشاد ہے: اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا ؕ وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ ؕ اِجۡتَبٰٮهُ وَهَدٰٮهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۝ وَاٰتَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝ "بے شک ابراہیم تمام اچھی خصلتوں (پسندیدہ اوصاف) کے مالک، اللہ کے فرماں بردار، ہر باطل سے اجتناب کرنے والے تھے اور وہ مشرک نہیں تھے ۝ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، اللہ نے اُنھیں (اپنا نبی اور خلیل بنانے کے لیے) مُنتخب فرمالیا اور اُنھیں سیدھے راستے کی ہدایت دی ۝ اور ہم نے اُن کو دُنیا میں بھلائی عطا فرمائی اور بلاشبہ وہ آخرت میں خاص قرب پانے والے بندوں میں سے ہوں گے ۝" [النحل16:120-122]

اللہ تعالیٰ نے بعد والی تمام شریعتوں میں سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنتوں کو باقی رکھا۔ مفسرین نے لکھا: خلیل اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے سب سے بڑا اِعزاز یہ ہے کہ اللہ عزّوجلّ نے سید الانبیا ﷺ کو آپ کی اولاد میں پیدا فرمایا، پھر آپ ﷺ کو اُن کی موافقت کرنے کا حکم دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا: ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ۔ [النحل16:123] مفہوم یہ کہ "اے حبیب! ہم نے آپ کو عقائد اور دین کے اُصول وہی عطا کیے ہیں جو ابراہیم کو عطا کیے تھے، تو آپ دینِ ابراہیمی کی موافقت کریں، جو ہر باطل سے جُدا تھے اور مشرک نہیں تھے۔" (ملخص از خزائن العرفان)

باری تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اُس کے بندے اُس کے خلیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مبارک اُسوہ اور پسندیدہ عادات کو اختیار کریں۔ قربانی، حج اور دیگر کئی احکامات انہی کے اوصافِ حمیدہ کی خوبصورت یادگاریں ہیں۔

بلاشبہ ہمارے دَور میں خلیل جلیل علیہ السلام کے اوصافِ جمیلہ اختیار کرنے کی بے حد ضرورت ہے۔ جیسا کہ اقبال نے کہا:

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے　　صنم کدہ ہے جہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

چنانچہ آج کے خطبہ میں آپ کے اوصافِ حمیدہ سے متعلق کچھ باتوں کا ذکر ہو گا۔

وصفِ خلیل... احسانات خداوندی پر شکر گزاری

اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں... انسان کی پیدائش اور اُس کا وُجود بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور وہ اپنی زندگی و بعد کے معاملات میں بھی ہر لمحہ اپنے مالک جلّ جلالہٗ کے احسانات کا محتاج ہے۔

ربّ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اُس کا بندہ اُس کے انعامات واحسانات پر اُس کا شکر گزار رہے اور کسی بھی حالت میں ناشکری و احسان فراموشی نہ کرے۔ سیدنا اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب آدم علٰی نبیّنا وعلیہ الصلاۃ والسلام کو آپ کی تمام اولاد کا نظّارہ کرایا، اُنھوں نے دیکھا کہ کوئی مال دار ہے اور کوئی فقیر ہے، کسی کو حُسن وجمال ملا ہے اور کوئی دوسری طرح ہے تو عرض کی: رَبِّ لَوْلَا سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ؟ "اے میرے رب! تونے اپنے تمام بندوں کو یکساں کیوں نہ بنایا(سب کو ایک جیسا نہ بنانے میں کیا حکمت ہے)؟" باری تعالیٰ نے فرمایا: إِنِّيْ أَحْبَبْتُ أَنْ أُشْكَرَ۔ "مجھے پسند ہے کہ میرا شکر کیا جائے۔[1]" (مسند احمد، حدیث: 21232)

شکرِ ابراہیمی: ہمارے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جدِّ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام ربِّ کریم کی شکر گزاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ ارشادِ ربّانی ہے: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ "بے شک ابراہیم تمام اچھی خصلتوں (پسندیدہ اوصاف) کے مالک، اللہ کے فرماں بردار، ہر باطل سے اجتناب کرنے والے تھے اور وہ مشرک نہیں تھے ۝ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، اللہ نے اُنھیں (اپنا نبی اور خلیل بنانے کے لیے) مُنتخب فرمالیا اور اُنھیں سیدھے راستے (دینِ اسلام) کی ہدایت دی۔" [النحل 16:120، 121]

جناب ابراہیم علٰی نبیّنا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی پوری زندگی مختلف آزمائشوں اور مشکلات و مصائب میں گزری... حق کہنے پر سخت آزمائش آئی... گھر، وطن، مال واسباب، حتّٰی کہ اولاد کو بھی چھوڑا... مگر کتنے لُطف کی بات ہے کہ آزمائشوں کے ہجوم کے باوجود کبھی بھی اُنھوں نے ناشکری نہیں کی، زبان پر کبھی شکوہ و شکایت کے کلمات نہیں آئے... بلکہ اُن کا قلبِ مبارک شکر کے جذبات، بدنِ اقدس اچھے اعمال اور زبانِ پاک شکر کے کلمات سے ایسے آباد رہے کہ باری تعالیٰ نے اُن کے شکر گزار ہونے پر اُن کی تعریف فرمائی۔

ربّ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زبانِ پاک سے ادا ہونے والے شکر کے کچھ حسین کلمات بھی ذکر فرمائے ہیں، اولاد کے احسان پر آپ نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔ "سب خوبیاں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق عطا فرمائے، بے شک میرا ربّ دُعا سننے والا ہے۔" [ابراھیم 14:39]

---

[1] مال دار شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے دولت سے نوازا ہے اور فقیر شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کے فتنے سے بچایا ہے اور حساب میں آسانی رہے گی۔ حسن و جمال والا شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت دی ہے اور دوسرا شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے حُسن کی آزمائشوں سے بچالیا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح)

تعلیمِ شکر: سیدنا ابراہیم علیہ السلام خود شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اِس کا حکم فرماتے۔ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے بد نصیبوں کو آپ نے فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لَکُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰہِ الرِّزۡقَ وَ اعۡبُدُوۡہُ وَ اشۡکُرُوۡا لَہٗ ؕ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ۔ ”بے شک تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہارے لیے رزق کے مالک نہیں ہیں، پس تم اللہ سے رزق طلب کرو اور اُس کی عبادت کرو اور اُس کا شکر ادا کرو، تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“[العنکبوت 17:29]

رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ مبارک کا مفہوم ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام خبر گیری کے لیے اُن کے ہاں تشریف لائے، اُس وقت وہ گھر میں موجود نہیں تھے، آپ نے اُن کی اہلیہ (اپنی بہو) سے حالات پوچھے تو اُس نے ناشکری اور شکوہ کے کلمات کہے، چنانچہ آپ نے اُسے فرمایا: ”جب آپ کے شوہر (اسماعیل) آئیں تو اُنھیں میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ گھر کی چوکھٹ تبدیل کر دیں (بیوی کو طلاق دے دیں)۔“ سیدنا اسماعیل کو گھر واپس آتے ہی خوشبو سے محسوس ہوا کہ والدِ گرامی تشریف لائے تھے، اہلیہ سے پوچھا تو اُس نے تفصیل بتائی، آپ نے والدِ گرامی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً اُس بیوی کو طلاق دے دی اور کسی دوسری خاتون سے شادی کر لی... کچھ عرصہ بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے، تب بھی وہ گھر میں موجود نہیں تھے، آپ نے اُن کی اہلیہ (اپنی نئی بہو) سے گھر کے حالات پوچھے تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے کہا: نَحۡنُ بِخَيۡرٍ وَّسَعَةٍ۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، رزق وسیع ہے۔ آپ نے برکت کی دُعا سے نوازنے کے بعد فرمایا: فَإِذَا جَاءَ زَوۡجُكِ فَاقۡرَئِي عَلَيۡهِ السَّلَامَ وَمُرِيۡهِ يُثَبِّتُ عَتَبَةَ بَابِهٖ۔ یعنی ”جب آپ کے شوہر (اسماعیل) آئیں تو اُنھیں میرا سلام کہنا اور پیغام دینا کہ گھر کی چوکھٹ تبدیل نہ کریں (موجودہ بیوی کو طلاق نہ دیں)۔“ چنانچہ سیدنا اسماعیل جب گھر آئے تو والدِ گرامی کی خوشبو محسوس کی۔ پوچھا تو اہلیہ نے تفصیل بتائی۔ آپ نے فرمایا: وہ میرے والدِ گرامی تھے اور اُنھوں نے (تمہاری شکر گزاری پر خوش ہو کر) حکم دیا ہے کہ تمھیں طلاق نہ دوں۔

(صحیح بخاری، حدیث:3364)

لمحۂ فکریہ: شکر بے حد ضروری ہے، مگر دین سے دُوری کے سبب جانے، اَن جانے میں ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی بہت ناشکری کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ ناشکری و احسان فراموشی فقط زبان سے ہی نہیں ہوتی، بلکہ اِس کی مختلف صورتیں ہیں، مثلاً:

- اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت کرنا۔
- احسانات فرمانے والے ربّ کے بارے میں بدگمانی کرنا / اُس کے فضل و احسان سے نااُمّید ہونا۔
- انسان کی بہتری کے لیے اُسے مختلف آزمائشوں میں مبتلا کیا جاتا ہے، چنانچہ کسی آزمائش پر شکوہ و شکایت کرنا۔
- مالکِ کریم نے جس حالت میں رکھا ہے، اُس پر خوش نہ ہونا۔
- نعمتیں عطا فرمانے والے خالق کی نافرمانی کرنا اور اُس کی یاد سے غافل رہنا۔
- اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنا کمال سمجھنا۔

وصفِ خلیل... حِلم وبُردباری

اللہ تعالیٰ حِلْم والا ہے اور وہ پسند فرماتا ہے کہ اُس کے بندے بھی برداشت اور بُردباری کا مظاہرہ کریں۔ "حِلْم" کا آسان لفظوں میں مفہوم یہ ہے کہ غضب وغصہ آنے اور اُسے نافذ کرنے کی طاقت ہونے کے باوجود اُسے نافذ نہ کرنا اور سزا نہ دینا۔

حلمِ الٰہی: اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان اِس خوبی سے متّصف ہے، وہ سب سے زیادہ حلم والا ہے، اپنے مجرموں کی فوری گرفت نہیں فرماتا، بلکہ مہلت عطا کرتا ہے۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ میں اِس خوبی کا ذکر فرمایا گیا، ایک آیت میں یوں ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ "بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، حِلْم والا ہے۔"[اٰلِ عمران 3:155]

سیدنا ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلَى أَذًى سَمِعَهُ مِنَ اللهِ، يَدْعُونَ لَهُ الْوَلَدَ، ثُمَّ يُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ.» یعنی "تکلیف دہ (ناپسندیدہ) بات کو سُن کر سب سے زیادہ حلم فرمانے اور سزا کو مؤخر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لوگ اُس کے لیے اولاد کا دعوٰی کرتے ہیں، پھر بھی وہ اُنھیں عافیت دیتا (مصیبتوں سے بچاتا) ہے اور رزق عطا فرماتا ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث:7378)

حلمِ ابراہیمی: اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَام کو دیگر بہت سے اوصافِ حمیدہ کے ساتھ ساتھ حِلم وبردباری میں بھی نرالی شان عطا کی اور اِس خوبی پر قرآنِ مجید میں اُن کی تعریف بھی فرمائی۔

آزر کے ساتھ حلم: سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَام نے اپنے چچا آزر کو محبت بھرے انداز میں عقیدۂ توحید کی دعوت دی، مگر اُس نے نہ صرف دعوتِ حق قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا، بلکہ آپ کو یہ دھمکی بھی دی کہ اگر تم بتوں کی مخالفت سے باز نہ آئے تو مَیں تم پر پتھراؤ کروں گا۔[مریم 19:42-46] ظاہر ہے کہ یہ رویّہ بہت تکلیف دہ تھا، مگر آپ نے اُس کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی، بلکہ جب تک اُمّید تھی کہ وہ اسلام قبول کر لے گا تب تک آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس کی بخشش ومغفرت کی دُعا کرتے رہے، تاہم جب اُس کے مسلمان ہونے کی اُمّید نہ رہی تو اُس سے اپنا تعلّق ختم کر دیا، یہ بات ذکر کر کے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔ "بے شک ابراہیم بہت آہ وزاری کرنے والے، بہت حِلم (برداشت کرنے) والے تھے۔"[التوبۃ 9:114]

قومِ لوط کے ساتھ حلم: سیدنا ابراہیم کے بھتیجے، اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا لوط عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا الصَّلَاۃُ وَالسَّلَام کی قوم نہایت بے حیا تھی، اُن کا بڑا جرم یہ تھا کہ وہ اغلام بازی / بد فعلی / ہم جنس پرستی کرتے تھے، اِس کے علاوہ وہ:

- راستوں میں بیٹھ کر گزرنے والوں کو تنگ کرتے اور ڈاکے ڈالتے۔
- مَردوں کو بھی بُری نظروں سے دیکھتے۔

- دن بھر کبوتر بازی کرتے رہتے۔
- ہنسی مزاح میں ایک دوسرے کو تھپڑ مارتے۔
- کھیل کود میں بے پردگی کو عیب نہیں سمجھتے تھے۔
- اور بطورِ خوش طبعی ایک دوسرے کو گالیاں دیتے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے "تذکرۃ الانبیاء"، از قاضی عبد الرزاق بھترالوی، ص:156، مکتبہ امام احمد رضا)

افسوس کہ یہ تمام بے ہودہ کام اب بھی ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں۔

سیدنا لوط علیہ السلام نے اُنھیں بُرے کاموں سے روکا تو اُنھوں نے حق کو قبول کرنے کے بجائے آپ کو تکلیفیں پہنچائیں۔ ظاہر ہے کہ اِس رویّے سے سیدنا لُوط اور آپ کے چچا سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا الصَّلاۃُ وَالسَّلَام کی سخت دل آزاری ہوئی، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اُن پر عذاب نازل کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیجا اور وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بار گاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوری کوشش کی کہ کچھ عرصہ کے لیے عذاب مؤخّر ہو جائے اور قومِ لوط کو توبہ کے لیے ایک اور موقع مل جائے، مگر ربّ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا فیصلہ ہو چکا تھا، چنانچہ آپ کو عذاب کی مزید تاخیر کے لیے دُعا کرنے اور فرشتوں کے ساتھ بحث کرنے سے روک دیا گیا۔ اِس بات کا تذکرہ کرکے باری تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ۔ "بے شک ابراہیم بڑے تحمُّل والے، بہت آہیں بھرنے والے، (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرنے والے تھے۔" [ھود 11:75]

لمحۂ فکریہ: حِلم باری تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور اُس کے محبوب بندے بھی حلیم وبردبار اور برداشت کرنے والے ہوتے ہیں، وہ اگر غصے کا اظہار کریں بھی تو اپنی ذات کے لیے نہیں کرتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے کرتے ہیں، جب کہ ہمارے معاشرے کی صورتِ حال یہ ہے کہ بھائی بھائی کا دُشمن ہے، گھر میدانِ جنگ بنے ہوئے ہیں، عزیزوں اور دوستوں میں ناچاقیاں ہیں، سیاسی لیڈر اور جیالے ایک دوسرے کو ختم کرنے کے درپے ہیں، لوگ معمولی باتوں پر ایک دوسرے کا گریبان پکڑ لیتے ہیں، اور تو اور مساجد میں بھی لوگ ایک دوسرے سے اُلجھنا نہیں چھوڑتے۔ اِس صورتِ حال کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر حلم اور برداشت کا جذبہ ختم ہوتا جارہا ہے۔

سیرتِ ابراہیمی سے سبق لیتے ہوئے ہمیں بھی برداشت کرنے اور درگزر کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ»۔ یعنی "طاقت ور وہ نہیں جو پہلوان ہو، دوسرے کو پچھاڑ دے (اگر پچھاڑ دینا ہی خوبی ہو تو کئی جانور انسانوں سے زیادہ طاقت ور ہوتے ہیں اور وہ بھی یہ کام کرسکتے ہیں)، (بلکہ حقیقی) طاقت ور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔" (صحیح بخاری، حدیث:6114)

وصفِ خلیل... حق پرستی اور باطل سے دُوری

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ وصف ذکر فرمایا کہ وہ حَنِیْف تھے۔ یعنی ہر باطل کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین "اسلام" کی طرف مائل تھے،[1] شرک سمیت کسی باطل کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے اور اُنھوں نے کبھی بھی باطل کے ساتھ مفاہمت (Compromise) نہیں کی۔

بچپن میں احقاقِ حق: تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَات پیدائشی طور پر اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں، یعنی وہ پیدا ہوتے ہی جانتے ہیں کہ ہمارا رب کون ہے؟ اُس کے کیا اوصاف ہیں؟ ایک روز حضرت ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی والدہ سے پوچھا: میرا ربّ (پرورش کرنے والا) کون ہے؟ اُنھوں نے کہا: مَیں۔ فرمایا: تمہارا ربّ کون ہے؟ اُنھوں نے کہا: تمہارے والد۔ فرمایا: اُن کا ربّ کون ہے؟ اس پر والدہ نے کہا: خاموش رہو۔ پھر وہ اپنے شوہر سے کہنے لگیں: "جس لڑکے کے بارے مشہور ہے کہ وہ زمین والوں کا دین بدل دے گا وہ تمہارا ہی بیٹا ہے۔" (ملخص از خزائن العرفان، تحت الانعام، آیت:76)

حالاتِ حاضرہ: اِس وقت عالمی سازش کے تحت یہ نظریہ پروان چڑھایا جارہا ہے کہ "کسی کو بھی غلط مت کہو"، یہ نظریہ تیزی سے پاکستان میں بھی مسلط کیا جانے لگا ہے۔ کفار اور اُن کے کارندے چاہتے ہیں کہ مسلمان اگر اسلام کو چھوڑتے نہیں تو کم از کم اپنے نظریات میں پختہ نہ رہیں۔

سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی "حنفیت" اور باطل سے دُوری سبق دیتی ہے کہ بانیٔ اسلام صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دامن تھامنے کے بعد کسی دوسرے دین کے حق ہونے سے متعلق سوچنے کی بھی ضرورت نہیں۔ ارشادِ ربّانی ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ o فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۔ "اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے o اگر تم روشن احکام آنے کے بعد پھسل گئے تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔" [البقرہ2:208،209] اقبال نے کہا:

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول
صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دِل نہ کر قبول

---

[1] سیدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے "حنیف" کی تفسیر فرمائی: اَلْحَنِیْفُ: اَلْمَائِلُ عَنِ الْاَدْیَانِ كُلِّهَا اِلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ۔ (تفسیر خازن، تفسیر بغوی)

وصفِ خلیل... توحید پرستی

کوئی شخص مسلمان تب قرار پاتا ہے جب وہ دین میں ضروری تمام باتوں (تمام ضروریاتِ دین) کی سچے دل سے تصدیق کرے، "عقیدۂ توحید" کو ضروریاتِ دین میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

عقیدۂ توحید کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و تنہا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں... نہ اُس کی ذات میں، نہ اُس کی صفات میں، نہ اُس کے اسما (ناموں) میں اور نہ ہی اُس کے افعال و احکام میں... وہ تنہا معبود ہے، اُس کے علاوہ کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں... اور صرف وہی واجب الوجود ہے، باقی سب اپنے وُجود میں اُس کے محتاج ہیں۔

⟸ ذات میں کوئی شریک نہیں، یعنی نہ تو اُس کی کسی کے ساتھ رشتہ داری ہے اور نہ ہی اُس کی کوئی جنس یا جزو ہے۔

⟸ صفات میں اُس کا کوئی شریک نہیں، یعنی کسی دوسرے کی کوئی صفت اُس کی کسی صفت جیسی نہیں۔ مخلوق کے تمام اوصاف اُسی کے عطا کیے ہوئے ہیں اور بعد میں پیدا ہوئے ہیں، جب کہ اُس کی تمام صفات ذاتی اور قدیم ہیں۔

⟸ ناموں میں کوئی اُس کا شریک نہیں، یعنی کسی کا بھی نام اُس کے ناموں جیسا نہیں۔

⟸ اور افعال و احکام میں اُس کا کوئی شریک نہیں، یعنی نہ تو اُس کے کاموں میں کوئی اُس کا معاوِن و مددگار ہے اور نہ ہی وہ اپنے فیصلے و حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔

تمام انبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَات نے اپنی اپنی اُمّتوں کو عقیدۂ توحید کی تعلیم و تربیت عطا کی، ہمارے آقا کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی لوگوں کو یہ عقیدہ بھرپور طریقے سے سکھایا اور آپ کے جدِّ امجد سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی پوری قوّت کے ساتھ بغیر کسی خوف کے اپنے خاندان والوں، اپنی قوم اور بادشاہِ وقت "نمرود" کو توحید کا پیغام پہنچایا۔ اِس سلسلے میں آپ کو سخت آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا، آگ میں بھی ڈالا گیا، وطن بھی چھوڑا، مگر آپ ہمیشہ اپنے ربّ کی توحید بیان فرماتے رہے۔

خاندان اور قوم کے سامنے اِظہارِ توحید: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ o اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ o وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ o "اور جب ابراہیم نے اپنے چچا (عرفی باپ) اور اپنی قوم سے فرمایا: مَیں تمہارے معبودوں سے بے زار ہوں o مگر وہ جس نے مجھے پیدا فرمایا تو ضرور وہ جلد مجھے (مزید بلند درجات کا) راستہ دے گا o اور ابراہیم نے اِس کلمہ کو اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا؛ تا کہ وہ (اُن کے بعد والے بھی اِسی عقیدہ کی طرف) رجوع کریں۔" [الزخرف 43:26-28]

بادشاہ کے سامنے اِظہارِ توحید: وہ کیسا حسین منظر تھا جب خدائی کا دعوٰی کرنے والے نمرود اور اُس کے تمام لشکروں کے سامنے سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تنہا نہایت جرأت کے ساتھ توحید کا پیغام دے رہے تھے۔

ارشادِ ربّانی ہے: اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِیۡ حَآجَّ اِبۡرٰهٖمَ فِیۡ رَبِّهٖۤ اَنۡ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الۡمُلۡكَ‌ۘ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیۡ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُۙ قَالَ اَنَا اُحۡیٖ وَاُمِیۡتُ‌ؕ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاۡتِیۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِهَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیۡ كَفَرَ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ۔ ”اے حبیب! کیا آپ نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اُن کے رب کے بارے میں اِس بنیاد پر جھگڑا کیا کہ اللہ نے اُسے بادشاہی دی تھی۔ جب ابراہیم نے فرمایا: میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اُس نے کہا: مَیں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں (جسے چاہوں پھانسی چڑھا دیتا ہوں اور جسے چاہوں چھوڑ دیتا ہوں)۔ ابراہیم نے فرمایا: تو اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے، سو (اگر تجھے خدا ہونے کا دعوٰی ہے تو) تُو اسے مغرب سے نکال لا، تو اس کافر کے ہوش اُڑ گئے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ [البقرۃ2:258]

اعلٰی درجہ کے موحّد: دُنیا دار الاسباب ہے، اللہ تعالیٰ نے اِس جہان میں ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب بنایا ہے، جب انسان وہ سبب اختیار کرتا ہے تو باری تعالیٰ کے حکم سے وہ چیز / کام ہو جاتا ہے۔ اسباب اختیار کرنا عقیدۂ توحید اور توکّل کے خلاف نہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی اسباب کا نظام بنایا ہے، تاہم قُربِ خاص والے جب توکّل و توحید کے نہایت بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں تو اسباب سے بھی بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام توکّل اور توحید کے ایسے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے کہ اُن کے دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خیال بھی نہیں آتا تھا، جب آپ کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو مختلف ذمہ داریوں پر مقرر فرشتوں نے مدد کرنے کی اِجازت چاہی، مگر آپ نے فرمایا: مجھے تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں، حتّٰی کہ جبریل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر پوچھا: یَا إِبْرَاهِيْمُ! هَلْ لَكَ حَاجَةٌ؟ یعنی پیارے خلیل! میرے لیے کوئی حکم؟ فرمایا: أَمَّا إِلَيْكَ فَلَا؟ آپ سے کوئی کام نہیں۔ اُنھوں نے کہا: اپنے ربّ سے اِلتجا کر لیجیے۔ فرمایا: حَسْبِيْ مِنْ سُؤَالِيْ عِلْمُهٗ بِحَالِيْ۔ وہ میری حالت کو خوب جانتا ہے، یہی مجھے کافی ہے۔

(غرائب القرآن ورغائب الفرقان [تفسیر نیشاپوری]۔ مفاتیح الغیب [تفسیر کبیر]، زیرِ آیتِ الانبیاء21:68)

لمحۂ فکریہ: یہ بات حقیقت ہے کہ اگر عقیدۂ توحید دل کی گہرائی میں اُتر جائے تو انسان کی زندگی میں انقلاب بپا ہو جاتا ہے... غور کیجیے کہ اگر یہ عقیدہ پختہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر خیر عطا فرمانے والا ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے تو دُنیاوی مفادات اور دُنیاداروں کی خوشی کے لیے انسان اپنے خالق کی نافرمانی کیسے کر سکتا ہے! اِسی نقطہ کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے اقبال نے کہا:

زندہ قوّت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے؟ فقط اِک مسئلۂ علمِ کلام[1]

---

[1] ایک وقت تھا جب عقیدۂ توحید بہت بڑی طاقت تھی اور اِسی طاقت کی بنیاد پر مسلمان دُنیا پر چھائے ہوئے تھے، مگر اب یہ عقیدہ فقط ایک علمی مسئلہ بن گیا ہے۔

حرفِ آخر

سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں اور اُن کی خوبیوں پر قرآنِ مجید میں اُن کی تعریف بھی فرمائی۔ آپ کے عمدہ اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ:

- آپ ہر لمحہ اپنے ربّ کا شکر ادا کرنے والے تھے اور سخت آزمائشوں کے باوجود کبھی احسان فراموشی نہیں کی۔
- آپ حِلم و بردباری کا پیکر تھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے غصے کو برداشت فرماتے تھے۔
- آپ ہر باطل سے اجتناب فرماتے تھے اور کبھی بھی باطل سے مفاہمت نہیں کی۔
- آپ اعلیٰ درجے کے توحید پرست تھے، حتّٰی کہ اسباب سے بھی بے نیاز تھے اور ہمیشہ پوری قوّت کے ساتھ عقیدۂ توحید کی تبلیغ واِشاعت فرمائی۔

ہمیں بھی چاہیے کہ آپ کے پسندیدہ اوصاف کو اختیار کر کے اپنی دنیا وآخرت سنواریں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ سرورِ عالم ﷺ اور آپ کے جدِّ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صدقے میں ہمیں اوصافِ حمیدہ سے نوازے اور ہماری کامل بخشش ومغفرت فرمائے۔ ربّ کریم دُنیا بھر کے مسلم حکمرانوں کو جرأتِ ابراہیمی میں سے کچھ حصہ عطا فرمائے اور اُمّتِ مسلمہ کو وَحدت واتفاق سے نوازے۔

خالقِ کائنات اسلام کو غلبہ عطا فرمائے، تمام دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر وفلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم

۲۶ ذو القعدہ،۱۴۴۴ھ / 16 جون، 2023ء

حجِّ بیت اللّٰہ کی آرزو اور تیاری

مشمولات

- تمنّاؤں کی کثرت اور اُن کے اثرات
- حج سے متعلق چند اہم شرعی مسائل
- آرزوئے زیارتِ حرمین
- عشرۂ ذوالحجہ میں حجامت سے اجتناب
- حج کی تیاری...اِخلاص کی عادت
- دلِ عشّاق میں کیوں نہ سمائے حجِ بیت اللہ (نظم)
- حج کی تیاری...بدنگاہی سے اجتناب کی عادت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ [اٰلِ عمران 97:3]

انسان کے دل میں زندگی بھر مختلف اُمّیدیں اور آرزوئیں مچلتی رہتی ہیں، بعض کو وہ پورا کرپاتا ہے اور بے شمار ایسی بھی ہوتی ہیں، جنھیں پورا کرنا اُس کے بس میں ہی نہیں ہوتا۔ اُمنگوں اور اُمّیدوں کا سلسلہ اتنا طویل ہوتا ہے کہ انسان کو موت آجاتی ہے، مگر دل کے ارمان ختم نہیں ہوتے۔

نہایت خوش نصیب ہے وہ شخص جس کے دل میں ربّ تعالیٰ کو راضی کرنے کا شوق گھر کر جائے، اُسے محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کی چاشنی پانے کی چاہت ہو، لذتِ نماز میں اِضافہ کی تمنّا ہو، تلاوت و فہمِ قرآنِ مجید میں ترقّی کی آرزو ہو، دُرودِ پاک وغیرہ سعادتیں نصیب ہونے کی اُمّید ہو... جب کہ وہ شخص بہت نالائق ہے جس کے مَن میں دُنیا کی آرزوئیں مچلتی رہیں، اُس کی نظر فقط اِسی بات پر ہو کہ عہدہ بڑے سے بڑا مل جائے، بینک بیلنس زیادہ سے زیادہ ہوجائے، گھر پُرتعیُّش ہو اور آسائشوں میں اِضافہ ہو وغیرہ۔

آرزوؤں اور تمنّاؤں کا کیا اثر ہوتا ہے؟ اِس حوالے سے ذہن نشین رہنا چاہیے کہ بعض اوقات رحمتِ الٰہی سے اچھے کاموں کی آرزو پر بھی بے پناہ اجر و ثواب ملتا ہے، جب کہ بہت مرتبہ بُرے کام کی چاہت انسان کو لے ڈوبتی ہے۔

سیدنا ابو کبشہ اَنماری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ کلمات بھی ہیں: إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ۔ یعنی دُنیا والے چار حالتوں پر ہیں:

1) عَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالًا وَّعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا، فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ۔ یعنی "وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال بھی عطا کیا ہے اور علم (دین) سے بھی نوازا ہے، وہ اپنے مال سے متعلق باری تعالیٰ سے ڈرتا ہے (نہ حرام طریقے سے کماتا ہے اور نہ ہی ناجائز کاموں میں خرچ کرتا ہے) اور صلہ رحمی کرتا ہے اور اپنے مال میں اللہ تعالیٰ کا حق تسلیم کرتا ہے تو یہ بندہ (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) سب سے افضل درجہ پر ہے (اِس کا مال کمانا بھی شریعت کے مطابق ہے اور اُسے خرچ کرنا بھی)۔"

2) وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ عِلْمًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا، فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ، يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ۔ "دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا، مگر اُس کے پاس مال نہیں ہے، اُس کی نیّت سچی ہے، وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو مَیں بھی فلاں کی طرح عمل کرتا (اُس کی طرح بھلائی کے کاموں میں مال خرچ کرتا) تو اِسے اِس کی نیّت کے مطابق ثواب دیا جائے گا اور اِن دونوں کا ثواب برابر ہے۔"

3) وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا، فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا، فَهٰذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ۔ "تیسرا وہ شخص ہے جسے اللہ عزّوجلّ نے مال عطا فرمایا، مگر وہ علم سے محروم ہے، وہ اپنا مال

علم کے بغیر خلط ملط کرتا ہے (حلال و حرام ذرائع سے کماتا ہے اور جائز و ناجائز کاموں میں خرچ کرتا ہے)، مال کے معاملے میں اپنے ربّ سے نہیں ڈرتا، نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اپنے مال میں اللہ کا حق تسلیم کرتا ہے، یہ (بارگاہِ الٰہی میں) بدترین درجے پر ہے۔"

4) وَعَبْدٍ لَّمْ يَرْزُقْهُ اللهُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا، فَهُوَ يَقُوْلُ: لَوْ أَنَّ لِيْ مَالًا لَّعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهِ، فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ۔

"چوتھا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے نہ تو مال عطا فرمایا اور نہ ہی اُس کے پاس علم ہے، وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو مَیں بھی فلاں کی طرح عمل کرتا (اُس کی طرح حرام کام کرتا، نافرمانی میں مال خرچ کرتا)، تو اِسے اِس کی نیّت کے مطابق گناہ ہوگا، اِن دونوں کا گناہ برابر ہے۔"[1] (جامع ترمذی، حدیث: 2325)

اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ مومن کو اچھی آس پر بھی ثواب ملتا ہے، جب کہ نافرمان کو بُری تمنّاؤں پر گناہ ہوتا ہے۔

مومن کا دل جن آرزوؤں کی تکمیل کے لیے بہت بے تاب رہتا ہے اُن میں سے ایک "تمنّائے زیارتِ حرمَیْن شریفَیْن" ہے۔۔

نہ جانے کتنی آنکھیں اِس تمنّا کے سبب اشک بار رہتی ہیں اور نہ جانے کتنے دل اِس آس میں بے قرار رہتے ہیں! بقولِ نیازی علیہ الرحمہ:

اِس آس پہ جیتا ہوں کہہ دے کوئی یہ آکر
چل تجھ کو مدینے میں سرکار بلاتے ہیں

تاریخ شوقِ حج و عمرہ و زیارتِ مدینہ منوّرہ کے ایسے حسین واقعات سے بھری پڑی ہے جنھیں سن کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

برِّصغیر کے ایک بہت بڑے عالم و شیخ، جن سے امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ عقیدت رکھتے تھے اور اُن کی زیارت کے لیے جاتے تھے، قطبِ مکہ شیخ الدلائل مولانا عبد الحق اِلٰہ آبادی علیہ الرحمہ چالیس سال سے زیادہ عرصہ مکہ مکرمہ میں رہے اور ہر سال حج کی سعادت پاتے تھے۔ ایک سال حج کے دنوں میں سخت بیمار ہو گئے، بستر سے اُٹھنا مشکل تھا، ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو اپنے شاگردوں سے فرمانے لگے: مجھے حرم شریف میں لے چلو! کچھ افراد آپ کو اُٹھا کر لائے اور بیت اللہ شریف کے سامنے بٹھا دیا، آپ نے آبِ زم زم شریف منگوایا، پھر اُسے پی کر (حدیث پاک کا خلاصہ ہے کہ زم زم جس مقصد کے لیے بھی پیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کی: اے اللہ! مجھے حج سے محروم نہ فرمانا! اُسی وقت ربّ تعالیٰ نے ایسی قوّت عطا فرمائی کہ اُٹھ کر اپنے پاؤں سے عَرَفات شریف گئے اور مکمل حج ادا کیا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص: 198، مکتبۃ المدینہ، ملخصًا)

قرآن و سنت کی مختلف نصوص سے تربیت ملتی ہے کہ مسلمان کے دل میں سعادتِ حج و عمرہ و زیارتِ حرمَیْن شریفَیْن کی سچی آرزو ہونی چاہیے؛ کیونکہ جس کے دل میں تڑپ ہو، مگر وہ اسباب فراہم نہ ہونے کی وجہ سے یہ ارمان پورا نہ بھی کر سکے تو رحمتِ الٰہی سے اُسے حج کیے بغیر ہی حج کا اجر عطا کیا جائے گا۔

---

[1] ترجمہ و تشریح ماخوذ از التیسیر بشرح الجامع الصغیر للمناوی، ج: 1، ص: 467، مکتبۃ الإمام الشافعي، و مرآۃ المناجیح للنعیمی، زیرِ حدیث: 5287

حج کی تیاری...اِخلاص کی عادت

انسان کوئی بھی اہم کام کرنے سے پہلے اُس کی تیاری کرتا ہے؛ تاکہ اُسے اچھے طریقے سے سرانجام دے سکے اور مطلوبہ فوائد حاصل کرسکے، جو اہم کام بغیر تیاری کے کیا جائے اُس سے وہ نتائج حاصل نہیں ہوپاتے جو انسان حاصل کرنا چاہتا ہے۔

مسلمان کے لیے سب سے زیادہ ضروری کاموں میں سے ایک حجِ بیت اللہ ہے، تبھی تو انسان ایک عرصے تک اِس کی تمنّا کرتا ہے، چنانچہ حج کی تیاری اُس کے شایانِ شان ہونی چاہیے اور یہ کافی نہیں کہ حج کے لیے روانگی کی تاریخ آنے کے بعد اُس کا بندوبست کیا جائے، بلکہ بہت سے کاموں کی عادت ڈالنے کے لیے اُنھیں پہلے سے اختیار کرنا لازم ہے۔

بدنی عبادت ہو یا مالی...سب کی قبولیت کے لیے اِخلاص بہت اہم ہے، بالخصوص حج جیسی مشقت والی عبادت ہو اور انسان اخلاص کے بغیر اُسے ادا کرکے ثواب ضائع کردے تو اِس سے بڑی نالائقی کیا ہوسکتی ہے! چنانچہ اگر ہمارے دل میں حج بیت اللہ کی سچی تمنّا ہے تو ہمیں اِخلاص کی عادت ڈالنی چاہیے، رحمتِ الٰہی سے بعید نہیں کہ وہ اخلاص کی برکت سے دیگر سعادتوں کے ساتھ ساتھ ہمیں حج کی توفیق بھی عطا فرمادے...پھر جب اخلاص کے ساتھ حج ہوگا تو اُس کی برکتوں کے کیا کہنے!

"اخلاص" کا مطلب ہے کہ کسی بھی عمل کا اصل مقصد فقط اللہ تعالیٰ کی رِضا حاصل کرنا ہو...رِیاکاری، دکھاوا اور دُنیا والوں سے داد وصول کرنے کی خواہش وغیرہ نہ ہو۔

اخلاص کی اہمیت: اخلاص کا حکم دیتے ہوئے ربّ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا۔ "تو جسے اپنے ربّ سے ملاقات کی اُمّید ہو اُسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔"[الکھف 110:18] شرکِ اکبر سے بھی بچے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرے... اور شرکِ اصغر سے بھی بچے، اخلاص کے ساتھ فقط اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے عمل کرے، لوگوں کو دکھانا مقصود نہ ہو۔(خزائن العرفان، ملخصًا)

حج میں اخلاص: پروردۂ آغوشِ نبوّت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اُمّت کی تربیت کے لیے) دورانِ حج ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی: «اَللّٰهُمَّ حَجَّةً لَّا رِيَاءَ فِيهَا وَلَا سُمْعَةَ.»[1] "اے اللہ! اِسے ایسا حج بنادے (جو فقط تیری رضا اور تیرے قرب کے لیے ہو) جس میں دُنیا والوں کو دکھانا یا سنانا نہ ہو۔"(سنن ابن ماجہ، حدیث:2890)

---

[1] (اَللّٰهُمَّ حَجَّةً) أي أسألك حجةً مبرورةً. وساقه في الإصابة بلفظ "اللّهم اجعلها حجةً". (لا رياءَ فيها ولا سمعةَ)، بل تكون خالصةً لوجهك الكريمِ مُقارِبةً إلى حضرةِ مجدِك العظيمِ. (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت الحديث:1534) قال الشيخ...

اخلاص نہ ہونے کا انجام: سیدنا ابو سعید بن ابو فَضالہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن میں کوئی شک نہیں، اُس دن جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائے گا تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک اِعلان کرنے والا (فرشتہ) اِعلان کرے گا: مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِيْ عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلّٰهِ أَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ۔ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے کیے ہوئے کام میں کسی کو شریک ٹھہرایا تھا (دُنیاداروں سے داد لینے کی بھی خواہش تھی) تو وہ اُس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے مانگے (جس کو دکھایا تھا اُس سے اجر مانگے)؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ شرکیہ عمل سے بے نیاز ہے (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہی عمل قبولیت کا مستحق ہے جو خالص طور پر اُس کی رِضا کے لیے کیا گیا، جس عمل سے رِیاکاری مقصود تھی اللہ تعالیٰ کو اُس کی کوئی ضرورت نہیں)۔“ (جامع ترمذی، حدیث: 3154۔ سنن ابن ماجہ، حدیث: 4203)

لمحۂ فکریہ: ہمارے دَور کی بڑی رُوحانی بیماریوں میں ایک رِیاکاری بھی ہے، عمومی طور پر یہ عادت اتنی پختہ ہو جاتی ہے کہ ریاکار کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ مَیں رِیاکاری کر رہا ہوں۔ پھر جو شخص اپنی اِس بیماری کا علاج نہ کرے اور اخلاص کی عادت نہ اپنائے وہ حج و عمرہ بھی اِخلاص سے ادا نہیں کر پاتا۔ حج و عمرہ میں ریاکاری کی مختلف صورتیں ہیں:

- روانگی سے پہلے داد و تحسین لینے کے لیے اپنے سفر کی تشہیر کی جاتی ہے، دعوتوں کا اہتمام ہوتا ہے اور یہ نوٹ کیا جاتا ہے کہ کس کس نے دعوت کی تھی اور کون کون دعوت میں شریک ہوا تھا۔
- عین حرم شریف جہاں اپنے گناہوں کو یاد کر کے ہر لمحہ توبہ و استغفار میں مشغول ہونا چاہیے وہاں پر لوگ اپنی تصویریں بنانے میں مصروف رہتے ہیں... اِسی طرح سیدِ عالم ﷺ کے چہرۂ مبارکہ کے سامنے جہاں سانس بھی ادب سے لینا چاہیے، وہاں سیلفیاں بنا رہے ہوتے ہیں، بلکہ اِس مقصد کے لیے رحمتِ عالم ﷺ کی طرف پُشت کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتے۔
- حج کے بعد یہ پسند کرتے ہیں کہ لوگ اُنھیں ”حاجی“ یا ”الحاج“ کہہ کر پکاریں۔

ہم کسی دوسرے کو یہ نہیں کہیں گے کہ وہ رِیاکار ہے، دلوں کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تاہم اپنی اِصلاح ضروری ہے۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہما الرحمہ نے فرمایا:

نفسِ بدکار نے دل پر یہ قیامت توڑی
عملِ نیک کیا بھی تو چھپانے نہ دیا

...القاری: وَالتَّحْقِيقُ: أَنَّ الرِّيَاءَ مَأْخُوذٌ مِنَ الرُّؤْيَةِ، فَهُوَ مَا يُفْعَلُ لِيَرَاهُ النَّاسُ، وَلَا يُكْتَفٰى فِيهِ بِرُؤْيَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ، وَالسُّمْعَةُ بِالضَّمِّ مَأْخُوذَةٌ مِنَ السَّمْعِ، فَهُوَ مَا يُفْعَلُ أَوْ يُقَالُ لِيَسْمَعَهُ النَّاسُ، وَلَا يُكْتَفٰى فِيهِ بِسَمْعِهِ تَعَالٰى، ثُمَّ يُسْتَعْمَلُ كُلٌّ مِّنْهُمَا مَوْضِعَ الْآخَرِ، وَقَدْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا تَأْكِيدًا، أَوْ لِإِرَادَةِ أَصْلِ الْمَعْنَيَيْنِ تَفْصِيلًا، وَضِدُّهَا الْإِخْلَاصُ فِي الْعَمَلِ لِلّٰهِ عَلٰى قَصْدِ الْخَلَاصِ۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، فی ابتداء باب الریاء والسمعۃ)

حج کی تیاری... بدنگاہی سے اجتناب کی عادت

قرآن و سنت میں اِس بات کی بہت تاکید فرمائی گئی ہے کہ مسلمان کو اپنی نگاہوں کی حفاظت کرنی چاہیے، اُس کی نظر ایسی جانب نہ اُٹھے جس سے ربّ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے؛ کیونکہ آنکھ دل کا راستہ ہے، اگر آنکھ محفوظ ہے تو اُمّید ہے کہ دل بھی محفوظ رہے گا، لیکن آنکھ آلودہ ہوگئی تو دل کا پاکیزہ رہنا بہت مشکل ہے۔

بدنگاہی سے اجتناب کی فضیلت: رازدارِ رسول ﷺ سیدنا حُذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ارشادِ نبوی روایت کیا: «اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ إِبْلِيْسَ مَسْمُوْمَةٌ، فَمَنْ تَرَكَهَا مِنْ خَوْفِ اللهِ أَثَابَهُ جَلَّ وَعَزَّ إِيْمَانًا يَّجِدُ حَلَاوَتَهُ فِيْ قَلْبِهِ.» یعنی "بدنگاہی شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے بدنگاہی چھوڑ دے اللہ عزّوجلّ اُسے ایسا ایمان عطا فرمائے گا کہ بندہ اپنے دل میں اُس ایمان کی مٹھاس پالے گا۔" (المستدرک علی الصحیحین، حدیث:7875)

حسین مثال: نگاہوں کی حفاظت سے متعلق بزرگانِ دین بہت حساس تھے۔ عظیم الشان تابعی حضرت رَبِیع بن خُثَیم رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر کئی صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ ساتھ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی تربیت پائی۔ وہ بہت عاجزی کرتے، فضول باتوں سے مکمل پرہیز کرتے اور نگاہیں جھکائے رکھتے تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب بھی اُنھیں دیکھتے تو آپ کی زبان پر یہ آیتِ کریمہ جاری ہوجاتی: وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ۔[1] "اے محبوب! عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری دیجیے۔" سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ اُنھیں فرمایا کرتے: لَوْ رَآكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَأَحَبَّكَ۔[2] یعنی ربیع! (تمھیں اللہ کریم نے ایسی خوبیاں عطا فرمائی ہیں کہ) اگر تم نبی کریم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں ہوتے تو دُنیا تمہارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی محبت و کرم نوازی کے خصوصی انداز دیکھتی۔

(المعجم الكبير، رقم الحديث: 10286. الزهد للإمام أحمد، رقم الحديث: 1948)

حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ اپنی نگاہیں یوں جھکائے رکھتے کہ بعض لوگوں کو آپ کے بارے میں شک ہوتا کہ وہ نابینا ہیں، وہ بیس سال تک سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، جب وہ آتے تو خادمہ کہتی: صَدِيْقُكَ الْأَعْمٰى قَدْ جَاءَ۔ آپ کے نابینا دوست آگئے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سُن کر مسکرا دیتے۔[3]

---

1 الحج 34:22

2 وفي لفظٍ آخر: "لَفَرِحَ بِكَ"، وفي لفظٍ آخر: "لَضَحِكَ". (إحياء علوم الدين للغزالي، ج:1، ص:171، دار المعرفة)

3 وكان الربيع بن خيثم مِن شدة غضِّهِ لبصرِهِ وإطراقِهِ يظنّ بعضُ الناس أنه أعمٰى، وكان يختلف إلى منزلِ ابنِ مسعودٍ عشرين سنةً، فإذا رأته جاريتُه قالت لابنِ مسعودٍ: صديقُك الأعمٰى قد جاء. فكان يضحك ابنُ مسعودٍ من قولِها. (إحياء العلوم: 171/1)

یومِ عرفہ کی فضیلت: ذوالحجہ کی نو(۹) تاریخ کو ربّ تعالیٰ کی رحمت جوبن پر ہوتی ہے اور اِس دن حج کا سب سے بڑا رکن "وقوفِ عرفہ" ادا کیا جاتا ہے۔ اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے شافعِ روزِ جزا ﷺ سے روایت کیا: مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللهُ فِيهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَّوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّهُ لَيَدْنُوْ ثُمَّ يُبَاهِيْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُوْلُ: مَا أَرَادَ هٰؤُلَاءِ؟ [1] یعنی "جس دن میں اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے وہ عرفہ کا دن (9 ذی الحج) ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بندوں کے قریب ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں (حاجیوں) پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے: "یہ کیا چاہتے ہیں؟ (یہ سب کچھ چھوڑ کر اور مشقتیں برداشت کرکے یہاں صرف میرا حکم پورا کرنے، میری رِضا پانے اور اپنی بخشش کروانے کے لیے حاضر ہوئے ہیں)" (صحیح مسلم، حدیث:1348)

یومِ عرفہ اور حفاظتِ نگاہ: عمِّ رسول ﷺ سیدنا عبّاس کے شہزادے سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک نَوعمر شخص نے عرفات کے دن وہاں حاضر (باپردہ) عورتوں کی طرف دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اُن کا چہرہ دوسری طرف پھیر کر فرمایا: إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ مَّنْ مَلَكَ فِيهِ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ وَلِسَانَهُ غُفِرَ لَهُ. "آج وہ دن ہے کہ جو شخص اپنے کان، آنکھ اور زبان کو قابو میں رکھے، اُس کی مغفرت ہو جائے گی۔" (شعب الایمان، حدیث:3777)

توجہ طلب بات ہے کہ اگر عرفات کے مبارک مقام پر، رحمتوں والے دن میں مغفرت حاصل کرنے کے لیے کانوں، آنکھوں اور زبان کی حفاظت ضروری ہے تو باقی دنوں اور جگہوں پر کتنی ضروری ہو گی!

لمحۂ فکریہ: نگاہوں کی حفاظت سے متعلق ہماری صورتِ حال بہت پریشان کُن ہے۔ الیکٹرانک میڈیا ہو، پرنٹ میڈیا ہو، یا سوشل میڈیا... ہر طرف فحاشی و بدنگاہی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

رُسوا کیا اِس دَور کو جلوت کی ہَوَس نے
روشن ہے نگہ آئینۂ دل ہے مکدّر [2]

یہ بات بالکل واضح ہے کہ جو شخص پاکستان میں نگاہوں کی حفاظت کا عادی نہیں، وہ حرمِ اقدس میں جاکر بھی بدنگاہی سے باز نہیں رہ پاتا۔ اگر اِس بیماری پر کنٹرول نہ کیا جائے تو رفتہ رفتہ بڑھتی جاتی ہے اور خدانخواستہ ایمان کے لیے بھی خطرہ بن جاتی ہے۔

---

[1] وقوله: مَا أَرَادَ هٰؤُلَاءِ؟ أي: إنما حَمَلَهم على ذلك حتى خرجوا من أوطانهم وفارقوا أهليهم ولذّاتهم ابتغاءُ مرضاتي وامتثالُ أَمْرِي. والله أعلم (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم)

[2] **رُسوا:** ذلیل۔ **جَلْوَت:** نمود و نمائش / دکھاوا۔ **ہَوَس:** چاہت / خواہش۔ **مُکَدَّر:** میلا۔ یعنی اِس دَور کے لوگوں کو دکھاوے کی چاہت نے ذلیل کر دیا ہے، آنکھیں روشن ہیں، مگر مغربی تہذیب اختیار کرکے بدنگاہی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے دل کا شیشہ میلا ہو چکا ہے۔

حج سے متعلق چند اہم شرعی مسائل

دیگر ضروری احکام کی طرف حج سے متعلق کچھ بنیادی مسائل کا علم نہایت ضروری ہے۔

کس پر فرض ہے؟ وہ عقل مند، بالغ مسلمان جس کے اعضا سلامت ہوں اور اُس کے پاس بنیادی ضروریاتِ زندگی اور قرض کے علاوہ اتنا مال ہو کہ سفری اخراجات ادا کرنے کے ساتھ ساتھ واپسی تک کے لیے گھر والوں کو درمیانے درجے کا خرچ دے سکے، اُس پر زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے، حتّٰی کہ اگر ضرورت سے زیادہ چیزیں بیچ کر حج کر سکتا ہو تو ایسا کرنا بھی لازم ہے۔

کب فرض ہے؟ جب مذکورہ بالا شرائط پائی جائیں تو اُسی سال حج کے لیے جانا فرض ہے اور تاخیر کرنا گناہ ہے۔ جو شخص شرائط پائے جانے کے باوجود چند سال تک حج نہ کرے وہ فاسق ہے اور اُس کی گواہی مردود ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جانِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ۔ (سنن ابو داود، حدیث:1732) وفی روایۃ: تَعَجَّلُوْا إِلَى الْحَجِّ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِيْ مَا يَعْرِضُ لَهُ۔ (مسند احمد، حدیث:2867) یعنی ”جس پر حج فرض ہو وہ جلدی کرے، نہ جانے آنے والے سال کیا صورتِ حال ہو گی؟ زندہ رہے گا یا نہیں؟ جا سکے گا یا نہیں؟“

نوٹ: اگر کسی شخص کے پاس مال موجود تھا مگر معاذ اللہ سستی کی اور حج ادا نہ کیا، پھر حالات بدل گئے اور مال میسّر نہیں رہا تو اُس پر لازم ہے کہ قرض لے کر حج کے لیے جائے۔ اگر خدانخواستہ یہ شخص حج پر نہ جا سکا، یا جانے سے معذور ہو گیا اور یہ عذر ختم ہونے کی اُمید نہیں، تو اُس پر حجِ بدل کرانا یا اِس کی وصیت کرنا لازم ہے۔[1]

محرم کی شرط: کوئی خاتون اپنے شوہر یا محرم کے بغیر حج یا عمرہ کے لیے نہیں جا سکتی، اگر ایسا کرے تو سخت گناہ گار ہے۔[2] شہزادۂ عمِّ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: «لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ»۔ ”کوئی بھی مرد کسی بھی (اجنبی) عورت کے ساتھ ہر گز تنہائی اختیار نہ کرے... اور کوئی بھی عورت محرم کے بغیر ہر گز سفر (شرعی) نہ کرے۔“ یہ اِرشاد سُننے کے بعد ایک صاحب نے کھڑے ہو کر عرض کی: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اُكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، وَخَرَجَتِ امْرَأَتِيْ حَاجَّةً۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! فلاں غزوہ کے مجاہدین میں میرا نام بھی درج ہے اور میری بیوی حج کرنے کے لیے روانہ ہو چکی ہے، (اب مَیں جہاد میں شرکت کروں یا اپنی بیوی کے

---

[1] حجِ بدل سے متعلق مزید معلومات کے لیے بہارِ شریعت کا مطالعہ کریں۔

[2] یاد رہے کہ گزشتہ دنوں اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان نے خاتون کو محرم کے بغیر حج کے لیے جانے کی مشروط اِجازت دی ہے، مگر مفتیانِ کرام نے کونسل کی اِس رائے کو شرعی اُصولوں کے خلاف قرار دیا ہے۔

ساتھ حج کے لیے چلا جاؤں؛ تاکہ وہ اکیلی سفر نہ کرے؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «اِذْهَبْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ»۔ "جاکر اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔" (صحیح بخاری، حدیث:3006)

حج میں سستی کرنے والے کی آرزو: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ o وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ "اور ہمارے دیے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو، اِس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے: اے میرے رب! تونے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیکوں میں ہوتا، اور جب کسی شخص کی مقررہ مدت کا وقت آجاتا ہے تو اللہ اُس کی روح (قبض کرنے) کو ہرگز مؤخر نہیں کرتا، اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔" [المنٰفقون63: 10، 11] سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يُبَلِّغُهُ حَجَّ بَيْتِ رَبِّهِ أَوْ تَجِبُ عَلَيْهِ فِيْهِ زَكٰوةٌ فَلَمْ يَفْعَلْ، سَأَلَ الرَّجْعَةَ عِنْدَ الْمَوْتِ۔ یعنی جو شخص فرض ہونے کے باوجود حج نہ کرے یا زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ موت کے وقت آرزو کرے گا کہ کاش اُسے کچھ مہلت مل جائے اور وہ اپنا فریضہ ادا کرلے۔ (الجامع لاحکام القرآن، للقرطبی)

عشرۂ ذوالحجہ میں حجامت سے اجتناب

ان شاء اللہ تعالیٰ دو یا تین دن کے بعد ذوالحجہ کا چاند طلوع ہو جائے گا، اِس حوالے سے ایک مسئلہ ذہن نشین ہونا چاہیے۔ اُمّ المؤمنین سیدتنا اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے سر تاج ﷺ سے روایت کرتی ہیں: «إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُّضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ»۔ یعنی "جب ذوالحجہ کا چاند نظر آجائے تو جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہے وہ حجامت اور ناخن تراشنے سے اجتناب کرے۔" (صحیح مسلم، حدیث:1977) چنانچہ حجامت اور ناخن تراشنے سے اجتناب مستحب ہے اور جو قربانی نہ کر سکے وہ بھی اس عَشَرَہ میں حجامت نہ کرائے، بقرہ عید کے دن نمازِ عید کے بعد حجامت کرائے تو اِن شاء اللہ ثواب پائے گا۔ (مرآۃ المناجیح)

حرفِ آخر

اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ مکرم ﷺ کی محبت ایمان کی جان ہے، اِس محبت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ مسلمان شریعت کا پابند ہو اور اُس کے دل میں حج و عمرہ و زیارتِ حرمین شریفین کی سچی تڑپ ہو۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ الْإِيْمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلٰى جُحْرِهَا»۔ ایک تشریح کے مطابق مفہوم یہ ہے کہ "جیسے سانپ (تیزی سے) اپنے بِل کی طرف سمٹ آتا ہے ایسے ہی

(ہر دَور میں) اہلِ ایمان (شوقِ زیارت، اتباعِ سنّت اور آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے) مدینہ منوّرہ کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔“[1] (صحیح مسلم، حدیث:147)

شوقِ زیارتِ حرمَین شریفَین کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بھی اُس کے لیے تیار رہنا چاہیے، اخلاص اور نگاہوں کی حفاظت سمیت اچھے اوصاف اختیار کرنے چاہییں، اِس اُمّید پر کہ اِس تیاری کی برکت سے کرم ہو گا اور بلاوا آجائے گا۔

شاعرِ نظامیہ مولانا محمد ثاقب افضل رضوی نے خوب کہا:

دِلِ عُشّاق میں کیوں نہ سمائے حجِ بیت اللہ	خدا کا گھر، نبی کا دَر، دکھائے حجِ بیت اللہ
شمار اِس کا ہوا بنیادی اِسلامی فرائض میں	تبھی ارکانِ دیں میں جگمگائے حجِ بیت اللہ
جو ہو مالی عبادت بھی، جو ہو جسمانی طاعت بھی	نہیں ہے کوئی فرض ایسا سوائے حجِ بیت اللہ
مَناسِک کا حَسیں گلشن، ہے سجتا شہرِ مکہ میں	بہت سرشار کرتی ہے فضائے حجِ بیت اللہ
جہاں بھَر سے رواں ہیں، قافلے تعمیل کو اب تک	خلیل اللہ نے دی ایسی صدائے حجِ بیت اللہ
طوافِ کعبہ کرنے، زائریں دیوانہ وار آئیں	سبھی کو مرکزِ وَحدت پہ لائے حجِ بیت اللہ
زباں پر تَلبیہ جاری، نظر بر رحمتِ باری	دلوں میں اُلفتِ مولیٰ بڑھائے حجِ بیت اللہ
وقوفِ خاص میں مومن، بڑے ہی شوق سے ٹھہریں	بِساط ایسی محبت کی بچھائے حجِ بیت اللہ
صفا مروہ پہ، میدانِ منیٰ میں، چاہِ زم زم پر	خدا کے پیاروں کی یادیں سجائے حجِ بیت اللہ
لو سامانِ سفر تقوٰی، کرو رَمیِ شیاطیں بھی	شرارِ نفس و شیطاں سے بچائے حجِ بیت اللہ
درِ آقا پہ جو جائے، شفاعت اُن کی وہ پائے	طلَبِ طیبہ کو جانے کی بڑھائے حجِ بیت اللہ
مقاماتِ مقدّس کا، نظارہ جس نے بھی دیکھا	وہ ہر دم مانگتا ہے بس دعائے حجِ بیت اللہ
کیا جس نے بھی حج، گویا ہوا اُس دن ہی وہ پیدا	گناہوں کو سرے سے ہی مٹائے حجِ بیت اللہ
کریں حاجی دُعا جس کے لیے، اس کی بھی ہو بخشش	پیامِ مغفرت سب کو سنائے حجِ بیت اللہ
دُعا ثاقب کی ہے دیکھیں، سبھی سرکار کا روضہ	چلیں سوئے حرم ہم بھی برائے حجِ بیت اللہ

[1] یَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ: مَعْنَاهُ أَنَّ الْإِيمَانَ أَوَّلًا وَّآخِرًا بِهٰذِهِ الصِّفَةِ، لِأَنَّهُ فِيْ أَوَّلِ الْإِسْلَامِ كَانَ كُلُّ مَنْ خَلَصَ إِيمَانُهُ وَصَحَّ إِسْلَامُهُ أَتَى الْمَدِينَةَ إِمَّا مُهَاجِرًا مُّسْتَوْطِنًا وَإِمَّا مُتَشَوِّقًا إِلَى رُؤْيَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَمُتَعَلِّمًا مِّنْهُ وَمُتَقَرِّبًا... ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ إِلَى زَمَانِنَا لِزِيَارَةِ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّبَرُّكِ بِمَشَاهِدِهِ وَآثَارِهِ وَآثَارِ أَصْحَابِهِ الْكِرَامِ۔ (شرح النووی علی مسلم)

۴ ذوالحجہ،۱۴۴۴ھ / 23جون، 2023ء

عشرۂ ذوالحِجّہ اور قربانی

مشمولات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْفَجْرِ o وَلَیَالٍ عَشْرٍ o وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ o وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ o هَلْ فِیْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ o [الفجر 89:1-5]

اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات اور نوازشات وعطائیں بے شمار ہیں، وہ جسے چاہے جیسے چاہے نوازتا ہے، جسے وہ عطا فرمائے اُسے محروم کرنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ محروم کرے اُسے دینے والا کوئی نہیں۔

بلاشبہ دُنیا کی نعمتیں بھی وہی عطا فرماتا ہے اور اُخروی انعامات بھی اُسی کی طرف سے ہوتے ہیں، مگر دُنیاوی نعمتیں اِس بات کی نشانی نہیں کہ وہ راضی ہے؛ کیونکہ یہ نعمتیں وہ اپنے نافرمانوں کو بھی دیتا ہے، تاہم دینی ترقّی اور اُخروی نعمتیں صرف اُنھیں ہی نصیب ہوتی ہیں جن سے ربّ تعالیٰ محبت فرماتا ہے۔

ربّ تعالیٰ جس پر خصوصی کرم فرمانا چاہے اُسے دینی ترقّی واُخروی انعامات حاصل کرنے کے لیے وقت اور مواقع بھی عطا فرماتا ہے... اور پھر اُن مواقع سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کی توفیق سے بھی نوازتا ہے۔

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پوچھا: بہترین انسان کون ہے؟ فرمایا: «مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ» ”جس کی عمر لمبی ہو اور عمل اچھے ہوں“، اُس نے پوچھا: بدترین انسان کون ہے؟ فرمایا: «مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَسَاءَ عَمَلُهٗ» ”جس کی عمر لمبی ہو اور عمل برے ہوں۔“ (جامع ترمذی، حدیث:2330) محدثین نے لکھا کہ پہلا شخص بہترین اِس لیے ہے کہ اُسے نیکیوں میں ترقّی اور رحمتِ الٰہی حاصل کرنے کا وقت بھی ملا اور اچھے اعمال کی توفیق بھی نصیب ہوئی، چنانچہ اُس کی نیکیاں دوسرے لوگوں سے بڑھ کر ہیں... جب کہ دوسرے کے بدترین ہونے کا سبب یہ ہے کہ اُسے وقت اور موقع تو ملا، مگر اُس نے موقع ضائع کیا اور اپنا وقت بُرے کاموں میں برباد کیا، یوں اِس کے گناہ باقی لوگوں سے بڑھ کر ہیں۔

اِس وقت ہمیں ربّ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرنے کا عظیم الشان موقع میسّر ہے، ماہِ ذو الْحِجّہ کا آغاز ہو چکا ہے اور آج اُس کا چوتھا دن ہے، ایک تفسیر کے مطابق جن دس راتوں کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید میں قسم ذکر فرمائی ہے وہ اِسی مہینے کی ابتدائی دس راتیں ہیں، اِس ماہِ مبارک سے کئی انبیائے ذی شان عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یادیں وابستہ ہیں اور اِسی میں دُنیا بھر کے لاکھوں مسلمان حجِ بیت اللہ کی سعادت پاتے ہیں اور کروڑوں مسلمان سنتِ ابراہیمی کو تازہ کرتے ہوئے سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم کے مطابق جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔

موقع تو سب کو میسّر ہے، مگر اِس سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق خوش نصیبوں کو ہی عطا ہوتی ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ ہم بھی کوشش کر کے اِن عظیم دنوں اور راتوں میں اچھے اعمال کے ذریعے دینی ترقّی حاصل کریں۔

عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت

تمام دن، ہفتے، مہینے اور سال اللہ تعالیٰ کے ہی بنائے ہوئے ہیں، تاہم اِن میں سے بعض کو ربِّ کریم نے زیادہ عظمت و فضیلت عطا فرمائی ہے، اِن میں رحمتِ باری جوبن پر ہوتی ہے اور عبادت و فرماں برداری پر زیادہ ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ ذوالحجہ کے پہلے دس دن اور راتیں بھی اِنہی ایام و لیالی سے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالْفَجْرِ o وَلَيَالٍ عَشْرٍ o وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ o وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ o هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ o

''اور فجر کی قسم اور دس راتوں کی قسم اور جفت اور طاق کی قسم اور رات کی قسم جب وہ گزرے، بے شک اِس میں صاحبِ عقل کے لیے بہت بڑی قسم ہے (تمہیں مرنے کے بعد ضرور اُٹھایا جائے گا)۔''[الفجر89:1-5] اِس آیتِ کریمہ کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ''فجر'' سے مراد یکم ذوالحجہ یا دس ذوالحجہ کی صبح ہے... ''دس راتوں'' سے مراد ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں... ''طاق'' سے مراد یومِ عرفہ (9ذوالحجہ) اور ''جفت'' سے مراد یومِ نحر (10 ذوالحجہ) ہے[1]... ''رات'' سے مراد ہر رات یا مزدلفہ کی (دسویں) رات ہے... اِن پانچ چیزوں کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے باری تعالیٰ نے اِن کی قسم ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ''یقیناً اِس میں صاحبِ عقل کے لیے بہت بڑی قسم ہے''، یعنی یہ پانچوں چیزیں عقل والوں کی نظر میں ایسی عظیم الشان ہیں کہ اِن کی قسم سے بات کو پختہ کرنا مناسب ہے۔[2]

ذوالحجہ کی ابتدائی راتوں اور دنوں کی عظمت سے متعلق اگر کوئی اور بات نہ بھی ہو تو یہی کافی ہے کہ باری تعالیٰ نے اِن کی قسم ارشاد فرمائی ہے، تاہم متعدد احادیثِ کریمہ سے بھی اِن کی عظمت و فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبَّ إِلَى اللهِ أَنْ يُّتَعَبَّدَ لَهُ فِيْهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ،[3] يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ، وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ یعنی ''ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے، اِن میں سے ہر ایک دن کا روزہ سال بھر کے (نفلی) روزوں کے برابر ہے اور ہر ایک رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔''(جامع ترمذی، حدیث:758)

---

[1] عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: {وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ} [الفجر: 1] «عَشْرُ الْأُضْحِيَّةِ وَ"الْوَتْرُ" يَوْمُ عَرَفَةَ وَ"الشَّفْعُ" يَوْمُ النَّحْرِ۔ (المستدرك، رقم الحديث:7517۔ مسند أحمد، رقم الحديث:14511)

[2] آیتِ کریمہ کی مزید تفسیر اور دیگر اقوال جاننے کے لیے تفسیر تبیان القرآن وغیرہ کا مطالعہ کیجیے۔

[3] وَرَوَى ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَا الْعَمَلُ فِيْ أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِيْ هٰذِهٖ۔۔» (صحيح البخاری، رقم الحديث:969)

عشرۂ ذوالحجہ کے اعمال

ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا اہتمام کرنا چاہیے، اِن ایّامِ مبارکہ سے متعلق کچھ اعمال تو وہ ہیں جو حجِّ بیت اللہ کا شرف پانے والے خوش نصیب سرانجام دیں گے، تاہم ہمیں بھی خصوصی طور پر یہ سعادتیں حاصل کرنی چاہییں:

1) فرائض کی سختی سے پابندی کرنی چاہیے؛ کیونکہ کوئی بھی جگہ ہو اور کوئی بھی وقت ہو، فرض سے زیادہ ضروری کچھ نہیں۔ فرائض ربّ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہیں اور اِن کے ذریعے بے مثال قُرب نصیب ہوتا ہے۔

2) اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتے ہوئے خود کو سنوارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ربّ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ اپنے مجرموں کو سچی توبہ کرنے پر نہ صرف معاف فرماتا ہے، بلکہ اُن سے پیار بھی کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ... ”یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔“[البقرۃ2:222]

3) ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں کثرت سے دُعائیں کرنی چاہییں، بالخصوص یومِ عرفہ (9ذوالحجہ) کے بارے میں سرکارِ دوجہاں ﷺ کا ارشاد ہے[1]: «خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ[2]، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِي: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.» یعنی ”بہترین دعا یومِ عرفہ کی دعا ہے (اِس کا ثواب عظیم تر ہے اور یہ بہت جلد قبول ہوتی ہے)، میرا اور مجھ سے پہلے انبیا کا بہترین کلام یہ ہے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، اُسی کی بادشاہی ہے اور اُسی کے لیے حمد ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔“(جامع ترمذی، حدیث:3585)

4) ممکن ہو تو اِن دنوں میں روزوں کا اہتمام کرنا چاہیے؛ روایت کے مطابق سیدِ عالم ﷺ بھی ان میں روزے رکھتے تھے۔[3] خصوصی طور پر عرفہ کا روزہ بہت برکتوں کا حامل ہے۔[4] سیدنا ابو قتادہ حارث بن رِبعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهٗ. یعنی ”مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمّید ہے کہ یومِ عرفہ (9ذی الحج) کا روزہ گزشتہ اور آئندہ سال کے (صغیرہ) گناہوں کو مٹا دے گا۔“(صحیح مسلم، حدیث:1162)

---

[1] عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جدّه مرفوعا

[2] لِأَنَّهٗ أَجْزَلُ إِثَابَةً وَّأَعْجَلُ إِجَابَةً. (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث:2598)

[3] عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ: «أَرْبَعٌ لَّمْ يَكُنْ يَّدَعُهُنَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیه وسلم: صِيَامَ عَاشُوْرَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ.» (سنن النسائی، رقم الحدیث:2416. مسند أحمد، رقم الحدیث:26459)

[4] سیدنا قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ مرفوعاً روایت کیے: مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ، غُفِرَ لَهٗ سَنَةٌ أَمَامَهٗ وَسَنَةٌ بَعْدَهٗ. (سنن ابن ماجہ، حدیث:1731)

5) زبان کو فضول باتوں سے بچاتے ہوئے ذکرِ الٰہی میں مشغول رکھنا چاہیے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کردہ حدیثِ مبارک میں یہ الفاظ بھی ہیں: فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ، وَالتَّكْبِيرِ، وَالتَّحْمِيدِ۔ یعنی "اِن (ذوالحجہ کے ابتدائی) دنوں اور راتوں میں کلمۂ طیبہ، "اَللّٰهُ أَكْبَر" اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰه" کثرت سے پڑھو۔" (مسند احمد:5446۔ شعب الایمان:3474)

⇐ اِن دنوں اور راتوں میں تکبیراتِ تشریق پڑھنا بھی بہت پسندیدہ ہے اور 9 ذی الحج (بدھ، 28 جون) کی نمازِ فجر سے 13 ذوالحجہ (اتوار، 02 جولائی) کی نمازِ عصر تک شہر میں جماعتِ مستحبہ کے ساتھ فرض نماز پڑھنے والے مرد پر سلام پھیرتے ہی ایک بار بلند آواز سے تکبیرِ تشریق پڑھنا واجب ہے اور تین بار پڑھنا افضل ہے۔ واجب کی صورت میں اگر کوئی شخص بلاوجہِ شرعی آہستہ آواز سے پڑھے تو گناہ گار ہوگا، البتہ عورتیں آہستہ آواز سے پڑھیں گی۔

6) اگر نفلی و مستحب کاموں کا زیادہ اہتمام نہ کر سکیں تو کم از کم حرام و ممنوع اُمور سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہیے؛ حرام سے بچنا ہر وقت اور ہر جگہ ضروری ہے... اور عظمت والے وقت کو نافرمانی میں گزارنا زیادہ بُرا ہے۔

ذوالحجہ اور قربانی

ماہِ ذوالحجہ کی ایک اہم عبادت قربانی بھی ہے، جس کا حکم دیتے ہوئے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ o فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ o اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ o۔ "اے محبوب! بلاشبہ ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں o تو آپ اپنے ربّ کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے o یقیناً آپ کا دشمن ہی ہر خیر سے محروم ہے۔" [الکوثر108:1-3]

قربانی وہ عظیم الشان عبادت ہے جسے ہمارے آقا کریم ﷺ سے پہلے تشریف لانے والے انبیائے کرام علیہم السلام کی اُمّتیں بھی بجالاتی رہیں،[1] زمانوں اور قوموں کے اعتبار سے قربانی کرنے کا طریقہ بدلتا رہا، مگر یہ سعادت سبھی ایمان والوں کو نصیب ہوئی۔

مسائلِ قربانی

مسلمان کو اپنے دین کی تکمیل کے لیے جن باتوں کی ضرورت ہے اُن کا علم حاصل کرنا فرض ہے، چنانچہ ہر صاحبِ حیثیت مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قربانی سے متعلق ضروری مسائل سیکھے؛ تاکہ یہ شرعی حکم صحیح طریقے سے پورا کر سکے۔

قربانی کی اقسام: قربانی کی دو قسمیں ہیں:

---

[1] الحج34:22

1) جو حج کے شکرانے میں حاجیوں[1] پر لازم ہوتی ہے، اِسے هَدْی کہتے ہیں۔

2) جو دُنیا بھر کے صاحبِ حیثیت مسلمانوں پر لازم ہوتی ہے، اِسے اُضْحِیَّه کہا جاتا ہے۔

بعض فتنہ پرور افراد کم علم مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہ غلط فہمی پھیلاتے ہیں کہ قربانی کا حکم صرف حج کرنے والوں کے لیے ہے، حالانکہ قرآن و سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کی قربانی، یعنی هَدْی ایک الگ عبادت ہے اور اُضْحِیَّه ایک الگ عبادت ہے، حتّٰی کہ جو حاجی حج کے دنوں میں مُقیم ہو (مسافر نہ ہو) اور صاحبِ نصاب ہو تو اُس پر دو جانوروں کو ذبح کرنا لازم ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: أَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ، يُضَحِّيْ كُلَّ سَنَةٍ۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے بعد تقریباً دس سال ظاہری حیات شریف میں رہے، ہر سال قربانی فرمایا کرتے تھے۔ (ترمذی:1507)

نوٹ: درج ذیل مسائل اُضحیہ سے متعلق ہیں، ہَدی کے احکام اِس سے مختلف ہیں۔

قربانی کس پر واجب ہے؟

وہ سمجھ دار بالغ مسلمان جو شرعی مسافر نہ ہو اور بنیادی ضروریاتِ زندگی[2] اور قرض کے علاوہ 52.5 تولے (612.36 گرام) چاندی یا اِس کی قیمت کے برابر نقدی یا دیگر سامان کا مالک ہو اُس پر قربانی واجب ہے۔

نوٹ: پاکستان میں چاندی کی حالیہ (جون، 2023ء کی) قیمت کے مطابق قربانی کا نصاب تقریباً 130,000 روپے ہے۔

سونے کا اعتبار ہے یا چاندی کا؟ اگر کسی شخص کے پاس صرف سونا ہو، اِس کے علاوہ وہ کسی چیز کا مالک نہ ہو تو 7.5 تولے (87.48 گرام) سونا ہونے کی صورت میں قربانی واجب ہے، البتہ اگر سونے کے ساتھ چاندی / کرنسی یا دیگر چیزیں موجود ہوں تو سونے اور ضرورت سے زائد دیگر تمام چیزوں کی مالیت کو جمع کیا جائے گا، مجموعہ 612 گرام چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو قربانی واجب ہے۔[3]

زکوٰۃ اور قربانی کے نصاب میں فرق: زکوٰۃ اور قربانی کے نصاب میں دو بنیادی فرق ہیں:

- زکوٰۃ کی ادائیگی صاحبِ نصاب بننے کے ایک سال بعد فرض ہوتی ہے، جب کہ قربانی واجب ہونے کے لیے سال گزرنا شرط نہیں۔ قربانی کے تین دنوں میں کسی بھی وقت مذکورہ بالا شرائط پائی جائیں تو قربانی واجب ہے۔

---

[1] حج تمتّع یا حج قران کرنے والے۔

[2] جن چیزوں کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہوتا ہے، جیسے رہائش کا گھر، گھر کا ضروری سامان، استعمال کا لباس اور ضرورت کی سواری۔

[3] مزید تفصیل کے لیے دار الافتاءِ اہلِ سنت سے جاری شدہ فتوٰی نمبر Aqs-1657 ملاحظہ کیجیے، تاریخ اجرا: 31 جولائی، 2019ء

- زکوٰۃ صرف بڑھنے والے اموال (سونا چاندی بشمول نقدی (Cash) اور سامانِ تجارت) پر لازم ہوتی ہے، جب کہ قربانی واجب ہونے کے لیے بڑھنے والا مال ضروری نہیں۔ قربانی کے نصاب میں بنیادی ضروریاتِ زندگی سے زائد تمام چیزیں شمار کی جاتی ہیں، چاہے وہ زیرِ استعمال ہوں یا نہ ہوں، مثلاً: خالی پلاٹ، ضرورت سے زائد گھر، سواریاں اور ملبوسات، کرایہ پر دیا ہوا مکان، اضافی کتابیں وغیرہ، جس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے اُس پر قربانی بھی واجب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:20، ص:361۔ بہارِ شریعت، ج:3، ص:334)

وجوب سے متعلق چند اہم مسائل: ☆ اگر قربانی واجب ہو تو جانور ذبح کرنا لازم ہے، جانور کی قیمت صدقہ کرنا کافی نہیں، بلکہ ایسا کرنے والا شخص واجب چھوڑنے کی وجہ سے گناہ گار ہے۔ صاحبِ نصاب کے لیے قربانی سے افضل کوئی صدقہ نہیں۔ اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ يَوْمَ النَّحْرِ عَمَلًا أَحَبَّ إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ هِرَاقَةِ دَمٍ، وَإِنَّهُ لَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَأَظْلَافِهَا وَأَشْعَارِهَا، وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَّقَعَ عَلَى الْأَرْضِ، فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا۔ یعنی "قربانی کے دن انسان کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی کرنے سے زیادہ پیارا نہیں، بلاشبہ وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ، بال اور کُھروں کے ساتھ آئے گا (سب کو نیکیوں کے پلڑے میں رکھا جائے گا) اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقامِ قبولیت میں پہنچ جاتا ہے؛ لہٰذا خوش دلی سے قربانی کرو۔"

(سنن ابن ماجہ، حدیث:3126، وروی الترمذی معناہ، حدیث:1493)

☆ قربانی گھر میں صرف ایک شخص یا صرف مَردوں پر ہی واجب نہیں، بلکہ گھر میں جتنے مرد و عورت صاحبِ نصاب ہوں (مثلاً: بیوی کے پاس زیورات یا نقدی ہو، گھر میں کئی افراد کی آمدن ہو اور سب اپنی اپنی چیزوں کے مالک ہوں تو) سب پر الگ الگ قربانی واجب ہے۔

☆ جو شخص صاحبِ نصاب ہے مگر وقتی طور پر اُس کے پاس نقد رقم (Cash) موجود نہیں، اُس پر کوئی چیز بیچ کر یا قرض (Loan) لے کر قربانی کرنا لازم ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:20، ص:370۔ فتاوٰی امجدیہ، ج:3، ص:315، مکتبہ رضویہ)

☆ جس شخص نے قربانی کی منت (Vow) مانی ہو اُس پر ہر صورت میں قربانی کرنا واجب ہے، اگرچہ وہ صاحبِ نصاب نہ ہو۔

دوسروں کی طرف سے قربانی: ☆ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنا سعادت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرتے وقت دعا کی: بِاسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ (ﷺ)۔ "بسم اللہ، اے اللہ! میری طرف سے، میری آل کی طرف سے اور میری اُمّت کی طرف سے قبول فرما (سب کو ثواب عطا فرما)۔" (صحیح مسلم، حدیث:1967)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نہیں بھلایا تو ہمیں بھی نیاز مندی کرنی چاہیے۔

اِسی طرح دیگر فوت شدگان کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے قربانی کرنا اچھا ہے، لیکن صاحب نصاب پر لازم ہے کہ اپنی طرف سے جانور ذبح کرنے کا اہتمام کرے، پھر حسبِ استطاعت دیگر کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو کرے۔ اس حوالے سے مولی المسلمین سیدنا علی کرم اللہ تعالی وجہہ کا عمل لائقِ تقلید ہے، آپ دو مینڈھے قربان کرتے، ایک اپنی طرف سے، ایک شہنشاہِ دوعالم ﷺ کی طرف سے اور فرماتے: أَمَرَنِي بِهِ - يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ - فَلَا أَدَعُهُ أَبَدًا ۔ یعنی "مجھے خود آقا کریم ﷺ نے ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے؛ لہٰذا مَیں ہمیشہ ایسا ہی کروں گا۔" (جامع ترمذی، حدیث: 1495)

☆ اگر صاحبِ نصاب اپنی طرف سے قربانی نہ کرے اور دیگر گھر والوں کی طرف سے کرے، جیسا کہ بعض لوگوں نے گھر میں باری بنائی ہوتی ہے، تو واجب چھوڑنے کی وجہ سے گناہ گار ہو گا۔

☆ صاحبِ نصاب اگر کسی فوت شدہ کی طرف سے نفلی طور پر (اُس کی وصیت کے بغیر) قربانی کرے تو اُس (صاحبِ نصاب) کا وجوب پورا ہو جائے گا اور مرحوم کو ثواب ملے گا۔[1]

☆ گھر کا سربراہ اپنے گھر والوں میں سے بالغ افراد کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو وجوب ادا ہونے کے لیے اُن سے اجازت لینا ضروری ہے، اجازت نہ لی تو اُن کا وجوب پورا نہیں ہو گا۔ (بہارِ شریعت، ج:3، ص:334)

گزشتہ سالوں کی قربانی: جس شخص نے گزشتہ سالوں میں قربانی واجب ہونے کے باوجود نہ کی ہو، اُس پر لازم ہے کہ اُس وقت کے ریٹ کے مطابق جانور کی قیمت صدقہ کرے۔ اب اُس کی جگہ قربانی نہیں کر سکتا۔ (بہار شریعت، ج:3، ص:339)

قربانی نہ کرنے پر وعید: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ کونین ﷺ سے روایت کیا: مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَّلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا ۔ "جو گنجائش کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہرگز ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔"

(سنن ابن ماجہ: 3123)

قربانی سے متعلق مزید اہم مسائل

☆ بکرے کی قربانی صرف ایک ہی شخص کی طرف سے ہو سکتی ہے، کئی افراد کو شریک کیا تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہو گی، جب کہ گائے یا اُونٹ میں زیادہ سے زیادہ سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔

---

[1] لَوْ ضَحّٰى عَنْ مَيِّتٍ وَارِثُهُ بِأَمْرِهِ أَلْزَمَهُ بِالتَّصَدُّقِ بِهَا وَعَدَمِ الْأَكْلِ مِنْهَا، وَإِنْ تَبَرَّعَ بِهَا عَنْهُ لَهُ الْأَكْلُ، لِأَنَّهُ يَقَعُ عَلَى مِلْكِ الذَّابِحِ وَالثَّوَابُ لِلْمَيِّتِ، وَلِهٰذَا لَوْ كَانَ عَلَى الذَّابِحِ وَاحِدَةٌ سَقَطَتْ عَنْهُ أُضْحِيَّتُهُ... (ردّالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج:9، ص:554)

☆ شراکت کے لیے ضروری ہے کہ شرکا میں سے ہر ایک کسی عبادت (قربانی،منت،عقیقہ یاایصالِ ثواب وغیرہ) کی نیت کرے۔ اگر کسی ایک شریک نے بھی عبادت کی نیت نہ کی یا اُن میں سے کوئی ایسا ہے جس کی نیت شریعت میں قابل قبول نہیں... جیسے کافر اور بدمذہب...تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہو گی۔

☆ جس شخص کا مال ثواب کی نیت سے خرچ کرنے کے قابل نہ ہو (تمام مال حرام ذریعہ سے حاصل ہوا ہو) اُس کے ساتھ شراکت جائز نہیں۔(وقار الفتاوٰی،ج:2،ص:475)

☆ شراکت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ کسی بھی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو،مثلاً:جانور کی قیمت140,000 ہو تو ہر شریک پر کم از کم20,000روپے دینالازم ہے۔ساتویں حصہ سے زیادہ ہو،مثلاً چھ آدمیوں نے گائے کی قربانی کی تو کوئی حرج نہیں۔

☆ اجتماعی قربانی میں جانور کی خریداری سے پہلے ہی حصوں کی رقم معین کر لینا جائز نہیں، البتہ بعد میں کمی بیشی کا حساب کرنے کی بناپر ہو تو جائز ہے۔

قربانی سے پہلے جانور سے نفع اُٹھانا: ذبح سے پہلے قربانی کے جانور سے کوئی نفع حاصل کرنا، مثلاً بال اپنے لیے کاٹ لینا یا اُس کا دودھ دوہنا یا اُون کاٹ لینا منع ہے، اگر اُون کاٹی یا دودھ دوہا تو اُسے صدقہ کرنا لازم ہے۔ نیز قربانی کا جانور قابلِ تعظیم ہے،اُس پر سوار ہونا یا کوئی چیز لادنا منع ہے۔

حرفِ آخر

سعادت مندی اور خوش نصیبی کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ باری تعالیٰ نیکیوں میں اِضافہ کا موقع بھی عطا فرمائے اور اُس سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق سے بھی نوازے۔

ماہِ ذوالحجہ ، بالخصوص اِس کے ابتدائی دن اور راتیں اعمالِ صالحہ کے لیے موسمِ بہار کی حیثیت رکھتی ہیں، اِن میں اچھے اعمال کی برکت سے ربّ تعالیٰ خصوصی کرم نوازیاں فرماتا ہے، ہمیں چاہیے کہ اِس موقع سے فائدہ اُٹھانے کی بھرپور کوشش کریں:

⇐ فرائض کی پابندی اور حرام کاموں سے مکمل اجتناب کریں۔

⇐ اپنے مہربان ربّ سے گناہوں کی معافی اور رحم وکرم کی بھیک مانگیں۔

⇐ ابتدائی دنوں، بالخصوص 9ذوالحجہ کے روزے کا اہتمام کریں۔

⇐ زبان کو تکبیراتِ تشریق اور دیگر اذکار میں مشغول رکھیں۔

⟸ جن حضرات کو ربّ تعالیٰ نے مالی وُسعت دی ہے وہ ضرور قربانی کا اہتمام کریں اور جنھیں مالی استطاعت میسّر نہیں وہ اطاعت وفرماں برداری سے اپنے خالق کو راضی کریں۔

قربانی کے سلسلے میں یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے کہ سنتِ ابراہیمی کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ سیدنا ابراہیم علی نبیناو علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کا جذبہ ٔاطاعت وخود سپردگی اختیار کرنا اصل کمال ہے، ربّ تعالیٰ کو اِن جانوروں کی کوئی ضرورت نہیں، اُس کی بارگاہ میں دل کا تقویٰ مقبول ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سرورِ عالم ﷺ اور آپ کے جدِّ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صدقے میں ہم سب کو ذوالحجہ کی زیادہ سے زیادہ سعادتیں سمیٹنے کی توفیق سے نوازے۔ ربِّ کریم دُنیا بھر کے مسلم حکمرانوں کو جرأتِ ابراہیمی میں سے کچھ حصہ عطا فرمائے اور اُمّتِ مسلمہ کو وَحدت واتفاق سے نوازے۔

خالقِ کائنات اسلام کو غلبہ عطا فرمائے، تمام دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے۔ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر وفلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

١٠ ذوالحجہ ١٤٤٤ھ / 29 جون، 2023ء
جذبۂ قربانی
(خطبۂ عید الاضحیٰ)
مشمولات
دُنیا میں انسان کا امتحان اور ”جذبۂ قربانی“ کی ضرورت
نفسانی خواہشات و شیطانی وساوس
خواہشات قربان کرنے کی اہمیت اور اُس پر انعامات
خلیل الرحمٰن علیہ السلام کا جذبۂ قربانی
مسائلِ قربانی
نمازِ عید کا طریقہ
معانقہ سے متعلق ایک اہم بات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ [الأنعام6:162]

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى o فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى o [النّٰزعٰت79: 40،41]

دُنیا انسان کے لیے امتحان کی جگہ ہے، جب کہ آخرت اِس دُنیا کے امتحان میں کامیابی پانے والوں کے لیے اِعزاز و انعام اور ناکام ہونے والوں کے لیے ذلّت و سزا کا مقام ہے۔

اِس امتحان گاہ میں انسان کی جانچ اور پرکھ یہ ہے کہ وہ زندگی کے مختلف مراحل میں اپنے پیدا فرمانے والے ربّ کے حکم پر عمل کرتا ہے یا نہیں؟ عقائد (Beliefs) ہوں یا عبادات (Worships/ Islamic Practices)... آداب (Etiquette/ Manners) ہوں یا معاملات (Dealings) وعقوبات (Punishments)... سب کا بنیادی مقصود یہ پرکھنا ہے کہ بندے نے اپنے مہربان مالک عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعت و فرماں برداری کس قدر کی؟

امتحان معمولی ہو تو انعام بھی عام سا ہوتا ہے، لیکن ابتلا عظیم اور آزمائش بڑی ہو تو اُس پر ملنے والا انعام بھی بے مثال ہوتا ہے۔ انسان کو زندگی کے امتحان میں کامیابی کے بعد اپنے مالک کی رِضا و خوشنودی کے ساتھ ساتھ جنت کی صورت میں جو انعام ملے گا وہ ایسا عظیم الشان ہے کہ حدیثِ پاک کے مطابق اُس کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ بے مثال انعام سے نوازنے کے لیے امتحان بھی کچھ سخت ہے... ایک طرف انسان کو ناکام کرنے کے لیے شیطان اور اُس کے چیلوں کے وسوسے ہیں، نفسِ اَمَّارہ[1] کی چالیں ہیں اور دُنیا کی رنگینی و عارضی لذتیں ہیں، جب کہ دوسری طرف اُس کی کامیابی کے لیے خالقِ کائنات نے اُسے عقلِ سلیم عطا فرمائی، پھر عقل کی راہ نمائی کے لیے انبیائے کرام عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَات کو مبعوث فرمایا، آسمانی صحائف و کتب نازل فرمائیں، انسان کے لیے دل میں اچھے خیالات ڈالنے کے لیے ایک معزز فرشتہ مقرر فرمایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سچّی نیت کے ساتھ فرماں برداری کی کوشش کرنے والوں کی خود ربّ تعالیٰ مدد فرماتا ہے۔

اِس صورتِ حال میں اگر انسان امتحان میں کامیاب ہو جائے... شیطانی وسوسوں کو جھٹک دے، شریعت کی مخالف چاہتوں اور خواہشات کو اپنے ربّ کے حکم پر قربان کرے، قرآن و سنت کے احکام سے ٹکرانے والے دُنیاوی فوائد کی آخرت کے درجات کی خاطر "قربانی" دے تو ربّ تعالیٰ کی رضا پانے کے ساتھ ساتھ دونوں جہان میں عزّت کا حق دار ہو جاتا ہے، لیکن اگر اپنے ربّ کی اِطاعت و

---

[1] جیسے ربّ تعالیٰ نے ہر انسان میں مختلف قوّتیں پیدا فرمائی ہیں... کانوں میں سننے کی قوّت رکھی ہے، آنکھوں کو دیکھنے کی طاقت بخشی ہے اور زبان کو چکھنے کی قابلیت سے نوازا ہے... ایسے ہی انسان میں ایک قوّت ہے جس سے بُری خواہشات پیدا ہوتی ہیں، اِسے نَفْسِ اَمَّارہ کہا جاتا ہے۔

فرماں برداری اور اپنی چاہتوں کی "قربانی" میں ناکام ہو تو اپنے مالک کو بھی ناراض کرتا ہے اور ذلّت و رُسوائی بھی اُس کا مقدر بنتی ہے۔

امتحان کے اِس کٹھن مرحلے میں انسان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے باری تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اِطاعت کی خاطر اپنی چاہتوں کو قربان کرنے والے پیاروں کی کامیابی کا بھی تذکرہ فرمایا اور خواہشات کی خاطر اپنے ربّ کا حکم چھوڑنے والوں کی تباہی بھی بیان فرمائی۔

حکمِ خداوندی پر اپنی چاہتوں اور رغبتوں کو قربان کرنے والی شخصیات میں ایک سرِ فہرست نام اللہ تعالیٰ کے خلیل اور ہمارے آقا کریم ﷺ کے جدِّ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ آپ نے اِطاعت کی خاطر سب کچھ "قربان" کر کے ابتلا و امتحان میں ایسی کامیابی پائی کہ خود مالکِ کریم نے تعریف بھی فرمائی اور اُنھیں "امام" و پیشوا بنا کر اپنے راستے پر چلنے والوں کے حوصلے بھی بلند فرمائے۔

قربانی کے دنوں میں شرعی حکم پر عمل کرتے ہوئے سنتِ ابراہیمی کو تازہ کرنے کے لیے دُنیا بھر کے مسلمان کروڑوں جانوروں کو قربان کرتے ہیں، یہ "قربانی" در حقیقت ہمارے دلوں میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا "جذبۂ قربانی" تازہ کرنے کے لیے ہے۔ آج ہمیں اپنے اندر یہ شعور بیدار کرنا چاہیے کہ جانور کی "قربانی" کے ساتھ ساتھ "جذبۂ قربانی" بھی بے حد ضروری ہے، کمال تبھی ہے جب ہمارا یہ ذہن بن جائے کہ آئندہ مَیں نے اپنے ربّ کو راضی کرنے اور اِس دُنیا کے امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے شریعت کے حکم سے ٹکرانے والی ہر چاہت، خواہش، آرزو اور مفاد کو قربان کر دینا ہے۔

نفسانی خواہشات و شیطانی وساوس

دُنیا میں انسان کے امتحان کی ایک اہم صورت یہ ہے کہ وہ جو کام کر سکتا ہے اور کرنا چاہتا ہے اُسے اُس سے روک دیا جائے، جو کام انسان کے بس میں ہی نہیں اُس سے منع کرنے میں کوئی امتحان نہیں، مثلاً بہرے کو کہا جائے کہ گانا مت سننا تو اِس میں کوئی جانچ نہیں، اِسی طرح نابینا کو کہا جائے کہ بد نگاہی نہ کرنا تو اِس میں بھی کوئی پرکھ نہیں۔

اگر انسان کو ایسا بنایا جاتا کہ اُس میں بُرے کام کی خواہش ہی نہ ہوتی اور نافرمانی کا جذبہ ہی نہ ہوتا تو یہ "امتحان" نہیں تھا، جب کہ باری تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ انسان کو آزمایا جائے اور کامیابی حاصل کرنے پر اُسے عظیم الشان اِنعام سے نوازا جائے، چنانچہ قدرت نے شیطان کو بھی انسان پر قدرت دی ہے، اُس کی ذات میں برائی کی دعوت دینے والی قوّت (نفسِ امارہ) کو بھی رکھا ہے، دُنیاوی مفادات بھی اُس سے متعلق ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ "بے شک نفس برائی کی بہت تلقین کرنے والا ہے، مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے، بلاشبہ میرا رب بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔" [یوسف 53:12]

ایک آیتِ کریمہ میں فرمایا: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ۔ ”بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم وہ وسوسے جانتے ہیں جو اُس کا نفس (اُس کے دل میں) ڈالتا ہے۔“[قٓ16:50]

صاحبِ نعلَین وو ِسادہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِيْنُهٗ مِنَ الْمَلَائِكَةِ... یعنی ”تم میں سے ہر ایک پر ایک ساتھی شیطان اور ایک رفیق فرشتہ مقرر ہے۔“(مسند احمد، حدیث:3802۔ صحیح مسلم، حدیث:2814، 2815) شیطان اُس کے دل میں بُرے خیالات و وسوسے ڈالتا رہتا ہے، جب کہ فرشتہ اُسے اچھی باتوں کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہے۔

اب اصل امتحان اور ”جذبۂ قربانی“ کی پرکھ ہے کہ بُرائی کی چاہت اور شیطانی اثر ہوتے ہوئے انسان اپنے ربّ کے حکم پر اُنھیں قربان کرتا ہے یا خواہشات کی پیروی کرکے اپنے مالک کی نافرمانی کرتا ہے۔

خواہشات قربان کرنے کی اہمیت اور اُس پر انعامات

ایمان کی چاشنی اور اسلام کا کمال ہے ہی اِس میں کہ شرعی حکم کے سامنے خواہش کو قربان کر دیا جائے۔ سیدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ امام الانبیا ﷺ نے فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ.» ”تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے۔“(«السنة» لابن أبي عاصم، الحديث: 15۔ «شرح السنة» للبغوي، الحديث: 104۔ «نوادر الأصول في أحاديث الرسول ﷺ» للحكيم، ج:4، ص:164) اگر انسان شرعی احکام کو اچھا اور ممنوعات کو بُرا نہ سمجھے تو مومن ہی نہیں اور اپنی چاہت پر عمل سے پہلے شریعت کا لحاظ نہ کرے تو اُسے کامل ایمان نصیب نہیں۔

شریعت کے حکم پر اپنی خواہش کو قربان کرنے والا اور نفس کو قابو میں رکھنے والا اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہوتا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى o فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى o ”اور جو اپنے ربّ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا o تو یقیناً اُس کا ٹھکانا جنت ہی ہے o“[النّٰزعٰت79: 40، 41]

جذبۂ قربانی کا ذریعۂ حصول: ”خواہش پرستی“ کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان دوسروں کے پاس موجود نعمتیں دیکھ کر اُن سے متأثر ہو جاتا ہے اور پھر ہر جائز و ناجائز طریقے سے اُنھیں حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اِسی طرح نفس و شیطان کی چالاکیوں کا علم نہ ہونے کی وجہ سے بے شمار لوگ اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں اور اُنھیں اپنی اِس بیماری کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ خواہش پرستی سے بچنے کے لیے ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر قناعت کریں اور صرف جائز ذرائع سے دولت وغیرہ حاصل کریں، اِس کے ساتھ ساتھ دینی ماحول اختیار کریں اور اچھے لوگوں کی سنگت اپنا کر ”جذبۂ قربانی“ سیکھیں۔

خلیل الرحمٰن علیہ السلام کا جذبۂ قربانی

خلیل الرحمٰن سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پوری زندگی اپنے مالک جلّ جلالہٗ کی اطاعت کے لیے اپنی چاہتوں کو قربان کیا... توحیدِ باری تعالیٰ کی خاطر پوری قوم کے مقابلے میں تنِ تنہا کھڑے رہے، وطن چھوڑا، آگ میں جانا قبول کر لیا اور 99 سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صورت میں چاند جیسا بیٹا عطا فرمایا تو اُس کے جوان ہونے پر حکم دیا کہ اِسے اپنے ہاتھ سے ذَبح کر دو، سوچیے کہ ایک بوڑھے باپ کے دل میں اپنے سہارے، چاند سے بیٹے کے بارے میں کیا ارمان ہوتے ہیں! مگر پیارے خلیل نے اِس موقع پر بھی اپنی چاہتوں کو یوں قربان کیا کہ مالکِ کریم نے تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ o وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ o قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ o اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ o ”تو جب ان دونوں نے (ہمارے حکم پر) گردن جھکا دی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا (اُس وقت کا حال نہ پوچھ)، اور ہم نے اُسے ندا فرمائی: اے ابراہیم! بے شک آپ نے خواب کو سچ کر دکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں، بے شک یہ ضرور کھلی آزمائش تھی۔“ [الصّٰٓفّٰت 37:103-106]

یہ ”جذبۂ قربانی“ سکھانے کے لیے ہمیں ہر سال جانور کو قربان کرنے کا حکم دیا گیا اور اِسی کے لیے آقا کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ارشاد ہوا:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ ”اے حبیب! آپ فرما دیجیے: بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے o اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور مَیں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔“ [الانعام 6:162،163]

شاعرِ نظامیہ مولانا محمد ثاقب افضل رضوی نے خوب کہا:

خدا کے قرب کا مژدہ سناتی ہے یہ قربانی
مقامِ خاص بندوں کو دلاتی ہے یہ قربانی

خلیل اللہ، ذبیح اللہ، حبیب اللہ پہ قرباں ہم
کہ اُن کی ہی حسیں یادیں سجاتی ہے یہ قربانی

کریں پیشِ پیمبر جانور خود گردنیں اپنی
فدایانِ نبی اُن کو بناتی ہے یہ قربانی

مِرے سجدے مِری دولت مِرا جینا مِرا مَرنا
مِرے رب کے لیے ہی ہو، بتاتی ہے یہ قربانی

اُٹھائیں مؤمنیں سب لُطف، ربّانی ضیافت کا
اِنھیں ہر سال یوں خوشیاں دکھاتی ہے یہ قربانی

نہ ہم تقسیم میں بھولیں عزیزوں اور غریبوں کو
ہمیں ایثار کا جذبہ سکھاتی ہے یہ قربانی

جو ہو مقبول قربانی ملے ہر بال پر نیکی
سواری بن کے محشر میں بھی آتی ہے یہ قربانی

اگر تاریخِ محبوبانِ خالق پر نظر ڈالیں
تو اُس کے ہر ورق پر جگمگاتی ہے یہ قربانی

حسین ابن علی لے آئے کنبہ سارا صحرا میں
نرالی شان سے کربل بساتی ہے یہ قربانی

ملا ہے یہ سبق بدر و احد، اَحزاب سے ثاقب
لُٹا کر اپنا سب کچھ دیں بچاتی ہے یہ قربانی

مسائلِ قربانی

خطبۂ جمعہ میں قربانی سے متعلق کئی مسائل کا ذکر ہو چکا ہے، ایک بنیادی بات کا اِعادہ کر کے کچھ مزید مسائل کا تذکرہ ہو گا۔

قربانی کس پر واجب ہے؟ وہ سمجھ دار بالغ مسلمان جو شرعی مسافر نہ ہو اور بنیادی ضروریاتِ زندگی [1] اور قرض کے علاوہ 52.5 تولے (612.36 گرام) چاندی یا اِس کی قیمت کے برابر نقدی یا دیگر سامان کا مالک ہو اُس پر قربانی واجب ہے۔

نوٹ: پاکستان میں چاندی کی حالیہ (جون، 2023ء کی) قیمت کے مطابق قربانی کا نصاب تقریباً 130,000 روپے ہے۔

قربانی کا وقت: قربانی کا وقت 10 ذوالحجہ (شہر میں نمازِ عید کے بعد) سے 12 ذوالحجہ کا سورج غروب ہونے تک ہے۔ زیادہ ثواب اس میں ہے کہ دس ذوالحجہ کو قربانی کی جائے، پھر گیارہ کو قربانی کرنا بارہ کی بنسبت بہتر ہے۔

---

[1] جن چیزوں کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہوتا ہے، جیسے رہائش کا گھر، گھر کا ضروری سامان، استعمال کا لباس اور ضرورت کی سواری۔

نوٹ: کچھ لوگ اِنتشار پھیلانے کے لیے چوتھے دن قربانی کرتے ہیں، ایسا کرنا جائز نہیں۔ مولیٰ المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ، سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے واضح طور پر فرمایا: اَلْأَضْحٰی یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ الْأَضْحٰی۔ یعنی "قربانی صرف تین دن تک جائز ہے۔" (مؤطا امام مالک، حدیث: 1399، 1400۔ السنن الکبرٰی للبیہقی، حدیث: 19254) اگرچہ یہ روایت بظاہر صحابہ کرام کا ارشاد ہے، مگر حقیقت میں حدیثِ نبوی ہے؛ کیونکہ ایسے اُمور اپنی رائے سے بیان نہیں کیے جاسکتے۔

ذبح سے پہلے کے اُمور: ☆ ذبح سے پہلے جانور کو چارہ، پانی دیں، بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں۔

☆ جانور کو لٹانے سے پہلے اُس کی نظروں سے اوجھل چھری تیز کریں، نیز ذبح کی جگہ اور دیگر اُمور کا تعین بھی پہلے سے کر لیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ شفیع المذنبین ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو بکری کی گردن پر پاؤں رکھ کر چھری تیز کر رہا تھا اور بکری یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَتُرِيْدُ أَنْ تُمِيْتَهَا مَوْتَاتٍ؟ هَلَّا حَدَدْتَّ شَفْرَتَكَ قَبْلَ أَنْ تُضْجِعَهَا۔» یعنی "(کیا تم پہلے ایسا نہیں کر سکتے تھے؟) تم اِسے کئی موتیں مارنا چاہتے ہو؟ اِسے لٹانے سے پہلے اپنی چُھری تیز کیوں نہ کر لی؟" (المستدرک علی الصحیحین، حدیث: 7563۔ السنن الکبرٰی للبیہقی، حدیث: 19141)

قربانی کو لٹانے کا طریقہ: قربانی کو دوسرے جانوروں کی نظروں سے اوجھل بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ اُس کا سر جنوب (South)، پُشت مشرق (East) اور منہ قبلہ کی طرف ہو، قبلہ رخ نہ ہونا مکروہ ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:20، ص:216)

کون ذبح کرے؟ ☆ جانور حلال ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو، اگر غیر مسلم نے ذبح کیا یا ایسے کلمہ گو نے ذبح کیا جس کی گمراہی حد کفر تک ہے تو جانور حلال نہیں ہو گا۔ یہودی یا عیسائی سے ذبح کرانا بھی مکروہ ہے۔

☆ جس کی طرف سے قربانی ہے، اگر وہ خود اچھی طرح سے ذبح کر سکتا ہو تو بہتر ہے کہ خود ذبح کرے، ورنہ کسی صحیح العقیدہ مسلمان سے ذبح کروائے اور بہتر ہے کہ خود پاس موجود رہے؛ تاکہ ذبح کا یہ منظر دیکھ کر اپنی آخرت کو یاد کر سکے۔

نوٹ: ذبح کے وقت سنت پر عمل کی نیت سے پاس موجود رہنا ثواب ہے، مگر محض مزہ لینے کے لیے اور تفریح کی خاطر جانور کے گرد گھیر اڈال لینا، ہنسنا، قہقہے بلند کرنا اور تماشا بنانا غفلت کی علامت ہے۔

ذبح کے وقت بسم اللہ اور دعا: ذبح کے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا (اللہ تعالیٰ کا نام لینا) ضروری ہے، جان بوجھ کر نہ پڑھی تو جانور حرام ہے، البتہ بھولے سے ایسا ہوا (جیسا کہ بعض مرتبہ افراتفری میں ہو جاتا ہے) تو جانور حلال ہے۔ بہتر ہے کہ یہ دعا بھی پڑھیں إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَo اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَo لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَo اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ، بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اپنی طرف سے قربانی ہو تو ذبح کے بعد یہ دُعا پڑھیں: اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ ﷺ

جانور کو تکلیف دینے کی ممانعت: کسی بھی طرح سے بلاوجہ جانور کو تکلیف دینا منع ہے، مثلاً: اُس کے سامنے چھری تیز کرنا یا روح نکلنے سے پہلے اُس کی کھال اُتارنا یا کوئی عضو کاٹنا۔ سیدنا قُرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! إِنِّي لَآخُذُ الشَّاةَ لِأَذْبَحَهَا فَأَرْحَمُهَا۔ مَیں جانور کو ذبح کرنے کے لیے اُسے پکڑتا ہوں تو مجھے اُس پر رحم آنے لگتا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «وَالشَّاةُ إِنْ رَّحِمْتَهَا رَحِمَكَ اللّٰهُ۔» "اگر تم بکری پر رحم کروگے تو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔" (المستدرک علی الصحیحین، حدیث:6482)

تربیتی نکتہ: شریعت مطہرہ نے جانور کو بلاوجہ تکلیف دینے اور اُس پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر جانور کی یہ صورتِ حال ہے تو کسی انسان کو بلاوجہ تکلیف دینا کتنا برا ہوگا۔

بہتا خون ناپاک ہے: ذبح کے وقت جانور کے گلے سے بہنے والا خون ناپاک ہے، اُس سے گوشت اور حتی الامکان کپڑوں کو بچانا لازم ہے؛ کیونکہ جان بوجھ کر بلاوجہ کسی پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے، اگر یہ خون گوشت وغیرہ کو لگ جائے تو اُسے پاک کرنا لازم ہے۔ البتہ ذبح کے بعد گوشت میں باقی رہ جانے والا خون پاک ہے، مگر اُسے بھی کھانا حلال نہیں۔

گوشت کی تقسیم: ☆ قربانی کے گوشت سے کچھ کھانا مستحب ہے، دوسرے مسلمانوں کو بھی دے سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کیے جائیں: ایک حصہ فقرا کے لیے، ایک حصہ رشتہ داروں اور دوستوں کے لیے اور ایک حصہ گھر والوں کے لیے۔

☆ منت (Vow) یا وصیت کی قربانی کا تمام گوشت صدقہ کرنا لازم ہے، نہ خود کھاسکتے ہیں اور نہ ہی کسی صاحبِ حیثیت دوست یا رشتہ دار کو دے سکتے ہیں۔

☆ قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو نہیں دینا چاہیے۔ قربانی شعائرِ اسلام سے ہے اور اِسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ذبح کیا گیا ہے، لہٰذا اِس کا مبارک گوشت صرف مسلمانوں کو ہی دینا چاہیے۔

شرکا میں گوشت کی تقسیم: جب قربانی میں ایک سے زیادہ افراد شریک ہوں تو تمام گوشت کو یکساں طور پر وزن کر کے حصوں میں تقسیم کرنا لازم ہے، اندازے سے تقسیم کرنا جائز نہیں اور نہ ہی وزن کر لینے سے پہلے شرکا ایک دوسرے کو کمی و بیشی معاف کرسکتے ہیں، البتہ سب شرکا ایک ہی گھر میں رہتے ہوں کہ مل کر ہی بانٹیں گے اور کھائیں گے یا شرکا اپنا اپنا حصّہ لیناہی نہیں چاہتے تو وزن کرنا ضروری نہیں۔ دو صورتوں میں وزن کیے بغیر اندازے سے بھی تقسیم کرسکتے ہیں:

1. سب حصہ دار کسی اور بالغ مسلمان کو مکمل طور پر مالک بنادیں، کہ وہ جیسے چاہے تقسیم کرے۔ (وقارالفتاوٰی، جلد:2، ص:472)
2. گوشت میں کوئی دوسری جنس، مثلاً کلیجی، مغز، پائے وغیرہ، شامل کردیں۔ (ردّالمحتار، جلد:9، ص:527)

کھال وغیرہ کا حکم: بہتر ہے کہ قربانی کی کھال اور دیگر اضافی چیزیں، اُوپر ڈالنے والا کپڑا، رسّی اور گلے کا ہار وغیرہ غریبوں کو دے دیں یا کسی بھی نیک کام کے لیے کسی فرد یا تنظیم (مسجد، مدرسہ، ہسپتال اور سوسائٹی) کو عطیہ کر دیں۔ خود بھی استعمال کر سکتے ہیں، البتہ قربانی کی کوئی چیز اپنے استعمال کے لیے بیچنا یا ذبح کرنے والے کو اُجرت میں دینا یا بدعقیدہ لوگوں کو دینا جائز نہیں۔

مدارسِ اہلِ سنت کو کھال دینا خدمتِ خلق بھی ہے اور خدمتِ دین کا ثواب بھی

☆ ذبح سے پہلے قربانی کے جانور سے کوئی نفع حاصل کرنا، مثلاً اُس کے بال اپنے لیے کاٹ لینا یا اُس کا دودھ دوہنا یا اُون کاٹ لینا منع ہے، اگر اون کاٹی یا دودھ دوہا تو اُسے صدقہ کرنا لازم ہے۔

☆ قربانی کی کسی بھی قابلِ استعمال چیز کو ضائع کرنا درست نہیں۔ اگر کوئی چیز خود استعمال نہ بھی کرنی ہو تو صدقہ کر دیں؛ کیونکہ بلاوجہ مال ضائع کرنا حرام ہے۔

جانور کے مختلف اجزا: حلال جانوروں کے مندرجہ ذیل اجزا کھانا ناجائز ہے: خون، پتا، مثانہ، علاماتِ نر و مادہ، کپورے، غدود (گردن یا حلق میں سرخ یا مٹیالے رنگ کی گانٹھیں)، حرام مغز، گردن (کے گرد کندھوں تک پیلے رنگ) کے پٹھے، اوجھڑی، آنتیں۔ (تفصیل دیکھیے فتاویٰ رضویہ، ج:20، ص:240۔ ابلق گھوڑے سوار: ص37، مکتبۃ المدینہ)

حلال جانور کے گردے کھانا جائز ہے، تاہم ناپسندیدہ ہے۔

نمازِ عید کا طریقہ

پہلے زبان سے یا دل میں ہی یوں نیت کریں: ”دو رکعات نمازِ عید واجب، اضافی چھ تکبیروں سمیت، اِس امام کے پیچھے، قبلہ شریف کی طرف رُخ کیے۔“

پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اَللّٰہُ أَکْبَرْ کہیں اور ہاتھ باندھ لیں۔ پھر ثنا پڑھیں۔ پھر امام کے ساتھ دو مرتبہ کانوں تک ہاتھ اُٹھائیں اور اَللّٰہُ أَکْبَرْ کہتے ہوئے ہاتھ چھوڑ دیں، تیسری مرتبہ کانوں تک ہاتھ اُٹھائیں اور اَللّٰہُ أَکْبَرْ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ اب امام صاحب تلاوت کریں گے اور تمام مقتدی خاموشی سے سنیں گے۔

پہلی رکعت کا رکوع اور سجدے کرنے کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو کر امام صاحب قراءت کریں گے اور تمام مقتدی خاموشی سے سنیں گے۔ قراءت کے بعد امام کے ساتھ تین مرتبہ کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اَللّٰہُ أَکْبَرْ کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں۔ چوتھی مرتبہ بغیر ہاتھ اُٹھائے اَللّٰہُ أَکْبَرْ کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیں اور حسبِ قاعدہ نماز مکمل کریں۔

نمازِ عید میں تاخیر سے پہنچنے والے کے لیے:

- مقتدی دیر سے پہنچا اور امام صاحب تکبیرات کہہ کر قراءت شروع کر چکے تھے تو وہ تکبیرِ تحریمہ کہہ کر فوراً ہی تین تکبیریں کہہ لے۔
- امام صاحب پہلی یا دوسری رکعت کے رکوع میں جا چکے ہیں تو اُن کے ساتھ رکوع میں جائے اور بغیر ہاتھ اُٹھائے رکوع میں اِضافی تکبیرات کہہ لے۔ اگر رکوع میں تکبیریں پوری کرنے سے پہلے امام صاحب نے رکوع سے سر اُٹھا لیا تو باقی تکبیرات معاف ہو گئیں۔
- اگر امام صاحب کے پہلی یا دوسری رکعت کے رکوع سے اُٹھنے کے بعد شامل ہوا تو اب تکبیریں نہ کہے، بلکہ جب امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز پڑھے اُس وقت کہے۔

نماز میں بھول سے متعلق:

امام پہلی رکعت کی تکبیریں بھول گیا تو قراءت کے بعد یا رکوع میں کہہ لے اور دوسری رکعت کی بھول گیا تو نہ قیام کی طرف لوٹے نہ رکوع میں کہے۔ (بہارِ شریعت، ج:1، ح:4، ص:782، 783، ملخصًا)

معانقہ سے متعلق ایک اہم بات

خاتم النبیین ﷺ سے مروی ہے: مَا مِنْ عَبْدَيْنِ مُتَحَابَّيْنِ فِي اللهِ يَسْتَقْبِلُ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، فَيَتَصَافَحَانِ وَيُصَلِّيَانِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا لَمْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى تُغْفَرَ ذُنُوبُهُمَا مَا تَقَدَّمَ مِنْهَا وَمَا تَأَخَّرَ۔ (شعب الإيمان، 281/11، رقم:8543، وأخرجه أيضًا البخاري في التاريخ الكبير:252/3، وأبو يعلى:334/5، رقم: 2960۔ فيه درست بن حمزة، وهو ضعيف) یعنی ”اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے آپس میں محبت کرنے والے دو مسلمان جب ایک دوسرے سے ملیں اور سلام و مصافحہ کریں اور نبیِ کریم ﷺ پر دُرود پڑھیں تو اُن کے جدا ہونے سے پہلے اُن کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔“

عید کے موقع پر باہم ملاقات اور مصافحہ و معانقہ بکثرت ہوتا ہے، اس موقع پر بخشش کا بہت آسان ذریعہ ہے کہ دل سے بھی کدورتیں نکال دی جائیں اور سلام کے ساتھ ساتھ بارگاہِ خاتم النبیین ﷺ میں دُرود و سلام کا ہدیہ پیش کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سرورِ عالم ﷺ اور آپ کے جدِّ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صدقے میں ہم سب کو عیدِ سعید کی زیادہ سے زیادہ سعادتیں سمیٹنے کی توفیق سے نوازے۔ ربِّ کریم ہم سب کو ”جذبۂ قربانی“ سے نوازے اور دُنیا بھر کے مسلم حکمرانوں کو جرأتِ ابراہیمی میں سے کچھ حصہ عطا فرمائے۔

خالقِ کائنات اسلام کو غلبہ عطا فرمائے، تمام دشمنانِ اسلام کو ذلیل و رُسوا کرے۔ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔ آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۱۱ ذوالحجہ،۱۴۴۴ھ/30جون،2023ء

ایّامِ تشریق...

فضائل اور کرنے کے کام

مشمولات

- خصوصی ایّام ولیالی کی عطا... رحمتِ عالم ﷺ کی رحمتِ خاصہ کا اِظہار
- ایّامِ تشریق کی عظمت
- ایّامِ تشریق... ذکرِ الٰہی کے دن
- ایّامِ تشریق... دُعا کے دن
- ایّامِ عید اور تصلّب فی الدین کا درس
- ایّامِ تشریق... کھانے، پینے کے دن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۔[البقرة2:203]

ہمارے آقا کریم ﷺ کو خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ نے جو بے شمار خصوصیات عطا فرمائی ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ "رحمتِ عالم" ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ "اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔"[الانبیاء21:107] اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

جانِ رحمت ﷺ کی رحمت دو طرح سے ہے:

1) رحمتِ عامہ۔

2) رحمتِ خاصہ۔

عمومی رحمت ہر چیز کو میسر ہے... اپنے اور بیگانے، مسلمان اور کافر، سبھی رحمتِ عامہ سے فیض پاتے ہیں... البتہ خصوصی رحمت صرف ایمان والوں کے لیے ہے۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ مصطفیٰ کریم ﷺ کے ابرِ رحمت کی بارش تو سب پر یکساں برستی ہے، مگر کافر اُس بنجر زمین کی طرح ہے جو بارش سے فائدہ اُٹھانے کے قابل ہی نہیں اور موسلا دھار بارش کے باوجود اُس پر سبزہ نہیں اگتا۔[1]

مسلمانوں کے لیے آپ ﷺ کی رحمتِ خاصہ کا اِظہار ہے کہ باری تعالیٰ نے اُمّتِ مصطفویہ کو کئی ایسے اوقات اور مواقع عطا فرمائے ہیں، جن میں ربّ تعالیٰ کی رحمت نہایت جوش پر ہوتی ہے اور وہ خصوصی انعام و اکرام سے نوازتا ہے۔

ذوالحجہ کے ابتدائی سبھی دنوں اور راتوں کو رحمت و برکت اور عظمت و فضیلت عطا ہوئی ہے، بالخصوص یومِ عرفہ (9 ذوالحجہ)، یومِ نحر (قربانی کے دن) اور ایّامِ تشریق (11، 12 اور 13 ذوالحجہ) کی شان بہت بلند ہے۔

---

[1] عَنْ أَبِيْ مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرٰى، إِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَّا تُمْسِكُ مَاءً وَّلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ، وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَّلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهٖ.» (صحیح البخاری، رقم الحدیث:79)

اِس اُمّت کو سال بھر میں خصوصی رحمت کے یہ دن، راتیں، ہفتے اور مہینے کس وجہ سے عطا فرمائے گئے ہیں؟ امامِ اہلِ سنت، کشتۂ عشق و محبت، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

عطائے ارب، جلائے کرب، فیوض عجب، بغیر طلب
یہ رحمتِ رب ہے کس کے سبب بربِّ جہاں تمہارے لیے[1]

یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ عمومی طور پر ہم عظمت وفضیلت والے یہ اوقات ضائع کر دیتے ہیں، بلکہ کئی لوگ گناہ کے کاموں میں گزار دیتے ہیں، حالانکہ گناہ ہر وقت ہی بُرا ہے، مگر رحمت وبرکت کے وقت میں گناہ ایک طرح سے اُس وقت کی بے ادبی بھی ہے۔

ایّامِ تشریق کی عظمت

قرآن وسنت کی متعدد نصوص سے ایّامِ تشریق کی عظمت وفضیلت معلوم ہوتی ہے۔

باری تعالیٰ نے فرمایا: وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ... "گنے چُنے دنوں میں اللہ تعالیٰ کو (خوب) یاد کرو۔" [البقرۃ2:203]

مفسرینِ کرام نے فرمایا: جن دنوں میں ربّ تعالیٰ کو خوب یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے اُن سے مراد "ایّامِ تشریق" ہیں۔[2]

سیدنا عبد اللہ بن قُرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ[3]»۔ یعنی "قربانی کا دن اللہ تبارکَ وتعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ عظمت وفضیلت والے دنوں سے ہے، پھر اُس کے بعد والا دن (زیادہ عظمت وفضیلت والا ہے)۔"

سیدنا عبد اللہ بن قُرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِسی حدیثِ مبارک میں یہ بھی ذکر کیا: وَقُرِّبَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ أَوْ سِتٌّ، فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ إِلَيْهِ بِأَيَّتِهِنَّ يَبْدَأُ... پانچ یا چھ قربانیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لائی گئیں، وہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی برکت حاصل کرنے کے لیے) خود آپ کے قریب ہونے لگیں کہ آپ پہلے کس کی گردن پر اپنے دست مبارک سے چھری چلاتے ہیں۔ (سنن ابوداود، حدیث:1765۔ المستدرک علی الصحیحین، حدیث:7522)

---

[1] ارب: 100 کروڑ۔ جلائے کَرَب: غموں سے رہائی۔ یعنی اُمّتِ محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہیں، غم دُور کیے جاتے ہیں، بغیر مانگے عجیب وغریب فیض نصیب ہوتے ہیں، ربّ تعالیٰ کی یہ رحمت کس وجہ سے ہے؟ قسم بخدا، یا رسول اللہ! صرف آپ کی وجہ سے ہے۔

[2] وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيْقِ۔ (صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی أیام التشریق)

[3] يَوْمُ الْقَرِّ) بفتح القاف من القرار، وهو الغد من يوم النحر، سمي به لأن الناس يقرون ويسكنون فيه بمنى بعد ما تعبوا في أداء المناسك۔ (لمعات التنقيح، تحت الحديث: 2643)

ایّامِ تشریق... دُعا کے دن

دُعا بندے اور ربّ تعالیٰ کے درمیان ایک ایسا تعلق ہے جو کسی وقت، جگہ اور ضابطے کا پابند نہیں ہے۔ بندہ کہیں بھی... کبھی بھی... کسی بھی بولی میں... حتّٰی کہ جو بولنے کی قوت سے محروم ہے، وہ بھی اپنے رب سے براہِ راست التجا کر سکتا ہے۔

بندوں کا یہ مزاج ہے کہ اُن سے مانگیں تو ایک آدھ مرتبہ دے دیتے ہیں، بار بار مانگنے پر ناراض ہوتے ہیں، جب کہ باری تعالیٰ کی کرم نوازی ہے کہ اُس سے جتنی بھی دُعائیں کریں وہ راضی ہوتا ہے، بلکہ جو اُس سے نہ مانگے وہ اُس پر ناراض ہوتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بندوں کو دُعا کرنے کا شوق بھی دلایا ہے اور انبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَات کی مختلف دعائیں بھی بیان فرمائی ہیں؛ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دُعا ربِّ کریم کو بہت پسند ہے اور یہ محبوبانِ خدا کا شعار ہے۔

دُعا کی قبولیت کا وعدہ کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے فرمایا: وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۔ ”اور (اے حبیبِ مکرم!) جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو (بتا دیجیے) مَیں یقیناً قریب ہوں، دُعا کرنے والا جب بھی مجھ سے دُعا کرے، مَیں اُسے قبول کرتا ہوں، پس اُنہیں چاہیے کہ میرے احکام کو مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔“ [البقرۃ2:186]

ایّامِ تشریق کا ایک خصوصی عمل یہ بھی ہے کہ ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں کثرت سے دُعائیں مانگی جائیں۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ایّامِ معدودات (ایامِ تشریق) میں دُعا ردّ نہیں کی جاتی۔[2]

سیدنا عِکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایامِ تشریق میں خصوصی طور پر یہ دُعا مانگنے کا شوق دلاتے تھے:[3] رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔“ [البقرۃ2:201]

---

[1] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «إِنَّهُ مَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ.» (جامع ترمذی، حدیث: 3373)

[2] روى عن أبي موسى الأشعري، أنه قال في خطبته يوم النحر: هذا يوم الحج الأكبر. وهذه الأيام المعلومات التسعة التي ذكر الله في القرآن، لا يردّ فيهن الدعاء، هذا يوم الحجّ الأكبر. وما بعده من الثلاثة اللائي ذكر الله الأيام المعدودات، لا يرد فيهن الدعاء. وهؤلاء جعلوا ذكر الله فيها هو ذكره على الذبائح. (فتح الباري شرح صحيح البخاري، لابن رجب، باب فضل العمل في أيام التشريق)

[3] عَنْ عِكْرِمَةَ رضي الله عنه أَنَّهُ كَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُّقَالَ فِيْ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ: رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (الدُّرُّ المنثور في التفسير بالمأثور، للسيوطي، تحت الآية)

ایّامِ تشریق... کھانے، پینے کے دن

ویسے تو انسان ہر روز، پورے ہفتے، مہینے اور سال میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں کھاتا، پیتا ہے... مگر ایّامِ تشریق میں کھانے، پینے کا لُطف جُدا ہے؛ کیونکہ اِن دنوں کے بارے میں سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ یہ کھانے، پینے کے دن ہیں، اِسی لیے عیدالفطر کے ساتھ ساتھ 10 ذوالحجہ سے 13 ذوالحجہ تک... پانچ دنوں میں روزہ رکھنا گناہ ہے۔

ابوطَرِیف سیدنا نُبَیْشَۃُ الْخَیْرِ ہُذَلِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَّذِكْرٍ لِلّٰهِ۔ ”ایامِ تشریق کھانے، پینے اور ذکرِ الٰہی کے دن ہیں۔“ (صحیح مسلم، حدیث: 1141۔ سنن ابوداوٗد، حدیث: 2813)

حدیثِ مبارک کی شرح کرتے ہوئے حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے لکھا: مطلب یہ ہے کہ یہ چار دن (10 سے 13 ذوالحجہ) بندوں کی مہمانی کے دن ہیں، اِن میں بندے ربّ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں، اِن دنوں میں روزہ رکھنا گویا ربّ تعالیٰ کی دعوت سے انکار کرنا ہے؛ لہٰذا اِن دنوں میں خوب کھاؤ... خوب پیو... اور خوب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ (مرآۃ المناجیح، بتغییر یسیر)

کھانے پینے میں اعتدال: عیدالاضحیٰ اور ایامِ تشریق کھانے، پینے کے دن ہیں، مگر عید ہو یا کوئی اور موقع... ہمیشہ کھانے، پینے میں اعتدال ومیانہ روی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ ”اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو پسند نہیں۔“ [الاعراف 7:31]

سبحان اللہ! کیسا جامع کلام ہے، ”حد سے نہ بڑھو“ فرما کر کسی بھی طرح سے شریعت کی خلاف ورزی کرنے سے منع فرما دیا۔

بزرگوں نے لکھا کہ کھانے پینے میں اِسراف (حد سے بڑھنے) کی کئی صورتیں ہیں:

⇐ حد یہ ہے کہ صرف حلال طریقے سے کمایا جائے اور حلال ہی کو کھایا جائے، اگر انسان حلال کی پرواہ نہ کرے تو یہ حد سے تجاوُز ہے، جس سے آیتِ کریمہ میں منع فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ کسی بھی موقع پر حرام کی اِجازت نہیں۔

ایک مرتبہ سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے ایک غلام نے آپ کو کھانے کی کوئی چیز پیش کی، اُس کی کمائی حلال ہوتی تھی، چنانچہ آپ نے اُسے حلال سمجھتے ہوئے قبول کر کے تناوُل فرما لیا، بعد میں اُس نے بتایا کہ مَیں نے دورِ جاہلیت میں ایک شخص کے لیے کہانت[1] کی تھی، میں کاہن تھا تو نہیں، تاہم بناوٹی طور پر کہانت کر دی تھی... آج اُس شخص سے ملاقات ہوئی تو اُس نے معاوضہ دیا... آپ نے جو کھایا ہے یہ بھی اُسی میں سے ہے۔ سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یہ سنتے ہی بے چین ہو گئے کہ میرے پیٹ میں حرام لقمہ کیوں چلا

---

[1] ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر، یا ستاروں کی چال سے، یا فال نکال کر، یا جنات کے ذریعے مستقبل کی باتیں بتانے کو ”کہانت“ کہا جاتا ہے۔ ایسا کرنے والے شعبدہ باز کو ”کاہن“ کہتے ہیں۔ اسلام نے اِن کاموں سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے اور اِستخارہ کا حکم دیا ہے۔

گیا![1] چنانچہ آپ نے تکلّف سے قے کرنے کی کوشش کی، مگر وہ چیز باہر نہ نکلی۔ کہا گیا: پانی پئیں تب باہر آئے گی۔ آپ نے پانی منگوا کر پیا اور کافی کوشش کے بعد پیٹ میں جو کچھ تھا وہ سب قے سے باہر نکلا تو آپ پُر سکون ہوئے۔[2] کسی نے کہا: یَرْحَمُكَ اللہُ! كُلُّ هٰذَا مِنْ أَجْلِ هٰذِهِ اللُّقْمَةِ؟ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے! اِس چھوٹے سے لقمے کی وجہ سے آپ نے اتنی تکلیف اُٹھائی ہے؟ ارشاد فرمایا: لَوْ لَمْ تَخْرُجْ إِلَّا مَعَ نَفْسِي لَأَخْرَجْتُهَا۔ اگر یہ حرام لقمہ نکالنے کے لیے جان بھی جاتی تو مَیں نے نکالنا ہی تھا۔ پھر اِس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: كُلُّ جَسَدٍ نَّبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلٰى بِهٖ، فَخَشِيْتُ أَنْ يَّنْبُتَ شَيْءٌ مِّنْ جَسَدِيْ مِنْ هٰذِهِ اللُّقْمَةِ۔ میں نے سرکارِ دوعالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو گوشت حرام سے پرورش پائے جہنم اُس کے بہت قریب ہے“ تو مجھے ڈر تھا کہ کہیں اِس لقمۂ حرام سے میرے جسم کی پرورش نہ ہو۔ (حلية الأولياء، ج:1، ص:31، ترجمة أبي بكر الصديق) بے خبری میں حرام لقمہ کھالیا جائے تو قے کرنا لازم نہیں، لیکن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اِس عمل کے ذریعے تربیت فرمانا چاہتے تھے کہ حرام سے بچنے کے لیے کتنا فکر مند ہونا چاہیے!

⟸ سنت یہ ہے کہ ابھی کچھ بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دیا جائے، تاہم اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کا کوئی کام کرنے کے لیے طاقت حاصل کرنے کی نیت سے پیٹ بھر کر کھانا کھایا جائے تو اچھا ہے... زیادہ سے زیادہ کھانے کی حد یہ ہے کہ اتنا کھائے جس سے طبیعت خراب نہ ہو... اِس قدر کھانا کہ پیٹ خراب ہونے کا گمان ہو، یہ حد سے تجاوُز ہے اور حرام ہے۔ (بہارِ شریعت، ج:3، ح:16، ص:374، ملخصًا)

سیدنا مِقدام بن مَعدی کَرِب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ عالم ﷺ نے فرمایا: بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ أُكُلَاتٌ يُّقِمْنَ صُلْبَهٗ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِّطَعَامِهٖ وَثُلُثٌ لِّشَرَابِهٖ وَثُلُثٌ لِّنَفَسِهٖ۔ ”انسان کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اُس کی پشت سیدھی رکھیں (جن سے عبادت و طاعت اور کسبِ حلال کی قوت حاصل ہو جائے)، اگر زیادہ کھانا ہی ہو تو (پیٹ کے تین حصے کرے) ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک حصہ پانی کے لیے اور ایک حصہ سانس کے لیے۔“ (جامع ترمذی، حدیث:2380)

⟸ حد یہ ہے کہ انسان وہ چیز کھائے جو اُس کے لیے فائدہ مند ہے، نقصان دہ چیز کھانا حد سے تجاوُز ہے۔

مسلمان کا کھانا، پینا سرکارِ دوعالم ﷺ کی سنت کے مطابق ہونا چاہیے... ہاتھ دھو کر، کلی کر کے، بسم اللہ شریف پڑھنے کے بعد، عاجزی کے انداز میں، دائیں ہاتھ سے، تین اُنگلیوں کے ساتھ کھانا چاہیے، آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور ہاتھ دھونا، کلی کرنا بھی سنت ہے۔

---

[1] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: «كَانَ لِأَبِيْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُّخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يَّأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ، فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَأَكَلَ مِنْهُ أَبُوْ بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ: تَدْرِيْ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِإِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَمَا أُحْسِنُ الْكَهَانَةَ، إِلَّا أَنِّيْ خَدَعْتُهٗ، فَلَقِيَنِيْ فَأَعْطَانِيْ بِذٰلِكَ، فَهٰذَا الَّذِيْ أَكَلْتَ مِنْهُ، فَأَدْخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ يَّدَهٗ، فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهٖ». (صحیح بخاری، حدیث:3842)

[2] قال (أبو بكر له): إنْ كدتَّ أن تُهلِكَني، فأدخل يدَه في حلقه فجعل يتقيَّأ، وجعلتْ لا تخرُجُ، فقيل له: إنَّ هذه لا تخرجُ إلا بالماء، فدعا بطستٍ من ماءٍ، فجعل يشرب ويتقيَّأ حتّى رمى بها.

ایّامِ تشریق... ذکرِ الٰہی کے دن

بلاشبہ ہر انسان ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اِس قدر پاتا ہے کہ اگر وہ اُنھیں شمار کرنا چاہے تو اُس کی گنتی ختم ہو جائے گی، مگر مہربان ربّ کے احسانات ختم نہیں ہوں گے... عید کے دنوں میں ظاہری نعمتوں کی کثرت کے ساتھ ساتھ باطنی ورُوحانی انعامات میں بھی اِضافہ ہو جاتا ہے... اِحسانات واِنعامات کا تقاضا ہے کہ انسان نعمتیں عطا فرمانے والے اپنے ربّ کا شکر ادا کرتے ہوئے اُسے یاد کرے۔ چنانچہ حدیثِ مبارک میں تربیت فرمائی گئی ہے کہ ایامِ تشریق ذکرِ الٰہی کے دن ہیں۔

ذکرِ الٰہی کی مختلف صورتیں: ایامِ تشریق میں عمومی طور پر بھی زیادہ سے زیادہ ربّ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے، کثرت سے قرآنِ مجید کی تلاوت کرنی چاہیے اور دُرودِ پاک پڑھنا چاہیے، اِس کے ساتھ ساتھ خصوصی ذکر کی بھی مختلف صورتیں ہیں:

⇐ اِن دنوں میں نمازِ پنج گانہ باجماعت کے بعد بلند آواز سے تکبیراتِ تشریق پڑھنا واجب ہے۔[1]

⇐ اِن دنوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بے شمار جانور ذبح کیے جاتے ہیں اور اُنھیں قربان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍۙo لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآىٕسَ الْفَقِیْرَo ”اے ابراہیم! لوگوں میں حج کا عام اِعلان کر دیجیے، وہ آپ کے پاس دُور دراز راستوں سے پیدل اور ہر دُبلی اُونٹنی پر (سوار ہو کر) آئیں گے، تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور معلوم دنوں (ایک قول کے مطابق قربانی کے دنوں[2]) میں بے زبان جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو (جانور) اُس نے اُنھیں عطا کیے ہیں، تو تم اِن (قربانیوں کے گوشت) سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ۔“[الحج22:27، 28]

⇐ یہ کھانے، پینے کے دن ہیں اور کھانے یا پینے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا... نیز آخر میں اللہ کی حمد کرنا سنت ہے۔ ایّامِ تشریق ہوں یا دیگر دن، کھانے اور پینے سے پہلے نعمتیں دینے والے کا ذکر بھول جانا بڑی غلطی اور بے برکتی ہے۔ ابوعبد اللہ سیدنا اُمیّہ بن مَخْشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا، اُس نے کھانے کے شروع میں بسم اللہ شریف نہیں پڑھی تھی، جب صرف ایک لقمہ باقی تھا تو اُس نے منہ میں ڈالنے سے پہلے کہا: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ.[3] (کھانے کے شروع اور آخر

---

[1] 9 ذوالحجہ (بدھ، 28 جون، 2023ء) کی نمازِ فجر سے 13 ذوالحجہ (اتوار، 02 جولائی) کی نمازِ عصر تک شہر میں جماعتِ مستحبہ کے ساتھ فرض نماز پڑھنے والے مرد پر سلام پھیرتے ہی ایک بار بلند آواز سے تکبیرِ تشریق پڑھنا واجب ہے اور تین بار پڑھنا افضل ہے۔

[2] مختلف اقوال کے لیے دیکھیے خزائن العرفان، تحت الآیۃ

[3] آكل مستعينًا بالله في أوله وآخره. (لمعات التنقيح، تحت الحديث: 4202)

میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے کھاتا ہوں) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ضِحک کیا (ہنسے) اور فرمایا: «مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ اسْتَقَاءَ مَا فِيْ بَطْنِهِ.» یعنی ”(بسم اللہ شریف نہ پڑھنے کی وجہ سے) شیطان اِس کے ساتھ کھانے میں شریک تھا، جب اِس نے آخر میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو جو کچھ شیطان نے کھایا تھا اُسے قے کر دیا۔“ (سنن ابو داوٗد، حدیث: 3768) حدیثِ پاک سے ظاہری معنیٰ بھی مراد ہو سکتا ہے؛ کہ شیطان حقیقت میں کھاتا ہے پیتا ہے... اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ مسلسل بے برکتی ہو رہی تھی، جب اِس نے بسم اللہ شریف پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے برکت لوٹا دی۔ سبحان اللہ! سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نگاہِ پاک اُن چیزوں کا مشاہدہ کرتی ہے جنہیں عام انسان خورد بین سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔[1]

⟸ اِن دنوں میں حاجی شیطان کو کنکریاں مارتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

(لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف، لابن رجب، وظائف شهر ذی الحجة، المجلس الثالث فی أيام التشريق، ص:504)

ذکرِ الٰہی کی فضیلت: ذکرِ الٰہی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکریہ ہے، یعنی انسان اپنے ربّ کو یاد کر کے کسی پر احسان نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات پر اپنی بساط کے مطابق اُس کا کچھ شکر ادا کرتا ہے، لیکن باری تعالیٰ کی کرم نوازی ہے کہ جب بندہ اُس کا ذکر و شکر کرتا ہے تو وہ اجر و ثواب اور مزید انعامات سے نوازتا ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: سُبْحَانَ اللهِ نِصْفُ الْمِيْزَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ، وَاللهُ أَكْبَرُ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ... یعنی ”سُبْحٰنَ اللہ کہنے پر اللہ تعالیٰ اتنا ثواب عطا فرماتا ہے کہ اُس سے میزان کا ایک پلہ بھر جاتا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنے پر اتنا اجر عطا فرماتا ہے کہ ترازو کا دوسرا پلہ بھی بھر جاتا ہے اور اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے پر اِس قدر نوازش فرماتا ہے کہ اگر اُس کا جسم ہو تو اُس کے ذریعے زمین سے آسمان تک تمام فضا بھر جائے۔“ (مسند احمد، حدیث: 18287)

کثرتِ ذکر کی حکمت: ایامِ تشریق میں کثرت سے ذکرِ الٰہی، بالخصوص أَللّٰهُ أَكْبَر (تکبیر) کہنے کی بہت خوب صورت حکمت بیان کرتے ہوئے علما نے لکھا: عید کے دن خوشی کے دن ہیں، انسان کی فطرت ہے کہ وہ غفلت یا سرکشی کی وجہ سے خوشی میں دینی حدود کی پرواہ نہیں کرتا اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، چنانچہ شریعت نے کثرت سے تکبیرات کہنے کا حکم فرمایا؛ تاکہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کر کے اور اُسے یاد کر کے غفلت دُور ہو جائے اور تکبّر کا خاتمہ ہو۔[2]

---

[1] فَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ يَطَّلِعُ مِنْ أَمْرِ اللهِ فِيْ بَرِيَّتِهِ عَلٰى مَا لَا سَبِيْلَ لِأَحَدٍ إِلٰى مَعْرِفَتِهِ إِلَّا بِالتَّوْفِيْقِ مِنْ جِهَتِهِ. (مرقاة المفاتيح، رقم: 4203)

[2] من أعظمِ أسرارِ التكبيرِ في هٰذه الأيامِ أنَّ العيدَ محلُّ فرحٍ وسرورٍ، وكان من طبعِ النفسِ تجاوزُ الحدودِ؛ لما جُبلتْ عليه من الشرهِ، تارةً غفلةً وتارةً بغيًا، شُرِع فيه الإكثارُ من التكبيرِ؛ لتذهبَ من غفلتِها وتكسِرَ من سَورتِها. (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت الحديث: 7136)

ایّامِ عید اور تصلّب فی الدین کا درس

سرورِ عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کا دین قیامت تک باقی رہے گا، یہ دین اتنا جامع اور مکمل ہے کہ قیامت تک ہر دَور کے انسانوں کی ضروریات پوری کرتا رہے گا۔

باری تعالیٰ نے اسلام کے کامل و اکمل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. ”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔“[المائدۃ5:3]

اِس آیتِ کریمہ کا ذوالحجہ کے ایام سے خاص تعلق ہے۔ ایک یہودی سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا: امیر المؤمنین! آپ کی کتاب میں ایک ایسی آیت ہے، اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن عید مناتے۔ آپ نے فرمایا: کون سی آیت؟ اُس نے اِس آیتِ کریمہ کی تلاوت کی۔ آپ نے فرمایا: «قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِیْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ.»[1] وفی روایۃٍ: وَهُمَا لَنَا عِيْدَانِ.[2] یعنی ہمیں یہ آیت نازل ہونے کا دن بھی معلوم ہے اور جس جگہ یہ سرکارِ دوعالم ﷺ پر نازل ہوئی اُسے بھی جانتے ہیں، نبیِ کریم ﷺ جمعۃ المبارک کو عرفہ میں قیام فرما تھے جب یہ نازل ہوئی اور یہ دونوں دن (جمعہ اور عرفہ) ہمارے لیے عید ہیں۔

آیتِ کریمہ سے سبق لیتے ہوئے ہمیں یہ بات اپنے ذہنوں میں مزید پختہ کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ مسلمان اپنے دین کے حوالے سے مُتَصَلِّب ہو اور استقامت کے ساتھ آخری سانس تک اسلام پر قائم رہے، اسلام کے علاوہ ہر مذہب و دین کو غلط و باطل سمجھے اور اُس کے اقوال و اعمال سے یہی بات ظاہر ہو۔ اُسے کامل یقین ہو کہ دونوں جہان کی کامیابی رحمتِ عالَم ﷺ کی غلامی سے ہی وابستہ ہے، آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ صرف آپ ہی کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے، اِس کے علاوہ خدا تک رسائی کا کوئی ذریعہ نہیں، باقی سب شیطانی راستے ہیں۔

لمحۂ فکریہ: ہمارے دور میں نوجوان نسل کو یہ سکھانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ تمام مذاہب قابلِ احترام ہیں اور ”سبھی ٹھیک ہیں“، ہمارے پاس بھی دلائل ہیں اور دیگر مذاہب والوں کے پاس بھی دلائل موجود ہیں۔ آیتِ کریمہ واضح طور پر اِس باطل سوچ کی نفی فرماتی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، حدیث:45

[2] المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث:830

حرفِ آخر

رحمتِ عالم ﷺ کی نسبت سے ربّ تعالیٰ نے ہمیں بخشش و مغفرت کے بے شمار مواقع عطا فرمائے ہیں، ذوالحجہ کے ابتدائی تمام دنوں اور راتوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش پر ہوتی ہے، اِس وقت ہمیں ایّامِ تشریق (11، 12 اور 13 ذوالحجہ) کے انوار و تجلیات سمیٹنے کا موقع میسّر ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اِس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے:

⇐ اپنے مہربان ربّ سے خوب دُعائیں کریں اور رحمت کی بھیک مانگیں۔ یہ قرآنی دُعا بھی بہت اعلیٰ ہے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ "اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔" [البقرۃ2:201]

⇐ سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے لیے طاقت حاصل کرنے کی نیت سے حلال کھائیں اور پئیں، البتہ شرعی حدود سے ہرگز تجاوُز نہ کریں۔

⇐ اپنی زبان کو ذکرِ الٰہی سے تَر رکھیں... کثرت سے تکبیراتِ تشریق پڑھیں، تلاوتِ قرآنِ مجید کریں اور دُرودِ پاک وغیرہ کی سعادت پائیں؛ کہ یہ کھانے، پینے اور ذکرِ الٰہی کے دن ہیں۔

⇐ آخری دم تک استقامت کے ساتھ اسلام پر قائم رہنے اور اسلامی احکام پر عمل کرنے کا عزم کریں، یہی ذریعۂ نجات ہے۔

اللہ تعالیٰ رحمتِ عالم ﷺ کے صدقے میں ہمیں عیدِ سعید اور ایّامِ تشریق کی زیادہ سے زیادہ سعادتیں اور برکتیں سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ربّ کریم خوش نصیب حجاجِ کرام کا حج اور نیک دُعائیں مستجاب و مقبول فرمائے اور ہمیں بھی جلد اِس سعادت سے بہرہ مند فرمائے۔ خالقِ کائنات دُنیا بھر کے مسلم حکمرانوں کو جرأتِ ابراہیمی میں سے کچھ حصہ عطا فرمائے۔

خالقِ کائنات اسلام کو غلبہ عطا فرمائے، تمام دشمنانِ اسلام کو ذلیل و رُسوا کرے۔ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم ﷺ

۱۸ ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ / 7 جولائی 2023ء

توہینِ قرآنِ مجید

کے ردِّ عمل میں کیا کرنا چاہیے؟

(یومِ شہادتِ جامع القرآن رضی اللہ عنہ کے موقع پر... سویڈن میں توہینِ قرآن کے تناظر میں)

مشمولات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

يُرِيۡدُوۡنَ لِيُطۡفِـئُوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوۡرِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ۝ هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ۔ [الصف 61:8،9]

مخالفین جب دلائل سے کسی بات کا ردّ نہ کر سکیں اور اُصولوں پر عمل کرتے ہوئے کسی چیز کا راستہ نہ روک سکیں تو ضد بازی میں بد تمیزی و جاہلانہ حرکتوں پر اُتر آتے ہیں اور حدّ سے تجاوُز کرتے ہیں، اِسی کا نام ”انتہا پسندی“ ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ دشمنانِ اسلام کبھی بھی دلائل سے اسلام کی تردید نہیں کر سکتے اور نہ ہی عقل و شعور کے اُصولوں میں رہتے ہوئے اسلام کا راستہ روک سکتے ہیں، چنانچہ ہر دَور کے مخالفینِ اسلام نے ضد بازی میں جاہلانہ حرکتیں کیں اور حُدود سے تجاوُز کرتے ہوئے ”انتہا پسندی“ کا مظاہرہ کیا، آج بھی ایسا ہو رہا ہے۔ ہمارے دَور کی اصطلاح میں اِن سازشوں کے لیے ”اسلاموفوبیا (Islamophobia)“ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، یعنی لوگوں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کا خوف و نفرت ڈال کر اُنھیں اسلام سے دُور رکھنے کی کوشش کرنا۔

”انتہا پسندی“ اور ”اسلاموفوبیا“ کے تسلسل میں گزشتہ دنوں شمالی یورپ کے چھوٹے سے ملک ”سویڈن“ میں قرآنِ مجید کے ایک نسخے کو نذرِ آتش کیا گیا، جس پر دُنیا بھر کے مسلمان اضطراب میں ہیں اور سویڈش حکومت کی مجرمانہ غفلت کی مذمت کرتے ہوئے بجا طور پر یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ سویڈش حکومت ”آزادیٔ اِظہار“ کا ڈھونگ رچانے کے بجائے توہینِ قرآنِ مجید کے مجرموں کو فوری طور پر سخت سزا دے۔

سازشوں کے ذریعے نہ تو ماضی میں اسلام کا راستہ روکا جا سکا ہے اور نہ ہی آئندہ روکا جا سکتا ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا:

نورِ خُدا ہے کفر کی حرکت پہ خَندَہ زَن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مگر سب جانتے ہیں کہ دشمن کسی بھی کارروائی سے پہلے ”ردِّ عمل“ (Reaction) کا جائزہ لیتا ہے، وہ پہلے یہ جانچتا ہے کہ میری کارروائی کے بعد جوابی عمل کیا ہو گا، اگر وہ سمجھے کہ ردِّ عمل معمولی ہو گا تو اپنی حرکت کر گزرتا ہے، لیکن اگر ردِّ عمل ناقابلِ برداشت ہونے کی توقّع ہو تو اپنی کارگزاری سے باز آجاتا ہے۔

یہ بات لمحۂ فکریہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے توہینِ قرآن و صاحبِ قرآن کا ردِّ عمل کیا ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے! حالیہ توہین کے ردِّ عمل میں مذمت کی جا رہی ہے، مگر واضح بات ہے کہ فقط مذمت کافی نہیں، اِس کے ساتھ ساتھ کچھ عملی اقدامات کی بھی ضرورت ہے، جس کی طرف تمام مسلمانوں، بالخصوص حکمرانوں کو ضرور توجہ کرنا ہو گی۔ آج کے خطبہ میں اِنہی اُمور پر کچھ گفتگو ہو گی۔

ردِّ عمل... دینی غیرت کا اِظہار

دشمنانِ اسلام کی سازشوں اور گستاخیوں کے مقابلے میں اِس وقت مذمتی قرار دادوں اور بیانات کے ساتھ ساتھ غیرت کا مظاہرہ کرنے کی شدید ضرورت ہے۔"غیرت" کا مطلب یہ ہے کہ انسان حسّاس معاملات میں حمیّت وجرأت کا مظاہرہ کرے۔

غیرتِ ربّانی: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اَلْمُؤْمِنُ يَغَارُ وَاللهُ أَشَدُّ غَيْرًا». "مومن غیرت مند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) سب سے بڑھ کر غیرت فرمانے والا ہے۔" (صحیح مسلم، حدیث: 2761)

غیرتِ مصطفوی: کسی موقع پر سیدنا سعد بن عُبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے گھر والوں سے متعلق غیرت پر مبنی ایک بات کہی تو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ، لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي۔ "کیا تمھیں سعد کی غیرت پر تعجب ہو رہا ہے؟ ضرور مَیں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) مجھ سے بھی زیادہ غیرت فرمانے والا ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث: 6846)

غیرت اور اعتدال: غلامانہ ذہنیت کے حامل لوگ حسّاس دینی معاملات میں بھی جرأت کا مظاہرہ نہیں کرتے، کہتے ہیں: ہم اعتدال پسند ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنی غلط فہمی دُور کر لینی چاہیے، دین کے حوالے سے کمزوری کا مظاہرہ کرنا اعتدال نہیں، بے حمیتی و بے غیرتی ہے۔ جہاں دینی تقاضا یہ ہو کہ محبت بھرے پیغام سے دل جیت لیا جائے وہاں ایسا کرنا اعتدال ہے اور جب دینی تقاضا یہ ہو کہ دشمنانِ اسلام کو اپنی طاقت دکھائی جائے تو طاقت کا مظاہرہ کرنا ہی اعتدال ہے۔ جہاں شریعت سر جھکا کر چلنے کا حکم دے وہاں سر جھکانا میانہ روی ہے اور جب یہ حکم ملے کہ حالتِ احرام میں، مسجدِ حرام کے اندر، بیت اللہ شریف کے سامنے طواف کرتے ہوئے رَمل کرو اور پہلوانوں کی طرح چلو تو اب ربّ تعالیٰ کے حرم میں ایسے چلنا ہی میانہ روی ہے۔

اللّٰہ کی پسند: غزوۂ اُحد کے آغاز سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ایک تلوار تھی جس پر یہ شعر لکھا تھا:

فِي الْجُبْنِ عَارٌ وَّفِي الْإِقْدَامِ مَكْرُمَةٌ
وَالْمَرْءُ بِالْجُبْنِ لَا يَنْجُوْ مِنَ الْقَدَرِ [1]

بُزدلی میں شرمندگی ہے اور آگے بڑھ کر لڑنے میں عزت ہے اور آدمی بزدلی کرکے تقدیر سے نہیں بچ سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ يَّأْخُذُ هٰذَا السَّيْفَ بِحَقِّهٖ؟» "کون ہے جو یہ تلوار لے کر اِس کا حق ادا کرے؟" یہ سن کر بہت سے حضرات نے یہ سعادت حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی، مگر یہ فخر و شرف سیدنا ابودُجانہ سِماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا،

---

[1] تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس، للبکری، ج:1، ص:424، دار صادر۔ شرح الزرقانی علی المواهب، ج:2، ص:404، دار الکتب العلمیہ

تاج دارِ ختمِ نبوت ﷺ نے یہ تلوار اپنے دستِ مبارک سے اُنھیں عطا فرمائی۔ وہ یہ اِعزاز پا کر عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! اس تلوار کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: «أَنْ لَّا تَقْتُلَ بِهِ مُسْلِمًا وَّلَا تَفِرَّ بِهِ عَنْ كَافِرٍ». [1] یعنی "میری اِس تلوار کا حق یہ ہے کہ تو اِس کے ذریعے کسی مسلمان کو مارے نہیں اور کافر سامنے آئے تو بھاگے نہیں۔" دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجیے: اِس تلوار کا حق یہ ہے کہ تو اِس کے ذریعے کسی مسلمان کو چھیڑے نہیں اور کسی کافر کو چھوڑے نہیں۔

حضرت ابودُجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! مَیں اِس تلوار کو اِس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ پھر وہ اپنے سر پر ایک سرخ رنگ کا رومال باندھ کر کفار کو مرعوب کرنے کے لیے اکڑنے اور اِترانے کے انداز میں چلتے ہوئے میدانِ جنگ کی طرف نکلے، نبیِ کریم ﷺ نے ایسے چلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: إِنَّهَا لَمِشْيَةٌ يُّبْغِضُهَا اللّٰهُ إِلَّا فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ۔ یعنی "یقیناً یہ تکبّر کی چال اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، مگر ایسے مقام پر (ربّ تعالیٰ اِسے پسند فرماتا ہے)۔" [2]

سنتِ مصطفیٰ ﷺ: نبیِ کریم ﷺ بہت حلیم و شفیق اور رحیم و مہربان ہیں، جب معاف کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رِضا ہوتی تو آپ کی رحمت کا اِظہار معاف کرنے سے ہوتا، لیکن جب دینی معاملہ ہوتا آپ کی رحمت سزا دینے کے انداز میں ظاہر ہوتی۔

اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا امْرَأَةً وَّلَا خَادِمًا إِلَّا أَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے دستِ مبارک سے کسی انسان کو مارا پیٹا نہیں ہے، نہ کسی اہلیہ کو نہ کسی خادم کو، مگر یہ کہ راہِ خدا میں جہاد کرتے (تب آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مارا ہے)۔

اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے مزید فرمایا: وَمَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهٖ إِلَّا أَنْ يُّنْتَهَكَ شَيْءٌ مِّنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ یعنی آپ ﷺ نے کبھی بھی اپنی حق تلفی کرنے والے سے بدلہ نہیں لیا، البتہ جب اللہ تعالیٰ کی محرّمات کی حُرمت توڑی جاتی تو آپ اللہ تعالیٰ (کے حق) کی وجہ سے انتقام لیتے (سزا دیتے) تھے۔ (صحیح مسلم، حدیث: 2328)

جب انتہا پسند لوگ اسلام، قرآنِ مجید یا صاحبِ قرآن ﷺ کی بے حرمتی کریں تو مسلم ممالک کے ذمہ دار مذمتی بیانات جاری کر کے اور قراردادیں پاس کر کے سمجھتے ہیں کہ یہی کافی ہے، حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ صرف بیانات اور قراردادوں سے دشمنوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ مسلم حکمران دینی غیرت کا مظاہرہ کریں اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ دشمنانِ اسلام کو یہ باور کروائیں کہ ہم اسلام، قرآن اور صاحبِ قرآن کی ناموس کے تحفّظ کے لیے آخری حد تک جا سکتے ہیں۔

---

[1] المستدرک علی الصحیحین، حدیث: 5019

[2] دلائل النبوۃ، للبیہقی، ج: 3، ص: 234، دار الکتب العلمیہ

ردِّ عمل... تعظیمِ قرآن کا فروغ

دشمن کی کارروائی پر ردِّ عمل کا ایک عمدہ طریقہ یہ بھی ہے کہ اُس کے عزائم کو ناکام بنایا جائے، جو وہ چاہتا ہے اُس کا اُلٹ کر کے اُس کا منصوبہ خاک میں ملا دیا جائے۔

دشمنانِ اسلام قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کی مسلسل توہین کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں سے اِن دونوں کی تعظیم و محبت نکالنا چاہتے ہیں، چنانچہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اُن کی سازش کو خاک میں ملاتے ہوئے اپنے دلوں میں بھی اِن دونوں کی تعظیم و محبت کو بڑھائیں اور آنے والی نسل تک بھی یہ سوغات ضرور منتقل کریں۔ تعظیمِ قرآنِ مجید کی مختلف صورتیں ہیں:

⇐ قرآنِ کریم کو سب سے بڑی دَولت / سب سے بڑا اِعزاز واِنعام سمجھا جائے اور کسی بھی دوسرے اِعزاز کو اِس پر برتری نہ دی جائے۔

⇐ آیتِ کریمہ یا اُس کے ترجمہ کو بغیر وضو ہرگز نہ چُھوا جائے، یہ حرام ہے۔

⇐ قرآنی کلمات والے اوراق کو دیگر کاغذوں کی طرح ہرگز استعمال نہ کیا جائے، نیز غلاف اور تمام متعلقہ چیزوں کا احترام کیا جائے۔

⇐ تلاوت کرتے اور سنتے ہوئے لباس اور انداز وغیرہ سے احترام ظاہر ہو۔ سُستی اور اُکتاہٹ کے انداز میں تلاوت وسماعت نہ کی جائے اور بغیر مجبوری کے تلاوت وسماعت کے دوران دُنیاوی گفتگو نہ کی جائے۔

⇐ کبھی بھی ہنسی مزاح کے انداز میں قرآنِ مجید یا اُس کا ترجمہ نہ پڑھا جائے، نہ ہی مستند صحیح العقیدہ علما کی تشریحات کے برعکس اُس کا کوئی مفہوم بیان کیا جائے، اِس سے ایمان جانے کا خدشہ ہے۔

خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ یمین الدولہ ابو القاسم سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ (م:1030ء) کو اُن کی وفات کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور پوچھا: خُدائے تَعالٰی با تُو چہ کَرْدْ؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ سلطان نے کہا: ایک رات کو مَیں کسی شخص کے گھر میں مہمان تھا، (مَیں جس کمرے میں ٹھہرا) وہاں ایک طاق (خانے) میں قرآنِ مجید رکھا ہوا تھا، مَیں نے سوچا کہ یہاں قرآنِ مجید موجود ہے (تو لیٹنا ادب کے خلاف ہے)، میں یہاں کیسے سو سکتا ہوں؟ ذہن میں آیا کہ قرآنِ مجید کو یہاں سے باہَر (کسی اور کمرے میں) بھجوا دیتا ہوں، پھر خیال آیا کہ اپنے آرام کی خاطر قرآنِ مجید کو باہَر کیوں بھیجوں! (یہ بھی خلافِ ادب ہے، چنانچہ رات یوں ہی گزر گئی) جب روانگی کا وقت ہوا تو مَیں وہاں سے چلا گیا (اور قرآنِ مجید کے احترام میں فرق نہ آنے دیا)، مَرا ہَمْ بَدَان مُصْحَفْ بَخْشِیْدَہ اَنْد۔ مجھے اُس قرآنِ مجید (کی تعظیم) کی وجہ سے بخش دیا گیا۔(1)

---

[1] شَبے اَزْ شَبْہا مَنْ دَرْ خَانۂ یَکے مِہمانْ بُوْدَم، دَرْ طَاقے مُصْحَفْ بُوْد، با خود گُفْتَمْ کہ مُصْحَفْ اِینْ جَا است، مَن چِگونہ خُسپَمْ؟ باز گُفْتَمْ کہ مُصْحَفْ را اَزِیں مَوْضِعْ بیرُونْ فَرَسْتَمْ، باز دَرْ خَاطِرْ گُزَشْتْ کہ بَرائے آسَائِش خویْش مُصْحَفْ را چِگونہ بَیْرُونْ فَرَسْتَمْ، چُونْ وَقْتِ نَقْلْ رَسِیْدْ نَقْلْ کَرْدَمْ، مَرَا ہَمْ بَدَاں مُصْحَفْ بَخْشِیْدَہ اَنْدْ۔ (دلیل العارفین، مجلس پنجم، ص:27، مطبع منشی نول کشور)

ردِّ عمل... تلاوتِ قرآنِ مجید کی عادت

اِس وقت اُمّتِ مسلمہ کی اکثریت کا قرآنِ کریم سے عملی تعلّق کس قدر ہے؟ یہ ہم سب جانتے ہیں! کاش دشمنانِ اسلام کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے ہم خو کو بدلیں، قرآنِ کریم سے اپنا تعلّق مضبوط کریں اور محبتِ قرآنِ مجید سے اپنے دلوں کو آباد کریں۔

آج خلیفۂ ثالث امیر المؤمنین سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یومِ شہادت ہے۔ 35ھ میں 18 ذوالحجہ کو آپ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تھے۔ قرآنِ مجید سے محبت کا انداز سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے سیکھنا چاہیے۔ آپ قرآنِ مجید کے حافظ بھی ہیں اور محافظ بھی۔

حضرت عبد الرحمٰن تیمی علیہ الرحمہ کہتے ہیں: ایک رات مَیں نے کہا: آج مَیں سب سے زیادہ قیام کروں گا (کھڑے ہو کر عبادت کروں گا)۔ اچانک سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، مَیں نے احتراماً آپ کے لیے جگہ چھوڑ دی۔ کہتے ہیں: فَتَقَدَّمَ فَاسْتَفْتَحَ الْقُرْآنَ حَتّٰى خَتَمَ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ۔ [1] یعنی سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز میں قرآنِ مجید کی تلاوت شروع کی (سورۂ بقرہ مکمل ہوئی، پھر سورۂ آلِ عمران، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ...) حتّٰی کہ آپ نے (ایک ہی رکعت میں) سورۂ ناس تک تلاوت مکمل کر کے رکوع و سجدہ کیا۔ (شرح معانی الآثار، للطحاوی، حدیث: 1750)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: لَوْ أَنَّ قُلُوبَنَا طَهُرَتْ مَا شَبِعْنَا مِنْ كَلَامِ رَبِّنَا، وَإِنِّي لَأَكْرَهُ أَنْ يَأْتِيَ عَلَيَّ يَوْمٌ لَا أَنْظُرُ فِي الْمُصْحَفِ۔ اگر ہمارے دل پاک ہو جائیں تو ہم کبھی اللہ تعالیٰ کے کلام سے سیر نہ ہوں (کبھی بھی تلاوت سے دل نہ بھرے)۔ مجھے یہ بات بہت ناگوار ہے کہ کوئی دن ایسا گزرے جس میں مَیں نے قرآنِ مجید کی زیارت (اور تلاوت) نہ کی ہو۔

راوی کہتے ہیں: وَمَا مَاتَ عُثْمَانُ حَتّٰى خُرِقَ مُصْحَفُهٗ مِنْ كَثْرَةِ مَا كَانَ يُدِيمُ النَّظَرَ فِيهِ۔ یعنی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اِس قدر قرآنِ مجید کی زیارت و تلاوت کرتے تھے کہ آپ کے وصال سے پہلے آپ کے مُصحف شریف کے مبارک صفحات بوسیدہ ہو چکے تھے۔
(الأسماء والصفات، للبیہقی، ج:1، ص:593، رقم:524، مکتبۃ السوادی۔ شعب الایمان، رقم:2223)

ریاستِ مدینہ کے سربراہ، پورے عالَمِ اسلام کے منتظم، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود قرآنِ کریم کی اِس قدر تلاوت کرتے تھے، جب کہ ہم اپنے چھوٹے چھوٹے کاموں کا بہانہ بنا کر کہتے ہیں: وقت نہیں ملتا۔ ڈرنا چاہیے! کہیں ایسا تو نہیں کہ بُرے اعمال کے سبب ہمیں تلاوتِ قرآنِ کریم سے محروم کر دیا گیا ہو!

---

[1] عَنْ محمد بن سیرین أَنَّ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ كَانَ يُحْيِي اللَّيْلَ، فَيَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي رَكْعَةٍ۔ (الطبقات الکبری، لابن سعد، ج:3، ص:75، دار صادر)
وقال الإمام الترمذی: وَرُوِيَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّهٗ كَانَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي رَكْعَةٍ يُوتِرُ بِهَا۔ (جامع ترمذی، بعد الحدیث: 2946)

ردِّ عمل... تاثیرِ قرآن حاصل کرنے کی کوشش

قرآنِ کریم رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے، اِس کے معجزہ ہونے کی ایک وجہ اِس کی تاثیر ہے، یعنی جیسی تاثیر اللہ تعالٰی نے قرآنِ مجید میں رکھی ہے ایسی تاثیر نہ کسی اور کلام میں تھی، نہ ہے اور نہ ہوگی۔

قرآنِ کریم ظاہر وباطن میں اپنا اثر کرتا ہے... ظاہر کو بھی سنوارتا ہے اور باطن کو بھی پاکیزہ بناتا ہے، اِس کے ذریعے ظاہری بیماریوں سے بھی شفا ملتی ہے اور دل بھی شفا پاکر منوّر ہوتا ہے، اِسے سن کر آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہوجاتے ہیں اور دل بھی نرم ہوکر گواہی دیتا ہے کہ یہ مخلوق کا کلام نہیں۔[1]

یہ سب قرآنی برکتیں تب نصیب ہوتی ہیں، جب انسانی جسم کے بادشاہ "دل" کا صاحبِ قرآن ﷺ کے ذریعے قرآنِ مجید کے ساتھ تعلق قائم ہوتا ہے۔ جیسے بلب (برقی روشنی کا قمقمہ) روشن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اُس کا اپنے ہولڈر اور تار کے ذریعے بجلی کے مرکز سے تعلق ہو، ربط (Connection) کے بغیر بلب روشن نہیں ہوسکتا... اِسی طرح جب تک صاحبِ قرآن ﷺ کے ذریعے دل کا تعلّق قرآنِ مجید سے نہ جُڑے تب تک قرآن کا اثر پوری طرح نصیب نہیں ہوتا، تعلّق جُڑ جائے تو وارے نیارے ہوجاتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالٰی ہے: وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّۚ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ۔ "اور جب وہ اُس (قرآن) کو سنتے ہیں جو رسول (مکرم ﷺ) کی طرف نازل کیا گیا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھو گے؛ اِس لیے کہ اُنھوں نے حق کو پہچان لیا، وہ کہتے ہیں: اے ہمارے ربّ! ہم ایمان لائے، تو ہمیں حق کے گواہوں کے ساتھ لکھ دے۔" [المائدۃ5:83]

اِس کیفیت کا پورا حسن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرتوں میں نظر آتا ہے۔[2] جلیل القدر تابعی حضرت عبد اللہ بن شدّاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سَمِعْتُ نَشِیْجَ عُمَرَ وَأَنَا فِيْ آخِرِ الصُّفُوْفِ يَقْرَأُ: {اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ}۔ میں نے امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز پڑھی، مَیں سب سے آخری صف میں تھا، جب اُنھوں نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی: اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ

---

[1] اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ۔ [الزمر 39:23]

[2] حضرت عبد اللہ بن عروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے: قُلْتُ لَهَا (لأسماء بنت أبي بكر): كَيْفَ كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَفْعَلُوْنَ إِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ؟ قَالَتْ: كَانُوْا كَمَا نَعَتَهُمُ اللهُ، تَدْمَعُ أَعْيُنُهُمْ وَتَقْشَعِرُّ جُلُودُهُمْ۔ (الزهد والرقائق، لابن المبارك، الرقم: 1016۔ شعب الإيمان للبيهقي، الرقم: 2062)

(مَیں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں)[1] تو آپ اتنا روئے کہ مجھے آخری صف میں آپ کی ہچکیوں اور رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔(صحیح البخاری، کتاب الجماعۃ والإمامۃ،باب إذا بکی الإمام فی الصلاۃ)

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تلاوت کرتے ہوئے بعض اوقات اتنا روتے کہ مزید تلاوت نہ کر پاتے اور رکوع میں چلے جاتے۔[2]

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اُس میں غور کرکے روئیں، ویسے آنسو نہ آئیں تو کوشش کرکے روئیں۔

حضرت عبد الرحمٰن بن سائب علیہ الرحمہ کہتے ہیں: سیدنا سعد بن ابو وقّاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے، تعارف کے بعد فرمایا: بھتیجے! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بہت خوب صورت آواز سے قرآنِ مجید پڑھتے ہو، مَیں نے مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: «إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ نَزَلَ بِحُزْنٍ،[3] فَإِذَا قَرَأْتُمُوْهُ فَابْكُوْا، فَإِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكَوْا، وَتَغَنَّوْا بِهٖ، فَمَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا.» یعنی "یہ قرآنِ کریم ایسے اُمور کے ساتھ نازل ہوا ہے جن میں غور و تدبّر سے دل غمگین ہو جاتا ہے، جب تم اِس کی تلاوت کرو تو آنسو بہاؤ (قرآنی وعدوں اور وعیدوں میں غور کرکے احکام و ممنوعات کے بارے میں اپنی کوتاہی پر اشک باری کرو)، اگر تمہیں رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو، اور قرآنِ مجید کو (صحیح تلفّظ اور) خوب صورت آواز سے پڑھو، جو اِسے خوش اِلحانی کے ساتھ بلند آواز سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔" (سننِ ابن ماجہ، حدیث: 1337) بزرگوں نے لکھا: جسے قرآنِ مجید کی تلاوت سے رونا نہ آئے اُسے اپنی حالت پر رونا چاہیے؛ کیونکہ یہ دل کی سختی سب سے بڑی مصیبت ہے۔[4]

لمحۂ فکریہ: ہم یہ رونا تو بہت روتے ہیں کہ معاشی حالات خراب ہیں، مگر اصل رونے کی بات یہ ہے کہ ہمارا اپنے مہربان ربّ اور اُس کے کلام کے ساتھ تعلّق بہت خراب و کمزور ہو چکا ہے۔ خود سے پوچھیے: کیا مجھے صحیح تلفّظ کے ساتھ قرآنِ مجید پڑھنا آتا ہے؟ کیا مَیں پابندی کے ساتھ قرآنِ حکیم کی تلاوت کرتا ہوں؟ کیا مَیں قرآنِ مجید کے معانی میں غور و فکر کرتا ہوں؟ کیا مجھے قرآنِ عزیز کی تلاوت سے رونا آتا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہو تو سمجھ لیجیے کہ سب اپنے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔

ہمیں چاہیے کہ اپنے ربّ تعالیٰ اور اُس کے کلامِ عزیز کے ساتھ تعلّق سنوار لیں، وہ ہمارے معاشی معاملات سنوار دے گا۔

---

[1] یوسف 86:12

[2] عن عبید بن عمیر قال: صلّی بنا عمرُ بن الخطاب صلاةَ الفجر، فافتتح سورةَ یوسفَ فقرأها، حتّى إذا بلغ {وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ} (یوسف 84:12) بکى حتى انقطع، فرکع۔ (کنز العمال، حدیث: 35833)

[3] بِحُزْنٍ: أَيْ نَزَلَ مَصْحُوْبًا بِمَا يَجْعَلُ الْقَلْبَ حَزِيْنًا وَالْعَيْنَ بَاكِيَةً إِذَا تَأَمَّلَ الْقَارِئُ فِيْهِ وَتَدَبَّرَ. (کفایۃ الحاجۃ، للسندی، تحت الحدیث)

[4] ووجهُ إحضارِ الحزنِ أَنْ يَتَأَمَّلَ مَا فِيهِ مِنَ التَّهْدِيدِ وَالْوَعِيدِ وَالْمَوَاثِيقِ وَالْعُهُودِ، ثُمَّ يَتَأَمَّلُ تَقْصِيرَهُ فِي أَوَامِرِهِ وزواجره، فيحزن لا محالة ويبكی، فإن لم يحضره حزنٌ وبكاءٌ كما يحضر أربابَ القلوبِ الصافيةِ فَلْيَبْكِ على فقدِ الحزنِ والبكاءِ، فإن ذلك أعظم المصائب۔ (إحیاء علوم الدین، کتاب آداب تلاوۃ القرآن، الباب الثانی فی ظاهر آداب التلاوۃ، ج:1، ص:277، دار المعرفۃ)

حرفِ آخر... ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا خود محافظ ہے، اُسے اپنے دین، اپنے قرآن اور اپنے محبوب ﷺ کی ناموس کے تحفّظ کے لیے ہماری ہرگز ضرورت نہیں۔ وہ چاہے تو توہین کرنے والوں کی فوری طور پر گرفت فرمائے اور پوری دُنیا کے لیے عبرت کا نشان بنادے... مگر اُس کے ہر کام میں بے شمار حکمتیں ہوتی ہیں... دشمنانِ اسلام کو فوری سزا نہ دینے میں یہ بھی حکمت ہوتی ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بڑھتے جائیں اور پھر نہایت سخت گرفت ہو اور ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو آزمایا جائے، کہ کون دین کے لیے دُنیاوی مفادات کو چھوڑتا ہے اور کون دُنیا کو ترجیح دیتا ہے؟

چنانچہ اِس امتحان میں کامیابی کے لیے ہمیں یہ کام کرنے چاہییں:

⟸ حدیثِ پاک کے مطابق ”مومن غیرت مند ہوتا ہے“؛ لہٰذا تمام مسلمانوں، بالخصوص اسلامی ممالک کے سربراہوں پر لازم ہے کہ غیرت وحمیّت کا مظاہرہ کرتے ہوئے:

- مذمتی بیانات سے آگے بڑھ کر جن ممالک میں توہین کی گئی ہے اُنھیں اور عالمی طاقتوں کو یہ باور کروائیں کہ ہم اسلام، قرآنِ مجید اور صاحبِ قرآن ﷺ کی عزت وناموس کے تحفّظ کے لیے آخری حد تک جاسکتے ہیں۔
- عالمی سطح پر اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی، سلامتی کونسل اور حقوقِ انسانی کے اداروں میں مؤثر طریقے سے اپنا مؤقف پیش کریں اور توہین کا سلسلہ روکنے کے لیے قانون سازی کروائیں۔ اِس سلسلے میں کچھ رکاوٹیں بھی آسکتی ہیں، مگر اتحاد کے ساتھ مخلصانہ کوشش کی جائے تو یہ کام ہرگز ناممکن نہیں۔
- جن ممالک میں توہین کے واقعات ہو رہے ہیں اُن کا سفارتی، سیاسی اور معاشی بائیکاٹ کریں۔

⟸ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ قرآنِ مجید کی قدر جانے اور یہ عظیم دولت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہو کر قرآنِ مجید پڑھا رہے تھے اور کچھ لوگ حاضرِ خدمت ہو کر سیکھ رہے تھے۔ ایک دیہاتی پاس سے گزرا، اُس نے کہا: یہ کیا کر رہے ہیں؟ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: «يَقْتَسِمُوْنَ مِيْرَاثَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ خوش نصیب امام الانبیا ﷺ کی عظیم الشان وراثت سے اپنا اپنا حصہ حاصل کر رہے ہیں۔»[1]

(فضائل القرآن، لأبي عبيد الهروي، ص: 51، دارِ ابن کثیر۔ جامع بيان العلم وفضله، لابن عبد البرّ، رقم: 1853)

---

[1] عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: مَرَّ أَعْرَابِيٌّ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَهُوَ يُقْرِئُ قَوْمًا الْقُرْآنَ. أَوْ قَالَ: وَعِنْدَهُ قَوْمٌ يَتَعَلَّمُوْنَ الْقُرْآنَ. فَقَالَ: مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: «يَقْتَسِمُوْنَ مِيْرَاثَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔»

⇐ دشمن کے مقصد کو خاک میں ملاتے ہوئے تعظیمِ قرآنِ کریم کو فروغ دیں...اِس کے اوراق اور تمام متعلقہ چیزوں کا ادب کریں، تلاوت و سماعت میں اِعزاز و تکریم پیشِ نظر رکھیں اور اپنے عمل کے ذریعے آنے والی نسل کو یہ جذبات منتقل کریں۔ قرآنِ مجید کی عزت اِس قدر ہے کہ ربّ تعالیٰ نے اِسے "بہت بلند شان والا"[1] اور "بہت عظمت والا"[2] ارشاد فرمایا ہے۔

⇐ قرآنِ مجید کی تلاوت و سماعت کو اپنا معمول بنائیں اور دُنیاوی مصروفیات کو رُکاوٹ نہ بننے دیں، یہ اُن سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔

⇐ قرآنِ حکیم سے اپنے دل کا تعلّق پختہ کریں۔ حدیثِ پاک کے مطابق قرآنِ حکیم کی تلاوت کرتے ہوئے کوشش کریں کہ رونا آئے۔ اگر دل سخت ہونے کی وجہ سے اُس پر قرآن کا اثر محسوس نہیں ہوتا تو اِس بیماری کا علاج بھی قرآن ہی ہے۔

⇐ روزانہ کسی سُنّی عالم کی تفسیر سے قرآنِ عظیم کی کم از کم ایک آیتِ کریمہ کو سمجھنے کی کوشش کریں اور حسبِ استطاعت اِس کے احکام کو اپنی ذات اور گھر سے لے کر اپنے ملک اور پوری دُنیا میں نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ قرآنی احکام سے دُوری ہی ہمارے تمام مسائل کی بنیادی وجہ ہے۔

دیکھا یہ جائے گا کہ ہم اپنے امتحان میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟ ورنہ کفار کی سازشوں کے انجام سے متعلق باری تعالیٰ نے فرمایا:
يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ یعنی "وہ اپنے مونھوں (پھونکوں) سے اللہ کا نور بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو ۝ اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا؛ تاکہ اُسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔" [الصف 61:8،9]

آخر میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ چین میں پاکستان کے نئے سفیر کے طور پر کام کرنے کے لیے دفترِ خارجہ نے وزیرِ اعظم پاکستان کو دو نام بھجوائے ہیں، جن میں سے ایک نام نبیل منیر کا ہے۔ یہ شخص ایک متعصّب قادیانی لیڈر منیر کا بیٹا ہے اور اُس نے اپنے عقائد کا برملا اِظہار بھی کیا ہے۔[3] قادیانیوں کا ماضی سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ شخص نہ تو اسلام کا خیر خواہ ہو گا، نہ پاکستان کا؛ لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ ایسے نالائق شخص کو پاکستان کا سفیر ہر گز نامزد نہ کرے۔

---

[1] ارشادِ ربّانی ہے: وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ۔ "بے شک وہ (قرآن) ہمارے پاس اصل کتاب (لوحِ محفوظ) میں یقیناً بہت بلند شان والا، حکمت والا ہے۔" [الزخرف 43:4]

[2] ارشادِ باری تعالیٰ ہے: بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ۔ "بلکہ یہ بہت عظمت والا قرآن ہے۔" [البروج 85:21]

[3] نبیل منیر کا انٹرویو انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

۲۵ ذوالحجہ،۱۴۴۴ھ /14جولائی، 2023ء

مثالی ہے جہاں میں زندگی
فاروقِ اعظم کی
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

مشمولات

- خاتَم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آخری شریعت کی ترویج واشاعت کے لیے بہترین انسانوں کا انتخاب
- سوانحی خاکہ
- فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی مثالی دین داری
- فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا قرآنِ مجید سے مثالی تعلّق
- فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی مثالی کفایت شعاری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ [الانفال 64:8]

ربّ تعالیٰ نے ازل میں ہی یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ ختمِ نبوّت کا تاج ہمارے آقا کریم ﷺ کے سرِ انور پر سجایا جائے گا، آپ ﷺ خاتَم النبیین ہیں، آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کا آنا ایسے ہی ناممکن ہے جیسے ربّ تعالیٰ کا شریک محال ہے۔

خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ نے اپنی حکمت کے مطابق خاتَم الانبیا ﷺ کی صحابیّت و معیّت کے لیے اُن افراد کا انتخاب فرمایا جو انبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَات کے بعد تمام انسانوں میں بہترین تھے اور سب سے زیادہ خوبیوں کے حامل تھے؛ تاکہ وہ آخری شریعت کو بہترین طریقے سے سیکھیں اور اپنے ظاہر و باطن کو نبیِ آخر الزماں ﷺ کے انوار و تجلیات سے منوّر کرکے اُن کی شریعت کی اِس طرح تبلیغ وِاشاعت کریں کہ قیامت تک خاتم النبیین ﷺ کا فیض جاری رہے۔

پھر صحابہؓ کرام میں چاروں خلفا علیہم الرضوان کی شان یہ ہے کہ اُن کے فضائل و مناقب کو شمار کرنا ممکن نہیں، بلاشبہ وہی اُمّت کے حقیقی راہ نما ہیں اور اُمّت کو جہالت کی تاریکیوں سے نجات کے لیے اُن کے حسین کردار سے روشنی حاصل کرنی چاہیے۔

ربّ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ ”اے غیب کی خبریں بتانے والے! اللہ آپ کو کافی ہے اور جن مسلمانوں نے آپ کی پیروی کی (وہ کافی ہیں)۔“ [الانفال 64:8] سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کے مطابق یہ آیتِ کریمہ اُس وقت نازل ہوئی جب سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ سبحان اللہ! اُس ہستی کی سیرت کیسی مثالی اور عظیم الشان ہوگی جسے ربّ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کے لیے ”کافی“ قرار دیا!

مثالی ہے جہاں میں زندگی فاروقِ اعظم کی		وہ عظمت اور پھر وہ سادگی فاروقِ اعظم کی
دُعائے مستجابِ حضرتِ ختم الرسل ہیں وہ		نہیں ممکن کسی سے ہمسری فاروقِ اعظم کی
وہ جن کا نام لینے سے شیاطیں بھاگ جاتے ہیں		پیامِ مرگِ ظلمت، روشنی فاروقِ اعظم کی
جو عرفانِ محمد ﷺ کی تمنّا ہے ترے دِل میں		تو سیرت سامنے رکھ ہر گھڑی فاروقِ اعظم کی
وہ دانائے مقام و احترامِ آلِ پیغمبر		اُنھیں کے واسطے تھی ہر خوشی فاروقِ اعظم کی
وہ جس کی بات تعمیری، وہ جس کی ذات تسخیری		حقیقت بن کے اُبھری خواجگی فاروقِ اعظم کی

ہر دَور کی طرح آج بھی اُمّتِ مسلمہ کو درپیش مشکلات میں سیرتِ فاروقیہ سے حسین وواضح راہ نمائی ملتی ہے۔

سوانحی خاکہ

مرادِ رسول، امیر المؤمنین، امام العادلین، فاروقِ اعظم، خُسرِ مصطفیٰ، دامادِ علی مرتضیٰ، ابو حفص عمر بن خطّاب قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرتِ نبویہ سے تقریباً 41 سال پہلے مکہ مکرّمہ میں پیدا ہوئے۔

دورِ جاہلیت میں بھی لکھنا، پڑھنا جانتے تھے، اعلیٰ درجہ کے گُھڑسوار، طاقت وَر پہلوان، عمدہ خطیب و مال دار تاجر تھے اور قریشِ مکہ کی جانب سے شاہی درباروں میں بطور سفیر جایا کرتے تھے۔

اُن کی خوش نصیبی کہ رسول اللہ ﷺ نے دُعا کر کے ربّ تعالیٰ سے اُنھیں مانگا تو اِعلانِ نبوت کے چھٹے سال اپنی زندگی کے 33ویں برس، ماہِ ذوالحجہ میں اسلام قبول کر لیا، پھر تقریباً سات سال مکہ مکرّمہ اور گیارہ سال مدینہ منوّرہ میں رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں انتہائی قریبی جاں نثار ہونے کا شرف پایا۔ اِس دوران تمام غزوات میں نمایاں خدمات سرانجام دیں اور کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ نے جیسے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب ﷺ نے اُسے پسند کرتے ہوئے ویسا ہی حکم فرما دیا۔

وصالِ نبوی کے بعد سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا اور تقریباً اڑھائی سال تک اُن کے مشیر خاص رہے۔

خلیفۂ اول بلافصل کے وصالِ مبارک کے بعد امیر المؤمنین قرار پائے اور دس سال تک اِس منصبِ جلیل پر فائز رہتے ہوئے پوری دُنیا میں ریاستِ مدینہ کا جھنڈا لہرایا، اپنی خداداد فِراست سے شعارِ حکمرانی کو نئی جہتیں عطا کیں اور قرآن و سنت کے مطابق عدل وانصاف کا ایسا شفّاف نظام قائم کیا، جس کی مثال قیامت تک پیش کی جاتی رہے گی۔

مسجدِ نبوی میں مصلّائے رسول علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام پر کھڑے ہو کر نمازِ فجر کی امامت کروا رہے تھے کہ ایک بدبخت نے آپ پر قاتلانہ حملہ کر دیا، جس کے بعد یکم محرم الحرام، 24ھ،[1] کو مدینہ منوّرہ میں شہادت پائی۔

قیامت تک رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں حاضر ہیں، حدیثِ مبارک کے مطابق حشر کے دن رسول اللہ ﷺ کا دستِ مبارک تھام کر گنبدِ خضرا شریف سے باہر آئیں گے اور میدانِ حشر میں اِعزاز پانے کے بعد جنت کے بلند درجہ پر فائز ہوں گے۔

اُنھیں عطائے الٰہی سے بے شمار ایسے اعزازات نصیب ہوئے جنھیں کوشش کر کے حاصل کرنا ممکن نہیں۔

---

[1] زبان زدِ عام یہی تاریخ ہے، تاہم دیگر روایات بھی موجود ہیں۔ ویسے بھی تاریخ کی تعیین مقصود نہیں، بلکہ صاحبِ شہادت کا تذکرہ اور اُنھیں خراجِ تحسین پیش کرنا مقصود ہے۔ مزید کے لیے کلک کریں: https://dunya.com.pk/index.php/author/mufti-muneeb-ul-rehman/2020-08-24/32144/31505093

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا قرآنِ مجید سے مثالی تعلّق

قرآنِ مجید ربّ تعالیٰ کا کلام ہے اور اِس کے ساتھ پختہ تعلّق دونوں جہان کی سعادتوں کا ذریعہ ہے، سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو بہت سی دیگر بھلائیوں کے ساتھ ساتھ یہ سعادت بھی نصیب تھی کہ اُن کا قرآنِ مجید سے تعلّق مثالی اور لائقِ تقلید تھا، بلکہ قرآنِ مجید سے متعلق اُنھیں وہ خوش بختی میسّر آئی جو محض ربّ تعالیٰ کا فضل ہے، اُسے کوشش کرکے حاصل نہیں کیا جاسکتا:

- وہ ایسے صائب الرائے (درست بات کہنے والے) تھے کہ متعدد آیاتِ قرآنیہ اُن کی رائے کی تائید میں نازل ہوئیں۔
- قرآنِ مجید کو جمع کرنے اور قیامت تک کے لیے محفوظ کرنے میں بھی اُن کا اہم کردار ہے۔
- باجماعت نمازِ تراویح میں اجتماعی طور پر قرآنِ مجید سننے اور سنانے کی بدعتِ حسنہ بھی اُنھوں نے ہی ایجاد کی۔
- قرآنِ حکیم سیکھنے، دوسروں کو سکھانے اور اُس میں غور و تدبّر کے حوالے سے بھی اُن کا انداز منارۂ نور ہے۔
- وہ نرالے ذوق و شوق کے ساتھ کثرت سے قرآنِ عزیز کی تلاوت کیا کرتے تھے۔
- اُنھوں نے قرآن اور حاملینِ قرآن کی تعظیم و تکریم کے حوالے سے بھی حسین نقوش چھوڑے ہیں۔
- اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ قرآنی احکام کو بہت اہتمام کے ساتھ اپنی ذات پر بھی نافذ کرتے تھے اور ریاست کو بھی قرآنی نظام کے مطابق چلاتے تھے۔

موافقاتِ عمر: بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ جب آپ کوئی رائے پیش کرتے تو باری تعالیٰ اُس کی تائید فرماتے ہوئے قرآنِ مجید کی آیت نازل فرمادیتا۔ اِن آیاتِ مبارکہ کو "مُوَافِقَاتِ عُمر" کہا جاتا ہے۔ تقریباً بیس آیاتِ مبارکہ ایسی ہیں جو باری تعالیٰ نے سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرماتے ہوئے اُس کی تائید میں نازل فرمائیں۔

جمعِ قرآن میں کردار: سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب منکرینِ ختمِ نبوت کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے حفّاظ و قرّا کی بڑی تعداد شہید ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنا چاہیے۔ چنانچہ اُنھوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ تجویز پیش کی تو وہ فرمانے لگے: کَیۡفَ أَفۡعَلُ شَیۡئًا لَمۡ یَفۡعَلۡهُ رَسُوۡلُ اللهِ ﷺ؟» "جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا، وہ مَیں کیسے کروں؟" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: هُوَ وَاللهِ خَيۡرٌ۔[1] یعنی اگرچہ سرکار ﷺ نے ایسا نہیں کیا، مگر یہ کام بہتر ہے (بدعتِ حسنہ ہے، شریعت کے اُصولوں کے خلاف نہیں)۔ خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فَلَمۡ یَزَلۡ عُمَرُ یُرَاجِعُنِیۡ حَتّٰی شَرَحَ اللهُ صَدۡرِیۡ لِذٰلِكَ، وَرَأَیۡتُ فِیۡ ذٰلِكَ الَّذِیۡ رَأٰی عُمَرُ۔ عمر بار بار مجھے یہ بات کہتے رہے، حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو

---

[1] واللہ خیر) فیہ أنہ بدعۃ حسنۃ۔ (لمعات التنقیح، تحت الحدیث: 2220)

جمع کرنے سے متعلق میرا سینہ کھول دیا اور اِس بارے میں میری بھی وہی رائے ٹھہری جو حضرت عمر کی تھی۔(صحیح بخاری، حدیث:4679) یعنی فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآنِ کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا۔

باجماعت تراویح کا اہتمام: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رمضان المبارک میں نمازِ تراویح ادا فرماتے اور آپ نے اُمّت کو شوق دلانے کے لیے اِس کی فضیلت بھی بیان فرمائی، مگر تسلسل کے ساتھ اِس کی جماعت نہیں کروائی؛ تاکہ اُمّت پر فرض نہ ہو جائے۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ایک رات مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ نمازِ عشا کے بعد مختلف انداز سے نمازِ تراویح ادا کر رہے تھے، کوئی اپنی نماز پڑھ رہا تھا، اور کسی نے چند افراد کے ساتھ جماعت قائم کی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: اِنِّیْۤ اَرٰی لَوْ جَمَعْتُ ھٰٓؤُلَاءِ عَلٰی قَارِئٍ وَّاحِدٍ لَکَانَ اَمْثَلَ ۔ یعنی میرا خیال ہے کہ اگر میں ان سب کو ایک ہی امام کے پیچھے جمع کر دوں تو بہت اچھا رہے گا۔(صحیح بخاری، حدیث:2010) چنانچہ آپ نے سید القرّا حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ تراویح کی امامت کرائیں، اُنھوں نے بیس رکعات نمازِ تراویح پڑھائی۔(کنز العمال، حدیث: 23471) پھر ایک رات آپ مسجد میں تشریف لائے اور سب لوگوں کو ایک ہی امام کے پیچھے نماز ادا کرتے دیکھ کر فرمایا: نِعْمَ الْبِدْعَةُ ھٰذِہٖ! یعنی "یہ کتنی اچھی بدعت ہے / یہ نیا طریقہ کتنا اچھا ہے!" (صحیح بخاری، حدیث:2010) پوری دُنیا کے مسلمان نمازِ تراویح میں قرآنِ مجید کی تلاوت سنتے ہیں، اِس کارِ خیر کے اہتمام کا اِعزاز اللہ تعالیٰ نے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔

تعلّمِ قرآن: حدیثِ مبارک کے مطابق "بہترین شخص وہ ہے جو قرآنِ حکیم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔" سیدنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے قرآنِ مجید کو بہت حسین انداز میں سیکھا اور پھر نہایت اعلیٰ شان کے ساتھ دوسروں کو سکھاتے تھے۔ اُن کا سیکھنا یہ نہیں تھا کہ فقط صحیح طریقے سے الفاظ ادا کرنا سیکھا، یا الفاظِ قرآن کے معانی سیکھے، عربی اُن کی مادری زبان تھی، یہ چیزیں تو اُن کی گھٹی میں شامل تھیں، اُن کا سیکھنا یہ تھا کہ ہر آیت میں غور و فکر کر کے اُس کے تقاضے پورے کرتے، پھر اُس کے بعد والی آیتِ کریمہ کو سیکھتے۔

شہزادۂ فاروقِ اعظم سیدنا عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے فرمایا: تَعَلَّمَ عُمَرُ الْبَقَرَةَ فِي اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمَّا خَتَمَهَا نَحَرَ جَزُوْرًا ۔ یعنی سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے بارہ سال میں سورۂ بقرہ سیکھی، جب وہ مکمل ہوئی تو آپ نے (شکرانے کے طور پر) ایک اُونٹنی ذبح فرمائی۔ (شعب الایمان، رقم:1805۔ سیر أعلام النبلاء، ج:2، ص:408، دار الحدیث) روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سورۂ بقرہ کو سیکھنا شروع کیا اور سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں یا امیر المؤمنین بننے کے بعد وہ مکمل ہوئی۔

تلاوتِ قرآن: قرآنِ عزیز کو محبت سے دیکھنا، چھونا، پڑھنا اور سننا... سب عبادت ہے، تاہم اگر تلاوت و سماعت کے ساتھ ساتھ اِس کا نور دل میں بھی اُتر جائے تو رحمتوں کا عالَم ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ خلیفۂ ثانی سیدنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا دل نورِ قرآن سے اِس طرح منوّر تھا کہ جب آپ تلاوت کرتے تو اُس کی برکات ظاہر و باطن میں محسوس ہوتیں۔

جلیل القدر تابعی حضرت عبد اللہ بن شدّاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ وَأَنَا فِيْ آخِرِ الصُّفُوْفِ يَقْرَأُ: {إِنَّمَآ أَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ إِلَى اللهِ}۔ مَیں نے امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز پڑھی، مَیں سب سے آخری صف میں تھا، جب اُنھوں نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی: إِنَّمَآ أَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ إِلَى اللهِ (مَیں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں)[1] تو آپ اتنا روئے کہ مجھے آخری صف میں آپ کی ہچکیوں اور رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

(صحيح البخاري، كتاب الجماعة والإمامة، باب إذا بكى الإمام في الصلاة)

آپ دورانِ نماز تلاوت کرتے ہوئے بعض اوقات اتنا روتے کہ مزید تلاوت نہ کرپاتے اور رکوع میں چلے جاتے۔[2]

تکریمِ قرآن: حدیثِ مبارک کے مطابق صحیح العقیدہ حاملِ قرآن (حافظ، قاری، عالم اور مفسّر وغیرہ) کی تکریم در حقیقت اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔[3] سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں قرآنِ حکیم کی تعظیم اِس قدر تھی کہ آپ اِس کے ساتھ نسبت والے حضرات کی بھی تکریم فرماتے تھے۔

دورِ فاروقی میں ریاستِ مدینہ کی طرف سے مختلف شخصیات کے وظائف مقرر تھے، کسی صاحب کی جتنی زیادہ دینی خدمات ہوتیں اُسے اُتنا ہی زیادہ اِعزازیہ پیش کیا جاتا۔ حاملینِ قرآن کی تکریم کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا لَبید بن رَبیعہ رضی اللہ عنہ سے فرمائش کی کہ اپنے کچھ اشعار سنائیں، وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے زبردست شاعر تھے، اُنھوں نے سورۂ بقرہ کی تلاوت سنائی۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: إِنَّمَا سَأَلْتُكَ عَنْ شِعْرِكَ۔ مَیں نے آپ سے یہ فرمائش کی تھی کہ اپنے کچھ اشعار سنائیں۔ وہ کہنے لگے: مَا كُنْتُ لِأَقُوْلَ بَيْتًا مِّنَ الشِّعْرِ بَعْدَ إِذْ عَلَّمَنِيَ اللهُ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران سیکھنے کی توفیق سے نوازا ہے، اِس کے بعد مجھے شعر کا ایک بیت کہنا بھی زیب نہیں دیتا (جب قرآنِ مجید نصیب نہیں تھا تب شعر کہتا تھا، اب میرا سب کچھ قرآنِ مجید ہی ہے)۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اُن کی یہ بات بہت پسند آئی۔ راوی کہتے ہیں: وَكَانَ عَطَاؤُهُ أَلْفَيْنِ، فَزَادَهُ خَمْسَمِائَةٍ۔ پہلے اُنھیں دو ہزار اِعزازیہ پیش کیا جاتا تھا، فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ اُن کا اِعزازیہ 2500 کر دیا جائے۔ (الجامع لأحكام القرآن [تفسير قرطبی]، قبیل سورۃ البقرۃ، ج:1، ص:153، دار الكتب المصرية)

---

[1] یوسف 86:12

[2] عن عبيد بن عمير قال: صلّى بنا عمرُ بن الخطاب صلاةَ الفجر، فافتتح سورةَ يوسف فقرأها، حتّى إذا بلغ {وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ} (يوسف 84:12) بكى حتى انقطع، فركع۔ (كنز العمال، حديث:35833)

[3] عَنْ أَبِيْ مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِيْ فِيْهِ وَالْجَافِيْ عَنْهُ وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ.» (سنن أبي داود، رقم الحديث:4843)

احکامِ قرآن پر عمل: قرآنِ مجید کتابِ ہدایت ہے، اِس کے نزول کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان سیکھنے اور سمجھنے کے بعد اِس کے احکام پر عمل کر کے دونوں جہان کی کامیابی حاصل کرے۔ فقط زیارت اور تلاوت و سماعت کرنے سے برکت و رحمت تو حاصل ہوتی ہے، مگر یہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ احکامِ قرآنیہ پر عمل کے حوالے سے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز مثالی ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر کہا: هِيْ[1] يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللهِ مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ۔ خطّاب کے بیٹے! خبردار! تم نہ تو ہمیں زیادہ دیتے ہو اور نہ ہی ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہو۔ آپ کو اِس بدتمیزی پر بہت غصہ آیا، حتّٰی کہ آپ نے اُسے سزا دینے کا ارادہ کیا، ابو خَرشہ سیدنا حُرّ بن قیس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے کہا: امیر المؤمنین! ربّ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اپنے محبوبِ مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حکم دیا: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔ ”عفو و درگزر کو اختیار کیجیے اور نیکی کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے اِعراض کیجیے“،[2] یہ بھی جاہلوں میں سے ہے (لہٰذا اِس سے درگزر فرمائیے)۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: «وَاللهِ! مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا عَلَيْهِ، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللهِ.» یعنی قسم بخدا! جب حضرت حُرّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی تو سیدنا عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اِس کے حکم سے آگے نہ بڑھے (آیت پر عمل کرتے ہوئے فوراً غصہ پی کر معاف کر دیا)، اُن کی عادت ہی یہ تھی کہ وہ کتاب اللہ کے حکم پر فوراً عمل کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، حدیث: 4642)

لمحۂ فکریہ: اِس وقت ایک طرف اِس بات پر دل غم زَدہ ہے کہ تسلسل کے ساتھ قرآنِ مجید کی توہین ہو رہی ہے اور مسلم حکمرانوں کی طرف سے فقط مذمتی بیانات دیے جا رہے ہیں اور قراردادیں پاس ہو رہی ہیں، تاحال کوئی ٹھوس اِقدام سامنے نہیں آیا۔ دوسری طرف یہ بات بھی پریشان کُن ہے کہ خود مسلمانوں کا قرآنِ حکیم کے ساتھ تعلّق کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یومِ شہادت کی مناسبت سے قرآنِ حکیم کے ساتھ آپ کے پختہ تعلّق کی چند مثالوں کا تذکرہ ہوا، ہمیں چاہیے کہ اپنی دُنیا و آخرت سنوارنے کے لیے کتاب اللہ کی محبت کو پروان چڑھائیں... صحیح تلفّظ کے ساتھ تلاوت سیکھیں اور اُس کی عادت بنائیں، قرآنِ حکیم کی تعظیم کو فروغ دیں، کنز الایمان اور خزائن العرفان یا کسی بھی سُنّی عالم کی تفسیر (مثلاً نور العرفان، تبیان القرآن، ضیاء القرآن وغیرہ) کے ذریعے روزانہ قرآنِ کریم کا کچھ نہ کچھ حصہ سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کے فیض یافتہ شیخ الحدیث مفتی محمد قاسم قادری صاحب کی ”صراط الجنان“[3] اُردو زبان میں نہایت آسان تفسیر ہے۔

---

[1] هِيْ) بِكَسْرِ الْهَاءِ وَسُكُوْنِ الْيَاءِ، كلمة التهديد۔ (عمدۃ القاری، تحت الحدیث)

[2] الأعراف: 199

[3] یہ تفسیر PDF میں بھی دستیاب ہے اور اِس کی نہایت جدید ایپ بھی ڈاؤن لوڈ کی جا سکتی ہے۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مثالی کفایت شعاری

اِس وقت پاکستان کی معاشی صورتِ حال نہایت پریشان کُن ہے، مہنگائی کا "جن" قابو سے باہر ہے، قرضوں کا ایک پہاڑ سر پر ہے اور اِس میں موجودہ وماضی کی تمام حکومتوں کا حصہ ہے۔

اِس صورتِ حال کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وسائل اور اخراجات میں توازن نہیں۔ سمجھ دار لوگ کہتے ہیں کہ اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے چاہئیں، یعنی اپنی حیثیت کے مطابق اِقدامات واَخراجات کرنے چاہئیں، مگر ہمارے ہاں ایسا نہیں۔ حکمرانوں کی شاہ خرچیاں عروج پر ہیں، اربابِ اختیار کفایت شعاری اور میانہ روی کے بجائے عوامی ٹیکسوں سے جمع ہونے والے قومی خزانے کے ساتھ سوتیلی ماں والا سلوک کرتے ہیں، بلکہ "مالِ مفت دلِ بے رحم" والی صورتِ حال ہے۔

ذاتی مال ہو یا قومی وسائل... اسلام ہمیں خرچ کرنے میں کفایت شعاری اور میانہ روی کا حکم دیتا ہے، جب کہ "بخل" اور "اسراف" سے منع فرماتا ہے۔ جہاں خرچ کرنے کا فائدہ ہو، وُسعت کے باوجود وہاں خرچ نہ کرنا "بخل" ہے، جسے ہم کنجوسی کہتے ہیں۔ مثلاً: زکوۃ نہ دینا، صلہ رحمی نہ کرنا، ضروریات میں خرچ کرنے سے کترانا کہ مال کم ہو جائے گا... اور جہاں خرچ کرنا ممنوع ہو یا ضرورت نہ ہو یا خرچ کرنے کا مقصد اچھا نہ ہو وہاں خرچ کرنا "اسراف" ہے، جسے ہم فضول خرچی کہتے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ نے کنجوسی کو بھی ناپسند کیا ہے اور فضول خرچی سے بھی منع فرمایا ہے۔ ہماری تربیت کی گئی ہے کہ یہ بھی پوچھا جائے گا کہ مال کیسے کمایا؟ اور یہ بھی کہ خرچ کہاں کیا؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ یعنی "(اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے وہ ہیں) جو خرچ کرتے وقت نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں، نہ کنجوس بنتے ہیں، اور اُن کا شعار اِن دونوں (بخل اور اِسراف) کے درمیان میانہ روی ہوتا ہے۔" [الفرقان 67:25]

آئی۔ ایم۔ ایف۔ کے حالیہ قرض پروگرام سے اگرچہ وقتی طور پر ڈیفالٹ کا خطرہ ٹل گیا ہے، مگر سب جانتے ہیں کہ یہ ہمارے مسائل کا مستقل حل نہیں، مستقل حل یہ ہے کہ ہم کفایت شعاری ومیانہ روی کو اپنائیں اور اخراجات ووسائل میں توازن قائم کریں۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ۔ یعنی "جو میانہ روی کی عادت بنالے وہ کبھی اِفلاس کا شکار (دیوالیہ / فقیر) نہیں ہوتا۔" (مسند احمد، حدیث: 4269۔ المعجم الکبیر، حدیث: 10118)

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مرفوعاً ہے: مَنِ اقْتَصَدَ أَغْنَاهُ اللهُ، وَمَنْ بَذَّرَ أَفْقَرَهُ اللهُ، وَمَنْ تَوَاضَعَ رَفَعَهُ اللهُ، وَمَنْ تَجَبَّرَ قَصَمَهُ اللهُ۔ جو میانہ روی سے خرچ کرے اللہ تعالیٰ اُسے غنی کر دیتا ہے اور جو فضول خرچی کرے

اللہ تعالیٰ اُسے فقیر کر دیتا ہے... جو عاجزی کرے اللہ تعالیٰ اُسے (عزت و) بلندی عطا کرتا ہے اور جو تکبّر کرے اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل کر دیتا ہے۔" (مسند البزار، حدیث:946۔ نوادر الاصول، ج:4، ص:222، وإسناده ضعيف لكن معناه ثابت)

سیرتِ فاروقی: قومی خزانے کی حفاظت اور کفایت شعاری میں سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مثال آپ تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَاجًّا مِّنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى مَكَّةَ إِلٰى أَنْ رَجَعْنَا. فَمَا ضَرَبَ فِيْهِ فُسْطَاطًا وَلَا خِبَاءً. كَانَ يُلْقِي الْكِسَاءَ وَالنِّطْعَ عَلَى الشَّجَرَةِ وَيَسْتَظِلُّ تَحْتَهُ۔ یعنی مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حج کے لیے جانے کا شرف حاصل ہوا، روانگی سے واپسی تک مَیں ساتھ رہا، عالمِ اسلام کے سربراہ نے پورے سفر میں کہیں بھی نہ خیمہ لگایا، نہ سائبان... بس درخت پر چادر یا چمڑے کا بڑا ٹکڑا ڈال کر اُس کے سائے میں آرام فرما لیتے تھے۔

(تاریخِ دمشق، ج:44، ص:305، دار الفکر۔ سیر اعلام النبلاء، ج:2، ص:409، دار الحدیث۔ تاریخ الاسلام للذہبی، ج:3، ص:269، دار الکتاب العربی)

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت نَجْدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک دن آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منوّرہ کے بازار میں تھے، کہ جُھک کر زمین پر گرا ہوا کھجور کا ایک ٹکڑا اُٹھایا اور اُس سے مٹی کو صاف کیا، پھر ایک حبشی قریب سے گزرا تو آپ اُس کی طرف تشریف لے گئے اور وہ ٹکڑا اُسے دیتے ہوئے فرمایا: أُطْرُحْ هٰذِهٖ فِيْ فِيْكَ۔ یہ منہ میں ڈال لو۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: امیر المؤمنین! یہ کیا (آدھی کھجور کا اتنا اہتمام کیوں فرمارہے ہیں)؟ فرمایا: «هٰذِهٖ أَثْقَلُ أَوْ ذَرَّةٌ؟» اِس کا وزن زیادہ ہے یا ذرّہ کا؟ اُنھوں نے کہا: بَلْ هٰذِهٖ أَثْقَلُ مِنْ ذَرَّةٍ۔ اِس کا وزن ذرّہ سے کافی زیادہ ہے۔ فرمایا: کیا آپ وہ بات سمجھے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں ارشاد فرمائی: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيْمًا۔ "اللہ ایک ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اُسے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے۔"[1] آیتِ کریمہ میں ایک ذرّے پر اجرِ عظیم کی خوش خبری ہے (کھجور کا ٹکڑا تو اُس سے بڑا ہے)۔ (تاریخِ دمشق، ج:44، ص:314، دار الفکر۔ مسند الفاروق لابن کثیر، رقم الحدیث:112، ج:1، ص:61، دار الفلاح)

لمحۂ فکریہ: مشہور کہاوت ہے کہ "ضرورت" تو فقیر کی بھی پوری ہو جاتی ہے، لیکن "خواہش" بادشاہوں کی بھی پوری نہیں ہو پاتی۔ اگر ہم اپنے ذاتی اخراجات اور گھر کے بجٹ میں کفایت شعاری و میانہ روی کو اختیار کریں تو بلاشبہ معاشی مشکلات کو کافی حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔

قومی خزانے کے ذمہ داروں کو بھی یہ احساس ہونا چاہیے کہ یہ مال اُن کی جاگیر نہیں، مسلمانوں کی امانت ہے اور اگر اِس میں بد دیانتی کی تو روزِ قیامت ایک ایک پائی کا حساب دینا ہو گا۔

---

[1] النساء4:40

حرفِ آخر... فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مثالی دین داری

خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم سے آخری شریعت سیکھ کر قیامت تک کے انسانوں تک پہنچانے کے لیے ربّ تعالیٰ نے اُن افراد کا انتخاب فرمایا جو انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسۡلِیۡمَات کے بعد تمام انسانوں میں بہترین تھے، بالخصوص جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی وخلافت کے لیے جن ستاروں کا چُناؤ ہوا اُن سے تا صبحِ قیامت انسانیت کو راہ نمائی ملتی رہے گی۔

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ مبارکہ ایسی مثالی اور لائقِ تقلید ہے کہ سیدنا ابو سعید سعد خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا: رَأَیۡتُ النَّاسَ یُعۡرَضُوۡنَ عَلَيَّ وَعَلَیۡهِمۡ قُمُصٌ، مِنۡهَا مَا یَبۡلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنۡهَا مَا یَبۡلُغُ دُوۡنَ ذٰلِكَ، وَمَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ بۡنُ الۡخَطَّابِ وَعَلَیۡهِ قَمِیۡصٌ یَجُرُّهٗ۔[1] یعنی ”مَیں نے دیکھا کہ لوگوں کو مجھ پر پیش کیا جارہا ہے جنھوں نے قمیصیں پہن رکھی ہیں، بعض کی قمیص سینے تک ہے، بعض کی اِس سے نیچے اور عمر بن خطاب میرے پاس سے گزرے، اِن کا کرتا (پاؤں سے بھی نیچے تھا کہ چلتے ہوئے) پیچھے گھسٹ رہا تھا۔“ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے اِس کی تعبیر پوچھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلدِّیۡنَ۔ یعنی ”لباس سے مراد دین داری ہے۔“ (صحیح بخاری، حدیث: 7008) عمر کی قمیص پاؤں سے نیچے تک ہونے کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سر سے پاؤں تک دین کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، اُن کی دین داری کا اثر صرف اُن کی ذات اور اُن کی زندگی تک ہی محدود نہیں رہے گا، بلکہ اُن کی شہادت کے بعد بھی ایک دُنیا اُن کی پیروی واقتدا کرتی رہے گی۔

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خواب یقینی طور پر صادق ہے، جس کی سچائی پوری دُنیا نے دیکھی، کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ”فاروقِ اعظم“ بن کر تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہیں، اُن کی دین داری ہر دَور میں لائقِ تقلید رہی اور رہے گی۔

آج کے خطبہ میں ”قرآنِ حکیم کے ساتھ آپ کے مثالی تعلّق“ اور آپ کی ”کفایت شعاری“ کا تذکرہ ہوا، یقیناً ہمیں اِس وقت اِن دونوں خوبیوں کو اختیار کرنے کی بے حدّ ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے صدقے ہماری بخشش فرمائے، ہمیں صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قرآنِ مجید سے پختہ تعلّق قائم کرنے کی توفیق سے نوازے اور مسلم حکمرانوں کو دینی غیرت عطا کرے۔

خالقِ کائنات توہینِ قرآن کے مرتکبین اور اُن کے پُشت پناہوں کو دُنیا وآخرت میں نشانِ عبرت بنائے، اسرائیل سمیت مسلمانوں پر ظلم ڈھانے والے تمام ممالک کو تباہ وبرباد فرمائے اور ہمیں مظلوموں کا سہارا بننے کی توفیق عطا کرے۔

مالکِ کریم پاکستان کو حالیہ سیلاب سمیت تمام آفتوں اور بحرانوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ النبیّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] وَجَرُّهٗ یَدُلُّ عَلٰی بَقَاءِ آثَارِهِ الۡجَمِیۡلَةِ وَسُنَنِهِ الۡحَسَنَةِ فِي الۡمُسۡلِمِیۡنَ بَعۡدَ وَفَاتِهٖ؛ لِیُقۡتَدٰی بِهٖ۔ (شرح النووی، تحت الحدیث: 2391)

فہرست آیاتِ کریمہ

فہرست احادیثِ قدسیہ

فہرست احادیثِ نبویہ

اطرافِ احادیث	صفحات

فہرست اہم اقوال وواقعات

اقوال وواقعات	صفحات

اقوال وواقعاتِ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَات

اقوال وواقعاتِ صحابہ واہلِ بیت علیہم الرضوان

اقوال وواقعاتِ اکابر علیہم الرحمہ

مصادر ومراجع

⇐ القرآن الکریم

⇐ ابلق گھوڑے سوار، مولانا محمد الیاس عطار قادری(پ:1950ء)، مکتبۃ المدینہ

⇐ الأجوبة المرضية فيما سئل السخاوی عنه من الأحاديث النبوية، شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی(م:۹۰۲ھ)، دار الرایۃ

⇐ احاديث الشيوخ الثقات الشهير بالمشيخة الكبرى، ابو بکر محمد بن عبد الباقی قاضیٔ مارستان(م:۵۳۵ھ)، دار عالم الفوائد

⇐ إحياء علوم الدين (احیاء العلوم)، امام ابو حامد محمد غزالی(م:۵۰۵ھ)، دار المعرفۃ

⇐ أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ابو عبد اللہ حسین بن علی صمیری(م:۴۳۶ھ)، عالم الکتب

⇐ اختلاف العلماء، ابو جعفر احمد بن محمد ازدی طحاوی(م:۳۲۱ھ)، دار البشائر الاسلامیۃ

⇐ الأدب المفرد، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری(م:۲۵۶ھ)، مکتبۃ المعارف

⇐ إرشاد الساری شرح صحيح البخاری، شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی(م:۹۲۳ھ)،

⇐ استجلاب ارتقاء الغرف بحب أقرباء الرسول صلى الله عليه وسلم وذوی الشرف، شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی(م:۹۰۲ھ)، دار البشائر الاسلامیۃ

⇐ أسد الغابة فی معرفة الصحابة، عز الدین ابو حسین علی بن محمد جزری ابن الأثیر(م:۶۳۰ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ إعجاز سيد المرسلين فی تذكرة زين العابدين، مفتی محمد اعجاز بشیر، دار البیان

⇐ إكمَالُ المعلم بفوائد مُسْلم، ابو الفضل قاضی عیاض بن موسی یَحْصبی(م:۵۴۴ھ)، دار الوفاء

⇐ الإكمال فی أسماء الرجال، ولی الدین محمد بن عبد اللہ تبریزی(م:۷۴۱ھ)، مکتبۃ البشریٰ

⇐ أنوار التنزيل وأسرار التاويل [تفسیر بیضاوی]، ابو سعید عبد اللہ بن عمر بیضاوی(م:۶۸۵ھ)، مکتبۃ البشریٰ

⇐ اوراقِ گم گشتہ، رحیم بخش شاہین(م:1998ء)، مرکزی مکتبہ اسلامی

⇐ بحر العلوم (تفسیر سمرقندی)، امام الہدیٰ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی(م:۳۷۳ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ البداية والنهاية، ابو الفداء اسماعیل بن کثیر دمشقی(م:۷۷۴ھ)، دار احیاء التراث

⇐ البرّ والصلة، جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن جوزی(م:۵۹۷ھ)، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ

⇐ البناية شرح الهداية ،بدرالدین محمود بن احمد عینی(م:٨٥٥ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ بہارِ شریعت، صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی(م:١٣٦٧ھ/1948ء)، مکتبۃ المدینہ

⇐ بهجة الأسرار و معدن الأنوار ،ابوالحسن علی بن یوسف شطنوفی(م:٧١٣ھ)، مؤسسۃ الشرف

⇐ تاج العروس من جواهر القاموس، محمد بن محمد مرتضیٰ زُبیدی(م:١٢٠٥ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، شمس الدین ابوعبداللہ محمد ذہبی(م:٧٤٨ھ)، دار الغرب الاسلامی

⇐ تاريخ الخميس في احوال انفس النفيس، حسین بن محمد بکری(م:٩٦٦ھ)، دار صادر

⇐ تاريخ الرسل والملوك[تاریخ طبری]، ابوجعفر محمد بن جریر طبری(م:٣١٠ھ)، دار المعارف

⇐ التاريخ الكبير، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری(م:٢٥٦ھ)، دائرۃ المعارف العثمانیۃ

⇐ تاريخ بغداد، ابوبکر احمد بن علی خطیبِ بغدادی(م:٤٦٣ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ تاريخ مدينة دمشق، ثقۃ الدین ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر(م:٥٧١ھ)، دار الفکر

⇐ تاریخِ مشائخ چشت، خلیق احمد نظامی(م:1997ء)، زاویہ پبلشرز

⇐ تاریخِ نجد وحجاز، مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا محمد عبدالقیوم ہزاروی(م:2003ء)، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

⇐ تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی(م:2016ء)، فرید بک سٹال

⇐ تجلیاتِ امام ربانی، مولانا محمد عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری(م:1993ء)، مکتبہ نبویہ

⇐ تحریکِ آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم، پروفیسر مسعود احمد نقشبندی(م:2008ء)ضیاء القرآن پبلی کیشنز

⇐ تخلیقِ پاکستان میں علمائے اہلِ سنت کا کردار، علامہ شاہ تراب الحق قادری(م:2016ھ)، حماد احمد جاوید فاروقی پبلشرز

⇐ تذکرۃ الانبیاء، قاضی عبدالرزاق بھترالوی(م:2020ء)، مکتبہ امام احمد رضا

⇐ تذکرۃ الاولیاء، شیخ فریدالدین عطار(م:1221ء)، فخر المطابع

⇐ تذکرۂ مجددینِ اسلام، علامہ غلام مصطفیٰ مجددی(م:2022ء)، مکتبہ نبویہ

⇐ تذکرۂ مجددینِ اسلام، علامہ غلام مصطفیٰ مجددی(م:ص:253، مکتبہ نبوی

⇐ الترغيب والترهيب، زکی الدین عبدالعظیم منذری(م:٦٥٦ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ تعلیلاتِ خادمیہ، امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی(م:2020ء)، علامہ فضلِ حق پبلیکیشنز

⇐ التفسير المظهري، قاضی محمد ثناء اللہ مظہری(م:١٢٢٥ھ)، المکتبۃ الرشیدیۃ

⇐ تفسیرِ خزائن العرفان، صدرالافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی (م:۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)، مکتبۃ المدینہ

⇐ التنویر شرح الجامع الصغیر، امیر ابو ابراہیم محمد بن اسماعیل حسنی کحلانی (م:۱۱۸۲ھ)، مکتبۃ دار السلام

⇐ تہذیب الکمال فی أسماء الرجال، جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی (م:۷۴۲ھ) مؤسسۃ الرسالۃ

⇐ التوسل أنواعه وأحكامه، ناصر الدین البانی (م:1999ء)، مکتبۃ المعارف

⇐ توضیح الأفلاك، بحر العلوم مفتی سید محمد افضل حسین (م:1982ء)، مکتبۃ الرضا

⇐ التیسیر بشرح الجامع الصغیر، زین الدین محمد عبد الرؤف مناوی (م:۱۰۳۱ھ)، مکتبۃ الامام الشافعی

⇐ الجامع الصغیر، جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی (م:۹۱۱ھ)، المکتبۃ الشاملۃ

⇐ الجامع الکبیر [جمع الجوامع]، جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی (م:۹۱۱ھ)، الازہر الشریف

⇐ جامع بیان العلم وفضله، ابو عمر یوسف بن عبد البرّ (م:۴۶۳ھ)، دار ابن الجوزی

⇐ جامع ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسٰی ترمذی (م:۲۷۹ھ)،

⇐ الجامع لأحكام القرآن [تفسیرِ قرطبی]، ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی (م:۶۷۱ھ)، دار الکتب المصریۃ

⇐ الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی (م:۴۶۳ھ)، مکتبۃ المعارف

⇐ جانِ جہاں (نعتیہ دیوان)، صوفی مہر محمد افضل فقیر (م:۱۴۱۴ھ)، مکتبہ کارواں

⇐ جاء الحق، حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی (م:1971ء)، قادری پبلشرز

⇐ الجواهر المضیئة فی طبقات الحنفیة، ابو الوفاء محمد بن محمد قرشی (م:۷۷۵ھ) میر محمد کتب خانہ

⇐ چشمۂ فیض گنج بخش، مولانا ریاست علی مجددی، مکتبہ حنفیہ

⇐ حدائقِ بخشش (نعتیہ دیوان)، امامِ اہلِ سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی (م:1921ء)، مکتبۃ المدینہ

⇐ حضراتُ القُدس، شیخ بدر الدین سرہندی، محکمہ اوقاف پنجاب

⇐ حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی (۴۳۰ھ)، مطبع السعادۃ

⇐ حیاتِ اعلیٰ حضرت، ملک العلما ظفر الدین بہاری (م:1962ء)، اکبر بک سیلرز

⇐ خاکِ حجاز کے نگہبان، صلاح الدین محمود، مرکزی مجلسِ رضا

⇐ الخصائص الکبرٰی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی (م:۹۱۱ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ خیر المجالس (فارسی)، خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی (م:۷۵۷ھ/1356ء)، مسلم یونیورسٹی

⇐ الخیرات الحسان، شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی (م:۹۷۴ھ)، ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

⇐ الدرّ المختار شرح تنویر الأبصار وجامع البحار، علاء الدین محمد بن علی حصکفی (م:۱۰۸۸ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ الدرّ المنثور فی التفسیر بالمأثور، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی (م:۹۱۱ھ)، دار الفکر

⇐ الدعاء، ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (م:۳۶۰ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ الدعوات الکبیر، ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (م:۴۵۸ھ)، غراس للنشر والتوزیع

⇐ دلائل النبوۃ، ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (م:۴۵۸ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ دلائل النبوۃ، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی (م:۴۳۰ھ)، دار النفائس

⇐ دلیل العارفین [ملفوظاتِ خواجہ اجمیری]، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (م:1235ء) مطبع منشی نول کشور

⇐ دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، محمد علی بن شافعی صدیقی (م:۱۰۵۷ھ)، دار المعرفۃ

⇐ دیوانِ سالک، حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی (م:1971ء)، مکتبۃ المدینہ

⇐ ردّ المحتار علی الدرّ المختار، سید محمد امین ابن عابدین شامی (م:۱۲۵۲ھ)، دار المعرفۃ

⇐ الروض الأنف فی شرح السیرۃ النبویۃ، ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی (م:۵۸۱ھ)، دار احیاء التراث العربی

⇐ ریاض الصالحین، محی الدین یحیی بن شرف نووی (م:۶۷۶ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ

⇐ الزھد الکبیر، ابو بکر احمد بن حسین البیہقی (م:۴۵۸ھ)، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ

⇐ الزھد، امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (م:۲۴۱ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ سامانِ بخشش (نعتیہ دیوان)، مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان (م:1981ء)، مکتبۃ المدینہ

⇐ سبع سنابل، سید السادات میر عبد الواحد بلگرامی (۱۰۱۷ھ)، مکتبہ نوریہ رضویہ

⇐ سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، شیخ محمد بن یوسف صالحی شامی (م:۹۴۲ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ سفینۃ الاولیاء، شہزادہ دارا شکوہ، (۱۰۶۹ھ/1659ء)، مدنی کتب خانہ

⇐ سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، محمد ناصر الدین البانی (م:1999ء)، مکتبۃ المعارف

⇐ السنۃ، ابو بکر بن ابو عاصم شیبانی (م:۲۸۷ھ)، المکتب الاسلامی

⇐ سنن ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (م:۲۷۳ھ)،

⇐ سنن ابو داود، ابو داوٗد سلیمان بن اشعث سجستانی (م:۲۷۵ھ)،

⇐ سنن کبریٰ، ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (م:۴۵۸ھ)،

⇐ سنن کبریٰ، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی (م:۳۰۳ھ)،

⇐ سنن نسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی (م:۳۰۳ھ)،

⇐ سير أعلام النبلاء، شمس الدین محمد بن احمد ذہبی (م:۷۴۸ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ

⇐ السيرة النبوية، ابو الفداء اسماعیل بن کثیر (م:۷۷۴ھ)، دار المعرفۃ

⇐ سيرة ومناقب عمر بن عبد العزيز الخليفة الزاهد، ابو الفرج عبد الرحمن بن علی جوزی (۵۹۷ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ السيرة الحلبية، ابو الفرج علی بن ابراہیم حلبی (م:۱۰۴۴)، دار الکتب العلمیہ

⇐ شرح الزرقاني على المواهب اللدنية، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی زرقانی (م:۱۱۲۲ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ شرح السنة، ابو محمد حسین بن مسعود بغوی (۵۱۶ھ)، المکتب الاسلامی

⇐ شرح الشفا، ابو الحسن نور الدین علی قاری (م:۱۰۱۴ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ شرح حدیثِ نجد، مفتی ظہور احمد جلالی، دار العلوم محمدیہ

⇐ شرح صحيح البخاري، ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال (م:۴۴۹ھ)، مکتبۃ الرشد

⇐ شعب الایمان، ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (م:۴۵۸ھ)،

⇐ شفاء السقام في زيارة خير الأنام، ابو الحسن علی بن عبد الکافی سبکی (م:۷۵۶ھ)، دار الکتب العلمیہ

⇐ صحیح ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان تمیمی (م:۳۵۴ھ)، دار ابن حزم

⇐ صحیح ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحاق سلمی (م:۳۱۱ھ)، المکتب الاسلامی

⇐ صحیح مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج قشیری (م:۲۶۱ھ)،

⇐ صراط الجنان في تفسير القرآن، مفتی محمد قاسم عطاری، مکتبہ المدینہ

⇐ صفة الصفوة، جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن جوزی (م:۵۹۷ھ)، دار الحدیث

⇐ الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، شیخ الاسلام ابو العباس احمد بن محمد ابن حجر ہیتمی (م:۹۷۴ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ

⇐ الطبقات الكبرى [لواقح الأنوار القدسية في مناقب العلماء والصوفية]، ابو المواہب عبد الوہاب بن احمد شعرانی (م:۹۷۳ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ الطبقات الکبرٰی، محمد بن سعد ہاشمی (۲۳۰ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ عظمتوں کے چراغ، ایڈووکیٹ ولی مظہر، مجلس کارکنانِ تحریکِ پاکستان

⇐ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی (م:۸۵۵ھ)، دار احیاء التراث العربی

⇐ عیون الأثر فی فنون المغازی و الشمائل و السیر، فتح الدین ابو الفتح محمد یعمری (۷۳۴ھ)، دار القلم

⇐ غرائب القرآن ورغائب الفرقان [تفسیر نیشاپوری]، نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری (م:۸۵۰ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ الغنیۃ لطالبی طریق الحق [غنیۃ الطالبین]، غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی (م:۵۶۱ھ)، دار احیاء التراث العربی

⇐ فتاوٰی افریقہ، امام اہلِ سنت امام احمد رضا خان بریلوی (م:1921ء)، مکتبہ نوریہ رضویہ

⇐ فتاوٰی امجدیہ، صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی (م:۱۳۶۷ھ / 1948ء)، دار العلوم امجدیہ، مکتبہ رضویہ

⇐ فتاوٰی اہل سنت (احکامِ زکوٰۃ)، مجلسِ افتاء دعوتِ اسلامی، مکتبۃ المدینہ

⇐ فتاوٰی تاج الشریعہ، تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری (م:2018ء)، مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا

⇐ فتاوٰی رضویہ، امامِ اہلِ سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی (م:1921ء)، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ

⇐ فتح الباری شرح صحیح البخاری، شہاب الدین ابو الفضل احمد ابن حجر عسقلانی (م:۸۵۲ھ)، دار المعرفۃ

⇐ فتح الباری شرح صحیح البخاری، زین الدین عبد الرحمٰن ابن رجب سلامی حنبلی (م:۷۹۵ھ)، مکتبۃ الغرباء الاثریۃ

⇐ فتوح البلدان، احمد بن یحیٰی بلاذری (م:۲۷۹ھ)، مکتبۃ الہلال

⇐ فتوح الغیب، غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی (م:۵۶۱ھ)، مؤسسۃ الشرف

⇐ الفردوس بمأثور الخطاب، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی (م:۵۰۹ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ الفروسیۃ المحمدیۃ، محمد بن ابو بکر ابن قیم جوزیہ (م:۷۵۱)، دار ابن حزم

⇐ فضائل الأوقات، ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (م:۴۵۸ھ)، مکتبۃ المنارۃ

⇐ فضائل الصحابۃ، امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (م:۲۴۱ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ

⇐ فضائل القرآن، ابو عبید قاسم بن سلّام ہروی (م:۲۲۴ھ)، دارِ ابن کثیر

⇐ فضل شہر رمضان، ثقۃ الدین ابو القاسم علی بن حسن ابن عساکر (م:۵۷۱ھ)، دار ابن حزم

⇐ فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، حاجی محمد مرید احمد چشتی، انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ

⇐ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، زین الدین محمد عبد الرؤف مناوی (م:۱۰۳۱ھ)، المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی

⇐ فیضانِ اعلیٰ حضرت، مولانا محمد ریحان احمد قادری، شبیر برادرز

⇐ فیضانِ زکوٰۃ، مجلس المدینۃ العلمیۃ، مکتبۃ المدینہ

⇐ قیاس کی شرعی حیثیت وضرورت... ایک تحقیقی جائزہ (مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی)، ڈاکٹر محمد اویس معصومی، تلاشِ حق فاؤنڈیشن

⇐ قیمۃ الزمن عند العلماء، ابوغدہ عبد الفتاح حلبی (م:۱۴۱۷ھ / 1997ء)، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ

⇐ کشف الخفاء ومزیل الإلباس، ابو الفداء اسماعیل بن محمد عجلونی (م:۱۱۶۲ھ)، المکتبۃ العصریۃ

⇐ کشف المشکل من حدیث الصحیحین، جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن جوزی (م:۵۹۷ھ)، دار الوطن

⇐ الکشف والبیان عن تفسیر القرآن [تفسیرِ ثعلبی]، ابو اسحاق احمد بن محمد ثعلبی (م:۴۲۷ھ)، دار احیاء التراث العربی

⇐ کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، علاء الدین علی بن حسام الدین ہندی (م:۹۷۵ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ

⇐ الکامل فی التاریخ [تاریخِ ابن اثیر]، عز الدین ابو الحسن علی جزری (م:۶۳۰ھ)، دار الکتاب العربی

⇐ الکامل فی ضعفاء الرجال، حافظ ابو احمد عبد اللہ ابن عدی جرجانی (م:۳۶۵ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ کتاب الخراج، قاضی القضاۃ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (م:۱۸۲ھ)، المکتبۃ الأزہریۃ

⇐ کتاب من عاش بعد الموت، ابو بکر عبد اللہ بن محمد المعروف ابن ابی الدنیا (م:۲۸۱ھ)، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ

⇐ کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، محمد بن علی تھانوی (م:۱۱۵۸ھ)، مکتبۃ لبنان ناشرون

⇐ کشف المحجوب (فارسی)، فیضِ عالم سید علی بن عثمان ہجویری (م:۴۶۵ھ)، سنگِ میل پبلی کیشنز

⇐ کفایۃ الحاجۃ فی شرح سنن ابن ماجۃ [حاشیہ سندھی علی سنن ابن ماجہ]، نور الدین ابو الحسن محمد بن عبد الہادی سندی (م:۱۱۳۸ھ)، دار الجیل

⇐ کلیاتِ اقبال، شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال (م:1938ء)، مکتبہ جمال

⇐ کلیاتِ مکاتیبِ رضا، ڈاکٹر شمس الحق مصباحی پورنوی، مکتبہ بحر العلوم مکتبہ نبویہ

⇐ گلستانِ سعدی، مصلح الدین ابو محمد سعدی شیرازی (م:۶۹۱ھ)، نظامیہ کتاب گھر

⇐ لباب التأویل فی معانی التنزیل [تفسیر خازن]، علاء الدین ابو الحسن علی بن محمد خازن (م:۷۴۱ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ لسان العرب، جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم ابن منظور افریقی (م:۷۱۱ھ)، دار صادر

⇐ لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف، زین الدین عبد الرحمٰن ابن رجب حنبلی (م:۷۹۵ھ)، المکتب الاسلامی

⇐ لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، شیخ محقق ابو المجد عبد الحق محدثِ دہلوی (م:۱۰۵۲ھ)، دار النوادر

⇐ مبدأ ومعاد، مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی (م:۱۰۳۴ھ)، مکتبۃ الحقیقۃ

⇐ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، نور الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر ہیثمی (م:۸۰۷ھ)، مکتبۃ القدسی

⇐ مجموع فتاوی و مقالات متنوعة، عبد العزیز بن عبد اللہ ابن باز (م:۱۴۲۰ھ)، رئاسۃ ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء

⇐ مختصر تاریخ دمشق، جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم ابن منظور افریقی (م:۷۱۱ھ)، دار الفکر

⇐ مرآۃ العاشقین (فارسی)، شمس العارفین محمد شمس الدین سیالوی (م:۱۳۰۰ھ) مطبع مصطفائی

⇐ مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی (م:1971ء)، الکبیر پبلیکیشنز

⇐ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ابو الحسن نور الدین علی بن سلطان محمد قاری (م:۱۰۱۴ھ)، دار الفکر

⇐ مروج الذهب ومعادن الجوهر، ابو الحسن علی بن حسین مسعودی (م:۳۴۶ھ)، المکتبۃ العصریۃ

⇐ المستدرک علی الصحیحین، الحاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری (م:۴۰۵ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ مسند ابی یعلی الموصلی، الحافظ احمد بن علی تمیمی (م:۳۰۷ھ)،

⇐ مسند الإمام أحمد بن حنبل، امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (م:۲۴۱ھ)،

⇐ مسند الإمام عبد الله بن المبارك، ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مبارک حنظلی (م:۱۸۱ھ)، مکتبۃ المعارف

⇐ مسند البزار [البحر الزخار]، ابو بکر احمد بن عمرو بزار (م:۲۹۲ھ)، مکتبۃ العلوم والحکم

⇐ مسند الدارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی (۲۵۵ھ)، دار المغنی

⇐ مسند الفاروق، ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی (م:۷۷۴ھ)، دار الفلاح

⇐ مسند عبد بن حمید، ابو محمد عبد الحمید بن حمید کشّی (م:۲۴۹ھ)، مکتبۃ السنۃ

⇐ مشکوۃ المصابیح، ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیبِ تبریزی (م:۷۴۱ھ)، مکتبۃ البشریٰ

⇐ المصنف، ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی (م:۲۱۱ھ)، المجلس العلمی

⇐ مَطْلَعُ القمرین فی إبانۃ سبقۃ العمرین، امام اہلِ سنت امام احمد رضا خان بریلوی (م:1921ء)، مکتبہ بہارِ شریعت

⇐ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع (م:1976ء)، مکتبہ معارف القرآن

⇐ معالم التنزیل فی تفسیر القرآن [تفسیرِ بغوی]، محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی (۵۱۶ھ)، دار طیبہ

⇐ المعجم الأوسط، ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (م:۳۶۰ھ)،

⇐ معجم البلدان، شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی (م:۶۲۶ھ)، دار صادر

⇐ **المعجم الكبير**، ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (م:۳۶۰ھ)،

⇐ **معرفة الصحابة**، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی (م:۴۳۰ھ)، دار الوطن

⇐ **المغازی**، ابو عبد اللہ محمد بن عمر واقدی (م:۲۰۷ھ)، دار الاعلمی

⇐ **مفاتیح الغیب**، فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ رازی (م:۶۰۶ھ)، دار احیاء التراث العربی

⇐ **المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم**، ابو العباس احمد بن عمر قرطبی (م:۶۵۶ھ)، دار ابن کثیر

⇐ مقالاتِ اقبال، سید عبد الواحد معینی، القمر انٹر پرائزز

⇐ مقدمہ اُصولِ سرخسی، ابو الوفا افغانی (م:1975ھ)، دار المعارف النعمانیہ

⇐ مقدمہ حسنات الحرمین، پروفیسر محمد اقبال مجددی (م:2022ء)، مکتبہ سراجیہ

⇐ **المقفى الكبير**، تقی الدین ابو العباس احمد مقریزی (م:۸۴۵ھ)، دار الغرب الاسلامی

⇐ **مكارم الأخلاق**، ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (م:۳۶۰ھ)، دار الکتب العلمیۃ

⇐ مکتوباتِ امام ربانی، مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی (م:۱۰۳۴ھ)، پروگریسو بکس

⇐ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، مفتیٔ اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان (م:1981ء) مکتبۃ المدینہ

⇐ **المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج** (شرح نووی علی مسلم)، محی الدین یحییٰ بن شرف نووی (م:۶۷۶ھ)، دار احیاء التراث

⇐ **المواهب اللدنية بالمنح المحمدية**، ابو العباس احمد بن محمد قسطلانی (م:۹۲۳ھ) المکتبۃ التوقیفیۃ قاہرہ

⇐ **الموسوعة الفقهية الكويتية**، وزارتِ اوقاف کویت، دار السلاسل

⇐ مؤطا امام مالک، امام دار الہجرہ مالک بن انس اصبحی (م:۱۷۹ھ)،

⇐ ناموسِ رسالت کے سات شہید، رائے محمد کمال، جہانگیر بک ڈپو

⇐ **نصب الراية لأحاديث الهداية**، جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی (م:۷۶۲ھ)، مؤسسۃ الریان

⇐ **نضرة النعيم في أخلاق الرسول الكريم**، تحت إشراف صالح بن عبد اللہ مکی، دار الوسیلۃ

⇐ **النهاية في غريب الحديث والأثر**، مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد ابن اثیر جزری (م:۶۰۶ھ)، المکتبۃ العلمیۃ

⇐ **نوادر الأصول في أحاديث الرسول ﷺ**، ابو عبد اللہ محمد بن علی حکیم ترمذی (م:۳۲۰ھ)، دار الجبل، دار النوادر

⇐ نور العرفان، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی (م:1971ء)، پیر بھائی کمپنی

⇐ **الوافي بالوفيات**، صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (م:۷۶۴ھ) دار احیاء التراث

⇐ **وفاء الوفاء بأخبارِ دار المصطفیٰ ﷺ**،نور الدین ابو الحسن علی بن عبد اللہ سمہودی (م:۹۱۱ھ) دار الکتب العلمیۃ

⇐ **وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان**،ابو العباس احمد بن محمد اربلی (م:۶۸۱ھ)،دار صادر

⇐ وقار الفتاوٰی،مفتی محمد وقار الدین قادری (م:۱۴۱۳ھ)،بزم وقار الدین

⇐ کلیاتِ ظفر،سراج الدین ابو المظفر محمد بہادر شاہ (م:1862ء)،مطبع منشی نول کشور

مجلات واخبارات

⇐ باغِ فردوس،مجدّدِ دینِ اسلام نمبر،جامعہ اشرفیہ

⇐ ماہنامہ نقوش،لاہور نمبر،ادارہ فروغِ اردو

⇐ مجلہ النظامیہ،مجلس علماءِ نظامیہ پاکستان

⇐ مجلہ ہلال [افواجِ پاکستان کا مجلہ]،ہلال پبلی کیشنز

عقائد و عبادات
مسائل ہدایہ
خلاصہ شرح معانی الآثار
النظامیہ
مفتی اعظم نمبر
حافظ ملت نمبر
مجلس علماء نظامیہ
عید میلاد النبی
سوال و جواب کی روشنی میں
اصول ترجمہ قرآن کریم

تعارفِ نظامیہ و خطباتِ نظامیہ

جامعہ نظامیہ رضویہ کا آغاز شارحِ بخاری شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲ شوال المکرم، ۱۳۷۵ھ / مئی، 1956ء کو کیا۔ اُن کے فیصل آباد تشریف لے جانے کے سبب شعبان المعظّم، ۱۳۸۲ھ / جنوری، 1963ء کو معمارِ جامعہ نظامیہ و تنظیم المدارس، مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ناظمِ اعلیٰ مقرر ہوئے۔ 26 اگست، 2003ء کو اُن کے وصال کے بعد سے جانشینِ مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی مدظلہ، ناظمِ اعلیٰ ہیں۔

تاحال 2955 خوش نصیب جامعہ سے حفظِ قرآنِ مجید کی سعادت پا چکے ہیں، تجوید و قراءت کی تکمیل کرنے والے 1832 ہیں اور درسِ نظامی سے فراغت پانے والے علما کی تعداد 5275 ہے، جب کہ مدرسۃ البنات سے درسِ نظامی مکمل کرنے والی فاضلات 1104 ہیں۔ جن حضرات نے جامعہ میں کچھ سال پڑھا اور پھر چھوڑ دیا یا کسی دوسرے ادارے میں چلے گئے وہ اِن کے علاوہ ہیں۔ اِس وقت جامعہ اور اُس کی تقریباً 45 برانچز میں 8000 کے قریب طلبہ اور طالبات علمِ دین حاصل کر رہے ہیں۔

مفتیٔ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے 1994ء میں مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان کے نام سے ایک تنظیم قائم کی، جس کے بنیادی مقاصد میں ابنائے نظامیہ کو منظّم کرنے کے ساتھ ساتھ عوام و خواص کے عقائد کا تحفّظ اور فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت بھی تھا۔

بحمد اللہ تعالیٰ مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان کے زیرِ اہتمام دسمبر، 2019ء سے تاحال بلا تعطل سوشل میڈیا کے ذریعے علمی و تحقیقی خطبۂ نظامیہ نشر کیا جاتا ہے، اب تک 200 سے زائد خطبات نشر ہو چکے ہیں۔ احباب کے پُرزور اِصرار پر 1444ھ میں نشر ہونے والے 52 خطباتِ نظامیہ نظرِ ثانی اور دیگر مراحل طے کرنے کے بعد کتابی صورت میں شائع کیے گئے ہیں۔